قاموس الفقہ

جلد پنجم

اردو زبان میں مرتب ہونے والی فقہ اسلامی کی پہلی انسائیکلوپیڈیا، جس میں فقہی اصطلاحات، حروفِ تہجی کی ترتیب سے فقہی احکام، حسب ضرورت احکام شریعت کی مصالح اور معاندین اسلام کے شبہات کے زیر روشنی ڈالی گئی ہے اور مذاہب اربعہ کو اُن کے اصل ماخذ سے نقل کیا گیا ہے۔ نیز جدید مسائل اور اصولی مباحث پر خصوصی توجہ دی گئی ہے۔ ہر بات مستند حوالہ کے ساتھ اور آسان و دلنشیں اسلوب میں عام فہم زبان

تالیف

مولانا خالد سیف اللہ رحمانی

زمزم پبلشرز

قاموس الفقہ

جلد پنجم

قاموس الفقہ

جلد پنجم

اردو زبان میں مرتب ہونے والی فقہ اسلامی کی پہلی انسائیکلوپیڈیا،
جس میں فقہی اصطلاحات، حروف تہجی کی ترتیب سے فقہی احکام حسب
ضرورت احکام شریعت کی مصالح اور معاندین اسلام کے شبہات
کے ازالہ پر روشنی ڈالی گئی ہے، اور مذاہب اربعہ کو ان کے اصل ماخذ
سے نقل کیا گیا ہے، نیز جدید مسائل اور اصولی مباحث پر خصوصی توجہ
دی گئی ہے، عبارت مستند حوالہ کے ساتھ اور انداز اسلوب عام فہم ہے۔

تالیف

مولانا خالد سیف اللہ رحمانی

ناشر
زمزم پبلشرز
نزد مقدس مسجد، اردو بازار، کراچی

جملہ حقوق بحق ناشر محفوظ ہیں

"قاموس الفقہ" کے جملہ حقوق اشاعت وطباعت پاکستان میں مولانا محمد رفیق بن عبدالمجید زمزم پبلشرز کراچی کو حاصل ہیں لہذا اب پاکستان میں کوئی شخص یا ادارہ اس کی طباعت کا مجاز نہیں بصورت دیگر زمزم پبلشرز کو قانونی چارہ جوئی کا مکمل اختیار ہے۔

از
مولانا خالد سیف اللہ رحمانی

اس کتاب کا کوئی حصہ بھی زمزم پبلشرز کی اجازت کے بغیر کسی بھی ذریعے بشمول فوٹو کاپی برقیاتی یا میکانیکی یا کسی اور ذریعے سے نقل نہیں کیا جا سکتا۔
زمزم پبلشرز کراچی

کتاب کا نام ——— قاموس الفقہ جلد پنجم
تاریخ اشاعت ——— ستمبر ۲۰۰۷ء
باہتمام ———
کمپوزنگ ———
سرورق ———
مطبع ———
ناشر ——— زمزم پبلشرز کراچی
شاہ زیب سینٹر نزد مقدس مسجد، اردو بازار کراچی
فون: 021-2760374
فیکس: 021-2725673
ای میل: zamzam01@cyber.net.pk
ویب سائٹ: http://www.zamzampub.com

ملنے کے دیگر پتے

- مکتبہ بیت العلم، اردو بازار کراچی۔ فون 2018342
- قدیمی کتب خانہ بالمقابل آرام باغ کراچی
- صدیقی ٹرسٹ لسبیلہ چوک کراچی۔
- مکتبہ رحمانیہ اردو بازار لاہور
- کتب خانہ رشیدیہ راجہ بازار راولپنڈی
- مکتبہ رشیدیہ سرکی روڈ کوئٹہ
- ادارہ تالیفات اشرفیہ بیرون بوہڑ گیٹ ملتان
- دارالاشاعت اردو بازار کراچی

Books Also Available in :
* United Kingdom
AL-FAROOQ INTERNATIONAL
68, Asfordby Street Leicester
LE5-3QG
* United States of America
ISLAMIC BOOK CENTRE
119-121 Halliwell Road, Bolton BL1 3NE
* South Africa
Madrasah Arabia Islamia
P.O. Box 9786
Azaadville 1750 South Africa
Email: darululoom@webmail.co.za

فہرست مضامین

● پیش لفظ حضرت مولانا ابو الحسن علی ندوی صاحب ۴۳
ماء (پانی) ۴۷
دریاؤں کی ملکیت ۴۷
[illegible] ۴۷
[illegible] ۴۸
[illegible] ۴۸
[illegible] مشترک پانی ۴۸
دریا کا پانی ۴۸
حدیث کے [illegible] سے مراد ۴۹
[illegible] ۴۹
[illegible] کا حکم ۵۰
[illegible] کا پانی ۵۰
پانی کی فروخت ۵۰
[illegible] ۵۱
مائع (بہنے والی شئی) ۵۱
[illegible] ۵۱
[illegible] ۵۱
[illegible] ۵۱
ماجن (ظریف [illegible]) ۵۲
[illegible] ۵۲
ماعون ۵۲
ماعون [illegible] ۵۲
مال ۵۲
مال کا مفہوم ۵۲
[illegible] ۵۳
کیا منافع اور حقوق مال ہیں؟ ۵۳
[illegible] ۵۳
[illegible] کا تقاضا ۵۳
مانع (اصول فقہ کی ایک اصطلاح) ۵۳
لغت و اصطلاح میں ۵۴
مانع کی پانچ قسمیں ۵۴
[illegible] کی تین صورتیں ۵۵
مباح ۵۵
مبارات (طلاق کی ایک صورت) ۵۵
مباشرت (ایک فقہی اصطلاح) ۵۵
مباشرت اور تسبب سے مراد ۵۶
[illegible] کا حکم ۵۶
مباہلہ ۵۶
[illegible] ۵۶

[illegible] ۵۶
[illegible] ۵۶
[illegible] ([illegible]) ۵۶
[illegible] ([illegible]) ۵۷
[illegible] ۵۷
[illegible] ۵۷
[illegible] ۵۷
[illegible] ۵۷
[illegible] ۵۷
[illegible] ۵۷
[illegible] ۵۷
[illegible] ([illegible]) ۵۷
[illegible] ۵۷
[illegible] ۵۸
[illegible] ۵۸
[illegible] ۵۸
[illegible] ۵۸
[illegible] ([illegible]) ۵۸
[illegible] ۵۸
[illegible] ۵۸
[illegible] ۵۸
[illegible] ۵۹
[illegible] ([illegible]) ۵۹
[illegible] ([illegible]) ۵۹
حلال ۵۹
[illegible] ۵۹
حمل ۵۹
[illegible] ۶۰
[illegible] ۶۰
[illegible] ۶۰
[illegible] ۶۰
[illegible] ۶۰
[illegible] ۶۰
[illegible] ۶
[illegible] ۶
[illegible] ([illegible]) ۶۱
[illegible] ۶۱
[illegible] ۶۲
[illegible] ۶۲
[illegible] ۶۲
[illegible] ۶۲
[illegible] ۶۲
[illegible] ۶۲
[illegible] ۶۲
[illegible] ۶۳
[illegible] ([illegible]) ۶۳
[illegible] ۶۳

[illegible]

○ مدینہ منورہ کا نام ۷۰
○ مدینہ کی حدود ۷۰
○ مدینہ پر [illegible] ۷۰
حجرہ کا قصہ مختصر ۷۰
○ مسجد قبا کی فضیلت ۷۱
مسجد نبوی کے توسیع شدہ حصہ کا حکم ۷۱
○ مدینہ کے کچھ مبارک مقامات ۷۱
ریاض الجنۃ ۷۱
جنت البقیع ۷۱
مذی ۷۲
مذی سے مراد ۷۲
مذی اور منی میں فرق ۷۲
مذی سے وضو کا وجوب ۷۲
نجس ہونے پر اتفاق ۷۲
پاک کرنے کا طریقہ ۷۲
مرأۃ (عورت) ۷۲
مرابحہ (نفع کے ساتھ فروخت) ۷۳
لغوی معنی ۷۳
اصطلاحی تعریف ۷۳
مرابحہ، تولیہ اور وضیعہ میں فرق ۷۳
مرابحہ [illegible] سے ہو ۷۳
اگر خیانت ظاہر ہو کہ بیچنے والے نے قیمت زیادہ بتائی ہے؟ ۷۳
○ درست ہونے کی شرط ۷۳
○ اگر بیچنے والے نے جھوٹ کہا؟ ۷۴
○ نقد اور ادھار قیمت میں فرق ۷۴
○ بیع [illegible] ۷۴
مراطلہ ([illegible] کی ایک صورت) ۷۴
مراہق (قریب البلوغ) ۷۴
[illegible] ۷۵
○ مراہق کا حکم ۷۵
مرتد ۷۵
مرسل ۷۵
مرض (بیماری) ۷۵
○ بیماری کا علاج بھی ضروری نہیں ۷۵
○ مریض اور اس کے احکام ۷۶
○ بیٹھ کر نماز ۷۶
○ لیٹ کر نماز ۷۷
○ اشارہ سے نماز ۷۷
○ متفرق مسائل ۷۷
○ مریض اور جماعت ۷۸
○ نماز کے درمیان بیمار ہو جائے ۷۸
○ درمیان نماز صحت یاب ہو جائے ۷۸
○ امام مرض کی وجہ سے بیٹھ کر نماز ادا کرے ۷۸
○ مریض اور روزہ ۷۹
○ مریض کے لئے حج میں سہولتیں ۷۹
○ مرض وفات سے مراد ۷۹

○ مرض الموت کی طلاق ۹۰
○ مرض الموت میں اقرار ۹۰
○ اصول زندگی کا اقرار ۹۰
○ مرض الموت کا ہبہ، صدقہ اور وقف ۹۱
مُرد ([illegible]) ۹۱
شرعی حکم ۹۱
تعریف ۹۱
مدت ۹۱
مزدلفہ (عرفات سے واپسی میں حاجیوں کے ٹھہرنے کی جگہ) ۹۱
لغوی معنی ۹۱
حدود مزدلفہ ۹۱
مزدلفہ ہونے کی وجہ ۹۱
مزاح ۹۲
مزاح اور استہزاء ۹۲
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا مزاح فرمانا ۹۲
مزاح میں جھوٹ جائز نہیں ۹۲
مزاح میں [illegible] ۹۳
مزارعت (بٹائی داری) ۹۳
بٹائی کے مسئلہ میں صاحبین اور امام صاحب کا نقطۂ نظر ۹۳
○ مزارعت کے ارکان ۹۳
○ بٹائی داری درست ہونے کی شرطیں ۹۳
○ چھ صورتیں اور ان کا حکم ۹۳
اگر بٹائی میں مقدار متعین نہ ہو سکے؟ ۹۳
اگر زمین کا کوئی حصہ مقرر نہ ہو سکے؟ ۹۳
○ بٹائی داری سے متعلق احکام ۹۴
کھیتی کے اخراجات کی ذمہ داری ۹۴
پیداوار ضائع ہو جائے ۹۴
مدت ختم ہو گئی اور کھیتی تیار نہیں ۹۴
فریقین میں سے کسی کا انتقال ہو جائے ۹۵
اگر معاملہ فاسد ہو جائے؟ ۹۵
مزایدہ (نیلام کی بیع) ۹۵
نیلام کا جواز ہے ۹۵
مزاولہ ([illegible]) ۹۵
○ فقہی حکم ۹۵
مساقات (درخت کی بٹائی) ۹۵
○ مشروعیت اور فقہاء کا اختلاف ۹۵
○ شرطیں ۹۶
○ مساقات سے متعلق احکام ۹۶
مساومہ ۹۶
لغوی معنی ۹۶
اصطلاحی تعریف ۹۶
مساومہ، مرابحہ، تولیہ اور وضیعہ کا فرق ۹۶
مسبوق ۹۷
○ تعوذ اور ثناء کب پڑھے؟ ۹۷
○ باقی رکعتوں کی ادائیگی ۹۷

○ نماز کے قعدۂ اخیرہ میں تشہد کے بعد کیا پڑھے؟ ۸۷
○ نماز کے سلام پھیرنے کے بعد کیا کرے؟ ۸۷
○ سجدۂ سہو میں امام کی اتباع ۸۸
○ جو مسبوق نماز میں شریک ہو وہ مقتدی کے حکم میں ہے ۸۸
○ کیا امام مسبوق کو نائب بنا سکے؟ ۸۸

مسافر ۸۹

مستحب ۸۹

مسجد ۸۹

مساجد شعائر اللہ ہیں! ۸۹
○ تعمیر مسجد کی اہمیت ۸۹
کعبہ کی تعمیر ۸۹
قباء میں تعمیر مسجد ۸۹
مسجد نبوی کی تعمیر ۸۹
○ مسجد شرعی کب بنے گی؟ ۹۰
امام ابو یوسف کی رائے ۹۰
طرفین کا نقطۂ نظر ۹۰
متاخرین کی رائے ۹۰
○ مسجد ہونے کے لئے عمارت ضروری نہیں ۹۰
○ تحت الثریٰ سے آسمان تک مسجد ۹۰
اگر تعمیر کے وقت ہی نچلی منزل میں مسجد کی نیت نہ تھی ۹۱
بعد میں مسجد سے متعلق نیت معتبر نہیں ۹۲
مساجد کی اونچی جگہ پر دکان وغیرہ کی تعمیر ۹۱
مکتب اور بیت الخلاء مسجد کے حکم میں نہیں! ۹۱
○ تعمیر مسجد میں حلال پیسہ ہی استعمال ہو ۹۲
کیا حرام روپیہ سے مسجد تعمیر کی؟ ۹۳
○ تعمیر میں غیر مسلم بھائیوں کا تعاون ۹۳
ہندوؤں کا تعاون ۹۳
○ غصب کی زمین پر مسجد کی تعمیر ۹۳
○ قبرستان میں مسجد کی تعمیر درست ہے ۹۴
○ مساجد کی تزئین و آرائش ۹۴
آرائش میں غلو ۹۴
روح عبادت کی رعایت ۹۴
دیواروں پر نقش و نگار ۹۴
○ مساجد کو کسی کے نام سے موسوم کرنا ۹۴
○ مسجد میں داخل ہونے کے آداب ۹۵
○ مسجد کے آداب ۹۵
تحیۃ المسجد ۹۵
مسجد میں بضرورت استنجاء وغیرہ ۹۵
مسجد کی دیوار وغیرہ سے مٹی پونچھنا ۹۵
مسجد میں تھوکنا ۹۵
حالت جنابت میں مسجد میں داخل ہونا ۹۵
بدبودار چیز کھا کر مسجد آنا ۹۶
کوئی ایسا مرض جس کے زخم سے بو آتی ہو ۹۶
سگریٹ، بیڑی پینے کے بعد ۹۶
بے شعور بچوں کی مسجد میں آمد ۹۶
مسجد میں خرید و فروخت، شعر گوئی اور گفتگو ۹۶

نیز مسجد میں جنازہ ۹۶
مسجد میں خرید و فروخت ۹۷
(ن) کسی مصلی کو مسجد سے زبردستی نکالنا ۹۷
مسجد میں جگہ کی تخصیص ۹۷
مسجد میں تعمیر ۹۷
تعمیر کے لئے سودی پیسہ کا استعمال ۹۸
مساجد میں چراغاں ۹۸
(ز) متفرق احکام ۹۸
مقتدیوں کا تعلق ۹۸
مزارات کا حکم ۹۸
غیر مسلموں کا داخلہ ۹۸
ادب و تعظیم ۹۹
فضائل و آداب ۹۹
تبلیغ و دعا ۹۹
دینی اغراض کے لئے اجازت کی حدیں ۹۹
گھر کی مسجد ۹۹
افضل مسجد ۹۹
مسح ۹۹
مسکین ۱۰۰
مسیل (پانی کی گذرگاہ) ۱۰۰
سرکاری نالے سے پانی کا اخراج ۱۰۰
دوسرے کی زمین سے پانی کا گذر ۱۰۰
مشاع (مشترک چیز) ۱۰۰
مشاع سے مراد ۱۰۰
مشترک (ایک لفظ کے کئی معانی) ۱۰۰
تعریف ۱۰۰
کیا مشترک الفاظ کا عموم جائز ہے؟ ۱۰۱
بیک وقت ایک سے زیادہ معنی مراد لیے جائیں ۱۰۱
راجح ۱۰۱
مشترک سے مؤول ۱۰۱
مشترک اور مجمل میں فرق ۱۰۱
مشترک میں تاویل کی شرط ۱۰۱
مشکل (معمولی خفاء معانی) ۱۰۲
تعریف و تشریح ۱۰۲
حکم ۱۰۲
مصادرہ (ضبطی جائیداد) ۱۰۲
مصادرہ اور غصب میں فرق ۱۰۲
بیت المال کے لئے مصادرہ کا حکم ۱۰۲
مصافحہ ۱۰۲
لغوی معنی ۱۰۲
مصافحہ کی فضیلت ۱۰۲
مصافحہ کب ہے ۱۰۳
بعض نمازوں کے بعد مصافحہ ۱۰۳
دائیں ہاتھ کو ملانے کا بیان ۱۰۳
(ن) مصافحہ کا مسنون طریقہ ۱۰۳
دونوں ہاتھوں سے مصافحہ کی دلیل ۱۰۳
امام بخاری کا نقطہ نظر ۱۰۳

بیع کے تقاضے سے خلاف شرط ۱۰۵
قبضہ ہاتھ سے بھی جائز ۱۰۵
مولانا گنگوہی کی رائے ۱۰۵
علامہ کشمیری کی رائے ۱۰۵
مصالح مرسلہ ۱۰۵
○ مصلحت سے مراد ۱۰۵
○ شریعت میں مصلحت کی رعایت ۱۰۶
○ جالب مصلحت کو ترجیح ۱۰۶
○ شریعت کے مقاصد ۱۰۶
احکام شریعت کے مدارج ۱۰۷
○ ضروریات ۱۰۷
○ حاجیات ۱۰۷
○ تحسینیات ۱۰۷
مصالح مرسلہ ۱۰۸
○ مصالح ملغاۃ ۱۰۸
مصالح معتبرہ ۱۰۸
○ مرسل مصالح حقیقی ۱۰۸
معتبر ہونے کی دلیلیں ۱۰۸
مالکی نقطۂ نظر ۱۰۹
احناف ۱۱۰
حنابلہ ۱۱۱
شوافع ۱۱۲
○ فقہاء کا مصالح مرسلہ کے معتبر ہونے پر اتفاق ۱۱۲
مصالح مرسلہ کے لئے شرطیں ۱۱۳
○ مصلحت اور مقاصد شریعت میں ہم آہنگی ۱۱۳
○ امور تعبدی سے نہ ہوں ۱۱۳
○ رفع حرج یا حفظ شریعت مقصود ہو ۱۱۳
○ امام غزالی کی توجیہات ۱۱۳
○ خلاصۂ بحث ۱۱۳
اگر مصالح اور نصوص میں تعارض ہو ۱۱۵
○ فقہاء کے نقطۂ نظر ۱۱۵
مصر (شہر) ۱۱۶
○ مصر سے مراد ۱۱۶
مصراۃ ۱۱۶
○ مصراۃ کے لغوی معنی ۱۱۶
○ دھوکہ دینے کے لئے دودھ روکے رکھے ہوئے جانور کا حکم ۱۱۶
○ حنفیہ کا نقطۂ نظر ۱۱۶
مضغ علک (ایک مسئلہ) ۱۱۷
○ جب منہ سے الگ کرنا ضروری ہے ۱۱۷
مضاربت ۱۱۷
○ لغوی و اصطلاحی معنی ۱۱۷
ثبوت ۱۱۷
○ مضاربت کی قسمیں ۱۱۸
ارکان ۱۱۸
درست ہونے کی شرطیں ۱۱۹
○ مال نقدی یا شکل ہونے کے قابل ہو ۱۱۹

○ راس المال نقدی ہو ۱۱۹
○ اصل سرمایہ معلوم و متعین ہو ۱۱۹
○ سرمایہ متعین ہونا کافی ۱۱۹
○ سرمایہ مضارب کے حوالہ کر دے ۱۱۹
○ نفع میں دونوں ہی شریک ہو ۱۱۹
○ نفع کا تناسب متعین ہو نہ کہ متعین مقدار ۱۲۰
شروط: ۱۲۰
عمل ۱۲۰
○ عمل میں مالک کی بھی شرکت ۱۲۰
○ اگر معاملہ فاسد ہو جائے ۱۲۰
○ مضارب سرمایہ کار کی طرف سے وکیل ہے ۱۲۰
○ اگر اصل سرمایہ میں کچھ نقصان ہو جائے ۱۲۰
مضاربت کی دو قسمیں ۱۲۰
مضاربت مطلقہ میں مضارب کے تصرفات ۱۲۱
مضارب کن امور سے مضاربت کرے ۱۲۱
جو تصرفات بلا صراحت جائز نہیں ۱۲۲
جو تصرفات صراحت کے باوجود جائز نہیں ۱۲۲
مقیدہ مضاربت ۱۲۲
○ جگہ کی تحدید ۱۲۲
○ اشخاص و افراد کی تعیین ۱۲۲
○ سامان کی تعیین ۱۲۲
○ مدت کی تحدید ۱۲۳
○ شرط فاسد کے سلسلہ میں بنیادی اصول ۱۲۳
مضارب کے حقوق ۱۲۳
سرمایہ کار کی ہلاکت ۱۲۳
مضاربت فاسد ہو جائے ۱۲۴
مضاربت عقد لازم نہیں؟ ۱۲۴
مضاربت ختم ہونے کی صورتیں ۱۲۴
مضبب (چاندی جڑی ہوئی چیز) ۱۲۴
○ جس برتن میں چاندی سونا جڑا ہو اس کا حکم ۱۲۴
مضمضہ (کلی کرنا) ۱۲۴
مطل (ٹال مٹول) ۱۲۴
○ ٹال مٹول کی مذمت ۱۲۵
مطلق (اصول فقہ کی ایک اصطلاح) ۱۲۵
○ تعریف ۱۲۵
○ اگر خطاب الٰہی مطلق ہو؟ ۱۲۵
○ اگر مقید ہو؟ ۱۲۵
اگر ایک جگہ مطلق اور دوسری جگہ مقید ہو؟ ۱۲۵
جب سبب و حکم مختلف ہوں ۱۲۵
جب سبب و حکم ایک ہوں ۱۲۶
حکم مختلف ہو سبب ایک ہوں ۱۲۶
حکم ایک ہو سبب مختلف ۱۲۶
معانقہ ۱۲۶
معانقہ کا ثبوت ۱۲۶
فقہاء کا نقطۂ نظر ۱۲۷
○ غیر محرم سے معانقہ ۱۲۷
○ معانقہ کی ایک ناجائز صورت ۱۲۷

[illegible]

حرم مکہ میں داخل ہونے کے آداب ۱۳۷
حرم مکہ میں بلا احرام داخل ہونا ۱۳۸
بلا احرام داخل ہونے والوں کے لئے حکم ۱۳۸
غیر مسلموں کے لئے حکم ۱۳۸

محرم ۱۳۹

ملک ۱۳۹

تعریف ۱۳۹
ملک رقبہ (ملک تام) ۱۳۹
ملک کی دو قسمیں ۱۳۹
ملک تام ۱۳۹
اباحت ۱۴۰
اباحت اور ملکیت میں فرق ۱۴۰
ملکیت حاصل ہونے کے اسباب ۱۴۰
مباح چیز کا حصول ۱۴۰
عقد کے ذریعہ ملکیت ۱۴۰
وراثت کے ذریعہ ملکیت ۱۴۰
مملوکہ شی کی افزائش ۱۴۰
ملکیت کا دینی تصور ۱۴۰
ذاتی ملکیت ۱۴۰
حق تصرف کی حدود ۱۴۰
[illegible] ۱۴۰
[illegible] ۱۴۱
[illegible] سے متعلق چند مسائل ۱۴۱
رقت، بغض [illegible] کی قید ۱۴۱
مواقع جن میں [illegible] ۱۴۲
[illegible] کی ضرورت ہے ۱۴۲
[illegible] کے اخراجات کی ذمہ داری ۱۴۲
[illegible] کے حدود [illegible] ۱۴۲

ممثل (ایکٹر، اداکار) ۱۴۲

[illegible] ۱۴۲

مناظرہ [illegible] ۱۴۲

مناسب (اصول فقہ کی ایک اصطلاح) ۱۴۲

مناقضہ [illegible] کی ایک اصطلاح ۱۴۲

مناسک ۱۴۲

منکوحہ [illegible] ۱۴۲

مندوب ۱۴۲

مندیل (رومال) ۱۴۲

[illegible] پر استعمال کرنے کا حکم ۱۴۲

منفعت ۱۴۳

منفعت کی ملکیت اور حق میں فرق ۱۴۳

منقول ۱۴۳

(منقول اور غیر منقول) ۱۴۳

منکر ۱۴۳

منی ۱۴۳

منی کا مذہب ۱۴۳

[illegible]
[illegible]
مواقیت
موت
[illegible]
[illegible]
موقوف [illegible]
[illegible]
مولی
مولی الموالات
مہایاۃ [illegible]
مہر
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]

[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
میت
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]

ہبہ (ہدیہ)

ہبہ اور وصیت ۱۵۳
والدین کا اولاد کے لئے ہبہ ۱۵۳
بیٹی کا جہیز ۱۵۳
مشاع شئی کا ہبہ جس میں تقسیم ممکن نہ ہو ۱۵۳
مشاع شئی کا ہبہ جس میں تقسیم ممکن ہو ۱۵۳
موقت ہبہ لینے کا حکم ۱۵۴
ہبہ اور عمریٰ ۱۵۴
ہبہ کردہ چیز کی خرید و فروخت ۱۵۴

میراث ۱۵۴

قانون میراث میں اسلام کا حسین اعتدال ۱۵۴
ترکہ سے متعلق چار حقوق ۱۵۴
تجہیز و تکفین کا حکم ۱۵۴
قرض کی ادائیگی ۱۵۵
وصیت کی تکمیل ۱۵۵
ترکہ کی تقسیم ۱۵۵
ورثاء میں ترتیب ۱۵۵
اصحاب الفروض ۱۵۵
نسبی عصبہ رشتہ دار ۱۵۵
اگر عصبہ نہ ہوں؟ ۱۵۵
اگر ذوی الفروض بھی نہ ہوں؟ ۱۵۵
اگر ذوی الارحام بھی نہ ہوں؟ ۱۵۵
بیت المال ۱۵۵
موانع میراث ۱۵۵
قتل ۱۵۶
اختلاف دین ۱۵۶
اختلاف دار ۱۵۶
غلامی ۱۵۶
مردوں میں میراث کے حقدار ۱۵۶
عورتوں میں میراث کے حقدار ۱۵۶
ورثاء کی چار قسمیں ۱۵۷
ذوی الفروض ۱۵۷
عصبہ ۱۵۷
دوہری حیثیت ۱۵۷
ورثاء کے احوال ۱۵۷
شوہر ۱۵۸
بیوی ۱۵۸
باپ ۱۵۸
دادا ۱۵۸
ماں ۱۵۸
دادی، نانی ۱۵۸
بیٹی ۱۵۹
پوتی ۱۵۹
ماں شریک بھائی ۱۵۹
حقیقی بہن ۱۵۹
باپ شریک بہن ۱۵۹

ماں شریک بہن ۱۵۹
○ عصبہ کی تین صورتیں ۱۶۰
عصبہ بالنفس ۱۶۰
○ عصبہ بالغیر ۱۶۰
○ عصبہ مع الغیر ۱۶۰
○ محجوب ۱۶۰
حجب نقصان ۱۶۰
حجب حرمان ۱۶۱
میل ۱۶۱
میل کی مسافت ۱۶۲
مصلّین و مقتدین ۱۶۲
مصلّین و مقتدین کے درمیان فاصلہ ۱۶۳
نار (آگ) ۱۶۳
آگ عبادات میں داخل ہے ۱۶۳
آگ میں جلانا ۱۶۳
جلنے کی وجہ سے پاکی ۱۶۳
ناصیہ ۱۶۳
ناقہ (اونٹنی) ۱۶۳
نبات (پودا) ۱۶۳
نباتات اصلاً حلال ہیں ۱۶۳
تین صورتوں میں حرمت ۱۶۳
نبش (کفن کی چوری) ۱۶۴
○ تدفین کے بعد قبر کھولنے کا حکم ۱۶۴
اگر کسی کی زمین میں بلا اجازت دفن کر دیا جائے؟ ۱۶۴
اگر کوئی قیمتی سامان رہ جائے؟ ۱۶۴
اگر میت کا رخ درست نہ ہو؟ ۱۶۴
○ قبر پر نماز جنازہ ۱۶۴
اگر بغیر غسل کے دفن کر دیا گیا ہو؟ ۱۶۴
○ قبرستان میں مسجد ۱۶۴
○ کفن چوری کی سزا ۱۶۵
نبی ۱۶۵
نبی کا مفہوم ۱۶۵
○ نبی اور رسول میں فرق ۱۶۶
○ انبیاء کی عصمت ۱۶۶
کبیرہ کا ارتکاب ۱۶۶
خسیس افعال کا ارتکاب ۱۶۷
کفریہ قول وعمل ۱۶۷
جھوٹ اور سہو ۱۶۷
صغائر کا صدور ۱۶۷
زلّتیں اور لغزشیں ۱۶۷
○ سہو ونسیان ۱۶۷
○ اہانت انبیاء ۱۶۷
○ شاتم رسول کی توبہ ۱۶۸
○ انبیاء کے فضلات ۱۶۸
○ نبی کا قتل یا خودکشی ۱۶۸
○ انبیاء اور ان کے خاندان کے لئے زکوٰۃ ۱۶۸

انبیاء اور میراث ۱۶۹
○ انبیاء کے مال میں زکوٰۃ نہیں ۱۶۹
نبیذ ۱۶۹
لغوی و اصطلاحی معنی ۱۶۹
○ نبیذ کی حلت و حرمت ۱۶۹
کشمش اور کھجور کی شراب ۱۷۰
خمر کی علت سے قریب تر ۱۷۰
دوسرے پھلوں وغیرہ کی شراب ۱۷۰
○ بعض برتنوں کے استعمال کی ممانعت پھر اجازت ۱۷۰
○ نبیذ تمر سے وضو ۱۷۰
امام ابو حنیفہ کا رجوع ۱۷۱
ناک ۱۷۱
نمکین (مرچ والی چیز) ۱۷۱
مرچ والی چیز کھانے کا حکم ۱۷۱
نثار (لٹانا) ۱۷۱
خوشی کے موقع پر پیسے وغیرہ لٹانا ۱۷۱
حنفیہ کا نقطۂ نظر ۱۷۱
دوسرے فقہاء کی رائے ۱۷۱
نکاح کے موقع پر ۱۷۲
○ متفرق احکام ۱۷۲
لٹانے کے بجائے تقسیم ۱۷۲
نجاست (ناپاکی) ۱۷۲
نجاست حقیقی و حکمی ۱۷۲
نجاست مرئیہ و غیر مرئیہ ۱۷۲
○ مرئی نجاست کو دور کرنے کا طریقہ ۱۷۲
○ غیر مرئی نجاست سے پاکی کا طریقہ ۱۷۳
نئے کپڑے وغیرہ پاک کرنے کا طریقہ ۱۷۳
○ نجاست غلیظہ و خفیفہ ۱۷۳
○ نجاست غلیظہ کا حکم ۱۷۳
درہم کا وزن اور مساحت ۱۷۳
○ نجاست خفیفہ کا حکم ۱۷۳
ٹھوس اور سیال اشیاء کا فرق ۱۷۳
○ مختلف نجاستیں ۱۷۳
انسان کے فضلات ۱۷۳
حرام جانوروں کا فضلہ ۱۷۳
حلال جانوروں کا فضلہ ۱۷۳
پرندوں کی بیٹ ۱۷۳
مردار ۱۷۳
سور ۱۷۳
کتا ۱۷۳
کتا اور درندوں کا جھوٹا ۱۷۵
شراب ۱۷۵
نجاست کا دھوون ۱۷۵
مستعمل پانی ۱۷۵
○ نجاست دور کرنے کے ذرائع ۱۷۵
نجاست حکمی زائل کرنے والی اشیاء ۱۷۵

نجاست حقیقی ۱۷۵
پانی اور سیال اشیاء ۱۷۵
پونچھنا ۱۷۵
کھرچنا ۱۷۵
خشک ہو جانا ۱۷۵
ناپاک زمین سوکھنے کے بعد دوبارہ تر ہو جائے؟ ۱۷۵
جلنے کی وجہ سے پاکی ۱۷۵
ناپاک مٹی کا برتن ۱۷۶
گوشت پاک پانی سے جو پکایا جائے ۱۷۶
حقیقت کی تبدیلی ۱۷۶
دباغت و ذبح ۱۷۶
پانی کا بہانا ۱۷۶
○ چیزوں سے نجاست کا ازالہ ۱۷۶
○ کاغذ سے استنجاء ۱۷۶
○ نجاست حقیقی و حکمی کو پاک کرنے کے طریقے میں فرق ۱۷۶
○ کیا پاکی کے لئے نجاست پر پانی ڈالنا ضروری ہے؟ ۱۷۷
نجش ۱۷۷
نجش کے معنی ۱۷۷
نجش کی ممانعت ۱۷۷
نحر (ذبح کی ایک خاص صورت) ۱۷۷
اصطلاحی معنی ۱۷۷
نخامہ و نخاعہ (بلغم اور رینٹ) ۱۷۷
بلغم اور تھوک پاک یا ناپاک؟ ۱۷۷
○ روزہ کی حالت میں بلغم نگل لے ۱۷۸
ندب ۱۷۸
نذر ۱۷۸
لغوی معنی ۱۷۸
اصطلاحی معنی ۱۷۸
مشروعیت کی دلیلیں ۱۷۸
○ ارکان ۱۷۸
شرائط ۱۷۸
نذر ماننے والے سے متعلق شرطیں ۱۷۸
○ نذر مانی ہوئی شی سے متعلق شرطیں ۱۷۹
وہ ممکن ہو ۱۷۹
اللہ سے تقرب کا ذریعہ ہو ۱۷۹
معصیت کی نذر کا حکم ۱۷۹
مباح کی نذر ۱۷۹
جو عبادت مقصود نہ ہو اس کی نذر ۱۷۹
اعتکاف کی نذر سے متعلق ایک شبہ ۱۷۹
جس کا مالک نہ ہو اس کے بارے میں نذر ۱۷۹
مالک ہونے کی شرط پر نذر ۱۷۹
فرض و واجب کی نذر ۱۸۰
○ متعینہ اوقات میں عبادت کی نذر ۱۸۰
○ بچے کی قربانی کی نذر ۱۸۰
○ پیدل حج کرنے کی نذر ۱۸۰
○ نذر میں استثناء ۱۸۱

○ نذر ماننے کا حکم ۸۱
○ نذر کا اثر ۱۸۱
○ اگر نذر پوری کرنا ناممکن ہو؟ ۱۸۲
"مجھ پر نذر ہے" کا حکم ۱۸۲
نذر کسی شرط سے متعلق ہو؟ ۱۸۲
نذر پوری کرنا کب واجب ہے؟ ۱۸۲
اگر نذر معلق ہو؟ ۱۸۲
کسی خاص جگہ سے متعلق ہو؟ ۱۸۲
وقت سے متعلق ہو؟ ۱۸۲
○ ادائیگی فوراً واجب ہے یا بتاخیر؟ ۱۸۲
○ حکم کے اعتبار سے نذر کی چار صورتیں ۱۸۳
طاعات کی نذر ۱۸۳
معصیت کی نذر ۱۸۳
مکروہات کی نذر ۱۸۳
مباحات کی نذر ۱۸۳
نساء (عورتیں) ۱۸۳
عورتوں پر اسلام کے احسانات ۱۸۳
مردوں اور عورتوں کے درمیان کن احکام میں فرق ہے؟ ۱۸۴
نسخ ۱۸۶
لغوی و اصطلاحی تعریف ۱۸۶
○ تخصیص اور تقیید بھی نسخ ہے ۱۸۷
○ نسخ اور تخصیص میں فرق ۱۸۷
○ منکرین کا شبہ ۱۸۷
○ نسخ کا ثبوت ۱۸۸
○ نسخ جاننے کے ذرائع ۱۸۹
شارع کی صراحت ۱۸۹
صحابی کی تصریح ۱۸۹
تاریخ کے علم سے ۱۸۹
اجماع امت ۱۸۹
مؤخر الاسلام راوی کی روایت ۱۸۹
قرآن کی موجودہ ترتیب سے نسخ کا فیصلہ ۱۹۰
○ نسخ سے متعلق قواعد ۱۹۰
○ جن نصوص میں نسخ کا احتمال نہیں ۱۹۰
○ نسخ کی چار صورتیں ۱۹۱
قرآن کا نسخ قرآن سے ۱۹۱
حدیث کا نسخ حدیث سے ۱۹۱
آیات سے احادیث کا نسخ ۱۹۱
احادیث سے آیات کا نسخ ۱۹۱
○ تلاوت و حکم کے اعتبار سے نسخ کی صورتیں ۱۹۲
تلاوت و حکم دونوں منسوخ ۱۹۲
تلاوت باقی حکم منسوخ ۱۹۲
حکم باقی تلاوت منسوخ ۹۲
کیا نص پر قید کا اضافہ بھی نسخ ہے؟ ۹۲
○ قرآن مجید میں نسخ کی تعداد ۹۳
○ احکام پر نسخ کا اثر ۹۳
نسخ ضمنی ۹۳

مہر مثل ۱۹۳
مہر معجل ۱۹۳
مہر مؤجل ۱۹۳
نسل ۱۹۳
حفاظت نسل شریعت کا ایک اہم مقصد ۱۹۳
[illegible] ۱۹۳
کیا ناجائز بچوں کی اولاد نسل میں داخل ہے ۱۹۴
نسی ۱۹۵
نسیئہ ۱۹۵
نسیان ۱۹۵
معنی و مراد ۱۹۵
نسیان کا حکم ۱۹۵
بھول چوک بہر حال معاف ہے ۱۹۵
نماز میں ۱۹۵
روزہ میں ۱۹۵
جماع کرنے والے کی تلافی ۱۹۵
[illegible] ۱۹۵
[illegible] ۱۹۵
[illegible] ۱۹۶
[illegible] ۱۹۶
[illegible] ۱۹۶
نشوز ۱۹۶
[illegible] ۱۹۶
نص ۱۹۷
لغوی و اصطلاحی معنی ۱۹۷
وضاحت کے اعتبار سے کلام کی چار قسمیں ۱۹۷
نص سے مراد ۱۹۷
نص کا حکم ۱۹۷
اگر نص اور ظاہر میں تعارض ہو ۱۹۷
عبارۃ النص ۱۹۸
اشارۃ النص ۱۹۸
اقتضاء النص ۱۹۸
اگر دلالت کی ان صورتوں میں تعارض ہو؟ ۱۹۸
نطق (بولنا) ۱۹۹
گونگے کے حق میں اشارہ نطق کے قائم مقام ہے ۱۹۹
گونگے کا اقرار اور نطق ۱۹۹
نظر ۱۹۹
نظر کرنا ۱۹۹
نظر کرنے کا [illegible] ۱۹۹
نعاس (اونگھنا) ۲۰۰
نعل ۲۰۰
[illegible] ۲۰۰
[illegible] ۲۰۰
نفاس ۲۰۱
لغوی و اصطلاحی معنی ۲۰۱
[illegible] ۲۰۱

○ طلاق کی عدت ۲۰۱
حنفیہ اور حنابلہ کا نقطۂ نظر ۲۰۱
ماہواری شروع ہی نہ ہونے ۲۰۱
کم سے کم مدت کتنی ۲۰۲
مدت کے دنوں کا شمار کا حساب ۲۰۲
کن صورتوں میں طلاق یافتہ عورت کا نفقہ شوہر کے ذمہ قرض ہے؟ ۲۰۲
نفاق ۲۰۲
منافق اور زندیق ۲۰۳
نفقہ ۲۰۳
لغوی معنی ۲۰۳
شرعی حیثیت ۲۰۳
اصطلاحی تعریف ۲۰۳
○ خود اپنا نفقہ ۲۰۳
○ قرابت داری کی وجہ سے نفقہ کا وجوب ۲۰۳
○ نفقہ — جس سے ضرورت پوری ہو جائے ۲۰۳
○ بیوی کا نفقہ ۲۰۴
وجوب نفقہ کی وجہ ۲۰۴
نفقہ — نکاح کی وجہ سے ۲۰۴
○ جب بیوی نفقہ کی مقدار متعین نہ ہو! ۲۰۵
مریضہ کا نفقہ ۲۰۵
○ معتدہ کا نفقہ ۲۰۵
○ ناشزہ کا نفقہ ۲۰۵
ناشزہ سے مراد ۲۰۵
ملازمت پیشہ خواتین کا حکم ۲۰۵
○ نفقہ میں شامل چیزیں ۲۰۶
○ خوراک ۲۰۶
کچا یا پکا ہوا؟ ۲۰۶
خوراک کی مقدار ۲۰۶
○ دوائی — نوعیت اور مقدار ۲۰۶
حالات کا لحاظ کیا جائے ۲۰۶
کھانے سے متعلق دوسری ضروریات ۲۰۶
○ پوشاک ۲۰۷
لباس میں عرف کی رعایت ۲۰۷
سال میں کم سے کم دو جوڑے ۲۰۷
سردی کے کپڑے ۲۰۷
جوتا، چپل وغیرہ ۲۰۷
○ آرائشی اشیاء ۲۰۷
○ عطر اور خوشبو ۲۰۷
گھر سے متعلق ۲۰۷
شادی کی رسوم کی ضیافت ۲۰۷
○ رہائش ۲۰۸
تنہا علاحدہ مکان ۲۰۸
مکان کا معیار ۲۰۸
غیر مشترکہ مکان ۲۰۸
مشترکہ مکان کی مختلف صورتیں اور ان کا حکم ۲۰۸
متعلقین کا داخلہ ۲۰۸
بیوی کے رشتہ داروں کا قیام ۲۰۸
بیوی کی والدین سے ملاقات ۲۰۹

ضرورت کے لئے والدین کی جائداد بیچنا ۲۰۹
○ خادم کا انتظام ۲۰۹
○ خادم کا نفقہ ۲۰۹
سہولت بخش مشینوں کا حکم ۲۰۹
○ کھانا اور گھریلو کام ۲۰۹
○ گذرے ہوئے دنوں کا نفقہ ۲۱۰
واجب ہونے کی صورتیں ۲۱۰
حنفیہ کا نقطہ نظر ۲۱۰
جمہور کا نقطہ نظر ۲۱۰
○ اگر بیوی نفقہ ادھار کرے پھر نفقہ کی مقدار متعین ہوگئی؟ ۲۱۰
○ نفقہ کب ساقط ہوتا ہے؟ ۲۱۰
○ اگر بیوی از وقت پیشگی نفقہ معاف کر دے؟ ۲۱۱
○ نفقہ میں کس کا معیار معتبر ہے؟ ۲۱۱
○ اولاد کا نفقہ ۲۱۱
باپ مالدار اور بچے نابالغ ۲۱۲
باپ مالدار ہو اور بچے بالغ ۲۱۲
باپ محتاج اور بچے نابالغ و مالدار ۲۱۲
باپ محتاج اور بچے بھی محتاج و نابالغ ۲۱۲
○ اگر کفالت کی کوئی صورت نہ ہو ۲۱۳
○ اولاد کی اولاد کا نفقہ ۲۱۳
○ بچے کو دودھ پلانے کی ذمہ داری ۲۱۳
کب ماں پر دودھ پلانا واجب ہے؟ ۲۱۳
ماں دودھ کی اجرت طلب کرے ۲۱۳
○ بیٹے کا نکاح ۲۱۳
بیوی کا نفقہ ۲۱۳
○ نفقہ کے سلسلہ میں والدین کو ترجیح ہے یا اولاد کو؟ ۲۱۳
○ والدین کا نفقہ ۲۱۴
والدین کا نفقہ کب واجب ہے؟ ۲۱۴
نفقہ بقدر کفایت ۲۱۴
اگر والدین میں سے ایک ہی کی کفالت کر سکتا ہو؟ ۲۱۴
○ باپ کا نکاح ۲۱۴
○ سوتیلی ماں کا نفقہ ۲۱۵
○ خادم کا حکم ۲۱۵
○ دادا، دادی وغیرہ کا نفقہ ۲۱۵
○ تنہا اولاد — نفقہ کی ذمہ دار ۲۱۵
○ دوسرے رشتہ داروں کا نفقہ ۲۱۵
○ نفقہ واجب ہونے کی شرط ۲۱۶
○ متفرق اہم احکام ۲۱۶
خونی رشتہ دار (محرم) سے مراد ۲۱۶
رشتہ داروں کا نفقہ کب واجب ہے؟ ۲۱۶
گذرے ہوئے دنوں کے نفقہ پر قاضی کے فیصلہ کا اثر ۲۱۷
نفقہ کے لئے غائب شخص کے سامان کی فروخت ۲۱۷
○ غلام کا نفقہ ۲۱۷
○ جانوروں کا نفقہ ۲۱۷
○ جمادات کے حقوق ۲۱۸
نفل ۲۱۸
لغوی و اصطلاحی معنی ۲۱۸
○ نفل شروع کرنے کے بعد توڑنا ۲۱۸
○ کیا نفل شروع کرنے کے بعد واجب ہو جاتا ہے؟ ۲۱۸

جمہور کا نقطۂ نظر ۲۱۸
حج کے مسئلہ میں اتفاق ہے! ۲۱۹
نفیر ۲۱۹
لغوی و اصطلاحی معنی ۲۱۹
○ کب نفیر متعین ہوتی ہے اور کب نہیں؟ ۲۱۹
راقم الحروف کی رائے ۲۱۹
نقص ۲۲۰
مادی اور معنوی نقص ۲۲۰
معمولی نقص اور غیر معمولی نقص ۲۲۰
معمولی اور غیر معمولی کا معیار ۲۲۰
○ معنوی نقص کا احکام پر اثر ۲۲۰
نقیع (کشمش کی خام شراب) ۲۲۰
کشمش کی کچی شراب کا حکم ۲۲۰
نکاح ۲۲۱
لغوی معنی ۲۲۱
○ فقہ کی اصطلاح میں ۲۲۱
○ نکاح کے بارے میں اسلامی تصور ۲۲۱
○ اسلام سے پہلے عربوں میں نکاح کے طریقے ۲۲۱
○ نکاح کی ترغیب ۲۲۲
○ نکاح کے مقاصد ۲۲۲
○ مختلف حالات میں نکاح ۲۲۳
جب نکاح کرنا فرض یا واجب ہے ۲۲۳
جب نکاح کرنا سنت ہے ۲۲۳
جب نکاح کرنا مکروہ تحریمی ہے ۲۲۳
○ تعدد ازدواج کا مسئلہ ۲۲۴
○ ایجاب و قبول ۲۲۵
ایجاب و قبول سے متعلق شرطیں ۲۲۵
○ خط اور فون کے ذریعہ نکاح ۲۲۵
○ ایجاب و قبول کے الفاظ ۲۲۵
○ ایجاب و قبول کا صیغہ ۲۲۶
○ مذاق اور دباؤ کے تحت ایجاب و قبول ۲۲۷
○ زبان سے ایجاب و قبول ضروری ہے ۲۲۷
○ ایجاب و قبول مشروط نہ ہو ۲۲۷
○ نکاح کی اجازت میں کنواری اور شوہر دیدہ کا فرق ۲۲۷
○ اجازت کب لی جائے؟ ۲۲۷
○ گواہ ضروری ہیں ۲۲۸
○ گواہان کے اوصاف ۲۲۸
○ موانع نکاح ۲۲۹
○ سسرالی نسبت سے حرام رشتے ۲۲۹
○ زنا سے حرمت مصاہرت ۲۲۹
○ عارضی حرمت کے اسباب ۲۳۱
دو محرم عورتوں کو نکاح میں جمع کرنا ۲۳۱
○ مشرک اور اس سے نکاح ۲۳۱
○ حکم کے اعتبار سے نکاح کی تین قسمیں ۲۳۱
نکاح صحیح ۲۳۱

نکاح فاسد ۲۳۱
○ نکاح باطل اور اس کا حکم ۲۳۱
○ نکاح صحیح کے احکام ۲۳۱
○ نکاح کو ثابت کرنے کے طریقے ۲۳۱
○ عارضی حرمت کے خاتمہ کے اسباب ۲۳۱
دوسرے کی منکوحہ ۲۳۱
جو عورت عدت میں ہو ۲۳۲
جس کے پہلے سے چار بیویاں موجود ہوں ۲۳۲
لعان کے بعد ۲۳۲
○ اکراہ یا ہنسی سے نکاح ۲۳۲
○ احرام کی حالت میں نکاح ۲۳۲
○ زنا سے حاملہ ۲۳۳
○ متعہ حرام ہے ۲۳۳
○ نکاح موقت ۲۳۳
○ نکاح میں شرطیں ۲۳۳
جو شرطیں حقوق نکاح کی مؤید ہیں ۲۳۳
جو شرطیں احکام نکاح سے متصادم ہیں ۲۳۴
جو شرطیں نہ مطلوب ہیں نہ ممنوع ۲۳۴
احناف کا نقطۂ نظر ۲۳۴
حنابلہ کا نقطۂ نظر ۲۳۴
موجودہ حالات کا تقاضہ ۲۳۵
○ نکاح کی ولایت ۲۳۵
نکاح کا اختیار اور بالغ لڑکیاں ۲۳۵
ایجاب و قبول بذریعہ وکیل ۲۳۵
فضولی کا کیا ہوا نکاح ۲۳۶
○ نکاح کا مسنون طریقہ ۲۳۶
منگیتر کو دیکھنا ۲۳۶
اعلان نکاح ۲۳۶
مسجد میں ۲۳۶
دن اور وقت ۲۳۶
خطبہ ۲۳۶
○ عاقدین کی طرف سے مصافحہ ۲۳۶
○ نکاح میں لین دین ۲۳۶
○ کلمات تبریک اور دعائیں ۲۳۷
حکم کے اعتبار سے نکاح کی تین قسمیں ۲۳۷
نکاح فاسد اور اس کا حکم ۲۳۷
نکاح باطل اور اس کا حکم ۲۳۸
نکاح صحیح کے احکام ۲۳۸
نکاح کو ثابت کرنے کے طریقے ۲۳۹
نکول (قسم کھانے سے انکار) ۲۴۰
○ نکول — فیصلہ کی بنیاد ۲۴۰
کن معاملات میں نکول معتبر ہے اور کن میں معتبر نہیں؟ ۲۴۰
○ جن امور میں قسم نہیں لی جاسکتی ۲۴۰
○ شوافع اور مالکیہ کا مسلک ۲۴۰
○ قسم پیش کرنے کا طریقہ ۲۴۰
قاضی ہی کے سامنے قسم کا اعتبار ۲۴۱

ناموزوں اشعار کے ترجمہ میں! ۴۳۱
ہندوستان میں دارالقضاء کے لئے موزوں طریق کار ۴۳۱
نمص (چہرہ کا بال اکھاڑنا) ۴۳۱
نامصہ اور متنمصہ ۴۳۱
اگر عورتوں کو داڑھی یا مونچھ نکل آئے ۴۳۱
اگر جسم میں کوئی تکلیف دہ اضافہ ہو جائے ۴۳۱
نوح (مردہ پر رونا) ۴۳۱
جائز و ناجائز صورتیں ۴۳۱
نوحہ کے لئے اجرت رکھنا ۴۳۲
نوم (نیند) ۴۳۲
نعاس، سنہ اور نوم کا فرق ۴۳۲
○ نیند کی وجہ سے حکم وضو ۴۳۲
○ نیند میں جو افعال معتبر نہیں ۴۳۲
○ جن احکام میں سویا ہوا شخص بیدار کے حکم میں ہے؟ ۴۳۲
نہب (لوٹ) ۴۳۳
کب حرام اور کب جائز؟ ۴۳۳
لوٹنے والے کی سزا ۴۳۳
نہر ۴۳۴
نہی ۴۳۴
لغوی معنی ۴۳۴
اصطلاحی تعریف ۴۳۴
○ نہی کی تعبیرات ۴۳۵
○ صیغۂ نہی کے معانی ۴۳۵
○ تین اصولی اختلاف ۴۳۶
○ کیا تحریم کے لئے ہے یا کراہت کے لئے؟ ۴۳۶
○ تحقیق کا اختلاف نہی کی اصل کا ۴۳۶
○ نہی میں دوام کے معنی ۴۳۷
○ عمل پر نہی کا اثر ۴۳۷
قبیح لعینہ کا حکم ۴۳۸
وصف غیر لازم کی وجہ سے قبیح کا حکم ۴۳۸
وصف لازم کی وجہ سے قبیح کا حکم ۴۳۸
حسی افعال سے ممانعت کی صورت میں ۴۳۹
شرعی افعال سے ممانعت ۴۳۹
امام سرخسی کی وضاحت ۴۳۹
نیابت ۴۵۰
معاملات میں نیابت ۴۵۰
عبادات میں نیابت ۴۵۰
حج بدل کا مسئلہ ۴۵۰
نیت ۴۵۱
لغوی معنی ۴۵۱
اصطلاحی تعریف ۴۵۱
منہیات سے نیت کا تعلق ۴۵۱
○ نیت کا مقصود ۴۵۱
○ عبادات کی تعیین ۴۵۱
اگر وقت میں وسعت نہ ہو؟ ۴۵۱
اگر وقت میں وسعت ہو؟ ۴۵۲

نفل میں نیت کا حکم ۴۵۳
ایک عمل میں کئی نیتیں جمع کرنی ۴۵۳
نیت کے مقصود ہونے کی شرطیں ۴۵۳
(۱) نیت میں خطا ۴۵۳
(۲) منوی کی صفت کا متعین کرنا ۴۵۳
(۳) ایک عمل میں دو عبادتوں کی نیت ۴۵۳
(۴) نیت کا وقت ۴۵۳
تحریمہ سے متصل نیت ۴۵۳
عملی اشکال ۴۵۳
آج کی نیت کل سے پہلے ۴۵۳
روزہ کی نیت ۴۵۳
حج کی نیت ۴۵۳
زکوٰۃ وصدقات کی نیت ۴۵۳
(۵) زبان سے نیت کا تلفظ ۴۵۳
کیا دل اور زبان کی نیت میں فرق ہو ۴۵۳
صحیح طریقہ ۴۵۳
ائمہ ثلاثہ کا نقطۂ نظر ۴۵۳
(۶) نیت درست ہونے کی شرطیں ۴۵۳
نیت ادا کرنے کے دوران کن امور کا لحاظ کیا جائے ۴۵۵
واجب ۴۵۶
لغوی و اصطلاحی معنی ۴۵۶
واجب فی العمل اور واجب فی الذمہ ۴۵۶
واجب معین اور واجب مخیر ۴۵۶
واجب اور فرض میں فرق ۴۵۶
واشمہ ۴۵۶
لغوی معنی ۴۵۶
گودنے اور گدوانے کی ممانعت ۴۵۷
نابالغ لڑکی کو گودنا ۴۵۷
وتر ۴۵۷
لغوی معنی ۴۵۷
وتر نام رکھنے کی وجہ ۴۵۷
کیا نماز وتر واجب ہے یا مسنون؟ ۴۵۷
امام ابو حنیفہ کے تین اقوال ۴۵۷
واجب ہونے کی دلیل ۴۵۷
دوسرے فقہاء کا نقطۂ نظر ۴۵۷
تعداد رکعات کا اختلاف ہے ۴۵۷
وتر اور تین رکعات ۴۵۸
احناف کا نقطۂ نظر ۴۵۸
دوسرے فقہاء کا نقطۂ نظر اور دلائل ۴۵۸
وتر پڑھنے کا طریقہ ۴۵۸
وتر میں کن سورتوں کا پڑھنا مسنون ہے؟ ۴۵۸
قنوت وتر واجب ہے ۴۵۹
کیا پورے سال دعائے قنوت ہے؟ ۴۵۹
قنوت سے پہلے تکبیر ۴۵۹
دعائے قنوت ۴۵۹
جماعت سے وتر کی ادا ۴۶۰

[illegible] ۲۹۰

[illegible] سے متعلق کلام ۲۹۰

[illegible] ۲۹۰

اگر [illegible] بھول جائے؟ ۲۹۰

[illegible] ۲۹۱

[illegible] ۲۹۱

اگر [illegible] ؟ ۲۹۱

[illegible] ۲۹۱

اگر [illegible] معلوم ہو؟ ۲۹۱

مستحب وقت ۲۹۱

[illegible] ۲۹۱

[illegible] ۲۹۱

[illegible] ۲۹۲

[illegible] ۲۹۲

[illegible] ۲۹۲

[illegible] کے احکام ۲۹۲

ودیعت ۲۹۲

[illegible] ۲۹۲

[illegible] ودیعت کا ثبوت ۲۹۳

[illegible] ۲۹۳

[illegible] ۲۹۳

[illegible] ۲۹۳

[illegible] ودیعت کی حفاظت کس طرح کی جائے؟ ۲۹۳

[illegible] ۲۹۳

[illegible] ۲۹۳

[illegible] ۲۹۴

[illegible] ۲۹۴

[illegible] ۲۹۵

[illegible] ۲۹۵

[illegible] ۲۹۵

[illegible] ۲۹۵

[illegible] ۲۹۶

[illegible] ۲۹۶

[illegible] ۲۹۶

[illegible] ۲۹۶

دم ۲۹۷

لغوی معنی ۲۹۷

جسم سے [illegible] ۲۹۷

[illegible] ۲۹۷

[illegible] ۲۹۷

وسوسہ ۲۹۷

لغوی معنی ۲۹۷

وضو میں وسوسہ ۲۹۷

[illegible] میں وسوسہ ۲۹۷

وسوسہ شیطان کی طرف سے ۲۹۷

نماز میں وسوسہ ۲۶۸
ذبح (جانور کو کس کروٹ پر ذبح کرے) ۲۶۸
○ حدیث میں اس کی صراحت ۲۶۸
ذبیحہ (گوہ) ۲۶۸
گوہ کھانے کی ممانعت ۲۶۸
وصال ۲۶۸
صوم وصال سے مراد اور اس کی کراہت ۲۶۸
وصف ۲۶۸
اصطلاحی تعریف ۲۶۸
قیمت اصل کے مطابق ہوگی یا وصف کے؟ ۲۶۹
وصل ۲۶۹
وصی ۲۶۹
اصطلاحات ۲۶۹
○ ایجاب و قبول ۲۶۹
ذمہ داری قبول کرنے کے بعد اس سے سبکدوشی ۲۶۹
○ ایک سے زیادہ وصی کا تقرر ۲۷۰
○ وصی کے لئے مطلوبہ اوصاف ۲۷۰
○ وصی کی معزولی یا اس کے نئے معاون کا تقرر ۲۷۰
عورت اور نابینا کو وصی بنانا ۲۷۰
○ وصی کے تصرفات ۲۷۰
منقولہ مال کی خرید و فروخت کا حکم ۲۷۰
غیر منقولہ جائداد کی فروخت ۲۷۱
یتیم کے مال میں تجارت ۲۷۱
یتیم کی خدمت کے لئے اجیر ۲۷۱
یتیم کا مکان کرایہ پر لگانا ۲۷۱
صدقۂ فطر اور قربانی ۲۷۱
تعلیم و تربیت ۲۷۱
قرض میں احتیاط ۲۷۱
سفر اور خورد و نوش کے اخراجات ۲۷۱
وصی کا کسی اور کو وصی مقرر کرنا ۲۷۱
مال کب حوالہ کرے؟ ۲۷۲
○ یتیم کے مال سے اجرت لینا ۲۷۲
وصی کی اپنی ذمہ داریوں سے سبکدوشی ۲۷۲
وصیت ۲۷۲
لغوی و اصطلاحی معنی ۲۷۲
وصیت و ہبہ کا فرق ۲۷۳
○ وصیت کے بارے میں اسلامی مزاج ۲۷۳
○ وصیت کی مشروعیت ۲۷۳
○ حکم کے اعتبار سے وصیت کی چار قسمیں ۲۷۳
○ وصیت کے ارکان ۲۷۳
عمل کے ذریعہ قبولیت کا اظہار ۲۷۳
○ ایجاب و قبول کے لئے شرط ۲۷۴
○ وصیت کنندہ سے متعلق شرطیں ۲۷۴
○ جس کے لئے وصیت کی جائے اس سے متعلق شرطیں ۲۷۴
○ جس چیز کی وصیت کی جائے اس سے متعلق شرطیں ۲۷۵

ایک تہائی سے زیادہ کی وصیت ۲۷۵
وارث کے حق میں وصیت ۲۷۶
○ معصیت کی وصیت ۲۷۶
○ وصیت فوراً لازم نہیں ۲۷۶
○ وصیت کے منافع کی قیمت ۲۷۶
○ وصیت سے رجوع ۲۷۷
طہارت ۲۷۷
اہل لغت کی اصطلاح میں ۲۷۷
علماء اصول کی اصطلاح میں ۲۷۷
وضوء ۲۷۷
نظافت کا ایک کامل نظام ۲۷۷
○ وضوء — لغت اور اصطلاح میں ۲۷۸
کیا وضوء اسی امت کی خصوصیت ہے؟ ۲۷۸
مکی اور مدنی زندگی میں وضوء کا حکم ۲۷۹
وضوء کے احکام میں تدریج ۲۷۹
○ وضوء کے ارکان ۲۷۹
چہرہ سے مراد ۲۷۹
پیشانی سے مراد ۲۷۹
اگر سر کے اگلے حصہ میں بال نہ ہوں ۲۷۹
داڑھی اور مونچھ کی جڑوں تک پانی پہنچانا ۲۷۹
○ ہاتھ دھونا ۲۸۰
○ سر کا مسح ۲۸۰
سر کے مسح کی مقدار میں فقہاء کا اختلاف ۲۸۰
○ نیت ۲۸۱
○ اعضاء وضوء میں ترتیب کا حکم ۲۸۱
○ پے در پے دھونا ۲۸۱
○ وضوء کی سنتیں ۲۸۲
شروع میں ہاتھ دھونا ۲۸۲
شروع میں بسم اللہ کہنا ۲۸۲
بسم اللہ کے الفاظ ۲۸۲
مسواک ۲۸۲
مسواک کی مقدار اور طریقہ ۲۸۲
کلی اور ناک میں پانی ڈالنے میں مبالغہ ۲۸۳
داڑھی میں خلال سنت یا مستحب؟ ۲۸۳
خلال کا طریقہ ۲۸۳
انگلیوں کا خلال ۲۸۳
اعضاء وضوء تین تین بار دھونا ۲۸۳
پورے سر کا مسح ۲۸۳
کانوں کا مسح ۲۸۳
اعضاء کو مل کر دھونا ۲۸۳
دائیں حصہ سے ابتداء ۲۸۴
سر کے مسح کی ابتداء ۲۸۴
○ کچھ اور سنتیں ۲۸۴
○ مستحبات و آداب ۲۸۴
وضوء میں دوسروں سے مدد لینے کا حکم ۲۸۴
نواقض وضوء ۲۸۵

وضو کے بعد کی دعاء ۲۸۵
بچا ہوا پانی کھڑے ہو کر پینا ۲۸۵
○ وضو میں مکروہ باتیں ۲۸۵
پانی میں اسراف ۲۸۵
مسجد میں وضو ۲۸۶
○ وضو واجب ہونے کی شرطیں ۲۸۶
○ وضو درست ہونے کی شرطیں ۲۸۶
○ متفرق احکام ۲۸۶
اگر اعضاء وضو پر زخم ہو ۲۸۶
اگر ہاتھ کا کچھ حصہ کٹا ہوا ہو؟ ۲۸۶
اعضاء وضو میں زائد عضو کا حکم ۲۸۷
○ وضو کب فرض، واجب ہے اور کب مستحب؟ ۲۸۷
قرآن مجید چھونے کے لئے ۲۸۷
سونے کے لئے وضو ۲۸۷
جن صورتوں میں وضو مستحب ہے ۲۸۷
وضیعہ (قیمت خرید سے کم میں فروخت کرنا) ۲۸۷
وطن ۲۸۸
وطن اصلی سے مراد ۲۸۸
وطن اصلی کا ثبوت ۲۸۸
وطن اصلی کا حکم ۲۸۸
وطن اقامت سے مراد ۲۸۸
وطن اقامت کا حکم ۲۸۸
حجاج کب قصر کریں؟ ۲۸۸
وطن سکنی ۲۸۸
وطن اقامت کے سلسلہ میں دوسرے فقہاء کی آراء ۲۸۸
وطی ۲۸۹
لغوی و اصطلاحی معنی ۲۸۹
اس سے متعلق احکام ۲۸۹
احکام وطی سے متعلق ابن نجیم کی بعض دلچسپ تخریجیں ۲۹۰
بیوی سے وطی کی ناجائز صورتیں ۲۹۱
دواعی وطی کا حکم ۲۹۱
وعدہ ۲۹۱
اسلام میں وعدہ کی اہمیت ۲۹۱
ایفاء وعدہ قضاءً واجب ہے یا نہیں؟ ۲۹۲
حنفیہ اور مشروط وعدہ ۲۹۲
مالکیہ کا نقطۂ نظر ۲۹۲
وفرہ (زلف کی ایک خاص صورت) ۲۹۲
گیسوئے نبی ﷺ ۲۹۲
وقص ۲۹۲
اصطلاحی معنی ۲۹۲
نصاب زکوٰۃ کی دو مقدار کے درمیان پڑاؤ کا حکم ۲۹۳
وقف ۲۹۳
لغوی معنی ۲۹۳
امام ابوحنیفہؒ کے نقطۂ نظر پر وقف کی تعریف ۲۹۳
صاحبین کا نقطۂ نظر ۲۹۳
شوافع و حنابلہ کا مسلک ۲۹۳

فقہاء مالکیہ کی رائے ۲۹۳
وقف اسلام کے امتیازات میں ۲۹۳
اسلام میں وقف کی فضیلت ۲۹۳
صحابہ کے یہاں وقف کا ذوق ۲۹۳
وصف وقف ۲۹۴
امام ابو حنیفہ کے نزدیک وقف جائز ہے یا نہیں ۲۹۵
وقف کے ارکان اور ان کی صورتیں ۲۹۵
مساکین کا وقف ۲۹۵
وقف کا رکن ۲۹۵
وقف کے چند الفاظ ۲۹۵
کیا وقف کے لئے قبول ضروری ہے؟ ۲۹۵
وقف کے احکام ۲۹۶
وقف صحیح ہونے کی شرطیں ۲۹۶
واقف سے متعلق شرطیں ۲۹۶
غیر مسلم کا وقف ۲۹۶
مرض الموت میں تہائی سے زیادہ کا وقف ۲۹۶
وقف کی ہوئی چیز سے متعلق شرطیں ۲۹۶
غیر متعین چیز کا وقف ۲۹۶
غیر منقسم جائیداد کا وقف ۲۹۶
شریعت کی نظر میں قابل قیمت مال ہو ۲۹۷
وقف کرنے کے وقت ملکیت ۲۹۷
جاگیری زمین کا وقف ۲۹۷
مال وقف کا تعین ضروری ہے ۲۹۷
کیا وقف کی جانے والی شی کا متعین اور غیر مشترک ہونا ضروری ہے؟ ۲۹۷
شوافع کا نقطۂ نظر ۲۹۷
مالکیہ کی رائے ۲۹۸
حنابلہ کی رائے ۲۹۸
روپے پیسے کا وقف ۲۹۹
مساجد میں وقف شدہ قرآن ۲۹۸
کن کن مقاصد پر وقف درست ہے؟ ۲۹۸
معصیت کے کاموں پر وقف درست نہیں ۲۹۸
جائز مصارف وقف کی تین صورتیں ۲۹۸
کیا مصرف وقف کا متعین ہونا ضروری ہے؟ ۲۹۹
صیغۂ وقف سے متعلق شرطیں ۲۹۸
وقف کی شرط کے ساتھ مشروط ہونا ۲۹۸
ہمیشہ کے لئے ہو ۲۹۹
فی الفور نافذ ہونے کا قائل ہو ۲۹۹
مقصد وقف کو ختم کرنے والی شرط نہ ہو ۲۹۹
وقف صحیح ہونے کے بعد کے احکام ۲۹۹
واقف کی ملکیت کب ختم ہوگی؟ ۲۹۹
مسجد نبوی کا واقعہ اور اس کا حکم ۲۹۹
ان مساجد و مدارس کے اوقاف کے درمیان فرق ۳۰۰
وقف کرنے والے کی شرطوں کی حیثیت ۳۰۰
سات مواقع جن میں شرط واقف کا اعتبار نہیں ۳۰۱

شرائط واقف کی رعایت واجب ہے ۳۰۰
غیر مسلم پر وقف ۳۰۰
کیا وقف کا مصرف بدلا جا سکتا ہے؟ ۳۰۰
زر وقف کا تجارت میں ۳۰۲
کیا وقف سے متولی کے لئے حق الخدمت مشروط کیا جا سکتا ہے؟ ۳۰۲
وقف ناقابل تقسیم ہے ۳۰۲
زیادہ نفع کے لئے وقف کا استبدال ۳۰۲
مقدمہ میں وقف کی رقم ۳۰۲
دوسرے مکاتب فقہ کا نقطۂ نظر ۳۰۲
[illegible] تولیت کا حق ۳۰۲
بیٹے کی تولیت ۳۰۲
دوسروں کے لئے حق تولیت ۳۰۳
بیٹے کے ہوتے ہوئے متولی کا تقرر ۳۰۳
کیا عورت متولی مقرر ہو سکتی ہے؟ ۳۰۳
متولی ہونے کی شرائط ۳۰۳
کیا متولی بھی معاوضہ کا مستحق ہے؟ ۳۰۴
حق تولیت میں واقف کے خاندان کی ترجیح ۳۰۴
اگر متولی نااہل ثابت ہو جائے؟ ۳۰۴
متولی کو معزول کرنے کا حق ۳۰۴
متولی استعفاء دے سکتا ہے ۳۰۴
متولی دوامی اجارہ نہیں کر سکتا ۳۰۵
متولی کے فرائض و اختیارات ۳۰۵
وقف کا پیسہ [illegible] پر دینا ۳۰۵
کیا ناظم وقف کو کرایہ پر دے سکتا ہے؟ ۳۰۵
وقف کی جائداد پر قرض حاصل کرنا ۳۰۵
وقف کی جائداد والد اور اولاد کو کرایہ پر دینا ۳۰۵
وقف کی اراضی کی نیلامی کا حکم ۳۰۵
وقف کی زمین غصب کر لی جائے ۳۰۵
وقف کی آمدنی سے کوئی جائداد خرید لی جائے ۳۰۶
درس قرآن کی اجرت ۳۰۶
واقف خود اجرت متعین کر دے ۳۰۶
کاروبار کا خسارہ ۳۰۶
نظام وقف کے لئے ملازم کا تقرر ۳۰۶
مساجد کے اوقاف ۳۰۶
غیر آباد مسجد کی جائداد کا حکم ۳۰۶
قبرستان کے اوقاف ۳۰۷
اولاد پر وقف ۳۰۸
[illegible] ۳۰۸
کتنی پشت تک مراد ہوتے ہیں ۳۰۸
"نسل" کا لفظ استعمال کرے ۳۰۸
غریبوں پر وقف ۳۰۸
محلہ پر وقف ۳۰۸
عقب کا لفظ ۳۰۸
آل، عیال اور اہل بیت ۳۰۸

اہل قرابت اور ذوی رحم پر وقف ۳۰۸
وقف میں فقراء کی قید ۳۰۸
وقف میں صالح کی قید ۳۰۹
○ وقف ثابت کرنے کا طریقہ ۳۰۹

وکالت

وکالت ۳۰۹
لغوی معنی ۳۰۹
اصطلاحی معنی ۳۰۹
○ وکالت کا ثبوت ۳۰۹
قرآن مجید سے ۳۰۹
سنت اور اجماع و آثار ۳۱۰
○ ارکان ۳۱۰
○ موکل سے متعلق شرط ۳۱۰
سمجھدار نابالغ کن تصرفات کا مالک ہے؟ ۳۱۰
○ وکیل سے متعلق شرطیں ۳۱۱
نابالغ کو وکیل بنانے کا حکم ۳۱۱
وکیل متعین ہونا چاہئے ۳۱۱
اپنے وکیل بنائے جانے سے واقف ہو ۳۱۱
وکیل نے بالقصد تصرف کیا ہو ۳۱۱
○ مفوضہ کام وکیل کے دائرۂ اختیار میں ہو ۳۱۱
○ حقوق اللہ کی ادائیگی میں وکیل بنانا ۳۱۱
حدود میں توکیل ۳۱۲
○ حقوق العباد میں توکیل ۳۱۲
○ مقدمہ میں وکالت ۳۱۲
○ گواہی میں توکیل ۳۱۲
○ معاملات میں وکالت ۳۱۲
○ وکالت عامہ اور اس کا حکم ۳۱۳
○ وکالت خاصہ اور اس کا حکم ۳۱۳
معمولی اور غیر معمولی ابہام سے مراد اور ان کا حکم ۳۱۳
○ وکیل کے اختیارات ۳۱۳
کن مقدمات میں وکیل بنایا جا سکتا ہے؟ ۳۱۳
کیا دین مقدمہ کا وکیل مال پر قبضہ بھی کر سکتا ہے؟ ۳۱۳
کیا وصولی دین کا وکیل مدعا علیہ کے مقدمہ میں فریق بن سکتا ہے؟ ۳۱۳
قبضہ کا وکیل دوسرے کو وکیل بنائے؟ ۳۱۳
قیمت کے ساتھ توکیل ۳۱۴
مطلق وکیل بنانا ۳۱۴
وکیل کا بہت کم قیمت میں فروخت کرنا ۳۱۴
وکیل کا بہت زیادہ قیمت میں خرید کرنا ۳۱۴
سامان کے کچھ حصہ کو فروخت کرے ۳۱۵
مطلوبہ سامان کے کچھ حصہ کی خریداری ۳۱۵
خرید و فروخت میں وکیل کے اختیارات ۳۱۵
وکیل دوسرے کو فروخت کرنے کا وکیل بنا دے ۳۱۵
وکیل اپنے آپ، قریبی رشتہ داروں سے فروخت کرے ۳۱۵
○ ایک ہی کام کے لئے ایک سے زیادہ وکیل ۳۱۵
○ حقوق وکیل سے متعلق ہوں گے یا موکل سے؟ ۳۱۵

جو حقوق تصرفات وکیل سے متعلق ہیں ۳۱۵
جو حقوق مؤکل سے متعلق ہیں ۳۱۶
○ جن صورتوں میں وکالت ختم ہو جاتی ہے ۳۱۶
وکالت عقد لازم نہیں ۳۱۶
وکیل کی معزولی ۳۱۶
اگر موکل کو جنون ہو جائے؟ ۳۱۶
ولاء ۳۱۷
ولایت ۳۱۷
لغوی اور اصطلاحی معنی ۳۱۷
○ ولایت ثابت ہونے کے اسباب ۳۱۷
ولایت عامہ ۳۱۷
○ نفس پر ولایت ۳۱۷
ولایت اجبار ۳۱۷
ولایت استحباب ۳۱۸
بالغ لڑکی کے خود نکاح کرنے کے بارے میں امام ابوحنیفہ کا قول ۳۱۸
امام ابو یوسف کے اقوال ۳۱۸
○ لڑکوں اور لڑکیوں پر ولایت اجبار ۳۱۸
حنفیہ کا نقطۂ نظر ۳۱۸
دوسرے فقہاء کا نقطۂ نظر ۳۱۹
○ کیا عورتیں خود اپنا نکاح کر سکتی ہیں؟ ۳۱۹
جمہور کا نقطۂ نظر ۳۱۹
حنفیہ کا مسلک ۳۱۹
○ ولایت اجبار کن اقارب کو حاصل ہے؟ ۳۲۰
ائمہ ثلاثہ کا نقطۂ نظر ۳۲۰
حنفیہ کا مسلک ۳۲۰
ترتیب اولیاء ۳۲۱
○ ولایت کے لئے اہلیت ۳۲۱
فاسق کی ولایت ۳۲۱
ولایت کی اہلیت کے لئے وارث ہونے سے مراد ۳۲۱
○ ولایت میں کون مقدم ہے؟ ۳۲۱
○ اگر قریبی ولی موجود نہ ہو؟ ۳۲۲
○ غیبت منقطعہ سے مراد ۳۲۲
شوافع اور دوسرے فقہاء کا نقطۂ نظر ۳۲۲
○ ولایت ختم ہونے کی صورتیں ۳۲۳
○ مال میں ولایت ۳۲۳
○ مال پر ولایت حاصل ہونے کی شرطیں ۳۲۳
وصی ۳۲۳
وصی سے مراد ۳۲۳
وصی کی صلاحیت ۳۲۳
وصی کا حکم ۳۲۴
کس طرح کے لوگ وصی بنائے جائیں؟ ۳۲۴
وصی کب کیا جائے؟ ۳۲۴
وصایت قبول کرنا ۳۲۴
غیر مسلم کی وصایت کا حکم ۳۲۴

دعوت ولیمہ میں منکرات شرعی کا ارتکاب ہو ۳۲۴
ولیمہ کتنے دنوں تک ۳۲۴
وہم ۳۲۵
وہم سے مراد ۳۲۵
وہم، یقین، ظن اور شک ۳۲۵
وضو ٹوٹنے کا وہم ۳۲۵
ہاجس (وہم کی ایک خاص صورت) ۳۲۶
ہاجس سے مراد ۳۲۶
ہاجس کی وجہ ۳۲۶
ہبہ ۳۲۶
اصطلاحی تعریف ۳۲۶
ہبہ مطلقہ ۳۲۶
ہبہ اور صدقہ ۳۲۶
ہبہ کا حکم ۳۲۶
دنیا کی غرض سے ہبہ ۳۲۶
○ ارکان ۳۲۶
ایجاب، قبول اور قبضہ کی حیثیت ۳۲۶
قبول کے بارے میں مشائخ کا اختلاف ۳۲۶
○ ہبہ کے الفاظ ۳۲۶
"تمہارے نام سے کردیا" کا حکم ۳۲۷
معاملات کی تعبیر میں عرف کی اہمیت ۳۲۷
عرف اور لغت کا تفاوت ۳۲۷
○ شرائط ۳۲۷
○ ایجاب و قبول سے متعلق شرط ۳۲۷
○ ہبہ کرنے والے سے متعلق شرط ۳۲۷
نابالغ و مجنون کا ہبہ ۳۲۷
نابالغ کی طرف سے ولی کا ہبہ ۳۲۷
○ ہبہ کی جانے والی شی سے متعلق شرطیں ۳۲۷
وہ شی موجود ہو ۳۲۷
شریعت کی نگاہ میں مال ہو ۳۲۸
مباح و محترم ہو ۳۲۸
اس کی ملکیت ہو ۳۲۸
قابل تقسیم ہو ۳۲۸
وہ شی مشغول نہ ہو ۳۲۸
○ ہبہ کی ہوئی شی پر قبضہ ۳۲۸
قبضہ کرنے کے لئے ہبہ کرنے والے کی اجازت ۳۲۸
○ قبضہ کی اہمیت ۳۲۸
اصالۃً اور نیابۃً قبضہ ۳۲۸
اگر ہبہ کی ہوئی چیز پہلے سے قبضہ میں ہو؟ ۳۲۹
○ ہبہ کا حکم ۳۲۹
ہبہ ناقص ۳۲۹
ہبہ اور شرط فاسد ۳۲۹
ہبہ سے رجوع کرنے کا حکم ۳۲۹
محرم رشتہ داروں کو ہبہ کے بعد رجوع ۳۲۹
موانع رجوع ۳۳۰

قرض میں اضافہ ۴۳۰
طرفین میں سے ایک کی وفات ۴۳۰
مرہونہ کی واپسی ۴۳۰
قیمت باقی رہے ۴۳۰
زمین اور گھر گروی رکھا ہو ۴۳۰
بیچی ہوئی شی ہلاک ہو جائے ۴۳۰
○ عورتوں کے ساتھ بیع کی واپسی ۴۳۰
اولاد کو ہبہ ۴۳۱
اولاد میں سے کسی کو زیادہ دینا ۴۳۱
کیا ہبہ میں لڑکے اور لڑکی کو برابر دے؟ ۴۳۱
تحیہ (ترک سلام) ۴۳۱
مسلمان سے ترک گفتگو ۴۳۱
کیا سلام ترک کرنا گناہ سے بچنے کے لئے کافی ہے؟ ۴۳۲
غیر مسلم کو جواب سلام ۴۳۲
بذریعہ خط سلام پہنچانا ۴۳۲
ہجرت ۴۳۲
لغوی و اصطلاحی معنی ۴۳۲
ہجرت نبوی ﷺ ۴۳۲
اسلامی تقویم کا آغاز ۴۳۲
○ ہجرت کا حکم کیا ہے؟ ۴۳۳
○ موجودہ دور میں ہجرت کے احکام ۴۳۳
جن پر ہجرت واجب ہے ۴۳۳
جن پر واجب نہیں ۴۳۳
جن کے لئے مستحب ہے ۴۳۳
جن کے لئے ہجرت نہ کرنا اولیٰ ہے ۴۳۳
ہدم (انہدام میں مرنے والا شخص) ۴۳۴
اگر پہلے اور بعد میں مرنے والا معلوم ہو؟ ۴۳۴
اگر یہ معلوم نہ ہو؟ ۴۳۴
ہدنہ ۴۳۴
لغوی تعریف ۴۳۴
دوسری تعبیرات ۴۳۴
کتاب وسنت سے غیر مسلموں کے ساتھ صلح کا ثبوت ۴۳۴
○ عوض پر اور بلا عوض صلح ۴۳۵
بلا عوض صلح کی نظیر ۴۳۵
غیر مسلموں سے عوض لینے کی نظیر ۴۳۵
غیر مسلموں کو عوض دینے کی نظیر ۴۳۵
○ صلح کا حکم ۴۳۵
کیا صلح کے لئے حکومت کی اجازت ضروری ہے؟ ۴۳۵
○ کیا صلح لازمی معاہدہ ہے؟ ۴۳۵
○ صلح کب ختم ہوتی ہے؟ ۴۳۵
معاہدہ کی مدت ۴۳۶
ہدی (قربانی کا جانور) ۴۳۶
لغوی معنی ۴۳۶
اصطلاحی تعریف ۴۳۶
○ محل قربانی ۴۳۶

نفل قربانی کا گوشت ۳۳۶
○ واجب قربانی ۳۳۶
حج قران کی قربانی ۳۳۶
جنایت اور نذر کی قربانی کا حکم ۳۳۶
ہدی کی نذر ماننے والا کس جانور کی قربانی کرے؟ ۳۳۷
قربانی کی جگہ ۳۳۷
قربانی کے اوقات ۳۳۷
○ ہدی کا جانور ساتھ لے جائے ۳۳۷
ہدی کے آداب ۳۳۷
ہدی پر سواری کرنا ۳۳۷
ہدی کا دودھ ۳۳۷
قلادہ لٹکانا ۳۳۷
○ ہدی پہلے ہی ہلاک ہو جائے ۳۳۷
○ بعض مسائل میں اختلاف رائے ۳۳۷
جانور کو عرفات لے جانا ۳۳۷
قربانی کی جگہ میں اختلاف ۳۳۷
قربانی کا گوشت ۳۳۷
ہدیہ ۳۳۸
ہدیہ و صدقہ میں فرق ۳۳۸
ہدیہ دینا ۳۳۸
ہدیہ قبول کرنا ۳۳۸
ہدیہ کے آداب ۳۳۸
○ ہدیہ واپس لینا ۳۳۸
○ جب ہدیہ ذی رحم محرم کے لئے ہو ۳۳۸
○ قاضی اور تحفہ ۳۳۹
عہدیداروں کو تحفہ ۳۳۹
قرض دہندہ کو تحفہ ۳۳۹
○ غیر مسلموں کو ہدیہ ۳۳۹
غیر مسلموں کا ہدیہ ۳۳۹
○ اگر ہدیہ دینے والے کے پاس مال حرام ہو؟ ۳۴۰
ہرّہ (بلی) ۳۴۰
بلی کا جھوٹا ۳۴۰
اگر بلی نے کوئی چیز کھائی ہو؟ ۳۴۰
اگر کوئی اور پانی موجود نہ ہو؟ ۳۴۱
اگر انسان کے ہاتھ کو چاٹ لے؟ ۳۴۱
کھانے کی چیز کس سے کھائے؟ ۳۴۱
کراہت پر حنفیہ کی دلیل ۳۴۱
بلی کے چمڑے کا حکم ۳۴۱
پسینہ، رطوبت، خون اور لعاب کا حکم ۳۴۱
ہرم (بہت بوڑھا) ۳۴۱
ہزل ۳۴۱
لغوی و اصطلاحی معنی ۳۴۱
○ بعض امور میں ہزل بھی ارادہ کے حکم میں ہے ۳۴۱
نکاح و طلاق میں ۳۴۲
رجعت میں ۳۴۲
غلام آزاد کرنے میں ۳۴۲

ہلال ۳۴۳
ہلال سے مراد ۳۴۳
○ چاند دیکھنے کا حکم ۳۴۳
جن مہینوں کا چاند دیکھنا واجب ہے ۳۴۳
جن مہینوں کا چاند دیکھنا مستحب ہے ۳۴۳
○ چاند دیکھنے کا زمانہ ۳۴۳
○ چاند دیکھنے سے روزہ و عید وغیرہ کا تعلق ۳۴۳
فلکیاتی حساب اور علم نجوم کا اعتبار نہیں ۳۴۳
○ رؤیت ہلال کا ثبوت ۳۴۳
○ حنفیہ کا نقطۂ نظر ۳۴۴
اگر مطلع صاف ہو؟ ۳۴۴
رمضان کے چاند میں مطلع ابر آلود ہو ۳۴۴
قاضی یا اس کے ادارہ کو رؤیت ہلال کی اطلاع دینا واجب ہے ۳۴۴
اگر تیس دن ایک آدمی کی رؤیت پر رمضان کے روزے رکھے گئے ہوں؟ ۳۴۴
اگر ۲۹ رمضان کو چاند نظر آئے؟ ۳۴۴
دن میں نظر آنے والا چاند ۳۴۵
○ مالکیہ کی رائے ۳۴۵
○ شوافع کا مسلک ۳۴۶
حنابلہ کا نقطۂ نظر ۳۴۶
○ کیا اختلاف مطالع معتبر ہے؟ ۳۴۶
اختلاف مطالع کی حد ۳۴۷
○ ہندوستان میں رؤیت ہلال کا فیصلہ کون کرے؟ ۳۴۷
○ تحریری اطلاع ۳۴۷
○ ریڈیو اور ٹی وی کی خبر ۳۴۹
ہوام (کیڑے مکوڑے) ۳۴۹
کھانے کی حرمت ۳۴۹
خرید و فروخت ۳۵۰
یاقوت ۳۵۱
○ اگر یاقوت کی کان مل جائے؟ ۳۵۱
انگوٹھی میں یاقوت کا نگینہ ۳۵۱
یتیم ۳۵۱
لغوی اور اصطلاحی معنی ۳۵۱
اسلام میں یتیموں کے ساتھ شفقت کی اہمیت ۳۵۱
ید (ہاتھ) ۳۵۲
○ ہاتھ کو نقصان پہنچانے کا تاوان ۳۵۲
یربوع (ایک قسم کا چوہا) ۳۵۲
○ اس جانور کا حکم ۳۵۲
یسار (خوش حالی) ۳۵۲
○ یسار سے مراد اور اس سلسلہ میں فقہاء کے اقوال ۳۵۲
یلملم ۳۵۲
○ اہل مشرق کی میقات ۳۵۳
○ یلملم کا محل وقوع ۳۵۳
یمین ۳۵۳
لغوی و اصطلاحی معنی ۳۵۳
○ قسم کی مشروعیت ۳۵۳
○ قسم کھانے کا حکم ۳۵۳

جب قسم مستحب ہے ۳۵۴
جب قسم کھانا مباح ہے ۳۵۴
جب قسم مکروہ ہے ۳۵۴
جب قسم حرام ہے ۳۵۴
○ قسم کی قسمیں ۳۵۴
یمین غموس کی تعریف ۳۵۴
یمین غموس کا حکم اور فقہاء کی آراء ۳۵۴
○ یمین منعقدہ ۳۵۴
تعریف اور حکم ۳۵۴
جبراً کرا کر اور بھول کر قسم کھانا ۳۵۵
بھول کر یا بے ہوشی وغیرہ میں قسم توڑ دے ۳۵۵
○ یمین لغو ۳۵۵
تعریف ۳۵۵
شوافع کا نقطہ نظر ۳۵۵
یمین لغو کا حکم ۳۵۵
○ قسم کا رکن ۳۵۵
قسم زبان کا عمل ہے نہ کہ دل کا ۳۵۵
اللہ کی ذات کی قسم کھانا ۳۵۶
صفات سے قسم کھانا ۳۵۶
پہلی قسم کی صفات ۳۵۶
دوسری قسم کی صفات ۳۵۶
تیسری قسم کی صفات ۳۵۶
○ قرآن مجید کی قسم ۳۵۶
○ غیر اللہ کی قسم ۳۵۶
○ ورنہ میں یہودی ہوں گا ۳۵۷
○ یمین منعقدہ کی شرطیں ۳۵۷
قسم کھانے والے سے متعلق شرطیں ۳۵۷
جس بات پر قسم کھائی جائے وہ ممکن ہو ۳۵۷
اگر قسم کے ساتھ انشاء اللہ کہے؟ ۳۵۷
مطلق اور مؤقت قسمیں ۳۵۷
اگر طبیعت سے متعلق مطلق قسم کھائے؟ ۳۵۸
منفی بات پر مطلق قسم ۳۵۸
وقت کی قید کے ساتھ قسم ۳۵۸
○ یمین فور اور اس کا حکم ۳۵۸
○ یمین کی ایک اور صورت ۳۵۸
حلال کو اپنے اوپر حرام کرلینا بھی یمین ہے ۳۵۸
اگر یمین کسی عبادت سے شروع ہو؟ ۳۵۸
فعل کے ساتھ طلاق کی شرط ۳۵۸
یمین کی اس صورت سے متعلق شرطیں ۳۵۸
○ قسم کا کفارہ ۳۵۹
کفارہ کے روزے مسلسل رکھنا ضروری ہے یا نہیں؟ ۳۵۹
روزے کے ذریعہ کفارہ کے لئے کس وقت کا فقر معتبر ہے؟ ۳۵۹
حانث ہونے سے پہلے کفارہ ادا کرسکتا ہے یا نہیں؟ ۳۶۰
○ مسکینوں کو کھانا کھلانا ۳۶۰

ادائے کفارہ کے لئے حیلہ ۳۶۰
○ مسکینوں کے لئے کپڑوں کا انتظام ۳۶۰
ایک سے زیادہ قسموں میں کفارہ کی ادائگی ۳۶۱
○ اگر کوئی چیز اپنے اوپر حرام کرلے؟ ۳۶۱
○ قسم کھانے والے کی نیت کا اعتبار ہوگا یا کھلانے والے کی؟ ۳۶۱
اگر قسم لینے والا مظلوم ہو؟ ۳۶۱
اگر قسم کھانے والا مظلوم ہو؟ ۳۶۱
اگر کوئی مظلوم نہ ہو؟ ۳۶۱
مستقبل کی قسم میں قسم کھانے والے کی نیت ہی معتبر ہے ۳۶۱
[illegible] ۳۶۲
لغوی معنی ۳۶۲
یوم سے کب دن بھر مراد ہوتا ہے اور کب مطلق وقت؟ ۳۶۲
اگر یوم سے پہلے یوم صوم آئے اور بعد میں فعل غیر ممتد ہو؟ ۳۶۲
○ مراجع و مصادر ۳۶۳ — ۳۸۳
○ اشاریہ و ترتیب مضامین ۳۸۴ — ۶۳۰

○ ○ ○ ○

پیش لفظ

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت اور قرآن حکیم کے نزول سے پہلے "عربی" کے دامن میں یا تو ایک مخصوص طرز واسلوب کی شاعری تھی یا کچھ متفرق نثری نمونے یا پھر زمانہ جاہلیت کے بعض خطیبوں اور کاہنوں کی تک بندی اور قافیوں سے مرصع عبارتیں تھیں یا ضرب الامثال کا ذخیرہ ہے۔

لیکن آپ ﷺ کی بعثت کے آغاز اور کتاب الٰہی کے نزول کے ساتھ ہی اس زبان کی وسعت وجامعیت میں اضافہ ہونے لگا، چنانچہ نازک تر جذبات وخیالات اور علوم وفنون کے مشکل سے مشکل تر معانی ومفاہیم اور موضوعات واصطلاحات کو سمونے کی غیر معمولی صلاحیت نمایاں ہو کر سامنے آنے لگی اور دیکھتے ہی دیکھتے "قرآن کریم" اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کی شکل میں اس کی شرح وتبیین نے "عربی زبان" کو اس قدر مالا مال کر دیا کہ دنیا کی تمام زبانوں سے وہ آگے بڑھ گئی اور قدیم سے قدیم اور وسیع سے وسیع تر بولیاں اور زبانیں بھی عربی کے سامنے اپنی تنگ دامانی کا شکوہ کرنے لگیں اور عربی زبان بجا طور پر مصری شاعر حافظ ابراہیم کے الفاظ میں یہ کہنے میں حق بجانب نظر آنے لگی:

☆ انا البحر في احشائه الدر كامن ☆ فهل سألوا الغواص عن صدفاتي
☆ وسعت كتاب الله لفظاً وغاية ☆ وما ضقت عن آي به وعظات

"قرآن" نے صرف ایمان وعقائد، احکام ومسائل، مواعظ وہدایات اور تہذیبی وتمدنی تعلیمات وقوانین ہی نہیں دیئے ہیں بلکہ اس نے الفاظ ومفردات بھی دیئے ہیں، اصطلاحات وتعبیرات بھی دی ہیں اور عربی میں موجود بہت سے الفاظ کو اس کے عام لغوی معنی سے نکال کر مخصوص اصطلاحی مفہوم بھی عطا کئے ہیں۔

چنانچہ علماء لغت "الصلاة"، "الزكوة"، "الصوم" اور "الحج" وغیرہ الفاظ کو منقول شرعی ہونے کا جو عنوان دیتے ہیں، اگر حقیقی معنوں میں دیکھا جائے تو اس کا دائرہ اتنا وسیع ہے کہ پوری زبان ہی قرآن کریم کے نزول کے بعد ایک نئی شان وبان کی حامل نظر آنے لگتی ہے اور ہزاروں ایسے الفاظ اور ایسی اصطلاحات کتاب الٰہی اور احادیث رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور ان سے مستنبط کردہ علوم کے نتیجہ میں پیدا ہو گئی ہیں کہ اب ہر طرح کے تمدنی حقائق، فلسفیانہ افکار اور نازک سے نازک تر جذبات کی تعبیر کے لئے عربی زبان کے ہم پلہ دنیا کی کوئی دوسری زبان نظر نہیں آتی۔

دین، ایمان، کفر، نفاق، فسق، اسی طرح امر، نہی، قضاء وقدر، ملائکہ، جن، ملأ اعلیٰ، روح، عقل، نفس اور امت، شریعت، ہدایت، ضلالت

وغیرہ الفاظ کے لغوی مفہوم اور شرعی واصطلاحی معنی کے درمیان فرق کے بارے میں غور کیجئے تو اندازہ ہوگا کہ قرآن نے اسی زبان کو کس طرح علم و حکمت سے مالا مال کر دیا ہے۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی آمد کے بعد ہی نحو وصرف اور بلاغت ومعانی کے قواعد مدون ہوئے، عربی زبان کے الفاظ کی جامع ڈکشنریاں اور لغت کی کتابیں وجود میں آئیں، علوم قرآن، علوم حدیث، علوم فقہ واصول وجود میں آئے اور ہر علم وفن میں نابغۂ روزگار ہستیاں پیدا ہوئیں اور علوم وفنون کے چشمے ہر طرف ابلنے لگے اور وہ معجزہ متحقق ہوا جس کی تعبیر شیخ سعدی نے ان لفظوں میں کی تھی:

یتیمے کہ ناکردہ قرآن درست
کتب خانۂ چند ملت بشست

عربی زبان کی حد تک جہاں اور دوسرے علوم وفنون سامنے آئے، وہیں خلیل احمد الفراہیدی، ابن فارس اور دیگر ائمہ واعلام کی ابتدائی کوششوں کے بعد "القاموس المحیط، لسان العرب، تاج العروس، الصحاح" جیسی لغت کی عظیم کتابیں سامنے آئیں، پھر خاص "غریب القرآن اور غریب الحدیث" پر اصفہانی کی "المفردات" زمخشری کی "الفائق" ابو عبید کی "غریب الحدیث" علامہ خطابی کی "غریب الحدیث" ابن الاثیر کی "النہایۃ" اور علامہ محمد طاہر پٹنی کی "مجمع بحار الانوار فی لطائف غریب التنزیل والاخبار" جیسی جامع کتابیں بھی وجود میں آگئیں۔

لیکن علوم شرعیہ کا گوہر مقصود اور قرآن وسنت کی تعلیمات کا خلاصہ "فقہ" کی اپنی مخصوص اصطلاحات ہیں، وہ بھلا کب بے اعتنائی کا شکار ہو سکتی تھیں۔

چنانچہ علامہ نجم الدین النسفی کی "طلبۃ الطلبۃ" المطرزی کی "المغرب فی ترتیب المعرب" قاسم القونوی کی "انیس الفقہاء فی تعریفات الالفاظ المتداولۃ بین الفقہاء" کے علاوہ بسطامی کی "الحدود والاحکام الفقہیۃ" علامہ ابن نجیم کا رسالہ "الحدود" کی نیز مختلف فقہی مذاہب کی مخصوص اصطلاحات کے بارے میں بھی الازہری کی "الزاہر فی لغۃ الامام الشافعی" فیومی کی "المصباح المنیر" بعلی کی "شرح المصطلحات الفقہیۃ" جیسی کتابیں بھی سامنے آئیں جن میں فقہی مصطلحات کی تشریح کی گئی ہے، موجودہ زمانہ میں بھی کلکتہ کے مفتی سید عمیم الاحسان البرکتی نے فقہی اصطلاحات پر ایک نہایت ہی جامع رسالہ تصنیف کیا ہے، عرب دنیا میں سعدی ابو جیب کی "القاموس الفقہی" بھی اسی سلسلہ کی کڑی ہے، ان کے علاوہ الجرجانی کی "کتاب التعریفات" مولانا محمد اعلیٰ التھانوی کی "کشاف اصطلاحات الفنون" اور عبدالنبی احمد نگری کی "دستور العلماء" وغیرہ میں بھی بہت سی فقہی اصطلاحات کی شرح وتفصیل آگئی ہے، گو کہ یہ کتابیں جامع قسم کی ہیں اور ان میں منطق، فلسفہ اور علم کلام اور تصوف وغیرہ کی اصطلاحات زیادہ ہیں۔

اردو زبان میں "قاموس الفقہ" کے نام سے ایک جامع کتاب لکھنے کا ارادہ برادر محترم جناب مولانا خالد سیف اللہ رحمانی "ناظم المعہد العالی الاسلامی حیدرآباد" نے کیا اور کئی سال کی مسلسل محنت سے اس کتاب کی پانچ جلدیں انھوں نے تیار کر لی ہیں اور اس میں

انھوں نے صرف لفظی و اصطلاحی شرح پر اکتفاء کرنے کے بجائے فقہی اصطلاحات سے متعلق احکام کو بھی بیان کرنے کا انداز اختیار کیا ہے، اس لئے اس کتاب کی حیثیت عام سے متبادر مفہوم کے برعکس ایک عام فقہی ڈکشنری کے بجائے ایک مختصر فقہی انسائیکلو پیڈیا کی ہوگئی ہے، اس سے پہلے مولانا خالد سیف اللہ رحمانی فقہی موضوعات پر متعدد کتابیں لکھ کر شہرت حاصل کرچکے ہیں اور ان کو فقہی موضوعات پر لکھنے کا اللہ نے سلیقہ بھی عطا فرمایا ہے، چنانچہ اہل علم میں ان کی تحریروں کو وقعت کی نظر سے دیکھا جاتا ہے۔

" قاموس الفقہ " کی پہلی جلد کے کچھ صفحات برسوں پہلے میری نظر سے گزرے تھے، جس میں بتدریج اضافہ ہوتا رہا اور پختگی اور وسعت بھی زیادہ پیدا ہوتی رہی، چنانچہ اب پانچ ضخیم جلدوں میں جو کتاب آپ کے سامنے ہے وہ قدرتی طور پر اپنی پختگی، وسعت اور وقار واعتبار کے لحاظ سے اس سے کہیں بہتر، وزن دار اور مختلف ہے، جسے نقش اول کی شکل میں میں نے دیکھا تھا، کھلی ہوئی بات ہے کہ اس طرح کی کسی کتاب کے تمام مندرجات سے اتفاق نہ ممکن ہے اور نہ ضروری، البتہ لائق مصنف اپنے اس کارنامے پر یقیناً مبارکباد کے مستحق ہیں، دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کی سالہا سال کی محنت کو قبولیت بخشے اور عوام وخواص کے لئے اسے مفید اور نافع بنائے۔ (آمین)

۹؍۳؍۲۰۰۰ء — **بدر الحسن القاسمی**

۳؍ذی الحجہ ۱۴۲۰ھ — (نائب صدر اسلامک فقہ اکیڈمی انڈیا وصدر المعہد العالی للتدریب فی القضاء والافتاء، پھلواری شریف، پٹنہ)

○ ○ ○ ○

ماء (پانی)

ماء کے معنی پانی کے ہیں، اس کی اصل "موہ" ہے، اس کی جمع کثرت "میاہ" اور جمع قلت "امواہ" آتی ہے(۱) جمع قلت دس یا اس سے کم افراد کو مشتمل ہوتی ہے اور جمع کثرت میں تعداد اس سے زیادہ ہوتی ہے۔

پانی اللہ کی عظیم نعمتوں میں سے ایک ہے، جس پر انسان، حیوانات اور نباتات کی زندگی کا مدار ہے، اور اس کی ضرورت جس قدر اہم ہے اسی نسبت سے اللہ تعالیٰ نے پانی کو سہل الحصول کیا ہے اور مخلوقات عالم پر اپنی فیض رسانی کو عام رکھا ہے، پانی جہاں انسان کی جسمانی ضرورت کو پورا کرتا ہے، وہیں اللہ تعالیٰ نے اس سے انسان کی روحانی ضرورت کو بھی متعلق رکھا ہے اور وہ ہے طہارت و پاکی، جس پر نماز اور مختلف دوسری عبادتوں کا انحصار ہے، قرآن مجید نے اللہ کی طرف سے پانی جیسی نعمت سے سرفراز کئے جانے کی ایک اہم وجہ یہی قرار دی ہے کہ اس کے ذریعہ انسان پاکی حاصل کرتا ہے: "يُنَزِّلُ عَلَيْكُمْ مِنَ السَّمَاءِ مَاءً لِيُطَهِّرَكُمْ بِهِ" (۲)

اسی لئے اس بات پر امت کا اجماع ہے کہ اس طرح کا پانی اپنی اصل کے اعتبار سے پاک ہے اور پاک کرنے کی صلاحیت رکھتا ہے(۳) اس پر قریب قریب فقہاء کا اتفاق ہے کہ وضوء و غسل پانی ہی سے ہوسکتا ہے۔

فقہاء حنفیہ نے احکام کے اعتبار سے پانی کی پانچ قسمیں کی ہیں:

پاک اور پاک کرنے والا

۱) طاہر مطہر غیر مکروہ یعنی ایسا پانی جو خود پاک ہے، پاک کرنے کی صلاحیت بھی رکھتا ہے اور اس کے استعمال میں کوئی کراہت بھی نہیں،(۴) یہی حکم "آب مطلق" کا ہے(۵) مطلق سے ایسا پانی مراد ہے جس کو عرف میں کسی قید کے بغیر پانی کہا جاتا ہو، مثلاً گلاب کا پانی یا عرق کیوڑا کو مطلق پانی نہیں کہا جائے گا، ہاں اگر اس کی نسبت جگہ کی طرف کی جائے، جیسے: کنویں کا پانی، نہر کا پانی، چشمہ کا پانی تو اس کے باوجود بھی وہ "ماء مطلق" (مطلق پانی) ہی تصور کیا جائے گا(۶) آب مطلق کی وہ تعریف زیادہ واضح معلوم ہوتی ہے جو فقہاء حنفیہ نے کی ہے کہ "ماء مطلق وہ ہے جو آسمان سے برسا ہو یا زمین سے نکلا ہو" "ما نزل من السماء او نبع من الارض" آسمان سے برسنے والے پانی سے مراد بارش اور اولے کا پگھلا ہوا پانی، اور زمین سے نکلنے والے پانی سے مراد کنواں، نہر اور سمندر کا پانی ہے(۷) اس پر اتفاق ہے کہ ایسے پانی سے حکمی نجاست بھی دور کی جاسکتی ہے یعنی وضوء و غسل بھی کیا جاسکتا ہے اور حقیقی ظاہری نجاست جیسے پیشاب پاخانہ سے بھی پاکی حاصل کی جاسکتی ہے(۸) ماء مطلق میٹھا ہو یا کھارا، ان دونوں کا حکم ایک ہی ہے اور پاک ہے۔(۹)

ایسا پانی جو مطلق نہ ہو مقید ہو لیکن پاک ہو جیسے پھلوں کا پانی، شوربہ، عرق گلاب وغیرہ، ان سے نجاست حقیقی دور کی جاسکتی ہے

---

(۱) شرح مہذب ۱/۸۲

(۲) الانفال: ۱۱

(۳) بدایۃ المجتہد ۱/۲۳

(۴) الاجماع لابی بکر بن منذر نیسابوری: ۳۴، باب ما اجمعوا علیہ فی الحدث

(۵) مراقی الفلاح مع الطحطاوی ۱۳

(۶) کبیری ۸۶

(۷) المہذب ۱/۳۲، ۳۴ (مع تحقیق زحیلی)

(۸) حوالۂ سابق

(۹) بدائع الصنائع ۱/۱۵

وضو اور غسل نہیں کیا جا سکتا (۱) دوسرے فقہاء مالکیہ، شوافع اور حنابلہ وغیرہ کے نزدیک نجاست حقیقی بھی آب مطلق ہی سے دور کی جا سکتی ہے، آب مقید سے نہیں دور کی جا سکتی۔ (۲)

مکروہ

۲) "طاہر مطہر مکروہ" یعنی جو پانی پاک ہو پاک کرنے کی صلاحیت بھی رکھتا ہو لیکن اس کا استعمال صحیح تر قول کے مطابق مکروہ تنزیہی ہے (۳) بشرطیکہ آب مطلق موجود ہو ورنہ اس کے استعمال میں کراہت بھی نہیں (۴) اس سے مراد ایسا پانی ہے جس میں سے پالتو بلی، کھلی ہوئی مرغی، درندہ، پرندہ اور سانپ، چوہا وغیرہ جیسے جانور جو حرام ہیں اور ان میں بہتا ہوا خون موجود ہے پی لیں، اس لئے کہ عام طور پر یہ نجاست سے احتیاط نہیں کرتے اور یہ کراہت اس وقت ہے جب ان جانوروں نے آب قلیل میں سے پیا ہو۔

پاک ـ لیکن پاک نہ کرے

۳) طاہر غیر مطہر یعنی وہ پانی جو پاک ہو لیکن پاک کرنے کی صلاحیت نہیں رکھتا، اس سے وضو اور غسل جائز نہیں، البتہ سو پینے کے کام آتا ہے یہی حکم آب مقید کا ہے، اسی طرح پانی میں اگر کوئی پاک چیز پکا دی جائے اور اس کی وجہ سے پانی کا بہاؤ متاثر ہو جائے تو اس کا بھی یہی حکم ہے، اگر بغیر پکائے ہوئے پانی میں کوئی پاک چیز ڈالی جائے اور اس سے غرض حاصل ہو جائے یعنی پانی کی رقت اور بہاؤ باقی نہ رہے جب بھی اس کا یہی حکم ہوگا، یہ حکم تو جامد اشیاء کے ملنے کی صورت میں ہے، اگر سیال چیز پانی میں مل جائے اور دو وصفوں میں سے ایک یا تینوں میں سے دو وصف بدل جائے تو اس پانی کا بھی یہی حکم ہے، البتہ اگر بغیر پکائے ہوئے کوئی جامد چیز پانی میں ڈالی جائے اور پانی کی رقت اور سیلان متاثر نہ ہو تو وہ پانی پہلی قسم میں داخل ہوگا یعنی پاک بھی ہوگا، اور اس سے پاکی حاصل کرنا بھی درست ہوگا۔ (۵)

مستعمل پانی

یہی حکم صحیح تر قول کے مطابق ماء مستعمل کا بھی ہے کہ وہ پاک ہے لیکن اس سے وضو و غسل نہیں کیا جا سکتا (۶) البتہ اس کا پینا مکروہ ہے (۷) ماء مستعمل ایسے پانی کو کہتے ہیں جس سے حدث و جنابت دور کرنے یا ثواب حاصل کرنے کے لئے وضو یا غسل کیا جائے، جونہی یہ پانی جسم سے الگ ہوگا مستعمل سمجھا جائے گا، جب تک پانی جسم سے مکمل طور پر الگ نہ ہو اور جسم ہی پر ایک جگہ سے دوسری جگہ بہتا اور گرتا رہے پانی مستعمل نہیں (۸) فقہاء مالکیہ، حنابلہ اور شوافع کے بھی ایک سے زیادہ اقوال ہیں، لیکن قول مشہور یہی ہے کہ یہ پانی پاک ہے، لیکن اس سے پاکی حاصل نہیں کی جا سکتی۔ (۹)

ناپاک پانی

۴) ماء نجس یعنی ناپاک پانی، پانی کے ناپاک ہونے کے سلسلہ میں تفصیل یہ ہے کہ اگر ٹھہرا ہوا (راکد) ہو، اس کی مقدار تھوڑی (قلیل) ہو اور اس میں نجاست گر جائے تو چاہے اس کی وجہ سے پانی کے اوصاف یعنی رنگ، بو، مزہ میں سے کوئی بھی تبدیل نہ ہونے پائے پانی ناپاک ہو جائے گا، اس پر ائمہ اربعہ کا اتفاق

---

(۱) بدائع الصنائع ۱؍۲۰

(۲) المغنی ۱؍۲۰-۲۲

(۳) مراقی الفلاح مع حاشیہ طحطاوی ۱۳

(۴) طحطاوی علی مراقی الفلاح ۱۳

(۵) مراقی الفلاح ۲۰-۲۱

(۶) مراقی الفلاح و طحطاوی ۱۶

(۷) حوالہ سابق ۲۶

(۸) کبیری ۱۵۱

(۹) کبیری ص ۹۱

ہے، کیونکہ آپ ﷺ نے ٹھہرے ہوئے پانی میں پیشاب کرنے اور پھر اس میں غسل کرنے سے منع فرمایا،(۱) آپ ﷺ نے یہ بھی فرمایا کہ جب کوئی سو کر اٹھے تو ہاتھ کو دھونے سے پہلے برتن میں نہ ڈالے کیونکہ معلوم نہیں کہ اس کے ہاتھوں نے کہاں رات گذاری ہے،(۲) نیز آپ ﷺ نے فرمایا کہ جب کتا برتن میں منہ ڈال دے تو اس کے پاک کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ برتن کو تین دفعہ دھویا جائے،(۳) ظاہر ہے کہ ٹھہرے ہوئے گڑھے میں پیشاب کرنے، ہاتھ میں لگی ہوئی معمولی نجاست کے ساتھ اس کو برتن میں ڈالنے یا کتے کے برتن میں منہ ڈالنے سے اوصاف میں تغیر نہیں ہوتا، اس کے باوجود پانی کو ناپاک قرار دیا گیا ہے، اس سے ظاہر ہے کہ ٹھہرے ہوئے پانی میں اگر نجاست گر جائے تو گو پانی کے اوصاف میں تغیر نہ ہوا ہو پھر بھی پانی ناپاک ہو جائے گا۔

اگر پانی کی مقدار زیادہ ہو تو جب تک اوصاف میں تغیر نہ ہو جائے پانی ناپاک نہیں ہوگا، حنفیہ کے یہاں پانی کی مقدار زیادہ ہونے یعنی ماء کثیر ہونے سے کیا مراد ہے؟ اس سلسلہ میں مختلف اقوال ہیں: راجح قول یہ ہے کہ اس کی کوئی مقدار متعین نہیں، جس مقدار کو پانی کی ضرورت سے دوچار شخص کثیر سمجھے اور اس کا احساس ہو کہ اس میں ایک طرف کی نجاست کا اثر دوسری طرف نہیں پہنچ سکتا تو یہ کثیر ہے، اگر اس کے خیال میں یہ مقدار قلیل ہو اور ایک طرف کی نجاست کا اثر دوسری طرف پہنچ سکتا ہو تو پھر یہ پانی قلیل تصور کیا جائے گا، یہ قول تو حنفیہ کے یہاں راجح ہے، لیکن چونکہ عوام کے لئے اس طرح کثیر وقلیل کا امتیاز کرنا دشوار تھا اس لئے بعد کے فقہاء نے یہ رائے اختیار کی کہ اگر حوض دس ہاتھ لمبا اور دس ہاتھ چوڑا ہو یعنی، بحیثیت مجموعی ۱۰۰ مربع ہاتھ ہو تو یہ "ماء کثیر" ہوگا، یہ قول اصل میں ابو سلیمان جوزجانیؒ کا ہے،(۴) اور اکثر اصحاب متون نے غالباً عوام کی سہولت کے لئے اسی کو اختیار کیا ہے۔

مجھے امام ابوحنیفہؒ کی اس رائے میں ایک بڑی مصلحت نظر آتی ہے کیونکہ مختلف علاقوں میں پانی کی سطح یکساں نہیں ہوتی، مثلاً ہندوستان میں راجستھان اور گجرات کے جنوبی علاقوں میں پانی کی قلت محتاج بیان نہیں، جہاں بعض اوقات پینے کے پانی کے لئے کئی کئی کلومیٹر جانا پڑتا ہے، اور بنگال اور ہندوستان کے پوربی علاقوں میں پانی کی کثرت ہے اور ہر جگہ دستیاب ہے، اگر ان دونوں علاقوں کے لئے قلیل اور کثیر کا ایک ہی معیار قرار دیا جائے تو اس سے دقت اور مشکلات پیدا ہوں گی، اس لئے اگر قلیل کا تعلق اس علاقہ کے لوگوں کی رائے پر ہو تو اس سے آسانی ہوگی، اور حرج شدید سے بچا جا سکے گا۔

فقہاء مالکیہ کے نزدیک خود اوصاف کا تغیر ہی قلیل وکثیر کا معیار ہے، یعنی اگر نجاست ملنے کی وجہ سے پانی کے اوصاف میں تبدیلی پیدا ہوگی تو اس کو قلیل مقدار سمجھا جائے گا، اور اگر ایسا نہ ہو تو وہ مقدار کثیر تصور کی جائے گی۔(۵) فقہاء شوافع اور حنابلہ کے نزدیک "دو قلہ" کی مقدار ماء کثیر ہے، اور اس سے کم قلیل ہے کیونکہ حدیث شریف میں آیا ہے کہ پانی جب دو قلہ ہو جائے تو وہ ناپاک نہیں ہوتا،(۶) موجودہ اوزان میں دو قلہ دو سو چار لیٹر کے برابر ہوتا ہے۔

تاہم اس بات پر تمام فقہاء کا اتفاق ہے کہ پانی کی مقدار

---

(۱) المغنی ۱/۲۹-۲۸، بدایۃ المجتہد ۱/۲۹-۲۷

(۲) ترمذی حدیث نمبر ۲۴، کتاب الطہارۃ

(۳) طحاوی ۱/۲۱، باب سؤر الکلب

(۴) فتاویٰ تاتارخانیہ ۱/۱۹۸

(۵) مختصر خلیل ۹

(۶) ترمذی، باب الماء لاینجسہ شئی کتاب الطہارۃ، ابو داؤد، باب ما ینجس الماء

تو بھی ہو اگر نجاست کی وجہ سے رنگ، بو یا مزہ میں تبدیلی آجائے تو پانی ناپاک ہو جائے گا۔ (۱)

جاری پانی اور اس کا حکم

جو حکم ''آب کثیر'' کا ہے وہی حکم آب جاری یعنی بہتے ہوئے پانی کا ہے، آب جاری سے کتنے بہاؤ والا پانی مراد ہے؟ اس سلسلے میں مشائخ کے مختلف اقوال ہیں، من جملہ ان کے یہ ہے کہ پانی تنکے وغیرہ کو بہالے جائے، بعض حضرات کا خیال ہے کہ اگر اس میں سے پانی لیا جائے تو زمین کھل نہ جائے اور بہاؤ باقی رہے، علامہ حلبیؒ نے پہلے قول کو مشہور (اشہر) اور دوسرے قول کو ''اظہر'' قرار دیا ہے (۲) علامہ حلبیؒ نے ایک قول یہ بھی لکھا ہے کہ جس پانی کو لوگ جاری سمجھیں وہ جاری ہے: ''قیل مایعدہ الناس جاریا'' (۳) اور اس قول کو صیغۂ تمریض یعنی ''قیل'' کے ساتھ ذکر کر کے گویا اس کے ضعیف ہونے کی طرف اشارہ کیا ہے، لیکن علامہ ابن نجیمؒ نے اسی قول کو صحیح قرار دیا ہے، اور بدائع اور مختلف کتابوں کے حوالہ سے اس کو نقل کیا ہے، (۴) خیال ہوتا ہے کہ ابن نجیم کا قول امام ابوحنیفہ کے مزاج فقہی سے زیادہ قریب ہے۔ واللہ اعلم

آب جاری میں نجاست گرنے کی وجہ سے اگر اس کا مزہ یا رنگ یا بو بدل جائے تو پانی ناپاک ہو جائے گا، اور جب تک کوئی وصف نہ بدلے پانی ناپاک نہیں ہوگا۔ (۵) یہاں تک کہ جس مقام پر نجاست گری ہو اگر وہاں بھی وصف میں تبدیلی نہیں تو پانی ناپاک نہیں ہوگا۔ (۶)

مشکوک پانی

(۵) مشکوک پانی یعنی وہ پانی جو پاک تو ہے، لیکن یہ بات مشکوک ہے کہ اس سے پاکی بھی حاصل کی جاسکتی ہے یا نہیں؟ اس سے وہ پانی مراد ہے جس سے گدھے یا ایسے خچر نے پانی پیا جس کی پیدائش گدھی کے بطن سے ہوئی ہو، اگر گھوڑی کے بطن سے ہو (۷) گھوڑے کا جھوٹا بالاتفاق جائز ہے۔ (۸)

پانی پر ملکیت

پانی میں استحقاق کے اعتبار سے چار درجے ہیں، ایک تو سمندر اور بڑے دریا کا پانی ہے، اس سے ہر شخص کو پانی لینے، جانور کو پلانے اور کھیتوں کو سیراب کرنے کا حق حاصل ہے، (۹) ــ نہروں اور نالیوں کا پانی ہے، اس میں ہر آدمی کو اپنی ضرورت کے لئے پانی لینے اور جانوروں کو پانی پلانے کا حق حاصل ہے، البتہ سیراب کرنے کی وجہ سے عام لوگوں کو دشواری پیش آتی ہو تو اس سے کھیت سیراب کرنے کی گنجائش نہیں۔ تیسرا درجہ کنویں، حوض اور چشمے کا ہے جو کچھ خاص لوگوں کی ملکیت ہو، اس میں سے انسان اپنی ضرورت کے لئے پانی لے سکتا ہے، جانوروں کو بھی پلا سکتا ہے، لیکن کھیت سیراب کرنے کے لئے بلا اجازت نہیں لے سکتا۔ چوتھی صورت ایسے پانی کی ہے جو برتن یا حوض وغیرہ میں محفوظ کر لیا گیا ہو، ایسا پانی اس شخص کی ملکیت ہے، اس کی اجازت کے بغیر اس سے وضو کرنا جائز نہیں، ہاں اگر آدمی مخمصہ کی حالت میں ہو اور پانی نہ پیئے تو جان جانے کا اندیشہ ہو تو وہ جبراً بھی پانی لے سکتا ہے، (۹) چونکہ یہ پانی اس شخص کی ملکیت ہے، اس لئے وہ اسے

---

(۱) بدایۃ المجتہد ۲۳/۱

(۲) کبیری ۹۱

(۳) کبیری ۹۱

(۴) البحر الرائق ۸۳/۱

(۵) مراقی الفلاح ۶

(۶) البحر الرائق ۸۳/۱

(۷) مراقی الفلاح ۱۷

(۸) حوالۂ سابق

(۹) ردالمحتار و درالمختار ۲۸۲-۲۸۳/۵

فروخت بھی کرسکتا ہے۔

اگر کسی شخص کا کنواں یا نہر ہو تو وہ پانی لینے والے کو روک سکتا ہے، بشرطیکہ قریب میں کوئی اور پانی دستیاب ہو، اگر قریب میں کوئی اور پانی دستیاب نہ ہو تو پھر اس شخص پر واجب ہے کہ یا تو ان لوگوں کو کنویں تک آنے کی اجازت دے، یا اپنی زمین کے کنارے تک خود پانی پہنچا دے،(۱) یہی حکم اس زمانے میں ہینڈ پائپ کا بھی ہونا چاہئے۔

امام احمدؒ کے نزدیک بھی کسی شخص کی زمین میں جو پانی ہو، وہ اس کی ملکیت ہے، البتہ امام احمدؒ کے نزدیک اس کو فروخت کر کے قیمت حاصل کرنا پسندیدہ نہیں، فقہاء شوافع سے بھی دو طرح کا قول منقول ہے، ایک قول کے مطابق پانی پر ملکیت ثابت ہوتی ہے۔(۲)

پانی کی خرید وفروخت - ایک نامناسب عمل

تاہم اسلام کا مزاج یہ ہے کہ انسان پانی کی سوداگری سے باز رہے، آپ ﷺ نے فرمایا کہ تمام مسلمان تین چیزوں میں شریک ہیں، پانی، آگ اور گھاس،(۳) حضرت ابوہریرہؓ سے مروی ہے کہ تین اشخاص ایسے ہیں کہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ اُن کی طرف نظرِ رحمت نہیں اٹھائیں گے، ان میں سے ایک وہ ہے جو زائد از ضرورت پانی دوسرے مسافروں سے روک رکھے: "**کان له فضل ماء في الطريق فمنعه من ابن السبيل**"،(۴) حضرت ابوہریرہؓ سے ایک روایت میں ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: زائد از ضرورت پانی لینے سے نہ روکا جائے: "**لا يمنع عن فضل الماء**"(۵) کہ قیامت کے دن ایک شخص کی مغفرت اس وجہ سے ہو جائے گی کہ اس نے ایک پیاسے کتے کو پانی پلایا ہوگا،(۶) اس سے اندازہ کیا جاسکتا ہے کہ لوگوں کے لئے پانی کا انتظام کتنے بڑے اجر وثواب کا کام ہے، اسی لئے اس کو صدقۂ جاریہ قرار دیا گیا، اور آپ ﷺ کی ترغیب پر حضرت عثمان غنیؓ نے مدینہ میں میٹھے پانی کے مشہور کنویں "بئر رومہ" کو پینتیس ہزار درہم میں خرید کر عام مسلمانوں کے لئے وقف فرمادیا تھا۔(۷)

(پانی کے سلسلہ میں مزید احکام کے لئے ملاحظہ ہو: بئر، حوض، سؤر، شرب)۔

مائع (بہنے والی شئی)

"مائع" کے معنی بہنے والی چیز کے ہیں۔

ناپاکی دو طرح کی ہوتی ہے، ایک حقیقی جس کو محسوس کیا جاتا ہے، جیسے پیشاب، پاخانہ وغیرہ، دوسری حکمی، جس کو حکم شریعت کی بناء پر ناپاک مانا گیا ہے، انسان اس کی ناپاکی کو محسوس نہیں کرسکتا، جیسے وضو ٹوٹ جانے کی وجہ سے اعضاء وضوء کا اور جنابت کی وجہ سے پورے جسم کا ناپاک ہونا۔

نجاست حکمی، پانی ہی کے ذریعہ دور کی جاسکتی ہے، اس پر اتفاق ہے، نجاست حقیقی حنفیہ کے نزدیک ہر ایسی چیز سے دور کی جاسکتی ہے جو بہنے والی ہو، اور نجاست کو زائل کرنے کی صلاحیت رکھتی ہو،(۸) مالکیہ، شوافع اور حنابلہ کے نزدیک نجاست حقیقی کو دور کرنے اور اس سے پاکی حاصل کرنے کے لئے بھی پانی ہی ضروری ہے۔(۹)

---

(۱) درمختار ۲۸۳/۵

(۲) المغني ۷۳/۴

(۳) سنن بیہقی، حدیث نمبر ۱۱۶۴۳، باب ما لا يجوز اقطاعه من المعادن الظاهرة

(۴) بخاری ۳۱۸/۱، باب اثم من منع ابن السبيل من الماء

(۵) بخاری ۳۱۸/۱، مسلم، باب تحريم بيع فضل الماء

(۶) بخاری ۳۱۸/۱، باب فضل سقي الماء

(۷) بخاری وحاشیہ محمد علی سہارنپوری ۳۱۸/۱، باب في الشرب

(۸) هندية ۲۱/۱

(۹) المغني ۲۳/۱

ماجن (غیر ذمہ دار)

"مجون" کے معنی اصل میں بے حیا اور غیر ذمہ دار ہونے کے ہیں، اسی سے "ماجن" کا لفظ ماخوذ ہے، فقہاء کے یہاں ایک اصطلاح "مفتی ماجن" کی ہے، کہ ایسے شخص کو فتویٰ دینے سے روک دیا جائے گا، جرجانی نے ماجن کی تعریف ان الفاظ میں کی ہے:

> هو الفاسق وهو أن لا يبالي بما يقول و يفعل وتكون أعماله على نهج أعمال الفساق (۱)
>
> ماجن سے مراد فاسق ہے جس کو اپنے قول و فعل کی پرواہ نہ ہو، اور جس کے اعمال فاسقوں کے اعمال کے طریقہ پر ہوں۔

(مفتی کے احکام کے سلسلہ میں تفصیل لفظ "افتاء" کے تحت گذر چکی ہے)۔

ماعون

اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کی مذمت فرمائی ہے جو لوگوں سے ماعون کو بھی روک رکھتے ہیں، (۲) ماعون سے کیا مراد ہے؟ اس سلسلہ میں مفسرین نے لکھا ہے کہ قریش کی زبان میں مطلق مال کو ماعون کہتے تھے، (۳) لیکن اس لفظ کا تقاضا ہے کہ اس سے مال کی معمولی مقدار مراد ہو، کیونکہ یہ لفظ "معن" سے ماخوذ ہے جس کے معنی قلیل شی کے ہوتے ہیں، مفسرین کے درمیان اس میں اختلاف ہے کہ ماعون سے کیا مراد ہے؟ بعض حضرات نے زکوٰۃ کو اس کا مصداق قرار دیا ہے، لیکن حضرت عبداللہ بن مسعود ؓ کے مختلف اقوال جو ابن کثیر اور قرطبی وغیرہ نے نقل کئے ہیں، ان سے ظاہر ہے کہ معمولی استعمالی اشیاء جو عاریۃً ایک دوسرے کو دی جاتی ہیں، جیسے ڈول، کلہاڑی، ہانڈی، ترازو، وغیرہ بھی ماعون ہیں، (۴) اس کی تائید اس روایت سے بھی ہوتی ہے کہ سیدہ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے رسول اللہ ﷺ سے دریافت کیا کہ کیا چیزیں ہیں کہ ان کا منع کرنا جائز نہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: پانی، آگ اور نمک، (۵) یہ حدیث گویا ماعون کی تشریح و توضیح ہے، پس ہر زمانہ کے عرف میں جو چیزیں لوگ ایک دوسرے کو بطور عاریت دیا کرتے ہوں، اور ان کو ایک دوسرے سے روک نہ رکھتے ہوں، ان کا شمار ماعون میں ہوگا، اور بہ شرط استطاعت ان کا روک رکھنا اخلاقاً کراہت سے خالی نہ ہوگا۔

مال

مال یوں تو ایک واضح اور بدیہی لفظ ہے، لیکن اس کی تعریف و تحدید اور اس کی حقیقت کی تعیین میں دقت پیش آتی ہے، اور اسی لئے اس میں فقہاء کے درمیان اختلاف رائے بھی پیدا ہوا ہے، عربی زبان و لغت کے اعتبار سے مال کا مادہ "م ی ل" بھی ہو سکتا ہے، اور "م و ل" بھی، اگر اس کا مادہ "م ی ل" ہو تو اس سے مراد وہ چیز ہوگی جس کی طرف طبیعت مائل ہو، ما یمیل الیه الطبع (۱) اسی کو بعض فقہاء نے "شئ مرغوب" سے تعبیر کیا ہے، دوسرا احتمال یہ ہے کہ اس کا مادہ "م و ل" ہو، ایسی صورت میں مال کا اطلاق ان چیزوں پر ہوگا، جو ذخیرہ اور تمول کے لائق ہو، پہلے مادۂ اشتقاق کے اعتبار سے مال کا دائرہ بہت وسیع ہو جائے گا، اور دوسرے مادۂ اشتقاق کے لحاظ سے مال کے مصداق میں تنگی رہے گی۔

---

(۱) کتاب التعریفات : ۲۱۵

(۲) [illegible] احکام القرآن ۳ : ۴۰۲

(۵) ابن ماجہ، حدیث نمبر : ۲۴۷۴، ابواب الرھون

(۳) ابن کثیر ۴ : ۵۵۴

(۴) دیکھئے ابن کثیر ۴ : ۵۵۳-۵۵۴

ان ہی دو پہلوؤں کے تحت فقہاء کے یہاں مال کی حقیقت کے بارے میں اختلاف رائے پایا جاتا ہے، اس اختلاف کا حاصل یہ ہے کہ انسان جن چیزوں سے فائدہ اٹھاتا ہے وہ تین طرح کی ہیں، اول "اعیان" یعنی وہ مادی اشیاء جن کا مستقل وجود ہے، دوسرے منافع، جن کا مستقل وجود نہیں، بلکہ وہ اعیان ہی سے متعلق ہوتی ہیں، جیسے مکان میں سکونت، سواریوں پر سواری، وغیرہ، تیسرے حقوق، یعنی وہ مصالح شرعی جن کا شریعت نے اعتبار کیا ہے، یہ حقوق دو طرح کے ہیں، بعض وہ ہیں جو اعیان سے متعلق ہیں، جیسے گزرنے کا حق، شرب (پانی حاصل کرنے) کا حق، اور بعض وہ ہیں جن کا تعلق ذات سے نہیں، جیسے ماں کو بچہ کا حق پرورش، باپ کا یا شوہر کا حق اطاعت وغیرہ۔

اعیان کے بارے میں فقہاء کا اتفاق ہے کہ وہ مال ہیں، اور ان کی خرید و فروخت درست ہے، غیر مالی حقوق مثلاً ماں، باپ کا حق پرورش وغیرہ کے متعلق اتفاق ہے کہ وہ مال نہیں ہیں، منافع اور وہ حقوق جو مالی نوعیت کے ہیں، ان پر مال کا اطلاق ہوگا یا نہیں؟ اس میں فقہاء کے درمیان اختلاف ہے، احناف کا قول مشہور یہی ہے کہ یہ مال نہیں ہیں، اور چونکہ بیع کے لئے مال ہونا ضروری ہے، اس لئے ان کی خرید و فروخت بھی درست نہیں، جبکہ جمہور کے نزدیک منافع اور مالی حقوق بھی مال ہیں۔(۱)

جیسا کہ مذکور ہوا احناف کا قول مشہور یہی ہے کہ مال اسی چیز ہے جو ذخیرہ کئے جانے کے لائق ہو: "المال ما من شانه ان يدخر للانتفاع وقت الحاجة" (۲) لیکن غور کیا جائے تو خود حنفیہ میں متقدمین اور متاخرین دونوں کے یہاں اس تعریف سے انحراف بھی پایا جاتا ہے، اور مال کی حقیقت میں وسعت بھی معلوم ہوتی ہے، چنانچہ امام محمدؒ نے خدمت کو مال تسلیم کیا ہے: "لو على قول محمد تجب قيمة الخدمة لانه يسمى مالا" (۳) علامہ کاسانیؒ نے تمام ہی منافع کو مہر بنانے کی اجازت دی ہے، اور دلیل یہ دی ہے کہ یہ منافع بھی مال ہیں، یا مال کے حکم میں ہیں "لان هذه المنافع اموال او التحقت بالاموال" (۴) علامہ کاسانیؒ ہی نے وصیت کے باب میں صراحتاً منافع کو مال تسلیم کیا ہے: "سواء كان المال عينا او منفعة عند الفقهاء كافة" (۵) اسی طرح صاحب ہدایہ نے لکھا ہے کہ راستہ سے گذرنے کا "حق" فروخت کرنا بھی ایک روایت کے مطابق جائز ہے۔(۶)

حقیقت یہ ہے کہ قرآن و حدیث میں مال کا کوئی مصداق متعین نہیں کیا گیا ہے، اور قاعدہ یہ ہے کہ کتاب و سنت میں جن الفاظ کی حقیقت کو بیان نہ کیا گیا ہو اور لغت میں اس کا کوئی ضابطہ مقرر ہو، وہاں عرف کی طرف رجوع کیا جاتا ہے: "كل ما ورد به الشرع مطلقا ولا ضابط له فيه ولا في اللغة يرجع فيه الى العرف" (۷) اس لئے مال کی حقیقت اور اس کا مصداق ہر عہد کے عرف و رواج کی روشنی میں متعین ہوگا، اسی لئے فقہاء نے بدلتے ہوئے عرف کے پیش نظر ایک ہی چیز کو ایک زمانہ میں مال تسلیم نہیں کیا ہے، اور اس کو بعد کے ادوار میں نئے عرف کے تحت مال کی حیثیت دی ہے، مثلاً شہد کی مکھی کو ابتداءً فقہاء نے اس کی خرید و فروخت کو منع کیا تھا، اس لئے کہ یہ حشرات الارض میں سے ہے، لیکن جب ان مکھیوں کی پرورش شروع ہوئی اور باضابطہ طریقہ پر ان سے شہد حاصل کیا جانے لگا تو فقہاء نے اس

---

(۱) دیکھئے: تاسیس النظر ۱۲

(۲) رد المحتار ۴/۳

(۳) ہدایہ ۴/۸۰

(۴) بدائع الصنائع ۲/۲۷۸

(۵) بدائع الصنائع ۷/۳۵۲

(۶) ہدایہ ۳/۴۳

(۷) الاشباہ للسیوطی ۹۹

کو مال تسلیم کیا اور اس کی خرید و فروخت کو جائز قرار دیا، شلبی نے اس کی وجہ بیان کرتے ہوئے لکھا ہے: "لأنه معتاد فيجوز للحاجة"۔(۱)

اب موجودہ زمانہ کے عرف میں چونکہ حقوق کی بعض صورتیں بھی مال کا درجہ اختیار کر چکی ہیں، وہ قابل انتفاع بھی ہیں، اور بظاہر ان کے مباح نہ ہونے کے لئے بھی کوئی بنیاد موجود نہیں ہے، اس لئے وہ از قبیل مال ہوں گی، اور ان کی خرید و فروخت جائز ہوگی، یہ اختلاف "اختلاف برہان" نہیں بلکہ "اختلاف زمان" کے قبیل سے ہے، اور جیسا کہ مذکور ہوا، امام محمدؒ اور دوسرے فقہاء احناف کاسانی وغیرہ کا بھی غیر مادی اشیاء کو مال تسلیم کرنا ثابت ہے، اس لئے یہ عرف جمہور کے مسلک کے مطابق ہے بلکہ خود حنفیہ سے بھی خلاف نہیں، تو اس پر غور کرنا چاہئے کہ فقہاء نے جہاں حقوق کی بیع سے منع کیا ہے وہاں "حقوق مجردہ" کی قید لگائی ہے، اس پر بھی تمام ہی کا اتفاق ہے کہ فقہاء کے کلام میں مفہوم مخالف کا بھی اعتبار ہے، اس سے از خود یہ بات ثابت ہو جاتی ہے کہ حقوق غیر مجردہ کی بیع درست ہے، اور حقوق کی بعض صورتیں "مال" ہی کے حکم میں ہیں۔

فی زمانہ جن حقوق کی خرید و فروخت مروج ہے، اور جن کو موجودہ عرف کی بنیاد پر مال کا درجہ حاصل ہے، اور ان کا عوض لینا جائز ہے، ان میں مکانات، دوکانات کی پگڑی (بدل خلو) حق تالیف، حق ایجاد، حق طباعت، رجسٹرڈ ناموں اور نشانات کی خرید و فروخت وغیرہ، اور حکومتی اجازت کے تجارتی لائسنس کی خرید و فروخت درست ہے۔(۲)

مانع (اصول فقہ کی ایک اصطلاح)

عربی زبان میں "منع" کے معنی روکنے کے ہیں، اسی طرح "مانع" کے معنی ہوئے "روکنے والا"! علماء اصول کے نزدیک حکم وضعی کی ایک قسم مانع ہے، اصطلاح میں مانع ہر اس چیز کو کہتے ہیں، جس کے پائے جانے کی وجہ سے دوسری چیز نہ پائی جائے "کل ما يستلزم وجوده انتفاء غيره"(۳) گویا مانع شرط کی ضد ہے، شرط کا وجود مشروط کے وجود کو مستلزم ہے اور مانع کا وجود اس بات کو مستلزم ہے کہ ممنوع کا وجود نہ ہو، فقہاء حنفیہ نے مانع کی پانچ قسمیں کی ہیں:

۱) ایسا مانع جو کسی سبب کو منعقد ہی نہ ہونے دے، جیسے: آزاد شخص کی خرید و فروخت، آزاد شخص خرید و فروخت کا محل ہی نہیں ہے، اسی لئے گویا سبب کا وجود ہی نہ ہو پایا۔

۲) ایسا مانع جو سبب کو مکمل نہ ہونے دے، جیسے کوئی دوسرے کی چیز فروخت کر دے کہ وہ چیز خرید و فروخت کا محل تو ہے، لیکن اس شخص کی ملکیت نہیں، کیوں کہ سبب ناتمام ہے، اسی لئے اس کی خرید و فروخت موقوف رہتی ہے، اگر اصل مالک نے اجازت دیدی تو نافذ ہوگی ورنہ نہیں۔

۳) جو سبب کو تو نہ روکے، لیکن حکم کو روک دے، اور ابتداءً حکم ہی کے لئے مانع ہو جائے، جیسے خرید و فروخت کا اصل حکم یہ ہے کہ خریدی ہوئی چیز پر خریدار کی ملکیت ثابت ہو، لیکن اگر فروخت کرنے والا خیار شرط لے لے تو خریدار کی ملکیت قائم نہ ہو سکے گی۔

۴) جو ابتداءً حکم کو تو نہ روکے، لیکن حکم کے مکمل ہونے میں مانع ہو، جیسے کسی شخص نے بغیر دیکھے کوئی چیز خریدی، بعد ہی

---

(۱) حاشیۃ شلبی علی تبیین الحقائق ۴: ۴۴

(۲) اس مسئلہ پر تفصیلی خلاصے کے لئے ملاحظہ ہو، راقم الحروف کا مقالہ "مال کی حقیقت اور حقوق کی خرید و فروخت" اسلام اور جدید معاشی مسائل

(۳) المدخل الفقهي العام ۱/۳۰۰

کر لیا گیا، دیکھا نہیں ہو تو گو اس کو اس میں تصرف کا حق حاصل ہے، لیکن وہ اسے واپس کر سکتا ہے، اور واپسی کے لئے دوسرے فریق کی رضا مندی یا قاضی کا فیصلہ بھی ضروری نہیں۔

۵) ایسا مانع جو حکم کے لازم ہونے کو روکتا ہو، جیسے خیار عیب، کہ خریدی ہوئی چیز میں ایسا عیب نکل آیا، جس کی بیچنے والے نے وضاحت نہیں کی تھی، تو گو خریدار کی ملکیت اس پر ثابت ہو جائے گی اور اسے اس میں تصرف کرنے کا پورا پورا حق حاصل ہے لیکن خریدار کو دوسرے فریق کی رضا مندی یا قاضی کے فیصلے کے ذریعے اسے، واپس لوٹانے کا حق حاصل ہے۔(۱)

موانع کی تین صورتیں

علامہ شاطبی نے ان موانع کی جو احکام شریعت کے لئے مانع بن جاتے ہیں تین قسمیں کی ہیں۔

۱) وہ موانع جو تکلیف شرعی کے ساتھ جمع ہی نہیں ہو سکتے، یعنی ان کے پائے جانے کی صورت میں انسان احکام شرعیہ کا مکلف نہیں رہتا، جیسے وہ تمام چیزیں جن کی وجہ سے انسان عقلی توازن سے محروم ہو جاتا ہے، مثلاً نیند، جنون، بے ہوشی

۲) ایسے موانع کہ جن کے پائے جانے کے باوجود آدمی احکام شرعیہ کا مخاطب باقی رہتا ہے، شریعت کا اس سے مخاطب ہونا قابل تصور ہے، لیکن فی الجملہ بعض احکام شرعیہ اس سے اٹھا لئے جاتے ہیں، جیسے حیض و نفاس کی حالت میں نماز، قرآن کی تلاوت وغیرہ۔

۳) تیسری قسم کے موانع وہ ہیں جو آدمی کو دائرۂ تکلیف سے باہر تو نہیں نکالتے لیکن حکم شرعی کے لزوم کو ختم کر دیتے ہیں، جیسے بیمار شخص کے لئے نماز جمعہ اور جماعت میں حاضری، حالت اکراہ میں کلمۂ کفر کا تلفظ وغیرہ۔(۳)

مباح (مباح)

یہ لفظ اباحت سے ماخوذ ہے، مباح سے مراد وہ افعال ہیں جن کا کرنا بلا کراہت جائز ہے، لیکن نہ کرنے پر ثواب ہے نہ ترک کرنے پر گناہ۔

(اباحت کے تحت تفصیل سے بحث آچکی ہے)

مبارأت (خلع کی ایک صورت)

مبارأۃ کے معنی ایک دوسرے کو بری الذمہ کر دینے کے ہیں، فقہاء کے یہاں یہ لفظ خلع کے معنی میں استعمال ہوتا ہے، کہ عورت اس وضاحت کے ساتھ مرد سے طلاق کا مطالبہ کرے کہ دونوں ایک دوسرے کی طرف سے جملہ مالی و غیر مالی حقوق سے بری ہو جائیں گے، امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک خلع کا بھی استعمال ہو یا مبارأت کا، اور دونوں صورتوں میں صراحتاً ذکر ہو یا نہ ہو، زوجین ایک دوسرے کی طرف سے جملہ مالی و غیر مالی مطالبات سے بری ہو جائیں گے، امام محمدؒ کے نزدیک معاہدہ میں جن حقوق کا ذکر کیا گیا ہو صرف ان ہی سے برأت ہوگی دوسرے حقوق سے نہیں، امام ابو یوسفؒ نے خلع اور مبارأت میں فرق کیا ہے، مبارأت کے باب میں ان کی رائے وہی ہے جو امام صاحب کی ہے اور خلع کے مسئلہ میں امام محمدؒ کے ہم خیال ہیں۔(۴)

مباشرت (ایک فقہی اصطلاح)

مباشرت کے معنی کسی کام کو براہ راست انجام دینے کے ہیں، یعنی فعل اور فاعل کے درمیان کسی اور کا واسطہ نہ ہو تو اسے "مباشرت" کہتے ہیں۔ جیسے ایک شخص نے خود کسی کو قتل کر دیا،

---

(۱) نظریۃ الحکم ومصادر التشریع فی اصول الفقہ الاسلامی، ڈاکٹر الحصری ۳۰

(۲) الموافقات للشاطبی ۱/۲۸۵

(۳) کتاب التعریفات ۲۴۵

(۴) ہدایہ ۲/۴۰۴، باب الخلع

یہ مباشرۃ قتل کرتا ہے، اگر فعل اور قاتل کے درمیان واسطہ ہو تو اس کو "تسبب" کہتے ہیں، جیسے ایسی جگہ کنواں کھود دیا جائے کہ وہ شخص گذرتے ہوئے اس میں گر پڑے، کنواں کھودنے والا اس کی موت کے سلسلہ میں متسبب کہلائے گا، "جنایت" کے تحت یہ تفصیل گذر چکی ہے کہ جرم میں مباشر اور متسبب کے کیا احکام ہیں؟

فقہاء کے یہاں ایک اور اصطلاح مباشرت فاحشہ کی ہے، "مباشرۃ فاحشۃ" سے مراد یہ ہے کہ مرد و عورت بے لباس ہوں، اور دونوں کی شرم گاہیں مس کرتی ہوں اور مرد کے عضو میں انتشار کی کیفیت ہو، (۱) کیونکہ ایسی صورت میں مذی کے نکلنے کا قوی گمان ہے، اور مذی نکلنے سے وضو ٹوٹ جاتا ہے۔

مباہلہ

"بہل" کے معنی لعنت کے ہیں، (۲) اسی سے مباہلہ ہے، مباہلہ سے مراد ہے اظہار حق کے لئے اہل باطل کے خلاف بددعا کرنا اور لعنت بھیجنا، رسول اللہ ﷺ کے پاس نجران کے عیسائیوں کا ایک وفد آیا، جو عقیدہ تثلیث کا حامل تھا، آپ ﷺ نے ان پر اسلام پیش کیا اور جب آپ ﷺ نے بتایا کہ حضرت عیسیٰ ؑ اللہ کے بندہ اور امر خداوندی کا نتیجہ ہیں، ان عیسیٰ عبد الله و کلمته، تو وہ اس پر معترض ہوئے، آپ ﷺ نے خدا اور رسول کے بارے میں اسلامی تصورات پر دلائل بھی پیش فرمائے، لیکن انھوں نے مان کر نہیں دیا، تب آپ ﷺ نے ان کو دعوت مباہلہ دی، شاید وہ اس کے لئے تیار بھی ہو جاتے، آپ ﷺ نے حضرت حسن ؓ کا ہاتھ تھاما، حضرت حسین ؓ کو گود میں اٹھایا، حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا، حضرت علی ؓ آپ ﷺ کے پیچھے چلے، آپ ﷺ نے فرمایا کہ جب میں دعاء کروں تو تم لوگ آمین کہنا، لیکن نجران کے مذہبی رہنما نے اپنی قوم سے کہا کہ محمد ﷺ واقعی نبی برحق ہیں، اور ان سے مباہلہ کرنے میں خطرہ ہے، کہ اللہ تعالیٰ کا عذاب آجائے اور ہمیشہ کے لئے عیسائیت فنا ہو جائے۔

بہر حال نہ وہ مباہلہ کے لئے تیار ہوئے، نہ جنگ کے لئے اور نہ اسلام قبول کیا، یہاں تک کہ معاہدہ ہوگیا، کہ وہ سالانہ دو ہزار حلے اور کچھ زرہیں، بطور جزیہ ادا کریں گے، (۳) قرآن مجید نے بھی اس واقعہ کا ذکر کیا ہے۔ (آل عمران : ۶۱)

سوال یہ ہے کہ کیا مباہلہ کا حکم باقی ہے یا اب باقی نہیں رہا؟ امامیہ کے نزدیک اب بھی اظہار حق کے لئے مباہلہ کا حکم باقی ہے، ان حضرات کا استدلال حضرت عبد اللہ ابن عباس ؓ سے متعلق روایت ہے، کہ ان کے اور کسی اور شخص کے درمیان کچھ نزاع تھی، تو انھوں نے اس کو مباہلہ کی دعوت دی، (۴) اکثر اہل علم کا خیال ہے کہ مباہلہ کا حکم اب باقی نہیں، یہ انبیاء کے لئے مخصوص ہے، کیونکہ مباہلہ حق کو ثابت کرنے کا ایک طریقہ ہے، جو شخص حق پر نہیں ہوگا، اس پر اللہ کی طرف سے عذاب نازل ہوگا، اور اس طرح حق اور باطل واضح ہو کر سامنے آجائے گا، ظاہر ہے کہ پیغمبر کو اس بارے میں آگاہ کر دیا جاتا ہے، کہ یہ مباہلہ ظہور حق کا نشان بن جائے گا، پیغمبر کے علاوہ کوئی اس بارے میں یقین سے اللہ کی طرف سے کچھ نہیں کہہ سکتا، کہ کیا واقعی معاندین حق پر اللہ کا عذاب نازل ہو کر ہی رہے گا، اور یہی بات زیادہ درست معلوم ہوتی ہے کہ مباہلہ کے ذریعے حق کو ثابت کرنا انبیاء کی خصوصیات میں سے ہے۔ واللہ اعلم

مبتوتہ (مطلقہ بائنہ)

"بت" کے معنی عربی زبان میں کاٹنے کے ہیں، اسی سے

---

(۱) کتاب التعریفات ۲۲۵

(۲) الجامع لأحکام القرآن ۱۰۴/۴

(۳) تفسیر کبیر ۸۵/۳-۸۶، تفسیر قرطبی ۱۰۳/۴-۱۰۴

(۴) روح المعانی ۱۹۰/۳

مبتوتہ کا لفظ ہے، مبتوتہ اس عورت کو کہتے ہیں جس کو طلاق بائن یا طلاق مغلظہ دی گئی ہو، ایسی عورت کی عدت کا نفقہ اس کے سابق شوہر پر واجب ہوگا یا نہیں؟ اس میں اختلاف ہے، تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو عدت، نفقہ۔

مبیع (فروخت کی جانے والی چیز)

"مبیع" کے معنی بیچی جانے والی چیز کے ہیں، خرید وفروخت میں معاملہ کی اصل مبیع ہی ہوتی ہے، فقہاء کے یہاں مبیع ایسی چیز ہے جو متعین کرنے کی وجہ سے متعین ہو جائے، اسی لئے اگر ایک طرف سے سونا، چاندی، یا مروجہ سکہ ہو، اور دوسری طرف سے کوئی اور چیز تو یہ سونا، چاندی یا مروجہ سکہ ثمن (قیمت) تصور کیا جائے گا، اور اس کے مقابلہ جو سامان ہے، وہ مبیع ہوگی، اگر ایک طرف سے مثلی (یعنی تول کر یا پیمانہ سے ناپ کر، مقدار معلوم کی جانے والی) چیز ہو اور دوسری طرف سے قیمی، یعنی گن کر فروخت کی جانے والی چیز ہو تو مثلی، ثمن تصور ہوگی، اور قیمی مبیع، جیسے گیہوں اور بکرے کا تبادلہ ہو تو گیہوں ثمن ہوگا اور بکرا مبیع۔

اگر دونوں طرف سے ایک ہی طرح کی چیز ہو جیسے سونے کے بدلہ چاندی، گیہوں کے بدلہ چاول یا بکری کے بدلہ بیل، تو پھر خرید وفروخت کرنے والے کے بیان وتعیین سے ثمن اور مبیع کا تعین ہو سکے گا، عربی زبان میں اس کے لئے اصول یہ ہے کہ ثمن پر "ب" داخل کی جاتی ہے، اور جس پر "ب" داخل ہو، اس کو ثمن تصور کیا جاتا ہے۔

(مزید تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو: بیع، ثمن)

متارکہ

"متارکہ" "ترک" سے ہے، ترک کے معنی چھوڑنے اور متارکہ کے معنی ایک دوسرے کو چھوڑنے کے ہیں، اگر کوئی ایسی صورت پیدا ہو جائے کہ بیوی شوہر ہمیشہ کے لئے حرام ہو جائے، مثلاً شوہر بیوی کی ماں کے ساتھ یا اس کا باپ اپنی بہو کے ساتھ بدفعلی کر گذرے، تو بیوی اس پر حرام ہو جائے گی، ایسی صورت میں زوجین کے درمیان متارکہ یعنی ایک دوسرے سے ازدواجی تعلق کو ترک کرنا ضروری ہے، متارکہ کے وقت سے عورت عدت گذارے گی، عدت گذرنے کے بعد اس کے لئے دوسرے مرد سے نکاح کرنا درست ہوگا۔

لیکن متارکہ کے لئے کیا جنسی فعل سے باز آجانا ہی کافی ہے یا زبان سے اس کا اظہار بھی ضروری ہے؟ اس سلسلہ میں تفصیل یہ ہے کہ اگر بیوی سے صحبت کر چکا تھا، تب تو بالاتفاق مرد کا زبان سے کہنا ضروری ہے، کہ میں نے تم کو چھوڑ دیا، یا میں نے تمہیں آزاد کر دیا، وغیرہ، اگر دخول وصحبت کی نوبت نہیں آئی تھی تو ایک قول کے مطابق اس کا صحبت سے باز رہنا ہی متارکہ سمجھا جائے گا، اور دوسرے قول کے مطابق اس صورت میں بھی زبان سے کہنا ضروری ہوگا، اور ظاہر ہے کہ اسی میں احتیاط ہے، بہر حال متارکہ کے بعد عدت گذرنا ضروری ہے، اگر متارکہ نہ ہوا اور قاضی نے تفریق کا فیصلہ کیا تو چاہے کتنا عرصہ بھی گذر جائے اس عورت کے لئے دوسرا نکاح جائز نہیں ہوگا۔(۱)

متحیرہ

تحیر کے معنی حیرت میں پڑ جانے کے ہیں، اسی سے "متحیرہ" بہ معنی حیرت زدہ، کا لفظ ہے، ایسی عورت کو کہتے ہیں کہ حیض کے سلسلہ میں اس کی کوئی عادت مقرر نہ ہو، کبھی کم مدت ہوتی ہو اور کبھی زیادہ۔

(لفظ حیض کے تحت احکام گذر چکے ہیں)

متشابہ (اصول فقہ کی ایک اصطلاح)

متشابہ ایسے لفظ کو کہتے ہیں، جس کی قطعی مراد سے واقف نہ ہوا

---

(۱) ردالمحتار [illegible]

جاتا ہے: "هو اسم لما انقطع رجاء معرفة المراد منه" (۱) قرآن مجید کے خود اپنے بیان سے واضح ہے کہ قرآن میں ایسی آیتیں بھی ہیں، جن کی مراد پوری طرح واضح اور بے غبار ہے، اور ایسی آیتیں بھی ہیں جن کی مراد انسان کے لئے واضح نہیں: "منه آيات محكمات هن أم الكتاب وأخر متشابهات" (آل عمران: ۷)

قرآن مجید میں متشابہات دو طرح کی ہیں، ایک وہ کہ جن کا کوئی معنی ہی معلوم نہ ہو، جیسے بعض سورتوں کے شروع میں آنے والے حروف مقطعات الم، حم وغیرہ، دوسرے وہ آیتیں جن کا لغوی معنی تو معلوم ہو، لیکن اس کی کیفیت معلوم نہ ہو، جیسے اللہ تعالیٰ کے اعضاء اور اعضاء کے افعال کا تذکرہ جابجا ہے، ان کے الفاظ یعنی ید، بصارت، سماعت وغیرہ کے معنی معلوم ہیں، لیکن اللہ تعالیٰ کے لئے ان اعضاء اور افعال کی کیا کیفیت ہے؟ معلوم نہیں۔

متشابہ کا حکم یہ ہے کہ اس کے حق ہونے کا یقین رکھا جائے، اور اس کی حقیقت اور کنہ تک پہنچنے کی کوشش بھی نہ کی جائے، کیونکہ یہ تجسس اکثر انسان کو صراط مستقیم سے منحرف کر دیتا ہے: "والحكم فيه اعتقاد الحقية والتسليم بترك الطلب" (۲)

یہ سمجھنا صحیح نہیں کہ متشابہ کی یہ تعریف تمام علماء اصول کے نزدیک متفق علیہ ہے، اس میں کچھ اختلاف رائے بھی موجود ہے۔ (۳) بعض حضرات نے متشابہ کی تعریف میں بڑی وسعت پیدا کی ہے، امام غزالی کا خیال ہے کہ جہاں بھی احتمال پیدا ہو جائے وہ متشابہ ہے: "المتشابه ما تعارض فيه الاحتمال" (۴) ابن حزم نے مشترک الفاظ کو بھی متشابہات کے قبیل سے قرار دیا ہے۔ (۵)

آدمی کا بھی یہی رجحان ہے۔ (۵)

متعہ (طلاق اور رخصتانہ)

جس خاتون کو رخصتی سے پہلے ہی طلاق دے دی گئی ہو اور اس کا مہر نکاح کے وقت ہی متعین ہو گیا ہو، وہ نصف مہر کی مستحق ہوگی، اور اس کے لئے متعہ نہ واجب ہے اور نہ مستحب، اس پر فقہاء کا اتفاق ہے، ان کے علاوہ وہ مطلقہ عورتیں جن کا پورا مہر یا مہر مثل واجب ہوتا ہے، احناف اور اکثر فقہاء کے نزدیک ان کے لئے بھی متعہ مستحب ہے، بلکہ امام شافعی سے تو مروی ہے کہ ہر مطلقہ کے لئے متعہ واجب ہے۔ (۶)

متعہ کی مقدار

متعہ کی کوئی مقدار متعین نہیں، بلکہ عرف و عادت اور زن و شو کے حالات پر موقوف ہے، اسی لئے اللہ تعالیٰ نے معروف طریقہ پر متعہ کا حکم دیا ہے: "متاعا بالمعروف حقا على المحسنين" (البقرہ: ۲۳۶) اور اسی آیت میں یہ بھی فرمایا گیا ہے کہ خوش حال اور تنگ دست شوہر اپنی اپنی حیثیت کے مطابق متعہ ادا کرنا چاہئے، گویا مرد کے معاشی حالات کا بھی لحاظ رکھا جائے گا اور ساتھ ہی عورت کا بھی، کہ معروف کی رعایت نہیں ہو سکتی جب تک عورت کا معیار زندگی اور معیار پسند بھی ملحوظ نہ ہو، اس لئے اس کا بھی خیال کرنا چاہئے۔ (۱)

متعہ کی زیادہ سے زیادہ مقدار کی کوئی حد نہیں، حضرت عبداللہ ابن عمرؓ فرماتے تھے کہ کم سے کم تیس درہم (تقریباً ۹۰ گرام چاندی) یا اس کے مساوی متعہ ہونا چاہئے، زیادہ

---

(۱) اصول السرخسی ۱/۱۶۹
(۲) اصول السرخسی ۱/۱۶۹
(۳) دیکھئے: ارشاد الفحول ۲۸۹
(۴) المستصفی ۱/۱۰۶
(۵) الاحکام فی اصول الاحکام ۸/۱
(۶) المغنی لابن قدامہ ۷/۲۴۲
(۷) احکام القرآن للجصاص ۱/۳۴۲

کی حد نہیں، حضرت عبداللہ ابن عباسؓ سے منقول ہے کہ بہتر متعہ خادم کا انتظام ہے، حضرت حسن بن علیؓ نے بیس ہزار درہم اور کافی تحائف بہ طور متعہ اپنی مطلقہ کو پیش فرمایا، خود قاضی شریح نے پانچ سو درہم (۱۴۹۶ گرام) متعہ کے طور پر دیا۔(۱)

عام طور پر فقہاء نے متعہ کی حیثیت سے ایک جوڑے کپڑے کا ذکر کیا ہے، جو کرتا، اوڑھنی اور چادر پر مشتمل ہو،(۲) یہ متعہ کی کم سے کم مقدار ہے، خود امام ابو حنیفہؒ سے منقول ہے: "ذالک ادناها "(۳) اسلام، بھلائی اور حسن سلوک کا دین ہے اور ہر مرحلہ پر حسن سلوک اور رواداری کا حکم دیتا ہے، اسی لئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اگر کسی عورت کو نکاح میں رکھنا ہے تو بھلے ہی طریقے پر رکھو اور اگر اسے چھوڑنا ہی ہے، گو چھوڑنا اچھی بات نہیں تو بھلے طریقے پر چھوڑ دو، "فَاِمْسَاکٌ بِمَعْرُوْفٍ اَوْ تَسْرِیْحٌ بِاِحْسَانٍ" (البقرۃ: ۲۲۹) متعہ کا منشا بھی اصل میں بھلے طریقہ پر حسن سلوک کے ساتھ بیوی کو رخصت کرنا ہے، کہ جب ایک عورت مرد کی زندگی سے جدا ہو تو آخر اسے بہتر سلوک کے ساتھ رخصت کیا جائے، کہ یہ گذشتہ زندگی کی رفاقت کا تقاضا بھی ہے، اور اس سے توقع ہے کہ تلخیاں بھی کچھ نہ کچھ کم ہوں گی۔

(نکاح متعہ کے سلسلے میں ملاحظہ ہو: نکاح)

متقوم (شریعت کی نگاہ میں قابل قیمت)

متقوم کے معنی قابل قیمت کے ہیں، جو چیز جمع کی جاتی ہو، کہ بوقت ضرورت کام آ جائے اور طبیعت اس کی طرف رغبت رکھتی ہو، اس کو فقہ کی اصطلاح میں "مال" کہتے ہیں: "المراد بالمال مایمیل الیه الطبع و یمکن ادخاره لوقت الحاجة"، اب اگر شرعاً اس چیز سے نفع اٹھانا بھی جائز ہو تو ایسا مال متقوم کہلاتا ہے: "والتقوم یثبت بها و بإباحة الانتفاع به شرعاً"، مثلاً گیہوں، یہ مال متقوم ہے، کیونکہ شرعاً اس کا کھانا، خریدنا، بیچنا حلال ہے، اور شراب مال ہے، لیکن متقوم نہیں کیونکہ شریعت نے اس کو حرام قرار دیا ہے۔(۴)

متواتر (حدیث کی ایک اصطلاح)

ایسی خبر کو کہتے ہیں کو نقل کرنے والے اتنی کثیر تعداد میں ہوں کہ بہ ظاہر ان سب کا جھوٹ پر متفق ہو جانا ناقابل تصور ہو۔

(تفصیل کے لئے دیکھئے: حدیث)

مثقال

عربوں کے قدیم اوزان میں ایک "مثقال" ہے، اہل حجاز کے نزدیک ایک مثقال بیس قیراط کا ہوتا ہے، اور ایک قیراط پانچ جو کا،(۵) اس طرح ایک مثقال سو جو کے برابر ہوا، ان قدیم اوزان کو جدید اوزان کے سانچے میں ڈھالنے کے لئے مفتی محمد شفیع صاحبؒ نے بڑی سعی محمود فرمائی ہے، چنانچہ ان کی تحقیق کے مطابق ایک مثقال یا سو جو کا وزن ۴؍ ماشہ ۴؍ رتی ہوتا ہے،(۶) آج کل کے مروجہ اوزان میں ۴؍ گرام ۳۷۴؍ ملی گرام ہوتا ہے۔

مُثلہ

"مثلہ" (م پر پیش) کے معنی انسان یا جانور کے اعضاء تراش دینے کے ہیں، اگر حیوان کی طرف اس کی نسبت کی جائے تو اس کے کسی حصے کے کاٹنے کے ہوں گے، اور انسان کی طرف نسبت کی جائے، تو ناک، کان، شرمگاہ یا کسی عضو کو کاٹ دینے کے ہیں،(۷) غرض مثلہ میں دو باتیں پائی جاتی ہیں: ایک تو نہایت

---

(۱) أحكام القرآن للجصاص ۳؍۳۰

(۲) ہدایہ ۲؍۳۴۵

(۳) الجامع لأحكام القرآن ۳؍۲۰۴

(۴) دیکھئے: رد المحتار ۴؍۳

(۵) جواہر الفقہ ۱؍۴۲۸

(۶) فتح القدیر ۴؍۳۱

(۷) النهاية لابن اثير ۴؍۲۹۵

شدید درجہ کی ایذاء رسانی کہ کسی شخص کو زندہ رکھتے ہوئے اس کے اعضاء کاٹ دیئے جائیں، دوسرے اس کو بدہیئت بنا دینا اور صورت کا بگاڑ دینا ہے۔

اسلام امن و آشتی اور تہذیب و شائستگی کا مظہر ہے، اس نے کسی موقعہ پر بھی بے جا ایذاء رسانی اور توہین انسانیت کی اجازت نہیں دی ہے، اسی لئے آپ ﷺ نے فرمایا کہ اگر کسی شخص کا قتل جائز قرار پاتا ہو اور وہ سزاوار قتل ہو، تب بھی اس میں شائستگی کا دامن نہ چھوڑو، اور اگر کسی جانور کو حلال طور پر ذبح کرو تو ذبح بھی بہتر طریقہ پر کرو: "اذا قتلتم فاحسنوا القتلة و اذا ذبحتم فاحسنوا الذبح" ۔(۱)

چنانچہ آپ ﷺ نے قتل میں مثلہ سے منع فرمایا، حضرت بریدہؓ سے مروی ہے کہ جب آپ ﷺ کسی فوج کو روانہ فرماتے تو انہیں جن باتوں کی نصیحت کرتے، ان میں ایک یہ بھی ہوتی کہ دشمنوں کا مثلہ نہ کرنا،(۲) حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ اور سمرۃ بن جندب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ ہمیں صدقہ پر ابھارتے تھے، اور مثلہ سے منع فرماتے تھے،(۳) اور یہ کچھ انسانوں ہی کے ساتھ مخصوص نہ تھا، آپ ﷺ نے حیوانات کے ساتھ بھی ایسی شقاوت کو روا نہیں رکھا، حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے جانور کا مثلہ کرنے والے پر لعنت بھیجی ہے،(۴) آپ ﷺ نے اس سلسلے میں اصولی ہدایت ہی پر اکتفا نہیں کیا بلکہ کچھ ایسے کلی قوانین مقرر فرمائے کہ ایسی ناشائستہ باتوں کا سد باب ہو گئے، اسلام سے پہلے لوگ اونٹ کے کوہان اور بعض دوسرے جانور کے اعضاء زندہ حالت میں کاٹ لیا کرتے تھے، اور اسے مزے لے کر کھاتے تھے، آپ ﷺ نے اس سے منع فرمایا، اور یہ اصول مقرر کردیا کہ زندہ جانور سے کاٹا ہوا حصہ مردار کے حکم میں ہوگا، اور اس کا کھانا حرام ہوگا،(۵) اسلام سے پہلے قصاص لینے کا طریقہ یہ تھا کہ مقتول میں ایذاء رسانی کیساتھ قتل کیا گیا ہو تو قاتل بھی اسی طرح قتل کیا جاتا تھا، اگر مقتول کے مختلف اعضاء کاٹ کاٹ کر پھر سے قتل کیا گیا ہو یا اسے پتھر سے کچل کچل کر ہلاک کیا گیا تو یہی سزا قاتل کو بھی دی جاتی تھی، شریعت اسلامی میں بھی ابتداءً یہی حکم تھا، لیکن بعد میں آپ ﷺ نے قصاص کے لئے یہ قاعدہ مقرر فرمادیا کہ مقتول کسی بھی انداز سے قتل کیا گیا ہو، قاتل کی گردن تلوار سے اڑا دی جائے گی، "لا قود الا بالسیف" ۔(۶)

مثلی

فقہاء نے مال کی مختلف حیثیتوں سے تقسیم فرمائی ہے، ان ہی میں ایک تقسیم مثلی اور قیمی کی ہے، فقہاء کے یہاں اصول ہے کہ اگر کسی وجہ سے آدمی پر کسی چیز کا بدل واجب ہو جائے، تو اگر وہ مثلی شئ ہو تو اس کا مثل ادا کیا جاتا ہے، اور اگر مثلی نہ ہو قیمی ہو تو اس کی قیمت ادا کرنی ہوتی ہے، گویا جس چیز کا مماثل دستیاب ہو وہ مثلی ہوگی، اور جس کے مماثل کا دستیاب ہونا دشوار ہو، وہ قیمی ہوگی۔

یہ تو ایک اصولی بات ہے، فقہاء نے اسی پس منظر میں مثلی کی تعریف کی ہے، اور مثلی اور قیمی میں حد امتیاز قائم کرنے کی کوشش کی ہے، مثلی کی حقیقت کیا ہے؟ اس مسئلہ میں فقہاء کے یہاں جو صراحتیں ملتی ہیں، وہ اس طرح ہیں:

۱) "کل مقدر بکیل او وزن" وہ اشیاء جن کی مقدار ناپ تول کے ذریعہ معلوم کی جائے، لیکن اس پر یہ اعتراض کیا گیا ہے کہ جن کے اجزاء مختلف نہ ہوں، اور تانبے کے برتن جن کی مقدار تول کے ذریعہ ہی معلوم کی جاتی ہے، مگر اس تعریف کی

---

(۱) ترمذی مع تحفۃ الاحوذی ۲/۴۰۳، باب ماجاء فی النہی عن المثلۃ

(۲) حوالۂ سابق

(۳) دیکھئے: فتح الباری ۵۴۳/۷، باب قصۃ عکل وعرینۃ

(۴) بخاری مع الفتح ۵۸۹/۹، باب ما یکرہ من المثلۃ الخ

(۵) ترمذی ۱/۲۶۱، باب ما قطع من الحی فهو میت

(۶) ابن ماجہ، حدیث نمبر ۲۶۶۷-۲۶۶۸، ابواب الدیات

رہ سے مثلی ہونا چاہئے مگر ایسا نہیں ہے۔

۲) ناپ اور تول کے ذریعہ جس کی مقدار معلوم کی جاسکے، اور اس میں بیع سلم جائز ہو جیسے "ما حصر بکیل او وزن وجاز السلم فیہ"۔

۳) ناپ تول کر فروخت کی جانے والی چیز، جس میں سلم درست ہو اور اس چیز کی اپنی ہم جنس سے خرید و فروخت درست ہو "کل مکیل و موزون جاز السلم فیہ وبیع بعضہ ببعضہ"۔

۴) وہ شی اگر دو شرکاء کے درمیان تقسیم کرلی ہو تو قیمت لگانے کی ضرورت نہ پڑے "یقسم بین الشریکین من غیر تقویم" لیکن یہ تعریف اس لئے صحیح نہیں ہے کہ "زمین" کو مثلی نہیں مانا گیا ہے، حالانکہ قیمت لگائے بغیر اس کو تقسیم کیا جاسکتا ہے۔ "وینقض بالاراضی المتساویة"۔

۵) جس میں ایک ہی نوع کے مختلف اجزاء میں قیمت کے اعتبار سے تفاوت نہ ہو "ما لا یختلف اجزاء النوع الواحد منه بالقیمة"۔(۱)

۶ – وہ اشیاء جن کی مقدار ناپ تول کر معلوم کی جاتی ہو یا شمار کرکے معلوم کی جاتی ہو لیکن اس کے مختلف افراد میں قابل لحاظ تفاوت نہ ہو۔ "کالمکیلات والموزونات والعددیات المتقاربة" اس طرح ہاتھ اور گز سے ناپی جانے والی اشیاء اور ایسی شمار کی جانے والی اشیاء جن کے افراد میں باہم کافی تفاوت ہو مثلی نہیں ہوگی، "مما لا مثل له من المذروعات والمعدودات المتفاوتة فعلیه قیمته"۔(۲)

۷) جس کا مثل بازار میں قابل لحاظ تفاوت کے بغیر دستیاب ہو وہ مثلی ہے ورنہ قیمی۔(۳) درحقیقت مثلی اور قیمی کی تعریف میں حقیقی اختلاف نہیں، تعبیر و بیان کا اختلاف ہے، کسی شی کے مختلف افراد میں مالیت کے اعتبار سے تفاوت نہ ہو، یا اتنا کم تفاوت ہو جس کو عام طور پر لوگ نظر انداز کردیا کرتے ہیں، وہ "مثلی" ہے اور جس کے افراد میں قابل لحاظ تفاوت ہو وہ "قیمی" ہے، سرخسی نے ایک مسئلہ پر گفتگو کرتے ہوئے لکھا ہے: "وهذا لأن آحاد هذه الأشياء لا تتفاوت في المالية"۔(۴)

قیمی کب مثلی کے حکم میں ہوجاتی ہے؟

نیز بعض اوقات مثلی چیز قیمی کے حکم میں ہوجاتی ہے، جیسے کوئی مال ہے تو مثلی، لیکن اس میں عیب پیدا ہوگیا، یا وہ زیر استعمال رہا، تو اب اس کا مثل واجب نہ ہوگا بلکہ اس کی قیمت واجب ہوگی۔(۵)

مثلی اشیاء کے احکام

کسی مال کے مثلی ہونے کی وجہ سے اس پر جو احکام مرتب ہوں گے، ان میں سے چند اہم یہ ہیں۔

۱) مثلی چیزیں بطور دین ذمہ میں ثابت ہوسکتی ہیں، قیمی چیزیں اس طرح ثابت نہیں ہوسکتیں، اس لئے مثلی اشیاء کا قرض لین دین جائز ہے، قیمی کا نہیں۔

۲) اگر کوئی مثلی چیز ضائع ہوجائے تو بدل کے طور پر اس کا مثل واجب ہوگا نہ کہ اس کی قیمت، اور قیمی چیزوں میں قیمت واجب ہوگی۔

۳) مثلی اشیاء کا تبادلہ ہو: سود بھی ایسے اموال میں ہے جن میں سود کا تحقق ہوتا ہے، قیمی اموال میں سود کا تحقق نہیں ہوتا، مثلاً ایک کوئنٹل گیہوں کے بدلے ڈیڑھ کوئنٹل گیہوں کا لین دینا

---

(۱) الاشباہ والنظائر للسیوطی ۲/۴۰۶، بیان المثلی والمتقوم

(۲) الطحطاوی علی الدر ۴/۶۳

(۳) بدائع الصنائع ۷/۱۵۰

(۴) المبسوط ۱۱/۹

(۵) دیکھئے: الدر من الفقه الدائم ۳/۳۳-۳۴

جو زمین ہوگی، اور اس کا نام [illegible] ہوگا۔ اگر [illegible] مجاز کی چیز اس میں سے ہے، مشترک ہے کہ ایک مجاز کا تبادلہ دوسری سے درست ہوگا، یہ سودا درست ہوگا کیونکہ یہ [illegible] چیز ہے۔ [illegible]

مجاز (اصولِ فقہ کی اصطلاح)

مجاز "جواز" سے ماخوذ ہے، جواز کے معنی ایک جگہ سے گذر کر دوسری جگہ جانے، ایک حالت سے دوسری حالت کی طرف جانے کے ہیں، اور علماء اصول کی اصطلاح میں مجاز وہ لفظ ہے جو اپنے اصل وضعی معنی میں استعمال نہ ہو، بلکہ کسی اور معنی میں استعمال ہو، قرآن و حدیث میں بہت سے مجازی الفاظ استعمال ہوئے ہیں۔

مجاز کے حقیقی معنی اور استعمالی معنی کے درمیان کوئی نہ کوئی مناسبت کا پایا جانا ضروری ہے، خواہ یہ مناسبت معنوی طور پر ہو، جیسے کسی بہادر شخص کو شیر، اور کسی بیوقوف شخص کو گدھا کہنا، کہ ان دونوں کے درمیان بہادری اور بیوقوفی میں اشتراک پایا جاتا ہے، یا صورۃً مناسبت پائی جائے، جیسے قرآن مجید نے قصاص و بدلہ کو "وجزاء سیئۃ سیئۃ مثلھا" (شوریٰ: ۴۰) سے تعبیر کیا ہے، "سیئۃ" کے معنی برائی کے ہیں، چونکہ قصاص و بدلہ کے لئے ظاہری طور پر ایسی ہی زیادتی کا ارتکاب کیا جاتا ہے، اس لئے قصاص و بدلہ کو برائی سے تعبیر کیا گیا ہے۔ (۲)

مجاز کا حکم

مجاز کا حکم یہ ہے کہ جہاں معنی حقیقی مراد لینا ممکن نہ ہو یا حقیقت متروک ہو گیا ہو، وہاں معنی مجازی مراد ہوگا، یا کوئی قرینہ ہو جس سے معلوم ہو کہ متکلم کا مقصود معنی مجازی ہے، ان تمام صورتوں میں لفظ سے اس کا معنی مجازی مراد لیا جائے گا، یہ [illegible] عام ہو جاتے ہیں۔

ایک ہی لفظ سے بیک وقت حقیقی و مجازی دونوں معنی مراد نہیں لئے جا سکتے، جیسے "قمر" کے معنی حقیقی چاند اور معنی مجازی "خوبصورت آدمی" کے ہیں، اب قمر سے بیک وقت ان دونوں معنوں کو مراد لینا درست نہ ہوگا، البتہ کسی ایسی صورت کو جس کو "عموم مجاز" کہتے ہیں، "عموم مجاز" یہ ہے کہ لفظ سے کوئی مجازی معنی مراد لیا جائے مگر اس معنی مجازی میں اتنا عموم ہو کہ معنی حقیقی بھی اس میں داخل ہو جائے، جیسے کوئی شخص کہے کہ "میں تمہارے گھر میں پاؤں نہیں رکھوں گا"، اس کے معنی حقیقی بغیر جوتے چپل وغیرہ کے پاؤں رکھنا ہے، اور عموم مجاز یہ ہے کہ مطلق داخل ہونا مراد لیا جائے، جس میں ننگے پاؤں داخل ہونا یا چپل پہن کر داخل ہونا دونوں [illegible]

محجوب

"حجب یا حجاب" کے معنی روکنے کے آتے ہیں، اسی مناسبت سے جس وارث کا حصہ کسی دوسرے وارث کی وجہ سے ختم ہو جائے اسے "محجوب" کہتے ہیں، فقہاء نے اسی مناسبت سے اس عہدیدار کو بھی لکھا ہے جس کا عمل [illegible] دربان وغیرہ کے ذریعہ ہو، اور [illegible] عام طور پر لوگوں کو [illegible] ہو، مثلاً ایسا قاضی جو لوگوں کے یہاں [illegible] کے لئے درخواست کرے، اور [illegible] قاضی کے لئے ایسی [illegible] "محجوب" ہونا [illegible] کا [illegible] کوئی مجبوری نہ ہو [illegible] اس لئے [illegible] رکھا جاتا ہے [illegible]

---

(۱) [illegible] مسائل لغوی [illegible]

(۲) اصول السرخسی [illegible]

(۳) [illegible] اصول فقہ [illegible]

(۴) [illegible]

(۲) الاحکام فی اصول الاحکام [illegible]

(۳) اصول السرخسی [illegible]

(۴) [illegible]

مجبوب کے فسخ نکاح کے سلسلہ میں تفصیلات اس طرح ہیں:

☆ اگر شوہر ابھی نابالغ ہو لیکن مجبوب ہو، تو قاضی بلوغ کا انتظار کئے بغیر تفریق کردے گا، البتہ اس نابالغ کی طرف سے اس کے باپ یا وصی اور ذمہ دار کو مقدمہ کا فریق بنائے گا۔

☆ اگر شوہر مجبوب ہونے سے انکار کرتا ہو تو قاضی کسی مرد کو اس کی تحقیق کے لئے مقرر کرے گا، اگر وہ کپڑے کے اوپر سے ہاتھ لگا کر ہی اس کے مجبوب ہونے اور نہ ہونے کے سلسلہ میں تحقیق کو پہنچ جائے، تو اسی پر اکتفا کرے گا، ورنہ اس مقصد کے لئے مقام ستر بھی دیکھ سکتا ہے۔(۱)

☆ فقہاء نے یہ بھی لکھا ہے کہ اگر عورت پہلے سے شوہر کے مجبوب ہونے سے واقف رہی ہو، پھر بھی اس نے نکاح کیا ہو یا نکاح کے بعد کم سے کم ایک دفعہ وہ بیوی سے صحبت کر چکا ہو، اس کے بعد مجبوب ہوا ہو، تو ایسی صورت میں عورت کو تفریق کے مطالبہ کا حق حاصل نہیں ہوگا،(۲) لیکن موجودہ حالات میں فتنہ کے اندیشہ کی وجہ سے ایسی عورتوں کو بھی مطالبہ تفریق کا حق حاصل ہوگا۔

(تفصیل کے لئے دیکھئے: ”عنین“)

مجری (پانی کے بہاؤ کی جگہ)

مجری سے مراد پانی کے بہاؤ کی جگہ کے ہیں، فقہ کی اصطلاح میں ایک حق ”حق مجری“ ہے، اگر درمیان کی زمینیں اس کی نہ ہوں کسی اور کی ہوں، جب بھی ان کی اراضی سے گذار کر اپنی زمین تک پانی لانے کا اسے حق ہے، اس سلسلے میں حضرت عمرؓ کا فیصلہ موجود ہے کہ ایک شخص نے اپنے پڑوسی کو اپنی زمین سے پانی گذارنے سے منع کیا، تو حضرت عمرؓ نے فیصلہ فرمایا کہ پانی ضرور ہی گذرے گا: ” لیمرن به ولو علی بطنک “، البتہ صاحب زمین کو اس بات کا حق حاصل ہوگا، کہ وہ اس شخص سے کہے کہ پانی لے جانے کا ایسا راستہ بناؤ کہ ہماری کھیتی کو نقصان نہ پہنچے، اگر وہ راستہ متعدد لوگوں کے لئے پانی حاصل کرنے کا ذریعہ ہے، تو جب تک وہ سب رضامند نہ ہوں، اس راستہ کو بند کرنے کی گنجائش نہیں ہوگی۔(۳)

مجلس (ایک فقہی اصطلاح)

مجلس کے معنی بیٹھنے کی جگہ کے ہیں۔

فقہاء نے مختلف مسائل میں مجلس کے ایک ہونے اور مجلس بدل جانے کا اعتبار کیا ہے، اگر ایک ہی مجلس میں ایک ہی آیت سجدہ کی بار بار تلاوت کی جائے، اور سنا جائے تو ایک ہی سجدہ واجب ہوگا، اسی طرح تمام معاملات میں اصول یہ ہے کہ ایجاب کے بعد مجلس کے اندر ہی دوسرے فریق کی طرف سے قبول کا پایا جانا ضروری ہے، اگر مجلس بدل جانے کے بعد دوسرے فریق نے قبول کیا تو اس کا اعتبار نہیں، اس لئے یہ اہم مسئلہ ہے کہ کب تک مجلس ایک سمجھی جائے گی اور کب مجلس بدل جائے گی؟

فقہاء کی صراحتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ مجلس دو صورتوں میں تبدیل ہوتی ہے، ایک: جگہ کی تبدیلی سے اور دوسرے: کام کی تبدیلی سے، جگہ کی تبدیلی سے مراد یہ ہے کہ اگر صحراء، راستہ یا کھلی ہوئی وسیع جگہ ہو تو تین قدم یا اس سے زیادہ چلے، درخت کی ایک شاخ سے دوسری شاخ پر چلا جائے، اگر کمرہ میں ایک کونے سے دوسرے کونے یا مسجد میں خواہ بڑی ہو، ایک طرف سے دوسری طرف چلا جائے، تو اس سے مجلس تبدیل نہیں ہوگی۔

کبھی مجلس کام کی تبدیلی کی وجہ سے بھی تبدیل ہوتی ہے، یہ گویا حکما تبدیلی ہے، عمل سے مجلس کی تبدیلی اس وقت ہوتی ہے،

---

(۱) ملخص از: ہندیہ ۱/۵۲۴

(۲) حوالۂ سابق

(۳) الفقہ الاسلامی وأدلتہ ۵/۶۰۵-۶۰۴

جب ایک عمل کی مجلس دوسرے عمل کی مجلس سے مختلف کہلاتی ہو، جیسے خرید وفروخت کی بات ہو رہی تھی کہ نکاح کا ایجاب وقبول کرنے لگا، وہ لیٹ گیا، یا عورت دودھ پلانے یا کنگھا کرنے میں مشغول ہوگئی، تو کوئی شخص گو ان تمام کاموں کو ایک ہی جگہ بیٹھ کر کرے لیکن حکماً یہ الگ الگ مجلسیں تصور کی جائیں گی۔(۱)

البتہ ایک فرق یہ ہے کہ معاملات کے ایجاب وقبول کی مجلس میں، ایجاب وقبول مکمل ہونے سے پہلے کسی فریق کا کھڑا ہو جانا مجلس کی تبدیلی سمجھی جائے گی، کیونکہ اس صورت میں ہر ایسا کام مجلس کی تبدیلی کا باعث متصور ہوگا، جس سے اعراض اور گریز ظاہر ہوتا ہو، اور کھڑا ہونا بھی گریز کی علامت سمجھا جاتا ہے، بخلاف تلاوت کے، کہ سجدۂ تلاوت میں اس کی وجہ سے مجلس تبدیل نہیں ہوگی۔(۲)

مجمل (اُصول فقہ کی ایک اصطلاح)

مجمل "جملہ" سے ماخوذ ہے،(۳) جملہ کسی شی کے متعدد افراد کے مجموعہ کو کہتے ہیں، "الجملة جماعة الشئى"۔(۴)

اُصول فقہ کی اصطلاح میں مجمل وہ لفظ ہے جس میں اس درجہ ابہام ہو کہ خود شارع یا اس کلام کے بولنے والے کی وضاحت کے بغیر دور نہ ہو سکے، جیسے ارشاد خداوندی ہے: "أقيموا الصلوٰة" (نماز قائم کرو) لیکن نماز کے ارکان کیا ہیں؟ نماز کے صحیح ہونے کے لئے کیا شرطیں ہیں؟ نماز کی کیفیت کیا ہونی چاہئے؟ اگر خود قرآن وحدیث کے ذریعہ اس کی وضاحت نہیں ہو جاتی، تو اس کا سمجھنا اور ان گتھیوں کو سلجھانا ممکن نہ تھا، لہٰذا یہ آیت اپنے نزول کے وقت مجمل تھی، جب دوسری نصوص کے ذریعہ اس کی وضاحت ہوگئی تو اب مفسر ہوگئی۔

مجمل کا حکم یہ ہے کہ اس کے حق ہونے کا اعتقاد رکھنا واجب ہے، جب تک شارع کی جانب سے وضاحت نہ ہو جائے اس کے بارے میں توقف کیا جائے گا اور جب تفسیر ووضاحت ہو جائے تو اس پر عمل کرنا واجب ہوگا۔(۵)

مجنون (پاگل)

جنون سے ماخوذ ہے، پاگل کو کہتے ہیں، احکام، لفظ "جنون" کے تحت آچکے ہیں۔

مجوس

مجوس ایک مشرک قوم تھی، جو ایران کے علاقہ میں آباد تھی، اسلام کے غلبہ کے بعد وہاں سے تو مجوسی قریب قریب ختم ہو گئے لیکن ابھی بھی دنیا کے مختلف علاقہ اور خود ہندوستان میں بھی اس قوم کے افراد پائے جاتے ہیں، یہ لوگ خاص طور پر آگ کی پرستش کرتے ہیں۔

اس بات پر امت کا اجماع ہے کہ ان کا شکار اور ذبیحہ حرام ہے، امام مالکؒ اور بعض فقہاء، کو چھوڑ کر اکثر اہل علم اس بات پر بھی متفق ہیں کہ مچھلی اور ٹڈی کا شکار مجوسیوں کا بھی جائز ہے، کیونکہ ان دونوں میں ذبح کی ضرورت نہیں۔(۶)

البتہ ذبیحہ کے علاوہ مجوسیوں کے دوسرے کھانے جو نباتات کے قبیل سے ہوں، جن میں گوشت اور چربی نہ ڈالی جاتی ہو ان کا کھانا اور ایسی چیزوں کا تحفہ ان کی جانب سے قبول کرنا درست ہے،(۷) کیونکہ ممانعت ان کے کھانے کی نہیں بلکہ ان کے ذبیحہ اور شکار کی ہے، ہاں اگر اس بات کا اندیشہ ہو کہ یہ نجاست سے بچنے کا اہتمام

---

(۱) دیکھئے: مراقي الفلاح وحاشية طحطاوي ۲۹۴-۹۵

(۲) هداية مع الفتح ۴۳/۲

(۳) أصول السرخسي ۱۹۸/۱

(۴) القاموس المحيط ۳۹۹

(۵) أصول السرخسي ۱۹۸/۱

(۶) المغني ۳۱۳/۹

(۷) المغني ۳۱۳/۹

نہ کرتے ہوں گے تو پھر اس سے احتیاط کرنا چاہئے، مگر یقینی طور پر ان امور میں سے احتیاط کا حکم ہو تو پھر واجب ہوگا، جیسا کہ ایسے مسائل میں فقہاء کا عام اصول ہے۔

ہاں، اگر خود اس مجوسی نے اطلاع دی کہ اس نے پاکی کے اہتمام کے ساتھ کھانا پکایا ہے، تو اس کی بات پر اعتماد کر لینے کی گنجائش ہے، اسی لئے فقہاء لکھتے ہیں کہ اگر کسی مجوسی کو گوشت خریدنے کے لئے بھیجا اور اس نے آکر بتایا کہ یہ گوشت مسلمان یا یہودی یا عیسائی کے پاس سے خریدا گیا ہے تو اس کا قول معتبر ہوگا اور مسلمان کے لئے اس کا کھانا درست ہوگا۔ (۱)

مجوسی اور اسی طرح کے دوسرے مشرکین کے برتن بھی کھانا اور کھانے کے لئے استعمال کئے جا سکتے ہیں، چنانچہ حضرت جابر ؓ سے مروی ہے کہ ہم لوگ حضور ﷺ کے ساتھ جہاد میں شریک ہوتے تھے، اور مشرکین کے برتن ہمیں ہاتھ آتے تھے تو اس پر کوئی نکتہ چینی نہیں کی جاتی تھی، (۲) البتہ اگر یہ شبہ ہو کہ وہ ان ہی برتنوں میں خنزیر پکاتے اور شراب پیتے رہے ہوں گے تو پھر اس سے احتیاط مناسب ہے، اور اگر ان برتنوں کے استعمال سے چارہ نہ ہو تو اسے دھو کر استعمال کرنا چاہئے۔ (۳)

مجوسی عورتوں سے مسلمان مردوں کے لئے نکاح جائز نہیں کیونکہ وہ اہل کتاب میں داخل نہیں۔

(تفصیل کے لئے دیکھئے: اہل کتاب)

مجہول

جہل کے معنی ناواقف ہونے کے ہیں، لغت میں مجہول کے معنی اس شخص یا شئی کے ہیں، جس کے بارے میں معلوم نہ ہو کہ وہ کون ہے اور کیا ہے؟

مجہول النسب

فقہاء کے یہاں نسب کے باب میں "مجہول النسب" شخص کے بارے میں اقرار کی بحث آتی ہے، "مجہول النسب" سے ایسا شخص مراد ہے، جس کا نسب کسی شخص سے معروف نہ ہو، اگر ایسے شخص کے بارے میں کوئی شخص نسب کا اقرار کرتا ہے، مثلاً کہتا ہے کہ وہ میرا بیٹا ہے، تو اس شخص سے نسب ثابت ہونے کے لئے ضروری ہے کہ بظاہر اس کو اس عمر کی اولاد کا ہونا ممکن ہو، اس شخص کا نسب کسی اور سے معروف نہ ہو، اور خود اس کو بھی اس کا اقرار ہو، نیز یہ اقرار صرف اقرار کنندہ ہی کے حق میں معتبر ہوگا نہ کہ دوسروں کے حق میں، (۴) یعنی اس کے اقرار کی وجہ سے دوسرے لوگوں تک جو قرابت منتقل ہے جس کے حق میں اقرار کیا ہے وہ ان دوسرے قرابت داروں سے میراث کا حق دار نہیں ہوگا۔

معاملہ میں عوض کا مجہول ہونا

خرید و فروخت کے لئے بھی ضروری ہے کہ فریقین جو معاوضہ ادا کریں، یعنی "ثمن" اور "مبیع" ان کو پوری طرح متعین کر دیا جائے، بالخصوص مبیع کے معلوم و متعین ہونے ہی پر خرید و فروخت کے صحیح ہونے کا انحصار ہے، اور یہ کچھ خرید و فروخت ہی کے معاملہ پر موقوف نہیں، تمام ہی معاملات میں عوض کا اس طرح متعین ہونا ضروری ہے کہ ابہام اور آئندہ نزاع پیدا ہونے کا اندیشہ نہ ہو، اگر عقد میں عوض پوری طرح متعین نہ ہونے پائے تو اس کو بھی "مجہول" کہتے ہیں۔

محدثین کی اصطلاح میں

مجہول کی اصطلاح اصولِ حدیث میں بھی آتی ہے، عام

---

(۱) ہندیہ ۵/۳۴۸

(۲) ابوداؤد ۲/۵۳۶، باب في استعمال آنية اهل الكتاب

(۳) ابوداؤد ۲/۵۳۶، باب في استعمال آنية اهل الكتاب

(۴) بدائع الصنائع ۷/۲۳۰

محراب

محراب کی جمع "محاریب" ہے، قرآن مجید میں بھی یہ لفظ وارد ہوا ہے (آل عمران: ۳۹)، مسجد کی سمت قبلہ میں امام کے کھڑے ہونے کے لئے جو مخصوص جگہ بنائی جاتی ہے، اس کو "محراب" کہتے ہیں، چونکہ امام کا ایسی جگہ کھڑا ہونا بہتر ہے، جو صف کے وسط میں پڑتی ہو، اس لئے محراب صف کے بیچوں بیچ بنائی جاتی ہے، کہ اگر امام وہاں کھڑا ہو، تو دونوں طرف صفیں برابر رہیں، اس کی رعایت کرنی چاہئے، اور محراب بالکل بیچ میں بنانی چاہئے، تاکہ امام کی جائے قیام وسط سے ہٹی ہوئی نہ ہو، درمیان سے ہٹ کر امام کا دائیں بائیں کھڑا ہونا سنت کے خلاف ہونے کی وجہ سے کراہت سے خالی نہیں "لان وقف فی میمنة الوسط او فی میسرته فقد اساء لمخالفة السنة"۔(۱)

یہ بات بھی مکروہ ہے کہ امام تنہا محراب کے اندر چلا جائے، یا تو امام کو محراب سے کچھ قدم باہر کھڑا ہونا چاہئے، اس کا قدم محراب سے باہر ہو تو پھر حرج نہیں، یا امام کے ساتھ مقتدیوں کی ایک صف بھی محراب کے اندر ہونی چاہئے۔(۲)

محراب سے ایک مسئلہ مسجد میں دوسری جماعت کا بھی متعلق ہے، اور وہ اس طرح کہ امام ابو یوسفؒ کے نزدیک محلّہ کی مسجد میں ہیئت کو بدل کر دوسری جماعت کر لی جاسکتی ہے، اور ہیئت بدلنے کی ایک صورت یہ بھی ہے کہ اگر پہلی جماعت محراب کے پاس ہوئی ہو تو دوسری جماعت محراب کی جگہ سے ہٹ کر بغیر اذان و اقامت کے کر لی جائے، یہ درست ہے۔(۳)

محصب

منیٰ سے مکہ جاتے ہوئے ایک وادی پڑتی ہے جس کا نام "محصب" ہے، رسول اللہ ﷺ نے منیٰ سے مکہ جاتے ہوئے اس مقام پر توقف فرمایا ہے، حضرت عبد اللہ بن عمرؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ، حضرت ابو بکرؓ، حضرت عمرؓ اور حضرت عثمانؓ وادی محصب میں اترا کرتے تھے،(۲) اسی لئے اکثر فقہاء اور خود احناف کے نزدیک اس مقام پر منیٰ سے مکہ کو جاتے ہوئے وقوف کرنا مستحب ہے،(۳) البتہ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا، حضرت عبد اللہ بن عباسؓ اور بعض دیگر اہل علم کی رائے یہ ہے کہ حضور ﷺ کا یہ فعل محض سہولت کے لئے تھا، نہ کہ شرعی نقطۂ نظر سے استحباب ہونے کے لئے، مگر ظاہر ہے کہ جمہور کی رائے قوی ہے، کیونکہ حضور ﷺ کا فعل قابل اتباع اور لائق پیروی ہے، خواہ وہ طبعی اسباب کے تحت کیوں نہ ہو، چونکہ یہ پتھریلا علاقہ ہے، اس لئے اس کو "وادی ابطح" بھی کہتے ہیں، آج کل مکہ اور منیٰ دونوں شہر مل گئے ہیں، اس لئے اس علاقہ کا پتہ نہیں چلتا، البتہ کہا جاتا ہے کہ "مسجد اجابہ" کے نام سے منیٰ اور مکہ کے درمیان جو مسجد آج کل بنی ہے، وہی وادی محصب کا علاقہ ہے۔

محظور

(ممنوع)

شریعت میں جس چیز کے نہ کرنے کا مطالبہ کیا گیا ہو، اس کو "محظور" کہتے ہیں، چنانچہ فقہاء "محظور" کو حرام کے معنی میں استعمال کرتے ہیں، اور حرام کی بحث "حکم" کے تحت آچکی ہے۔

محکم

(اصول فقہ کی ایک اصطلاح)

محکم وہ ہے جو نہایت درجہ واضح ہو اور اس میں نسخ کا کوئی احتمال بھی نہ ہو،(۴) جیسے "ان اللہ بکل شئ علیم" (الانفال: ۷۵) یعنی اللہ تعالیٰ ہر چیز سے واقف ہے، اللہ تعالیٰ کی ذات و صفات

---

(۱) ہندیہ ۱/۸۹

(۲) رد المحتار ۱/۳۹۸، ط: [illegible]

(۳) عمدۃ القاری [illegible]، معارف السنن ۳/۳۹۸ وما بعد

(۲) [illegible] ۳۹

(۳) [illegible] ۹۹

(۴) اصول السرخسی ۱/۶۵

سے متعلق آیات، وہ احکام جن کے ابدی اور دوامی ہونے کی صراحت موجود ہے، محکم ہیں۔

محکم کا حکم یہ ہے کہ اس پر عمل کرنا واجب ہے، مفسر و محکم میں تعارض ہو تو محکم کو ترجیح دی جائے گی، جیسے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: "وَأَشْهِدُوا ذَوَيْ عَدْلٍ مِنْكُمْ" (الطلاق: ۲) یعنی "اپنے میں سے دو معتبر افراد کو گواہ بناؤ"۔

یہ مفسر ہے، اس کا تقاضا ہے کہ "محدود فی القذف" (تہمت کے سزا یافتہ) کی گواہی بھی توبہ کے بعد معتبر ہو، کیونکہ توبہ سے انسان متقی کے دائرہ میں آجاتا ہے، لیکن ایک دوسری آیت میں "محدود فی القذف" کے بارے میں ہے کہ: "وَلَا تَقْبَلُوا لَهُمْ شَهَادَةً أَبَدًا" (النور: ۴) "ان کی گواہی کبھی قبول نہ کرو" یہ محکم ہے، جس سے معلوم ہوتا ہے کہ محدود فی القذف کی گواہی توبہ کے بعد بھی معتبر نہ ہو، چنانچہ اسی کو ترجیح ہے کہ "محدود فی القذف" (تہمت تراشی کے سزا یافتہ) کی گواہی معتبر نہیں۔

محکم کی یہ وہ تعریف ہے جسے عام طور پر فقہاء احناف نے اختیار کیا ہے، ورنہ اس اصطلاح کی تعبیر میں علماء اصول کے یہاں خاصا اختلاف پایا جاتا ہے، علامہ شوکانی نے اس کو کسی قدر تفصیل سے ذکر کیا ہے (۱)، امام غزالی نے بھی محکم کی تعریف میں زیادہ کلام کیا ہے، غزالی نے متشابہ کے مقابل محکم کی تعریف یوں کی ہے کہ جس کا معنی واضح ہو اور اس میں اشتباہ و احتمال کی گنجائش نہ ہو: "المکشوف المعنی الذی لا یتطرق الیہ اشکال و احتمال" (۲)۔ بہرحال یہ محض تعبیر کا اختلاف ہے، ورنہ سرخسی نے محکم کی جو تعریف کی ہے اور اس کے مطابق جو حکم بتایا ہے، غالباً اس میں کوئی اختلاف نہیں۔ واللہ اعلم

مخابرہ

مخابرہ سے آپ ﷺ نے منع فرمایا ہے۔ (۳)

پیداوار کے کچھ حصے پر بٹائی داری کے معاملہ کو مزارعت بھی کہتے ہیں اور مخابرہ بھی، امام ابوحنیفہؒ اسی حدیث سے بٹائی داری کے ناجائز ہونے پر استدلال کرتے ہیں، جمہور کے نزدیک زمین کی بٹائی جائز ہے اور حنفیہ کے نزدیک بھی اسی پر فتویٰ ہے، [illegible] نے جمہور نے مزارعت اور مخابرہ میں فرق کیا ہے، علامہ نووی نے اس فرق کو اس طرح بیان کیا ہے کہ مزارعت میں بیج مالک زمین کی طرف سے ہوتی ہے اور مخابرہ میں عامل یعنی کاشتکار کی طرف سے۔ (۴) نووی کی اس تشریح کے مطابق مخابرہ کی ممانعت پر جمہور اور حنفیہ کے درمیان کوئی اختلاف باقی نہیں رہتا۔

اب سوال یہ ہے کہ عربی زبان میں "مخابرہ" کا مادہ اشتقاق کیا ہے؟ اس سلسلے میں اہل لغت نے مختلف باتیں لکھی ہیں، بعض حضرات کا خیال ہے کہ اس کا ماخذ "خبرۃ" ("خ" پر پیش) ہے جس کے معنی "حصہ" کے آتے ہیں، چونکہ پیداوار کا ایک حصہ کاشتکار کا اور ایک حصہ مالک کا ہوتا ہے، اس لئے اس کو "مخابرہ" کہتے ہیں، بعض حضرات کا خیال ہے کہ یہ "خبار" ("خ" پر زبر) سے ماخوذ ہے، جس کے معنی نرم زمین کے ہیں، ایک رائے یہ بھی ہے کہ مخابرہ کی اصل "خیبر" ہے، کیونکہ حضور ﷺ نے اہل خیبر سے کھیتی وغیرہ اس طرح کا معاملہ طے فرمایا تھا، (۵) یہ آخری قول ابن اعرابی سے منقول ہے۔ (۶)

(مزید وضاحت کے لئے دیکھئے مزارعت)

---

(۱) دیکھئے: ارشاد الفحول ۲۲۰

(۲) المستصفی ۱/۸۵

(۳) مسلم عن جابر بن عبداللہ ۲/۱۰

(۴) شرح مسلم ۲/۱۰

(۵) النہایہ لابن اثیر ۲/۷

(۶) شرح نووی علی مسلم ۲/۱۰

مُدَبَّر

(غلام کی ایک صورت)

جس غلام کے بارے میں اس کا مالک کہہ دے کہ وہ اس کے مرنے کے بعد آزاد ہے، اس غلام کو "مدبر" کہتے ہیں، غلام کے بارے میں "عبد" اور "رق" وغیرہ الفاظ کے ذیل میں ضروری احکام آچکے ہیں۔

مُد

(ایک پیمانہ)

"مد" ایک قدیم پیمانہ ہے، احادیث میں آیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ ایک مد سے وضو اور ایک صاع سے غسل فرمایا کرتے تھے، اس سلسلہ میں اس بات میں تو تمام فقہاء متفق ہیں کہ ایک صاع چار مد کا ہوتا ہے، لیکن اس میں اختلاف ہے کہ خود مد کی مقدار کیا ہے؟ حنفیہ کے نزدیک ایک مد دو رطل اور ایک صاع آٹھ رطل کا ہوتا ہے، فقہاء حجاز کی رائے ہے کہ ایک مد ایک اور تہائی رطل (۱-۱/۳) کا اور صاع پانچ اور تہائی رطل (۵-۱/۳) کا ہوتا ہے۔(۱)

ظاہر ہے کہ موجودہ دور میں ان پیمانوں کا وجود تو کجا نام ونشان بھی باقی نہیں رہا، اس لئے علماء و ارباب افتاء نے موجودہ اوزان میں اسے نقل کرنے کی کوشش کی ہے، چنانچہ مفتی محمد شفیع کی رائے ہے کہ مد ۶۸ تولہ ۳ ماشہ کے برابر ہے،(۲) اور ایک تولہ ۱۲ گرام کے برابر ہے، اس سے موجودہ اوزان میں مد کے وزن کا اندازہ کیا جاسکتا ہے۔

مُدرِک

(شروع سے شریک نماز)

مدرک اس مقتدی کو کہتے ہیں جس کی کوئی رکعت امام کے ساتھ فوت نہ ہوئی ہو،(۳) اس کے مقابلہ میں مسبوق اور لاحق ہے، مسبوق وہ مقتدی ہے، جسے ابتدائی رکعت یا رکعتیں امام کے ساتھ نہ ملی ہوں، اور لاحق وہ ہے جو ابتداء میں تو امام کے ساتھ شامل رہا، لیکن بعد میں اس کی کوئی رکعت فوت ہوجائے۔

مدرک کے لئے اقتداء کے خصوصی احکام نہیں، مسبوق اور لاحق سے متعلق کچھ خصوصی احکام ہیں، جن کو ان ہی الفاظ کے ذیل میں دیکھا جاسکتا ہے۔

مدینہ

مدینہ کے معنی شہر کے ہیں، مدینہ سے مراد وہ مبارک اور مقدس شہر ہے جس کو رسول اللہ ﷺ کے مقام ہجرت ہونے کا شرف حاصل ہے، جو تمام دنیا کے مسلمانوں کے لئے محبت واحترام کا قبلہ ہے، اور جس کا ذرہ ذرہ ہر مسلمان کی چشم عقیدت کا سرمہ ہے، "بارک اللہ فیہا وزاد فی شرفہا"۔

سب سے افضل شہر

مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ دنیا کا سب سے مقدس اور افضل ترین شہر ہے، پھر ان دونوں شہروں میں مدینہ منورہ کی سرزمین کا وہ پاک حصہ جو رسول اللہ ﷺ کے جسد اقدس اور اعضاء مبارکہ سے مس کررہا ہے، وہ پورے روئے ارض میں افضل ترین حصہ ہے، قاضی عیاض نے اس پر اجماع نقل کیا ہے کہ یہ حصہ کعبہ مکرمہ سے بھی افضل ہے،(۴) اس جگہ کو چھوڑ کر ان دونوں مقدس شہروں میں کون افضل ہے؟ اس بابت اہل علم کی رائیں مختلف ہیں، امام مالک کے نزدیک مدینہ کو فضیلت حاصل ہے، اس لئے کہ یہی حضور ﷺ کا دارالہجرت ہے، یہیں صحابہ مقیم ہوئے اور رسول اللہ ﷺ سے مدینہ کی فضیلت اور مدینہ کے لئے دعائیں بکثرت منقول ہیں، حنفیہ، شوافع اور حنابلہ کے نزدیک مکہ افضل ہے،(۵) کیونکہ آپ ﷺ نے مکہ سے نکلتے ہوئے فرمایا: تو روئے ارض کا بہترین حصہ ہے،

---

(۱) دیکھئے الملتقی ۱/۹۳

(۲) جواہر الفقہ ۱/۹۸

(۳) کبیری ۴۴۰

(۴) ردالمحتار ۲/۲۵۵

(۵) ردالمحتار ۲/۱۲۵

[illegible] … واحب بقعة في الأرض إلى الله … [illegible]

مدینہ منورہ کا نام

[illegible]

مدینہ کی حدود

[illegible]

[illegible] … (۱۱)

کیا مدینہ حرم ہے؟

[illegible]

[illegible]

اور حدیث ہے کہ حضرت ابو عمیر رضی اللہ عنہ کے پاس ایک پرندہ تھا جس سے کھیلتے رہتے تھے، وہ مر گیا تو آپ ﷺ نے مزاحاً ان سے فرمایا: "یا ابا عمیر ما فعل النغیر" (۱) اگر حرم مدینہ کا شکار بھی حرم مکہ کی طرح حرام ہوتا تو آپ ﷺ نے حضرت ابو عمیر کو اس پرندہ کے پکڑنے سے منع فرمایا ہوتا، نہ یہ کہ ان کی دلداری کی ہوتی۔

مدینہ میں قیام کی فضیلت

جو لوگ مدینہ میں اس کی حیثیت اور تقدس کا احترام کرتے ہوئے رہ سکتے ہوں ان کے لئے مدینہ میں قیام [illegible] ہے اور مکہ میں قیام سے بھی افضل ہے (۲) آپ ﷺ نے فرمایا: جو مدینہ کی تکلیف کو برداشت کرتے ہوئے وہاں قیام کرے گا، وہیں اس کی موت واقع ہوگی، میں قیامت کے دن اس کے حق میں گواہ اور شفیع بنوں گا (۳) مدینہ ہی میں مسجد نبوی واقع ہے، اور آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ مسجد حرام کے سوا دوسری تمام مسجدوں کی نسبت ہزار درجہ سے بڑھ کر اس مسجد میں ایک نماز کا ثواب ہے (۴) حضرت انس رضی اللہ عنہ سے آپ ﷺ کا ارشاد منقول ہے کہ جس نے میری مسجد میں چالیس نمازیں پڑھیں اور ان میں سے کوئی نماز اس سے فوت نہیں ہوئی، تو اس کے لئے جہنم کے عذاب سے اور نفاق سے براءت لکھی جائے گی (۵)

مسجد نبوی کے حکم میں مسجد کا توسیع شدہ حصہ بھی ہے، چنانچہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ اگر اس مسجد میں مدینہ کے قبرستان تک بھی توسیع کر دی جائے تو وہ مسجد نبوی ہی ہوگی۔ "لو زدنا فيه حتى بلغ الجبانة لكان مسجد رسول الله صلى الله عليه وسلم" (۶) البتہ امام نووی کا خیال ہے کہ یہ فضیلت اس حصہ کے لئے مخصوص ہے جسے آپ ﷺ نے تعمیر فرمایا تھا۔ (۷)

مدینہ کے کچھ مبارک مقامات

اسی مسجد میں آپ ﷺ کے منبر اقدس اور حجرۂ مبارکہ کا درمیانی حصہ ہے، جسے آپ ﷺ نے جنت کی کیاریوں میں سے ایک کیاری "روضة من رياض الجنة" قرار دیا ہے (۸) مدینہ ہی میں احد کا پہاڑ واقع ہے، جس کے بارے میں آپ ﷺ نے فرمایا کہ یہ پہاڑ ہم سے محبت کرتا ہے اور ہم اس سے (۹) مدینہ ہی کے قریب قباء ہے، جہاں سب سے پہلے آپ ﷺ نے مسجد کی بنیاد رکھی، اور خود قرآن نے شہادت دی ہے کہ اس مسجد کی بنیاد تقویٰ پر رکھی گئی ہے، ہر ہفتہ آپ ﷺ کبھی پیدل اور کبھی سواری پر یہاں تشریف لے جاتے اور دو رکعت نماز ادا فرماتے، بعض روایتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ عام طور پر ہفتہ کے دن جانے کا معمول تھا (۱۰) مسجد نبوی سے قریب ہی جنت البقیع کا قبرستان واقع ہے، جس میں ہزاروں صحابہ رضی اللہ عنہم آسودۂ خواب ہیں، اس لئے اس بستی کی زیارت بھی مستحب ہے، اور رسول اللہ ﷺ کا بعض اوقات اس مبارک قبرستان میں تشریف لا کر دعا کرنا ثابت ہے (۱۱) غرض مدینہ کے چپہ چپہ پر جان نثاری، قربانی اور وفاداری کی کہانیاں ثبت ہیں، اور شہر کا ایک ایک ذرہ دامن دل کو کھینچتا اور نگاہ محبت کو اپنی جانب متوجہ کرتا ہے، اس لئے قدم قدم پر ان کے احترام کا لحاظ اور ان سے عقیدت و تعلق کا اظہار ضروری ہے، وباللہ التوفیق۔

(قبر شریف کی زیارت اور آداب زیارت کا ذکر مادہ "محمد ﷺ" کے تحت آچکا ہے۔)

---

(۱) ابن ماجہ، حدیث نمبر: ۳۷۲۰

(۲) در مختار و رد المحتار ۲/۲۵۷

(۳) مجمع الزوائد ۳/۳۰۶، قال الہیثمی ورجاله ثقات

(۴) مسلم عن ابی ہریرة ۱/۴۴۶

(۵) مجمع الزوائد ۴/۸، [illegible] رواه احمد والطبرانی فی الاوسط ورجاله ثقات

(۶) [illegible] ۲/۳۳۳

(۷) شرح نووی علی مسلم ۱/۴۴۶

(۸) مسلم ۱/۴۴۶

(۹) مرقاة سابق

(۱۰) مسلم ۱/۴۴۸

(۱۱) دیکھئے ترمذی ۲/۲۲۸ وغیرہ

مذی

مذی سے مراد وہ سفیدی مائل رقیق مادہ ہے جو شہوت اور ہیجان کے وقت مرد کے عضو تناسل سے خارج ہوتا ہے، اسی کیفیت کے ساتھ عورت کے جسم سے جو مادہ خارج ہوتا ہے، اس کو "قذی" کہتے ہیں، (۱) اس کے نکلنے کی وجہ سے وضو واجب ہوتا ہے، چنانچہ حضرت علی ؓ سے مروی ہے کہ میں نے آپ ﷺ سے اس بابت سوال کیا تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ مذی سے وضو اور منی سے غسل واجب ہے، (۲) مذی اور ہر وہ چیز جس سے وضو یا غسل ٹوٹ جاتا ہے نجاست غلیظہ ہے، (۳) اس کے ناپاک ہونے پر فقہاء کا اتفاق ہے، (۴) اس کے پاک کرنے کے سلسلے میں وہی اصول ہیں جو دوسری ان دیکھی غلیظ نجاسات (نجاست غلیظہ غیر مرئیہ) کا حکم ہے، یعنی حنفیہ کے نزدیک اس کے پاک ہونے کے لئے ضروری ہے کہ اسے تین بار دھویا جائے، (۵) چنانچہ حضرت سہل بن حنیف ؓ سے مروی ہے کہ میں نے کپڑے میں لگ جانے والی مذی کے بارے میں سوال کیا تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ یہ کافی ہے کہ ایک چلو پانی لے کر اس سے کپڑے پر چھینٹا مارو، (۶) حدیث میں "نضح" کا لفظ آیا ہے، اور نضح کے معنی پانی بہانے اور دھونے کے بھی آتے ہیں بعض روایات میں "غسل" یعنی دھونے کا حکم ہے، (۷) امام احمد کے ایک قول کے مطابق مذی سے صرف وضو واجب ہوتا ہے، استنجاء یا اس مقام کو دھونا جہاں نجاست لگی ہے بلکہ مستحب ہے۔ (۸)

مرأة

(عورت)

احکام کے لئے دیکھئے: نساء۔

مرابحہ

(نفع کے ساتھ فروخت)

مرابحہ کا مادہ ربح ہے، ربح کے معنی فائدہ کے ہیں، اس طرح مرابحہ کے معنی ایک کا دوسرے کو نفع پہنچانا ہے، شریعت میں خرید و فروخت کی ایک صورت یہ ہے کہ کسی چیز کو پہلی قیمت کا لحاظ کئے بغیر فروخت کیا جائے، اس کو "مساومہ" کہتے ہیں، دوسری صورت یہ ہے کہ کسی شی کو فروخت کرتے وقت پہلی قیمت کا اظہار کیا جائے، اب اگر پہلی ہی قیمت میں فروخت کرے تو "تولیہ" ہے اور اس پر اضافہ کے ساتھ فروخت کرے تو "مرابحہ" ہے، اسی طرح شریعت کی اصطلاح میں مرابحہ یہ ہے کہ کوئی آدمی جس چیز کو جتنے میں حاصل کرے، اس پر نفع کے ساتھ فروخت کرے، "المرابحة بيع ما ملكه بما قام عليه وبفضل"، (۹) مرابحہ کی یہ تعریف صاحب تنویر کی بیان کردہ ہے، جو سب سے جامع اور پوری طرح مرابحہ کے مصداق کو حاوی و شامل ہے، نیز اس تعریف سے ان اعتراضات و شبہات سے بھی حفاظت ہو جاتی ہے، جو اہل فن نے کیا ہے، اور جن کا ابن نجیم نے تفصیل سے ذکر کیا ہے۔ (۱۰)

مرابحہ دراصل اپنے ماسبق سے مربوط ہوتا ہے یعنی آدمی نے جس قیمت میں اس چیز کو حاصل کیا ہے، اسی پر اضافہ کے ساتھ فروخت کرنے کا نام مرابحہ ہے، خواہ اس نے یہ چیز خرید کر باہم مقررہ قیمت (ثمن) پر حاصل کیا ہو، یا کسی کی چیز غصب کرلی تھی اور اس کو بازار کے عام نرخ (قیمت) کے مطابق اس کا عوض دیا ہو، یا اس نے کسی کو کوئی چیز ہبہ کی تھی اور اس شخص نے اس کے عوض میں یہ سامان ہبہ کیا، یا یہ اس کی موروثی چیز تھی، ورثاء نے سامان کی قیمت لگائی اور اسی قیمت کے تناسب سے فروخت کرنے لگے

---

(۱) ہندیہ ۱؍۱۰

(۲) ترمذی، باب ما جاء فی المنی والمذی

(۳) ہندیہ ۱؍۴۶

(۴) بدائع الصنائع ۱؍۶۳

(۵) بدائع الصنائع ۱؍۸۶

(۶) ترمذی، باب فی المذی یصیب الثوب

(۷) ابو داؤد، حدیث نمبر ۲۱۰

(۸) دیکھئے: المغنی ۱؍۲۰۲

(۹) الدر المختار ۴؍۱۳۲-۱۳۵

(۱۰) دیکھئے: البحر الرائق ۶؍۱۰۷-۱۰۸

حصہ میں؛ ان تمام صورتوں میں جس شخص کو یہ چیز حاصل ہوئی، اگر اس نے اس کو نفع کے ساتھ فروخت کیا تو یہ تمام صورتیں مرابحہ میں داخل ہیں، اور مرابحہ کی مذکورہ تعریف ان سب کو شامل ہے۔

بعض دفعہ دوسرے اسباب کے تحت سامان کی قیمت بڑھ جاتی ہے، مثلاً کپڑا خریدا اور اسے رنگوایا یا سلوایا تو رنگائی اور سلائی کے پیسے بڑھ گئے، یا کہیں دور خرید کر وہاں سے ترسیل کرائے یا کسی دلال کے واسطے سے سامان خریدا تو ظاہر ہے کہ باربرداری اور دلالی کی اجرت کا اضافہ ہو جائے گا، تو اس اضافہ کو قیمت میں جوڑ سکتا ہے، علامہ حصکفی نے اس سلسلے میں یہ اصول بتایا ہے کہ ہر وہ چیز جو اس سامان میں اضافہ کرتی ہو، جیسے رنگوائی اور سلوائی یا اس کی قیمت میں، جیسے باربرداری تو اسے اصل قیمت کے ساتھ ملایا جائے گا: کل ما یزید فی المبیع او فی قیمتہ یضم۔(۱)

البتہ اس زائد رقم کو ملا کر یہ نہ کہے کہ میں نے اس کو اتنی قیمت میں خریدا ہے کہ ایسا کہنا جھوٹ ہوگا، بلکہ یوں کہے کہ یہ چیز مجھے اتنے میں پڑی ہے، قام علیہ بکذا۔(۲) مثلاً دس روپے میں ایک چیز خریدی اور مزید پانچ روپے خرچ کرنے پڑے تو یوں کہے: مجھے یہ چیز پندرہ روپے میں پڑی ہے۔

درست ہونے کی شرط

مرابحہ صحیح ہونے کے لئے ضروری ہے کہ پہلی قیمت واضح کی جائے، اور دوسرا خریدار اس کو جان لے، دوسرے: نفع بھی معلوم و متعین ہو، تیسرے: اس سامان کو جس چیز کے عوض خریدا تھا وہ مثلی ہو، یعنی اس کی مقدار پیمانے سے ناپ کر، تول کر معلوم کی جاتی ہو، یا گن کر اس کی مقدار متعین کی جاتی ہو، لیکن اس کے افراد میں کوئی زیادہ تفاوت نہ پایا جاتا ہو (عددیات متقاربہ) چوتھے: جو خرید و فروخت ہوئی تھی، اس میں ایک طرف سے اضافہ سود قرار پاتا ہو، کیونکہ ایسی صورت میں مرابحہ سود کا باعث ہوگا، جیسے کسی شخص نے دس تولہ چاندی دس تولہ چاندی کے بدلے فروخت کی، اب خریدار اس کی دس تولہ چاندی کو گیارہ تولے کے بدلے فروخت کرنا چاہے تو یہ سود ہونے کی وجہ سے حرام ہوگا۔(۳)

اگر بیچنے والے نے دھوکہ دیا؟

اگر بعد کو یہ بات ظاہر ہوئی کہ فروخت کرنے والے نے خیانت سے کام لیا ہے، اور جس قیمت میں اسے یہ چیز پڑی تھی، اس سے زیادہ قیمت بتائی، خواہ یہ خود اس کے اقرار سے ثابت ہو یا گواہان کے ذریعہ، یا اس سے قاضی نے قسم کا مطالبہ کیا اور اس نے اس سے انکار کیا، بہر صورت خریدار کو حق ہوگا کہ یا تو اسے پوری قیمت ادا کر کے لے لے یا واپس کر دے، یہ حق نہیں ہوگا کہ اس دھوکہ کی وجہ سے کم قیمت ادا کرے اور اسے لے لے۔(۴)

اگر اس دوسرے خریدار نے سامان کو قصداً ضائع کر دیا یا ضائع ہو گیا یا اس میں کوئی ایسا عیب پیدا ہو گیا، جس کی وجہ سے خریدار واپس نہیں کر سکتا تو اب اس کو پوری قیمت مقررہ ادا کرنی ہوگی، اور واپس کرنے کا اختیار بھی نہ ہوگا۔(۵) خیانت قیمت کی مقدار میں بھی ہو سکتی ہے اور اس کی صفت اور کیفیت میں بھی، مثلاً ایک شخص نے ایک سامان پچاس روپے میں ادھار خریدا، اور دوسرے خریدار سے یہی قیمت بتائی، لیکن یہ نہ بتایا کہ اس نے ادھار خریدا تھا، تو یہ بھی خیانت ہے، کیونکہ عام طور پر ادھار کی قیمت نقد سے زیادہ ہوتی ہے، اور اس صورت میں بھی اس خریدار کو معاملہ کے رد کرنے کا اختیار ہوگا۔(۶) واضح رہے کہ مرابحہ میں فروخت کنندہ کو وہ قیمت بتانی ضروری ہے جو معاملے کے وقت طے

---

(۱) درمختار ۱۵۵/۴

(۲) حوالۂ سابق، البحر الرائق ۱۱۷/۶

(۳) دیکھئے: بدائع الصنائع ۲۲۳/۵-۲۲۴

(۴) درمختار و ردالمحتار ۱۵۵/۴

(۵) درمختار ۱۵۶/۴

(۶) بدائع الصنائع ۲۲۵/۵

بنا لی گئی، مثلاً ۱۰۰ روپے قیمت طے پائی، اور بعد میں باہمی رضا مندی سے ثمن ۱۲۰ روپے کے کپڑے سے بدل دیئے تو مرابحہ میں ۱۰۰ روپے ہی بتانا ہوگا، نہ کہ کپڑے، البتہ اگر طے شدہ قیمت میں فروخت کنندہ نے قیمت کم کردی تھی، مثلاً ۱۰ روپے چھوڑ دیئے، تو اس صورت میں اس کی قیمت ۹۰ روپے ہی متصور ہوگی۔ ۱۰۰ روپے بتانا خیانت تصور کی جائے گی۔(۱)

نقد و اُدھار قیمت میں فرق

آج کل جو اسلامی مالیاتی ادارے لوگوں کی رقم جمع کرکے سرمایہ کاری کرتے ہیں، اس میں مرابحہ کی صورت بکثرت مروج ہے، کیونکہ اس صورت میں سرمایہ کار کو نقصان کا اندیشہ نہیں ہوتا، اس سلسلے میں چند سوالات ہیں، جو قابل توجہ ہیں، اول یہ کہ اس میں نقد و ادھار قیمت میں فرق کیا جا سکتا ہے، کہ ایک چیز نقد سو روپے میں دے اور ادھار ایک سو دس روپے میں، کیا یہ صورت سود کی نہیں ہے؟ اس سلسلے میں فقہاء کے یہاں صراحت موجود ہے کہ نقد اور ادھار قیمت میں تفاوت جائز ہے، بشرطیکہ نقد اور ادھار میں سے ایک پر معاملہ طے پا جائے،(۲) یہ رائے نہ صرف فقہاء حنفیہ کی ہے بلکہ دوسرے فقہاء کی بھی ہے، صاحب ہدایہ خود مرابحہ کے ذیل میں فرماتے ہیں کہ قیمت میں مدت کی وجہ سے بھی اضافہ کیا جاتا ہے:

"الا یری انہ یزاد فی الثمن لاجل الاجل"۔(۳)

بیع یا وعدۂ بیع

آج کل ایسا بھی ہوتا ہے کہ سرمایہ کاری کے ادارے خود پاس مال نہیں رکھتے، آرڈر دینے پر خریدتے اور پھر اسے نفع کے ساتھ گاہک کو بیچتے ہیں، اس صورت میں گاہک سے جو ان کا معاملہ طے ہوتا ہے اسے بیع نہیں بلکہ وعدۂ بیع تصور کیا جائے گا، وعدے کے سلسلے میں اصول یہ ہے کہ اس کو پورا کرنا دیانۃً واجب ہے، قضاءً نہیں، یعنی اگر دونوں فریق میں کوئی بھی خریدنے اور بیچنے کے وعدے سے مکر جائے اور اس نے ایسا کسی ایسے عذر کی بنا پر نہ کیا ہو جو شرعاً قابل قبول ہے تو وعدہ خلافی کا گناہ ہوگا، لیکن قضاءً اس کی تکمیل واجب نہیں ہے، اگر خریدار لینے سے انکار کرے یا بیچنے والا اس سامان کی فراہمی سے معذور ہو، اشرف علی تھانوی نے بھی اس صورت کو وعدۂ بیع قرار دیا ہے(۴) یہی بات شیخ مصطفیٰ زرقاء نے لکھی ہے۔(۵) البتہ دونوں فریق میں لین دین کا جو وقت طے پایا تھا، اس وقت اگر لین دین ہو جائے اور زبان سے ایجاب و قبول نہ ہو تو یہ لین دین ہی معاملہ کی تکمیل کے لئے کافی ہو جائے گا، مزید زبانی ایجاب و قبول کی ضرورت نہ ہوگی، اس کو فقہ کی اصطلاح میں "بیع تعاطی" کہتے ہیں۔

مراطلہ (فقہ مالکی کی ایک اصطلاح)

مراطلہ کی اصطلاح فقہ مالکیہ کے یہاں استعمال ہوتی ہے، سونے کے سونے یا چاندی کی چاندی سے ہم وزن خرید و فروخت ہو، لیکن ایک طرف سے مال زیادہ عمدہ ہو اور دوسری طرف سے نسبتاً ردی، اسی کو "مراطلہ" کہتے ہیں، اور فقہاء مالکیہ نے غالباً سود سے بچنے کی غرض سے اس کو حرام قرار دیا ہے۔(۶)

مراہق (قریب البلوغ)

مراہق کے معنی عام طور پر قریب البلوغ کے کئے جاتے ہیں، فیروزآبادی نے "راہق الغلام" کا معنی لکھا ہے "قارب الحلم"(۷) شیخ مصطفیٰ زرقاء نے مراہق کی اس طرح توضیح کی ہے کہ بلوغ کی کم سے کم اور زیادہ سے زیادہ عمر کے درمیان کا زمانہ

---

[۱] بدائع الصنائع ۲۲۵/۵، البحر الرائق ۱۰۶/۶

[۲] ہدایہ ۷۴/۳

[۳] ہدایہ، باب المرابحۃ

[۴] امداد الفتاویٰ: ۹۳/۳

[۵] المدخل الفقہی العام ۳۲۳/۱

[۶] الفقہ الاسلامی وادلتہ ۳۷۰۴/۵

[۷] القاموس المحیط ۱۱۴۹

"مراہقت" کہلاتا ہے، واضح ہو کہ بلوغ کی کم سے کم عمر لڑکیوں کے لئے نو سال اور لڑکوں کے لئے بارہ سال مانی گئی ہے، اور زیادہ سے زیادہ عمر امام ابو حنیفہؒ کے یہاں لڑکوں کے لئے اٹھارہ اور لڑکیوں کے لئے سترہ سال کی ہے، لیکن جمہور فقہاء اور خود امام ابو یوسفؒ اور امام محمدؒ کے نزدیک لڑکوں اور لڑکیوں دونوں میں زیادہ سے زیادہ عمر بلوغ پندرہ سال ہے، اور حنفیہ کے یہاں اسی پر فتویٰ ہے، مگر بلوغ کی عجلت اور تاخیر میں موسم، غذا اور سماجی حالات کا بھی اثر پڑتا ہے، اس لئے بارہ سال سے پندرہ سال تک کی عمر کے نابالغ لڑکے اور لڑکیوں کو مراہق سمجھا جائے گا۔(۱)

مراہق کا حکم

مراہق کے احکام عام طور پر وہی ہیں، جو "باشعور نابالغ" (صبی ممیز) کے ہیں، البتہ جس عورت کو تین طلاق اس کے شوہر نے دے دی ہو، مراہق سے اس کا نکاح ہو، اور وہ اس سے مقاربت کرلے، تو وہ عورت پہلے شوہر کے لئے حلال ہو جائے گی۔(۲)

مرتد

مرتد کا لفظ "ارتداد" سے ماخوذ ہے، اسلام قبول کرنے کے بعد دین حق سے پھر جانے کا نام ارتداد ہے، مرتد کے احکام لفظ ارتداد کے تحت مذکور ہو چکے ہیں۔

مرسل

یہ حدیث کی ایک خاص اصطلاح ہے لفظ حدیث کے تحت وضاحت آچکی ہے۔

مرض (مرض، بیماری)

اللہ تعالیٰ نے انسان کو بہترین جسمانی قالب عطا فرمایا ہے، جس سے بہتر اور کوئی سانچہ نہیں ہو سکتا، پھر عقل و دانائی کی صورت میں اس کو ایسی نعمت کبریٰ سے نوازا گیا ہے، کہ اپنے جسم و صحت کی حفاظت کا سروسامان کرنے کی جو صلاحیت اس میں ہے، کسی اور مخلوق میں اس کی مثال نہیں مل سکتی، اس کے باوجود عوارض سے وہ بھی خالی نہیں، اور بیماری کے سامنے وہ بھی عاجز و مغلوب ہے، اور ایسا ہونا بھی ضرور تھا ورنہ عجز و فروتنی اور اپنی ناطاقتی کا احساس شاید اس کے قریب بھی نہ پھٹک پاتا، انسان کتنے بھی جتن کرلے، لیکن شفاء بہرحال اللہ ہی کے ہاتھ میں ہے۔

بیماری کا عذاب ہونا ضروری نہیں

اسلام کا تصور یہ ہے کہ بیماری اور شفاء اللہ کی طرف سے ہے، اس میں فرماں بردار اور نافرمان کی کوئی تخصیص نہیں، حضرات انبیاء کرام جو تمام مخلوقات میں افضل ہیں، وہ بھی بیماری سے دوچار ہوئے ہیں، اور رسول اللہ ﷺ جو تمام پیغمبروں میں افضل ہیں، متعدد بار مریض ہوئے ہیں، اور بیماری کی تکلیفیں اٹھائی ہیں، یہ ضرور نہیں کہ بیماری اللہ کا عذاب اور اس کے ناراض ہونے کی دلیل ہو، بیماری اللہ کی طرف سے امتحان اور آزمائش بھی ہو سکتی ہے، مومن کے لئے اس کے گناہوں کا کفارہ بھی ہو سکتی ہے، آپ ﷺ سے مروی ہے کہ مومن کو جو بھی تکلیف پہنچتی ہے، یہاں تک کہ اگر کوئی کانٹا بھی چبھتا ہے، تو یہ اس کے لئے اس کے گناہوں کا کفارہ ہوتا ہے،(۳) اسی طرح بیماری مومن کے لئے اس کے درجات کی بلندی کا باعث بھی ہو سکتی ہے جیسا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا ہی سے روایت ہے،(۴) اسی لئے بیماری سے بدشگونی نہیں لینی چاہئے، حضرت ابو ہریرہؓ کی روایت میں ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ جس سے خیر کا ارادہ رکھتے ہیں، اسے مصیبت میں مبتلا فرماتے ہیں: "من یرد اللہ بہ خیراً یصب منہ "(۵) علامہ

---

(۱) المدخل الفقہی العام ۲/۸۰۲

(۲) ہدایہ مع الفتح ۳/۳۴۳، باب الرجعة

(۳) بخاری مع الفتح ۱۰/۱۰۴، کتاب المرضیٰ

(۴) فتح الباری ۱۰/۱۰۹

(۵) بخاری مع الفتح ۱۰/۱۰۸

قرافی نے لکھا ہے کہ مصائب پر انسان راضی ہو یا نہ ہو، وہ بہر طور اس کے لئے کفارہ بنتی ہیں، اور حافظ ابن حجرؒ کا خیال ہے کہ اگر آدمی اللہ کی ابتلاء پر راضی رہے تو اس رضا بتقدیر کا اجر بھی ہوگا، اور گناہ تو معاف ہوں گے ہی۔ (۱)

یہ وضاحت اس لئے کی گئی ہے کہ بعض مذاہب میں بیماری کو پچھلے جنم کے گناہوں کی سزا تصور کیا جاتا ہے، یہ تصور انسان کے گنہگار ہونے کے خیال کو تقویت دیتا ہے، اور ایسے معذور و مجبور لوگوں کے لئے جذبۂ رحم کے بجائے جذبۂ نفرت پیدا کرتا ہے، اسلام نے مرض کے سلسلے میں جو تصور دیا، اس سے مریض کے لئے رحم کے جذبات ابھرتے ہیں اور خود مریض کے لئے یہ بات تسکین خاطر کا باعث ہے۔

مریض اور اس کے احکام

جسم کا صحیح اعتدال میں باقی نہ رہنا مرض ہے (۲) مرض بھی ان اسباب میں سے ہے جن کی وجہ سے بہت سے احکام شریعت میں سہولت اور آسانی پیدا ہوتی ہے۔

☆ بیماری کی وجہ سے وضوء اور غسل کی بجائے تیمم کی اجازت ہے، اس پر تمام فقہاء کا اتفاق ہے۔ (۳)

(تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو: تیمم)

☆ اگر اعضاء غسل میں سے کسی عضو پر زخم یا چوٹ کی وجہ سے پٹی بندھی ہو، تو پٹی پر مسح کر لینا کافی ہے، اس عضو کو دھونا ضروری نہیں۔ (ملاحظہ ہو: جبیرہ)

☆ اگر کوئی شخص ایسا مریض ہو کہ اس کا وضوء نہیں ٹھہر پاتا، جیسے مسلسل پیشاب کے قطرات آتے رہتے ہیں یا استحاضہ میں مبتلا ہو تو ایسے مریض ہر نماز کے وقت نیا وضوء کر کے، نماز ادا کر سکتے ہیں، گو وہ عذر باقی ہو۔ (دیکھئے: معذور، استحاضہ)۔

بیٹھ کر نماز

جو شخص بیماری کی وجہ سے کھڑے ہو کر نماز نہ پڑھ سکتا ہو، اس کے لئے بیٹھ کر نماز ادا کرنا جائز ہے، حضرت عمران بن حصینؓ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: کھڑے ہو کر نماز پڑھو، اگر کھڑے ہو کر نہ پڑھ سکو تو بیٹھ کر ادا کرو، اور بیٹھ کر بھی نہ پڑھ سکو تو لیٹ کر۔ (۴)

کھڑے ہو کر نماز پڑھنے پر قادر ہونے سے مراد یہ ہے کہ یا تو کھڑا ہو ہی نہ سکتا ہو، جیسے مفلوج ہو، یا سخت تکلیف کے بغیر کھڑا ہونا ممکن نہ ہو، یا ماہر اطباء کا مشورہ ہو کہ اگر کھڑے ہو کر نماز پڑھے گا تو بیماری بڑھ جائے گی یا صحت میں تاخیر ہوگی، (۵) البتہ قیام پر قدرت کے باوجود بیٹھ کر فرض نماز کا پڑھنا جائز نہیں، اگر پورے وقت کا قیام دشوار ہو لیکن کچھ دیر کھڑا رہ سکتا ہو مثلاً تحریمہ کے بقدر تو اتنی دیر کھڑے رہ کر پھر بیٹھ جانا چاہئے۔ (۶)

بیٹھنے کی کوئی ہیئت متعین نہیں، جس طرح بیٹھنے میں سہولت ہو، اسی طرح بیٹھ کر نماز ادا کرے، تشہد کی بیٹھک، آلتی پالتی یا کسی اور طرح، (۷) —— اگر بیٹھ کر پڑھتے ہوئے رکوع اور سجدہ کر سکتا ہے تو رکوع اور سجدہ کرے، اور اگر رکوع اور سجدہ اپنی ہیئت پر ممکن نہ ہو تو سر کے اشارے سے رکوع اور سجدہ کرے، اور سجدہ کو بمقابلہ رکوع کے زیادہ پست رکھے، کچھ بھی ہو کسی چیز کو اٹھا کر سر سے لگا لینا سجدہ کے لئے کافی نہیں، (۸) البتہ اگر زمین پر تکیہ یا کوئی ایسی سخت چیز رکھی ہوئی ہو جس پر پیشانی ٹک جاتی ہو اور اسی پر سجدہ کرے تو یہ کافی ہے۔ (۹)

---

(۱) فتح الباری ۱۱۰/۱۰

(۲) کتاب التعریفات ۲۳۸

(۳) الفقہ الاسلامی و ادلتہ ۱/۴۸۹

(۴) ترمذی ۱/۸۵، باب ما جاء ان صلاۃ القاعد علی النصف من صلاۃ القائم

(۵) مراقی الفلاح مع الطحطاوی ۲۳۴

(۶) کبیری ۲۶۱

(۷) طحطاوی علی المراقی ۲۳۴

(۸) مراقی الفلاح و طحطاوی ۲۳۵، کبیری ۲۶۵

(۹) کبیری ۲۶۱

لیٹ کر نماز

اگر بیٹھ کر بھی نماز پڑھنے کی قدرت نہیں، تو لیٹ کر نماز ادا کی جاسکتی ہے، لیٹ کر نماز پڑھنے کی دو صورت ہے، چت لیٹے یا پاؤں بھی قبلہ کی طرف رہے، اور رکوع اور سجدہ کے لئے سر سے اشارہ کرے، البتہ اس صورت میں سر کے نیچے تکیہ رکھ لینا چاہئے تاکہ چہرہ بھی قبلہ کی طرف ہو سکے اور رکوع اور سجدہ کا اشارہ بھی ممکن ہو، کہ اگر سر کے نیچے تکیہ نہ ہو تو چہرہ کا رخ آسمان کی طرف رہے گا نہ کہ قبلہ کی طرف، نیز بہتر ہے کہ مریض اپنے گھٹنوں کو اوپر اٹھا لے تاکہ پاؤں کا رخ قبلہ کی بجائے زمین کی طرف ہو جائے، دوسرا طریقہ یہ ہے کہ دائیں کروٹ پر اس طرح لیٹے کہ چہرہ قبلہ کی طرف ہو، پہلی صورت یعنی چت لیٹ کر نماز ادا کرنا زیادہ بہتر ہے۔(۱)

اشارہ سے نماز

اگر لیٹ کر بھی سر سے اشارہ ممکن نہ ہو تو محض آنکھ اور بھوں کے اشارے یا دل کے اشارہ سے نماز کی ادائیگی نہیں ہو سکتی، یہی حنفیہ کے یہاں ظاہر روایت ہے، کیونکہ سجدہ سر کا عمل ہے نہ کہ ان اعضاء کا، امام ابو یوسفؒ کے نزدیک آنکھوں اور بھووں کے اشارے سے بھی نماز ادا کی جاسکتی ہے۔(۲)

سوال یہ ہے کہ اگر آدمی اس حالت کو پہنچ جائے تو کیا اب بھی فریضہ نماز اس سے متعلق رہتا ہے یا ساقط ہو جاتا ہے؟ اس پر اتفاق ہے کہ اگر بیماری کی شدت کی وجہ سے ہوش و حواس بھی جاتا رہا اور یہ بے ہوشی پانچ نمازوں کے اوقات سے زیادہ برقرار رہی، تو اس درمیان فریضہ نماز اس سے متعلق نہیں رہے گا، اور اس کی قضاء اس پر واجب نہ ہوگی، اس پر بھی اتفاق ہے کہ ہوش و حواس باقی رہا، لیکن اس کی معذوری اور بیماری نے اتنا طول کھینچا کہ وفات ہوگئی، اور عذر دور نہ ہوا، ایسی صورت میں اس پر ان نمازوں کی بابت فدیہ ادا کرنے کی وصیت کرنا واجب نہیں، اور نہ وہ اس کے لئے گنہگار ہوگا۔

لیکن اختلاف اس صورت میں ہے، جب وہ بیماری سے شفایاب ہو جائے اور اسے نماز ادا کرنے کی قدرت حاصل ہو جائے، تو کیا اس پر ان فوت شدہ نمازوں کی قضاء واجب ہوگی یا نہیں؟ خود مشائخ حنفیہ کے اس سلسلے میں دو طرح کے اقوال ملتے ہیں، ایک یہ کہ نماز کی قضاء واجب ہوگی، اسی کو صاحب ہدایہ نے اپنی کتاب "التجنیس والمزید" میں ترجیح دیا ہے، دوسرا قول ہے کہ نماز ساقط ہو جائے گی، اور ان کی قضاء واجب نہ ہوگی، اکثر فقہاء قاضی خان، شیخ الاسلام خواہر زادہ، فخر الاسلام، علامہ کاسانی اور امام طحاوی وغیرہ نے اسی کو ترجیح دیا ہے، اور فتاوی ظہیریہ میں کہا گیا ہے کہ اسی پر فتوی ہے،(۳) اور یہی قول مزاج شریعت سے زیادہ قریب ہے۔

مالکیہ اور شوافع کے نزدیک اگر کوئی شخص اشارے سے رکوع اور سجدہ پر قادر نہ ہو تو گوشۂ چشم کا اشارہ بھی نیت کے ساتھ رکوع و سجدہ کے لئے کافی ہوگا،(۴) حنابلہ سے دو قول منقول ہیں، قول مشہور وہی ہے جو شوافع اور مالکیہ سے منقول ہے۔(۵)

متفرق مسائل

اگر مریض قیام پر قادر ہو اور رکوع، سجدہ پر قادر نہ ہو یا قیام اور رکوع پر قادر ہو، سجدہ پر قادر نہ ہو تو وہ کھڑے ہو کر بھی نماز پڑھ سکتا ہے، اور بیٹھ کر بھی، دونوں صورتوں میں رکوع اور سجدہ اشارہ سے کرے گا، تاہم بیٹھ کر پڑھنا افضل ہے کہ اس صورت میں سجدہ کا اشارہ سجدہ کی ہیئت سے قریب تر ہوگا۔(۶)

---

(۱) کبیری ۲۵۹، مراقی الفلاح ۲۳۶-۲۳۵

(۲) کبیری ۲۶۰

(۳) مراقی الفلاح ۲۳۶، کبیری ۲۶۱-۲۶۰

(۴) الشرح الصغیر ۱/۳۶۰، ۳۶۲، المہذب ۱/۳۳۳ (مع تعلیق الزحیلی)

(۵) المغنی ۱/۴۲۳

(۶) کبیری ۲۶۲

اگر کھڑے ہو کر نماز پڑھنے کی صورت میں اندیشہ ہو کہ پیشاب ہونے کا اندیشہ ہو کہ خون یا پیشاب نکل آئے گا، اور بیٹھ کر نماز پڑھے تو ایسا نہ ہوگا، یا سجدہ کرنے کی صورت میں یہ تقاضہ پیش آئے گا، اور رکوع سجدہ کا اشارہ کرنے کی صورت میں ایسا نہ ہوگا، تو پہلی صورت میں بیٹھ کر نماز پڑھے، اور دوسری صورت میں اشارہ سے رکوع اور سجدہ کرے۔ (۱)

کھڑے ہو کر نماز پڑھنے تو قراءت پر قادر نہ ہو اور بیٹھ کر قراءت سے نماز ادا کر سکتا ہو تو اسے بیٹھ کر نماز ادا کرنی چاہئے۔ (۲)

مریض اور جماعت

تنہا نماز پڑھنے میں قیام پر قادر ہو اور امام کے ساتھ نماز پڑھنے میں کھڑا نہیں رہ سکتا، تو امام کے ساتھ کھڑے ہو کر نماز شروع کرے پھر بیٹھ جائے اور رکوع کے وقت کھڑا ہو جائے [illegible] جماعت کی فضیلت حاصل ہو جائے [illegible] اور امام شافعی کے نزدیک اگر تنہا قراءت کے ساتھ کھڑے ہو کر نماز ادا کر سکتا ہے تو [illegible] قیام فرض ہے، اور جماعت سنت ہے [illegible] ہے۔ (۳)

نماز کے درمیان بیمار ہو جائے

نماز حالت صحت میں قیام کے ساتھ شروع کی [illegible] میں بیماری کا حملہ ہوا، اب کھڑا نہیں رہ سکتا تو بیٹھ کر رکوع سجدہ کے ساتھ [illegible] سکتا ہو تو اس کی قدرت نہ ہو تو اشارہ سے

وغیرہ کے ساتھ اور بیٹھ کر بھی ممکن نہ ہو تو لیٹ کر پوری کرے۔ (۴)

درمیان میں صحت ہو جائے

نماز کا ابتدائی حصہ بیماری کی وجہ سے بیٹھ کر ادا کیا، درمیان نماز ہی میں صحت ہو گئی، اور اب کھڑے ہونے پر قادر ہے، تو امام ابو حنیفہ اور امام ابو یوسف کے نزدیک کھڑا ہو کر نماز ادا کرے [illegible]

[illegible]

[illegible]

اشارہ [illegible] کی وجہ سے بیٹھ کر نماز ادا کرے

[illegible]

[illegible]

---

(۱) [illegible]
(۲) [illegible] الکبیری [illegible]
(۳) [illegible]
(۴) [illegible]
(۵) الہندیہ [illegible]
(۶) [illegible]

(۷) [illegible]
(۸) [illegible]
(۹) [illegible]
(۱۰) [illegible]
(۱۱) [illegible]

ہے،(۱) کیونکہ مرض وفات میں آپ ﷺ نے بیٹھ کر امامت فرمائی ہے اور حضرت ابو بکرؓ اور مسلمانوں نے کھڑے ہو کر اقتداء کی ہے،(۲) ظاہر ہے کہ یہ آپ کا آخری عمل تھا، اس طور پر اس عمل سے پہلے جو عمل کیا گیا، ممکن ہے کہ وہ منسوخ ہو گیا ہو۔

مریض اور روزہ

بیماری کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے رمضان کا روزہ توڑنے اور صحت مند ہونے کے بعد اس کی قضاء کرنے کی اجازت دی ہے، (البقرۃ: ۱۸۴) اسی لئے فی الجملہ اس بات پر فقہاء کا اتفاق ہے کہ مریض روزہ افطار کر سکتا ہے،(۳) مرض کے بڑھ جانے کا اندیشہ ہو یا صحت میں تاخیر کا اندیشہ ہو، روزہ کی وجہ سے جسم کو جسمانی نقصان پہنچے یعنی کسی عضو کے تلف ہو جانے کا خطرہ ہو یا ابھی تو بیمار نہ ہو لیکن روزہ رکھنے کی صورت میں بیمار ہو جانے کا قوی اندیشہ ہو، جیسے بیماری سے شفاء ہو چکی ہو، ان تمام صورتوں میں روزہ نہ رکھنے کی گنجائش ہے اور اس سلسلہ میں خود مریض کی رائے جو علامات، تجربات، یا ماہر اطباء کے مشورہ پر مبنی ہو اور گمان غالب کے درجہ کی ہو، کافی ہے،(۴) خواہ طلوع صبح سے پہلے ہی سے بیمار ہو یا روزہ شروع کرنے کے بعد بیمار ہوا ہو، دونوں ہی صورتوں میں روزہ توڑنے کی گنجائش ہے،(۵) یہی رائے حنفیہ، حنابلہ اور دوسرے فقہاء کی بھی ہے۔(۶)

مریض کے لئے حج میں سہولتیں

حج میں بھی متعدد مسائل ہیں، جن میں مریض کے لئے رعایت ہے، مریض خود سفر حج کرنے کی بجائے حج بدل کرا سکتا ہے،(۷) احرام باندھنے کے بعد ایسا مریض ہو جائے کہ سفر جاری نہ رکھ سکے تو اس کا حکم محصر کا ہوگا، مریض جو خود رمی کرنے یا جمرات تک جانے کی قدرت نہیں رکھتا، نیابۃً دوسرے سے رمی کرا سکتا ہے، مریض سواری پر طواف و سعی کر سکتا ہے، مریض بوقت ضرورت حالت احرام میں بال مونڈ سکتا ہے، البتہ فدیہ ادا کرنا ہوگا، ان مسائل کو خود "حج" کے تحت دیکھا جائے۔

مرض وفات سے مراد

شخصی اور معاشرتی احکام میں عام طور پر مریض اور صحت مند کے درمیان فرق نہیں ہے، البتہ کچھ خاص احکام ہیں جو مرض وفات سے متعلق ہیں، اس لئے ضروری ہے کہ پہلے خود مرض وفات کی حقیقت کو سمجھ لیا جائے، مرض وفات کی تعریف کے سلسلہ میں مختلف اقوال منقول ہیں اور ان میں خاصا فرق و تفاوت پایا جاتا ہے،(۱) حصکفی نے لکھا ہے کہ بیماری یا کسی اور وجہ سے اس کی ہلاکت یقینی ہو اور وہ گھر سے باہر نکل کر اپنی ضروریات پوری کرنے سے عاجز ہو،(۲) فقیہ ابو اللیث سے منقول ہے کہ وہ مرض موت کے تحقق کے لئے فراش ہونے کو ضروری قرار نہ دیتے تھے، اس بات کو کافی سمجھتے تھے کہ عام طور پر یہ بیماری ہلاکت تک پہنچتی ہو، شامی نے اس کی تائید کی ہے، اور لکھا ہے کہ صدر شہید کا قول بھی اسی پر تھا اور یہی امام محمدؒ کے کلام سے ہم آہنگ ہے، پھر اس رائے کے حق میں بعض اور جزئیات بھی نقل کئے ہیں۔(۳) البتہ ایسے امراض جو عام طور پر طویل المدت ہوا کرتے ہیں، وہ اسی وقت مرض موت شمار ہوں گے، جب کہ ان میں مسلسل اضافہ ہو رہا ہو، اگر وہ ایک خاص حد پر آکر رک گیا اور سال بھر بھی اس پر کوئی اضافہ نہیں ہوا تو یہ مرض موت شمار نہیں کیا جائے گا [illegible] ہے۔

---

(۱) نصب الرایۃ ۲/۳۶، شرح مہذب ۴/۲۶۵

(۲) المغنی ۲/۱۰۴

(۵) البحر الرائق ۲/۳۰۳

(۶) دیکھئے فتح القدیر ۲/۳۵۲

(۴) الدر مع الرد ۳/۳۶۰-۳۶۱

(۶) بخاری، حدیث نمبر: ۶۸۸، باب انما جعل الامام لیؤتم بہ

(۳) البحر الرائق ۲/۲۷۸، نصب الرایۃ ۱/۴۲

(۷) المہذب ۱/۱۸۸، المغنی ۳/۲۲-۴۱

(۸) الدر المختار مع الرد ۳/۳۸۰

والمقعد والمفلوج إذا تطاول ولم يقعد في الفراش كالصحيح ثم رمز للتطاول سنة وفي التقديم المفلوج والمسلول والمقعد ما دام يزداد كالمريض۔ (۱)

یعنی اپاہج، مفلوج، سل زدہ کا مرض طول پکڑ لے اور وہ فراش نہ ہو تو صحت مند کی طرح ہے، پھر شمس الائمہ حلوانی سے منقول ہے کہ مرض کے طویل ہونے کی حد ایک سال ہے اور یہی متعین ہے۔ مفلوج، سل زدہ کا مرض جب تک بڑھتا رہے وہ مریض موت ہی کے حکم میں ہے۔

گویا جو مرض وقفۂ صحت کے بغیر موت تک پہنچا ہو، مرض وفات ہے۔

مرض وفات کی طلاق

مرض وفات کی حالت میں دی گئی طلاق کا مکمل اثر عورت کی عدت گذرنے کے بعد ہوتا ہے یعنی شوہر کے طلاق دینے کے بعد بھی اگر عورت کی عدت طلاق گذرنے سے پہلے ہی اس کی وفات ہوگئی تو گو شوہر طلاق دے چکا ہے پھر بھی عورت میراث کی مستحق ہوگی۔ (تفصیل خود "طلاق" کے تحت مذکور ہو چکی ہے)۔

مرض وفات میں اقرار

مرض وفات سے ایک مسئلہ اقرار کا بھی متعلق ہے۔

اگر مریض نے خود اپنے وارث کے لئے کسی دین کا اقرار کیا تو یہ اسی وقت قابل قبول ہوگا، جب اس پر ثبوت موجود ہو یا دوسرے ورثہ بھی اس کی تصدیق کرتے ہوں، ورنہ وارث کے حق میں مریض وفات کے اقرار کا اعتبار نہیں، وارث سے ایسا شخص مراد ہے جو اس کی موت کے وقت شرعاً اس کا وارث ہو۔ (۲) مریض کے وارث کے حق میں اقرار کی بابت دو قول ہیں، دوسرا قول راجح ہے کہ یہ اقرار درست ہوگا۔ (۳)

اگر ایسے شخص کے لئے اقرار کیا جو اجنبی ہو یعنی وارث نہ ہو تو یہ اقرار معتبر ہوگا، تو یہ دین اس کے پورے متروکہ کو شامل ہو جائے گا، البتہ حالت صحت کا دین اور مرض وفات کا اقرار کردہ ایسا دین جس کے اسباب معروف و معلوم ہوں، مقدم ہوں گے، پہلے انہیں ادا کیا جائے گا، پھر اس دین کو جس کا اقرار اس نے مرض وفات میں کیا ہے، اور جو معروف نہیں تھا۔ (۴) مریض کا اقرار اپنے قاتل کے حق میں بھی معتبر نہیں، اگر قاتل نے اس پر ایسا زخم لگا کر اس کو پوری طرح معذور کر دیا ہو اور وہ اسی حالت پر بھی فوت ہوا ہو۔ (۵)

البتہ مریض وفات کا کسی ایسے شخص کے بارے میں جس کے یہاں دین باقی ہو یہ اقرار کرنا کہ اس نے اس کو دین سے بری کر دیا تھا درست نہیں، کیونکہ وہ حالت موجودہ میں دین سے بری کرنے کا حق نہیں رکھتا، اس لئے اس سلسلے میں اس کا اقرار بھی معتبر نہ ہوگا۔ (۶)

وصولی دین کا اقرار

مریض کا دین کسی دوسرے کے ذمہ ہو اور مریض وفات اس کے وصول ہو جانے کا اقرار کرتا ہو اس کی دو صورتیں ہیں، وارث کے لئے اقرار کرے یا غیر وارث کے لئے اقرار کرے، وارث کے لئے اقرار معتبر نہیں، غیر وارث کے لئے اقرار کی بھی دو صورتیں ہیں، یا تو یہ دین حالت صحت کا ہوگا یا مرض وفات میں مبتلا ہونے کے بعد کا، حالت صحت کے دین کے بارے میں وصول ہونے کا اقرار کرتا

---

(۱) الدر المختار ۲/۵۱۰، زکریا بکڈپو، ۳۸۵

(۲) ہدایہ ۳/۱۷۳، باب اقرار المریض، مطبوعہ ۱۲۶۲

(۳) الفقہ الاسلامی وادلتہ ۶/۲۶۳

(۴) حوالہ سابق

(۵) صفحہ ۶/۲۶۵

(۶) بدائع الصنائع ۷/۲۳۰

ہے، تو یہ معتبر ہے، اگر مرض وفات ہی کی حالت کا دین ہے اور وہ کسی مال کے بدلے میں واجب ہوا تھا، جیسے سامان کی قیمت، یا قرض، تو یہ اقرار معتبر نہیں، کیونکہ مرض وفات شروع ہونے کے بعد ورثاء کا حق اس سے متعلق ہو چکا ہے، اگر یہ کسی مال کا عوض نہ ہو تو پھر یہ اقرار درست ہوگا۔(۱)

مریض وفات کا ہبہ، صدقہ اور وقف

مریض وفات کا ہبہ، صدقہ، اور وقف، وصیت کی طرح ایک تہائی مال ہی میں جائز ہے، اور یہ بھی ضروری ہے کہ موت سے پہلے ہی قبضہ دلا دے، اگر انتقال ہو گیا، تو پھر یہ ہبہ اور صدقہ معتبر نہیں، (۲) مالکیہ، شوافع، اور حنابلہ کے نزدیک بھی اس کا ہبہ، صدقہ ایک تہائی ہی میں نافذ ہوگا، اور یہ ان حضرات کے نزدیک وصیت کے حکم میں ہے، موت کے بعد بھی نافذ العمل ہوگا۔(۳)

مرور (گذرنے کا حق)

مرور کے معنی گذرنے کے ہیں۔

فقہاء کے یہاں جن حقوق پر بحث کی گئی ہے، ان میں ایک حق مرور بھی ہے، حق مرور سے راستہ اور گذرگاہ مراد ہے، راستے دو قسم کے ہوتے ہیں، ایک تو عمومی راستہ اس سے ہر آدمی کو فائدہ اٹھانے کا حق حاصل ہے، اس راستہ سے چلنے کا، راستہ کی طرف کھڑکی اور دروازہ کھولنے کا، راستہ سے کوئی گلی نکالنے کا اور سواریاں ٹھہرانے کا، البتہ یہ تمام حقوق دو شرطوں سے وابستہ ہیں اول یہ کہ اس سے دوسروں کو نقصان نہ پہنچے، دوسرے گورنمنٹ کی طرف سے اس کی اجازت ہو، مثلاً گاڑی کی پارکنگ کا مسئلہ ہے، جہاں پارکنگ کی اجازت ہوگی وہیں گاڑی کو ٹھہرانے کی اجازت ہوگی، ورنہ درست نہیں ہوگا۔

دوسرا وہ راستہ جو کسی کی خصوصی ملکیت ہو، یا چند آدمیوں کی مشترکہ ملکیت ہو، ظاہر ہے اس سے صرف انہیں لوگوں کو استفادہ کا حق حاصل ہوگا، کوئی اور شخص اس راستہ کی طرف کھڑکی یا دروازہ کھولنے کا حق نہیں رکھتا۔(۴)

مروت

یہ لفظ "و" پر تشدید اور بغیر تشدید کے، واو کے بعد ہمزہ اور بغیر ہمزہ دونوں طرح منقول ہے، کوئی بات شریعت میں ممنوع نہ ہو لیکن عرف میں اسے برا سمجھا جاتا ہو، ایسی بات کو اصطلاح میں "مروت" کہتے ہیں، جیسے: بازار میں کھانا، ننگے پاؤں چلنا وغیرہ۔

حدیث کے مقبول ہونے کے لئے ضروری ہے کہ اس کا راوی نہ صرف خلاف شریعت باتوں سے بچتا ہو، بلکہ ایسی چیزوں سے بھی بچتا ہو جس کو عرف عام میں معیوب سمجھا جاتا ہے۔

مزابنہ (ٹوٹے ہوئے پھل کی درخت پر لگے ہوئے پھل سے فروخت)

مزابنہ "زبن" ("ز" پر زبر "ب" پر سکون) سے ماخوذ ہے جس کے معنی شدید دھکا دینے کے آتے ہیں، اسی لئے جنگ کو "زبون" بھی کہا جاتا ہے، (۵) رسول اللہ ﷺ نے خرید و فروخت کے اس طریقہ سے منع فرمایا ہے، جس کو مزابنہ کہا جاتا ہے، مزابنہ یہ ہے کہ ٹوٹے ہوئے پھل کو درخت پر لگے ہوئے پھل کے بدلے فروخت کیا جائے، اور دونوں کی جنس ایک ہو، (۶) مزابنہ کی ممانعت کی وجہ ظاہر ہے، اگر دونوں کی مقدار میں کمی بیشی ہو جائے تو ربا بھی ہے اور علاوہ اس کے قمار کے احتمال سے بھی خالی نہیں،

---

(۱) بدائع الصنائع ۲۲۸-۲۲۹/۷ (۲) ہندیہ ۲۰۰/۳

(۳) دیکھئے المدونۃ ۹۰/۶، کتاب الام ۳۰/۳، المغنی ۲۹۸/۵، مع الشرح الکبیر

(۴) الفقہ الاسلامی وادلتہ ۳۰۹-۳۰۴/۵ (۵) فتح الباری ۳۹۰/۳

(۶) بخاری، باب بیع المزابنۃ

کیونکہ ممکن ہے کہ درخت کا پھل ہاتھ نہ آئے اور بیچی جانے والی شی کی مقدار بھی معلوم و متعین نہیں۔ (۱)

مزابنہ کے ناجائز ہونے پر فقہاء کا اتفاق ہے، البتہ "عریہ" کے بارے میں اختلاف ہے، اس سلسلہ میں خود لفظ "عریہ" کو ملاحظہ کرنا مناسب ہوگا۔

مزاح

مزاح ("م" پر زیر) کے معنی خوش طبعی کے ہیں، اس کے مقابلے میں "سخریہ" اور "استہزاء" کے الفاظ ہیں، جس کے معنی مذاق اڑانے کے ہیں، اللہ تعالیٰ نے انسان کی فطرت میں جہاں متانت و سنجیدگی کا عنصر رکھا ہے، وہیں کچھ نہ کچھ ہنسی مذاق، اور خوش طبعی کرنے کا بھی، اس سے دل و دماغ کو نشاط بہم پہنچتا ہے، اور باہمی بے تکلفی اور محبت میں بھی اضافہ ہوتا ہے، نیز ایک دوسرے سے وحشت دور ہوتی ہے، چنانچہ رسول اللہ ﷺ بھی بعض اوقات اپنے رفقاء اور ازواج مطہرات سے خوش طبعی فرمایا کرتے تھے، حضرت انس ؓ راوی ہیں، کہ میرے چھوٹے بھائی گوریے سے کھیل رہے تھے، گوریے کو عربی میں "نغیر" بھی کہتے ہیں، اتفاق سے وہ گوریا مرگیا، آپ ﷺ نے ان سے مزاحاً فرمایا: اے ابو عمیر! تمہارے گوریے کا کیا ہوا؟ "یا ابا عمیر ما فعل بک النغیر"۔ (۲)

ایک صاحب خدمت اقدس میں آئے، اور درخواست کی کہ مجھے سواری عطا فرمائی جائے، آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ میں اونٹنی کا بچہ دے سکتا ہوں، وہ صاحب پریشان ہوئے اور کہنے لگے کہ میں اونٹنی کا بچہ لے کر کیا کروں گا؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ کوئی اونٹ اونٹنی کا بچہ ہی تو ہوتا ہے، "هل تلد الابل الا النوق" (۳)

ایک بوڑھی خاتون خدمت اقدس میں حاضر ہوئیں، آپ ﷺ نے فرمایا کہ جنت میں کوئی بوڑھی داخل نہیں ہوگی، وہ بے چاری رونے لگی، آپ ﷺ نے فرمایا: مطلب یہ ہے کہ اس دن تم بوڑھی نہیں ہوگی، بلکہ سارے لوگ جوان ہوکر جنت میں جائیں گے۔ (۴)

خاص طور پر ازواج مطہرات کے ساتھ آپ ﷺ زیادہ مزاح فرمایا کرتے تھے، حضرت انس ؓ راوی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ اپنی ازواج کے ساتھ لوگوں میں سب سے زیادہ مزاح کرنے والے تھے: "**کان من افکه الناس مع نسائه**"۔

امام غزالی نے رسول اللہ ﷺ کے مزاح کے متعدد واقعات ذکر فرمائے ہیں۔ (۵)

البتہ مزاح میں اگر کوئی گناہ کی بات شامل ہوجائے تو گناہ ہوگا، چنانچہ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ میں مزاح تو کرتا ہوں، لیکن حق و سچائی کے سوا نہیں کہتا: "**لا اقول الا حقا**" (۶) حضرت ابوسعید خدری ؓ سے مروی ہے کہ شخص لوگوں کو ہنسانے کے لئے کوئی بات کہے تو آدمی اس کی وجہ سے آسمان سے بھی زیادہ دوری پر گرجاتا ہے، (۷)۔ اس حدیث کا منشا یہی ہے کہ شخص لوگوں کو ہنسانے کے لئے جھوٹ بولا جائے، یہ جائز نہیں۔

اسی طرح ایسا مزاح جو دوسرے کے لئے باعث تکلیف اور وجہ اذیت ہو، جائز نہیں، آپ ﷺ نے اس سے منع فرمایا: "**لا تمار اخاک ولا تمازحه**" (۸) اسی لئے حضرت عمر بن عبد العزیزؒ نے فرمایا کہ مزاح کینہ پیدا کرتا ہے، (۹) یہ بات بھی درست نہیں کہ ہنسی مذاق ہی کو آدمی اپنا اوڑھنا بچھونا بنالے، امام غزالی نے لکھا ہے کہ مزاح میں افراط اور مداومت ممنوع ہے، (۱۰) افراط سے مراد بہت

---

(۱) دیکھئے فتح الباری ۳۹۲/۳

(۲) بخاری، حدیث نمبر ۶۱۲۹، باب الانبساط الی الناس

(۳) ابوداؤد، حدیث نمبر ۴۹۹۸، باب ما جاء فی المزاح

(۴) شمائل ترمذی ۱۹

(۵) حوالۂ سابق

(۶) مجمع البحرین ۲۹۲/۵، حدیث نمبر ۳۰۹۱

(۷) مجمع الزوائد ۸۹/۸، باب ما جاء فی المزاح

(۸) ترمذی ۲۰/۲

(۹) احیاء العلوم ۱۲۹/۳

(۱۰) حوالۂ سابق

زیادہ ہنسنا اور ہنسانا ہے، اور مداومت سے مراد یہ ہے کہ زیادہ وقت ہنسی مذاق میں گذارے، حافظ ابن حجرؒ نے مزاح سے متعلق تمام روایتوں کو سامنے رکھ کر لکھا ہے کہ مزاح میں افراط یا مداومت ناجائز ہے، اگر یہ بات نہ ہو تو مباح ہے، اور اگر کسی کی دلداری اور اس کو مانوس کرنا مقصود ہو اور شریعت میں معتبر مصلحت پیش نظر ہو تو مستحب ہے۔ (۱)

مزارعت (بٹائی داری)

"مزارعت" کی اصل "زرع" ہے، لغوی معنی کھیتی کرنے کے ہیں، شرعاً مزارعت پیداوار کے کچھ حصے کے عوض بٹائی کے معاملہ کو کہتے ہیں: "ھی عقد علی الزرع ببعض الخارج" ۔ (۲)

مزارعت (بٹائی داری) کی اصل وہ روایت ہے کہ حضور ﷺ نے اہل خیبر کے ساتھ نصف پیداوار پر بٹائی معاملہ طے فرمایا تھا، جس کا اکثر کتب حدیث میں ذکر آیا ہے، (۳) چنانچہ حنابلہ، امام ابو یوسفؒ اور امام محمدؒ کے نزدیک بٹائی داری کی صورت جائز ہے، (۴) امام شافعیؒ کے نزدیک درخت کے بغیر صرف کھیت میں بٹائی جائز نہیں، ہاں اگر درخت بھی ہوں، تو درخت کے ساتھ ضمناً کھیت میں بٹائی داری ہو سکتی ہے، (۵) امام ابوحنیفہؒ اور بعض اہل علم کے نزدیک بٹائی داری کی صورت جائز نہیں، لیکن تعامل اور لوگوں کی حاجت کو دیکھتے ہوئے احناف کے نزدیک بھی فتویٰ صاحبینؒ کے قول پر ہے۔ (۶)

مزارعت کے ارکان

دوسرے معاملات کی طرح مزارعت کے لئے بھی ایجاب وقبول رکن کا درجہ رکھتا ہے، صاحب زمین کہے کہ میں تم کو یہ زمین بٹائی پر دیتا ہوں، اور بٹائی دار قبولیت کا اظہار کرے تو مزارعت منعقد ہو جائے گی، (۷) البتہ یہ ضروری ہے کہ مالک زمین اور بٹائی دار عاقل ہوں یعنی فاتر العقل یا اتنے کمسن نہ ہوں جو معاملات کے شعور سے محروم ہوتے ہیں، بٹائی دار کے لئے بالغ یا مسلمان ہونا ضروری نہیں۔ (۸)

بٹائی داری درست ہونے کی شرطیں

مزارعت کے صحیح ہونے کے لئے کچھ شرطیں بھی ہیں:

۱) جس چیز کی کھیتی مطلوب ہے وہ معلوم ومتعین ہو۔

۲) زمین کھیتی کے لائق ہو، شور یا زیر آب ہونے کی وجہ سے ناقابل کاشت نہ ہو۔

۳) زمین معلوم ومتعین ہو۔

۴) زمین بٹائی دار کے حوالہ کر دی جائے، اور بٹائی دار کے لئے اس میں کھیتی سے کوئی چیز مانع نہ ہو۔

۵) بٹائی کی مدت بھی متعین ہو۔

۶) پیداوار میں دونوں کا حصہ ہو، اور صرف ان ہی دونوں کا ہو کسی تیسرے کے لئے نہ ہو۔

۷) مالک زمین اور بٹائی دار دونوں کے لئے تناسب متعین ہو مثلاً نصف، تہائی، چوتھائی وغیرہ۔ (۹)

چھ صورتیں اور ان کا حکم

مزارعت میں بنیادی طور پر چار عناصر پائے جاتے ہیں، زمین، بیج، جوتنے کا آلہ، جانور ہو یا مشین، اور بٹائی دار کا عمل، اس لحاظ سے مزارعت کی مختلف صورتیں ہوتی ہیں، جن میں بعض جائز اور بعض ناجائز ہیں، علامہ کاسانیؒ نے اس کو تفصیل سے بیان کیا

---

(۱) فتح الباری ۱۰/۵۳۳

(۲) البحر الرائق ۸/۱۵۹

(۳) دیکھئے مسلم ۲/۱۴

(۴) دیکھئے المغنی ۵/۳۱۵، بدائع الصنائع ۶/۱۷۵

(۵) دیکھئے شرح مہذب ۱۴/۴۰۹

(۶) دیکھئے ہدایہ ۴/۴۲۵-۴۲۲، کتاب المزارعۃ

(۷) بدائع الصنائع ۶/۱۷۶

(۸) بدائع الصنائع ۶/۱۷۶

(۹) بدائع الصنائع ۶/۱۷۶-۱۷۵، ہدایہ ۳/۳۹۵، البحر الرائق ۸/۱۵۹

ہے، جس کا خلاصہ حسب ذیل ہے۔(۱)

نمبر شمار	مالک زمین کی طرف سے	بٹائی دار یا دوسرے فریق کی طرف سے	کیفیت
۱	زمین، بیج، آلۂ کاشت	عمل	جائز ہے
۲	زمین	آلۂ کاشت، بیج، عمل	جائز ہے
۳	زمین، بیج	عمل، آلۂ کاشت	جائز ہے
۴	زمین، آلۂ کاشت	بیج، عمل	ظاہر روایت میں ناجائز، اور امام ابو یوسفؒ کے نزدیک جائز ہے۔
۵	زمین، عمل	بیج، آلۂ کاشت	//
۶	زمین، عمل، آلۂ کاشت	بیج	//

اس پر تمام فقہاء کا اتفاق ہے، کہ اگر کسی ایک فریق کے لئے پیداوار کی ایک مقدار متعین کر دی جائے، مثلاً یوں کہا جائے کہ صاحب زمین کو بٹائی دار ایک کوئنٹل دھان دے دیگا خواہ پیداوار کچھ بھی ہو، یا کھیت کا کوئی حصہ متعین کر دیا جائے کہ اس کی پیداوار کسی ایک فریق کے لئے مخصوص ہوگی تو یہ صورت بالاتفاق جائز نہیں،(۲) اسی طرح یہ صورت بھی درست نہیں، کہ بیج میں زمین دار اور بٹائی دار دونوں کی شرکت ہو،(۳) بعض اوقات سیلاب یا سوکھے کی وجہ سے بیج ضائع ہو جاتا ہے، اور بٹائی دار مالک زمین سے بیج میں شرکت کا طالب ہوتا ہے، تو اگر مالک زمین کی طرف سے مکمل بیج ہو جائے تو یہ صورت جائز ہے، اور اگر بیج کا کچھ حصہ دینا پڑے، تو معاملہ کو صحیح کرنے کے لئے ایسا کیا جا سکتا ہے، کہ وہ بیج کی رقم یا خود بیج بٹائی دار کو قرض دیدے، یا اس کے ہاتھ اُدھار فروخت کرے یا ذاتی طور پر بٹائی دار کو ہبہ کردے، تاکہ مکمل بیج بٹائی دار کی طرف سے ہو جائے اور یہ معاملہ شرعاً درست باقی رہے۔

بٹائی دار سے متعلق احکام

بٹائی داری سے متعلق احکام حسب ذیل ہیں:

۱) کاشت کاری کو درست رکھنے کے لئے جو عمل مطلوب ہے، وہ بٹائی دار کی ذمہ داری ہے، اور اگر کچھ پیداوار نہ ہوئی تو اس کو اپنی محنت کا معاوضہ طلب کرنے کا حق نہیں۔

۲) کھیتی سے متعلق جو اخراجات ہیں، جیسے کھاد، خود رو پودوں کو اکھاڑنا، یا وہ افعال جو کھیت کی تیاری کے بعد کے ہیں، جیسے کٹائی، بار برداری، گاہنا، وغیرہ، اس کے اخراجات دونوں فریق پر حصہ کے تناسب سے عائد ہوں گے۔

۳) یہ معاملہ اس شخص کے حق میں لازم نہیں، جس کی جانب سے بیج ہے، اگر وہ یک طرفہ طور پر بٹائی داری سے دستبردار ہونا چاہے تو اسے اس کا حق ہے، دوسرے فریق کے حق میں یہ معاملہ لازم ہے، اور وہ اس سے دستبردار نہیں ہو سکتا۔

۴) فریقین میں سے کوئی دوسرے کا حصہ بڑھا کر اپنا حصہ کم کرنا چاہے تو ایسا کر سکتا ہے۔(۴)

۵) اگر بٹائی داری کی مقررہ مدت ختم ہو گئی، لیکن کھیتی ابھی تیار نہیں ہوئی ہے، تو اب مزید جتنی مدت کھیتی کی تیاری میں لگے گی، اس کا کرایہ، بٹائی دار مالک زمین کو ادا کرے گا، البتہ کھیتی کے اخراجات جیسے حفاظت اور آبپاشی پر آنے والا خرچ دونوں کے ذمہ ہوگا،(۵) اگر صاحب زمین چاہے کہ نامکمل حالت ہی میں کھیتی

---

(۱) بدائع الصنائع ۱۷۸/۶

(۲) البحر الرائق ۱۹۱/۸

(۳) بدائع الصنائع ۱۸۰/۶

(۴) ملخص از : بدائع الصنائع ۱۸۲-۱۸۱/۶

(۵) ہدایہ ۴۲۹/۴

کاٹ لی جائے تو کاشت کار اس کو ماننے کا پابند نہیں۔(۱)

۶) اگر فریقین میں سے ایک کا انتقال ہو جائے، تو اصولاً تو اسی وقت اس معاملہ کو ختم ہو جانا چاہئے، اس لئے کہ بٹائی داری ایک طرح کا اجارہ ہے، اور اجارہ میں حکم یہی ہے کہ کسی بھی ایک فریق کا انتقال ہو جائے تو اجارہ ختم ہو جاتا ہے، لیکن فتویٰ اس بات پر ہے کہ اگر پودا اُگ چکا ہے تو کھیت کی تیاری تک یہ معاملہ باقی رہے گا، کہ اس میں دونوں ہی فریق کا فائدہ ہے۔(۲)

۷) اگر کسی وجہ سے بٹائی کا معاملہ فاسد ہو جائے تو بیج جس کی طرف سے تھا، وہ پیداوار کا مالک ہوگا، اگر بیج مالکِ زمین نے دیا تھا، تو وہ بٹائی دار کو اتنی مدت کی محنت کی اجرت ادا کرے گا، اور اگر بٹائی دار کی طرف سے بیج تھا تو وہ مالکِ زمین کو اس مدت کا کرایۂ زمین ادا کرے گا۔(۳)

مزایدہ (ڈاک لگا کر بیچنا)

آپ ﷺ نے اس بات سے منع فرمایا کہ ایک شخص کسی چیز کی قیمت طے کر رہا ہو، اور دوسرا شخص اس چیز کو خود حاصل کرنے کے لئے اس سے زیادہ قیمت دینے کی پیش کش کرے، تا کہ فروخت کرنے والا اس کی طرف متوجہ ہو جائے، لیکن اس سے یہ صورت مستثنیٰ ہے کہ کسی چیز کو ڈاک لگا کر فروخت کیا جائے، اور جو زیادہ ڈاک لگائے، اس کو وہ چیز دی جائے، اسی کو فقہاء اور شارحینِ حدیث کی اصطلاح میں "بیع مزایدہ" یا "بیع من یزید" کہتے ہیں،(۴) چنانچہ آپ ﷺ نے ایک شخص کے غلام کو اسی طرح کے ڈاک لگا کر فروخت فرمایا،(۵) ترمذی اور بعض دیگر کتب حدیث میں بھی حضرت انس ؓ سے منقول ہے کہ ایک شخص نے آ کر آپ ﷺ کے سامنے دستِ سوال پھیلایا، تو آپ ﷺ نے اس کا پیالہ اور ٹاٹ طلب فرما کر اس کی ڈاک لگائی، ایک صاحب نے ایک درہم میں لینے پر آمادگی ظاہر کی، آپ ﷺ نے فرمایا: کون اس سے زیادہ قیمت لگائے گا؟ ایک صاحب دو درہم میں لینے کے لئے تیار ہو گئے، آپ ﷺ نے وہ سامان ان سے فروخت فرمایا۔(۶)

اس لئے اس صورت کے جائز ہونے پر ائمہ اربعہ کا اتفاق ہے، البتہ ابراہیم نخعیؒ اسے مکروہ خیال کرتے تھے۔(۷)

مزدلفہ

مزدلفہ ایک مقام کا نام ہے، جو منیٰ کے بعد واقع وادیٔ محسر اور عرفات کے درمیان واقع ہے،(۸) ۹ ذی الحجہ گذار کر شب میں مزدلفہ میں قیام مسنون اور طلوعِ فجر سے صبح کے اچھی طرح نکل جانے کے درمیان مزدلفہ میں وقوف حنفیہ کے نزدیک واجب ہے، جس کے ترک کرنے سے دم واجب ہوتا ہے۔(تفصیل کے لئے دیکھئے: حج)

مساقات (درخت کی بٹائی)

"مساقاۃ" سقی سے ماخوذ ہے، سقی کے معنی درخت کو سیراب کرنے کے ہیں، چونکہ درخت کو بٹائی پر لگانے کی صورت بٹائی دار کو زمین اور درخت سیراب کرنے کی ذمہ داری انجام دینی ہوتی ہے، اسی نسبت سے یہ معاملہ "مساقات" کہلایا، بعض فقہاء اس کو معاملہ سے بھی تعبیر کرتے ہیں، کیونکہ بٹائی دار کا عمل اس معاملہ کا ایک اہم جزو ہے، فقہ کی اصطلاح میں کچھ پیداوار کے بدلے درخت عامل کے حوالہ کرنے کا نام مساقاۃ یا معاملہ ہے۔(۹)

مشروعیت اور اس میں فقہاء کا اختلاف

امام ابوحنیفہؒ کو مساقات یعنی باغات اور درختوں کی بٹائی

---

(۱) ہدایہ ۴/۳۴۹

(۲) البحر الرائق ۸/۱۹۸

(۳) بدائع الصنائع ۶/۱۸۳

(۴) فتح الباری ۳۱۵

(۵) بخاری مع الفتح ۴/۳۱۵، باب بیع المزایدۃ

(۶) ترمذی حدیث نمبر ۱۲۱۸، باب ما جاء فی بیع من یزید

(۷) فتح الباری ۴/۳۱۵

(۸) رد المحتار ۲/۱۷۶

(۹) ہندیہ ۵/۲۷۴

کے معاملہ کو جائز نہیں سمجھتے، لیکن خود فقہاء حنفیہ میں امام ابو یوسفؒ اور امام محمدؒ اس کے جواز کے قائل ہیں، مالکیہ شوافع اور حنابلہ بھی اسے جائز قرار دیتے ہیں، گو بعض جزوی تفصیلات میں خود ان حضرات کے درمیان بھی اختلاف رائے ہے،(۱) درخت کی بٹائی داری کے جائز ہونے کی دلیل وہی خیبر کا معاملہ ہے، خیبر میں مقیم یہودیوں کو کھجور کے باغات، نصف پیداوار کی شرط پر حوالہ کئے گئے تھے، اکثر کتب حدیث میں اس کا ذکر موجود ہے۔(۲)

شرطیں

جو شرطیں مزارعت یعنی کھیتی میں بٹائی داری کی ہیں، وہی شرطیں اس معاملہ کی بھی ہیں، درخت میں بٹائی کے لئے یہ بھی ضروری ہے کہ درخت اس حال میں بٹائی دار کے حوالہ کئے جائیں، کہ اس کے پھل پوری طرح تیار نہ ہوئے ہوں، اگر پھل تیار ہو چکا ہو تو اب یہ معاملہ درست نہ ہوگا، اور پیداوار درخت کے مالک کی ہوگی۔(۳)

مساقات سے متعلق احکام

جن شرطوں سے مزارعت کا معاملہ فاسد ہو جاتا ہے، یہ معاملہ بھی فاسد ہو جاتا ہے، درخت کی سینچائی، پانی کا انتظام اور پھل کی حفاظت کی ذمہ داری بٹائی دار پر ہوگی، کھاد، زمین کے ارد گرد گوڑنا اور مٹی ڈھیلی کرنے اور پھل توڑنے کے اخراجات دونوں پر پیداوار میں حصہ کے تناسب سے واجب ہوں گے، اگر پھل نہ آیا تو کسی کو کچھ نہ ملے گا، یہ معاملہ دونوں طرف سے لازم العمل ہوگا، ایک فریق دوسرے کی رضامندی کے بغیر یک طرفہ طور پر معاملہ کو ختم نہیں کر سکتا، سوائے اس کے کہ کوئی عذر درپیش ہو، بٹائی دار کے لئے اس کی گنجائش نہیں کہ وہ کسی اور کو بٹائی پر لگا دے، سوائے اس کے کہ مالک درخت نے کہا ہو کہ اس کو جس طرح چاہو کرو۔(۴)

جن اعذار کی وجہ سے اس معاملہ کو یک طرفہ طور پر ختم کیا جاتا ہے، ان میں ایک بٹائی دار کا بیمار پڑ جانا اور بوجہ بیماری کے مطلوبہ عمل پر قادر نہ ہونا بھی ہے، اسی طرح اگر عامل چوری میں معروف ہو، جب بھی مالک درخت کو اس معاملہ کے ختم کر دینے کا اختیار ہوتا ہے، درخت میں بٹائی داری کا معاملہ فریقین میں سے کسی کی موت، مدت معاملہ کی تکمیل، اور معاملہ ختم کر دینے پر فریقین کا رضامندی (اقالہ) سے ختم ہو جاتا ہے۔(۵)

(مساقاۃ کی بحث کے ساتھ مزارعت کی بحث دیکھنا بھی مناسب ہوگا، کیونکہ مساقاۃ کے احکام قریب قریب وہی ہیں، جو مزارعت کے ہیں)۔

مساومہ

مساومہ "سوم" سے ہے، سوم کے معنی بھاؤ کرنے کے ہیں، اس طرح مساومہ کے لغوی معنی تو بیچنے والے اور خریدنے والے کے باہم قیمت طے کرنے کے ہوئے، لیکن فقہاء کے یہاں یہ ایک مخصوص اصطلاح ہے، خرید و فروخت میں بعض اوقات بیچی جانے والی چیز کی وہ قیمت ملحوظ ہوتی ہے، جس میں خود بیچنے والے نے اسے خرید کیا تھا، اگر بیچنے والا اسی قیمت میں فروخت کرے تو اسے تولیہ کہتے ہیں، اس سے زیادہ قیمت میں فروخت کرے، تو اس کو مرابحہ کہتے ہیں، اس سے کم قیمت میں فروخت کرے تو یہ وضیعہ کہلاتی ہے، اور اگر اس کو فروخت کرتے وقت پچھلی قیمت ملحوظ نہ ہو اور اس کے ذکر کے بغیر خریدار اور فروخت کنندہ کسی قیمت پر راضی ہو جائیں تو یہ بیع مساومہ ہے، **"هو مبادلة المبيع بأى ثمن اتفق"**۔(۶)

---

(۱) الشرح الصغیر ۳/۷۱۳، شرح مہذب ۱۲/۲۹۸، المغنی ۵/۲۲۶

(۲) مسلم ۲/۱۴

(۳) ہندیہ ۵/۲۸۰

(۴) ہندیہ ۵/۲۸۰-۲۸۱

(۵) حوالۂ سابق

(۶) بدائع الصنائع ۵/۲۲۸

(اس سے متعلق احکام کے سلسلے میں دیکھئے: بیع)

مسبوق

مسبوق کے لغوی معنی اس شخص کے ہیں، جس پر سبقت اور پہل کی گئی ہو، فقہ کی اصطلاح میں ایسے شخص کو کہتے ہیں، جس کی کم سے کم ایک رکعت امام کے ساتھ چھوٹ جائے اور وہ تاخیر سے جماعت میں شریک ہو، (۱) کیونکہ امام نماز میں اس پر سبقت کر جاتا ہے۔

مسبوق امام کے ساتھ جتنی رکعتیں پائے، ان کو مقتدی ہی کی طرح ادا کرے گا، اور ان میں وہ امام کا تبع ہوگا، امام کی نماز ختم ہونے کے بعد اس کی حیثیت منفرد اور تنہا نماز پڑھنے والے کی ہوگی، اور اس کے لئے وہی احکام ہوں گے جو منفرد کے ہیں، البتہ چار مسائل میں اس کے احکام وہی ہیں جو مقتدی کے ہوتے ہیں، ان چار کا ذکر آگے آتا ہے۔

مسبوق کی اس دوہری حیثیت کے اعتبار سے فقہاء نے اس سے متعلق احکام ذکر کئے ہیں، ضروری احکام یہاں ذکر کئے جاتے ہیں:

تعوذ اور ثنا کب پڑھے؟

مسبوق جب جماعت میں شریک ہو تو اگر امام کو قیام کی حالت میں پائے، اور جہری قراءت والی نماز ہو، تو تعوذ اور ثنا پڑھے بغیر امام کے ساتھ شریک جماعت ہو جائے، اور اگر آہستہ قراءت والی نماز ہے، تو بہتر ہے کہ تعوذ اور ثنا پڑھ لے، اگر امام رکوع یا سجدہ کی حالت میں ہو اور اندازہ ہو کہ تعوذ اور ثنا، پڑھ کر بھی رکوع یا سجدہ کو پا سکتا ہے، تو پڑھ کر رکوع یا سجدہ میں چلا جائے، اور اگر امام کو قعدہ کی حالت میں پائے تو بعض فقہاء کی رائے پر ثنا اور تعوذ نہیں پڑھنا چاہئے، لیکن قول صحیح یہی ہے کہ رکوع اور سجدہ کی طرح قعدہ کا بھی یہی حکم ہے، اگر ان چیزوں کو پڑھنے کے بعد قعدہ میں امام کو پالینے کی توقع ہو تو پڑھے ورنہ نہ پڑھے، قعدۂ اولی ہو یا قعدۂ اخیرہ، دونوں صورت میں ایک ہی حکم ہے۔ (۲)

امام کی نماز مکمل ہونے کے بعد جب مسبوق کھڑا ہو تو پھر اسے قراءت سے پہلے ثنا، اور تعوذ پڑھنا چاہئے گو پہلے پڑھ چکا ہو، ویاتی به ایضا اذا قام الی قضاء ما سبق به۔ (۳)

باقی رکعتیں ابتدائی رکعتیں

امام کی نماز مکمل ہونے کے بعد جو نماز مسبوق ادا کرے گا، وہ اس کی ابتدائی رکعات ہوں گی، چنانچہ سورۂ فاتحہ کے ساتھ سورت ملائے گا، جیسا کہ گذرا ثنا، اور تعوذ پڑھے گا، البتہ تشہد کے اعتبار سے نماز کا آخری حصہ ہوگا، اور وہ قعدۂ اخیرہ تصور کیا جائے گا چنانچہ وہ تشہد کے علاوہ درود اور دعا بھی پڑھے گا۔

امام کے قعدۂ اخیرہ میں تشہد کے بعد کیا پڑھے؟

امام جب اپنا قعدۂ اخیرہ کر رہا ہو، تو مسبوق بھی امام کے ساتھ تشہد میں شریک رہے گا، البتہ مسبوق صرف تشہد پڑھنے پر اکتفا کرے گا، درود اور دعا نہیں پڑھے گا، تو آخر اس بچے ہوئے وقت میں وہ کیا کرے؟ اس سلسلہ میں قاضی خان وغیرہ کی رائے ہے کہ تشہد کو اس قدر ٹھہر ٹھہر کر پڑھے کہ امام کے سلام تک اس سے فارغ ہو، اور فقیہ ابن الشجاع سے منقول ہے کہ کلمۂ شہادت اشهد ان لا اله الا الله ہی کو مکرر پڑھتا رہے، فتاویٰ ہندیہ میں اسی کو ترجیح دی گئی ہے۔ (۴)

امام کے سلام پھیرنے کے بعد کیا کرے؟

مسبوق کو تشہد پورا ہونے کے بعد بھی جب تک امام سلام

---

(۱) در مختار مع الرد ۲/۳۴۶، (تحقیق شیخ عادل وغیرہ)

(۲) البحر الرائق ۱/۳۱۱-۳۱۲

(۳) البحر الرائق ۱/۳۱۱، نیز دیکھئے: در مختار مع الرد ۲/۳۴۶-۳۴۷

(۴) ہندیہ ۱/۹۱

نہ پھیرے، اپنی باقی رکعتوں کو پورا کرنے کے لئے نہیں اٹھنا چاہئے، البتہ اس سے چند صورتیں مستثنیٰ ہیں، اگر مسبوق موزوں پر مسح کئے ہوا ہو، اور انتظار کرنے میں مسح کی مدت گذر جانے کا اندیشہ ہو یا معذور ہو، اور وقت نکل جانے کا خطرہ ہو کیونکہ وقت نکلتے ہی معذور شخص کا وضو ٹوٹ جاتا ہے، یا نماز کا آخری وقت ہو، اور اندیشہ ہو کہ اگر امام کے سلام پھیرنے کا انتظار کریں اور اس کے بعد بقیہ رکعتیں پوری کریں تو نماز کا وقت ہی نکل جائے گا، یا اتنی دیر انتظار کرنے میں وضو ٹوٹ جانے کا اندیشہ ہو یا مسبوق کو اندیشہ ہو کہ امام کے سلام پھیرتے ہی لوگ سامنے سے گذرنے لگیں گے، اور اگر پہلے اٹھ جایا جائے تو یہ نوبت نہیں آئے گی، تو اس صورت میں بھی فقہاء نے مسبوق کو پہلے اٹھنے کی اجازت دی ہے۔ (۱)

سجدۂ سہو میں امام کی اتباع

مسبوق سجدۂ سہو میں امام کی اتباع کرے گا، مسبوق کے لئے بہتر یہ ہے کہ امام کے سلام پھیرنے کے بعد کسی قدر توقف کرے، یہاں تک کہ جب اندازہ ہو جائے کہ امام سجدۂ سہو نہیں کرے گا تو اب کھڑا ہو۔ (۲)

چار صورتیں جن میں مسبوق مقتدی کے حکم میں ہے!

چار مسائل جن میں مسبوق کی حیثیت امام کی نماز مکمل ہونے کے بعد بھی مقتدی کی ہوتی ہے، یہ ہیں:

۱) مسبوق کی اقتداء جائز نہیں ہے، اور نہ یہ جائز ہے کہ امام کے سلام پھیرنے کے بعد خود وہ کسی اور کی اقتداء کرنے لگے۔

۲) جیسے امام اور اس کے ساتھ مقتدی سلام پھیرنے کے بعد ایام تشریق میں تکبیر تشریق کہتے ہیں، اور ان پر تکبیر کہنا واجب ہے اسی طرح مسبوق پر بھی تکبیر کہنا واجب ہوگا، جب کہ تنہا نماز پڑھنے والے کے لئے امام صاحب کے نزدیک تکبیر تشریق نہیں ہے۔

۳) تنہا نماز پڑھنے والا اگر نماز کو توڑنے اور دوبارہ نماز پڑھنے کے لئے محض تکبیر کہے تو وہ پہلی ہی نماز میں باقی رہے گا، وہ نماز منقطع نہ ہوگی، اور فقہ کی زبان میں نماز کا استیناف نہ ہو سکے گا، بہ خلاف مسبوق کے، کہ اگر وہ ایسا کرے تو پہلی نماز ختم ہو جائے گی، اور وہ از سر نو نماز ادا کرنے والا تصور کیا جائے گا۔

۴) اگر مسبوق اپنی بقیہ رکعات پوری کرنے کے لئے کھڑا ہو گیا اس کے بعد امام نے سجدۂ سہو کیا تو مسبوق پر واجب ہوگا کہ واپس آئے اور امام کے ساتھ سجدۂ سہو میں شریک ہو، اور اگر امام کے ساتھ سجدۂ سہو میں شریک نہ ہوا تو پھر اس پر نماز کے اخیر میں سجدۂ سہو کرنا واجب ہوگا۔ (۳)

اگر امام مسبوق کو نائب بنادے؟

اگر امام کسی وجہ سے نماز کو جاری نہ رکھ سکے اور نائب بنانا پڑے تو بہتر ہے کہ ایسے شخص کو نائب بنائے جو شروع سے نماز میں شریک ہو، تاہم اگر مسبوق کو نائب بنا دے تو یہ بھی درست ہے، اگر مسبوق کو معلوم ہو کہ امام نے کتنی رکعتیں پڑھائی تھیں تب تو امام کی رعایت کرتے ہوئے جس رکعت میں امام کو قعدہ کرنا تھا اس میں قعدہ کرے گا، اور اس کے بعد باقی رکعتیں پوری کرے گا، اور اگر مسبوق کو اس کی اطلاع نہ ہو تو وہ احتیاطاً ہر رکعت میں قعدہ کرتا جائے، تاکہ مقتدی اپنی نماز کے اعتبار سے قعدہ کرلے، پھر مقتدی حضرات اپنی نماز کی نسبت سے قعدہ کرکے بیٹھے رہیں، اور امام کا انتظار کریں، جب امام اپنی نماز پوری کرلے، اور سلام پھیرے تو مقتدی بھی امام کے ساتھ سلام میں شریک ہوں، اس طرح مقتدی

---

(۱) ھندیہ ۹۱/۱، در مختار مع الرد ۳۴۹/۲

(۲) ھندیہ ۹۱/۱، در مختار مع الرد ۳۴۹/۲

(۳) در مختار و رد المحتار ۳۴۷/۲-۳۴۸، ھندیہ ۹۱/۱

اپنی نماز پوری کریں گے۔ (۱)

مستحاضہ

اس عورت کو کہتے ہیں جسے بیماری کا خون آتا ہو، اور اس غیر طبعی خون کے آنے کو استحاضہ کہا جاتا ہے۔

(تفصیل کے لئے دیکھئے: استحاضہ، حیض)

مستحب

لغوی معنی پسندیدہ بات کے ہیں، اصول فقہ کی اصطلاح میں حکم شرعی کا ایک خاص درجہ ہے، جو مطلوب تو ہوتا ہے، لیکن نہ واجب ہوتا ہے اور نہ سنت کے درجہ میں قابل اہتمام۔

(تفصیل کے لئے دیکھئے: حکم)

مسجد

مسجد کے اصل معنی سجدہ کرنے کی جگہ کے ہیں، چونکہ سجدہ نماز کا نہایت اہم اور فضیلت کا حامل عمل ہے، اس لئے نماز گاہ کو مسجد سے تعبیر کیا گیا ہے، مسجدوں کے لئے یہ نام خود قرآن مجید میں بھی استعمال ہوا ہے، (البقرہ: [illegible]) —— رسول اللہ ﷺ نے اس امت کی خصوصیات میں اس بات کو بھی شمار کیا ہے کہ اس امت میں اللہ کی عبادت کے لئے کسی خاص جگہ کا ہونا ضروری نہیں، اللہ تعالیٰ نے تمام روئے زمین کو مومن کی سجدہ گاہ اور جائے عبادت بنایا ہے، عمارت ہو یا ویرانہ صرف جگہ پاک ہونی چاہئے، وہاں نماز ادا کی جا سکتی ہے۔

لیکن اس کے باوجود جہاں کہیں مسلمان آباد ہوں، وہاں کوئی ایسی جگہ ہونی چاہئے، جو ہمیشہ پاک صاف رہے، اللہ تعالیٰ کی بندگی کے لئے وقف ہو، اور جس کا اپنا ماحول بھی انسان کو عبادت کی طرف دعوت دیتا ہو، مساجد اسی ضرورت کی تکمیل ہیں، گو مسجد کا بنیادی مقصد نماز پنج گانہ کا قیام اور جن آبادیوں میں جمعہ قائم کرنا درست ہے، وہاں جمعہ کا قیام ہے، لیکن درحقیقت مسجد مسلمانوں کے لئے ایک ہمہ مقصدی مرکز ہے، نماز کا بھی، تلاوت قرآن اور ذکر کا بھی، اعتکاف کا بھی، اصلاح و دعوت، اور تبلیغ کا بھی، مسلمانوں کے باہمی نزاعات کو سلجھانے اور ان کے فیصلے کا بھی اور ان تمام کاموں کا جن کے ذریعے امت کی اجتماعی شیرازہ بندی ہو سکے، اسی لئے مساجد شعائر اللہ میں داخل ہیں، اسی نسبت سے آپ ﷺ نے فرمایا کہ جب تم مسجد دیکھو، یا مؤذن کی آواز سنو تو کسی کو قتل نہ کرو۔ (۲)

تعمیر مسجد کی اہمیت

تعمیر مسجد کی اہمیت کا اندازہ اس امر سے کیا جا سکتا ہے کہ قرآن کے بیان کے مطابق، جب اللہ تعالیٰ نے اس کائنات ارضی کو بچھانے کا ارادہ فرمایا تو اس کا آغاز ایک ایسی جگہ سے فرمایا، جو مسجد تھی، یعنی کعبۃ اللہ کی زمین —— مکہ مکرمہ میں کعبۃ اللہ کی موجودگی کی وجہ سے کسی اور مسجد کی تعمیر کی حاجت نہ تھی، لیکن چونکہ مشرکین نے کعبہ کو جھوٹے دیوتاؤں اور دیویوں کا مرکز بنا رکھا تھا، اور مسلمانوں کے لئے وہاں کھل کر اور اطمینان کے ساتھ نماز پڑھنے کی گنجائش نہیں تھی، اس لئے آپ ﷺ نے دار ارقم کو مرکز بنایا، جو دعوت و تبلیغ کا بھی مرکز تھا، اور نماز کا بھی، جب آپ ﷺ مکہ مکرمہ سے ہجرت کر کے مدینہ منورہ تشریف لے گئے، تو قبا میں بھی چند روز قیام رہا، وہاں بھی آپ ﷺ نے مسجد کی بنیاد رکھی جس کا خود قرآن مجید نے ذکر کیا ہے۔ (التوبہ: ۱۰۸)

مدینہ منورہ پہنچنے کے بعد اکثر مہاجرین ابھی بے گھر تھے، خود حضور ﷺ حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ کو اپنی ضیافت سے مشرف فرما رہے تھے، مکہ کے اس لٹے پٹے قافلہ کو اپنے مکانات کی ضرورت تھی، لیکن آپ ﷺ نے سب سے پہلے جس طرف توجہ

---

(۱) در مختار و رد المحتار ۲/۳۹۵

(۲) دیکھئے: حجۃ اللہ البالغہ (مترجم) ۲/۸۱

فرمائی، وہ مسجد نبوی کی تعمیر ہے، آپ ﷺ نے اس کے لئے جس زمین کا انتخاب کیا، اس کی قیمت ادا فرمائی، حضرات مہاجرین و انصار کے پاک ہاتھوں نے اس مسجد کو تعمیر کیا، اور خود آپ ﷺ نے بھی اس میں بنفس نفیس شرکت فرمائی، نیز اس سے متصل طالبان علوم دین کے لئے صفہ (چبوترہ) کی تعمیر عمل میں آئی، تاکہ اللہ تعالیٰ کی بندگی اور خلق اللہ کی تعلیم و تزکیہ کا کام ساتھ ساتھ ہو سکے، پھر اس کے بعد حجرات تعمیر فرمائے — اس اسوۂ نبوی سے خوب اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ اسلام میں مسجد اور تعمیر مسجد کی کیا اہمیت ہے؟ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جس نے اللہ تعالیٰ کے لئے چھوٹی یا بڑی مسجد تعمیر کی، اللہ تعالیٰ اس کے لئے جنت میں گھر بنائیں گے۔(۱)

مسجد شرعی کب بنے گی؟

کوئی جگہ کب مسجد شرعی بنے گی؟ اس میں اختلاف ہے، امام ابو یوسفؒ کے نزدیک وقف کرنے والے کا یہ کہہ دینا کہ میں نے اسے مسجد بنا دیا، کافی ہے، اب وہ مسجد شرعی ہو گئی، مسجد شرعی ہونے کے لئے اس میں نماز کی ادائیگی ضروری نہیں۔(۲) امام ابو حنیفہؒ اور امام محمدؒ کے نزدیک مسجد کو اس مقصد کے لئے سپرد کرنا (تسلیم) بھی ضروری ہے، جیسا کہ دوسرے اوقاف میں ہوتا ہے، اب ہر چیز کی حوالگی اس کی حیثیت کے لحاظ سے ہوتی ہے، مسجد کی حوالگی اس طرح ہوگی کہ اس میں نماز ادا کی جائے، لہٰذا وہ جگہ اس وقت مسجد شرعی ہوگی، جب واقف کی اجازت سے اذان و جماعت کے ساتھ علانیہ نماز با جماعت ادا کی جائے۔(۳) تاہم فقہاء متاخرین کا رجحان یہ ہے کہ متولی یا قاضی کو زمین کا حوالہ کر دینا بھی وقف کے مکمل ہونے اور اس جگہ کے مسجد بننے کے لئے کافی ہے، لان بالتسليم الى المتولي ايضاً يحصل تمام التسليم اليه تعالىٰ، لرفع يده عنه ...... والصحيح انه يصير مسجدا. (۴)

مسجد ہونے کے لئے عمارت ضروری نہیں!

البتہ یہ بات ذہن میں رکھنی چاہئے کہ مسجد ہونے کے لئے عمارت ضروری نہیں، زمین ہے لیکن اس پر عمارت کی تعمیر نہ ہو سکی، یا عمارت منہدم ہو گئی، اور اب اس کی حیثیت افتادہ زمین کی ہے، تب بھی وہ مسجد ہی رہے گی، علامہ ابن نجیم مصری لکھتے ہیں:

> لو كان له ساحة لا بناء فيها فامر قومه ان يصلوا فيها بجماعة فانه ان امرهم بالصلاة فيها ابداً او امرهم بالصلاة فيها بالجماعة ولم يذكر ابداً الا انه اراد بها الابد ثم مات لا يكون ميراثا عنه (۵)

اگر کسی شخص کی کھلی زمین ہو جس کی کوئی عمارت نہیں، اس نے لوگوں کو اس میں جماعت کے ساتھ نماز پڑھنے کا حکم دیا، فقہاء فرماتے ہیں کہ اگر اس نے لوگوں کو اس میں ہمیشہ نماز پڑھنے کا حکم دیا تھا، یا جماعت سے نماز پڑھنے کا حکم دیا تھا اور ہمیشہ کے لئے ہونے کا ذکر نہیں کیا، البتہ اس کی نیت ہمیشہ کے لئے نماز پڑھنے کی اجازت کی تھی، پھر اس کا انتقال ہو گیا، تو وہ زمین میراث نہ ہوگی، (یعنی وقف مکمل ہو جائے گا)۔

تحت الثریٰ سے آسمان تک مسجد

مسجد کے سلسلے میں اصل قاعدہ تو یہ ہے کہ جو جگہ مسجد بن گئی وہ

---

(۱) ترمذی ۱/۷۳

(۲) ھندیہ ۲/۴۵۵

(۳) حوالہ سابق

(۴) فتح القدیر ۵/۴۳۴

(۵) البحر الرائق ۵/۲۴۹

نیچے تحت الثریٰ تک اور اوپر آسمان تک مسجد ہے، اس لئے مسجد کا حقیقی احترام اور ادب بھی ہے کہ مسجد کے نیچے یا اس کے اوپر ایسی عمارت نہ بنائی جائے، جس کا مقصد مسجد سے مختلف ہو، تاہم اگر تعمیر مسجد کے وقت ہی مسجد کی زیریں منزل کو مسجد سے مستثنیٰ کرلیا جائے، یعنی شروع ہی سے یہ نیت کرلی جائے، کہ پہلی منزل دوسرے کاموں مثلاً دوکانات وغیرہ کے لئے ہوگی، اور اس کی چھت سے مسجد کا شمار ہوگا، تو ایسا کرنا درست ہوگا، اور نیچے دوکان کی تعمیر جائز ہوگی، اسی طرح کسی شخص نے دو منزلیں تعمیر کیں، اور شروع سے مسجد کی نیت نہ کی، اور تعمیر مکمل ہونے کے بعد اس طرح نیت کی، کہ پہلی منزل مسجد کے لئے ہوگی، اور دوسری منزل کسی اور کام کے لئے، اور دونوں کی آمد و رفت کے راستے بھی الگ کردیے، تو اس صورت میں صرف پہلی منزل پر مسجد کا حکم لگے گا، اور اوپر کی منزل کا شمار مسجد میں نہ ہوگا، صاحب ہدایہ لکھتے ہیں:

> من جعل مسجدا تحته سرداب اوفوقه بيت وجعل باب المسجد الى الطريق وعزله عن ملكه فله ان يبيعه ، وان مات يورث عنه لانه لم يخلص لله تعالى لبقاء حق العبد متعلقابه . (۱)
>
> جس نے ایسی مسجد بنائی کہ اسکے نیچے تہ خانہ یا اس کے اوپر گھر ہو، اور مسجد کا دروازہ راستے کی طرف رکھا اور اس کو اپنی ملکیت سے علاحدہ رکھا تو اس کے لئے (اس تہ خانہ یا گھر) کو فروخت کرنا جائز ہے، اور اگر اس کا انتقال ہو جائے، تو اس میں میراث بھی جاری ہوگی، کیونکہ بندہ کا حق اس سے متعلق ہونے کی وجہ سے وہ اللہ کے لئے خالص نہیں رہا۔

اور اگر شروع میں ایسی نیت نہیں کی گئی، بلکہ تعمیر کے بعد زیریں یا بالائی منزل کو مستثنیٰ کیا گیا تو یہ استثناء درست نہ ہوگا، غالباً یہی منشاء ہے فقہاء کے اس ارشاد کا کہ:

> اذا اراد انسان ان يتخذ تحت المسجد حوانيت غلة لمرمة المسجد اوفوقه ليس له ذالك كذا فى الذخيرة . (۲)
>
> اگر انسان مسجد کے نیچے یا اس کے اوپر کچھ دکانیں بنائے کہ وہ مسجد کی اصلاح و مرمت کے لئے ذریعہ آمدنی ہو تو اس کے لئے یہ جائز نہیں۔

تاہم احتیاط بہر حال یہیں مسجد کے حصہ کو اوپر اور نیچے مسجد ہی رکھنے میں ہے، خاص کر اگر اوپر کا حصہ مسجد نہ ہو تو مسجد کی بے احترامی کا بہت کچھ اندیشہ ہے، اسی لئے امام محمدؒ کے ایک قول کے مطابق مسجد کے اوپر گھر یا دوکان بنانا درست نہیں، گو امام ابو یوسفؒ نے بغداد اور امام محمدؒ نے رے آنے کے بعد وہاں جگہ کی تنگی اور لوگوں کی ضرورت دیکھتے ہوئے دونوں ہی صورتوں کو جائز قرار دیا ہے۔ (۳)

البتہ اگر زمین مسجد کے علاوہ کھلی ہوئی جگہ موجود ہو، اور وہاں دوکان بنانا مسجد کے مفاد میں ہو تاکہ اس کی آمدنی سے مسجد کی ضروریات پوری کی جاسکے تو ایسا کرنے کی گنجائش ہے، فلا باس اذا كان لصلاح المسجد ۔ (۴)

احاطہ مسجد کا وہ حصہ جو عین مسجد نہیں، یعنی جو نماز پڑھنے کے لئے مخصوص نہیں، بلکہ افتادہ زمین چھوڑ دی گئی ہے، یا اس میں مسجد کی ضروریات کے لئے کمرے بنائے گئے ہیں، مسجد سے ملحق مکتب ہے، یا بیت الخلاء وغیرہ ہے، یہ سب مسجد کے حکم میں نہیں ہیں، اس حصہ میں جنابت اور حیض کی حالت میں آمد و رفت یا

---

(۱) ہدایہ مع الفتح ۲۳۵/۶

(۲) ہندیہ ۴۵۵/۲

(۳) دیکھئے ہدایہ مع الفتح ۲۳۵/۶

(۴) البحر الرائق ۲۴۹/۵

دنیوی گفتگو اور خرید وفروخت وغیرہ جائز ہے، جب ہی تو فقہاء نے فناء مسجد یعنی وہ حصہ جس پر مسجد کا چھجہ واقع ہو اور وہ لوگوں کی رہگذر نہ ہو، میں تعمیر دوکان وغیرہ کی اجازت دی ہے۔ (۱)

تعمیر مسجد میں حلال پیسے ہی استعمال ہوں

مسجد اللہ کا گھر ہے، جب کوئی شخص مسجد کے لئے زمین وقف کرتا ہے، یا مسجد کی تعمیر کرتا ہے، یا تعمیر مسجد میں تعاون کرتا ہے، تو گویا وہ براہ راست اپنا مال اللہ کے حوالہ کرتا ہے، ظاہر ہے اللہ کی ذات والاصفات، پاک اور طیب ہے، اور اللہ تعالیٰ مال طیب ہی کو قبول کرتے ہیں، اس لئے تعمیر مسجد میں حرام مال کا استعمال، گناہ بالائے گناہ ہے، اور اس سے خوب بچنا چاہئے، علامہ شامیؒ نے تاج الشریعہ کا قول نقل کیا ہے:

> **اما لو انفق في ذالک مالا خبيثا او مالا سببه الخبيث والطيب، لان الله لا يقبل الا الطيب فيكره تلويث بيته بما لا يقبله۔ (۲)**

> اگر اس میں ناپاک مال استعمال کیا گیا، یا ایسا مال جس کا ذریعہ حصول ناپاک اور پاک دونوں ہو تو چونکہ اللہ تعالیٰ صرف پاک ہی کو قبول کرتا ہے، اس لئے اس کے گھر (مسجد) کو ایسی چیز سے آلودہ کرنا جس کو وہ قبول نہ کرتا ہو مکروہ ہے۔

تاہم اگر کسی شخص نے زمین یا تعمیری اشیاء کا معاملہ تو مطلقاً ایک متعینہ رقم پر طے کیا، مثلاً کہا کہ یہ زمین میں پانچ ہزار روپے میں لیتا ہوں یا کہا کہ مجھے سو تھیلے سمنٹ دس ہزار روپے میں چاہئے، اور بعد میں قیمت ادا کردی، خریدتے وقت حرام طریقہ سے حاصل کئے ہوئے روپیہ ہی کو متعین نہیں کیا، کہ خاص ان ہی روپیوں کے عوض خرید کر رہا ہوں، یا زمین کی خریدی اور تعمیر میں حلال وحرام دونوں طرح کی رقم مخلوط تھی، تو گو اس کا مال حرام کو تعمیر مسجد کے لئے استعمال کرنا گناہ ہے، لیکن شرعاً وہ عمارت مسجد ہی شمار کی جائے گی، اور اس کے وہی احکام ہوں گے، جو مسجد کے ہیں۔ (۳)

تعمیر میں غیر مسلم بھائیوں کا تعاون

بنیادی طور پر مسجد کی تعمیر اور مساجد کا قیام مسلمانوں کی ذمہ داری ہے، اور یہ ان ہی کے شایان شان ہے، اور ارشاد خداوندی: **ما کان للمشرکین ان یعمروا مساجد اللہ**، (التوبہ: ۱۸) کا تقاضا بھی یہی ہے، اسی لئے بعض فقہاء کے نزدیک تعمیر مسجد میں غیر مسلم کا تعاون لینا درست نہیں، بعض حضرات نے اس کی اجازت بھی دی ہے، اور قرآن کی مذکورہ آیت کو مسجد کی تعمیر معنوی پر محمول کیا ہے، علامہ شامیؒ کی تحقیق یہ ہے کہ غیر مسلموں کا ایسا وقف قبول کرنا جائز ہے، جس کو وہ بھی قربت ونیکی خیال کرتے ہوں، اور ہمارے نزدیک بھی وہ کار قربت ہو، چنانچہ علامہ شامیؒ نے لکھا ہے، کہ اہل کتاب (گو شامی نے ذمی کا لفظ استعمال کیا ہے، لیکن قرائن سے واضح ہے کہ یہاں ذمی سے اہل کتاب ہی مراد ہیں) کا بیت المقدس پر وقف درست ہوگا، کیونکہ بیت المقدس پر خرچ کرنا ان کے نزدیک بھی قربت خداوندی کا باعث ہے، اور ہمارے نزدیک بھی، حج وعمرہ پر ان کا وقف درست نہ ہوگا، کیونکہ حج وعمرہ ہمارے نزدیک باعث قربت ہے، نہ کہ ان کے نزدیک، **شرط وقف الذمي ان يكون قربة عندنا وعندهم كالوقف على الفقراء او على مسجد القدس۔** (۴)

---

(۱) البحر الرائق ۲۴۹/۵

(۲) رد المحتار ۶۵۸/۱

(۳) اس سلسلہ میں تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو، مفتی محمد شفیع صاحب مرحوم کا فتویٰ "نیل المرام فی حکم المسجد المبنی بالمال الحرام" کے عنوان سے جواہر الفقہ، جلد چہارم میں شامل ہے (۳۴۳-۳۳۴)

(۴) رد المحتار ۳۶۰/۳

ہمارے ملک میں ہندو بھائی کچھ ایسا مشرکانہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ اپنے دیوی اور دیوتاؤں کے ساتھ ساتھ خدائے برحق کے گھر کو بھی نگاہ احترام سے دیکھتے ہیں، اس لئے گویا مسجدوں کی خدمت ان کے عقیدہ کے مطابق بھی، باعث قربت وثواب ہے، لہٰذا مسجد کی تعمیر میں ہندوں کا چندہ قبول کرنا جائز نظر آتا ہے، بشرطیکہ اس بات کا اندیشہ نہ ہو کہ وہ کل ہو کر مندر کی تعمیر میں مسلمان سے تعاون کے خواستگار ہوں، اس لئے کہ کسی مسلمان کا مندر اور غیر اسلامی عبادت گاہ میں تعاون کرنا شرک میں تعاون کی وجہ سے قطعاً حرام ہے، اس لئے جہاں یہ اندیشہ ہو کہ کل ہو کر غیر مسلم بھائی اپنی عبادت گاہوں یا تیوہاروں میں تعاون چاہیں گے، وہاں مساجد کی تعمیر میں نہ اس سے تعاون کی خواہش کی جائے، اور نہ قبول کیا جائے بلکہ خوش اسلوبی اور حکمت کے ساتھ معذرت کر دی جائے۔

غصب کی زمین پر مسجد کی تعمیر

کوئی جگہ اس وقت مسجد قرار پاتی ہے، جب اس جگہ سے انسان کی ملکیت ختم ہو جائے، اور ملکیت اسی وقت ختم ہوگی، جب خود مالک اسے مسجد کے لئے وقف کر دے، لہٰذا اگر کسی نے زمین غصب کر لی، اور اس پر مسجد کے نام اور نیت سے کوئی عمارت تعمیر کر دی، تو وہ شرعاً مسجد نہ ہوگی، کیونکہ غصب کی ہوئی زمین پر غاصب کی ملکیت قائم نہیں ہوتی، بلکہ اصل مالک کی ملکیت باقی رہتی ہے، سوائے اس کے کہ زمین کے حقیقی مالک کو اس پر راضی کر لیا جائے، یا غصب کرنے والا پیسہ دیکر اسے حاصل کر لے، البتہ اگر اس میں نماز پڑھ لی جائے تو کراہت کے ساتھ نماز ادا ہو جائے گی، (۱) فتاویٰ عالمگیری میں ہے **مسجد بنی علی سور المدینۃ قالو لایصلی فیہ لان السور حق العامۃ ۔ (۲)**

قبرستان میں مسجد کی تعمیر و توسیع

اگر کوئی زمین قبرستان کے لئے وقف ہو، اس زمین میں مسجد کی تعمیر یا پہلے سے تعمیر شدہ چھوٹی مسجد کی توسیع کی ضرورت ہو، تو اگر قبریں پرانی اور بوسیدہ ہو گئی ہوں، اور غالب گمان یہی ہو کہ اب لاشیں مٹی بن چکی ہوں گی، تو ایسی قبروں پر مسجد کی تعمیر کی گنجائش ہے، بشرطیکہ تعمیر مسجد کے لئے کوئی اور صورت قابو میں نہ ہو، چنانچہ شارح بخاری علامہ عینی کا بیان ہے:

> **لوان مقبرۃ من مقابر المسلمین عفت فبنی فیھا مسجدا لم ار بذلک باسا وذالک لان المقابر وقف من اوقاف المسلمین لدفن موتاھم ، لایجوز لاحد ان یملکھا فاذا درست واستغنیٰ من الدفن فیھا جاز صرفھا الی المسجد لان المسجد ایضاً وقف من اوقاف المسلمین لایجوز تملکیہ لاحد فمعناھما واحد ۔ (۳)**
>
> مسلمانوں کے قبرستان میں سے کوئی قبرستان اگر مٹ جائے اور اس میں مسجد بنا دی گئی تو میں اس میں کوئی مضائقہ نہیں سمجھتا ہوں، کیوں کہ قبرستان مسلمانوں کے اوقاف میں سے ایک وقف ہے جو مردوں کے دفن ہونے کے لئے ہے، لہٰذا کوئی شخص اس کا مالک نہیں ہو سکتا، البتہ اگر قبرستان ختم ہو جائے اور اس میں تدفین کی ضرورت باقی نہ رہے تو اس کو مسجد میں استعمال کرنا جائز ہے، کیوں کہ مسجد بھی مسلمانوں ہی کا ایک وقف ہے،

---

(۱) درمختار علی الرد ۲/۳۶۲ (۲) ہندیہ ۱/۲

(۳) عینی شرح بخاری ۴/۱۷۹، البحر الرائق ۵/۲۵۱

جس کا کسی اور کو مالک نہیں بنایا جاسکتا، پس دونوں کا مقصد ایک ہی ہے۔

مساجد کی تزئین و آرائش

مساجد کی تزئین و آرائش میں اعتدال مطلوب ہے، حضور ﷺ کے زمانہ میں مسجد نبوی ظاہری تعمیر کے اعتبار سے بہت معمولی حالت میں تھی، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے توسیع فرمائی، اور عمارت بھی پہلے سے بہتر بنوائی، لیکن سادگی میں اب بھی کوئی کمی نہ آنے دی، حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے اپنے دور میں منقش پتھروں کی دیواریں بنوائیں اور عمدہ لکڑی کی چھت، (۱) کیونکہ اس زمانہ میں لوگوں کا تعمیراتی معیار بدل چکا تھا، اور اپنے زمانہ و عہد کے معیار کی رعایت ضروری ہوتی ہے، **ماراٰہ المسلمون حسنا فھو عنداللہ حسن**، لیکن اس میں بہت مبالغہ درست نہیں، مسجد کی ظاہری تعمیر اور آرائش میں تفاخر کو آپ ﷺ نے ناپسند فرمایا ہے، اور اس کو علامات قیامت میں قرار دیا ہے، آج کی تزئین و آرائش کا کیا کہنا، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی تعمیر پر بھی صحابہ کو اعتراض تھا، (۲) بدقسمتی سے فی زمانہ شہروں میں مساجد کی تعمیر میں بھی مقابلہ کی سی شکل پیدا ہوگئی ہے، اور لاکھوں نہیں بلکہ کروڑوں روپے مسجد کی تعمیر پر صرف کردیا جاتا ہے، حالانکہ اس ملک میں اب بھی لاکھوں دیہات اور قریہ جات ایسے ہیں، جہاں غریب مسلمانوں کے کان اذان کو ترستے ہیں، اور جہاں میل ہا میل تک کسی مسجد کا وجود نہیں۔ **والی اللہ المشتکی**

مساجد کی زیبائش و آرائش کا مسئلہ دراصل ہر عہد کے عرف اور تعمیراتی معیار سے متعلق ہے، تاہم پھر بھی فقہاء نے اس سلسلے میں بعض ہدایات دی ہیں، فتاوی عالمگیری میں ہے:

والاولی ان تکون حیطان المسجد ابیض غیر منقوشۃ ولا مکتوبۃ علیہ۔ (۳)

بہتر ہے کہ مسجد کی دیواریں سفید ہوں، نہ منقش ہوں اور نہ اس پر تحریر ہو۔

گو نقش و نگار کی اجازت ہے پھر بھی خاص کر دیوار قبلہ میں نقش و نگار کو فقہاء نے ناپسند کیا ہے، کیونکہ اس سے نمازی کی توجہ ہٹ جاتی ہے، اور یہ نقش و نگار بھی اس وقت درست ہے جب یا تو کوئی شخص اپنے اخراجات سے کرائے یا وقف کرنے والے نے اس کی اجازت دی ہو۔ (۴)

آج کل مساجد کی دیواروں پر آیات قرآنی لکھنے اور کندہ کرنے کا ذوق بھی عام ہے، بلکہ زمانۂ قدیم ہی سے اس کا رواج ہے، حالانکہ اس میں قرآن کی اہانت کا اندیشہ ہوتا ہے، پرندے اس پر بیٹھتے ہیں، اور بیٹ کرتے ہیں، مزدور اس کی صفائی اور آہک پاشی میں اس پر پاؤں رکھتے ہیں، اسی لئے فقہاء نے اس عمل کی حوصلہ افزائی نہیں کی ہے، علامہ حصکفیؒ لکھتے ہیں، کہ دیوار پر کتابت مناسب نہیں، **ولا ینبغی الکتابۃ علی جدرانہ**، (۵) اور علامہ ابن نجیمؒ نے نہایہ کے حوالے سے لکھا ہے، کہ دیواروں اور محرابوں پر آیت قرآنی کا لکھنا بہتر نہیں، **ولیس بمستحسن کتابۃ القرآن علی المحاریب والجدران**، (۶) اس لئے گو آیات قرآنی کا لکھنا جائز ہے، لیکن بہتر نہ لکھنا ہے، اور اسی میں قرآن کا زیادہ احترام ہے۔ واللہ اعلم

مساجد کو کسی کے نام سے موسوم کرنا

مسجد کو کسی نام سے موسوم کرنا درست ہے، حضور کے زمانہ میں

---

(۱) دیکھئے ابوداؤد، باب فی بناء المسجد ۶۵/۱

(۲) حوالۂ سابق

(۳) ہندیہ ۱۰۹/۱

(۴) درمختار علی الرد ۶۴۴/۱

(۵) درمختار علی ھامش الرد ۶۴۵/۱

(۶) البحر الرائق ۳۰/۲

ایک مسجد ایک قبیلہ کی طرف منسوب ہوکر "مسجد بنی زریق" کہلاتی تھی۔(۱) اسلام کی ابتدائی صدیوں میں بھی بعض صحابہ ؓ کے نام سے موسوم مساجد کا ذکر ملتا ہے، اس لئے ازراہ تعارف مسجدوں کا نام رکھنا بھی جائز ہے، اور اس میں حرج نہیں، بہتر ہے کہ مسجد یں صحابہ ؓ کے نام سے موسوم کی جائیں، کہ انبیاء کرام کے بعد حضرات صحابہ سے بڑھ کر کوئی اللہ کا ولی نہیں، اس سے اسلامی نسبت کا بھی اظہار ہوتا ہے، اور مسلمانوں میں اپنے بزرگوں اور سلف صالحین کی پہچان بھی پیدا ہوتی ہے۔

مساجد پر مسجد تعمیر کرانے والوں کے نام کے کتبے لگانا بھی مروج ہے، یہ صورت بہتر نہیں ہے، کیونکہ اس میں ایک گونہ ریا اور نمائش کا اظہار ہوتا ہے اور اخلاص و انفاق کی روح مجروح ہوتی ہے۔

مسجد میں داخل ہونے کے آداب

جب مسجد میں داخل ہو تو داخل ہوتے ہوئے پہلے درود شریف پڑھے پھر یہ دعا پڑھے:

رب اغفرلی ذنوبی وافتح لی ابواب رحمتک.

اور جب مسجد سے نکلے تو پھر درود شریف پڑھے، اور یہ دعا پڑھے:

رب اغفرلی ذنوبی وافتح لی ابواب فضلک. (۲)

بعض روایات میں مسجد میں داخل ہوتے ہوئے صرف اللھم افتح لی ابواب رحمتک، اور مسجد سے نکلتے ہوئے "اللھم انی اسئلک من فضلک" بھی منقول ہے۔(۳)

مسجد کے آداب

آداب مسجد میں یہ بھی ہے کہ اگر ایسے وقت مسجد میں داخل ہو جس میں نماز پڑھنا مکروہ نہیں تھا تو دو رکعت تحیۃ المسجد بھی ادا کرلے، حضرت ابوقتادہ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا جب تم سے کوئی شخص مسجد جائے تو بیٹھنے سے پہلے دو رکعت نماز ادا کرے،(۴) اس نماز کو تحیۃ المسجد کہتے ہیں، اور اس کا ادا کرنا ائمہ اربعہ کے نزدیک مسنون ہے۔ (تفصیل کے لئے دیکھئے تحیۃ المسجد)

مسجد میں کوئی بھی ایسا عمل جو احترام مسجد کے خلاف ہو درست نہیں، اسی لئے مسجد میں وضو کرنا، تھوکنا، ناک صاف کرنا، مسجد کو رہگذر بنالینا، اس میں دنیا کی باتیں کرنا، بغیر پاکی کے مسجد میں داخل ہونا مکروہ ہے،(۵) اگر مسجد کے اوپر کوئی کمرہ واقع ہو تو اس میں بھی پیشاب و پاخانہ اور زن و شو کا تعلق پیدا کرنا مکروہ ہے،(۶) اسی طرح راستہ میں چلتے ہوئے جو مٹی لگ جائے اسے مسجد کی دیوار یا اس کے ستون یا مسجد کی تعمیر سے پونچھنا بھی کراہت سے خالی نہیں، ہاں اگر مسجد میں کوئی چیز اسی مقصد سے رکھی گئی کہ اس میں پاؤں پونچھ کر مسجد کے اندر جایا جائے تو اس کی گنجائش ہے، اسی طرح مسجد کی دیوار یا سطح مسجد پر تھوکنا درست نہیں، اور اگر تھوک دے تو اسے صاف کرلینا چاہئے، اگر کچی زمین ہو تو اسے زمین ہی میں دفن کردے اور اگر پختہ زمین ہو تو اسے پونچھ دے،(۷) جس آدمی پر غسل واجب ہو اس کے لئے اس حالت میں مسجد میں داخل ہونا قطعاً جائز نہیں، آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ میں جنبی اور حائضہ کے لئے مسجد کو حلال نہیں رکھتا، لا احل المسجد لحائض ولا جنب ،(۸) مسجد میں کسی ناپاک چیز کا لے جانا جائز نہیں اگر کسی

---

(۱) دیکھئے بخاری حدیث نمبر ۲۸۶۸-۲۸۶۹ باب اضمار الخیل للسبق

(۲) دیکھئے ترمذی، باب مایقول عند دخول المسجد

(۳) مسلم، ابوداؤد حدیث نمبر ۴۶۵

(۴) ترمذی، باب اذا دخل احدکم المسجد فلیرکع رکعتین

(۵) البحر الرائق ۲۵۱/۵

(۶) ھندیہ ۱۰۹/۱

(۷) ھندیہ ۱۱۰/۱

(۸) ابوداؤد ۳۲/۱

کے ہاتھ پر نجاست لگی ہو تو اسے مسجد میں داخل ہونا نہیں چاہئے (۱) مسجد میں خرید و فروخت کی بھی ممانعت ہے، چنانچہ آپ ﷺ نے اس سے منع فرمایا [illegible] مرتکب ہو، ایسی باتیں بھی مناسب نہیں جس سے نمازیوں کو تکلیف پہنچتی ہو، اسی لئے آپ ﷺ نے بدبودار چیز جیسے کچی پیاز، لہسن کھا کر مسجد میں آنے کو منع فرمایا (۲) اسی حکم میں وہ تمام چیزیں ہیں جن سے منہ میں یا جسم میں بدبو پیدا ہوتی ہو، اگر کسی کے منہ سے بیماری کی وجہ سے مستقل بدبو آتی ہو یا کسی کو ایسا زخم ہو جس سے بدبو آتی ہو تو اسے بھی مسجد میں آنے سے گریز کرنا چاہئے، اسی حکم میں لازمی بھی ہے ایسے لوگوں کے لئے جماعت ترک کرنے کی گنجائش ہے، قصاب، مچھیرے اور اس طرح کا کام کرنے والے بھی اگر اسی حالت میں ہوں تو نہا دھو کر مسجد میں آئیں (۳) سگریٹ، بیڑی پینے والے اور کچی پیاز کھانے والے بھی اسی حکم میں ہیں کہ ان چیزوں کے استعمال کے بعد منہ صاف کئے بغیر مسجد میں نہیں آنا چاہئے، بچے اگر بہت چھوٹے ہوں اور ابھی ان میں شعور پیدا نہ ہوا ہو تو ان کی آمد بھی نمازیوں کے لئے ذہن بٹ جانے کا باعث ہوتی ہے، اسی لئے آپ ﷺ نے مسجدوں کو بچوں اور پاگلوں سے بچانے کا حکم فرمایا: جنبوا مساجدکم صبیانکم و مجانینکم (۴)

مسجد میں ایسے کام کرنا روا نہیں جس سے مسجد کا احترام مجروح ہوتا ہو اور جو بات مسجد کے بنیادی مقصد یعنی اللہ تعالیٰ کی عبادت سے میل نہ کھاتی ہو، چنانچہ آپ ﷺ نے مسجدوں میں خرید و فروخت اور اشعار پڑھنے سے منع فرمایا (۵)

ظاہر ہے کہ آپ ﷺ کا منشا ایسے اشعار پڑھنے سے منع کرنا ہے جو اسلامی تصورات سے عاری ہوں اور بازاری قسم کے اشعار ہوں، جیسے کہ عام طور پر شعراء کا مذاق ہے، ورنہ تو آپ ﷺ کے سامنے حضرت حسان ؓ اور دوسرے صحابہ ؓ کا اشعار پڑھنا ثابت ہے (۶) لہٰذا مناسب اور معنی خیز اشعار اور حمدیہ و نعتیہ کلام کا مسجد میں پڑھنا درست ہے، اسی طرح مسجد میں گمشدہ اشیاء کا اعلان بھی مناسب نہیں، اگر اعلان کرنا ہو تو حدود مسجد کے باہر اعلان کرے، حضرت ابوہریرہ ؓ سے روایت ہے کہ جب تم مسجد میں کسی گمشدہ چیز کا اعلان کرتے ہوئے دیکھو تو کہو کہ اللہ تم کو نہ لوٹائے "لاردھا اللہ علیک" (۷) مسجد میں بلا ضرورت دنیوی گفتگو کی بھی ممانعت ہے، البتہ اگر مسجد میں آنا تو نماز اور عبادت کے لئے ہو، لیکن ضمناً کوئی مباح گفتگو بھی کر لیں تو اس کی گنجائش ہے۔ (۸)

مسجد میں سونا

مسجد میں سونا بھی احترام مسجد کے خلاف ہے، جو شخص مسافر نہ ہو اور مسجد میں سونے پر مجبور ہو اس کے لئے مسجد میں سونا مکروہ ہے، یہی رائے حنفیہ، مالکیہ اور حنابلہ کی ہے (۹) چنانچہ حضرت ابوذر ؓ سے مروی ہے کہ میں مسجد میں سویا ہوا تھا، آپ ﷺ تشریف لائے، مجھے پائے مبارک سے ٹھوکر دی اور فرمایا کہ میں تم کو مسجد میں سویا ہوا نہیں دیکھنا چاہتا، میں نے معذرت کی کہ میری آنکھ لگ گئی تھی (۱۰) لیکن صحیح بخاری میں اصحاب صفہ اور حضرت عبد اللہ بن عمر ؓ وغیرہ کا مسجد نبوی میں سونا ثابت ہے (۱۱) لیکن

---

(۱) در مختار و رد المحتار ۱/۳۴۷

(۲) مسلم، حدیث نمبر ۵۶۲

(۳) عالمگیری ۵/۳۲۱

(۴) ابن ماجہ ۱/۵۴، باب ما یکرہ فی المساجد، عن واثلة

(۵) رد المحتار ۱/۴۴۴

(۶) بخاری ۱/۶۵، باب الشعر فی المسجد

(۷) نیل الاوطار ۲/۳۴۶

(۸) دیکھئے [illegible] ۱/۲۰۷

(۹) الموسوعة الفقهية، کراهية النوم فی المسجد

(۱۰) نسائی ۱/۱۱۶

(۱۱) رد المحتار ۲/۳۷۳

(۱۲) دیکھئے بخاری مع الفتح ۱/۴۳۶، باب النوم فی المسجد

یہ مجبوری کی بناء پر تھا، جو لوگ مسافر ہوں یا دینی یا دعوتی مقصد کے تحت مسجد میں قیام پذیر ہوں، اور مسجد سے متصل کمرے نہ ہوں جہاں وہ ٹھہر سکیں تو ان کے لئے مسجد میں قیام کرنے کی گنجائش ہے، جیسا کہ اصحاب صفہ مسجد نبوی میں قیام کرتے تھے، البتہ اس صورت میں بھی بہتر ہے کہ اعتکاف نفل کی نیت کرلے۔ (۱)

نیند کی حالت میں خروج ریح کی نوبت آنا مستبعد نہیں اور مسجد میں خروج ریح کو بھی پسند نہیں کیا گیا ہے، آپ ﷺ نے فرمایا کہ تم میں سے کوئی شخص جب تک اپنی نماز گاہ میں ہوتا ہے، فرشتے اس کے حق میں دعاء رحمت کرتے ہیں، اور جب تک حدث نہ پیش آجائے، کہتے رہتے ہیں: اے اللہ! تو اس کی مغفرت فرما، تو اس پر رحم فرما، (۲) حافظ ابن حجرؒ نے اس حدیث سے یہ بات اخذ کی ہے کہ مسجد میں اخراج ریح مسجد میں بلغم پھینکنے سے زیادہ ناشائستہ بات ہے، کیونکہ تھوکنے یا ناک صاف کرنے کا کفارہ تو حدیث میں بتایا گیا کہ اسے زمین میں دفن کردیا جائے، اور اس غلطی کا آپ ﷺ نے کوئی کفارہ نہیں بتایا، بلکہ اس کو فرشتوں کی دعاء استغفار اور رحمت سے محرومی کا باعث قرار دیا، (۳) علامہ ابن نجیم مصری نے بھی مسجد میں قصداً اخراج ریح کو مکروہ تحریمی قرار دیا ہے۔ (۴)

کسی مسلمان کو مسجد سے روکنا درست نہیں!

مسجد اللہ کا گھر ہے، اور اس سے تمام مسلمانوں کا حق متعلق ہے اس لئے کسی پر بھی مسجد کے دروازہ کو بند کردینا درست نہیں، اسی لئے فقہاء نے مسجد کے دروازے بند کرنے کو منع کیا ہے، لیکن چونکہ فی زمانہ اس کے بغیر مسجد کے سامان و اسباب کی حفاظت ممکن نہیں، اس لئے غیر اوقات نماز میں مسجد بند کردینے میں مضائقہ نہیں۔ (۵)

مسجد اللہ کے گھر کی بلندی کے لئے ہے، اور اس لئے کہ انسان اپنی ہر طرح کی انا کو خدا کی چوکھٹ پر فنا کردے، اور یہ اسی وقت ہوسکتا ہے جب مسجدیں "ایک ہی صف میں کھڑے ہوگئے محمود و ایاز" کا منظر پیش کریں، اس لئے فقہاء نے اس بات سے منع فرمایا ہے کہ کوئی شخص مسجد میں اپنے لئے کوئی جگہ مخصوص کرلے، "ویکرہ للانسان ان یخص لنفسہ مکانا فی المسجد یصلی فیہ"۔ (۶)

مسجدیں اصل میں عبادت کی جگہ ہیں اور عبادت کی روح اخلاص ہے، یعنی آدمی کا عمل خالصۃً لوجہ اللہ ہو اور اجر کے لئے ہو نہ کہ اُجرت کے لئے، اسی لئے فقہاء نے ایسے مدرسین کو مسجدوں میں تعلیم دینے کی اجازت نہیں دی ہے جو اجرت لے کر پڑھاتا ہو، کیونکہ یہ کام خالصۃً لوجہ اللہ باقی نہیں رہا، (۷) تاہم فقہاء نے ضرورۃً اس کی اجازت دی ہے، فتاویٰ عالمگیری میں خلاصہ کے حوالے سے نقل کیا گیا ہے:

> واما المعلم الذی یعلم الصبیان باجر اذا
> جلس فی المسجد یعلم الصبیان لضرورة
> الحر وغیرہ لا یکرہ۔ (۸)
>
> جو معلم اجرت لے کر بچوں کو تعلیم دیتا ہو، اگر وہ گرمی یا کسی اور مجبوری کی بناء پر بچوں کو تعلیم دینے کے لئے مسجد میں بیٹھے تو مکروہ نہیں۔

موجودہ زمانہ میں جبکہ بچوں کی بنیادی دینی تعلیم کے لئے غیر مسلم ممالک تو کیا مسلم ممالک میں بھی کوئی انتظام نہیں، اور ہر جگہ مسلمان اس موقف میں نہیں ہیں کہ مکاتب کی الگ عمارتیں تعمیر کریں، مساجد میں مکاتب کا قیام ایک بہت بڑی ضرورت ہے، اور اس سے محض گرمی اور ٹھنڈک سے بچاؤ ہی متعلق نہیں، بلکہ دین کا

---

(۱) دیکھئے: رد المحتار ۱/۴۴۳

(۲) بخاری مع الفتح ۱/۹۳۱ باب الحدث فی المسجد

(۳) فتح الباری ۱/۹۳۱

(۴) دیکھئے: رد المحتار ۲/۴۲۹، ط: مکتبہ زکریا

(۵) ہندیہ ۱/۱۰۹

(۶) ہندیہ ۱/۱۰۹

(۷) البحر الرائق ۵/۵۰۵

(۸) ہندیہ ۱/۱۱۰

بقا اور اسلام کے ساتھ ان کے رشتہ کو استوار رکھنے کا بھی مسئلہ ہے، اس لئے جہاں الگ درسگاہوں کے لئے کوئی اور جگہ میسر نہ ہو مساجد میں بھی مکاتب کے قیام میں کوئی حرج نہیں بلکہ اس کی کوشش کرنی چاہئے۔

درس و تعلیم کی غرض سے مسجد کی روشنی کا استعمال بھی درست ہے،(۱) اس سے قیاس کیا جاسکتا ہے کہ تعلیمی اغراض کے لئے مسجد میں بچھے ہوئے فرش، پنکھے وغیرہ کا استعمال بھی درس و تدریس کے اوقات میں درست ہوگا، کیونکہ تعلیم کا مقصد بھی اسلام ہی کی سربلندی ہے، اور علم دین کا سیکھنا اور سکھانا بھی من جملہ عبادات کے ہے، بلکہ افضل العبادات ہے، البتہ ایسے کم عمر بچے مسجد میں نہ لائے جائیں جن کو ابھی پیشاب پاخانہ کی تمیز نہیں اور جن سے مساجد کے آلودہ ہونے کا اندیشہ ہے۔(۲)

البتہ آج کل بعض مواقع پر مسجد کی آرائش کے لئے روشنی کے غیر ضروری اور مسرفانہ استعمال کی جو صورت مروج ہو گئی ہے، وہ بھی کراہت سے خالی نہیں، اس سلسلہ میں فتاویٰ عالمگیری کی یہ صراحت اہل بصیرت کے لئے چشم کشا ہے:

> سئل ابوبكر عمن اوصى بثلث ماله لاعمال البر هل يجوز ان يسرج في المسجد ؟ قال يجوز قال ولايجوز ان يزاد على سراج المسجد سراء كان في شهر رمضان اوفي غيره قال ولا يزين به المسجد كذا في المحيط . (۳)

> ابوبکر سے اس شخص کے بارے میں دریافت کیا گیا جس نے تہائی مال کی نیکی کے کاموں کے لئے وصیت کرے کہ کیا اس سے مسجد میں چراغ جلایا جاسکتا ہے؟ تو فرمایا: جائز ہے، البتہ مسجد کے چراغ سے زیادہ نہ جلایا جائے، چاہے رمضان کا مہینہ ہو یا کوئی اور، نیز فرمایا کہ اس پیسے سے مسجد کی آرائش نہیں کی جائے گی۔

اور مساجد میں قمقمے وغیرہ لگانا تو یوں بھی بہتر نہیں کہ اس طرح غیر مسلم قومیں اپنی عبادت گاہوں کی آرائش کرتی ہیں اور مسلمانوں کو دوسری قوموں کی مشابہت اور مماثلت اختیار کرنے سے منع کیا گیا ہے۔

متفرق احکام

☆ مساجد میں مقدمات کی سماعت اور فیصلے کئے جاسکتے ہیں یا نہیں؟ اس سلسلہ میں دو قول ہیں،(۱) تاہم حدیث نبوی اور شریعت کے عمومی مزاج کو سامنے رکھتے ہوئے یہ بات سمجھ میں آتی ہے کہ اگر شور و شغب کے بڑھنے اور مسجد کی بے احترامی پیش آنے کا اندیشہ ہو، اور مقدمہ سے متعلق لوگ ناپاکی کی حالت میں نہ ہوں تو مسجد میں فیصلہ کی گنجائش ہے، ورنہ نہیں۔(۴)

☆ مسجد میں سزاؤں کا جاری کرنا مناسب نہیں، ایک تو یوں بھی مسجد نزول رحمت کی جگہ ہے، نہ کہ تعذیب و عتاب کی، دوسرے اس سے مسجد کے آلودہ ہونے کا بھی امکان ہے، چنانچہ خود رسول اللہ ﷺ نے مسجد میں حدود جاری کرنے سے منع فرمایا ہے۔(۵)

☆ مسجدوں میں غیر مسلموں کا داخلہ درست اور جائز ہے۔(۶)

☆ یہ مکروہ ہے کہ مسجد سے متصل سمت قبلہ میں قبرستان، وضوخانہ، حمام وغیرہ ہو۔(۷)

---

(۱) [illegible]
(۲) در مختار علی ہامش رد المحتار ۴۴۴/۱
(۳) ہندیہ ۴۶۲/۲
(۴) تفصیل کے لئے دیکھئے: قضاء
(۵) ابن ماجہ ۵۳
(۶) البحر الرائق ۵۸/۲
(۷) حوالۂ سابق

☆ مسجد میں وعظ و نصیحت، بیان و تقریر، قرآن و حدیث کا درس، مسائل فقہیہ کا بیان اور اس طرح کے تعلیمی، دعوتی کام کرنا نہ صرف جائز بلکہ مستحب ہیں، اور یہ گویا مقاصد مسجد کی تکمیل ہے۔

☆ مسجد میں بہت بلند آواز میں ذکر، قرآن مجید کی تلاوت وغیرہ مناسب نہیں؛ کیونکہ اس سے دوسروں کو خلل ہو سکتا ہے، البتہ تقریر اور بیان کی غرض سے آواز کا بلند کرنا درست ہے، علامہ حصکفیؒ نے مکروہات کا ذکر کرتے ہوئے لکھا ہے "ورفع الصوت بذكر الا للمتفقه"۔ (۱)

☆ مسجد میں بھیک مانگنا جائز نہیں بلکہ بھیک دینا بھی کراہت سے خالی نہیں، (۲) — لیکن اس سے مراد اپنی ذات کے لئے سوال کرنا ہے، کسی دینی کاز کے لئے مسجد میں اعانت کی اپیل کرنا درست ہے، جیسا کہ رسول اللہ ﷺ نے بعض غزوات کے موقع پر مسجد میں مالی تعاون کی خواہش فرمائی ہے، اور مسجد میں اس کا اعلان کیا ہے۔

گھر کی مسجد

نماز ایسی عبادت ہے جو بحالت ہوش و حواس بہر حال ہر مسلمان کو ادا کرنی ہے، اس لئے گھر میں بھی ایک جگہ نماز کے لئے مخصوص رکھنی چاہئے، جسے صاف ستھرا رکھے اور ممکن ہو تو محراب وغیرہ کی طرح کوئی علامت بھی اس میں نماز کی بنا دے، گھر میں ایسی جگہ مخصوص رکھنا ہر صاحب ایمان کے لئے علامہ کرمانی نے مستحب قرار دیا ہے، لیکن یہ جگہ مسجد شرعی کے حکم میں نہیں ہوگی اور اس کے احکام مساجد کے نہیں ہوں گے، (۳) البتہ خواتین کو چاہئے کہ وہ گھر میں اسی جگہ اعتکاف کریں، (۴) مردوں کا یہاں اعتکاف کرنا درست نہیں، ایسی جگہ کو فقہاء "مسجد بیت" کا نام دیتے ہیں۔

افضل مسجد

مسجدوں میں سب سے افضل مسجد حرام مکہ مکرمہ ہے، پھر مسجد نبوی مدینہ منورہ، پھر مسجد اقصیٰ بیت المقدس، پھر مسجد قبا جس کی بنیاد آپ ﷺ کے ہاتھوں پڑی، پھر وہ مسجد جو زیادہ قدیم ہو، پھر وہ جو زیادہ بڑی (اعظم) ہو یعنی وہاں بڑی جماعت ہوتی ہو، پھر وہ جو قریب ہو، ویسے اس پر اتفاق ہے، کہ مسجد حرام، مسجد نبوی اور مسجد اقصیٰ کے بعد وہ مسجد افضل ہوگی جس میں درس و بیان کا بھی انتظام ہو اور محلہ کی مسجد آبادی کی جامع مسجد سے بھی افضل ہے، گو مسجد محلہ کی جماعت میں کم لوگوں کی شرکت ہوتی ہو، نیز ایسی مسجد میں جانے کا اہتمام بہتر ہے جہاں امام علم و عمل کے اعتبار سے زیادہ فائق ہو — یہاں اس بات کا ذکر مناسب ہوگا کہ مسجد نبوی میں ہونے والا تعمیری اضافہ اسی مسجد کے حکم میں ہے، اور اس میں انشاء اللہ وہی اجر حاصل ہوگا۔ (۵)

(مسجد سے متعلق وقف کے احکام خود وقف کے ذیل میں مذکور ہوں گے)۔

مسح

لغت میں "مسح" کسی چیز کو دوسری چیز پر اس طرح گذارنے کے ہیں کہ وہ ایک دوسرے کو مس کرتے ہوں، فقہ کی اصطلاح میں تر ہاتھ کو لگانا مسح ہے، اصابة اليد المبتلة وضوء اور موزوں کے مسح وغیرہ میں مسح سے یہی فقہی اصطلاح مراد ہے، اور تیمم میں لغوی معنی۔ (۶)

---

(۱) درمختار علی الرد ۴۴۴/۱

(۲) در علی الرد ۴۴۴/۱

(۳) درمختار وردالمحتار ۴۴۴/۱

(۴) حوالۂ سابق ۴۴۴/۱

(۵) دیکھئے درمختار وردالمحتار ۴۴۴/۱

(۶) کبیری ۱۵

(مسح کے مختلف مواقع اور احکام کے لئے: دیکھئے: خف، جبیرہ، وضوء، تیمم، غسل، مسافر)۔

مسکین

مسکین اور فقیر کا لفظ ضرورت مند شخص کے لئے قرآن مجید میں استعمال ہوا ہے، زکوٰۃ کے باب میں یہ بحث آتی ہے کہ مسکین کا اطلاق کس درجہ کے ضرورت مند پر ہوگا؟ "زکوٰۃ" اور "فقیر" میں اس کی تشریح آچکی ہے۔

مسیل (پانی کی نکاسی کی جگہ)

"مسیل" کے معنی بہنے کی جگہ کے ہیں۔

فقہ کی اصطلاح میں حق "مسیل" پانی کی نکاسی کے حق کو کہتے ہیں، خواہ یہ کھلی ہوئی نالی کے ذریعہ ہو، مسقف نالی کے ذریعہ ہو، یا پائپ کے ذریعہ، اگر پانی کی نکاسی کا راستہ خود اس شخص کی ملکیت میں ہو، یا گورنمنٹ کی طرف سے بنے ہوئے ڈرینج نظام سے منسلک ہو، تب تو ظاہر ہے کہ اس میں کوئی کلام نہیں، اگر کسی دوسرے کی زمین سے گذرتا ہو، اور اس میں صاحب زمین کا کوئی نقصان نہ ہو اور وہاں سے گندے پانی کے گذارنے کا فیصلہ سرکار کی طرف سے ہو تو یہ صورت بھی درست ہے، البتہ اگر پانی کی نکاسی کے متعینہ نظام میں کوئی خرابی پیدا ہو تو اس کی مرمت ضروری ہوگی۔(۱)

مشاع (مشترک چیز)

مشاع اس مشترک چیز کو کہتے ہیں، جس میں کئی حصہ دار ہوں اور ان کے حصے الگ الگ نہ ہوں بلکہ ایک متناسب مقدار جیسے نصف، تہائی، چوتھائی وغیرہ ہر شریک کا حصہ ہو، چنانچہ مجلۃ الاحکام میں مشاع کی تعریف اسی طرح کی گئی ہے: السہم الساری الی کل جزء من اجزاء المال المشترک ...(۲)

یہ بات ظاہر ہے کہ جب حصوں کی تقسیم عمل میں آجائے گی، اور تمام شرکاء کے حصے علیحدہ کر دیئے جائیں گے، تو اب یہ مشاع باقی نہیں رہے گا — فقہاء کے یہاں یہ بحث آتی ہے کہ ایسی مشترک چیز میں سے اپنا حصہ ہبہ کرنا، یا وقف کرنا، یا کرایہ پر لگانا درست ہے یا نہیں؟ اس سلسلے میں مختلف معاملات کی تفصیل دیکھی جائیں، تا کہ مشترک چیزوں میں ان معاملات کے درست ہونے اور نہ ہونے کی بابت جانا جاسکے۔

مشترک (اصول فقہ کی ایک اصطلاح)

اشتراک کے اصل معنی مساوات اور برابری کے ہیں، اسی سے مشترک کا لفظ ماخوذ ہے — ایک لفظ دو معنوں کے لئے وضع کیا گیا ہو تو وہ "مشترک" کہلاتا ہے، بعض دفعہ ایک لفظ کے دو معنی اس طرح ہوتے ہیں کہ ایک معنی حقیقی ہوتا ہے، اور دوسرا مجازی، اسے مشترک نہیں کہا جائے گا، کیونکہ وہ لفظ اصل میں دو معنوں کے لئے وضع نہیں کیا گیا ہے، بلکہ اصل میں تو وہ معنی حقیقی کے لئے وضع کیا گیا ہے، اور کثرت استعمال کی وجہ سے دوسرے معنوں میں بھی استعمال ہونے لگا ہے، اسی طرح مشترک اور عام میں بھی فرق ہے، عام میں معنی ایک ہی ہوتا ہے، لیکن اس معنی کے مصداق میں تعدد پایا جاتا ہے، دوسرے عام جب استعمال کیا جاتا ہے تو وہ تمام افراد کو شامل ہوتا ہے، اور لفظ مشترک میں معنی تو ایک سے زیادہ ہوتے ہیں، اور خود اس لفظ میں انفرادی حیثیت سے ان تمام معنوں کی گنجائش ہوتی ہے، لیکن جب لفظ مشترک بولا جاتا ہے تو اس سے کوئی ایک ہی معنی مراد ہوتا ہے، جیسے عین، اس کے معنی آنکھ کے بھی ہیں، پانی کے چشمے کے بھی، دھوپ کے بھی، ترازو کے بھی، اور متعین شئی کے بھی، ظاہر ہے کہ جب یہ لفظ استعمال ہوگا تو اس

---

(۱) الفقہ الاسلامی وادلتہ: ۵/۶۰۲

(۲) مجلۃ الاحکام، دفعہ ۱۳۸

میں سے کوئی ایک ہی معنی مراد ہوگا۔

ہر چند کہ اس بات میں اختلاف ہے کہ مشترک الفاظ کا عربی زبان میں پایا جانا ممکن ہے بھی یا نہیں؟ اور ممکن ہے تو اس کا وقوع بھی ہوا ہے یا نہیں؟ لیکن اہل علم کے نزدیک ترجیح اسی بات کو ہے کہ مشترک الفاظ کا وجود ممکن ہے، اور وہ نہ صرف عربی زبان میں موجود ہے، بلکہ قرآن وحدیث میں بھی ان کا استعمال ہوا ہے۔

اہل علم کے درمیان اس بارے میں اختلاف ہے کہ لفظ مشترک بیک وقت اپنے ایک سے زیادہ معنوں میں استعمال ہوتا ہے، یا نہیں؟ امام ابوحنیفہؒ، فقہاء شوافع میں فخر الدین رازی، امام کرخی، اور اکثر معتزلہ کا خیال ہے کہ ایک وقت میں لفظ مشترک کے ایک سے زیادہ معانی مراد نہیں ہو سکتے، کیونکہ جب کوئی شخص گفتگو کرتا ہے، تو ایک متعین معنی اس کے کلام کا مقصود ہوتا ہے، امام شافعیؒ اور امام مالکؒ، قاضی ابوبکرؒ باقلانی، عبدالجبار معتزلی وغیرہ کا خیال ہے کہ لفظ مشترک کے دو ایسے معنی جو باہم متضاد نہ ہوں مراد لئے جا سکتے ہیں، ایسے دو معنی جو ایک دوسرے کی ضد ہوں جیسے "قرء"، کہ اس کے معنی حیض اور طہر کے ہیں، بالاتفاق مراد نہیں لئے جا سکتے، پھر امام شافعیؒ، باقلانی اور امام غزالی وغیرہ کے یہاں یہ دونوں ہی معنی اس کے لئے حقیقی ہوتے ہیں، اور علامہ قرافی اور ابن حاجب مالکی کے یہاں ایک سے زیادہ معنوں پر اس کی دلالت مجازاً ہوتی ہے۔ (۱)

حکم

قرآن وحدیث میں جو مشترک الفاظ ہیں، ان کا حکم یہ ہے کہ جب تک مراد واضح نہ ہو جائے توقف سے کام لیا جائے، اور اس کے حق ہونے کا ایمان رکھا جائے، البتہ اس کے صحیح منشاء مراد کو سمجھنے کی کوشش میں کوتاہی نہ روا رکھی جائے، مشترک کی مراد یا تو خود اس لفظ میں غور کرنے سے معلوم ہوگی یا دوسرے قرائن سے، بہر حال مشترک کے مختلف معنوں میں سے اگر کسی معنی کو ترجیح دے دی جائے، تو اب وہ "مؤول" کہلائے گا۔

مشترک اور مجمل میں فرق یہ ہے کہ مجمل کی مراد میں جو ابہام پایا جاتا ہے، جب تک خود متکلم کی طرف سے وضاحت نہ ہو جائے ابہام دور نہیں ہو سکتا، بخلاف مشترک کے کہ مشترک میں اجتہاد اور قرائن سے بھی مراد متعین کی جاتی ہے، اور مراد متعین ہونے کے بعد وہ مؤول ہوتا ہے۔

لیکن چونکہ مؤول کی بنیاد اجتہاد و استنباط پر ہوتی ہے، خدا اور رسول کی نص پر نہیں، اس لئے اس سے جو احکام ثابت ہوں گے وہ قطعی نہ ہوں گے، ظنی ہوں گے، اس کے تقاضا پر عمل کرنا واجب تو ہوگا، لیکن وہ یقین کا فائدہ نہ دے گا۔ (۲)

مشترک و مؤول کی مثال یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مطلقہ کے لئے تین "قرء" کو عدت قرار دیا ہے، (البقرۃ: ۲۲۸) یہ مشترک لفظ ہے، جس کے معنی حیض کے بھی ہیں اور طہر کے بھی، احناف نے ان دو میں سے حیض کے معنی کو ترجیح دی، کیونکہ:

۱) عدت کا مقصد فراغت رحم کو جاننا ہے، اور یہ حیض ہی سے معلوم ہوتا ہے۔

۲) حدیث میں باندی کی عدت دو حیض قرار دی گئی ہے۔

۳) قرآن نے حیض سے مایوس عورتوں کی عدت تین ماہ مقرر کی ہے۔ (الطلاق: ۴) تو معلوم ہوا کہ عدت میں اصل حیض ہے، اور جب لفظ قرء میں حیض کا معنی متعین ہو گیا تو یہ لفظ مؤول ہو گیا۔

---

(۱) ملخص از: اصول السرخسی ۱/۱۲۶، ۱۲۷، فواتح الرحموت علی هامش المستصفی ۱/۲۰۱-۲۰۰

(۲) دیکھئے اصول السرخسی ۱/۱۶۳-۱۶۵، فواتح الرحموت ۱/۲۰۱

مشکل (اصولِ فقہ کی ایک اصطلاح)

جب کوئی شخص یا لفظ اپنے ہم شکل اور مماثل چیزوں کے ساتھ مل جائے، زبان کے اعتبار سے خفا زیادہ واضح ہو تو ایسے موقع پر عربی زبان میں "اشکل علی" کا لفظ بولا جاتا ہے، اسی سے "مشکل" ماخوذ ہے، مشکل وہ ہے جس کی مراد بغیر غور و تامل کے واضح نہ ہو جب تک کہ کوئی دلیل نہ آجائے،(۱) جیسے ارشاد خداوندی: قواریر من فضة قدروها تقديرا (۲) "قارورہ" شیشہ کا ہوتا ہے نہ کہ چاندی کا، لیکن غور اور قرینہ سے معلوم ہوا کہ خدا کی مراد یہ ہے کہ جنت کا قارورہ صفائی میں شیشہ کی طرح اور سفیدی میں چاندی کی طرح ہوگا۔

مشکل کا حکم یہ ہے کہ اس کے حق ہونے کا یقین رکھا جائے اور اس کی مراد جاننے کی پوری کوشش کی جائے، اور جب مراد واضح ہو جائے تو پھر اس کے مطابق عمل کرنا واجب ہے۔(۳)

مشہور

یہ اصولِ فقہ اور اصولِ حدیث کی اصطلاح ہے، تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو: حدیث

مصادرہ (ظلماً مال لینا)

"مصادرہ" کے معنی ظلماً مال لینے کے ہیں، ظلماً مال لینے کی ایک صورت تو یہ ہے کہ جبراً کسی کا مال چھین لیا جائے، اس کو "غصب" کہتے ہیں، دوسری صورت یہ ہے کہ کسی شخص سے کہا جائے وہ مال ادا کرے، جبر و ظلم کی یہ دوسری صورت فقہ کے یہاں "مصادرہ" سے عبارت ہے،(۴) اس کا حکم زکوٰۃ [illegible] تو حکم یہی ہے، اگر کسی شخص کا مال اس طرح لے لیا جائے، اور ایک عرصہ کے بعد واپس کیا جائے تو اس میں زکوٰۃ بھی واجب نہیں، کیونکہ زکوٰۃ ایسے مال میں واجب ہوتی ہے جو کسی انسان کے یہاں باقی ہو اور اس کے وصول ہو جانے کی توقع ہو، جس مال کے واپس ہونے کی امید نہ ہو اس میں زکوٰۃ واجب نہیں۔(۵)

مصافحہ

"مصافحہ" "صفح" سے ہے، صفحہ کے اصل معنی ہتھیلی کے ہیں، مصافحہ کے معنی ہتھیلی سے ہتھیلی ملانے کے ہیں،(۶) بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ سب سے پہلے آپ ﷺ سے مصافحہ کا شرف اہل یمن نے حاصل کیا، خود ارشاد نبوی ﷺ ہے: هم اول من جاءنا بالمصافحة (۷) احادیث میں مصافحہ کی بڑی فضیلت وارد ہوئی ہے: حضرت براء بن عازب ؓ سے آپ ﷺ کا ارشاد منقول ہے کہ جب بھی دو مسلمان ملتے ہیں اور مصافحہ کرتے ہیں تو الگ ہونے سے پہلے ان کے گناہ معاف کر دیئے جاتے ہیں (۸) حضرت انس ؓ راوی ہیں کہ ایک شخص نے سوال کیا کہ ہم میں سے کوئی اپنے بھائی یا دوست سے ملے تو کیا اس کے لئے جھکے؟ فرمایا نہیں، دریافت کیا کہ اس سے چمٹے اور اس کا بوسہ لے؟ اس کا جواب بھی آپ ﷺ نے نفی میں دیا، پھر انہوں نے پوچھا کہ اس کا ہاتھ تھامے اور مصافحہ کرے؟ ارشاد فرمایا: ہاں۔

خود آپ ﷺ کا معمول مبارک بھی مصافحہ کا تھا، حضرت ابو ذر ؓ فرماتے ہیں کہ میری جب بھی آپ ﷺ سے ملاقات ہوئی آپ ﷺ نے ضرور مصافحہ فرمایا (۹) صحابہ ؓ کے یہاں بھی

---

(۱) اصول سرخسی: [illegible]

(۲) الدھر: ۱۶

(۳) [illegible]

(۴) [illegible] المصادرۃ

(۵) [illegible]

(۶) عمدۃ القاری [illegible]

(۷) دیکھئے: عمدۃ القاری [illegible]

(۸) دیکھئے: عمدۃ القاری [illegible]

(۹) عمدۃ القاری [illegible] عن انس [illegible] الترمذی

مصافحہ کا معمول پایا جاتا تھا، (۱) بلکہ بعض روایتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ سلام کی تکمیل ہی مصافحہ سے ہوتی ہے، تمام تحیاتکم بینکم المصافحۃ، ویسے یہ حدیثیں ضعیف ہیں۔ (۲)

اسی لئے مصافحہ کے مسنون ومستحب ہونے پر اہل علم کا اتفاق ہے، امام نوویؒ نے اس پر اجماع نقل کیا ہے، اور ابن بطال نے لکھا ہے کہ امام مالکؒ ابتداءً اسے مکروہ خیال کرتے تھے، لیکن بعد کو وہ بھی اس کے مستحب ہونے کے قائل ہو گئے، (۳) مصافحہ کا وقت ملاقات ہے، آپ ﷺ سے اسی موقعہ پر مصافحہ ثابت ہے، اور امام نوویؒ کا بیان ہے، المصافحۃ سنۃ مجمع علیہا عند التلاقی، (۴) البتہ غیر محرم عورت سے مصافحہ درست نہیں۔ (۵)

بعض نمازوں کے بعد مصافحہ

بعض نمازوں کے بعد خصوصی طور پر مصافحہ کا رواج پایا جاتا ہے، اس سلسلہ میں اہل علم کی رائیں مختلف ہیں، بعض حضرات نے مصافحہ کی عمومی اباحت کے پیش نظر اس کو جائز قرار دیا ہے، اور بعضوں نے ایک ایسے موقعہ کے خصوصی التزام واہتمام کی وجہ سے اس کو منع کیا ہے جو سنت سے ثابت نہیں، امام نوویؒ کا رجحان اس کی اباحت اور حافظ ابن حجرؒ کا کراہت کی طرف ہے، (۶) فقہاء حنفیہ میں بھی حصکفیؒ کا رجحان اباحت کی طرف ہے، اور شامی نے ملتقط کے حوالہ سے اس کی کراہت نقل کی ہے، کیونکہ عہد صحابہ میں اس طرح کا معمول نہیں تھا، اور اس لئے بھی کہ یہ روافض کا طریقہ ہے۔ (۷)

مجھے اس سلسلے میں معروف محدث وفقیہ ملا علی قاریؒ کی بات زیادہ بہتر اور متوازن معلوم ہوتی ہے، فرماتے ہیں:

فجر وعصر کے وقت لوگوں کے مصافحہ کا عمل مستحب وشروع طریقے کے مطابق نہیں، اس لئے کہ مصافحہ کا عمل آغاز ملاقات ہے، ان نمازوں میں لوگ بغیر مصافحہ کے باہم ملاقات کرتے ہیں، باہم گفتگو کرتے ہیں، علمی مذاکرہ کرتے ہیں، اور سب چیزوں میں خاصا وقت گذارتے ہیں، پھر جب نماز پڑھ لیتے ہیں تو مصافحہ کرنے لگتے ہیں، اسی لئے ہمارے بعض علماء نے صراحت کی ہے کہ اس وقت مصافحہ مکروہ ہے، اور حقیقت یہ کہ یہ قبیح بدعتوں میں سے ہے، ہاں اگر کوئی مسجد میں آئے، لوگ مصروف نماز ہوں، یا نماز شروع ہی کیا چاہتے ہوں، پھر نماز سے فراغت کے بعد آنے والا شخص پہلے ان کو سلام کرے پھر مصافحہ — تو یہ بلاشبہ مسنون مصافحہ ہوگا، تاہم اس کے باوجود اگر کوئی مسلمان مصافحہ کے لئے ہاتھ بڑھائے، تو ہاتھ کھینچنا نہ چاہئے کہ اس میں ایک مسلمان کو اذیت پہنچانا ہے، جو رعایت آداب سے بڑھ کر ہے — حاصل یہ ہے کہ اسوقت مروجہ طریقہ پر مصافحہ کی ابتدا تو مکروہ ہے مگر بد خلقی (مجابہہ) مناسب نہیں۔ (۸)

مصافحہ کا مسنون طریقہ

مصافحہ کا مسنون طریقہ یہ ہے کہ دونوں ہاتھ سے ہو، براہ راست ہاتھ ہاتھ سے ملایا جائے، کپڑا حائل نہ ہو، ملاقات کے

---

(۱) دیکھئے ترمذی، عن قتادۃ باب ماجاء فی المصافحۃ

(۲) دیکھئے حوالۂ مذکور

(۳) فتح الباری ۱۱/۵۵

(۴) حوالۂ سابق

(۵) حوالۂ سابق

(۶) حوالۂ سابق

(۷) دیکھئے در مختار ورد المحتار ۵/۲۳۵

(۸) مرقاۃ ۳/۵۷۵، باب المصافحۃ والمعانقۃ

وقت کیا جائے، پہلے سلام کیا جائے پھر مصافحہ، مصافحہ کے وقت دونوں کا رخ ایک دوسرے کی طرف ہونا چاہئے،(۱) مصافحہ کرتے ہوئے "یغفر اللہ لنا ولکم" کہنا مستحب ہے،(۲) رسول اللہ ﷺ سے مصافحہ کرتے ہوئے "ربنا اٰتنا فی الدنیا حسنۃ وفی الاٰخرۃ حسنۃ" پڑھنا بھی ثابت ہے،(۳) اگر استاذ، شیخ یا والدین وغیرہ سے مصافحہ کیا جائے، اور از راہ احترام وعقیدت ان کے ہاتھ کا بوسہ لے لیا جائے، تو اس کی گنجائش ہے،(۴) چنانچہ حضرت ابولبابہ، کعب بن مالک اور ان کے دو رفقاء کا نیز جہاد سے واپس ہونے والے صحابہ کی ایک جماعت کا اور بعض وفود کا آپ ﷺ کے ہاتھوں کو بوسہ دینا ثابت ہے، حافظ ابن حجرؒ نے اس سلسلے میں متعدد احادیث اور آثار جمع کئے ہیں،(۵) اور امام ترمذی نے اس پر اس روایت سے استدلال کیا ہے، جس میں یہودیوں کے دست مبارک کا بوسہ لینے کا ذکر ہے،(۶) غیر مسلموں سے بھی مصافحہ کرنا درست ہے۔(۷)

مصافحہ — دو ہاتھوں سے!

مصافحہ دو ہاتھ سے ہو، اس سلسلے میں متعدد احادیث و آثار موجود ہیں۔

۱) حضرت عبداللہ ابن مسعود ؓ راوی ہیں کہ آپ ﷺ نے مجھے اس طرح تشہد سکھایا، جیسے قرآن کی کوئی سورت سکھایا کرتے تھے، اور اس وقت میرا ہاتھ آپ کے دو ہاتھ کے درمیان تھا،(۸) معلوم ہوا کہ آپ ﷺ نے دو ہاتھوں سے مصافحہ فرمایا اور جب آپ ﷺ کے دو ہاتھ تھے، تو ظاہر ہے کہ حضرت عبداللہ ابن مسعود ؓ کے بھی دو ہاتھ رہے ہوں گے، ورنہ یہ بات سوء ادب کی ہوگی کہ حضور ﷺ تو اپنے دو ہاتھ بڑھائیں، اور حضرت عبداللہ ابن مسعود ؓ ایک ہاتھ۔

۲) امام بخاریؒ "الادب المفرد" میں عبدالرحمن بن رزین سے نقل کیا ہے کہ ہم نے سلمہ بن اکوع ؓ کی خدمت میں حاضری دی، ان کو سلام کیا، انھوں نے اپنے دونوں ہاتھ نکالے اور فرمایا کہ میں نے ان دونوں ہاتھوں سے حضور ﷺ سے بیعت کی ہے، **بایعت بهاتين نبي الله صلى الله عليه وسلم** ۔(۹)

خیال رہے کہ بیعت میں بھی مصافحہ ہوتا ہے، چنانچہ حضرت امیمہ بنت رقیقہؓ سے روایت ہے کہ میں کچھ عورتوں کے ساتھ بیعت کے لئے حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئی، ہم نے عرض کیا، کہ آپ ﷺ ہم سے مصافحہ نہیں فرمائیں گے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: میں عورتوں سے مصافحہ نہیں کرتا ہوں، میرا ایک وقت سو عورتوں سے کہنا ایسا ہی ہے جیسا ایک عورت سے کہنا، اور حضرت اسماءؓ کی روایت میں ہے کہ میں نے کچھ خواتین کے ساتھ آپ ﷺ سے بیعت کی، آپ ﷺ نے فرمایا کہ میں تم لوگوں کے ساتھ مصافحہ نہیں کروں گا، لیکن تم سے وہی عہد لوں گا، جو اللہ تعالیٰ نے لیا ہے۔(۱۰)

۳) بعض روایات میں مصافحہ کی کیفیت کو بتاتے ہوئے ہاتھ کو جمع کے صیغے سے تعبیر کیا گیا ہے، جیسے حضرت انس ؓ کی روایت ہے، **لایفرق بین ایدیهما حتی یغفر لهما**، کہ مصافحہ کرنے والے اپنے ہاتھوں کو الگ نہیں کرتے، کہ ان کی مغفرت ہو جاتی ہے، حضرت ابوامامہ ؓ اور حضرت عبداللہ ابن عمر ؓ وغیرہ

---

(۱) ردالمحتار ۵/۲۳۵، فصل فی النظر واللمس
(۲) عون المعبود ۱۴۳/۵
(۳) حوالۂ سابق
(۴) در مختار ۲۳۵/۵
(۵) فتح الباری ۱۱/۵۹
(۶) ترمذی، باب ماجاء فی قبلۃ الید والرجل
(۷) ہندیہ ۳۴۹/۵
(۸) بخاری مع الفتح ۱۱/۵۹، باب الاخذ بالید
(۹) دیکھئے اوجز المسالک ۶/۴۳۲، ط: ہند
(۱۰) حوالۂ سابق

سے بھی اس طرح کے الفاظ منقول ہیں، یہ تعبیر بھی دونوں ہاتھوں سے مصافحہ کو ظاہر کرتی ہے، (۱) کیونکہ دونوں طرف سے دو دو ہاتھ مل کر ہی جمع بن سکتے ہیں، جو عربی قواعد کے مطابق، تین یا اس سے زیادہ کو شامل ہوتا ہے، اگر ایک ایک ہی ہاتھ ہوتا تو حدیث میں اس کے لئے "یدین" یعنی عربی قاعدہ کے مطابق "تثنیہ" کا صیغہ ہوتا نہ کہ جمع کا۔

(۲) سلف صالحین کا بھی یہی معمول تھا، اسی لئے امام بخاریؒ نے مصافحہ کے لئے "باب الاخذ بالیدین" کا عنوان اختیار کیا ہے، اس میں حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ والی وہی روایت ذکر کی ہے جو شروع میں نقل کی گئی، پھر نقل کیا ہے کہ حماد بن زید نے عبداللہ ابن مبارکؒ سے دونوں ہاتھوں سے مصافحہ کیا، (۲) امام بخاریؒ اس طرح کی باتیں نقل کر کے تعامل کی طرف اشارہ کیا کرتے ہیں، پس گویا امام بخاریؒ کے نزدیک سلف صالحین کا تعامل یہی دونوں ہاتھوں سے مصافحہ کا تھا، اگر ایسا نہ ہوتا تو ضرور تھا کہ بخاریؒ نے ایک ہاتھ مصافحہ کی روایت بھی نقل کی ہوتی، اسی لئے مولانا زکریا صاحب مرحومؒ نے لکھا ہے:

ولا یخفی علیک ان السنة فی المصافحة ان
تکون بالیدین کما هو المعروف عن الصحابة
والتابعین والمتوارث عن المشائخ. (۳)

اس میں شبہ نہیں کہ بہت سی روایات میں مصافحہ کے لئے "ید" (ہاتھ) کا لفظ آیا ہے، جو عربی قواعد کے لحاظ سے واحد ہے، اور ایک ہاتھ کو بتاتا ہے، مگر عربی زبان میں یہ طریقۂ کلام عام ہے کہ کبھی لفظ واحد بولا جاتا ہے، اور مراد اس سے ایک فرد نہیں بلکہ پوری جنس ہوتی ہے، اس لئے ممکن ہے کہ یہاں بھی "جنس ہاتھ" مراد ہو، جس میں دونوں ہاتھ شامل ہیں، لیکن حقیقت یہ ہے کہ مصافحہ ایک ہاتھ سے بھی ثابت ہے اور دونوں ہاتھوں سے بھی، لیکن چونکہ آج کل غیر مسلم اقوام کا طریقہ ایک ہی ہاتھ سے مصافحہ کا ہے، نیز ایک ہاتھ سے مصافحہ والی روایتیں مبہم ہیں، اور دو ہاتھ سے مصافحہ والی روایتیں مصافحہ کی کیفیت بیان کرنے کے لئے آئی ہیں اور زیادہ واضح ہیں اس لئے دو ہاتھوں سے مصافحہ کرنا افضل ہے اور ایک ہاتھ سے بھی جائز ہے، مولانا رشید احمد گنگوہیؒ فرماتے ہیں:

والحق فیه ان مصافحته صلی الله علیه
وسلم ثابتة بالید والیدین الا ان
المصافحة بید واحدة لما کانت شعار
اهل الافرنج وجب ترکه لذالک. (۴)

اس بارے میں حق یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ کا ایک ہاتھ سے بھی مصافحہ کرنا ثابت ہے اور دو ہاتھوں سے بھی، مگر ایک ہاتھ سے مصافحہ چوں کہ انگریزوں کا شعار ہے، اس لئے اس سے اجتناب واجب ہے۔

اور مولانا انور شاہ کشمیریؒ کی رائے ہے:

فبید واحدة تجزی و بالیدین اکمل. (۵)

ایک ہاتھ سے بھی مصافحہ کرنا کافی ہے، اور دو ہاتھوں سے زیادہ اکمل طریقہ ہے۔

اس لئے اس مسئلہ میں زیادہ شدت اور اصرار نہ چاہئے،

وباللہ التوفیق۔

مصالح مرسلہ

"مصلحت" منفعت حاصل کرنے اور مضرت کو دفع کرنے سے عبارت ہے، شریعت اسلامی جس کا مقصود انسانی گروہوں کو امر

---

(۱) دیکھئے اوجز المسالک ۶/۹۳، ط: ہند

(۲) دیکھئے بخاری مع الفتح ۱۱/۵۹

(۳) اوجز المسالک ۶/۹۴

(۴) اوجز المسالک ۶/۹۳

(۵) العرف الشذی علی الترمذی ۲/۱۰۲

اور اغلال (اعراف: ۱۵۷) سے آزاد کرنا اور عدل و احسان قائم کرنا (النحل: ۹۰) ہے اور جس کے پیغامبر ﷺ کو تمام کائنات کے لئے پیکر رحمت بنا کر مبعوث فرمایا گیا ہے، (انبیاء: ۱۰۷) ممکن نہیں کہ وہ مصلحت انسانی سے خالی اور حکمت و دانش سے عاری ہو، چنانچہ مذاہب عالم کی موجودہ صورت اور اسلام کا تقابل کیا جائے، تو شریعت اسلامی کی شان رحمت اور حکمت و مصلحت سے ہم آہنگی قدم قدم پر دامن دل کو کھینچتی اور ایمان میں نشاط و تازگی بہم پہنچاتی ہے، — شریعت کے اس مزاج و مذاق کا اندازہ ان آیات سے ہوتا ہے، جن میں احکام خداوندی کے دوش بدوش ان کی مصلحتیں بھی واضح کی گئی ہیں، قصاص کا حکم دیا گیا تو فرمایا گیا کہ یہ بظاہر ایک قتل کے بعد دوسرا قتل ہے، مگر درحقیقت اس میں انسانیت کی حیات اور بقاء مضمر ہے: ولکم فی القصاص حیاۃ (بقرہ: ۱۷۹) شراب کی حرمت کا ذکر کرتے ہوئے ارشاد ہوا کہ گو بظاہر اس میں کچھ نفع بھی ہے، لیکن اس کا نقصان نفع سے بڑھ کر ہے: اثمھما اکبر من نفعھما (بقرہ: ۲۱۹) شراب اور جوئے کی ممانعت کا ایک اور مقام پر ذکر ہوا تو بتایا گیا کہ ایک طرف باہم عداوت و نفرت کا سرچشمہ ہے، اور دوسری طرف نماز اور خدا کی یاد سے غفلت و بے اعتنائی کا سامان (مائدہ: ۹۱) — غسل اور وضوء دشوار ہو تو تیمم کی سہولت پیدا کی گئی کہ اصل مقصود پاکی اور تطہیر ہے، حرج و تنگی پیدا کرنا مقصود نہیں: "ما یرید اللہ لیجعل علیکم من حرج ولکن یرید لیطھرکم ولیتم نعمتہ علیکم" (مائدہ: ۶) اور ایک خاص حد میں یسر و سہولت کی رعایت اور تنگی و مشقت سے اجتناب ہی اس دین کی اصل روح اور مصالح سے اس کی ہم آہنگی کی اساس اور بنیاد ہے، یرید اللہ بکم الیسر ولا یرید بکم العسر۔ (بقرہ: ۱۸۵)

لیکن ہاں یہ ضرور ہے کہ اسلام اور خالص مادی تصورات و افکار دونوں کی میزان مصلحت جداگانہ ہے، اہل مادہ کی نظر میں وہ باتیں جو وقتی لذت اندوزی کی ہیں، عین مطابق مصلحت ہیں، خواہ مآل و انجام کے اعتبار سے ان میں کسی قدر بھی نقصان اور خسارہ ہو، مثلاً نشہ آور اشیاء وقتی طور پر ضرور لذت کام و دہن اور راحت و سکون کا باعث ہیں، لیکن انسانی صحت پر اس کا جو حقیقی اثر پڑتا ہے، وہ محتاج اظہار نہیں، اس کے باوجود خلاف مصلحت نہیں کہ ایک ساعت کے لئے کسی سامان عیش و سکون تو ہے، اور اگر ان حضرات کی نگاہ میں پائیدار اور دیرپا نفع و نقصان کو ملحوظ رکھا جاتا ہے، تو اس کی انتہاء یہ دنیائے بے ثبات و فانی ہے، دین و آخرت کا یہاں گذر نہیں، لیکن شرع اسلامی میں مصلحت کا تصور عقیدۂ آخرت، ایمان باللہ اور خدا کی رضا جوئی سے جڑا ہوا ہے۔

اس لئے ہمیں شریعت میں بہت سے ایسے احکام ملتے ہیں جن میں دینی اور اخلاقی مفادات کے لئے دنیوی اور مادی مصلحت کو وقتی طور پر نظر انداز کیا گیا ہے، نماز میں بظاہر وقت کا ضیاع ہے، روزہ بھوک و پیاس ہے اور انسانی صحت و قویٰ پر اس کا اثر پڑتا عجیب نہیں، حج میں سفر کی مشقت اور مال کثیر کا صرفہ ہے، قربانی میں ایک ہی وقت میں بڑی مقدار میں جانوروں کو ذبح کرتا ہے، حالانکہ ان کو بتدریج ذبح کرنے میں زیادہ غذائی کفالت ممکن ہے، بہت سے جانور ہیں کہ ان کے کھانے کی ممانعت ہے، طہارت و نجاست کے احکام کی تفصیلات ہیں جن سے بادی النظر میں تنگی و دشواری کا احساس ہوتا ہے، موسم سرما کی خنک ہواؤں میں بھی غسل و وضوء کی ہدایت ہے، بڑے بڑے جرائم پر عبرت انگیز سزائیں ہیں، ان میں سے کوئی عمل نہیں جو مادی اعتبار سے ایک گونہ نقصان کا حامل نہ ہو، لیکن اسلام کی نظر جس بات پر ہے وہ یہ ہے کہ اس کے روحانی اور اخلاقی فوائد ان نقصانات سے بہت زیادہ ہیں۔

شریعت کے مقاصد

اسی لئے اسلامی قانون کے ماہرین نے مصلحت کے بارے

میں اسلام کے نقطۂ نظر کو واضح کرنے کی کوشش کی ہے اور کہا ہے کہ شریعت کے مقاصد پانچ ہیں، حفظ دین، حفظ نفس، حفظ عقل، حفظ نسل اور حفظ مال، غور کیا جائے تو شریعت کے احکام ان ہی پانچوں مقاصد کے گرد گردش کرتے ہیں، نماز، روزہ، حج و زکوۃ، صدق و راستی کا حکم، کذب و افتراء کی ممانعت، توحید و رسالت اور آخرت کا عقیدہ و یقین اور سینکڑوں احکام ہیں کہ ان کا منشاء و مقصود "دین" کی حفاظت اور اس کے مقتضیات اور مطالبات کی تکمیل ہے، ظلم کی ممانعت، قصاص و دیت کے قوانین، نفقہ و حضانت کے احکام، انسان کی عزت و آبرو کا لحاظ، کسی کی پاک دامنی پر تہمت لگانے کی صورت قذف و بہتان کی سزا وغیرہ ہدایات کا مقصود "حفاظت نفس" ہے، نکاح کی اجازت، رہبانیت اور تجرد کی ممانعت، زنا اور اس کے دواعی کی حرمت اور اس کے ارتکاب پر شدید ترین تعزیر و عقوبت، ثبوت نسب میں کمال احتیاط نسل کے تحفظ سے عبارت ہے، مختلف مالی معاملات کی اباحت اور اس باب میں کشائش و وسعت، چوری، راہزنی کی ممانعت اور اس کے لئے عبرت ناک سزا اس کا تعین، سود کی حرمت، معاملہ کے فریقین کی دھوکہ وغرر سے حفاظت وغیرہ کا تعلق "حفظ مال" سے ہے اور احکام دین میں غور و تدبر کی اجازت، اظہار رائے اور تنقید کا حق، اجتہاد کے دروازہ کو کھلا رکھنا، نشہ کی حرمت اور اس کا قابل سزا ہونا، یہ اور اس طرح کے احکام "حفظ عقل" کے قبیل سے ہیں۔

ان پانچوں مقاصد کی تکمیل "مصلحت" ہے اور جو بات ان میں سے کسی مقصد کے لئے مضر ثابت ہو وہ "مفسدہ" ہے۔

احکام شریعت کے مدارج

لیکن نظام زندگی میں صبح و شام اس بات کا مشاہدہ ہوتا ہے کہ بہت سے مواقع پر یہ مصلحتیں باہم متصادم محسوس ہوتی ہیں، خنزیر نہ صرف حرام ہے، بلکہ نجس العین ہے، خورد و نوش ہی نہیں، اس کی خرید و فروخت بھی حرام ہے، اس کے بالوں سے بھی نفع اٹھانا روا نہیں، جس پانی سے پی لے وہ خود بھی ناپاک اور ناقابل استعمال ہے، لیکن صورت حال یہ ہے کہ ایک بھوکا مرگ برلب ہے، غذا کا ایک لقمہ اس کے تار حیات کو بظاہر بچا سکتا ہے، اور سوائے اس جانور کے گوشت کے کچھ اور موجود نہیں، حفظ دین کا تقاضا ہے کہ اس گوشت سے جان بچانی جائز نہ ہو، لیکن "حفظ نفس" متقاضی ہے کہ اس گوشت کو اس کے لئے جائز قرار دیا جائے، قرآن نے یہاں "حفظ جان" کو "حفظ دین" پر ترجیح دیا اور مضطر شخص کے لئے خنزیر کا گوشت کھا کر جان بچانے کی اجازت دی۔

اس کو سامنے رکھ کر فقہاء نے ان پانچوں طرح کے احکام کے تین درجات مقرر کئے ہیں، ضروریات، حاجیات اور تحسینیات، ضروریات وہ ہیں جن پر دین، جان، نسل اور عقل و مال کا تحفظ موقوف ہو، جیسے حفاظت دین کے لئے ایمان اور نماز وغیرہ، حفاظت جان کے لئے خورد و نوش کی اباحت اور قتل نفس پر قصاص و دیت کو واجب قرار دیا جانا، حفظ نسل کے لئے نکاح کی اباحت اور زنا کی حرمت، حفظ عقل کے لئے مسکرات کی حرمت اور حفظ مال کے لئے بہت سے مالی معاملات کی اباحت اور چوری وغیرہ کی ممانعت —— جن امور پر ان پانچوں مقاصد کا حصول موقوف نہ ہو، لیکن ان کی اجازت نہ ہو تو ان مقاصد کے حصول میں تنگی اور دشواری پیدا ہو جائے، ایسے مواقع پر رفع حرج کے لئے اور تنگی کو دور کرنے کی غرض سے جو احکام دئے جاتے ہیں، وہ "حاجیات" ہیں، جیسے حالت سفر میں روزہ کا افطار، شکار کی اباحت، قرض وغیرہ جیسے معاملات کی اجازت، جن کو شریعت کے عام اصول کے تحت جائز نہ ہونا چاہئے۔

اور وہ امور کہ اگر ان کی اجازت نہ دی جاتی تو کوئی قابل لحاظ تنگی بھی پیدا نہ ہوتی ہو "تحسینیات" ہیں، جن کو "تکمیلیات" اور "کمالیات" بھی کہا جاتا ہے، مکارم اخلاق، محاسن عادات، آداب معاشرت،

وغیرہ ان "تحسینی امور" کی فہرست میں ہیں۔ ان مصلحتوں میں ترتیب اس طرح ہے کہ دین، پھر جان، پھر عقل، اس کے بعد نسل اور نسب کے بعد مال کو اہمیت حاصل ہے، لیکن یہ اس وقت ہے جب کہ یہ سب ایک ہی درجے کے ہوں، اگر ان پانچوں مقاصد میں سے مختلف درجات کے احکام میں ترجیح کی نوبت آئے تو ضروریات، پھر حاجیات اور اس کے بعد "تحسینیات" کا درجہ ہوگا۔ (۱)

مصالح مرسلہ

ان مصلحتوں کے قابل اعتبار ہونے کے لحاظ سے مصلحت کی تین قسمیں کی گئی ہیں۔ ایک وہ جس کو شارع نے نامعتبر قرار دیا ہے۔ ایسی مصلحت کا اعتبار نہیں، اور نہ اس پر کسی حکم شرعی کی بنیاد رکھی جا سکتی ہے، مثلاً کفارہ واجب قرار دینے کا مقصد زجر و تنبیہ ہے، اسی مقصد کے لئے رمضان میں قصداً روزہ توڑنے پر غلام کو آزاد کرنے یا مسلسل دو روزے رکھنے یا ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلانے کا حکم دیا گیا ہے، ظاہر ہے کہ کسی بادشاہ کے لئے سوائے روزوں کے یہ دونوں دوسری شکلیں، عتق و اطعام بہت سہل ہیں، پس اس مصلحت کے پیش نظر بعض فقہاء نے بعض سلاطین کے حق میں فتویٰ دیا کہ روزے ہی ان کے اور کوئی کفارہ ان کے حق میں معتبر نہیں، عام طور پر علماء نے اس استدلال کو غیر درست قرار دیا ہے، کیونکہ قرآن مجید نے کفارات میں سلاطین اور عوام کی کوئی تفریق نہیں کی ہے، یہی وہ مصلحت ہے جو شرعاً غیر معتبر ہے، ایسی مصلحت کو "مصالح ملغاۃ" کہا جاتا ہے۔

دوسری قسم ان مصلحتوں کی ہے جن کا شارع نے اعتبار کیا ہے، یعنی شارع نے اس مصلحت کے لئے اس حکم کے مؤثر ہونے کی صراحت کی ہو، جیسے عدت طلاق کہ اس کی مصلحت نسب کی حفاظت ہے، ایسی مصلحت کو "مناسب" کہا جاتا ہے، یا خود شارع نے اس کے مؤثر ہونے کی صراحت کی ہو، مثلاً چوری کی وجہ سے ہاتھ کاٹے جانے کی سزا، اس کو "مؤثر" یا "علت" سے تعبیر کیا جاتا ہے، یہ مصالح جن کا شارع نے خود اعتبار کیا ہے، "مصالح معتبرہ" ہیں۔

تیسری وہ مصلحتیں ہیں جو فی الجملہ شارع کے مقاصد میں داخل ہیں، لیکن نہ خاص اس مصلحت یا اس نوع کی مصلحت کے معتبر ہونے پر نص وارد ہے، اور نہ ہی نصوص اس کو غیر معتبر قرار دیتی ہیں، شیخ زرقاء کے الفاظ میں:

> هي كل مصلحة داخلة في مقاصد الشرع
> ولم يرد في الشرع نص على اعتبارها
> بعينها او بنوعها ولا على استبعادها۔ (۲)

ان ہی کو "مصالح مرسلہ" کہا جاتا ہے، مرسلہ کے معنی "مطلقہ" کے ہیں، یعنی غیر محدود اور غیر منصوص مصلحتیں۔

معتبر ہونے کی دلیلیں

جو لوگ مصالح مرسلہ کو حجت اور دلیل مانتے ہیں، انہوں نے جو دلیلیں پیش کی ہیں، ان کا خلاصہ یہ ہے کہ

۱) احکام شریعت اصل میں مصلحتوں پر مبنی ہیں اور ممنوعات کی بنیاد مفاسد پر ہے، اس لئے مصلحتیں بجائے خود قابل قبول اور مفاسد قابل رد ہیں، علامہ قرافی کہتے ہیں:

> فان اوامر الشرع تتبع المصالح الخالصة
> او الراجحة، ونواهيه تتبع المفاسد
> الخالصة او الراجحة۔ (۳)

> شریعت کے احکام خالص یا غالب مصلحتوں کے
> اور ممنوعات خالص یا غالب مفاسد کے تابع ہیں۔

۲) عہد صحابہ ؓ میں مختلف ایسے فیصلے کئے گئے ہیں

---

(۱) مقاصد شریعت کے لئے ملاحظہ ہو: "المستصفی" ۱/۲۸۷، اور شاطبی کی "الموافقات" ۲/۸-۱۱، مختصراً۔

(۲) الاستصلاح والمصالح المرسلۃ: ۳۹ (۳) کتاب الفروق ۱/۳۵۱

جن کے بارے میں نصوص میں تصریح ہے نہ ممانعت، بلکہ وہ اسکی مصلحت سے پیدا کی گئی ہیں اور مقصد شریعت سے ہم آہنگ ہیں، مثلاً عہد صدیقی میں جمع قرآن، عہد فاروقی میں شراب نوشی کی سزا (۸۰ کوڑے) کا تعین، ایک مقتول کے بدلہ تمام قاتلوں سے قتل کا حکم، کاریگروں کو دئے گئے سامان کا ان کو ضامن قرار دینا اور امانت کا حکم جاری کرنا، پانی ملائے ہوئے دودھ کو ضائع کر دینا تاکہ ملاوٹ اس طرح روک کر سے بچایا جا سکے۔ (۱)

(۲) ایسی ہی نظیریں تابعین کے عہد میں ملتی ہیں، جن کو رسول اللہ ﷺ نے "قرون خیر" کے قرار دیا ہے — ان کی سب سے واضح مثال کتب حدیث کی تدوین و ترتیب اور حدیث کی صحت و ضعف کی تحقیق کے لئے فن "جرح و تعدیل" کی ایجاد ہے، اسی طرح حضرت عمر بن عبد العزیزؒ نے اپنے عہد خلافت میں خراسان کے راستہ میں بیت المال کے اخراجات سے مسافر خانوں کی تعمیر فرمائی، (۲) اصل میں چند مکانات کی تعمیر پر پابندی عائد کر دی تاکہ حجاج کے لئے تنگی نہ ہو (۳)

یہ اور اسی طرح کے اقدام اور ان پر اہل علم و افتاء و ارباب اجتہاد کا سکوت، بجائے خود "مصالح مرسلہ" کے احکام شریعت میں ایک اہم اصل ہونے کا ثبوت ہے ۔۔۔ اسی لئے الفاظ و تعبیر کے اختلاف کے باوجود فقہاء "مصالح مرسلہ" کے معتبر ہونے پر قریب قریب اتفاق ہے، چنانچہ ڈاکٹر محمد سعید رمضان بوطی نے اپنی مبسوط علمی بحث کے بعد جو نتیجہ نکالا ہے وہ یہ ہے کہ

> فصح ان القول بالمصالح المرسلة معمول به
> بالاتفاق و انما اعني بالاتفاق اتفاق
> الصحابة والتابعين والائمة الاربعة (۴)

مالکی نقطۂ نظر

"مصالح مرسلہ" کے بارے میں اہل سنت کے چاروں دبستان فقہ کا نقطۂ نظر کیا ہے؟ اس کی ابتداء "زمانی" ترتیب کے اعتبار سے فقہ حنفی سے ہونی چاہئے تھی، لیکن یہاں اس کا آغاز فقہ مالکی سے کر رہا ہے، کیونکہ مالکیہ ہی نے "استصلاح" یا "مصالح مرسلہ" کی اصطلاح وضع کی ہے، انہوں نے ہی اس کے اصول و قواعد منضبط کئے ہیں، اس موضوع پر تحقیقی بحث، اس کا دفاع کیا ہے اور فقہ کے دوسرے مکاتب فقہ کی نسبت اس سے زیادہ کام بھی لیا ہے۔

"مصالح مرسلہ" کے سلسلہ میں امام ابو اسحاق شاطبی نے مالکیہ کے نقطۂ نظر کو اپنی مایہ ناز تصنیف "الموافقات" اور "الاعتصام" میں بڑی وضاحت سے بیان کیا ہے، اس کا خلاصہ یہ ہے کہ احکام شریعت دو طرح کے ہیں: ایک وہ جن کا تعلق آخرت سے ہے، اور وہ "عبادات" ہیں، دوسرے وہ جو دنیوی مسائل یعنی معاملات اور "امور عادیہ" سے متعلق ہیں، عبادات میں علت و مصلحت دریافت کرنے کی گنجائش نہیں، بلکہ ان میں بس حکم کے ماننے (تعبد) ہی مقصود ہے، لیکن دوسری قسم بندوں کی مصلحت اور دنیوی زندگی کے مصالح سے مربوط ہے اور خود شارع کی نصوص سے اس کا اندازہ ہوتا ہے، اسی لئے امام مالکؒ نے شریعت کے مصالح کے اپنے احکام میں علت اور مصلحت پر نظر رکھی ہے اور اس میں وسعت سے کام لیا ہے اور اسی لئے حضرت الامام "مصالح مرسلہ" اور "استحسان" کے قواعد کے قائل ہیں اور "استحسان" کو علم کے دس حصوں میں نو حصے قرار دیتے ہیں: الاستحسان تسعة اعشار العلم۔ (۵)

چنانچہ مالکیہ نے "مصالح مرسلہ" کو احکام شریعت کے لئے ایک

---

(۱) الاعتصام ۲/ ۹۵

(۲) طبقات ابن سعد ۵/ ۲۵۱

(۳) موافقات ۲/ ۳۹۸

(۴) ضوابط المصلحة ۳۸۰

(۵) [illegible]

مستقل ماخذ اور اصل قرار دیا ہے، (۱) یہاں تک کہ مصالح سے مطابقت کو اجر و ثواب کی کثرت اور قلت کے لئے اساس بنایا ہے:

"الاصل فی کثرۃ الثواب وقلتہ کثرۃ المصالح وقلتہا، (۲)

اور ہر چند کہ مالکیہ کے اس طریق اجتہاد پر بعض اہل علم اور خصوصاً شوافع نے نقد کیا ہے، لیکن بہ نظر انصاف دیکھا جائے تو سبھی فقہاء نے اس سے فائدہ اٹھایا ہے، اور امام قرافی کی یہ بات غلط نہیں کہ:

> المصلحة المرسلة غيرنا يصرح بانكارها ولكنهم عند التفريع تجدهم يعللون بمطلق المصلحة ولا يطالبون انفسهم عند الفروق والجوامع بابداء الشاهد لها بالاعتبار بل يعتمدون على مجرد المناسبة وهذا هو المصلحة المرسلة. (۳)

> ہمارے علاوہ دوسرے لوگ مصلحت مرسلہ کا انکار کرتے ہیں، لیکن تم دیکھو گے کہ مسائل کی تفریع کرتے وقت وہ مطلقاً مصلحت کو علت بناتے ہیں اور احکام میں فرق یا یکسانیت کے لئے کسی مخصوص شاہد کی موجودگی کے طالب نہیں ہوتے، بلکہ مجرد مناسبت اور مقاصد شریعت سے ہم آہنگی پر اعتماد کرتے ہیں اور اسی کا نام "مصلحت مرسلہ" ہے۔

"مصالح مرسلہ" کے تحت مالکیہ کے یہاں جو فتاوی دئے گئے ہیں، ان کو سامنے رکھا جائے تو اندازہ ہوتا ہے کہ انھوں نے نہایت حزم اور احتیاط کے ساتھ اس سے کام لیا ہے، اور بالعموم اس کے ذریعہ مسلمانوں کے اجتماعی مسائل کو حل کرنے اور فتنوں کو دور کرنے کی سعی کی ہے، مثلاً افضل تر شخص کی موجودگی میں نسبتاً کم تر شخص کے ہاتھ پر بیعت کرنا اور اس کی امارت کو تسلیم کرنا بھی جائز ہے، کہ اگر ایسا نہ کیا جائے تو بڑے فتنوں کا اندیشہ ہے، خزانہ (بیت المال) خالی ہو جائے اور فوجی ضروریات کے لئے درکار نہ رہے تو فرماں روا اہل ثروت پر مناسب ٹیکس بھی عائد کر سکتا ہے، اگر کسی علاقہ میں سوائے مال حرام کے حلال طریقہ سے حاصل ہونے والی اشیاء دستیاب نہ ہوں نہ حلال ذریعۂ معاش ہی حاصل ہو سکتا ہو اور نہ وہاں سے نقل مکانی کی گنجائش ہو تو اس کے لئے بقدر حاجت ایسے مال اور ذریعۂ معاش سے فائدہ اٹھانا جائز ہوگا۔ (۴)

اس لئے اس امر کا اعتراف کیا جانا چاہئے کہ "مصالح مرسلہ" جیسی اصل کے انضباط کے لئے مالکیہ تمام فقہاء کی تحسین و امتنان کے حقدار ہیں جس کے ذریعہ نئے مسائل کے حل، زندگی سے شریعت اسلامی کے ربط میں تسلسل اور اجتماعی دقتوں اور مشکلات کے علاج میں مدد لی جاتی رہی ہے اور لی جاتی رہے گی۔

احناف

فقہائے احناف نے گو "استصلاح" یا "مصالح مرسلہ" کی اصطلاح استعمال نہیں کی ہے، مگر ان کے اصول استنباط اور اجتہادات سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ وہ بھی ایسی مصالح کو معتبر مانتے ہیں، اس سلسلہ میں حنفیہ کے یہاں "استحسان" کے قاعدے پر غور کیا جائے اور اس کے مقصد پر نظر رکھی جائے تو اندازہ ہوتا ہے کہ احناف اسی اصطلاح کے ذریعہ "استصلاح" کے مقصد کو بھی پورا کرتے ہیں، امام سرخسیؒ استحسان پر روشنی ڈالتے ہوئے کہتے ہیں:

> استحسان قیاس کو ترک کرنے اور ایسی چیز کے قبول کرنے کو کہتے ہیں جو لوگوں کی ضروریات کے

---

(۱) ملاحظہ ہو [illegible] ۲۶۵، مالکیہ کا مصالح مرسلہ کو ایک مستقل اصل ماننا ایک مسلمہ امر ہے، مگر اسے ایک عجیب بات کہا جا سکتا ہے کہ ابن حاجب نے خود امام مالکؒ کی طرف "مصالح مرسلہ" کے حجت نہ ہونے کی نسبت کی ہے، منتہی الوصول والامل ۲۰۸ "المصلحة المرسلة"

(۲) کتاب الفروق ۵۱۵ (۳) تنقیح الفصول ۴۰۰

(۴) الاعتصام ۲/۱۲۰-۱۲۶

مطابق اوفق للناس ہوں بعض لوگوں نے کہا: ان احکام میں سہولت کی جستجو کا نام ہے، جن میں عام و خاص مبتلا ہوں — حاصل یہ ہے کہ استحسان آسانی کے لئے دشواری کو چھوڑنے سے عبارت ہے اور یہ دین میں ایک اصل ہے، کیونکہ ارشاد باری ہے، اللہ تم سے آسانی چاہتے ہیں، نہ کہ دشواری۔(۱)

غور کیا جائے اور مصالح مرسلہ سے مستنبط احکام پر نظر ڈالی جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ احکام میں سہولت اور ارفق للناس کی جستجو ہی "مصالح مرسلہ" کا بھی مقصود ہے — اسی لئے شیخ زرقاء نے لکھا ہے کہ "استحسان قیاسی" جس میں ایک "قیاس" کو دوسرے قیاس پر ترجیح دی جاتی ہے، تو "قیاس" میں داخل ہے، لیکن "استحسان ضرورت" جس میں کسی مصلحت کے پیش نظر اس قیاس کو رد کردیا جاتا ہے، جو حرج اور تنگی کا باعث ہو "مصالح مرسلہ" کی ایک قسم ہے، اور اسی لئے احناف کو اس اصطلاح پر مستقل بحث کرنے اور اس کے اصول و قواعد مرتب کرنے کی ضرورت نہ پڑی۔(۲)

احناف کی فقہی آراء کا تجزیہ کیا جائے اور بالخصوص ان آراء کا جو استحسان پر مبنی ہیں، تو مصالح کی رعایت میں وہ بھی قریب قریب مالکیہ کے ہم دوش نظر آتے ہیں، مال غنیمت میں بنی ہاشم کا خصوصی حصہ باقی نہ رہے تو ابو عصمہ کی روایت کے مطابق بنو ہاشم کو بھی زکوۃ دی جاسکتی ہے،(۳) کوئی شخص کہے کہ میرا تمام مال صدقہ ہے، تو صرف "اموال زکوۃ" ہی صدقہ میں جائیں گے، تاکہ خود اس کو دست سوال دراز نہ کرنا پڑے،(۴) زندیق کی توبہ قبول نہیں کی جائے گی،(۵) مشترک کاریگر جو مختلف لوگوں کے سامان بناتا ہے، ضائع شدہ سامان کا ضامن ہوگا،(۶) اعداء اسلام کی فوج کچھ مسلمانوں کو ڈھال بنائے اور تیر اندازی کی صورت میں پہلے ان پر قتال مسلمانوں کے نشانہ بننے کا اندیشہ ہو تو مجبوراً اس اندیشہ کے باوجود حملہ کیا جائے گا،(۷) وغیرہ — غور کیا جائے تو ان میں سے متعدد مسائل ہیں کہ مالکیہ نے ان کو "مصالح مرسلہ" کی فہرست میں جگہ دی ہے اور احناف نے ان ہی کو "استحسان" کے ذیل میں ذکر کیا ہے۔

حنابلہ

فقہاء حنابلہ نے احکام شرعیہ کے جن مصادر کا ذکر کیا ہے، گو ان میں مصالح مرسلہ کا ذکر نہیں ملتا، لیکن ان فقہاء کی تصریحات اور اجتہادات کو سامنے رکھا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ حنابلہ بھی معاملات اور عادات کے باب میں مصالح مرسلہ کو فیصلہ کی بنیاد اور اساس بنانے میں مالکیہ سے پیچھے نہیں ہیں، البتہ وہ مصالح کو قیاس ہی کے ذیل میں استعمال کرتے ہیں، بقول ابوزہرہ: **لانه یری انه داخل فی باب القیاس الصحیح**،(۸) اسی بنا پر مختلف علماء نے حنابلہ کی طرف "مصالح مرسلہ" کے معتبر ہونے کی نسبت کی ہے، خود نجم الدین طوفی حنبلی جو اپنی آزاد خیالی میں خاصے بدنام ہیں فرماتے ہیں: **الراجح المختار اعتبار المصالح المرسلة** ۔(۹)

---

(۱) الاستحسان ترك القياس والأخذ بما هو اوفق للناس وقيل الاستحسان طلب السهولة فى الاحكام فى ما يبتلى فيه الخاص والعام — وحاصل هذه العبارات انه ترك العسر لليسر وهو اصل فى الدين قال الله تعالى يريد الله بكم اليسر ولا يريد بكم العسر (المبسوط ۱۴۵/۱۰)

(۲) الاستصلاح والمصالح المرسلہ ۹۱

(۳) البحر الرائق ۲۶۶/۲

(۴) المبسوط ۹۳/۱۲

(۵) رد المحتار ۲۵۸/۳

(۶) بدائع الصنائع ۲۹/۳

(۷) الاشباہ والنظائر لابن نجیم ۵۵

(۸) احمد بن حنبل ۳۰۹

(۹) شرح مختصر الروضہ ۲۱۱/۳

چنانچہ فقہ حنبلی کے مشہور فقیہ اور ترجمان حافظ ابن قیم کا یہ قول بہت معروف اور بعد کے مصنفین کے درمیان زبان زد عام و خاص ہے کہ جن احکام سے عدل و انصاف کے تقاضے پورے ہوتے ہوں، وہ اللہ کی شریعت اور اس کا دین ہے: فاذا ظهرت امارات العدل واسفر وجهه باى طريق كان فثم شرع الله و دينه، (۱) —— یہی وجہ ہے کہ فقہاء حنابلہ کی آراء میں قدم قدم پر مصالح کی رعایت اور مصالح کی بنا پر فتاویٰ ملتے ہیں، مثلاً مخنث کو شہر بدر کردینے کا حکم اور شہر بدر کرنے میں بھی فتنہ ہو تو حبس و قید، تاکہ لوگ اس کے فتنہ سے محفوظ رہ سکیں، صحابہ کو برا بھلا کہنے والے کے لئے توبہ یا سزا کا وجوب اور سلطان کے لئے اس بات کی اجازت نہ دیا جانا کہ وہ ایسے مجرمین کو معاف کردے، رمضان میں دن کے وقت شراب پینے والے پر حد کے علاوہ مزید شدت برتنا، (۲) کاشتکاروں اور اہل صنعت کو لوگوں کی ضروریات کو پیش نظر رکھتے ہوئے مناسب اجرت لے کر کام پر مجبور کرنا، نیز بعض خاص حالات میں گراں فروشی کرنے والے تجار کے لئے اشیاء کی لازمی قیمت متعین کردینا کہ اس سے زیادہ میں سامان فروخت کرنے کے مجاز نہ ہوں، (۳) —— اس لئے حق یہی ہے کہ فقہاء حنابلہ بھی "مصالح مرسلہ" کا اعتبار کرتے ہیں، البتہ اس اصطلاح اور تعبیر کو اختیار نہیں کرتے، اسی لئے طوفی کہتے ہیں کہ گو بعض لوگوں نے فقہاء حنابلہ کی طرف مصالح کے معتبر نہ ہونے کی نسبت کی ہے اور خاص کر شیخ ابو محمدؒ سے یہ رائے نقل کی ہے، لیکن میرا تجربہ ہے کہ جب ہمارے فقہاء احکام کی توجیہ کرتے ہیں تو مصلحت کی بنیاد پر بھی رائے قائم کرتے ہیں:

> رأيت من وقفت على كلامه منهم حتى الشيخ ابا محمد في كتبه اذا استغرقوا في توجيه الاحكام يتمسكون بمناسبات مصلحية. (۴)

شوافع

استحسان اور استصلاح کے سب سے بڑے ناقد امام شافعی اور فقہاء شوافع ہیں، یہاں تک کہ امام شافعی استحسان کو ایک نئی شریعت کو وضع کرنے کے مترادف قرار دیا ہے اور استحسان کے رد میں اپنی مایۂ ناز کتاب "الرسالہ" میں ایک مستقل باب "کتاب ابطال الاستحسان" کے عنوان سے قائم کیا ہے، (۵) لیکن کوئی بھی فقہ جو رواں دواں زندگی کا ساتھ دینا چاہتی ہو اور مختلف عہد، علاقوں اور تہذیبوں میں اپنی نافعیت کی ضمانت چاہتی ہو، اس کے لئے اس کے سوا چارہ نہیں کہ وہ استحسان یا مصالح مرسلہ وغیرہ کو نئے حالات پر احکام شرعیہ کے انطباق کے لئے اساس و بنیاد بنائے، اسی لئے ہم دیکھتے ہیں کہ بعد کے فقہاء شوافع نے بتدریج مصالح مرسلہ کو ایک اصل شرعی کی حیثیت سے قبول کیا ہے، چنانچہ علامہ زنجانی لکھتے ہیں:

> ذهب الشافعي الى ان التمسك بالمصالح المستندة الى كلي الشرع، ان لم تكن مستندة الى الجزئيات الخاصة المعينة جائز. (۶)

امام شافعی کی رائے ہے کہ اگر مخصوص و مقرر جزئیات کی بجائے شریعت کی کلیات اور عمومی مقاصد و اصول سے ہم آہنگ مصلحتیں ہوں تو ان کو بھی قبول کرلینا جائز ہے۔

---

(۱) الطرق الحکمیۃ ۱۳

(۲) اعلام الموقعین ۴:۳۷۶

(۳) الطرق الحکمیۃ ۲۴۳-۲۴۶

(۴) شرح مختصر الروضۃ ۳:۲۰۳

(۵) دیکھئے الرسالہ ۵۰۳

(۶) تخریج الفروع علی الاصول ۱۹۹

امام الحرمین کے بارے میں بھی نقل کیا جاتا ہے کہ وہ مصلحتیں جو نصوص سے ثابت، معتبر مصالح سے قریب ہوں امام شافعی کے نزدیک بھی قابل قبول ہیں، (۱) اور اسی طرح کی بات امام غزالی کی کتاب "المنخول" کی طرف بھی منسوب کی گئی ہے، (۲) یہی وجہ ہے کہ مختلف فقہاء نے فقہائے شوافع کی طرف مصالح مرسلہ کے معتبر ہونے کی صراحت تک نقل کی ہے، چنانچہ اسنوی نے امام الحرمین کی طرف مصالح مرسلہ کے مطلقاً حجت ہونے کی نسبت کی ہے، اور ابن حاجب نے یہی بات خود امام شافعی کے بارے میں کہی ہے، خود امام غزالی کی طرف منسوب ہے کہ وہ خاص شرطوں کے ساتھ مصالح مرسلہ کو معتبر مانتے تھے، (۳) امام غزالی نے گو استصلاح کا رد کیا ہے لیکن ان کی پوری بحث دیکھی جائے تو اندازہ ہوتا ہے کہ بعض خاص شرطوں کے ساتھ وہ بھی ضرورت کے درجے کے احکام میں معتبر مانتے ہیں اور فرماتے ہیں:

فاذا فسرنا المصلحة بالمحافظة على مقصود الشرع فلاوجه للخلاف في اتباعها. (۴)

امام عزالدین بن عبدالسلام اپنی مشہور اور مایہ ناز کتاب "قواعد الاحکام" میں جہاں کتاب و سنت، اجماع اور قیاس کا بحیثیت دلیل شرعی ذکر کرتے ہیں، وہیں پانچویں دلیل شرعی کی حیثیت سے "استدلال معتبر" کا ذکر بھی آتا ہے، اور مختلف جزوی احکام کے ذکر کے بعد فرماتے ہیں کہ مصالح کے حصول اور مفاسد کے ازالہ کے سلسلہ میں شریعت کے مقاصد کے تتبع کے بعد اس بات کا عرفان و اعتقاد حاصل ہوتا ہے، کہ مصلحتوں کو نظر انداز کرنا اور مفاسد کے قریب جانا جائز نہیں، گو ان مصالح کے سلسلے میں اجماع، یا قیاس، یا نص نہ ہو، (۵) اسی لئے صاحب مختصر الروضہ کا بیان ہے کہ علاوہ مالکیہ کے بعض شوافع بھی "مصالح مرسلہ" کو حجت مانتے ہیں:

وقال مالك وبعض الشافعية هي حجة لانا علمنا انها من مقاصد الشرع بادلة كثيرة. (۶)

اس لئے امام قرافی نے جو بات کہی ہے کہ عملاً مصالح مرسلہ کے معتبر ہونے پر اتفاق ہے، واقعہ یہ ہے کہ وہ صحیح اور مبنی بر حقیقت ہے، ہاں یہ ضرور ہے کہ الفاظ و تعبیر اور بعض جگہ مصالح مرسلہ پر عمل کرنے کے قواعد اور اصول میں فقہاء کے درمیان اختلاف رائے پایا جاتا ہے۔

مصالح مرسلہ کے لئے شرطیں

اہم بات یہ ہے کہ مصالح مرسلہ پر عمل کرنے کی کیا شرطیں ہیں، علامہ شاطبی مالکی اس پر روشنی ڈالتے ہوئے تین شرطوں کا ذکر فرماتے ہیں، اول یہ کہ اس مصلحت اور مقاصد شریعت کے درمیان ہم آہنگی (ملائمت) پائی جاتی ہو، نہ اصول شرع میں سے کسی اصل کے منافی ہو، نہ شریعت کے ادلۂ قطعیہ میں سے کسی دلیل کے مغائر — دوسرے یہ کہ مصلحت ان امور سے متعلق ہو جن میں عقل و مصلحت کو ملحوظ رکھا جاتا ہو، تعبدی امور میں سے نہ ہوں — تیسرے اس مصلحت کو قبول کرنے کا مقصود دین میں کسی حرج کا رفع کرنا یا شریعت کی کسی بات کا تحفظ کرنا ہو۔ (۷)

فقہاء شوافع میں امام غزالی کی تحریروں سے بھی وہ شرطیں منقح

---

(۱) ضوابط المصلحة ۳۴۲-۳۴۳ بحوالہ مخطوطہ "البرہان" لامام الحرمین

(۲) حوالۂ سابق ۳۴۵

(۳) المستصفی ۳۱۱/۱

(۴) قواعد الاحکام ۱۸۹/۲

(۵) قواعد الاحکام ۲۹/۲

(۶) دیکھئے الشافعی لابی زہرہ ۳۲۰-۳۱۹

(۷) الاعتصام ۳۹۷/۲

ہوتی ہیں جو مصالح مرسلہ کے معتبر ہونے کے لئے ضروری ہیں، وہ بھی تین ہیں، اول یہ کہ وہ مصلحت ضرورت کے درجہ کی ہو، حاجت اور تحسین کے قبیل سے نہ ہو، (۱) دوسرے وہ مصلحت اپنے مقصد کے حاصل کرنے میں قطعی ہو، محض احتمال و ظن کے درجہ کی نہ ہو، تیسرے وہ مصلحت جو کلی یعنی عمومی ہو جو کسی ایک فرد یا چند متعین افراد سے متعلق نہ ہو بلکہ عام مسلمانوں سے کسی ضرر کو دفع کرنا مقصود ہو۔

فقہائے حنابلہ میں صاحب "مختصر الروضة" کے بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ بعض فقہائے حنابلہ بھی امام غزالی کی طرح ضرورت ہی کے درجہ کی مصلحت کو معتبر تسلیم کرتے ہیں، تحسینی اور حاجی احکام میں "مصلحت مرسلہ" کو معتبر نہیں مانتے، (۲) خود نجم الدین طوفی شارح "مختصر الروضة" نے بھی اس موضوع پر گفتگو کی ہے اور ضرورت، حاجت اور تحسین میں فرق کو تکلف قرار دیا ہے، طوفی کی گفتگو کا خلاصہ یہ ہے کہ اگر کسی فعل میں محض مصلحت ہو تو اسے قبول کیا جائے گا اور فساد محض ہو تو ایسا عمل نادرست ہوگا اور اگر مفسدہ اور مصلحت دونوں پہلو موجود ہوں اور کوئی ایک پہلو راجح اور غالب ہو تو اس کے مطابق عمل کیا جائے گا، اور اگر دونوں برابر ہوں تو یا تو دونوں میں سے ایک پہلو کو اختیار کریں یا جب تک کوئی وجہ ترجیح نہ قائم ہو جائے، توقف کریں گے، پس اگر مصلحت حاجت یا تحسین کے درجہ کی بھی ہو، لیکن اس میں فساد کا پہلو نہ ہو تو وہ مصلحت یقیناً معتبر ہوگی، ہاں اگر اس مصلحت کے مقابلہ میں کوئی مفسدہ بھی موجود ہو اور وہ مصلحت شریعت کے پانچوں مقاصد میں سے کسی مقصد کی تکمیل کے لئے "ضرورت" کا درجہ رکھتی ہو تو ایسی صورت میں مفسدہ کا پہلو پائے جانے کے باوجود یہ مصلحت معتبر اور راجح ہوگی۔ (۳)

احناف کے یہاں غالباً اس سلسلے میں زیادہ وضاحت نہیں ملتی، البتہ شیخ ابو زہرہ نے عام حنفیہ کی طرف یہ بات منسوب کی ہے کہ وہ مصالح مرسلہ کو اس وقت معتبر مانتے ہیں جب کہ وہ شریعت کے اصول ثابتہ سے قریب ہو۔ (۴)

فقہاء کی ان وضاحتوں سے جو بات واضح ہوتی ہے اس کا حاصل یہ ہے کہ مصالح مرسلہ کے معتبر ہونے کے لئے ضروری ہے کہ:

۱) مصلحت مقاصد شریعت سے مطابقت رکھتی ہو، جیسے کسی حرج کو دفع کرنا۔

۲) جن احکام میں مصلحت کو بنیاد بنایا جائے، ضروری ہے کہ وہ تعبدی امور نہ ہوں کہ ایسے احکام میں بن سمجھے ہی تسلیم و رضا کا سر خم کرنا مقصود ہے۔

۳) اس مصلحت میں یا تو مجرد نفع ہو، یا اگر نقصان و مفسدہ بھی ہو تو اس کی نافعیت اور مصلحت کا پہلو غالب ہو۔

امام غزالی اور شوافع نیز بعض حنابلہ نے "مصلحت" پر عمل کو جو اضطرار کے درجہ کے ساتھ مخصوص رکھا ہے، وہ کافی محل غور ہے اور خود شوافع اور حنابلہ کی کتابوں میں مصالح پر مبنی جو جزئیات ہیں ان کا تجزیہ کیا جائے تو ان سے شاید اس اصول کی تصدیق نہ ہو سکے، فقہاء کا عام طریقہ ہے کہ "حاجت" کے درجہ کے ایسے احکام جو عام لوگوں سے متعلق ہوں، کے بارے میں وہی رعایت برتی جاتی ہے، جو "ضرورت" کی صورت میں دی جاتی ہے، بلکہ خود سیوطی کے بقول "حاجت" عمومی ہو یا خصوصی، بعض اوقات ضرورت کے حکم میں ہوتی ہے:

الحاجة قد تنزل منزلة الضرورة عامة

---

(۱) ضرورت، حاجت اور تحسین کی تعریف پیچھے گذر چکی ہے

(۲) شرح مختصر الروضة ۳/ ۲۰۹-۲۱۳ ملخصاً

(۳) مختصر الروضة مع الشرح ۳/ ۲۰۴-۲۰۹

(۴) "مالک" لابی زہرہ ۳۳۹

كانت او خاصة. (۱)

اگر ان مصالح اور نصوص میں تعارض ہو؟

اخیر میں اس بات پر روشنی ڈالنی ضروری ہے کہ اگر ایک طرف ایسی مصلحت ہو جو مقاصد شریعت سے پوری طرح ہم آہنگ ہو، دوسری طرف کسی قضیۂ خاص میں کوئی ایسی نص موجود ہو جو اس مصلحت پر عمل کی اجازت نہ دیتی ہو تو نص اور مصلحت میں کس کو ترجیح حاصل ہوگی اور کس کو نظر انداز کیا جائے گا؟ اس پر فقہاء کے ان اصول سے روشنی حاصل کی جاسکتی ہے، جو "قیاس" اور "نص" کے درمیان اختلاف سے متعلق ہے، اور ان کا خلاصہ یہ ہے کہ:

۱) ایسی نصوص جو اپنے ذریعہ ثبوت کے اعتبار سے بھی یقینی ہوں اور اپنے معنی و مقصود پر ان کی دلالت بھی بے غبار ہو "مصلحت" کے ان سے متعارض ہونے کی اول تو شاید ہی کوئی نظیر مل سکے، لیکن اگر ایسی صورت پیش ہی آجائے تو بمقابلہ "نص" مصلحت کو نظر انداز کر دیا جائے گا، اس سلسلہ میں صرف "نجم الدین طوفی" کا شاذ قول ہے، جو قطعی نصوص کو بھی "مصالح" کے مقابلہ رد کرنے کی اجازت دیتے ہیں۔ (۲)

۲) نص اپنے ذریعہ ثبوت کے اعتبار سے یا معنی پر دلالت اور اپنے مفہوم میں وضاحت کے لحاظ سے قطعی نہ ہو، ظنی ہو، ایسی صورت میں فقہاء کے تین نقطۂ نظر سامنے آتے ہیں۔

(الف) شوافع کا، کہ صرف اضطراری کی صورت میں مصلحت کی بنا پر نص سے کسی خاص جزئیہ اور واقعہ کا استثناء کیا جاسکتا ہے۔

(ب) حنابلہ کا، کہ مصلحت اس صورت میں بھی ناقابل قبول ہے، اس لئے کہ ان کے نزدیک حدیث ضعیف اور آثار صحابہ رضی اللہ عنہم کو بھی قیاس پر ترجیح حاصل ہے۔

(ج) احناف اور مالکیہ کا کہ ایسی صورت میں مصلحت کی بنا پر نہ صرف نص کے عمومی حکم میں استثنائی صورتیں پیدا کی جاسکتی ہیں بلکہ اگر نص کا ذریعہ ثبوت ظنی ہو، مثلاً حدیث خبر واحد ہو، تو اس کو ترک بھی کیا جاسکتا ہے۔

جہاں تک مصالح کی بنا پر "نصوص" میں استثناء اور تخصیص کی بات ہے تو اس کی مثالیں تو ان دونوں مکاتب فکر میں بہ کثرت موجود ہیں، جو احناف کے یہاں "استحسان" اور مالکیہ کے نزدیک "مصلحت مرسلہ" یا "سد ذریعہ" وغیرہ کے عنوان سے ذکر کی گئی ہیں، —— اور جہاں تک نصوص کو نظر انداز کرنے کی بات ہے تو اصولی طور پر اس کا اندازہ اس قاعدہ سے ہوتا ہے، جو شاطبی نے ابن عربی سے نقل کیا ہے کہ خبر واحد اگر شریعت کے قواعد میں سے کسی قاعدہ کے خلاف ہو تو امام ابو حنیفہؒ اور امام مالکؒ کے نزدیک اس پر عمل جائز نہیں، (۳) اور ان میں سے اکثر احکام میں حنفیہ بھی مالکیہ کے ہم خیال ہیں، اور حقیقت یہ ہے کہ یہی صحیح ہے، اس لئے کہ "مصلحت مرسلہ" کی وجہ سے منصوص احکام سے استثناء یا ثبوت کے اعتبار سے مشکوک اور معنی کے اعتبار سے مجمل و مبہم احادیث کو ترک کر دینا نص سے پہلو تہی نہیں ہے، بلکہ شریعت کے اساسی مقاصد اور اس کے مسلمہ قواعد کو ایسی نصوص پر ترجیح دینا ہے۔

ڈاکٹر محمد سعید رمضان بوطی نے یہ ثابت کرنے کی بڑی سعی کی ہے، (۴) کہ ائمہ مجتہدین میں سے کوئی بھی کسی بھی قسم کی نص کی موجودگی میں مصلحت کو معتبر نہیں مانتے، موصوف نے غالباً ایسا ان تجدد پسندوں کی زبان بندی کی غرض سے کیا ہے، جو طوفی کے ایک قول شاذ کو بنیاد بنا کر منصوصات پر بھی خط تنسیخ پھیر دینا چاہتے ہیں،

---

(۱) الاشباہ والنظائر، للسیوطی ۱۲۱، ودیگر کتب قواعد

(۲) شرح مختصر الروضہ ۳/۲۱۳، طوفی کی فکر پر مفصل رد، اور طوفی کے مسلک و مشرب کے لئے ملاحظہ ہو: ضوابط المصلحة ۱۹-۲۰۲

(۳) الموافقات ۳/۲۳

(۴) الموافقات ۳/۲۲-۲۳-۲۵

لیکن راقم سطور کا خیال ہے کہ کسی مصلحت کے مقابلہ میں "نص" کو ترک کرنا اور ایک ایسی مصلحت جس سے شریعت کے کسی اساسی مقصود کی تکمیل ہوتی ہو —— کے مقابلہ کسی ایسی نص کو ترک کرنا جو اپنے ذریعہ ثبوت یا اجمال وابہام کی وجہ سے قطعی نہ ہو، کے درمیان غیر معمولی فرق ہے۔ (۱)

مصر

مصر کے معنی شہر کے ہیں، حنفیہ کے یہاں جمعہ کے درست ہونے کے لئے مصر ہونا ضروری ہے، اس ذیل میں یہ بحث آتی ہے کہ مصر سے کیا مراد ہے؟ (تفصیل کے لئے دیکھئے: جمعہ)۔

مصراۃ

مصراۃ کا لفظ تصریہ سے ماخوذ ہے، تصریہ کے معنی جمع کرنے کے ہیں، عرب بعض اوقات ایسا کرتے تھے، کہ جس دودھ دینے والے جانور کو بیچنا ہوتا، چند روز اس کا دودھ نہ دوہتے یہاں تک کہ اس کے تھن میں دودھ جمع ہو جاتا، جب خریدار دودھ کی وافر مقدار دیکھتا تو زیادہ قیمت میں خریدنے کو تیار ہو جاتا، ایسے ہی جانور کو "مصراۃ" کہتے ہیں، کیونکہ اس کا دودھ تھن میں گویا جمع کیا گیا ہے۔ (۲)

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اونٹ اور بکری کو اس طرح دودھ روک کر نہ بیچو، اگر اس طرح فروخت کیا تو جو اسے خریدے گا اسے دودھ دوہنے کے بعد اختیار ہوگا، اگر پسند ہو تو روک رکھے، ناپسند ہو تو ایک صاع کھجور کے ساتھ لوٹا دے، (۳) اس حدیث کی روشنی میں اس بات پر اتفاق ہے کہ اونٹنی، گائے، بکری یا کسی بھی مادہ کا دودھ روک رکھنا تاکہ خریدار دھوکہ کھا جائے حرام ہے، (۴) اور اس پر بھی اتفاق ہے کہ اگر کسی کو اس طرح دھوکہ دیا گیا تو اسے معاملہ کو رد کرنے کا اختیار ہوگا، لیکن کیا خریدار جانور واپس کرتے ہوئے ایک صاع کھجور بھی واپس کرے گا، جیسا کہ بعض احادیث میں وارد ہوا ہے (۵) یا خرید و فروخت کے عام قانون کے مطابق خریدار کا صرف سامان واپس کر دینا کافی ہوگا؟ اس سلسلہ میں فقہاء کا اختلاف ہے، اکثر فقہاء کے نزدیک ایک صاع کھجور واپس کرے گا، اور امام ابوحنیفہؒ، ایک روایت کے مطابق امام مالکؒ، اور بعض مالکیہ کے نزدیک صرف جانور کا واپس کر دینا کافی ہے، دودھ کے بدلہ ایک صاع کھجور واپس کرنے کی ضرورت نہیں۔ (۶)

احناف کا نقطۂ نظر یہ ہے کہ اول تو دودھ کتنا بھی استعمال کیا ہو، اس کے بدلہ میں متعین طور پر ایک صاع کھجور واپس کرنا شریعت کے اصول مکافات سے ہم آہنگ نہیں: کیونکہ اصول یہ ہے کہ انسان دوسرے کی جو چیز استعمال کرے، یا تو وہی واپس کرے یا اس کی قیمت، سامان کم ہو یا زیادہ لیکن واپس کیا جائے ایک صاع، یہ عام اصول کے خلاف ہے، دوسرے خریدار کو جانور کے جس دودھ سے اس نے فائدہ اٹھایا ہے، اس کا معاوضہ ادا کرنے کی حاجت ہی نہیں، کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جو شخص نقصان کا ذمہ دار ہوگا، وہی نفع کا بھی حق دار ہوگا الخراج بالضمان، (۷) تو اگر یہ جانور خریدار کے یہاں ہلاک ہو گیا ہوتا تو ظاہر ہے کہ یہ خریدار کا نقصان ہوتا، لہٰذا جانور کے دودھ پر بھی اس کا حق ہونا چاہئے، اور اس کا اس پر کوئی معاوضہ واجب نہیں ہونا چاہئے، رہ گیا حدیث میں ایک صاع کھجور دینے کا حکم، تو یہ حکم بطور دیانت و تقویٰ کے طور پر ہے، (۸) یعنی چونکہ خریدار نے ایک ایسی چیز سے

---

(۱) یہ مقالہ [illegible] حیدرآباد کے [illegible] میں شائع ہوا تھا

(۲) شرح نووی علی مسلم ۴/۲

(۳) مسلم عن ابی ہریرہ ۴/۲

(۴) شرح نووی علی مسلم ۴/۲

(۵) مسلم عن ابی ہریرہ ۴/۲

(۶) شرح نووی علی مسلم ۴/۲

(۷) ابوداؤد، حدیث نمبر ۳۵۰۹، باب فیمن اشتری عبداً فاستعمله الخ

(۸) فیض الباری ۳/۲۳۱

فائدہ اٹھایا ہے جو مال اس کی ملکیت نہیں رہی، اس لئے کچھ گھور اصل مالک کو پیش کردے۔ واللہ اعلم

مضاجعت (ایک ساتھ سونا)

ضجع (''ض'' اور ''ج'' پر زبر) کے معنی زمین پر پہلو رکھنے کے ہیں،(۱) اسی سے ''مضاجعت'' کا لفظ ہے، جس کے معنی ہیں، دو آدمی کا ایک ساتھ لیٹنا، خواہ دو مرد ہو یا دو عورتیں یا ایک مرد اور ایک عورت، ظاہر ہے اس طرح دو آدمیوں کا سوائے میاں بیوی کے سونا تو حرام ہے ہی، خود حدیث شریف میں صراحتاً اس کی ممانعت آئی ہے، صحابی رسول حضرت ابو ریحانہ ؓ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے دو مردوں اور دو عورتوں کے درمیان کسی ساتر کے بغیر ''مکامعہ'' سے منع فرمایا، مکامعہ سے مراد ایک دوسرے سے ہم آغوش ہونا اور گلے لگنا ہے۔(۲)

ساتر لباس کے ساتھ بھی عمر شعور کو پہنچنے کے بعد ساتھ سونا مکروہ، اور لڑکوں اور لڑکیوں کا بستر الگ کردینا ضروری ہے، چنانچہ حضرت عبداللہ ابن عمرو ؓ سے مروی ہے کہ بچوں کی عمر سات سال ہو جائے تو انھیں نماز کا حکم دو اور دس سال کی عمر کو پہنچ جائیں تو نماز کے لئے ان کی سرزنش کرو اور ان کے بستر الگ کردو۔

مضاربت

مضاربت ''ضرب'' سے ماخوذ ہے، ضرب کے اصل معنی تو مارنے کے ہیں، لیکن عربی زبان میں بعض حروف کے اتصال کی وجہ سے معنی میں تغیر بھی واقع ہوتا رہتا ہے، اسی لحاظ سے ضرب کے معنی بعض دفعہ حصہ لگانے اور حصہ دینے اور بعض اوقات چلنے اور سفر کرنے کے بھی آتے ہیں، مضاربت کا معاملہ دو فریق کے درمیان وجود میں آتا ہے، اور دونوں منافع کے حصہ دار ہوتے ہیں، یا مضاربت تجارت کا ذریعہ ہوتی ہے، اور تجارت کے لئے عام طور پر سفر کی ضرورت پیش آتی ہے، انھی مناسبتوں سے اس معاملہ کو مضاربت کہا جاتا ہے۔

اصطلاح میں مضاربت یہ ہے کہ سرمایہ دار کسی شخص کو اپنا مال تجارت کی غرض سے دے، تاکہ نفع میں مقررہ تناسب کے مطابق دونوں شریک ہوں، اس طرح مضاربت میں ایک فریق کی طرف سے مال اور دوسرے فریق کی طرف سے عمل اور محنت پائی جاتی ہے، هي شركة بمال من جانب وعمل من جانب ، (۳) مضاربت کو ''قراض'' اور ''معاملہ'' بھی کہا جاتا ہے، علماء عراق کے یہاں زیادہ تر ''مضاربت'' اور فقہاء حجاز کے یہاں عموماً ''قراض'' کی تعبیر مروج ہے۔(۴)

ثبوت

اہل علم نے شریعت میں مضاربت کے جواز اور ثبوت پر یوں تو بعض آیات قرآنی سے بھی استدلال کیا ہے، اور ان آیات کا ذکر کیا ہے جن میں مطلق تجارت، کسب معاش، اور کسب معاش کی غرض سے سفر کا ذکر ہے،(۵) لیکن میرے ناقص فہم میں ان آیات سے مضاربت پر استدلال بہت دور از کار محسوس ہوتا ہے، زیادہ سے زیادہ ان آیات سے استیناس ہی کیا جا سکتا ہے۔

البتہ بعض روایات میں مضاربت کا ذکر موجود ہے، حضرت عبداللہ ابن عباس ؓ راوی ہیں کہ حضرت عباس ؓ نے ایک صاحب کو مضاربت کے طور پر مال دیا، اور شرط لگائی کہ اس مال کو لے کر نہ سمندر کا سفر کریں گے نہ کسی وادی میں قیام کریں گے اور

---

(۱) القاموس المحيط ۶۵۸

(۲) دیکھئے نصب الرایۃ ۳/۴۵۱-۴۵۰

(۳) مسند احمد ۲/۱۸۰

(۴) كنز الدقائق على هامش البحر ۷/۲۶۳

(۵) دیکھئے بدائع الصنائع ۶/۷۹

تاکہ اس پیسے سے جانور خرید سکے، اگر مضارب نے کیا تو وہی اس کا ذمہ دار ہوگا، پھر حضور ﷺ کے سامنے اس معاملہ کو رکھا، آپ ﷺ نے اس معاملہ کو جائز قرار دیا، اس کو طبرانی نے روایت کیا ہے، لیکن اس میں ابوجارود اعمی نامی ایک ایسے راوی آئے ہیں، جن کو بعض محدثین نے نہایت جھوٹا اور قابل ترک قرار دیا ہے۔ (۱) اسی طرح حضرت صہیب سے مروی ہے کہ تین چیزوں میں برکت ہے، ادھار فروخت، مقارضہ یعنی مضاربت، اور گھریلو استعمال کے لئے گیہوں اور جو کو ملا کر رکھنا، (۲) لیکن اس حدیث میں بھی صالح بن صہیب نامی راوی مجہول ہیں (۳) —— اس لئے حقیقت یہ ہے کہ اس سلسلے میں کوئی صحیح روایت شاید موجود نہیں، لیکن اہل سیر قریب قریب اس پر متفق ہیں کہ آپ ﷺ کو حضرت خدیجہؓ نے اپنا مال مضاربت کے لئے دیا تھا، اور غزوۂ بدر کے موقعہ سے ابوسفیان کا جو تجارتی قافلہ شام گیا تھا، اس سلسلے میں بھی اہل سیر کا بیان موجود ہے کہ مکہ کا کوئی گھر ایسا نہیں تھا، جس نے اپنا تجارتی سرمایہ ان کے حوالہ نہ کیا ہو، اس سے معلوم ہوتا ہے کہ عربوں میں اسلام سے پہلے مضاربت کا تصور موجود تھا، اگر مضاربت میں شرعاً کوئی قباحت ہوتی تو رسول اللہ ﷺ نے جیسے زمانۂ جاہلیت کی خرید و فروخت کے بعض طریقوں کو منع فرمایا، ضرور تھا کہ آپ ﷺ نے اس کو بھی منع فرمایا ہوتا۔ اس لئے یہ بجائے خود اسلام میں مضاربت کے جائز ہونے کی دلیل ہے۔

اسی لئے مضاربت کے جائز ہونے پر علامہ ابوبکر بن منذر نے تمام علماء کا اجماع نقل کیا ہے، (۴) حضرات صحابہؓ سے یتیم اور بیت المال کے مال میں مضاربت ثابت ہے، اور بقول علامہ کاسانی عہد نبوی ﷺ سے آج تک ہر عہد میں مضاربت پر مسلمانوں کا تعامل رہا ہے، جو اس پر اجماع کی دلیل ہے۔ (۵)

حقیقت یہ ہے کہ مضاربت میں بڑی مصلحت ہے، اور اس میں مالداروں اور غریبوں دونوں کا نفع ہے، اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں میں نعمتوں اور صلاحیتوں کی تقسیم فرمائی ہے، بعض لوگ ہیں کہ اللہ نے ان کو دولت و ثروت سے سرفراز فرمایا ہے، لیکن ان میں تجارت اور کاروبار کی صلاحیت اور لوگوں سے مؤثر رابطہ کا شعور اور تجربہ نہیں، اور بعض حضرات کے اندر تجارتی سوجھ بوجھ اور کاروباری صلاحیت تو ہے لیکن سرمایہ نہیں ہے، اس کے نتیجے میں اگر یہ دونوں طبقے ایک دوسرے سے مربوط نہیں تو ایک کی دولت اور دوسرے کی صلاحیت بیکار رہے گی اور ضائع ہوگی، اور اگر ایک دوسرے کے ساتھ مل کر کام کریں تو ان دونوں کو بھی نفع ہوگا، اور بحیثیت مجموعی قوم اور سماج کو بھی ان کے فوائد ہوں گے، اس لئے شریعت نے مضاربت کو جائز رکھا۔

ارکان

دوسرے معاملات کی طرح مضاربت بھی ایجاب و قبول کے ذریعہ منعقد ہوتی ہے، یعنی ایک کی طرف سے اس معاملہ کی پیش کش ہو، اور دوسرا اسے قبول کرے، ایجاب و قبول یا تو مضاربت، معاملہ و مقارضہ کے صریح لفظ سے ہو، یا کسی بھی ایسی عبارت سے جس سے مضاربت کا مفہوم ادا ہوتا ہو، جیسے کہے کہ یہ مال لو اور اس میں جو کچھ اللہ تعالیٰ نفع عطا فرمائے، اس کا آدھا یا تہائی، یا کوئی اور تناسب مقرر کرے، کہ وہ مجھے دے دو۔ (۶) سرمایہ لگانے والے کو رب المال، اس مال سے تجارت کرنے والے عامل کو مضارب، سرمایہ کار کی طرف سے دیئے جانے والے بنیادی سرمایہ کو راس

---

(۱) مجمع الزوائد ۱۶۱/۴

(۲) ابن ماجہ ۱۶۲/۲، باب الشرکۃ والمضاربۃ

(۳) تعلیق الاعظمی بحوالہ زوائد ابن ماجہ، حوالہ سابق

(۴) الاجماع ۱۲۴ کتاب المضاربۃ

(۵) بدائع الصنائع ۷۹/۶

(۶) بدائع الصنائع ۸۰/۶

المال اور اس پر حاصل ہونے والے نفع کو ربح کہا جاتا ہے۔

درست ہونے کی شرطیں

بعض شرطیں معاملہ کے دونوں فریق سے، بعض سرمایہ سے، اور بعض اس کے نفع سے متعلق ہیں، سرمایہ کار ایک سے زیادہ بھی ہو سکتے ہیں، جیسے چند آدمی مل کر کسی کے پاس مضاربت کے لئے سرمایہ حوالہ کریں، مضارب بھی ایک سے زیادہ ہو سکتے ہیں، یعنی ایک شخص مشترک طور پر ایک سے زیادہ آدمی کو تجارت کے لئے سرمایہ حوالہ کرے، (۱) اسی سے معلوم ہوا کہ موجودہ انوسٹمنٹ کمپنیاں جو مختلف لوگوں سے سرمایہ حاصل کر کے اپنی صلاحیت کو استعمال کرتی ہیں، اور اس پر نفع حاصل کرتی ہیں یہ صورت جائز ہے، اور قانون مضاربت کے دائرہ میں آتی ہے۔

مضاربت کے صحیح ہونے کے لئے درج ذیل شرطیں ہیں:

۱) معاملہ کے دونوں فریق اس بات کی صلاحیت رکھتے ہوں کہ وہ کسی کو وکیل بنائیں اور خود وکیل بن سکیں، اسی لئے مسلمان اور غیر مسلم کے درمیان بھی مضاربت ہو سکتی ہے، کیونکہ یہ ایک دوسرے کے وکیل بننے کی صلاحیت رکھتے ہیں۔ (۲)

۲) سرمایہ کار نے مضاربت کے لئے جو مال دیا ہو، جس کو اصطلاح میں راس المال کہتے ہیں، وہ درہم و دینار اور مروج کرنسی کی صورت میں ہو، دوسرے سامان چاہے، منقولہ ہوں یا غیر منقول، جیسے مکان اور کپڑا وغیرہ ان کو مضاربت کا سرمایہ نہیں بنایا جا سکتا —— امام ابوحنیفہؒ اور امام ابو یوسفؒ کے نزدیک تو سونے اور چاندی ہی کا سکہ ضروری ہے، دوسری کرنسی مضاربت کا سرمایہ نہیں بن سکتی، لیکن امام محمدؒ کے یہاں بن سکتی ہے، اور اسی پر فتویٰ ہے۔ (۳)

کرنسی کے علاوہ دوسری اشیاء میں مضاربت کی صورت اس طرح ہو سکتی ہے، کہ مضارب کو سامان دے، اور کہے کہ اسے کرنسی سے فروخت کر دو اور اسی سے مضاربت کرو، تو یہ صورت جائز ہے، **لو دفع اليه عرضا او عبدا فقال بعه واقبض ثمنه واعمل به مضاربة فباعه بدراهم او دنانير وتصرف فيها جازت المضاربة، كذا في محيط السرخسي۔** (۴)

۳) مضاربت کا اصل سرمایہ معلوم و متعین ہو، تاکہ یہ بعد میں نزاع کا باعث نہ ہو، چاہے زبان سے تعیین کی جائے، یا اشارہ سے متعین کر دیا جائے، تاہم اگر بعد میں سرمایہ کی مقدار یا اس کی نوعیت و کیفیت کی بابت فریقین کے درمیان اختلاف ہو جائے، اور کوئی ثبوت اس سلسلے میں موجود نہ ہو تو قسم کے ساتھ مضارب کی بات معتبر ہوگی۔ (۵)

۴) یہ سرمایہ نقد ہو، نہ کہ دین، مثلاً الف کے "ب" پر دس ہزار روپے تھے، "الف" نے "ب" سے کہا کہ اسی دین میں جو تمہارے ذمہ ہے، مضاربت کرو اور اسی میں مضاربت کی، تو یہ مضاربت فاسد ہوگی۔ (۶)

۵) یہ بھی ضروری ہے کہ صاحب سرمایہ سرمایہ کو مضارب کے حوالہ کر دے، اور اس کے قبضہ میں دیدے، تاکہ اس کے تصرف میں کوئی مانع باقی نہ رہے، (۷) البتہ حنابلہ کے نزدیک صاحب سرمایہ اس پر اپنا قبضہ قرار رکھ سکتا ہے۔ (۸)

۶) نفع میں یہ بات ضروری ہے کہ مضارب اور سرمایہ کار دونوں کی نفع میں شرکت ہو، کیونکہ اگر تمام نفع کی شرط سرمایہ دار کے لئے لگا دی جائے، تو یہ معاملہ بضاعت کا ہوگا نہ کہ مضاربت کا،

---

(۱) ہندیہ ۲۹۹/۴
(۲) ہندیہ ۸۱/۶
(۳) ہندیہ ۲۹۹/۴
(۴) حوالۂ سابق
(۵) حوالۂ سابق
(۶) بدائع الصنائع ۸۲/۶
(۷) بدائع الصنائع ۸۲/۶
(۸) الفقہ الاسلامی وادلتہ ۸۳۹/۴

اور نفع ونقصان مکمل طور پر سرمایہ کار سے متعلق ہو جائے گا، اور اگر پورا نفع مضارب کے لئے طے کر دیا جائے، تو یہ سرمایہ اس پر قرض ہوگا، اور نفع ونقصان اسی سے متعلق ہوگا (۱) اور اگر اصل سرمایہ میں سے بھی مضارب کو دینا طے کیا گیا، تو مضاربت کا معاملہ فاسد ہو جائے گا، (۲) اس لئے ضروری ہے کہ نفع میں دونوں فریق کی شرکت ہو، اور سرمایہ پر سرمایہ کار کی تنہا ملکیت باقی رہے۔

۷) یہ بھی ضروری ہے کہ سرمایہ کار کے لئے نفع کی قطعی مقدار جیسے ایک ہزار، دو ہزار متعین نہ کر دی جائے، بلکہ نفع کا تناسب متعین کیا جائے، مثلاً نفع کا نصف، چوتھائی، تہائی وغیرہ۔ (۳)

شرط لگانا

مضاربت سے ایک اہم مسئلہ شرائط کا متعلق ہے، مضاربت میں ایسی شرط لگانا کہ جس سے نفع متعین باقی نہ رہے، یا نفع میں دونوں فریق کی شرکت باقی نہ رہ پائے، مضاربت کے معاملہ کو فاسد کر دیتی ہے، اور اگر اس طرح کی شرط تو نہیں لگائی لیکن ایسی شرط لگائی جو مضاربت کے اصول کے خلاف ہو، تو معاملہ درست ہوگا، اور خود شرط فاسد ہو جائے گی، مثلاً سرمایہ کار نے کہا کہ نفع کا تہائی حصہ اور مزید ایک ہزار روپے تمہیں ملا کریں گے، تو مضاربت جائز ہوگی، نفع کا ایک تہائی حصہ مضارب کو ملے گا، اور ایک ہزار روپے کی شرط نا معتبر ہوگی۔ (۴)

حکم

مضاربت پر کیا حکم اور اثر مرتب ہوگا؟ اس سلسلے میں حاکم شہید کی کتاب "الکافی" کے حوالے سے بڑا جامع بیان فقہاء نے نقل کیا ہے، اور وہ یہ کہ مضارب ابتدائی مرحلہ میں جب تک کہ اس نے سرمایہ میں تصرف نہیں کیا ہو، امین کا درجہ رکھتا ہے اور سرمایہ کی نسبت سے اس پر وہی احکام جاری ہوں گے، جو امانت پر جاری ہوتے ہیں، پھر جب مضارب نے اس پر تصرف کیا، تو اس کی حیثیت اس مال میں وکیل کی ہے، اگر اللہ تعالیٰ نے نفع دیا، تو وہ اس نفع میں متعینہ تناسب کے مطابق شریک تصور کیا جائے گا، اگر کسی وجہ سے مضاربت کا معاملہ فاسد ہو گیا، تو وہ اس میں اجیر ہوگا، پورے نفع کا حقدار سرمایہ کار ہوگا اور اس کام کی مروجہ اجرت کا مستحق قرار پائے گا، اگر مضارب نے سرمایہ کار کی ہدایت کی خلاف ورزی کی حالانکہ اس کو شرعاً اس معاملہ میں اس کے حکم کے خلاف ورزی کی اجازت نہیں تھی، تو اب مضارب اس سرمایہ کی نسبت سے غاصب تصور کیا جائے گا۔ (۵)

مضاربت میں اگر اصل سرمایہ میں بھی نقصان ہو جائے، تو یہ نقصان سرمایہ کار کا ہوگا، (۶) تاہم یہاں اس امر کی وضاحت مناسب ہوگی کہ اگر دو اشخاص کے درمیان مسلسل تین سال مضاربت کا معاملہ جاری رہا، پہلے اور دوسرے سال علی الحساب نفع کی تقسیم عمل میں آئی، اور تیسرے سال بجائے نفع کے نقصان ہو گیا، تو یہ سہ سالہ مدت ایک ہی معاملۂ مضاربت کی ہے، لہٰذا تیسرے سال جو نقصان ہوا، پہلے اس نقصان کی تلافی گذشتہ دو سال کے نفع سے کی جائے گی، پھر اگر اس سے بھی نقصان کی تلافی نہیں ہوئی تو اصل سرمایہ سے نقصان کی تلافی ہوگی۔

مضاربت کی دو قسمیں

مضاربت میں ایک اہم مسئلہ یہ ہے کہ مضارب کو اس سرمایہ میں کن تصرفات کا حق حاصل ہوگا؟ اس سلسلہ میں تفصیل یہ ہے:

---

(۱) ہندیہ ۴/۲۹۵

(۲) ہندیہ ۴/۲۸۷

(۳) بدائع الصنائع ۶/۸۵

(۴) ہندیہ ۴/۲۹۹، ۲۸۶

(۵) ہندیہ ۴/۲۹۹، کنز علی ہامش البحر ۷/۲۶۳

(۶) دیکھئے کنز الدقائق مع البحر ۷/۲۶۳

کہ مضاربت کی دو قسمیں ہیں، مضاربت مطلقہ، مضاربت مقیدہ، مضاربت مطلقہ سے مراد یہ ہے کہ مضارب کو کسی خاص عمل، مقام، وقت، عمل کی کیفیت، اور کس سے معاملہ کرتا ہے؟ اس کی وضاحت اور قید کے بغیر مال حوالہ کردیا جائے۔

مضاربت مقیدہ، اس کے مقابل ہے، کہ اس میں کسی خاص عمل، جگہ، وقت وغیرہ کی قید رکھی جائے۔(۱)

مضاربت مطلقہ میں مضارب کے تصرفات

مضاربت مطلقہ کے سلسلے میں اصول یہ ہے، کہ مضارب کے تصرفات اپنے حکم واثر کے لحاظ سے تین قسم کے ہوں گے، ایک وہ تصرفات جن کا مضارب مطلق مضاربت کی وجہ سے مجاز ہوتا ہے، ان میں خود خرید وفروخت کرنا جہاں ضرورت ہو وہاں دوسروں کو خرید وفروخت کا وکیل بنانا، رہن رکھنا، اور خود رہن لینا، کرایہ پر لگانا، کسی کو مزدور رکھنا، کسی کے پاس بطور امانت رکھنا، کسی کو مال حوالہ کرنا کہ وہ خود نفع لئے بغیر اس کو فروخت کردے، جس کو فقہ کی اصطلاح میں "ابضاع" کہتے ہیں، سمندر یا خشکی کا سفر کرنا وغیرہ۔(۲)

مضارب نقد بھی فروخت کرسکتا ہے، اور ادھار بھی،(۳) اگر مضارب نے کوئی چیز، اتنی زیادہ قیمت میں خرید کی یا اتنی کم قیمت میں فروخت کردی جو باعث نقصان ہے، اور ایسا دھوکہ نا قابل قیاس ہے، (لایتغابن فیہ الناس) تو امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک تو اس کا یہ تصرف بھی درست سمجھا جائے گا، امام ابو یوسفؒ اور امام محمدؒ کے نزدیک اس کا یہ تصرف درست نہیں ہوگا، اور اسی پر فتوی ہے،(۴) یہی رائے مالکیہ، شوافع اور حنابلہ کی بھی ہے۔

مضارب کسی اور سے مضاربت کرے

بعض تصرفات وہ ہیں کہ آدمی محض مضاربت سے ان کا مالک نہیں ہوتا، بلکہ اس وقت مالک ہوتا ہے، جب کہا جائے کہ تم جو بھی مناسب سمجھو کرو، اذا قیل لہ اعمل برأیک، مثلاً یہ کہ وہ کسی اور کو یہی مال مضاربت کی غرض سے دے یا اس مال میں کسی اور سے شرکت کا معاملہ کرلے، یا مضاربت کا مال اپنے یا دوسرے کے ساتھ خلط کرلے۔(۵)

ان میں خاص طور پر یہ مسئلہ بہت اہم ہے کہ مضارب خود مال مضاربت کو کسی اور شخص کو مضاربت پر دے، یہ درست ہوگا یا نہیں؟ حنفیہ کے یہاں اسی صورت میں اس کی گنجائش ہوگی، جب سرمایہ کار نے اس کو اپنی صواب دید پر تصرف کا مکمل اختیار دے دیا ہو، اس کے بغیر سرمایہ خود مضارب کو مضاربت پر لگانے کا حق حاصل نہ ہوگا۔

تاہم اگر مضارب نے مالک کی اجازت کے بغیر مضاربت پر لگا ہی دیا، تو اس کا کیا حکم ہوگا؟ —— حنفیہ کے یہاں جب تک دوسرے مضارب نے مال میں تصرف نہیں کیا ہو، اس وقت تک پہلا یعنی اصل مضارب اور دوسرا یعنی پہلے مضارب سے مال لینے والا ضامن نہیں ہوگا، جب دوسرا مضارب اس مال میں تصرف کردے تو اب ضمان واجب ہوگا، پھر اس ضمان میں بھی یہ تفصیل ہے کہ اصل صاحب سرمایہ دونوں میں سے کسی بھی مضارب سے ضمان کا مطالبہ کرسکتا ہے، اگر پہلے مضارب سے وہ ضمان وصول کرلے، یعنی اپنا راس المال اس سے وصول کرلے، تو اس اصل مضارب اور دوسرے مضارب کے درمیان مضاربت کا معاملہ صحیح قرار پائے گا، اور نفع حسب معاہدہ دونوں کے درمیان تقسیم ہوگا۔

اور اگر سرمایہ دار نے دوسرے مضارب کو ضامن بنایا اور اس سے اپنا سرمایہ وصول کیا، اور دوسرے شخص نے پہلے مضارب سے ادا کئے ہوئے پیسے وصول کرلئے، تو پہلے اور دوسرے کے درمیان

---

(۱) بدائع الصنائع ۸۶/۶

(۲) ہندیہ ۲۹۳/۴

(۳) ہندیہ ۲۹۳/۴

(۴) ہندیہ ۲۹۳/۴

(۵) الفقہ الاسلامی ۸۵۵/۴

معاملہ درست ہوگا، اور حسب معاہدہ نفع دونوں پر تقسیم ہوگا، البتہ یہ نفع دوسرے کے لئے تو پاک و حلال ہوگا، پہلے کے لئے نہیں۔(۱)

دوسرے فقہاء کو اس تفصیل کے بعض نکات پر اختلاف ہے، اس پر تو سبھی متفق ہیں کہ مضارب کا بلا اجازت اس مال کو دوسروں سے عقد مضاربت پر لگانا جائز نہیں، البتہ مالکیہ کہتے ہیں کہ اس صورت میں دوسرے مضارب کے عمل سے جو نفع حاصل ہوا ہو، وہ نفع صاحب سرمایہ اور دوسرے مضارب کے درمیان تقسیم ہوگا، اور پہلے مضارب کو کوئی نفع نہیں ملے گا۔ اور شوافع کے نزدیک اس صورت میں مضاربت کے اصل سرمایہ کار اور پہلے مضارب کو کوئی نفع نہیں ملے گا، اور شوافع کے نزدیک اس صورت میں مضاربت اصل سرمایہ کار اور پہلے مضارب کے درمیان ہی کی جائے گی، البتہ دوسرے مضارب کو اس کے محنت کی مروجہ اجرت ادا کی جائے گی۔(۲)

جو تصرفات بلا صراحت جائز نہیں

تیسرے قسم کے تصرفات وہ ہیں، کہ جو ان تصرفات کی صراحت اور ان کو نامزد کئے بغیر جائز نہیں، ان تصرفات میں قرض دینا، قرض لینا، ہبہ کرنا، اور صدقہ وغیرہ ہے،(۳) — کیونکہ اس طرح کے تصرفات میں یا تو کاروباری پہلو سے نقصان یقینی ہے یا اس کا قوی امکان ہے۔

جو تصرفات صراحت کے باوجود معتبر نہیں

بعض تصرفات ایسے بھی ہیں کہ اگر سرمایہ کار نے اس کی اجازت دی ہو یا ان کا حکم دیا ہو، پھر بھی وہ تصرفات جائز نہیں، جیسے مردار، خون، شراب، خنزیر، وغیرہ کو خریدنا،(۴) کیونکہ یہ شریعت کی نگاہ میں مال ہی نہیں ہے، اور کوئی مسلمان ان کی خرید و فروخت کا مجاز ہی نہیں ہے، لہٰذا ایسی چیز کا خریدنا گویا اس مال کو ضائع کرنے کے مترادف ہوگا۔

مقید مضاربت

مضاربت کے ساتھ قید و تحدید کی مختلف صورتیں ہو سکتی ہیں:

۱) کسی خاص جگہ کی تحدید، مثلاً اس مال سے شہر دہلی میں تجارت کی جائے، اس شرط کی افادیت ہے، کیونکہ امن اور خطرات اور گرانی اور ارزانی کے اعتبار سے مختلف شہروں کے حالات مختلف ہوتے ہیں، مضارب کو حق نہیں ہوگا کہ وہ خود مال مضاربت کو شہر سے باہر لے جائے یا کسی اور کے ذریعہ بھیجے، اب اگر اس نے شرط کی خلاف ورزی کی، اور دوسری جگہ مال لے گیا تو وہ اس کا ضامن ہوگا، اور جو کچھ اس نے خرید و فروخت کی ہے، اس کا نفع و نقصان خود اس کی ذات سے متعلق ہوگا، اور اس پر واجب ہوگا، کہ جو کچھ نفع اسے حاصل ہوا ہے سب صدقہ کر دے، یہ رائے امام ابو حنیفہؒ اور امام محمدؒ کی ہے۔(۵)

۲) مضاربت میں اشخاص و افراد کی تعیین کر دی جائے، مثلاً تم یہ مال فلاں شخص ہی سے فروخت کرو یا فلاں شہر والوں ہی سے فروخت کرو، دوسروں سے فروخت نہ کرنا، تو یہ شرط بھی معتبر ہوگی، کیونکہ بعض لوگ معاملات میں معتبر اور قابل بھروسہ ہوتے ہیں، اور بعض لوگ قابل بھروسہ نہیں ہوتے،(۶) مالکیہ اور شوافع کے نزدیک اس شرط کا اعتبار نہیں ہے۔(۷)

۳) مضاربت میں مال کی نوعیت متعین کر دی جائے، مثلاً اس سرمایہ سے گیہوں کی خرید و فروخت کا کاروبار کیا جائے، یہ

---

(۱) مغنی ۵/۳۹

(۲) الفقہ الاسلامی وادلتہ ۴/۸۴۶

(۳) دیکھئے بدائع الصنائع ۶/۹۲، مغنی ۵/۴۳

(۴) بدائع الصنائع ۶/۹۹

(۵) مغنی ۵/۳۸، بدائع الصنائع ۶/۹۹

(۶) مغنی ۵/۳۸، بدائع الصنائع ۶/۱۰۰

(۷) الفقہ الاسلامی وادلتہ ۴/۸۳۶

شرط بھی معتبر ہوگی، اس لئے کہ بعض اشیاء کی تجارت بمقابلہ بعض اشیاء کے زیادہ نافع ہوتی ہے۔(۱)

۴) مضاربت کے ساتھ مدت کی تحدید کردی جائے، جیسے کہے، ایک سال تک تجارت کی اجازت ہے، یہ صورت بھی حنفیہ اور حنابلہ کے نزدیک جائز ہے، مالکیہ اور شوافع کے نزدیک مدت کی تحدید درست نہیں، کیونکہ بعض اوقات متعینہ مدت کاروبار کے نتیجہ خیز ہونے کے لئے کافی نہیں ہوتی،(۲) حنفیہ اور حنابلہ کے پیش نظر یہ ہے کہ مضاربت ایک طرح کا اجارہ ہے، مضارب گویا صاحب سرمایہ کا اجیر ہوتا ہے، اور اجارہ ایک مقررہ محدود مدت کے لئے ہوتا ہے۔

مضاربت میں وقت کی اس طرح کی تحدید بھی حنفیہ کے یہاں درست ہے کہ بعض ایام میں بیچنے کی اجازت دی جائے، اور بعض ایام میں نہیں، جیسے آج اور پرسوں بیچ سکتے ہو، کل اور ترسوں بیچنے کی اجازت نہیں۔(۳)

مضاربت میں شرائط وقیود کے سلسلے میں اصول یہ ہے کہ اگر قید کسی اعتبار سے معاملہ کے لئے مفید ثابت ہوسکتی ہے، تو اس کا اعتبار ہوگا، کیونکہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ مسلمان اپنی تسلیم شدہ شرطوں کے پابند ہیں، **المسلمون عند شروطهم** . (۴) علامہ کاسانی نے اس سلسلے میں لکھا ہے: **الاصل فيه ان القيد إن كان مفيدا يثبت** . (۵)

مضارب کے حقوق

مضاربت میں مضارب کا حق دو ہے، ایک تو نفع میں مقررہ حصہ کے مطابق ساجھے داری، جس پر تمام فقہاء کا اتفاق ہے، لیکن نفع سے مضارب کا حق تقسیم کے بعد یعنی معاملہ ختم ہونے اور سرمایہ کار کا اپنا اصل سرمایہ واپس لینے کے بعد متعلق ہوگا، نفع حاصل ہوتے ہی اس کے لئے اپنا حصہ لینا درست نہیں، مثلاً کسی کاروبار میں ایک ہزار نفع ہوا، اصل سرمایہ ابھی سرمایہ کار نے نہیں لیا، اور وہ مضارب ہی کے ہاتھ میں زیر معاملہ رہا، اسی درمیان ہزار روپے سے زیادہ کا نقصان ہوگیا، یا اصل سرمایہ اتنی مقدار ضائع ہوگیا تو اب وہ نفع کی تقسیم کالعدم ہوجائے گی، اور پہلے اس نقصان کی تلافی کی جائے گی، اس کے بعد نفع بچتا ہے تو قابل تقسیم ہوگا۔(۶)

مضارب کا دوسرا حق سفر کرنے کی صورت سفر کے اخراجات اور مضارب کا نفقہ ہے، جس میں کھانا، کپڑا، بستر، سواری، روشنی، کپڑا دھلائی، وغیرہ کے اخراجات شامل ہیں، اپنے شہر میں رہتے ہوئے مضارب کا نفقہ مال مضاربت میں سے نہیں دیا جائے گا، اور حالت سفر کا نفقہ بھی اولاً نفع میں سے محسوب ہوگا، اگر نفع نہ ہوا ہو تو پھر اصل سرمایہ میں سے،(۷) امام شافعیؒ کے نزدیک مضارب کا نفقہ مال مضاربت میں سے نہیں دیا جائے گا چاہے سفر ہو یا حضر، یہی رائے حنابلہ کی ہے، مالکیہ اس مسئلہ میں حنفیہ کے ہم خیال ہیں۔(۸)

سرمایہ کاری کا حق

سرمایہ کار کا حق ظاہر ہے کہ نفع سے متعلق ہے، کہ اگر نفع ہو تو مقررہ شرط کے مطابق وہ اپنا نفع حاصل کرلے، اگر کوئی نفع نہیں ہوا تو مضارب پر کوئی ذمہ داری نہیں ہے۔(۹)

---

(۱) بدائع الصنائع ۹۹/۶

(۲) بدائع الصنائع ۹۹/۶، الفقه الاسلامی ۸۴۳/۴

(۳) بدائع الصنائع ۹۹/۶

(۴) بخاری حدیث نمبر ۲۲۷۴ کتاب الاجارة

(۵) بدائع الصنائع ۹۹/۶

(۶) ہندیہ ۳۲۱/۴

(۷) بدائع الصنائع ۱۰۴/۶-۱۰۵

(۸) بدایة المجتهد ۲۳۷/۲، الفقه الاسلامی و ادلته ۸۹۵/۴

(۹) بدائع الصنائع ۱۰۸/۶

مضاربت فاسد ہو جائے

اگر مضاربت فاسد ہو جائے تو مضارب کے لئے سرمایہ میں کسی قسم کا تصرف جائز نہیں اور نہ وہ نفع یا اخراجات سفر کا حقدار ہے، بلکہ اس کو اپنی مدت کار کی اجرت (اجرت مثل) ملے گی، اور اگر اس کے تصرف سے کچھ نفع حاصل ہوا تو یہ پورا نفع سرمایہ کار کا ہوگا۔(۱)

مضاربت عقد لازم نہیں؟

مضاربت کا معاملہ فریقین میں سے کسی کے لئے لازمی نہیں ہوتا ہے، فقہ کی اصطلاح میں یہ "عقد غیر لازم" ہے، سرمایہ کار یا مضارب یک طرفہ طور پر معاملہ کو ختم کر سکتا ہے، لیکن دو باتوں کا پایا جانا ضروری ہے، اول یہ کہ دوسرے فریق کو معاملہ کے ختم کئے جانے کی اطلاع ہو جائے، دوسرے مضاربت کا بنیادی سرمایہ اس وقت کرنسی کی صورت میں موجود ہو، اگر سرمایہ کار نے اس وقت مضاربت کو ختم کرنا چاہا، جب کہ اصل سرمایہ سامان کی صورت میں ہو تو ایسا کرنا درست نہ ہوگا، تا کہ مضارب اس کو فروخت کر کے اس کو کرنسی کی صورت دے سکے، اور نفع نقصان ظاہر ہو، اور مضارب کو بھی اس کا حق مل پائے۔(۲)

مضاربت ختم ہونے کی صورتیں

مضاربت درج ذیل صورتوں میں ختم ہو جاتی ہے۔

۱) فریقین میں سے کوئی معاملہ فسخ کر دے، یا سرمایہ کار مضارب کو تصرف سے روک دے، اور وہ شرطیں پائی جاتی ہوں جو اس معاملہ کو ختم کرنے کے لئے ضروری ہیں۔

۲) فریقین میں سے کسی ایک کی موت واقع ہو جائے۔

۳) فریقین میں سے کسی ایک کا دماغی توازن متاثر ہو جائے۔

۴) اصل سرمایہ کوئی سامان خریدے بغیر ہی ضائع ہو جائے، اب بھی مضاربت باطل ہو جائے گی۔

۵) مسلم ملک میں سرمایہ کار کا خدانخواستہ اسلام سے مرتد ہو جانا (العیاذ باللہ) بھی ان اسباب میں سے ہے جس کی وجہ سے امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک مضاربت ختم ہو جاتی ہے۔(۳)

مضبب

"مضبب" کا لفظ تضبیب سے ماخوذ ہے، کوئی جگہ ٹوٹی ہوئی ہو، اس کو درست کرنے کے لئے وہاں چاندی رکھ دی جائے، اس کو تضبیب کہتے ہیں،(۴) فقہاء کے یہاں برتن، کرسی، آئینہ وغیرہ میں چاندی سونا جڑا ہوا ہو تو اس کو "مضبب" کہا جاتا ہے، ایسے برتن سے پینا اور ایسی کرسی پر بیٹھنا جائز ہے، لیکن اس جگہ پر منہ اور جسم لگانے سے اجتناب ضروری ہے، جہاں چاندی یا سونا بھرا گیا ہے۔(۵)

مضمضہ (کلی کرنا)

کلی کرنا حنفیہ کے نزدیک وضوء میں سنت اور غسل میں واجب ہے۔ (تفصیل کے لئے دیکھئے: وضو)

مطل (ٹال مٹول)

"مطل" کے اصل معنی کسی چیز کو پھیلانے اور طول دینے کے ہیں، عربی زبان میں رسی کے کھینچنے کو "مطل الحبل" کہتے ہیں،(۶) اسی مناسبت سے ادائیگی دین میں تاخیر اور ٹال مٹول کو بھی "مطل" کہا جاتا ہے، یعنی جس چیز کی ادائیگی واجب ہے، بلا عذر اس میں تاخیر مطل ہے، لتاخیر ما استحق اداؤه بغیر عذر ۔(۷)

---

(۱) بدائع الصنائع ۶/۱۰۸

(۲) ملخص از: بدائع الصنائع ۶/۱۰۹-۱۱۲

(۳) بدائع الصنائع ۶/۱۱۲

(۴) دیکھئے: عمدة السالک ۵

(۵) دیکھئے: در مختار و رد المحتار ۶/۲۹۸

(۶) القاموس المحیط ۱۳۴۱

(۷) فتح الباری ۴/۴۶۵

اسلام جس کی تمام تعلیمات سرتاپا عدل اور اعتدال پر مبنی ہے، اس نے ایک طرف قرض خواہوں کو تلقین کی کہ اگر مقروض تنگدست اور حاجت مند ہو تو اس کے ساتھ فراخ دلی کا معاملہ کریں اور اسے مہلت دیں، وان كان ذو عسرة فنظرة الى ميسرة ، (البقرة : ۲۸۰) دوسری طرف مقروض سے کہا گیا ہے کہ وہ قرض کو اپنے اوپر ایک بوجھ تصور کرے، اور خواہ مخواہ دین کی ادائیگی میں ٹال مٹول اور بلا عذر تاخیر سے کام نہ لے، حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا غنی یعنی جو شخص ادائیگی پر قادر ہو اس کا ٹال مٹول سے کام لینا ظلم ہے، "مطل الغنی ظلم "(۱) اسی لئے ایسا کرنا حرام ہے۔(۲)

مطلق (اصول فقہ کی ایک اصطلاح)۔

مطلق اور مقید اصول فقہ کی دو اصطلاحیں ہیں، جو ایک دوسرے کے مقابل ہیں، عام طور پر اصولیین نے مطلق اور مقید کی تعریف ایسی معقولی تعبیر کے ذریعے کی ہے کہ وہ اصطلاح کو واضح کرنے کے بجائے اور بھی غیر واضح کردیتا ہے،(۳) مطلق اور مقید کی واضح تعریف اس طرح کی جاسکتی ہے، کہ جو اپنی حقیقت پر بلا کسی قید دلالت کرے وہ مطلق ہے، جیسے کتاب، مسجد، وغیرہ اور مقید وہ لفظ ہے جس میں صفت، اضافت یا کسی اور طرح کی قید لگادی جائے، جیسے رقبة مؤمنة (مومن غلام) شهرين متتابعين (مسلسل دو ماہ) ان مثالوں میں غلام کے ساتھ ایمان اور مہینوں کے ساتھ تسلسل قید کا وجود رکھتی ہے، اس لئے یہ مقید کہلائیں گے۔

اگر اللہ تعالی کا خطاب مطلق ہو تو حکم بھی مطلق ہوگا، مثلاً عذر کی وجہ سے آدمی رمضان کے جو روزے نہ رکھ پائے، قرآن نے ان کی قضاء واجب قرار دی ہے، اور اس حکم کو مطلق رکھا ہے، اسے جن ہی دنوں روزہ رکھ لے، نہ مہینہ اور تاریخ کی قید ہے، نہ مسلسل رکھنے کی قید ہے، فعدة من ايام اخر ۔ (البقرة : ۱۸۵)

اور اگر اللہ تعالی کے خطاب میں ہی کوئی قید ملحوظ رکھی گئی ہو تو حکم بھی اسی قید کے ساتھ ہوگا، جیسے کوئی شخص اپنی بیوی سے ظہار کرلے، اس پر کفارہ واجب قرار دیا گیا ہے، اور وہ کفارہ قرآن مجید کے الفاظ میں اس طرح ہے :

فمن لم يجد فصيام شهرين متتابعين من قبل ان يتماسا ۔ (المجادلة : ۴)

جس کو غلام میسر نہ ہو وہ صحبت کرنے سے پہلے مسلسل دو ماہ روزے رکھے۔

اس آیت میں کفارۂ ظہار کے روزوں میں دو باتوں کی قید ہے، ایک یہ کہ یہ روزے مسلسل رکھے جائیں، دوسرے بیوی سے ہمبستری سے پہلے رکھے جائیں، چنانچہ اسی کے مطابق کفارۂ ظہار کے روزوں کا حکم ہوگا۔

اگر ایک جگہ مطلق اور دوسری جگہ مقید ہو

مسئلہ اہم اور قابل توجہ اس وقت ہوجاتا ہے، جب ایک ہی لفظ ایک نص میں مطلق، اور دوسری نص میں قید کے ساتھ ذکر کیا جائے، اس کی چند صورتیں ہوتی ہیں :

۱) جب اور حکم دونوں مختلف ہوں، جیسے: اللہ تعالی کا ارشاد ہے :

والسارق والسارقة فاقطعوا ايديهما. (المائدة : ۳۸)

چوری کرنے والے مرد و عورت کے ہاتھ کاٹو۔

اور دوسری جگہ وضو کا حکم دیتے ہوئے کہا گیا :

اذا قمتم الى الصلاة فاغسلوا وجوهكم

---

(۱) بخاری مع الفتح ۴۶۴/۵، کتاب الحوالة

(۲) فتح الباری ۴۶۴/۵

(۳) دیکھئے فواتح الرحموت ۳۶۰/۱، ارشاد الفحول ۱۶۴

وايديكم الى المرافق۔

جب نماز کا ارادہ کرو تو اپنے چہرے اور کہنیوں
سمیت ہاتھ دھوؤ۔

ان دونوں آیتوں میں "ید" کا لفظ استعمال ہوا ہے، لیکن دونوں جگہ سبب اور حکم مختلف ہے، پہلی آیت میں سبب چوری ہے، اور دوسری آیت میں وضو، پہلی آیت میں ہاتھ کاٹنے کا حکم ہے، اور دوسری آیت میں ہاتھ دھونے کا۔

ایسی صورت میں مقید کی حیثیت مطلق کے لئے بیان کی نہیں ہوتی ہے، یعنی مطلق کو مقید پر محمول نہیں کیا جاتا، قاضی ابوبکر باقلانی، جوینی اور آمدی وغیرہ نے اس پر فقہاء کا اتفاق نقل کیا ہے۔

(۲) سبب اور حکم دونوں ایک ہو تو بالاتفاق مطلق مقید پر محمول ہوگا، جیسے ایک جگہ ارشاد ہے کہ تم پر مردار اور خون حرام کیا گیا حرمت عليكم الميتة والدم (المائدہ: ۳) دوسری جگہ خون کے ساتھ بہتے ہوئے ہونے کی قید لگائی گئی: أو دما مسفوحا (انعام: ۱۴۵) لہٰذا جہاں مطلق خون کا ذکر آیا ہے، وہاں بھی بہتا ہوا خون مراد ہوگا، کیونکہ دونوں آیتوں میں حکم حرام ہونے کا ہے، اور خون ہونے کو اس کا سبب قرار دیا گیا ہے۔

(۳) حکم مختلف ہو اور سبب ایک ہو، تب بھی ایک کو دوسرے پر محمول نہیں کیا جائے گا، ابن حاجب وغیرہ نے اس پر محققین کا اجماع نقل کیا ہے، جیسے کسی شخص نے کہا یتیم کو کپڑا پہنا دو، پھر کہا: نیک عالم یتیم کو کھانا کھلا دو، یہاں سبب دونوں احکام میں یتیمی ہے تو یہ دو الگ حکم سمجھے جائیں گے، ایک کو دوسرے پر محمول نہیں کیا جائے گا۔

(۴) حکم ایک ہو اور سبب الگ الگ ہو، جیسے کفارۂ ظہار میں بھی غلام آزاد کرنے کا حکم دیا گیا ہے، اور کفارۂ قتل میں بھی، حکم دونوں جگہ غلام آزاد کرنے کا ہے، اسباب مختلف ہیں، ایک میں ظہار اور دوسرے میں قتل، کفارۂ ظہار میں غلام آزاد کرنے کا حکم ہے، اور کفارۂ قتل میں مومن غلام آزاد کرنے کا حکم ہے، لہٰذا حنفیہ کے نزدیک کفارۂ ظہار میں کافر غلام کو بھی آزاد کرنا کافی ہو جائے گا، اور کفارۂ قتل میں مومن غلام کو آزاد کرنا ضروری ہوگا۔

یہ رائے حنفیہ اور اکثر مالکیہ کی ہے، شوافع کے نزدیک اس صورت میں بھی مطلق کو مقید پر محمول کیا جائے گا، چنانچہ ان حضرات کے نزدیک کفارۂ ظہار میں بھی مومن غلام آزاد کرنا ضروری ہوگا۔(۱)

معانقہ

معانقہ کا لفظ "عنق" سے ماخوذ ہے، عنق کے معنی گردن کے ہیں، اس طرح معانقہ کے معنی گلے ملنے کے ہوئے، حضرت عائشہ سے روایت ہے کہ جب حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ مدینہ تشریف لائے تو رسول اللہ ﷺ بہت بے تابانہ انداز پر کھڑے ہوئے، ان سے معانقہ فرمایا، اور ان کو بوسہ بھی دیا۔(۲) یہ فتح خیبر کا موقع تھا، حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی روایت میں یہ بھی ہے کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ مجھے نہیں معلوم کہ مجھے جعفر رضی اللہ عنہ کے آنے سے زیادہ مسرت ہوئی یا خیبر کی فتح سے؟(۳) حضرت جعفر رضی اللہ عنہ کے علاوہ آپ ﷺ کا حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے بھی معانقہ کرنا مروی ہے،(۴) نیز حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے صحابہ جب آپس میں ملتے تو مصافحہ کرتے، اور سفر سے آتے تو باہم معانقہ فرماتے۔(۵) خود علامہ ہیثمی ہی نے مجمع الزوائد میں اس روایت کے بارے میں لکھا ہے کہ اس کے رواۃ بخاری کے رواۃ ہیں۔(۶)

---

(۱) دیکھئے فواتح الرحموت مع المستصفی ۱/۳۶۱، اصول السرخسی ۱/۲۶۸، ارشاد الفحول ۱۶۰-۱۶۴، راقم الحروف نے آراء کا انتساب [illegible]

(۲) ترمذی حدیث نمبر ۲۷۳۲، باب ماجاء في المعانقة والقبلة، وقال: حديث حسن

(۳) مجمع الزوائد ۲/۲۷۸، بحوالہ مستدرک حاکم

(۴) ابوداؤد، حدیث نمبر ۵۲۱۴، باب في المعانقة

(۵) مجمع البحرین ۱۶۸۹

(۶) مجمع الزوائد ۳۶/۸

ان روایات سے واضح ہوتا ہے کہ طویل فصل کے بعد معانقہ کرنا مسنون ہے، اور یہ رسول اللہ ﷺ اور آپ ﷺ کے اصحاب سے ثابت ہے، یہی عام طور پر فقہاء و محدثین کا نقطۂ نظر ہے، امام مالکؒ معانقہ کو مکروہ قرار دیتے ہیں، وہ حضرت جعفرؓ سے حضور ﷺ کے معانقہ کو ایک خصوصی واقعہ قرار دیتے تھے، نہ کہ عمومی حکم،(١) علامہ حصکفی نے لکھا ہے کہ اگر صرف ایک تہبند پر معانقہ کیا جائے تو امام ابو یوسفؒ کے نزدیک یہ بھی درست ہے، امام ابو حنیفہؒ اور امام محمدؒ کے نزدیک مکروہ، لیکن اگر تہبند کے علاوہ جسم کے اوپری حصہ پر کرتا یا جبہ وغیرہ ہو تو بالاتفاق اور بلا کراہت معانقہ درست ہے،(٢) البتہ یہ ظاہر ہے کہ غیر محرم سے معانقہ یا نفسانی جذبہ کے تحت شوہر و بیوی کے سوا کسی اور سے معانقہ قطعاً حرام ہے، اس کو حدیث میں "مکامعہ" سے تعبیر کیا گیا ہے، صحابی رسول حضرت ابو ریحانہؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ اس بات سے منع فرماتے تھے، کہ مرد مرد سے یا عورت عورت سے اس طرح گلے ملیں کہ ان دونوں کے درمیان کوئی کپڑا نہ ہو۔(٣)

معاوضہ (لین دین)

"معاوضہ" کے معنی ایک دوسرے کو عوض ادا کرنے کے ہیں۔

شریعت میں معاملات دو طرح کے ہوتے ہیں، ایک وہ کہ جس میں ایک فریق کچھ ادا کرے اور دوسرے فریق کی طرف سے اس کے مقابلہ میں کوئی عوض نہ ہو، ایسے معاملات "تبرعات" کہلاتے ہیں، جیسے ہبہ، صدقہ، وقف، عاریت وغیرہ، دوسری قسم ان معاملات کی ہے جن میں فریقین ایک دوسرے کو عوض ادا کرتے ہیں، جیسے خرید و فروخت، ایسے معاملات کو عقد معاوضہ کہا جاتا ہے، ان معاملات میں کبھی دونوں فریق کی طرف سے عین شئی ہوتی ہے، جیسے خرید و فروخت کا معاملہ، اور کبھی ایک فریق کی طرف سے عین شئی ہوتی ہے، اور ایک کی طرف سے مالی یا غیر مالی نفع، جیسے اجارہ، کہ اس میں ایک فریق کی طرف سے کرایہ ہوتا ہے، اور دوسرے فریق کی طرف سے مکان یا سواری کی صورت میں مالی نفع، اسی طرح نکاح، اس میں مرد کی طرف سے "مہر" ہوتا ہے، اور عورت کی طرف سے اس کی عصمت، جو معنوی نفع ہے۔

معاومہ

"عام" کے معنی سال کے ہیں، درختوں کا پھل دو یا اس سے زیادہ سالوں کے لئے فروخت کر دیا جائے، اس صورت کو حدیث میں "بیع معاومہ" اور "بیع سنین" سے تعبیر کیا گیا ہے، اور آپ ﷺ نے اس سے منع فرمایا ہے،(٤) کیونکہ ایسی ہی چیز کو بیچنا جائز ہے، جو وجود میں آ چکی ہے، اور معاومہ کی صورت میں آدمی ان پھلوں کو فروخت کرتا ہے، جن کا ابھی سرے سے کوئی وجود ہی نہیں، اسی لئے اس معاملہ کے باطل اور نادرست ہونے پر فقہاء کا اجماع ہے۔(٥)

معدن (کان)

معدن کے معنی "کان" کے ہیں، معدن سے وہ مال مراد ہے، جن کو اللہ تعالیٰ نے زمین کے اندر تخلیق فرمایا ہے، جیسے سونا، چاندی، لوہا، تانبا، تیل اور پٹرول وغیرہ —— خود انسان نے جو مال زیر زمین دفن کر رکھا ہو جیسا کہ پہلے زمانے میں چاندی اور سونے کے سکے دفن کئے جاتے تھے وہ کنز کہلاتا ہے، اردو زبان میں اس کو "دفینہ" کہا جاتا ہے، اور رکاز کا لفظ حنفیہ کے نزدیک ان دونوں ہی پر بولا جاتا ہے۔

---

(١) دیکھئے فتح الباری ١١/٩٩

(٢) الدر المختار علی ہامش الرد ٩/٥٤٦-٥٤٧

(٣) نصب الرایہ ٤/٢٥٨-٢٥٩

(٤) دیکھئے مسلم عن جابر ٢/١٠

(٥) الاجماع لابن المنذر ١١٥

زکوٰۃ کا مسئلہ

معدنیات سے متعلق اہم مسئلہ اس میں زکوٰۃ (ڈھائی فیصد) یا خمس (بیس فیصد) کے واجب ہونے کا ہے، — علامہ کاسانی نے اس سلسلہ میں حنفیہ کے نقطۂ نظر کو تفصیل سے پیش کیا ہے، جس کا خلاصہ یہ ہے کہ معدنیات تین طرح کی ہیں، ایک وہ جامد معدنیات جن کو آگ میں پگھلایا جاتا ہے، جیسے سونا، چاندی، لوہا، تانبا اور سیسہ وغیرہ، دوسرے وہ جامد معدنیات جو آگ میں پگھلائے نہیں جاسکتے، جیسے چونا، سرمہ، یاقوت اور نمک وغیرہ، تیسرے وہ معدنیات جو سیال صورت میں پائے جاتے ہیں، جیسے تیل، پٹرول، آج کل جو بعض قیمتی گیس زمین سے نکالی جاتی ہیں، ان کو بھی اسی حکم میں سمجھنا چاہئے۔

ان میں سے پہلی قسم میں خمس واجب ہوگا خواہ کسی شخص کی مملوکہ زمین ہو، یا سرکاری زمین اور وہ کسی کے زیر کاشت اور زیر استعمال ہو، یا کسی کے مکان ہی میں یہ کان نکل آئے، البتہ امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک مکان میں نکلنے والی کان میں خمس واجب نہیں۔

دوسری اور تیسری قسم میں نہ خمس واجب ہوگا، نہ زکوٰۃ ہوگی، البتہ "پارہ" میں حنفیہؒ کے یہاں بھی زکوٰۃ واجب ہوگی، جن معدنیات میں حنفیہ نے زکوٰۃ واجب قرار دی ہے ان کے بارے میں ان کا خیال ہے کہ یہ ایک درجہ میں مال غنیمت ہے، کیونکہ اب جو کچھ علاقہ مسلمانوں کے زیر قبضہ ہے وہ دراصل کافروں کی ملکیت تھی، مسلمانوں نے اس پر قبضہ کیا ہے تو گویا اسے کافروں سے حاصل کیا گیا، اور وہ مال غنیمت ہوا، اور مال غنیمت میں خمس واجب ہے، — دوسرے آپ ﷺ نے رکاز میں خمس واجب قرار دیا ہے،(۱) اور رکاز میں دفینہ اور کان دونوں صورتیں داخل ہیں — دوسری معدنیات میں خمس اس لئے واجب نہیں کہ یا تو وہ پتھر کے قبیل سے ہے، اور آپ ﷺ نے فرمایا کہ پتھر میں خمس نہیں، **لا خمس فی الحجر**،(۲) اور جو چیزیں سیال ہوں، وہ زمین پر غلبہ حاصل کرنے میں مقصود نہیں ہوتیں، ان کا شمار مال غنیمت میں نہ ہوگا۔ (۳)

کاسانی کی یہ بات شاید اپنے عہد کے اعتبار سے درست ہو، لیکن اس دور میں پٹرول کی دولت سونے چاندی سے بھی بڑھ کر ہے، اور جن علاقوں میں پٹرول دستیاب ہے، ان پر پوری دنیا کی للچائی ہوئی نظر مرکوز ہے، اس لئے جیسے پارہ میں خمس واجب ہونے کے امام صاحب ابتداءً قائل نہیں تھے، بعد کو قائل ہوگئے، اگر ان حضرات نے موجودہ حالات دیکھے ہوتے تو غالباً وہ پٹرول اور قیمتی گیسوں میں بھی خمس واجب ہونے کے ضرور قائل ہوتے۔ واللہ اعلم

حنفیہ کے نزدیک سمندر سے نکلنے والی معدنیات جیسے، موتی، مرجان، عنبر وغیرہ میں بھی زکوٰۃ واجب نہیں، امام ابو یوسفؒ کے نزدیک اس میں بھی خمس واجب ہے، کیونکہ حضرت عمرؓ نے موتی اور عنبر میں بھی خمس وصول کرنے کا حکم فرمایا تھا۔ (۴)

مالکیہ کا مسلک

مالکیہ کے نزدیک معدنیات سرکاری زمین سے نکلے یا کسی مسلمان کی مملوکہ زمین سے، وہ حکومت کی ملکیت ہوگی، البتہ جو زمین صلح کے ذریعہ غیر مسلموں کے حوالے کی گئی ہو وہ جب تک ان غیر مسلموں کے پاس رہیں، وہی افراد و اشخاص ان کے مالک ہوں گے، اگر وہ مسلمان ہوجائیں تو پھر اسلامی بیت المال کی ملکیت ان پر بھی قائم ہوجائے گی، حکومت چاہے تو کسی مسلمان کو جاگیر کے طور پر دیدے یا عام مسلمانوں کے نفع کے لئے بیت المال کے تحت رکھے، اگر کسی شخص کو اس کی ملکیت دیدی جائے، تو پھر اس

---

(۱) اس حدیث کو صحاح ستہ کی تمام کتابوں نے روایت کیا ہے، دیکھئے نصب الرایہ ۳۸۰/۲ (۲) دیکھئے نصب الرایہ ۳۸۳/۲

(۳) یہ پوری بحث بدائع الصنائع ۶۸/۲-۶۵ سے ملخص ہے (۴) دیکھئے بدائع الصنائع ۶۸/۲

میں وہی احکام جاری ہوں گے جو زکوۃ کے ہیں یعنی زکوۃ سونے، چاندی کی کان میں ہی واجب ہوگی، لیکن خمس یعنی بیس فیصد واجب ہوگی نہ کہ ڈھائی فیصد، البتہ دفینہ میں مالکیہ کے یہاں بھی مطلقاً خمس واجب ہوگا، (۱) سمندر سے جو معدنیات حاصل ہوں ان میں مالکیہ کے نزدیک خمس واجب نہیں، جس نے نکالا ہے، وہی اس کا مالک ہوگا۔ (۲)

شوافع کی رائے

شوافع کے نزدیک سونے اور چاندی کی کان میں زکوۃ واجب ہوگی، خواہ ایسی زمین میں نکلے جو کسی شخص کی ملکیت ہو یا ایسی زمین ہو جو حکومت کی ملکیت ہو، اس کا حکم زکوۃ ہی کا سا ہے کہ اس میں ڈھائی فیصد واجب ہوگا، گو امام شافعیؒ کا ایک قول خمس واجب ہونے کا بھی ہے، ہاں البتہ ان کے نزدیک بھی اس میں زکوۃ واجب ہونے کے لئے سال کا گذرنا شرط نہیں، جس وقت کان سے سونا اور چاندی نکالا، اسی وقت زکوۃ واجب ہو جائے گی۔ (۳)

حنابلہ کا نقطۂ نظر

حنابلہ کے نزدیک زمین سے جو کچھ بھی نکلے اس میں ڈھائی فیصد کے لحاظ سے زکوۃ واجب ہوگی، سونا چاندی ہو یا کچھ اور، بشرطیکہ سونا ۲۰، ۲ر اوقیہ یا کوئی اور چیز سونے چاندی کے نصاب کی قیمت کے برابر دستیاب ہو، سال کا گذرنا شرط نہیں اور سمندر سے حاصل ہونے والی معدنیات میں زکوۃ واجب نہیں۔ (۴)

حقیقت یہ ہے کہ فی زمانہ مالکیہ کا یہ نقطۂ نظر کہ معدنیات جو بھی ہوں اور جہاں سے بھی نکلیں، قومی ملکیت تصور کی جائیں گی، حالات اور اجتماعی مفاد سے قریب تر ہے، ورنہ ملک کی دولت چند ہاتھوں میں سمٹ کر رہ جائے گی۔ واللہ اعلم

کان کن مزدور کی موت ہو جائے

معدنیات میں کان کنی کا کام کرنے والے اگر حادثہ کا شکار ہو جائیں، اور موت واقع ہو جائے، تو ان کا خون بہا کان کے مالک پر واجب نہیں، خود رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ ایسے شخص کا خون ہدر ہے یعنی کسی اور پر اس کی ذمہ داری نہیں، (۵) — یہی فقہاء کی رائے ہے، (۶) لیکن ظاہر ہے کہ یہ اس وقت ہے جبکہ آجر اور مزدور کے درمیان اس ذمہ داری کا کوئی معاہدہ نہ ہو، اگر پہلے ہی سے معاہدہ ہو گیا ہو تو خون بہا کی ذمہ داری حکومت یا کان کنی کا کام کرنے والی کمپنی پر ہوگی، اوفوا بالعقود (مائدہ : ۱) "عہد کو پورا کرو" کے تحت معاہدہ کے مطابق عمل کرنا واجب ہوگا۔

معدوم

معدوم سے ایسی چیز مراد ہے جو عالم واقعہ میں موجود نہ ہو، جیسے "مضامین" اور "ملاقیح" "مضامین" سے مراد وہ بچہ ہے جو نر کے صلب میں ہو، اور ملاقیح سے مراد وہ ہے جو مادہ کے صلب میں ہو، اسلام سے پہلے زمانۂ جاہلیت میں ایسی غیر موجود چیزوں کی خرید و فروخت بھی کیا کرتے تھے، بلکہ جانور کے حمل میں موجود جنین کو آئندہ جو بچہ ہو سکتا ہے، اس کی بھی خرید و فروخت کی جاتی تھی، اور اس کو بیع حبل الحبلی کہا جاتا تھا، آپ ﷺ نے اس طرح کی چیزوں کی خرید و فروخت سے منع فرما دیا، (۷) — اسی لئے اس کے باطل ہونے پر ائمہ اربعہ کا اتفاق ہے۔ (۸)

---

(۱) الشرح الصغیر ۱/۵۵۳-۵۵۰

(۲) الشرح الصغیر ۱/۵۵۵

(۳) دیکھئے شرح مہذب ۶/۷۵-۸۲

(۴) المغنی ۳/۳۳-۳۱

(۵) بخاری: باب فی الرکاز والخمس

(۶) دیکھئے فتح الباری ۳/۴۹۶

(۷) بخاری ۱/۲۸۹، باب بیع الغرر وحبل الحبلۃ

(۸) دیکھئے الفقہ الاسلامی وادلتہ ۴/۵۰۳

معروف

معروف کا لفظ "عرف" سے ماخوذ ہے، عرف کے معنی جانی، پہچانی چیز ہونے کے ہیں، اس طرح معروف کے لغوی معنی ایسی بات کے ہوئے جو سماج کے لئے جانی پہچانی بات ہو، یعنی سماج میں اس کا رواج اور چلن ہو، — قرآن وحدیث میں معروف ایک مستقل اصطلاح ہے، وہ تمام باتیں جو دین میں مطلوب ہیں، معروف ہیں، ابوحیان اندلسی کے الفاظ میں ہر وہ بات جس کا شریعت میں حکم دیا گیا ہو معروف ہے، مامور به في الشرع، (۱) یا ایک جامع لفظ ہے، جس میں تمام ہی نیکیاں داخل ہیں، علامہ ابن اثیر کے بقول:

> هو اسم جامع لكل ما عرف من طاعة الله
> والتقرب اليه والاحسان الى الناس . (۲)
> یہ لفظ اللہ تعالیٰ کی اطاعت وقربت اور ان کے
> ساتھ بہتر سلوک سے متعلق تمام اعمال کے لئے
> جامع نام ہے۔

کون سی باتیں معروف ہیں، اور کون سی باتیں معروف کے دائرہ میں نہیں آتیں؟ اس کے جاننے کا سب سے اہم ذریعہ شریعت اسلامی ہے، شریعت جن باتوں کا مطالبہ کرتی ہے وہ یقیناً معروف ہے، تاہم اس کے ساتھ ساتھ معروف ومنکر کے ادراک میں عقل سلیم کو بھی دخل ہے، چنانچہ امام ابوراغب اصفہانی نے شریعت کی تحسین اور عقل کی معرفت دونوں ہی کو معروف ومنکر کے جاننے کا ذریعہ بتایا ہے، المعروف اسم لكل فعل يعرف بالعقل او الشرع حسنه، (۳) تاہم حکم شریعت کے خلاف اگر کوئی عمل مروج ہو جائے اور رواج وچلن کی وجہ سے انسانی عقل و دانش کے لئے بھی وہ بات گوارا ہو جائے جب بھی وہ منکر ہی ہوگی نہ کہ معروف، کیونکہ عقل ورواج شریعت پر فیصل نہیں ہو سکتی، اس لئے حافظ ابن حجر نے لکھا ہے کہ شریعت جن چیزوں کو نیکی قرار دیتی ہو وہ بہر حال معروف ہے، خواہ اس کا رواج ہو یا نہ ہو، سواء جرت به العادة ام لا ۔ (۴)

(مزید تفصیل کے لئے دیکھئے امر بالمعروف، اور منکر)

معصوم

(لائق حفاظت واحترام)

معصوم کا مادہ "عصم" ہے، عصم کے معنی روکنے اور حفاظت کرنے کے ہیں، اس طرح معصوم کے معنی ہوئے محفوظ اور لائق حفاظت — فقہ کی اصطلاح میں معصوم اس جان یا مال کو کہتے ہیں، جو شریعت کی نگاہ میں محفوظ اور قابل احترام ہو، جو جان یا مال شریعت کی نگاہ میں مامون ومحفوظ نہ ہو، بلکہ اس کا قتل یا اس مال کو تلف کرنا جائز ہو، اسے مباح کہتے ہیں، چنانچہ حربی کی جان اور اس کا مال، شریعت کی نگاہ میں مباح ہے نہ کہ معصوم اور اسی لئے امام ابوحنیفہؒ نے حربیوں سے دارالحرب میں ربوا کو جائز قرار دیا ہے۔ (دیکھئے دارالحرب)

مفاوضہ

شرکت کی ایک قسم ہے، دیکھئے شرکت۔

مفسر

(اصول فقہ کی ایک اصطلاح)

فسر کے معنی وضاحت کے ہیں، اسی سے مفسر ہے، جو اصول فقہ کی ایک اصطلاح ہے۔

مفسر ایسے کلام کو کہتے ہیں، جس کی مراد نہایت واضح ہو، یہاں تک کہ اس میں تاویل اور تخصیص کی بھی گنجائش نہ ہو، جیسے

---

(۱) البحر المحيط ۳۰/۳
(۲) النهاية لابن اثير ۲۱۶/۳
(۳) مفردات القرآن
(۴) فتح الباري ۳۳۹/۱۰

ارشادِ خداوندی ہے:

الزانیۃ والزانی فاجلدوا کل واحد منہما مائۃ جلدۃ۔ (النور: ۲)

زنا کرنے والے مرد و عورت میں سے ہر ایک کو سو کوڑے لگاؤ۔

اس آیت میں مائۃ کے معنی سو کے ہیں جو بالکل واضح ہے، اور جس میں کسی تاویل و توجیہ کی کوئی گنجائش نہیں، اسی طرح اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

فسجد الملائکۃ کلہم اجمعون۔ (ص: ۷۳)

تمام فرشتے ایک ساتھ سجدہ ریز ہوگئے۔

اس آیت میں "کلہم" کے لفظ نے واضح کردیا کہ تمام ہی فرشتے سجدہ ریز ہوئے، ایسا نہیں کہ کچھ فرشتوں نے سجدہ کیا ہے، اور کچھ نے نہیں۔

مفسر کا حکم یہ ہے کہ اس پر عمل کرنا واجب ہے، اس میں تاویل معتبر نہیں، البتہ رسول اللہ ﷺ کی حیاتِ طیبہ تک اس میں نسخ کا احتمال موجود تھا، اب جب کہ سلسلۂ وحی منقطع ہوگیا، نسخ کا احتمال بھی باقی نہ رہا، — اگر مفسر اور نص (جو ایک مستقل اصولی اصطلاح ہے) میں تعارض ہوجائے، تو مفسر کو ترجیح دی جائے گی، جیسے "تزوجت" (میں نے نکاح کیا) کا لفظ نکاح صحیح کے لئے نص ہے، اب اگر کسی نے "تزوجت" کے ساتھ "شہرا" کہا تو "شہرا" اس نکاح کے نکاح متعہ ہونے پر "مفسر" ہوگیا، لہذا اب یہ نکاح باطل قرار پائے گا۔(۱)

مفقود

مفقود کے معنی گم شدہ کے ہیں، مفقود ایسا لاپتہ شخص کو کہتے ہیں، جس کے بارے میں یہ بھی معلوم نہ ہو کہ وہ زندہ ہے یا مر چکا۔(۲) — مفقود سے متعلق تین باتیں اہم ہیں، اول یہ کہ اس کے چھوڑے ہوئے مال کا کیا حکم ہوگا؟ دوسرے وراثت کے باب میں اس کے کیا احکام ہوں گے؟ تیسرے مفقود شخص کا نکاح اس کی بیوی سے باقی رہے گا، یا قاضی اس کی بیوی کا نکاح فسخ کرسکتا ہے؟

مفقود کے مال کا حکم

جہاں تک مفقود کے چھوڑے ہوئے مال کی بات ہے، تو وہ اپنے مال کے بارے میں زندہ تصور کیا جائے گا، اس کے مال میں اس وقت تک میراث جاری نہ ہوگی، جب تک قاضی اس کی موت کا فیصلہ نہ کردے، قاضی اس کے مال کا ولی ہوگا، وہی اس کے مال کی حفاظت کے لئے نگراں متعین کرے گا، اگر کوئی مال جلد خراب ہوجانے والا ہو تو اسے فروخت کرکے اس کی قیمت محفوظ کردے گا، مفقود کی بیوی، اس کے محتاج والدین، نابالغ بیٹے، بیٹیوں اور بالغ محتاج و معذور بیٹوں، اور محتاج و ضرورت مند بیٹیوں کا نفقہ اس مال میں سے ادا کرے گا، تاہم امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک قاضی ان حضرات کا نفقہ مفقود کے مال میں سے اسی وقت ادا کرے گا، جبکہ اس کا چھوڑا ہوا مال، کھانا، کپڑا یا روپے، پیسے (درہم و دینار) کی صورت میں ہو، قاضی اس مقصد کے لئے دوسری قسم کے مال کو یا غیر منقولہ جائیداد کو فروخت کرنے کا حق نہیں رکھتا، باپ، امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک اپنے نفقہ کے لئے مفقود کی منقولہ جائیداد کو تو فروخت کرسکتا ہے، غیر منقولہ جائیداد بھی قاضی کی اجازت سے فروخت کرسکتا ہے، تاکہ اپنی بنیادی ضروریات کو پورا کرسکے۔(۳)

مفقود کے مال میں میراث

اس پر فقہاء کا اتفاق ہے کہ مفقود کے مال میں وراثت نہیں

---

(۱) دیکھئے اصول السرخسی ۱/۱۶۴-۱۶۵

(۲) بدائع الصنائع ۶/۱۹۶

(۳) بدائع الصنائع ۶/۱۹۵-۱۹۶

جاری ہوگی تا آنکہ قاضی اس کی موت کا فیصلہ کردے، امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک مفقود دوسرے کا وارث بھی نہیں ہوگا، اور نہ اس کے حق میں وصیت ہی معتبر ہوگی، کیونکہ ممکن ہے کہ وہ اب زندہ نہ ہو، اور حق میراث اور کسی بھی قسم کا مالی حق ثابت ہونے کے لئے زندہ ہونا ضروری ہے،(۱) مالکیہ، شوافع، حنابلہ اور دوسرے فقہاء کے نزدیک مفقود بھی وارث بنتا ہے۔(۲)

کتنی مدت کے بعد وفات کا حکم لگے گا؟

قاضی کسی شخص کے لاپتہ ہونے کے کتنی مدت بعد اس کی وفات کا حکم لگائے؟ اس میں فقہاء کے مختلف اقوال ہیں، مالکیہ کے نزدیک جب اس کی عمر ستر سال ہو جائے، حنابلہ کے نزدیک جب عمر نوے سال کو پہنچ جائے، امام محمدؒ سے سو سال کی مدت منقول ہے اور امام ابوحنیفہؒ سے حسن بن زیاد نے ایک سو بیس سال کا قول نقل کیا ہے، تاہم حنفیہ کے یہاں قول راجح یہی ہے، کہ اس کے لئے کوئی مدت متعین نہیں، قاضی اس کے ہم عمر لوگوں کی موت سے اس کی موت وحیات کا اندازہ کرے گا، اور عام طور پر اس زمانے میں جو زیادہ سے زیادہ عمر ہوتی ہو اس کی تکمیل پر اس کی موت کا حکم لگایا جائے گا، اور اس کی میراث لوگوں میں تقسیم کردی جائے گی، جو اس وقت زندہ ہوں۔[۳]

مفقود کی بیوی کا فسخ نکاح

جہاں تک مفقود شخص کی بیوی کا مسئلہ ہے تو امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک جب تک مفقود کی موت کا فیصلہ نہ ہو جائے اس وقت تک اس کی بیوی کو دوسرے نکاح کی اجازت نہ ہوگی،(۴) اور قول جدید کے مطابق امام شافعیؒ کی بھی یہی رائے ہے،(۵) ان حضرات نے اپنے مسلک کی بنیاد حضرت علیؓ کی رائے پر رکھی ہے،(۶) دوسری رائے یہ ہے کہ شوہر کے غائب ہونے کے بعد جب مقدمہ قاضی کے پاس جائے تو قاضی اسے چار سال انتظار کا حکم دے، اور اس مدت کے گذرنے کے بعد قاضی اسے چار ماہ دس روز عدت وفات گذارنے کے بعد نکاح کی اجازت دے، حضرت عمرؓ و حضرت عثمان غنیؓ سے اسی کے مطابق فیصلہ کرنا منقول ہے،(۷) اور یہی رائے مالکیہ اور حنابلہ کی ہے۔(۸)

حنفیہ میں بھی فقہاء متاخرین نے مالکیہ کے قول کو اختیار کیا ہے، علامہ شامیؒ مالکیہ کا مسلک نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں: فلو افتی بہ فی موضع الضرورۃ ینبغی ان لا باس بہ علی ما اظن۔(۹) علماء ہند میں مولانا عبدالحی لکھنویؒ، مولانا اشرف علی تھانویؒ اور مولانا عبدالصمد رحمانیؒ نے بھی اس پر بحثیں کی ہیں اور مالکیہ کے قول کو اختیار کیا ہے،(۱۰) اور اسی پر اس وقت ہندوستان میں دارالقضاء اور شرعی پنچایتوں کا عمل ہے۔

فقہ مالکی کی تفصیلات

چونکہ اس مسئلہ میں فقہ مالکی پر فتوی ہے، اس لئے مناسب ہے کہ فقہ مالکی کی اس بابت تفصیل نقل کردی جائے۔

امام مالکؒ کے ہاں مفقود کی پانچ صورتیں ہیں:

۱) وہ جو دارالاسلام سے لاپتہ ہو اور کسی وبائی مرض کا

---

(۱) بدائع الصنائع ۲۰۱/۶-۲۰۲

(۲) الفقہ الاسلامی وادلتہ ۳۹۱/۸

(۳) بدائع الصنائع ۱۹۷/۶

(۴) حوالۂ سابق، جامع الرموز ۲۲۵/۲، تبیین الحقائق ۳۱۱/۳

(۵) کنز الدقائق ۲۹۰/۳

(۶) حوالۂ سابق

(۷) دیکھئے مصنف ابن ابی شیبہ ۲۳۷/۴-۲۳۹

(۸) دیکھئے المدونۃ الکبری ۹۲/۲، الاقناع ۱۳۲/۴

(۹) جامع الرموز ۱۱۹/۳

(۱۰) دیکھئے عمدۃ الرعایہ فی حل شرح الوقایہ ۱۳۲/۲، الحیلۃ الناجزہ، کتاب الفسخ والتفریق

زمانہ نہیں ہو۔

۲) جو دار الاسلام سے کسی وبائی مرض مثلاً طاعون وغیرہ کے درمیان مفقود ہو گیا ہو۔

۳) اہل اسلام کی باہمی جنگ کے دوران لاپتہ ہو۔

۴) جو دار الحرب سے لاپتہ ہو۔

۵) جو مسلمانوں اور غیر مسلموں کے درمیان جنگ کے موقع سے لاپتہ ہو جائے۔(۱)

ہندوستان دار الحرب تو نہیں ہے، البتہ یہ دار الاسلام بھی نہیں ہے، تاہم مفقود کے مسئلہ میں ہندوستان کا حکم دار الاسلام کا سا ہونا چاہئے، اس لئے کہ قانونی طور پر جس طرح ایک مسلمان شہری "دار الاسلام" میں مامون ہوتا ہے، اسی طرح ہندوستان کے سیکولر قانون میں بھی اس کو تحفظ حاصل ہے۔

دار الاسلام میں عام مفقود لاپتہ شخص کا حکم یہ ہے کہ:

۱) عورت قاضی کے پاس فسخ نکاح کا دعویٰ دائر کرے رفعت امرها الى السلطان۔

۲) قاضی اولاً معاملہ کی تحقیق کرے، لوگوں سے دریافت کرے، جہاں ہو وہاں سے پتہ لگائے، ينظر فيها ويكتب الى موضعه الذي خرج اليه۔

۳) جب کوئی پتہ نہ لگ سکے تو اب قاضی اس کو چار سال کی مہلت دے کہ اس میں وہ شوہر کا انتظار کرے، فاذا يئس منه ضرب لها في تلك الساعة اربع سنين، از خود عورت کا انتظار معتبر نہیں، چنانچہ سحنون مالکی نے امام مالک کا قول نقل کیا ہے کہ عورت از خود بیس سال تک انتظار کے بعد بھی قاضی سے رجوع کرے تو بھی قاضی پھر اس کے لئے مدت انتظار (چار سال) متعین کرے گا، وان قامت عشرين سنة۔(۲)

۴) جہاں قاضی شریعت موجود نہ ہو وہاں "جماعت المسلمین" (۳) بھی یہ کام انجام دے سکتی ہے۔

۵) چار سال کے انتظار کے بعد بھی اگر مرد نہ آئے تو اب عورت از خود چار ماہ دس دنوں کی عدت وفات گذارے، اس کے بعد وہ دوسرے نکاح کی مجاز ہوگی، اس عدت کے لئے قاضی کے پاس رجوع ہونا ضروری نہیں، بلکہ خود اس کا ارادہ بھی ضروری نہیں، اگر نیت نہ بھی ہو دنوں کے حساب میں غلطی ہوگی، اور "عدت وفات" گذر گئی تو اب وہ گذر چکی۔(۴)

ہمارے زمانہ میں اخباری اشتہارات بھی کسی معاملہ کی تحقیق و تفحص کے لئے ایک اہم ذریعہ ہیں، اور اس کے ذریعہ بھی قاضی تحقیق کرسکتا ہے۔(۵)

اگر مفقود نے مال نہ چھوڑا ہو؟

تاہم یہ حکم اس وقت ہے، جب مفقود شخص ایسا مال چھوڑ کر گیا ہو جس سے بیوی کا نفقہ ادا کیا جاسکے، اور عورت اس پر قادر بھی ہو، اگر وہ نفقہ چھوڑ کر نہ گیا ہو تو ایسی صورت میں قاضی اپنی صوابدید سے اس سے کم مدت میں بھی نکاح فسخ کرسکتا ہے،(۱) نفقہ سے زیادہ اہم مسئلہ عورت کے لئے عفت وعصمت کا ہے، کیونکہ نفقہ تو دوسرے ذرائع سے بھی پورا کیا جاسکتا ہے، لیکن اگر عورت کی عصمت وعفت کو خطرہ درپیش ہو، اور وہ اپنے آپ کو تجرد کی زندگی میں گناہ سے محفوظ رکھنے کی طاقت نہ پاتی ہو تو اس صورت میں بھی

---

(۱) حاشیہ شیخ احمد بن صاوی مالکی علی الشرح الصغیر ۲۹۳/۲ (۲) المدونة الکبری ۹۲/۲-۹۳

(۳) چونکہ فقہاء احناف کے یہاں ہندوستان جیسے غیر اسلامی ملکوں میں بھی دار القضاء قائم ہو سکتا ہے، اس لئے جماعت المسلمین کی ضرورت نہیں

(۴) المدونة الکبری ۹۳/۲، الشرح الصغیر ۲۹۵/۲ (۵) جیسا کہ دار القضاء امارت شرعیہ بہار و اڑیسہ میں اسی پر عمل ہے

(۶) دیکھئے سبل السلام ۲۰۷/۳

اس کے لئے فسخ نکاح کی گنجائش ہے، جب اللہ تعالیٰ نے ایلاء کو (جس میں عورت چار ماہ حق ازدواجی سے محروم رہتی ہے) باعث تفریق قرار دیا ہے تو ظاہر ہے کہ شوہر کا طویل مدت تک غائب رہنا اور اپنی بیوی کو اس کے جنسی حق سے محروم رکھنا کس طرح شریعت کو گوارا ہو سکتا ہے۔

(تفصیل کے لئے دیکھئے: راقم الحروف کا مقالہ: مفقود الخبر اور غائب شخص کی بیوی کا حکم، اسلام اور جدید معاشرتی مسائل)۔

مفلس

اس شخص کو کہتے ہیں جس کو عدالت نے دیوالیہ قرار دے دیا ہو، اس کے مالی تصرفات کا حق عدالت سلب کر سکتی ہے یا نہیں؟ اس میں فقہاء کا اختلاف ہے، ملاحظہ ہو: "حجر"۔

مفوضہ (جس عورت کو حق طلاق سونپ دیا گیا ہو)

تفویض کے معنی سپرد کرنے کے ہیں، اس طرح مفوضہ کے معنی اس عورت کے ہوئے جس کو کوئی چیز سپرد کی جائے، فقہ کی اصطلاح میں جس عورت کو اس کے شوہر نے حق طلاق سپرد کر دیا ہو، اور اختیار دے دیا ہو کہ وہ اپنے آپ پر طلاق واقع کر لے، اس کو "مفوضہ" کہتے ہیں، لفظ طلاق کے تحت تفویض طلاق کے احکام مذکور ہو چکے ہیں۔

مفہوم (اصول فقہ کی ایک اصطلاح)

بعض اوقات ایک ہی کلام سے کئی معانی سمجھے جاتے ہیں، کسی معنی کا تعلق کلام سے زیادہ واضح ہوتا ہے، اور کسی کا کم واضح، اس لحاظ سے اصولیین نے کلام سے کسی معنی کو اخذ کرنے کے تین درجات مقرر کئے ہیں: منطوق، مفہوم موافق اور مفہوم مخالف۔

منطوق وہ ہے جس پر براہ راست اس کلام کے الفاظ دلالت کرتے ہوں، آمدی کے الفاظ میں:

المنطوق ما فهم من دلالة اللفظ قطعاً في محل النطق. (۱)

منطوق وہ ہے جو قطعی طور پر موقع نطق سے خود لفظ کی دلالت سے سمجھ میں آجائے۔

جیسے آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ چرائی جانے والی بکریوں میں زکوٰۃ ہے: في الغنم السائمة زكوٰة، یہاں سائمہ یعنی سرکاری چراگاہ میں چرنے والی بکریوں پر زکوٰۃ واجب قرار دی گئی، یہ اس حدیث کا منطوق ہے، اب اگر منطوق میں تاویل کا احتمال ہو تو اسے ظاہر کہتے ہیں اور احتمال نہ ہو تو نص۔ (۲)

مفہوم موافق

مفہوم اس معنی کو کہتے ہیں جو کلام کے محل النطق سے ہٹ کر سمجھ میں آئے: ما فهم من اللفظ في غير محل النطق. (۳) — پھر مفہوم کی بھی دو قسمیں ہوئیں: مفہوم موافق، مفہوم مخالف۔

مفہوم موافق یہ ہے کہ جس صورت کا کلام میں ذکر نہیں، اس کا وہی حکم ہو جس کا کلام میں ذکر ہے: حيث يكون المسكوت عنه موافقاً للملفوظ، اگر منطوق کے مقابلہ میں "مسکوت" یعنی غیر مذکور صورت بدرجۂ اولیٰ اسی حکم کی حامل ہو تو اسے "فحوى الخطاب" کہتے ہیں، جیسے: ارشاد ربانی ہے کہ ماں باپ کو "اف" نہ کہو، "لا تقل لهما اف" (بنی اسرائیل: ۲۳) اس آیت سے ماں باپ کو ایذاء پہنچانے یا ان پر دست درازی کی حرمت کو بدرجۂ اولیٰ ثابت ہے، اور کبھی مسکوت یعنی نص میں صراحۃً غیر مذکور صورت، نص میں مذکور صورت کے برابر درجہ کی ہوتی ہے، اس کو

---

(۱) الاحکام، ۳/۲۵۲

(۲) الاحکام، ۳/۳۰۲

(۳) ارشاد الفحول: ۱۷۸

"لحن الخطاب" کہا جاتا ہے، جیسے اللہ تعالیٰ نے ظلماً یتیموں کا مال کھانے سے منع فرمایا، اس سے معلوم ہوا کہ یتیموں کے مال کو تلف کرنا بھی جائز نہیں۔

سوائے داؤد ظاہری کے تمام ہی فقہاء اس بات پر متفق ہیں کہ مفہوم موافق معتبر ہے، اختلاف صرف اس امر میں ہے کہ جو حکم مفہوم موافق کے طور پر سمجھا جاتا ہے وہ قیاس سے ثابت ہوتا ہے یا نص سے، اور ترجیح اس کو ہے کہ اس کا ثبوت خود نص ہی سے ہوتا ہے۔(۱) — غور کیا جائے تو یہی وہ صورت ہے جسے حنفیہ دلالۃ النص سے تعبیر کرتے ہیں۔

مفہوم مخالف

مفہوم مخالف یہ ہے کہ محل سکوت میں ایسا حکم لگایا جائے جو منطوق کی ضد ہو، جیسے اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ عدت طلاق گذارنے والی عورت حالت حمل میں ہو تو اس کا نفقہ ادا کرو، وان کن اولات حمل فانفقوا علیہن ۔ (الطلاق : ۶) اب اس سے اس بات پر استدلال کیا جائے کہ اگر عدت گذارنے والی عورت حالت حمل میں نہ ہو، تو اس کا نفقہ واجب نہیں ہوگا، گویا غیر حاملہ کے لئے اس حکم کی ضد ثابت کی گئی، جس کا حاملہ عورت کے لئے قرآن نے ذکر کیا تھا — اس کو "دلیل خطاب" بھی کہا جاتا ہے۔

مفہوم مخالف کی متعدد صورتیں ذکر کی گئی ہیں :

۱) صفت کا مفہوم مخالف ، جیسے حدیث میں سائمہ (چرنے والے جانور) میں زکوۃ واجب قرار دی گئی ہے، اس کا مفہوم مخالف یہ ہوا کہ جو جانور سواری، اور بار برداری وغیرہ کے لئے رکھا جائے اس میں زکوۃ نہیں۔

۲) شرط کا مفہوم مخالف جیسا کہ اوپر حمل کی شرط کے ساتھ عدت گذارنے والی عورتوں کا نفقہ واجب ہونے کا ذکر آچکا ہے۔

۳) غایت، یعنی ابتدائی یا انتہائی حد کا مفہوم مخالف، جیسے اللہ تعالیٰ نے حالت حیض میں مقاربت سے منع فرمایا اور پاک ہونے کو اس کی حد بتایا، ولا تقربوھن حتی یطھرن (البقرۃ : ۲۲۲) اس کا مفہوم مخالف یہ ہوا کہ پاک ہونے کے بعد مقاربت درست ہوگی۔

۴) حروف حصر کا مفہوم، جیسے آپ ﷺ نے فرمایا: انما الولاء لمن اعتق ، ولاء حق اسی کو حاصل ہوگا، جس نے آزاد کیا ہو، معلوم ہوا کہ جس نے آزاد نہ کیا ہو، اس کو ولاء حاصل نہ ہوگا۔

۵) مفہوم عدد، یعنی جب کسی حکم کے ساتھ کسی خاص عدد کی صراحت کر دی جائے، تو اس عدد کے ماسوا پر وہ حکم جاری نہ ہوگا، مثلاً کتے کا جھوٹا پاک ہونے کے لئے آپ ﷺ نے تین بار دھونے کا حکم فرمایا، معلوم ہوا کہ تین سے کم میں پاکی حاصل نہ ہوگی۔

۶) مفہوم لقب، یعنی حکم کو کسی متعین نام یا نوع سے متعلق کر دیا جائے، جیسے آپ ﷺ نے فرمایا کہ بکری میں زکوۃ ہے، فی الغنم زکوۃ، اس سے یہ بات اخذ کی جائے کہ بکری کے ماسوا، میں زکوۃ نہیں — عام طور پر فقہاء، شوافع نے جو مفہوم مخالف کی حجیت کے وکیل ہیں، بھی اس کو قبول نہیں کرتے، البتہ ابوبکر دقاق شافعی اس کے قائل ہیں۔

۷) مفہوم زمان، یعنی حکم کسی زمانہ کے ساتھ منسوب ہو کر ذکر ہو جیسا کہ الحج اشھر معلومات ۔ (البقرۃ : ۱۹۷) یعنی حج کے متعین مہینے ہیں، ظاہر ہے کہ ان مہینوں کے علاوہ میں حج نہیں ہو سکتا۔

۸) مفہوم مکان، جیسے انتم عاکفون فی المساجد (البقرۃ : ۱۸۷) معلوم ہوا کہ غیر مسجد میں اعتکاف درست نہیں۔

ہر چند کہ اہل علم نے بعض اور صورتیں بھی ذکر کی ہیں، لیکن وہ

---

(۱) ملخص از: الاحکام فی اصول الاحکام ۳/۶۳-۶۴، ارشاد الفحول ۱۷۸

ان مذکورہ صورتوں میں شامل ہیں بلکہ خود ان صورتوں میں بھی ایک دوسرے کے دائرے میں داخل ہیں۔

عام طور پر فقہاء شوافع نے مفہوم کو قبول کیا ہے، لیکن مفہوم کی مختلف صورتوں کے بارے میں فقہاء شوافع اور دوسرے فقہاء کے یہاں بھی خاصا اختلاف ہے، شوکانی نے کسی قدر تفصیل سے ان کا ذکر کیا ہے۔ (۱)

حنفیہ کے یہاں بھی اس مسئلہ میں اختلاف کی گونج نظر آتی ہے، خود امام محمدؒ سے نقل کیا جاتا ہے، کہ وہ نصوص میں مفہوم مخالف کو معتبر جانتے تھے، لیکن بالآخر متاخرین نے جس رائے کو قبول کیا وہ یہ کہ مفہوم مخالف نصوص میں معتبر نہیں، فقہاء کے کلام میں اس کا اعتبار ہے، علامہ شامی کے الفاظ میں: والحاصل ان العمل الآن علی اعتبار المفہوم فی غیر کلام الشارع ۔ (۲)

مفہوم مخالف کے معتبر ہونے کی شرطیں

مفہوم مخالف کو جو حضرات معتبر مانتے ہیں، ان کے نزدیک بھی اس کے اعتبار کے لئے کچھ شرطیں ہیں، ان میں سے اہم شرطیں یہ ہیں:

۱) قرآن وحدیث کا منطوق، مفہوم موافق یا قیاس، غرض اس سے قوی دلیل اس سے معارض نہ ہو۔

۲) نص بطور امتنان یعنی اللہ تعالیٰ کے احسانات جتانے اور یاد دلانے کے طور پر وارد نہ ہوئی ہو مثلاً اللہ تعالیٰ نے بطور امتنان کے ذکر فرمایا ہے لتاکلو منہا لحما طریا، (النحل: ۱۴) اس کا یہ مطلب نہیں کہ گوشت تازہ نہ ہو تو اس کا کھانا روا نہیں۔

۳) کسی خاص واقعہ یا حکم سے متعلق سوال کا جواب نہ ہو، جیسے زمانہ جاہلیت میں جو سود در سود کا سلسلہ چلتا تھا، اس پس منظر میں فرمایا گیا، لا تاکلوا الربوا اضعافا مضاعفۃ، (آل عمران: ۱۳۰) یعنی سود در سود نہ کھاؤ، اس کا مطلب یہ نہیں کہ پہلا سود جائز ہے اور اس پر لیا جانے والا سود ناجائز۔

۴) نص، تاکید اور کسی معاملہ کی اہمیت کے اظہار کے لئے وارد ہوئی ہو، جیسے آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اللہ اور آخرت پر ایمان رکھنے والی عورت کے لئے تین دنوں سے زیادہ سوگ جائز نہیں لایحل لامراۃ تؤمن باللہ والیوم الآخر ان تحد الخ یہاں ایمان کی قید کا یہ مطلب نہیں کہ غیر مومن کے لئے تین دن سے اوپر سوگ جائز ہے۔

۵) یہ بھی ضروری ہے کہ وہ کلام ضمناً اور تبعاً نہ آیا ہو، ضمناً بر سبیل تذکرہ جو بات کہی جائے اس کا مفہوم مخالف معتبر نہ جیسے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: لا تباشروھن وانتم عاکفون فی المساجد، (البقرۃ: ۱۸۷) یعنی عورتوں سے جماع نہ کرو، حالانکہ تم مسجد میں معتکف ہو" یہاں "مسجد میں معتکف ہو" کے الفاظ ضمناً ہیں، اصل حکم اعتکاف کی حالت میں بیوی سے مقاربت کی ممانعت کا ہے، لہٰذا اس میں مفہوم مخالف کا اعتبار نہ ہوگا یعنی یہ مطلب نہ ہوگا، کہ معتکف مسجد سے باہر کسی اور جگہ ہمبستری کر سکتا ہے۔

۶) کوئی بات بطور حکایت واقعہ اور عمومی احوال کے کہی گئی ہو، اس کا مفہوم مخالف بھی معتبر نہیں، جیسے اللہ تعالیٰ نے سوتیلی بیٹیوں سے نکاح کو حرام قرار دیا ہے، اور سوتیلی بیٹیوں کے ساتھ یہ قید لگائی کہ وہ تمہارے زیر پرورش ہو، وربائبکم اللتی فی حجورکم، (النساء: ۲۳) اس کا یہ مطلب نہیں کہ جو لڑکیاں زیر پرورش نہ ہوں ان سے نکاح جائز ہے، بلکہ چونکہ عام طور پر مرد اپنی سوتیلی بچیوں کی بھی پرورش کرتا ہے، اور اس کی ترغیب دینا مقصود ہے، اس لئے اس قید کے ساتھ قرآن نے ذکر فرمایا ہے۔

---

(۱) دیکھئے: ارشاد الفحول ۱۸۱-۸۳

(۲) عقود رسم المفتی ۹۳، ط: دیوبند

اس کے علاوہ کچھ اور شرطیں بھی اہل علم نے ذکر کی ہیں، یہاں اہم شرائط کے بیان کرنے پر اکتفا کیا گیا ہے۔(۱)

مقاصہ (دَین کا ادل بدل)

"مقاصہ" کے اصل معنی مماثلت کے ہیں، دو اشخاص کے ایک دوسرے پر دَین ہوں اور وہ برابر سرابر پر معاملہ طے کرلیں، کہ دونوں میں سے ہر ایک کا جو دَین ہے، وہ اس کے ذمہ واجب الاداء دَین کے مقابلہ ہو جائے گا اس کو "مقاصہ" کہتے ہیں۔

مقایضہ (سامان سے سامان کی فروخت)

اگر سامان کی بیع سامان کے بدلے ہو، اور کسی طرف سے روپیہ پیسہ یا سونا چاندی نہ ہو تو اس کو اصطلاح میں "مقایضہ" کہتے ہیں، یہ صورت بالاتفاق جائز ہے، سوائے اس کے کہ طرفین کی جانب سے ایک ہی جنس کا سامان ہو اور مقدار میں فرق ہو کہ یہ صورت سود کے دائرہ میں آجاتی ہے۔

مقتضی (اصول فقہ کی ایک اصطلاح)

بعض دفعہ عبارت میں کوئی لفظ مذکور نہیں ہوتا ہے، لیکن وہاں وہ لفظ محذوف مانا جاتا ہے، تو اگر یہ محذوف ماننا نحوی اور صرفی قواعد کے تحت ہو تو اسے "مقدر" کہتے ہیں، اور اگر شریعت کے کسی کلام کو واضح کرنے کے لئے ہو تو اسے مقتضی کہتے ہیں، (۲) جیسے اللہ تعالی نے ارشاد فرمایا: کہ تم پر مردار حرام کئے گئے حرمت علیکم المیتۃ (المائدہ: ۳) اب ظاہر ہے کہ "میتۃ" کے حرام ہونے سے مراد یہ ہے کہ مردار کا کھانا حرام ہے، اس لئے سمجھا جائے گا کہ اصل میں یہ "حرم علیکم" "اکل" "المیتۃ" ہے۔ (تفصیل کے لئے لفظ "نص" کے تحت اقتضاء النص کی بحث دیکھی جائے)۔

مکاتب (غلام کی ایک قسم)

غلام کی ایک قسم ہے، غلام سے اس کا مالک کہے کہ تم اتنا پیسہ دو، تو آزاد ہو، اس غلام کو مکاتب کہتے ہیں، اور اس طرح مشروط آزادی دینے کو کتابت، اور جو پیسہ غلام کو ادا کرنے کو کہا گیا ہو اس کو "بدل کتابت"۔

- (دیکھئے: عبد و رق)

مکروہ

"مکروہ" کراہت سے ہے، جس کے معنی ناپسند کرنے کے ہیں، اس طرح مکروہ کے معنی ہوئے "ناپسندیدہ" فقہاء کے یہاں یہ ایک اہم اصطلاح ہے، جس چیز کو شریعت نے تاکید وقوت سے منع کیا ہو، اس کو حرام کہتے ہیں، اور جس کی ممانعت اس درجہ شدید نہ ہو اسے مکروہ، پھر مکروہ کی دو قسمیں کی گئی ہیں، جو حرام کے قریب ہو وہ مکروہ تحریمی، اور جو جائز وحلال کے قریب ہو وہ مکروہ تنزیہی، ان اصطلاحات کی تعریف و توضیح حکم کے ذیل میں ہوچکی ہے۔

مکہ

مکہ پورے روئے ارض پر سب سے افضل جگہ ہے، آپ ﷺ نے مکہ سے مخاطب ہو کر فرمایا کہ تو مجھے سب سے زیادہ محبوب اور اللہ تعالی کے نزدیک سب سے زیادہ شرافت کی حامل ہے، انک احب بلاد اللہ إلیّ واکرمہ علی اللہ، (۳) ایک اور روایت میں ہے کہ شیطان اس شہر میں اپنی پرستش سے مایوس ہو گیا۔(۴)

(مزید وضاحت کے لئے دیکھئے "حرم")

مکہ میں داخل ہونے کا ادب یہ ہے کہ پہلے غسل کرے، یہ غسل بطور نظافت کے ہے، اس لئے حیض و نفاس سے دوچار

---

(۱) دیکھئے ارشاد الفحول ۸۰-۱۷۹

(۲) غمز عیون البصائر ۱/۴۴

(۳) مجمع الزوائد ۳/۲۹۲ بحوالہ مسند ابویعلی

(۴) حوالۂ سابق ۳/۲۹۵

عورتیں بھی غسل کریں گی، اور داخل ہونے کے بعد سب سے پہلے مسجد حرام جائے، دن کے وقت مکہ میں ہونا بہتر ہے، یہ بھی بہتر ہے کہ مکہ میں بالائی حصہ کی طرف سے داخل ہوا جائے، اور نشیبی حصہ کی طرف سے نکلا جائے، نیز کعبہ میں بھی باب السلام سے داخل ہوا جائے، جس کو آج کل باب الفتح کہا جاتا ہے، یہ بہتر ہے، مکہ میں داخل ہوتے ہوتے تلبیہ اور دعاء کے کلمات زبان پہ ہونے چاہئیں اور دل کو تواضع اور خشیت سے معمور ہونا چاہئے — مسجد حرام داخل ہونے کے بعد اگر فرض نماز یا جماعت یا وتر کے فوت ہونے کا خوف نہ ہو تو داخل ہوتے ہی بیت اللہ شریف کا طواف کرنا چاہئے، جیسے مسجدوں کے لئے دو رکعت نماز تحیۃ المسجد ہے اسی طرح بیت اللہ شریف کے لئے طواف تحیۃ البیت۔ (۱)

ایک اہم مسئلہ مکہ میں بلا احرام داخل ہونے کا ہے، جو لوگ حدود میقات کے اندر ہوں، جن کو حِلّی کہا جاتا ہے، وہ بلا احرام مکہ میں داخل ہوسکتے ہیں، اس پر تمام فقہاء کا اتفاق ہے، اس پر بھی اتفاق ہے کہ جو لوگ میقات کے باہر سے حج یا عمرہ کے ارادہ سے آئیں، ان کے لئے احرام باندھ کر آنا ضروری ہے، اختلاف اس صورت میں ہے کہ میقات کے باہر سے حج و عمرہ کے علاوہ کسی اور ضرورت مثلاً تجارت وغیرہ کے لئے کوئی شخص مکہ کا سفر کرے، مالکیہ، شوافع اور حنابلہ کے نزدیک ایسے شخص کے لئے احرام باندھ کر آنا ضروری نہیں، (۲) ان حضرات کے پیش نظر فتح مکہ کا واقعہ ہے، کہ فتح مکہ کے موقع سے آپ ﷺ اپنے رفقاء کے ساتھ بلا احرام مکہ میں داخل ہوئے تھے۔

حنفیہ کے پیش نظر حضرت عبد اللہ ابن عباس ؓ کی روایت ہے کہ بلا احرام میقات سے آگے نہ بڑھا جائے، لا یجاوز الوقت الا باحرام، (۳) خود امام شافعی نے اپنی مسند میں حضرت عبد اللہ ابن عباس ؓ کے بارے میں نقل کیا ہے کہ وہ بلا احرام میقات سے آگے بڑھنے والوں کو واپس لوٹا دیا کرتے تھے، (۴) — جہاں تک فتح مکہ کی بات ہے تو وہ ایک استثنائی مسئلہ ہے، کیوں کہ آپ ﷺ نے خود ارشاد فرمایا کہ اس دن مکہ کو ہمارے لئے حلال کردیا گیا تھا، اس کو عام معمول بنانا درست نہیں۔ (۵)

البتہ حنفیہ نے ایسے شخص کے لئے جو احرام باندھ کر جانے میں دقت محسوس کرتا ہو یہ حیلہ بتایا ہے کہ ایسا شخص ابتداءً میقات اور حدود حرم کے درمیان "حل" کے کسی مقام جیسے بستان بنی عامر کا قصد کرے، اور وہاں بلا احرام آجائے، پھر وہاں سے بلا احرام حرم میں داخل ہوجائے، کیوں کہ حدود میقات کے اندر سے حرم میں آنے والوں کو احرام باندھنا ضروری نہیں، (۶) موجودہ دور میں تیز رفتار ذرائع حمل و نقل کی ایجاد اور تجارت کے دائرہ کے وسیع ہوجانے کی وجہ سے بعض اوقات تجار اور ڈرائیوروں کو روز روز میقات کے باہر سے حرم آنا ہوتا ہے، اب ہر بار آتے ہوئے ان کو احرام کا مکلف کرنے اور ان پر عمرہ واجب قرار دینے میں جو دشواری ہے وہ ظاہر ہے، ان حالات میں ایسے لوگوں کے لئے ائمہ ثلاثہ کی رائے پر عمل کرلینے کی گنجائش ہے، اسلامک فقہ اکیڈمی کے دسویں سیمینار منعقدہ ممبئی نیز "ادارۃ المباحث الفقہیہ، جمعیۃ علماء ہند" کے ایک اجتماع منعقدہ دیوبند میں علماء و ارباب افتاء کا بحالات موجودہ اس کے جواز پر اتفاق ہوچکا ہے۔

(تفصیل کے لئے دیکھئے: میرا مقالہ حج — نئے اور اہم مسائل)

---

(۱) دیکھئے الدر المختار و رد المحتار ۱۶۵/۲

(۲) کتاب الایضاح للنووی ص ۱۰۵، دیکھئے المدونۃ الکبریٰ ۳۶۳/۱، المغنی ۱۱۹/۳

(۳) نصب الرایہ ۱۵/۳، مصنف ابن ابی شیبہ، رقم الحدیث ۱۵۷۵۸ (۴) مسند امام شافعی ۱۱۹

(۵) ملاحظہ ہو: بخاری ۳۲۱/۱، رقم الحدیث ۱۹۳۲ (۶) عنایۃ علی ھامش فتح القدیر ۳۲۹/۲

ملتزم

ملتزم ("م" پر پیش "ت" اور "ز" پر زبر) حجر اسود اور کعبۃ اللہ کے درمیانی حصہ کو کہتے ہیں، ملتزم کے معنی ایسی جگہ کے ہیں جس سے چمٹا جائے، ملتزم ان مقامات میں سے ہے جہاں رسول اللہ ﷺ نے دعاء فرمائی ہے (۱) اور جو دعاء کی قبولیت کی جگہوں میں سے ایک ہے۔

ملک (مالک ہونا)

لغت میں ملک کے معنی کسی چیز کے احاطہ اور اس میں تصرف پر قادر ہونے کے ہیں، (۲) علامہ ابن ہمامؒ نے ملک کی اصطلاحی تعریف اس طرح کی ہے:

الملک هو قدرة یثبتها الشرع ابتداء علی التصرف ۔ (۳)

ملکیت تصرف کی ایسی قدرت سے عبارت ہے، جس کو شریعت نے مستقل طور پر ثابت کیا ہو، نہ کہ نیابۃً۔

ابن نجیمؒ نے اس تعریف پر تنقید کی ہے اور لکھا ہے کہ اس میں اس قید کا اضافہ ہونا چاہئے کہ سوائے اس کے کہ کوئی چیز اس کے حق تصرف کے لئے مانع ہو، جیسے مسلوب الحجر (مجبور) آدمی اپنی چیز کا مالک ہوتا ہے، لیکن اس میں تصرف نہیں کر سکتا، اسی طرح منقولہ چیز جسے خرید لیا گیا ہو، اور ابھی خریدار نے اس پر قبضہ نہ کیا ہو کہ خریدار اس کا مالک تو ہو جاتا ہے، مگر قبضہ سے پہلے اسے فروخت نہیں کر سکتا۔ (۴)

چنانچہ شیخ مصطفیٰ زرقاء نے فقہاء کی مختلف تعبیرات کو سامنے رکھ کر ملک کی تعریف اس طرح کی ہے۔

اختصاص حاجز شرعاً صاحبه للتصرف الا لمانع ۔ (۵)

ملکیت ایک اختصاصی کیفیت کا نام ہے، جو صاحب شی کے سوا دوسروں کو انتفاع اور تصرف سے روکتی ہے، اور صاحب شی کو تصرف کا حق دیتی ہے، سوائے اس کے کہ کوئی بات اس کے تصرف کے لئے مانع ہو۔

ہر وہ شی جو مال ہو، بنیادی طور پر اس بات کی صلاحیت رکھتی ہے کہ اس پر ملکیت ثابت ہو، سوائے اس کے کہ کسی قسم کی عارضی وجہ سے اس میں ملکیت قائم ہونے کی گنجائش نہ رہے، جیسے وہ اموال جن سے لوگوں کے اجتماعی حقوق متعلق ہیں، سڑکیں، بڑی نہریں اور دریا، یہ چیزیں عوامی ہیں اور اجتماعی ملکیت ان پر ہی ثابت ہوتی ہے۔ (۶)

ملکیت کی دو قسمیں

ملک کی دو قسمیں ہیں: ملک تام اور ملک ناقص۔

ملک تام وہ ہے جس میں اصل شی کا بھی مالک ہو، اور اس کی منفعت کا بھی، اس طور پر کہ وہ شی اس کے قبضے میں ہو، هو ما اجتمع فیه الملک والید، (۷) اگر آدمی شی کا مالک ہو، لیکن ابھی وہ قبضہ میں نہ آئی ہو، جیسے مہر پر قبضہ نہ ہوا ہو تو یہ ملک ناقص تصور ہوگا، (۸) اسی طرح اگر صرف منفعت کا مالک ہو، اصل شی کا مالک نہ ہو، جیسا کہ کرایہ پر کسی چیز کو حاصل کرنے میں ہوتا ہے تو یہ بھی ملک ناقص ہوگی۔

---

(۱) [illegible] ۱۸۹۹

(۲) لسان العرب ۸۴/۱۳، ایضاً انظر القاموس المحیط ۳/۳۴۲

(۳) فتح القدیر ۵/۷۵، کتاب البیوع

(۴) الاشباه والنظائر ۳۴۹ (الفن الثالث، کتاب الملک)

(۵) المدخل الفقهی ۱/۲۴۰

(۶) دیکھئے المدخل لدراسة الشریعة الاسلامیة (ڈاکٹر عبد الکریم زیدان) ۲۳۵

(۷) هندیه [illegible]

(۸) دیکھئے حوالہ مذکور

اباحت

منفعت کے مالک ہونے سے قریب ہی ایک دوسری صورت اباحت کی ہے۔ اباحت کبھی کسی خاص شخص اور فرد کے لئے ہوتی ہے، جیسے آپ کسی کو کھانے پر مدعو کریں، اور کبھی اباحت عمومی نوعیت کی ہوتی ہے، جیسے عام راستوں، نہروں، سمندر سے ہر ایک کو ان سے نفع اٹھانے کا حق حاصل ہے۔

نفع کا مالک ہونا اور اباحت کی وجہ سے نفع اٹھانے کا حق دار ہونے میں فرق یہ ہے کہ نفع کا مالک اس منفعت میں تصرف بھی کرسکتا ہے اور دوسروں کو اس کا مالک بھی بنا سکتا ہے، مثلاً کرایہ دار کرایہ پر لی گئی گاڑی میں خود بھی بیٹھ سکتا ہے، دوسروں کو بھی بٹھا سکتا ہے، لیکن اگر کسی نے کسی شخص کو سواری پر خود بیٹھنے کی اجازت دی تو دوسرے کو نہیں بٹھا سکتا، کسی شخص کو کھانے پر مدعو کیا تو وہ دوسروں کو نہیں کھلا سکتا۔(۱)

ملکیت تامہ حاصل ہونے کے اسباب

ملکیت تامہ کے حصول کے اسباب بنیادی طور پر چار ہیں:

۱) اشیاء مباحہ، یعنی ایسی چیز کو حاصل کرنا جو کسی کی ملکیت میں داخل نہیں ہوں اور نہ ان کو لینے میں کوئی شرعی رکاوٹ ہو، جیسے شکار، غیر مملوکہ جنگلات کے درخت اور گھاس، دریاؤں کا پانی وغیرہ — ایسی مباح چیزوں کے مالک ہونے کے لئے دو چیزیں ضروری ہیں، ایک یہ کہ اس نے اس مباح چیز کو حاصل کرنے میں سبقت کی ہو، اگر کوئی دوسرا شخص پہلے قبضہ کر چکا تھا اور پھر اس نے قبضہ کیا تو یہ غصب ہوگا، دوسرے اس نے ملک بننے کی نیت سے اس مباح چیز کو حاصل کیا ہو، اگر اس کی جانب سے ارادہ نہ پایا جائے، تو پھر وہ اس کا مالک نہ ہوسکے گا، جیسے کسی شخص نے اپنا جال اس لئے پھیلایا کہ خشک ہوجائے، اور اس میں کوئی شکار پھنس گیا تو وہ اس کا مالک نہیں ہوگا۔

۲) مالک ہونے کا دوسرا ذریعہ عقد یعنی معاملہ ہے، مختلف معاملات ہیں جن کے ذریعہ کسی شی کا مالک ہوا جاتا ہے، جیسے خرید و فروخت، ہبہ وغیرہ، یا منفعت کا مالک ہوا جاتا ہے، جیسے اجارہ — ایسے معاملات کے درست ہونے کے لئے بنیادی طور پر مالک ہونے والے شخص میں مالک ہونے کی اہلیت اور ارادہ اختیار کے ساتھ معاملہ کی انجام دہی ضروری ہے۔

۳) ملکیت کا تیسرا ذریعہ نیابت (خلفیۃ) ہے، یا تو ایک شخص دوسرے شخص کے نائب کی حیثیت سے مالک بنے، جیسے کہ میراث میں ہوتا ہے کہ ورثاء مورث کے حقوق کے نائب اور ان کے جانشین ہوتے ہیں، یا ایک شی دوسرے شی کی نائب کی حیثیت سے ملکیت میں آئی ہو، مثلاً "الف" کا سامان کسی نے ضائع کردیا اور ضائع کرنے والے نے "الف" کا تاوان ادا کیا تو یہ تاوان کے ذریعہ حاصل ہونے والا مال اصل شی کی جگہ ہے۔

۴) مملوکہ چیز میں اضافہ بھی ملکیت کا ایک ذریعہ ہے، جیسے کھیت میں غلہ، درخت میں پھل، جانوروں میں دودھ اور بچے، ان اشیاء میں اسی کی بنیاد پر زمین، درخت اور جانور کے مالک کی ملکیت ثابت ہوتی ہے۔(۲)

ملکیت تامہ کی خصوصیات

ملکیت تامہ کی تین اہم خصوصیات ہیں:

۱) یہ کسی وقت تک کے لئے مخصوص نہیں ہوتی کہ اس کے ختم ہونے پر ملکیت ختم ہوجائے، بلکہ ہمیشہ مالک کی ملکیت میں باقی رہتی ہے، سوائے اس کے کہ وہ خود کسی اور کو اس کا مالک بنادے، خواہ بیچ کر ہو یا ہبہ کرکے، اور سوائے اس کے کہ اس کی موت واقع ہوجائے کہ اس صورت میں وہ مال اس کے ورثاء کی طرف منتقل

---

(۱) المدخل لدراسۃ الشریعۃ الاسلامیہ ۲۸۰

(۲) ملخص از المدخل الفقہی العام ۱/۳۴۲-۳۴۵

ہو جائے گا۔

۲) مالک کو اس میں استعمال اور تصرف کا پورا حق حاصل ہوتا ہے، وہ براہ راست اس سے نفع اٹھائے، یا کسی کو حوالہ کر کے بالواسطہ نفع اٹھائے۔

۳) اگر مالک اسے ضائع کردے، تو اس پر کوئی تاوان واجب نہیں ہوگا، کیوں کہ اس نے اپنی ہی چیز ضائع کی، ہاں اگر اس نے کسی ذی روح کو بے مقصد ہلاک کردیا ہو، تو وہ اس سزا کی پر لائق سرزنش ہوگا۔(۱)

منافع کا مالک ہونے کے تین ذرائع

منفعت کے مالک ہونے کے تین ذرائع ہوسکتے ہیں:

۱) اجارہ، یعنی کوئی چیز کرایہ پر حاصل کی جائے۔

۲) اعارہ، یعنی بلا معاوضہ کسی شئی سے نفع حاصل کرنے کا مالک بنادیا جائے۔

۳) وقف، اس میں بھی کسی شئی سے نفع حاصل کرنے کا اختیار حاصل ہوتا ہے، اس شئی پر ملکیت حاصل نہیں ہوتی۔(۲)

منافع سے متعلق چند احکام

منفعت سے متعلق چند احکام اس طرح ہیں:

۱) اس میں وقت، جگہ اور نفع اٹھانے کی مخصوص کیفیت کی قید لگائی جاسکتی ہے، مثلاً کوئی سواری ایک ہفتہ کے لئے حاصل کی جائے، یا شہر دلی میں چلانے کے لئے لی جائے، یا زمین کرایہ پر دی جائے، اور کہا جائے کہ اس میں گیہوں ہی کی کھیتی کی جاسکتی ہے۔

۲) حنفیہ کے نزدیک منافع کی ملکیت میں وراثت جاری نہیں ہوتی، یعنی اصل صاحب معاملہ کی وفات کے بعد معاملہ ختم ہوجاتا ہے۔

۳) یہ ضروری ہے کہ جس شخص کو منفعت کا مالک بنایا گیا ہے، جیسے کرایہ دار، اصل شئی اس کے حوالہ کردی جائے، اور خود اس شخص کی ذمہ داری ہے کہ وہ مناسب طریقہ پر اس کی حفاظت کرے، اگر اس کی کسی زیادتی کے بغیر وہ شئی ہلاک ہوگئی، تو وہ اس کا ضامن نہیں ہوگا، اور اگر اس کی زیادتی اور کوتاہی کو دخل ہو، اور اس کی وجہ سے وہ چیز ضائع ہوگئی یا عیب زدہ ہوگئی تو اب اس پر تاوان واجب ہوگا۔

۴) اگر نفع اٹھانے والے سے اس کا کوئی معاوضہ نہیں لیا جاتا، جیسے عاریت، تو اس صورت میں اس شئی سے متعلق حفاظت اور بقاء وغیرہ کے اخراجات خود اس شخص پر عائد ہوں گے، اور اگر وہ اس کا معاوضہ ادا کرتا ہو، جیسے کہ کرایہ وغیرہ کی صورت میں ہوتا ہے، تو اس شئی سے متعلق اخراجات کی ذمہ داری اصل مالک پر ہوگی۔

۵) مقررہ مدت کے گذرنے کے بعد اور جس نفع کا حاصل کرنا مقصود تھا، اس نفع کے حاصل کرنے کے بعد شئی اصل مالک کو لوٹا دی جائے گی۔(۳)

منیٰ

حج کے افعال جن مقامات سے متعلق ہیں، ان میں ایک اہم مقام منیٰ کا ہے، ایام حج میں حجاج کے لئے کم از کم چار راتیں منیٰ میں گذارنا مسنون ہے، منیٰ ہی میں جمرۂ اولیٰ اور جمرۂ وسطیٰ واقع ہے، جس پر گیارہ اور بارہ تاریخ کو رمی کرنی ہے، منیٰ ہی میں حج کی قربانی مسنون ہے۔

یہ ایک مستقل علاقہ ہے، جو جمرۂ عقبہ کے بعد شروع ہوتا ہے اور خود جمرۂ عقبہ مکہ میں واقع ہے، اور وادی محسر پر آکر ختم ہوتا ہے، یہ وادی منیٰ اور مزدلفہ کے درمیان حد فاصل ہے، اور اس کی لمبائی ۳۵۲۵ ہاتھ ہے۔(۴)

---

(۱) المدخل لدراسة الشريعة الاسلامية ۳۳۱

(۲) حوالۂ سابق ۳۳۰

(۳) حوالۂ سابق ۳۱۰-۳۳۰

(۴) ردالمحتار ۵۱۷/۲

منیٰ کی لمبائی وادی محسر کے قریب ہے، اور چوڑائی اس سے کم ہے، یہ میدان دونوں طرف سے پہاڑوں سے گھرا ہوا ہے، پہاڑ کا جو حصہ منیٰ کی طرف ہے اس کا شمار بھی حدود منیٰ میں ہے، اور پہاڑ کی پشت کا حصہ منیٰ میں داخل نہیں ہے۔(۱)

منابذہ

بیع کی ایک خاص صورت ہے، جو اسلام سے پہلے زمانۂ جاہلیت میں مروج تھی، اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے منع فرمایا۔(۲) (دیکھئے: بیع)

مناسب

یہ اصول فقہ کی اصطلاح ہے، اصولیین نے قیاس کی بحث میں وصف مناسب کی تعبیر استعمال کی ہے۔(۳) (تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو قیاس)۔

مناسخہ (علم الفرائض کی ایک اصطلاح)

مناسخہ نسخ سے ماخوذ ہے، جس کے معنی نقل کرنے کے ہیں، علم الفرائض کی اصطلاح میں "مناسخہ" اس کو کہتے ہیں کہ بعض ورثاء کا حصہ تقسیم سے پہلے ہی اس کے ورثاء کی طرف منتقل ہو جائے۔(۴) مناسخہ بنیادی طور پر ایک حسابی مسئلہ ہے، ماہرین نے اس کی تقسیم کے لئے کئی طریقے متعین کیا ہے، اس کی تفصیل فرائض کی کتابوں میں دیکھی جا سکتی ہے۔

مناسک

نسک کے معنی عبادت کے ہیں، اسی مناسبت سے عرب قربانی کو نسک کہتے تھے، اور قربانی کی جگہ کو "منسک" جس کی جمع مناسک آتی ہے، حج بھی چوں کہ عبادت ہے، اور قربانی اس عبادت کا ایک اہم جزء ہے، اس مناسبت سے افعال حج کو "مناسک" کہتے ہیں، اور فقہاء و محدثین کے یہاں یہ لفظ اسی معنی میں معروف و مشہور ہے۔(۵) (احکام کے لئے دیکھئے حج)

منخنقہ (گلا گھونٹ کر مارا گیا جانور)

جس کو گلا گھونٹ کر مارا گیا ہو، وہ بھی مردار ہے، اور اسی طرح جس جانور کو مار دیا گیا ہو اس کا کھانا حلال نہیں، خود قرآن مجید میں اس کی صراحت موجود ہے (المائدہ: ۳) — مزید تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو "میتہ"

مندوب

"ندب" کے معنی بلانے، پکارنے اور دعوت دینے کے ہیں، اسی لئے فقہاء کے یہاں مندوب ان افعال کو کہتے ہیں کہ جن کی طرف شریعت نے ترغیب و دعوت دی ہو اور واجب قرار نہ دیا ہو، اس کے کرنے پر اجر و ثواب ہو، لیکن نہ کرنے پر گناہ بھی نہ ہو۔

(تفصیل کے لئے دیکھئے حکم)

منديل (رومال)

یہ لفظ "ندل" سے ماخوذ ہے، جس کے معنی میل کچیل دور کرنے کے ہیں، مندیل ("م" اور "د" پر زیر) کے معنی کسی چیز کے ہیں جس سے پونچھا جائے، گویا کہ اس سے میل کچیل دور کی جاتی ہے، بعض حضرات نے اس لفظ کا ایک اور بھی املا بتایا ہے، اور "م" پر زبر کے ساتھ بھی یہ لفظ استعمال ہوتا ہے، اسی طرح "یاء" کے بغیر "مندل" ("م" پر زبر اور "د" پر زیر) بھی اسی معنی میں ہے۔(۶)

---

(۱) الفقہ الاسلامی وادلتہ ۳/۲۴۲

(۲) ھدایہ والسیر ۳/۵۸

(۳) اصول الشاشی ۸

(۴) دستور العلماء ۳/۱۷۲

(۵) ردالمحتار ۲/۱۳۰

(۶) ماخوذ از شیخ محمد محمد شکر علی ابراہیم ۱۸۶

عام حالات میں رومال اور تولیہ سے بدن پونچھنے میں کچھ حرج نہیں، لیکن وضوء کے بعد تولیہ کے استعمال کرنے میں کسی قدر اختلاف ہے، ابن شہاب زہری اسے مکروہ قرار دیتے ہیں، کیوں کہ حضرت میمونہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں وضوء کے بعد کپڑا پیش کیا گیا تو آپ ﷺ نے نہیں لیا، اور ہاتھ جھاڑتے ہوئے تشریف لے گئے،(۱) ائمہ اربعہ اور اکثر فقہاء کے نزدیک وضوء کے بعد تولیہ کے استعمال میں حرج نہیں، البتہ قاضی خان اور ابن نجیمؒ نے اسے مباح قرار دیا ہے،(۲) اور علامہ حلبیؒ نے مستحب،(۳) راجح یہی ہے کہ وضوء کے بعد رومال کا استعمال جائز ہے، کیوں کہ حضرت عائشہؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے لئے کپڑا کا ایک ٹکڑا تھا، جس سے آپ ﷺ وضوء کے بعد پونچھا کرتے تھے، لیکن اس حدیث کی سند ضعیف ہے،(۴) نیز حضرت معاذ ؓ سے منقول ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا کہ جب آپ ﷺ وضوء فرماتے تو اپنے کپڑے کے ایک حصہ سے چہرۂ مبارک پونچھ لیتے، اس کی سند پر بھی محدثین کو کلام ہے،(۵) ان حدیثوں کے ضعیف ہونے کے باوجود چوں کہ ممانعت پر کوئی دلیل موجود نہیں ہے، اور اصل جائز ہونا ہے، اس لئے جمہور کے نزدیک وضوء کو پونچھنا جائز ہے۔

رہ گئی حضرت میمونہؓ والی روایت تو اس میں ممانعت پر کوئی دلیل نہیں، ممکن ہے آپ ﷺ نے کسی اور وجہ سے یا ٹھنڈک کی بناء پر کپڑا استعمال نہ کیا ہو، بعض محدثین کا خیال ہے کہ چوں کہ وضوء کے پانی قیامت کے دن تولے جائیں گے، اس لئے تولیہ کا استعمال مکروہ ہے، کیوں کہ یہ وضوء کے پانی کو کم کرنے کے مترادف ہوگا، لیکن اس دلیل میں کوئی وزن نہیں، کیوں کہ وضوء کے پانی سے وہ پانی مراد ہے جو وضوء کے وقت استعمال کیا گیا ہو، ورنہ کچھ دیر بعد تو پانی کو قدرتی طور پر خشک ہو جانا ہی ہے۔

منفعت

کسی شی سے متعلق فوائد کو "منفعت" کہتے ہیں، جیسے مکان میں رہائش، سواری پر سوار ہونا وغیرہ — حنفیہ کے نزدیک منافع مال نہیں ہیں، جمہور کے نزدیک مال ہیں۔(۶)

منافع کے مالک ہونے کی کیا صورتیں ہیں، اور اس کے احکام کیا ہیں؟ اس سلسلہ میں تفصیل "ملک" کے تحت گذر چکی ہے — اہل علم نے ایک بحث یہ کی ہے کہ منفعت کے مالک ہونے اور حق انتفاع میں فرق ہے یا نہیں؟ علامہ قرافی نے بھی اس پر روشنی ڈالی ہے، جس کا حاصل یہ ہے کہ منفعت کا مالک شی میں تصرف کا حق رکھتا ہے، جیسے کسی شخص نے کرایہ مکان اور سواری حاصل کی تو وہ خود بھی اس سے فائدہ اٹھا سکتا ہے، اور دوسروں کو بھی دے سکتا ہے، اور اس کا کرایہ وصول کر سکتا ہے، بخلاف حق انتفاع کے، کہ جس کو نفع اٹھانے کا حق حاصل ہو، وہ اس میں مالکانہ انداز کا تصرف نہیں کر سکتا، وہ دوسرے کو نہیں دے سکتا، اور نہ کسی سے اس کا عوض وصول کر سکتا ہے، جیسے مساجد میں بیٹھنے کی جگہ، سرائے میں قیام کی جگہ وغیرہ،(۷) نیز منفعت کا مالک انسان کسی معاملہ کے ذریعہ ہوتا ہے، جیسے اجارہ، عاریت، اور حق انتفاع کے لئے کسی عقد و معاملہ کی ضرورت نہیں۔(۸)

---

(۱) بخاری ۴۱/۱، باب نفض الیدین من غسل الجنابۃ

(۲) قاضی خان ۱۵/۱، نیز دیکھئے البحر الرائق ۲۹/۱

(۳) الکبری ۵۴

(۴) ترمذی، حدیث نمبر ۵۳، باب ماجاء فی التمندل بعد الوضوء

(۵) ترمذی، حدیث نمبر ۵۴

(۶) المدخل لدراسۃ الشریعۃ الاسلامیہ للدکتور عبدالکریم زیدان ۲۱۹

(۷) کتاب الفروق ۱۸۷/۱، الفرق ۳۰، نیز دیکھئے تہذیب الفروق علی هامش الفروق، للقرافی ۱۹۳/۱

(۸) المدخل الفقهی العام ۲۹۵/۱

منقول

منقول کے معنی ایسی چیز کے ہیں جو ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل کی گئی ہو، فقہاء کے یہاں مال کی دو قسمیں کی گئی ہیں: منقول اور غیر منقول، جو مال اس لائق ہو کہ ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل نہ کیا جا سکتا ہو، جیسے زمین، مکان، ان کو "مال غیر منقول" کہا جاتا ہے، آج کل کشتیاں، ہوائی جہاز، بسیں وغیرہ مال منقول میں شامل ہیں، حنفیہ کے نزدیک درخت اور مکان اگر زمین سمیت فروخت کئے جائیں تو مال غیر منقول ہے، اور تنہا فروخت کیا جائے تو اس کا شمار بھی مال منقول میں ہوگا، اسی لئے ان میں حق شفعہ جاری نہ ہوگا، (۱) نیز فقہاء حنفیہ کے اس اصول پر کہ اموال منقولہ کا وقف درست نہیں، زمین کو چھوڑ کر تنہا درخت اور مکان کا وقف درست نہیں ہوگا، اگر وہاں مجرد مکان یا درخت کا وقف مروج نہ ہو، ہاں اگر اس کا عرف ہو تو پھر اس کا وقف درست ہوگا، (۲) — حنفیہ کے نزدیک قبضہ کے باب میں مال منقول اور مال غیر منقول کے حکم میں فرق کیا گیا ہے، مال منقول کو قبضہ سے پہلے فروخت کرنا جائز نہیں، مال غیر منقول کو قبضہ کے بغیر بھی فروخت کرنا درست ہے۔

(تفصیل کے لئے دیکھئے: قبضہ)

منکر

عربی زبان میں منکر کا مادہ "نکر" ہے، ہر وہ بات جس کو شریعت نے قبیح سمجھا ہو، یا حرام یا مکروہ قرار دیا ہو وہ منکر ہے (۳) معروف و منکر کو جاننے کا اصل ذریعہ قرآن و حدیث ہے، الدلیل علی کون ذالک الشیء معروفا او منکرا هو الکتاب والسنة، لیکن علاوہ اس کے صالح اور نیکوکار لوگ جو دین پر عمل کرنے کی وجہ سے ایک ذوق سلیم کے حامل ہو چکے ہیں، وہ جس بات کو برا سمجھیں وہ بھی من جملہ منکرات کے ہیں، اسی لئے مفسر طبری نے منکر کی تعریف کرتے ہوئے کہا ہے: ما انکرہ اللہ ورآوہ قبیحا فعلہ۔ (۴)

(تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو: "نہی عن المنکر")

منی

منی سے مراد وہ چکنا آمیز مادہ ہے، جس سے انسان کی تولید عمل میں آتی ہے، فقہاء کا خیال ہے کہ مردوں کا مادۂ منویہ سفید اور عورتوں کا رقیق اور زرد ہوتا ہے۔ (۵)

فقہاء کا اس پر اتفاق ہے کہ شہوت کے ساتھ منی نکلنے سے غسل ٹوٹ جاتا ہے۔ (۶)

(اس سلسلے میں تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو: "جنابت")

امام ابو حنیفہؒ اور امام مالکؒ کے نزدیک منی ناپاک ہے، البتہ امام مالکؒ کے یہاں دھوئے بغیر پاکی حاصل نہیں ہو سکتی، اور حنفیہ کے نزدیک اگر منی مرطوب ہو تو دھونا ضروری ہے، اور کپڑے پر خشک ہو گئی ہو تو کھرچ دینا کافی ہے، امام شافعیؒ کے نزدیک آدمی کی منی تو پاک ہے ہی، صحیح قول کے مطابق کتے اور سور کے سوا تمام جانوروں کا مادۂ منویہ بھی پاک ہے، امام احمدؒ سے دونوں طرح کے اقوال منقول ہیں، امام ابو حنیفہؒ کی موافقت میں بھی، اور امام شافعیؒ کی رائے کے مطابق بھی، (۷) — حقیقت یہ ہے کہ حنفیہ کی رائے احادیث سے قریب تر ہے، منی کی وجہ سے غسل کا واجب ہونا بجائے خود اس کے ناپاک ہونے کی دلیل ہے، اور حضرت عائشہؓ روایت سے منی کا آپ ﷺ کے کپڑے سے دھونا ثابت ہے، اور

---

(۱) دیکھئے مجلة الاحکام، دفعہ ۱۰۱۹-۱۰۲۰

(۲) رد المحتار ۳/۳۹۱ کتاب الوقف

(۳) النہایة لابن اثیر ۵/۱۱۵

(۴) تفسیر طبری ۴/۱۵۲

(۵) ہندیہ ۱/۱۰

(۶) الانصاف ۱/۸۴

(۷) دیکھئے ہندیہ ۱/۴۶، شرح مہذب ۲/۵۵۳-۵۵۴

کھرچنا بھی، (۱) اس طرح تمام روایتوں پر عمل ہو جاتا ہے۔

واضح ہو کہ کسی چیز کے پاک ہونے سے یہ بات لازم نہیں آتی کہ اس کا کھانا بھی حلال ہو، اسی لئے شوافع کے یہاں قول صحیح و مشہور یہی ہے کہ اس کا کھانا جائز نہیں، گو ایک قول جواز کا بھی ہے، جو شیخ ابوزید مروزیؒ سے مروی ہے۔ (۲)

موات (افتادہ زمین)

"موات" افتادہ زمین کو کہتے ہیں۔

(تفصیل کے لئے دیکھئے: احیاء موات)

مواقیت

میقات کی جمع ہے، وہ خاص مقامات جہاں سے حاجی کو احرام باندھ کر آگے بڑھنا ضروری ہے۔ (تفصیل کے لئے دیکھئے: حج)

موت

رسول اللہ ﷺ نے موت کی دعاء اور تمنا کو ناپسند فرمایا ہے، اس لئے کہ یہ اللہ تعالیٰ کی آزمائشوں اور اس کی مقرر کی ہوئی تقدیر سے راہ فرار اختیار کرنا ہے، حضرت خبابؓ کے بارے میں مروی ہے کہ اگر حضور ﷺ نے موت کی دعاء سے منع نہ فرمایا ہوتا تو میں اس کی دعاء کرتا، (۳) البتہ اہل علم کا خیال ہے کہ موت کی تمنا اس وقت ممنوع ہے جب اکتا کر دنیا سے عاجز آ کر اس طرح کی دعاء کی جائے، اگر دین کی نسبت سے فتنہ کا اندیشہ ہو، اور اخروی مضرت سے بچنے کے لئے موت کی تمنا کی جائے تو اس کی گنجائش ہے، کیوں کہ ابن حبان کی روایت میں صراحت ہے کہ تم میں سے کوئی ایسی تکلیف کی وجہ سے موت کی تمنا نہ کرے، جو دنیا کی نسبت سے آئی ہو، بضر نزل بہ فی الدنیا، اور اس کی تائید اس دعاء سے بھی ہوتی ہے، جس کا نماز کے بعد پڑھنا حدیث سے ثابت ہے، کہ اے اللہ جب آپ کسی قوم کے ساتھ آزمائش کا ارادہ فرمائیں تو مجھے فتنہ و آزمائش میں پڑنے سے پہلے اٹھا لے، اذا اردت بقوم فتنۃ فتوفنی الیک غیر مفتون۔ (۴)

اگر دعاء کرنی ہو تو حضور ﷺ نے اس طرح دعاء کرنے کی تلقین فرمائی:

اللھم احینی ما کانت الحیوۃ خیرا لی ،
وتوفنی اذا کانت الوفاۃ خیرا لی ۔ (۵)
اے اللہ! مجھے زندہ رکھئے جب تک کہ زندگی
میرے لئے بہتر ہو، اور مجھے موت دے دیجئے
اگر موت ہی میرے لئے بہتر ہو۔

موضحہ

زخم کی ایک خاص صورت۔ (دیکھئے: "شجہ، دیت")

موقوف (فقہ و حدیث کی ایک اصطلاح)

موقوف کی اصطلاح محدثین کے یہاں بھی استعمال ہوتی ہے اور فقہاء کے یہاں بھی، محدثین کے یہاں موقوف وہ ہے جس کی سند صحابی پر ختم ہو جاتی ہو، اور فقہاء کے یہاں موقوف عقد (معاملہ) کی ایک قسم ہے، ایسا معاملہ جو اپنی اصل کے اعتبار سے درست ہو، لیکن کسی اور کا حق متعلق ہونے کی وجہ سے نامکمل، اسے عقد موقوف کہتے ہیں۔ (تفصیل کے لئے دیکھئے: حدیث، "عقد")

مؤلفۃ القلوب

جن لوگوں کو اسلام سے مانوس رکھنے کے لئے کچھ مال و متاع دیا جائے ان کو قرآن مجید نے مؤلفۃ القلوب کے لفظ سے موسوم کیا

---

(۱) دیکھئے: ترمذی حدیث نمبر ۱۴۲، باب ماجاء فی المنی یصیب الثوب ۔ (۲) شرح مہذب ۵۵۶/۲

(۳) بخاری مع الفتح ۱۳۶/۱۰، باب تمنی المریض الموت (۴) فتح الباری ۱۳۳/۱۰

(۵) بخاری مع الفتح ۱۳۶/۱۰، باب تمنی المریض الموت، ترمذی حدیث نمبر ۹۶۸، باب ماجاء فی النہی عن التمنی للموت

ہے اور ان کو زکوٰۃ کا مصرف بتایا ہے۔

(تفصیل کے لئے خود لفظ "زکوٰۃ" ملاحظہ ہو)

مولیٰ

جو شخص اپنا غلام یا باندی آزاد کرے، اسے اس آزاد شدہ غلام یا باندی کی نسبت سے "ولاء" حاصل ہوتا ہے، آنحضور ﷺ نے فرمایا کہ یہ رشتہ ایسا ہی لازمی رشتہ ہے جیسے نسبی رشتہ "الولاء لحمة كلحمة النسب" (۱) ـــ ولاء سے ایک حکم وراثت کا متعلق ہے، یعنی آزاد کیا ہوا شخص اس طرح فوت ہوگیا کہ اس نے اپنا کوئی وارث نہیں چھوڑا تو آزاد کرنے والے شخص کو اس کا متروکہ ملے گا، اگر آزاد کنندہ کا انتقال ہوگیا تو اس کی اولاد ذکور عصبہ قرار پائے گی، اور اسے میراث ملے گی، البتہ اس کی بیٹی میراث نہیں پائے گی۔ (۲)

حق ولاء کی خرید و فروخت نہیں ہوسکتی اور نہ اس کو ہبہ کیا جاسکتا ہے۔ (۳)

مولی الموالاۃ

ولاء کی ایک صورت مولی الموالات کی ہے، مولی الموالات سے مراد یہ ہے کہ ایک شخص کسی کے ہاتھ پر مسلمان ہو، اور اسی شخص سے یا کسی اور مسلمان شخص سے کہے کہ میں تم سے موالات کرتا ہوں، اس طرح کہ اگر میری موت ہو تو میری میراث تمہیں حاصل ہوگی، اور اگر مجھ سے کوئی جنایت ہوگی تو دیت کی ادائیگی میں تم اور تمہارے عاقلہ رشتہ دار شریک ہوں گے، اس صورت میں اگر اس شخص کا انتقال ہو جائے تو ذوی الفروض، عصبہ اور ذوی الارحام کا حق مقدم ہوگا، اور ان کے نہ ہونے کی صورت میں وہ شخص متروکہ کا حق دار ہوگا جس سے اس نے ولاء موالات کیا تھا۔

ولاء عتاق اور ولاء موالات میں تین باتوں میں فرق ہے، اول یہ کہ ولاء موالات کو ختم کیا جاسکتا ہے، ولاء عتاق ختم نہیں کیا جاسکتا، دوسرے یہ کہ ولاء موالات (جس سے نو مسلم شخص نے ولاء کا معاہدہ کیا ہے) میراث کا مستحق ہونے میں ذوی الارحام سے مؤخر ہے، جب کہ مولائے عتاق ذوی الارحام پر مقدم ہے، تیسرے ولاء عتاق میں آزاد کنندہ آزاد شدہ سے میراث پائے گا نہ کہ آزاد شدہ آزاد کنندہ سے، لیکن ولاء موالات میں اگر دونوں نے ایک دوسرے سے وارث ہونے کا معاہدہ کیا ہو تو دونوں ایک دوسرے سے وارث ہوں گے۔ (۴)

یہ تفصیل حنفیہ کے مسلک پر ہے، اور یہی صحابہ میں حضرت عمر، حضرت علی، حضرت عبد اللہ ابن مسعود ؓ کی رائے ہے، امام شافعی ولاء موالات کے قائل نہیں، اور یہی نقطۂ نظر حضرت زید بن ثابت ؓ کا ہے۔ (۵)

مہایاۃ (باری باری استفادہ)

ایک شی سے دو آدمی باری باری استفادہ کریں، اس کو مہایاۃ کہتے ہیں، یہ "تہیؤ" سے ماخوذ ہے، جس کے لغوی معنی تیار ہونے کے ہیں، گویا ایک شخص اپنے شریک کی باری ختم ہونے کے وقت سامان سے انتفاع کے لئے تیار ہوتا ہے۔ (۶)

(تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو "قسمت")

مہر

اسلام میاں بیوی کے رشتہ کو ایک مقدس اور قابل احترام رشتہ باور کرتا ہے، اس لئے اس نے نکاح کی خاص اہمیت دی ہے، نکاح کے ذریعہ دونوں کے لئے ایک دوسرے سے جنسی تسکین حلال ہوتی ہے

---

(۱) سنن دارمی، کتاب الفرائض، باب بیع الولاء، حدیث نمبر: ۳۰۴۳

(۲) البحر الرائق ۸/۳۹۹-۴۰۰، الشرح الصغیر للدردیر ۴/۶۳۳ [illegible]

(۳) البحر الرائق ۸/۳۹۸

(۴) دیکھئے البحر الرائق ۸/۴۰۰

(۵) الفقہ الاسلامی وادلتہ ۸/۳۹۸

(۶) دستور العلماء ۳/۳۵۵

اور چوں کہ مرد سربراہ خاندان کی حیثیت رکھتا ہے، اسی لئے گویا وہ اپنی بیوی کی عصمت کا مالک ہو جاتا ہے، اور شریعت کے دائرہ میں رہتے ہوئے اس کے لئے عورت سے حظ اٹھانا اور تمتع اندوز ہونا جائز ہوتا ہے، انسان کو جو چیز دوسری مخلوقات سے ممتاز کرتی ہے، ان میں کوئی نہیں، جس میں انسان کی طرح نکاح ہوتا ہو، اور بیوی کی عصمت اس کے شوہر ہی کے لئے مخصوص ہوتی ہو، رشتۂ نکاح گویا آنکھوں سے دیکھی جانے والی مخلوقات میں حضرت انسان ہی کے ساتھ مخصوص ہے، اور یہ اس پر اللہ تعالیٰ کا بہت بڑا انعام ہے، کہ اسی سے خاندانوں کا وجود ہے، پاکیزگی کی شناخت ہے، اور نسب کی حفاظت ہے!

اس رشتہ کی اہمیت اور عصمت نسوانی کے احترام کے طور پر نکاح کے ساتھ مہر کا تصور رکھا گیا ہے، یہ عورت اور اس کی عصمت کی قیمت نہیں، ایسا نہیں ہے کہ مرد مہر ادا کر کے عورت کا مالک بن جاتا ہے، بلکہ شوہر کی طرف سے ایک تحفۂ احترام ہے، جو وہ اپنی رفیق حیات کے لئے پیش کرتا ہے۔

مہر اور اس کا وجوب

اہل علم نے مہر کے دس نام بتاتے ہیں، اور اس کو اس شعر میں نظم کیا ہے:

صداق ومهر نحلة وفريضة
حباء وأجر ، ثم عقر ، علائق

مہر وہ مال ہے، جو عقد نکاح یا جنسی ارتباط کی وجہ سے کسی عورت کا مرد پر واجب ہوتا ہے(۱) — اگر نکاح صحیح ہو تو محض عقد ہی مہر واجب ہونے کے لئے کافی ہے، اور اگر نکاح فاسد ہو تو عورت سے جنسی ارتباط کے بعد ہی مہر واجب ہوتا ہے۔

مہر کا واجب ہونا قرآن وحدیث اور اجماع سے ثابت ہے، اللہ تعالیٰ نے متعدد مواقع پر مہر کا ذکر فرمایا ہے، (النساء: ۴-۲۴) احادیث بھی بکثرت مہر کے سلسلے میں موجود ہیں، خود آپ ﷺ نے بھی اپنی ازواج مطہرات کے مہر مقرر فرمائے، اپنے کئی ارشادات میں آپ ﷺ نے مہر کی تاکید بھی فرمائی ہے، اور اس کے احکام بھی بیان کئے ہیں، (۲) اسی لئے نکاح کے ساتھ مہر کے واجب ہونے پر حضرات صحابہ کے زمانہ سے آج تک امت کا اجماع نظر آتا ہے۔

مہر کو نکاح کے واجبات میں ہے، یہاں تک کہ اگر کوئی شخص اسی شرط پر نکاح کرے کہ اس کا کچھ مہر نہ ہوگا، جب بھی نکاح درست ہو جائے گا، اور مہر مثل واجب ہوگا، لیکن نکاح کے وقت اگر مہر متعین نہ کیا جائے تو اس سے نکاح کے انعقاد پر کوئی اثر نہ پڑے گا، نکاح بہر حال منعقد ہو جائے گا (۳) — اگر مہر فوراً ادا نہ کیا گیا ہو جب بھی مرد کے ذمہ وہ ایک دین ہے، جس کی جلد از جلد ادائیگی کی سعی کرنی چاہئے، آپ ﷺ نے فرمایا کہ اگر کسی نے نکاح کیا، مہر بھی متعین کیا، لیکن مہر ادا کرنے کی نیت نہیں ہے، تو آپ ﷺ نے ایسے شخص کو زانی اور بدکار قرار دیا، (۴) اگر زندگی میں مہر ادا نہیں کیا تو موت کے بعد اس کے ترکہ میں سے مہر ادا کیا جائے گا، اور مہر کی ادائیگی وصیت اور میراث کی تقسیم پر مقدم ہوگی، اگر شوہر و بیوی دونوں کا انتقال ہو گیا، مہر متعین تو تھا، لیکن ادا نہ ہوا تو عورت کے ورثاء شوہر کے متروکہ سے مہر وصول کریں گے۔ (۵)

کونسی چیزیں مہر بن سکتی ہیں؟

کونسی چیزیں ہیں جو مہر بننے کی صلاحیت رکھتی ہیں؟ — اس

---

(۱) الاحوال الشخصیۃ فی الشریعۃ الاسلامیۃ ۱۹۵ (محمد محی الدین عبد الحمید)
(۲) نسائی ۲/۳۶
(۳) ہدایہ ۲/۳۲۲، ۳۲۳
(۴) مجمع الزوائد ومنبع الفوائد، حدیث نمبر ۷۵۰۹
(۵) ہدایہ ۲/۳۴۰

سلسلے میں حنفیہ کے یہاں یہ اُصول ہے کہ ہر اس چیز کو مہر بنایا جاسکتا ہے، جو مال ہو، شریعت کی نگاہ میں قابل قیمت ہو، یعنی ایسی چیز ہو، جس کا شرعی عوض لیا جاسکتا ہو، معلوم و متعین ہو، خواہ گفتگو کے ذریعہ مقدار مہر کی صراحت کردی جائے، یا اشارہ کے ذریعہ مہر کی تعیین ہوجائے، موجود ہو اور وہ اس کے حوالہ کرنے پر قادر ہو۔(۱)

ایسی چیز جو مال نہ ہو، مہر نہیں بن سکتی، اسی لئے تعلیم قرآن اور تعلیم دین کو مہر نہیں بنایا جاسکتا، کیوں کہ یہ مال نہیں ہے، اور قرآن مجید میں مال کو مہر بنانے کا حکم دیا گیا ہے، ان تبتغوا باموالکم (النساء: ۲۴) دوسرے فقہاء کے نزدیک تعلیم قرآن اور کسی بھی ایسے کام کو مہر بنایا جاسکتا ہے، جس کی اجرت لینے کی گنجائش ہے،(۲) چنانچہ روایت ہے، کہ ایک صاحب کے پاس مہر ادا کرنے کے لئے کچھ نہ تھا، لیکن قرآن کا کچھ حصہ ان کو یاد تھا، آپ ﷺ نے ان خاتون کا نکاح فرمادیا، اور ارشاد فرمایا: **فقد انکحتکها بما معک من القرآن**،(۳) حنفیہ کے نزدیک "بما معک" میں "با" سبب اور اجل کے معنی میں ہے، یعنی میں نے اس سبب سے تمہارا نکاح اس عورت سے کیا ہے، کہ تم کو قرآن مجید یاد ہے، دوسرے فقہاء کے نزدیک "با" "عوض" کے معنی میں ہے، کہ میں نے قرآن کے عوض تمہارا نکاح اس سے کیا ہے، کہ تم اتنا قرآن مجید اسے پڑھادو۔

یہ بھی ضروری ہے کہ جس مال کو مہر بنایا جائے، وہ شریعت کی نگاہ میں قابل قیمت بھی ہو، اگر کوئی مسلمان شراب اور سور کو مہر بنائے، تو درست نہیں، کیوں کہ یہ شریعت کی نگاہ میں قابل قیمت اور لائق فروخت نہیں، ــــ مہر کا معلوم و متعین ہونا بھی ضروری ہے، تا کہ اس کی وجہ سے کوئی نزاع پیدا نہ ہو اور جہاں کہیں مہر کی ایسی تعیین نہ ہو پائے، جو وجہ نزاع سے محفوظ ہو، وہاں مقررہ مہر کی بجائے مہر مثل واجب ہوتا ہے۔

مالکیہ کے نزدیک مہر کے لئے پاک، قابل انتفاع، اس کی حوالگی پر قدرت اور معلوم و متعین ہونا ضروری ہے،(۴) حنابلہ کے نزدیک جو چیز بھی بیع میں قیمت اور اجارہ میں اجرت بن سکتی ہو وہ مہر بھی بن سکتی ہے،(۵) قریب قریب یہی رائے شوافع کی بھی ہے۔(۶)

مہر کی کم سے کم اور زیادہ سے زیادہ مقدار

حنفیہ کے نزدیک مہر کی کم سے کم مقدار دس درہم چاندی (۳۰،۶۱ ۳۳) ہے،(۷) چنانچہ جابر بن عبداللہ ؓ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ مہر دس درہم سے کم نہیں ہونا چاہئے: لا مهر اقل من عشرة دراهم،(۸) نیز دار قطنی میں حضرت علی ؓ سے نقل کیا گیا ہے کہ نہ دس درہم سے کم کی چوری میں چور کا ہاتھ کاٹا جائے، اور نہ دس درہم سے کم مہر ہو،(۹) ــــ البتہ زیلعی اور ابن ہمام وغیرہ نے ان روایتوں کو ضعیف قرار دیا ہے،(۱۰) مالکیہ کے نزدیک کم سے کم چوتھائی دینار سونا (۱،۰۹۳۵) یا تین درہم چاندی کی مقدار مہر کے لئے ضروری ہے،(۱۱) فقہاء شوافع اور حنابلہ کے نزدیک مہر کی کم سے کم مقدار متعین نہیں، فریقین جس پر متفق ہوجائیں، درست ہے، کیوں کہ احادیث میں دس درہم سے کم کی اشیاء پر بھی نکاح کرنا ثابت ہے،(۱۲) حنفیہ کا نقطۂ نظر یہ ہے کہ جن روایتوں میں معمولی چیز مثلاً لوہے کی انگوٹھی، یا ایک جوڑا جوتا، کے مہر بنانے

---

(۱) بدائع الصنائع ۲۷۸/۲-۲۸۸

(۲) المغنی ۱۹۹/۷

(۳) بخاری ۷۶۰/۲، حدیث نمبر ۵۱۳۶

(۴) الشرح الصغیر ۴۲۸-۴۲۹/۲

(۵) المغنی ۱۹۹/۷

(۶) شرح مهذب ۳۲۸/۱۲

(۷) الدر المختار علی هامش الرد ۳۲۹/۲

(۸) سنن دار قطنی ۲۴۰/۳، حدیث نمبر ۳۳۱۹

(۹) دار قطنی ۲۴۰/۳، حدیث نمبر ۳۳۱۹

(۱۰) دیکھئے: نصب الرایة ۱۹۹/۳، فتح القدیر ۳۱۸/۳

(۱۱) الشرح الصغیر ۴۲۸-۴۲۹/۲

(۱۲) دیکھئے المغنی ۱۹۱/۷، شرح مهذب ۳۴۵/۱۲

کا ذکر ہے، اس میں مہر معجل مراد ہے، جو نکاح کے بعد بیوی کے ساتھ استمتاع سے پہلے ادا کردینا مسنون ہے۔

مہر کی زیادہ سے زیادہ مقدار کی کوئی حد متعین نہیں، اس پر فقہاء کا اجماع ہے،(۱) چنانچہ قرآن مجید میں مہر کو قنطار قرار دیا گیا ہے (النساء: ۲۰) اور حضرت معاویہ ؓ سے روایت ہے کہ قنطار بارہ سو اوقیہ چاندی یعنی اڑتالیس ہزار درہم کے برابر ہے۔(۲)

تاہم مہر میں اعتدال اور میانہ روی بہتر ہے، حضرت ام حبیبہؓ کو چھوڑ کر، آپ ﷺ کی ازواج مطہراتؓ اور بنات طاہراتؓ کا مہر پانچ سو درہم (۲،۳۳۹) تھا،(۳) یہی مہر مقرر کرنا مستحب ہے، آپ ﷺ کے طریقۂ کار سے معلوم ہوا کہ مہر کی مقدار اتنی کم بھی نہ ہونی چاہئے کہ بالکل غیر محسوس ہو، اور بہت کثیر مقدار میں مہر مقرر کرنا بھی آپ کو پسند نہیں، امام احمد اور طبرانی نے حضرت عائشہؓ سے نقل کیا ہے کہ زیادہ بابرکت عورت وہ ہے جس کا مہر کم ہو، "اخف النساء صداقاً اعظمهن بركة" (۴) اور حضرت عمر ؓ کے بارے میں مروی ہے کہ آپ ؓ نے فرمایا کہ مہر میں غلو نہ کرو، کیوں کہ اگر مہر کا زیادہ ہونا دنیا میں عزت اور اللہ کے نزدیک تقویٰ کی بات ہوتی تو حضور ﷺ اس کے زیادہ مستحق تھے۔(۵)

مختلف حالتوں میں مہر کے احکام

مہر واجب کی مقدار کے اعتبار سے چار حالتیں ہوتی ہیں:

۱) نکاح کے وقت یا نکاح کے بعد باہمی رضامندی سے مہر متعین ہوگیا، شوہر نے بیوی کے ساتھ خلوت بھی کرلی، اس کے بعد طلاق یا علیحدگی کی نوبت آئی، یا خلوت تو نہیں ہوئی لیکن شوہر کا انتقال ہوگیا — ایسی صورت میں پورا مہر متعین (بشرطیکہ اس کی مقدار دس درہم سے زیادہ ہو) واجب ہوگا۔

۲) نکاح کے وقت مہر متعین ہوگیا، اور پھر خلوت (دخول) سے پہلے ہی طلاق یا علیحدگی ہوگئی ہو، اس صورت میں مہر متعین کا آدھا ملے گا۔

۳) نکاح کے وقت مہر متعین ہی نہ کیا، یا ایسی چیز کو مہر بنایا، جس میں مہر بننے کی صلاحیت نہیں، یا اس شرط پر نکاح کیا کہ اس کا کوئی مہر ہی نہ ہوگا، اور خلوت کے بعد علیحدگی ہوئی، یا خلوت تو نہیں ہوئی، لیکن شوہر کا انتقال ہوگیا، ان صورتوں میں عورت کا مہر مثل واجب ہوگا۔

۴) نکاح کے وقت مہر متعین نہیں ہوا، یا ایسی چیز کو مہر بنایا گیا، جس میں مہر بننے کی صلاحیت نہیں، اور خلوت سے پہلے ہی زوجین میں علیحدگی ہوگئی، تو اب ایسی عورت کے لئے متعہ واجب ہوگا، — یہ بات پیش نظر رہے کہ جس عورت کا مہر عقد کے وقت متعین نہ ہوا ہو، بعد میں باہمی رضامندی سے طے ہوا تو، اگر خلوت سے پہلے ہی علیحدگی ہوجائے تو اس کا مہر غیر متعین ہی متصور ہوگا، اور وہ متعہ کی مستحق ہوگی، نہ کہ مہر مثل کی،(۶) ("متعہ" اور "خلوت" کی حقیقت کیا ہے؟ اس کے لئے ان ہی الفاظ کو ملاحظہ کرلیا جائے)۔

عقد کے بعد مہر میں اضافہ اور کمی درست ہے، اور مہر کی ادائیگی میں اس کا اعتبار ہے، البتہ اگر مہر میں شوہر کی طرف سے رضاکارانہ اضافہ ہوجائے، اور خلوت سے پہلے ہی طلاق کی نوبت آجائے، تو امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک صرف عقد کے وقت مقررہ مہر کا نصف واجب ہوگا، اور امام ابو یوسفؒ کے یہاں اضافہ شدہ مہر کو ملا کر مجموعہ کا نصف واجب ہوگا۔(۷)

---

(۱) المغنی ۶/۱۹۱

(۲) شرح مہذب ۱۶/۳۲۶

(۳) مسلم حدیث نمبر ۳۴۸۹

(۴) مجمع الزوائد ۴/۲۸۱، حدیث نمبر ۷۴۹۱

(۵) ابن ماجہ حدیث نمبر ۱۸۸۷، باب المهر، ابوداؤد، باب نمبر ۲۹، حدیث نمبر ۲۱۰۶، ترمذی حدیث نمبر ۱۱۱۴

(۶) ہدایہ ۲/۳۲۴-۳۲۵

(۷) حوالۂ سابق

یوں ہی اگر [illegible] مرد نے اپنی عورت کے لئے [illegible] کا مہر متعین نہیں کیا تھا اور خلوت سے پہلے ہی طلاق کی نوبت آگئی، لیکن ان حضرات کے نزدیک بھی متعہ مستحب ہے، [illegible] صورتوں کے علاوہ طلاق کی ہر صورت میں [illegible] خواہ نکاح کے وقت ان کا مہر متعین ہوا ہو یا نہیں ہوا ہو۔(۱)

دو حالتوں سے مشروط مہر کی دو مقدار

[illegible] اس طرح متعین کیا جائے کہ مہر کی دو مقدار [illegible] دو حالتوں کے ساتھ مربوط [illegible] تو کیا اس کا اعتبار ہوگا؟ مثلاً ایک شخص نے نکاح کیا کہ اگر [illegible] شہر میں رکھے گا تو اس کا مہر [illegible] ہزار ہوگا، اور اگر [illegible] لے جائے تو دو ہزار، تو امام ابوحنیفہ کے نزدیک پہلی شرط معتبر ہوگی اور دوسری معتبر نہ ہوگی۔ [illegible] مہر مثل [illegible] امام ابو یوسف اور امام محمد کے نزدیک [illegible] دونوں [illegible] معتبر [illegible] دو ہزار [illegible] — [illegible] امام [illegible] البتہ مناسب ہوگا کہ طلاق یا ایسے [illegible] صورت میں [illegible] اس طرح [illegible] جائے کہ [illegible] اجازت کے بغیر [illegible] مثلاً [illegible] صاحب طلاق اور نکاح ثانی [illegible] حقوق کا غلط استعمال [illegible] امام ابو یوسف [illegible]

امام محمد کے قول پر عمل [illegible] معاشرتی [illegible] شوہر [illegible] اگر کوئی عورت شوہر کے [illegible] تو مہر [illegible] ہوگا [illegible] ہے گا۔

مہر مثل

مہر مثل سے مراد وہ مقدار ہے جو عورت کے دادھیالی خاندان کی عورتوں کا مہر [illegible] نکاح کے وقت [illegible] مہر [illegible] اخلاق کے [illegible] عقد کے وقت [illegible] گیا۔(۴)

مہر مثل [illegible] — [illegible] مہر [illegible] عقد کے وقت [illegible] مثل کے مساوی مہر [illegible] تھی۔(۵)

---

(۱) [illegible] ۳/۱۰۲

(۲) البحر [illegible]

(۳) [illegible]

(۴) [illegible]

(۵) [illegible]

(۶) [illegible]

مہر۔ معجل اور مؤجل

اس پر تمام لوگوں کا اتفاق ہے کہ نکاح کے وقت ہی مہر کا ادا کر دینا ضروری نہیں، ایسا بھی ہوسکتا ہے کہ پورا مہر فوراً ادا کر دیا جائے، اس کو "مہر معجل" کہتے ہیں، یہ بھی ہوسکتا ہے کہ پورا مہر اُدھار ہو، مہر اُدھار ہونے کی صورت میں بہتر ہے کہ ادائیگی مہر کی مدت متعین کر دی جائے، تاہم اگر مدت متعین نہیں کی گئی، تب بھی نکاح درست ہو جاتا ہے، البتہ ایسا مہر جلد از جلد ادا کرنے کی سعی کرنی چاہئے، اور یہ بھی درست ہے کہ مہر کا کچھ حصہ نقد اور کچھ حصہ اُدھار ہو، بلکہ مسنون طریقہ ہے کہ مہر کا کچھ حصہ یکجائی کے وقت ادا کر دے، اگر مطلق مہر متعین کیا، اور معجل یا مؤجل (نقد یا ادھار) کی تعیین نہیں کی، تو فقہاء اس کو "معجل" شمار کرتے ہیں، (۱) لیکن ہمارے یہاں کے عرف میں ایسا مطلق مہر مؤجل یعنی اُدھاری شمار کیا جاتا ہے، اسی طرح اگر مہر تو مؤجل متعین کیا، لیکن ادائیگی کا وقت ذکر نہیں کیا، تو فقہاء کے نزدیک اس کا شمار "مہر معجل" نقد میں ہے، (۲) اور عورت کو فوری طور پر مطالبہ کا حق حاصل ہے، اور کاسانی کی یہ بات اصول شریعت کے مطابق ہے، اس لئے مہر مؤجل میں مدت کا بھی ذکر کرنا چاہئے۔

اگر کسی عورت کا مہر معجل ہو، تو شوہر کے مہر ادا کرنے تک وہ شوہر کو اپنے نفس پر قدرت دینے اور اس کے گھر جانے سے انکار کرنے کا حق رکھتی ہے، اور ایسی صورت میں باوجود انکار کے، عورت کا نفقہ شوہر پر واجب ہوگا۔ (۳)

اگر زوجین کے درمیان مہر کی مقدار کے بارے میں اختلاف ہو جائے، تو اول تو گواہان کے بیان پر فیصلہ ہوگا، لیکن اگر کسی کے پاس بھی گواہان فراہم نہیں ہیں تو پھر مہر مثل سے جس کا دعویٰ قریب ہوگا، اسے قبول کیا جائے گا، (۴) چاہے اختلاف زندگی میں ہو یا موت کے بعد ان کے ورثاء کے درمیان، یا ایک زندہ ہو اور ایک کی وفات ہو گئی ہو، (۵) (قریب قریب یہی رائے شوافع اور حنابلہ کی ہے، مالکیہ کے نزدیک دونوں فریق سے قسم لی جائے گی، اور نکاح فسخ کر دیا جائے گا، اگر میاں بیوی میں صحبت نہ ہوئی ہو، اگر صحبت ہو چکی ہو تو قسم کے ساتھ شوہر کی بات معتبر ہوگی۔ (۶)

اگر نکاح صحیح نہ ہو، نکاح فاسد ہو، جیسے ایسی عورت سے نکاح ہو، جو ابھی عدت کی حالت میں تھی، اور صحبت سے پہلے ہی مرد و عورت میں علیحدگی ہو گئی، تو عورت کا کوئی مہر نہ ہوگا، اگر خلوت ہو چکی ہو، لیکن ہمبستری کر چکا تھا، پھر علیحدگی عمل میں آئی، تو مہر مثل اور مہر مقررہ میں جو کم ہو واجب ہوگا۔ (۷)

اگر کسی عورت سے شبہ میں صحبت کر لی جائے، یعنی غلط فہمی میں اپنی بیوی سمجھ کر ہمبستری کر لے، جس کو فقہ کی اصطلاح میں "وطی بالشبہ" کہتے ہیں، تو اس صورت میں بھی عصمت انسانی کی حرمت و عظمت کے پہلو کو ملحوظ رکھتے ہوئے اس عورت کا مہر مثل واجب ہوگا۔ (۸)

میت

میت کے معنی فوت شدہ آدمی کے ہیں۔

انتقال کے بعد داڑھوں کو کپڑوں سے باندھ دینا چاہئے، اس طرح کہ ٹھوڑی کے نیچے سے کپڑا لایا جائے اور سر کے اوپر باندھ دیا جائے، تاکہ منہ کھلا نہ رہ جائے، بدہیئتی نہ پیدا ہو، اور منہ میں کپڑے وغیرہ کے داخل ہونے کا امکان نہ رہے، آنکھوں کو بھی بند

---

(۱) دیکھئے بدائع الصنائع ۲۸۸/۲

(۲) حوالۂ سابق

(۳) حوالۂ سابق، ردالمحتار ۳۵۸/۲

(۴) ردالمحتار صفحہ ۳۶۰، نیز دیکھئے التاتار خانیہ ۱۱۹/۳

(۵) درمختار ۳۶۱-۳۶۰/۲

(۶) الفقہ الاسلامی و ادلتہ ۳۰۹/۷

(۷) ہدایہ ۳۳۶/۲

(۸) العنایۃ بہامش فتح القدیر ۲۵۹/۳

کر دیا جائے، چنانچہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت ابو سلمہ رضی اللہ عنہ کی وفات کے بعد ان کی آنکھیں بند کر دی تھیں، آنکھ بند کرتے ہوئے موقع کی مناسبت سے فقہاء نے اس دعا کی تلقین کی ہے :

بسم اللہ وعلی ملة رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم اللھم یسر علیہ امرہ وسھل
علیہ ما بعدہ واسعدہ بلقائک واجعل
ما خرج الیہ خیرا مما خرج عنہ ۔(۱)

اللہ کے نام سے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی
ملت پر، اے اللہ! اس پر اس کے معاملہ کو آسان
فرما، آئندہ کے مرحلہ کو سہل کر، اپنی ملاقات کی
سعادت عطا کر، اور جہاں جا رہا ہے اس کو اس
سے بہتر بنا جہاں سے جا رہا ہے۔

پھر مردہ کے ہاتھ بازو کی طرف لے جا کر کسی قدر کھینچ کر سیدھا کر دیا جائے، ہاتھ کی انگلیوں کو ہتھیلی کی طرف لے جا کر سیدھا کر دیا جائے، رانوں کو پیٹ سے اور پنڈلیوں کو رانوں سے ملا کر پھر سے بھی سیدھا کر دیا جائے، یہ بھی مستحب ہے کہ جن کپڑوں میں موت واقع ہوئی ہے، انھیں اتار دیا جائے، پورے بدن کو کسی کپڑے سے ڈھک دیا جائے، اور لاش کو کسی تخت وغیرہ پر رکھ دیا جائے، تاکہ زمین کی رطوبت کی وجہ سے بو نہ پیدا ہو جائے، نیز پیٹ پر کوئی وزنی چیز رکھ دی جائے تاکہ پیٹ پھولنے نہ پائے، مرنے کے بعد لاش کا چہرہ قبلہ کی طرف لمبائی میں رکھا جائے، جیسے نماز پڑھتے ہوئے مریض شخص کی کیفیت ہوتی ہے، قبلہ کی طرف مردہ کا چہرہ ہو، اس کی دلیل حضرت ابو قتادہ رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ جب حضرت براء بن معرور کے بارے میں آپ کو اطلاع دی گئی کہ انھوں نے اپنی وفات کے وقت قبلہ رخ کر دینے کی وصیت کی تھی، تو آپ نے ارشاد فرمایا کہ اس نے فطرت کو پا لیا، اصاب الفطرة۔(۲)

پڑوسیوں اور اہل تعلق کو وفات کی اطلاع دینے میں قباحت نہیں، تاکہ وہ نماز جنازہ میں شریک ہو سکیں، یہ بھی مستحب ہے، کہ جو دین اس کے ذمہ باقی ہو، اسے جلد از جلد ادا کر دیا جائے، یا حق دار بخوشی معاف کر دے، تو وہ دین معاف کرا لیا جائے، نیز تجہیز و تکفین میں عجلت کی جائے، تاخیر نہ کی جائے۔(۳) آج کل لوگ دور دراز سے رشتہ داروں کو بلانے کے لئے جو تکلیف روا رکھتے ہیں، اور اس کی وجہ سے تدفین میں جو تاخیر ہوتی ہے، وہ کسی بھی طرح مزاج شریعت کے موافق نہیں، رسول اللہ ﷺ نے غزوۂ بدر میں تشریف لے جاتے ہوئے حضرت رقیہ پر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو تیمار دار بنا کر تشریف لے گئے، حضرت رقیہ اس وقت قریب المرگ تھیں، لیکن آپ ﷺ نے یہ نہیں فرمایا کہ آپ ﷺ کو وفات کی اطلاع دی جائے اور آپ کی واپسی تک تدفین کے مرحلوں کو ملتوی رکھا جائے، حالانکہ بدر مدینہ سے کچھ بہت دور نہیں تھا، آپ ﷺ نے تدفین میں عجلت کی خاص طور پر تاکید فرمائی ہے، حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ راوی ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا: جنازہ لے جانے میں عجلت کرو، کیونکہ اگر وہ نیک ہے تو ایک نیک انجام کی طرف تم اسے لے جا رہے ہو، اور اگر ایسا نہیں ہے تو ایک خراب شخص سے تو اپنی گردن آزاد کر رہے ہو۔(۴)

جب تک مردہ کو غسل نہ دے دیا جائے، وہاں پر قرآن شریف پڑھنا مکروہ ہے،(۵) مردہ کے پاس حائضہ عورت اور ناپاک آدمی کے بیٹھنے میں قباحت نہیں ہے۔(۶)

---

(۱) [illegible]

(۲) مجمع الزوائد ۳/۲۰۲، بحوالہ مستدرک حاکم

(۳) [illegible] ، کبیری ۵۳۳

(۴) بخاری، حدیث نمبر ۱۳۱۵، باب السرعة بالجنازة

(۵) [illegible]

(۶) کبیری ۵۳۳

جہاں انتقال ہو، مردہ کو اسی شہر میں دفن کر دینا چاہئے، یہی بہتر طریقہ ہے، گو دوسرے شہر کو منتقل کرنا بھی درست ہے،(۱) آج کل لوگ اس مسئلہ میں بہت غلو اور تکلف سے کام لیتے ہیں، اور نہ صرف ایک شہر سے دوسرے شہر کو بلکہ ایک ملک سے دوسرے ملک کو نعش منتقل کرتے ہیں، حالاں کہ یہ مزاج شریعت کے خلاف ہے، اس میں لاش کے بھی خراب ہو جانے کا اندیشہ ہے، متوفی کے اقارب کے لئے بھی باعث تکلیف ہے، اور اسراف و فضول خرچی بھی ہے، سیدہ حضرت عائشہؓ جب اپنے بھائی حضرت عبد الرحمن ابن ابی بکرؓ کی قبر پر آئیں، تو ایک شعر پڑھا، جو آپؓ کے غم اندوہ کا مظہر تھا، اور فرمایا کہ اگر میں تمہاری موت کے وقت موجود ہوتی، تو جہاں تمہاری موت ہوئی ہے وہیں تمہاری تدفین ہوتی، کیوں کہ حضرت عبد الرحمن کا انتقال حبشی میں ہوا، جو مکہ سے قریب ہی تھا اور لاش مکہ لائی گئی، اور یہیں تدفین عمل میں آئی۔(۲)

البتہ اگر بلا اجازت کسی دوسرے کی زمین میں مردہ کو دفن کر دیا جائے، اور مالک زمین کو قبر کی منتقلی پر اصرار ہو، تو پھر لاش منتقل کی جا سکتی ہے۔(۳)

(اس سلسلے میں دیگر احکام کے لئے "تلقین" "غسل، کفن، دفن، تجہیز، لحد، شق، قبر، جنازہ اور تعزیت کے الفاظ بھی دیکھنے مناسب ہوں گے)۔

میتہ (مردار)

میتہ کے معنی مردار کے ہیں، مرے ہوئے جانور کے لئے "میتہ" اور فوت شدہ انسان کے لئے "میت" کے الفاظ بولے جاتے ہیں۔

پاکی وناپاکی کے احکام

میتہ کے سلسلے میں اہم مسئلہ اس کی پاکی اور ناپاکی کا ہے، موت بھی اسباب نجاست میں سے ہے، اس لئے اصولی طور پر مردار ناپاک ہوتا ہے، کیوں کہ کسی بھی ذی روح چیز میں جو بہتا ہوا خون پایا جاتا ہے، اور وہ ناپاک ہوتا ہے، موت کی وجہ سے وہ اس کے جسم ہی میں جذب ہو کر رہ جاتا ہے۔

اس سلسلے میں تفصیل یہ ہے کہ

۱) پانی کے جانور باوجود مرنے کے پاک ہوتے ہیں، اس پر ائمہ مذاہب کا اتفاق ہے۔(۴)

۲) خشکی کے ایسے ذی روح جن میں بہتا ہوا خون پایا نہ جاتا ہو، جیسے مکھی، مچھر، بھڑ، بچھو وغیرہ یہ حنفیہ کے نزدیک ناپاک نہیں ہوں گے،(۵) حنابلہ کے نزدیک بھی اگر اس کی پیدائش پاک چیز سے ہوئی ہو، تو زندہ و مردہ پاک ہی سمجھا جائے گا، اور اگر ناپاک چیز سے ہوئی ہو، جیسے پاخانہ اور گندی موریوں سے پیدا ہونے والے کیڑے، تو یہ زندہ و مردہ ہر دو حال میں ناپاک ہی ہوں گے۔(۶)

۳) ایسے مردار جن میں بہتا ہوا خون پایا جاتا ہو، ان کے وہ اعضاء و اجزاء جن میں خون کا دوران پایا جاتا ہو، جیسے گوشت، چربی، چمڑا وغیرہ، بالاتفاق موت کی وجہ سے یہ اجزاء ناپاک ہو جائیں گے۔(۷)

۴) ایسے ہی مردار کے وہ اجزاء جن کے اندر خون نہ پہنچتا ہو، جیسے سینگ، ہڈی، کھر، ناخن، بال وغیرہ، حنفیہ کے نزدیک یہ بھی ناپاک نہیں ہوتے، کیوں کہ ان میں موت حلول ہی نہیں کرتی،(۸) — دوسرے فقہاء کے نزدیک مردار کے تمام ہی اجزاء ناپاک ہیں، یہاں تک کہ فقہاء شوافع تو مردار کے بال اور اون کو بھی ناپاک قرار

---

(۱) ہندیہ ۱/۱۶۷

(۲) ترمذی باب ما جاء فی زیارۃ القبور للنساء، حدیث نمبر ۱۰۵۵

(۳) ہندیہ ۱/۱۶۷

(۴) الفقہ الاسلامی و ادلتہ ۱/۱۵۳

(۵) بدائع الصنائع ۱/۶۲

(۶) المغنی ۱/۴۳

(۷) بدائع الصنائع ۱/۶۳

(۸) حوالۂ سابق

دیتے ہیں، البتہ مالکیہ اور حنابلہ بال اور اون کو پاک قرار دیتے ہیں۔ (۱)

۵) امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک مردار کا دودھ بھی پاک ہے، امام ابو یوسفؒ اور امام محمدؒ کے نزدیک ناپاک ہے، اور یہی دوسرے فقہاء کی رائے ہے۔(۲) تاہم خود مشائخ حنفیہ نے صاحبین کے قول کو ترجیح دی ہے۔(۳) — مردار کا چمڑا دباغت سے پاک ہوگا یا نہیں؟ اور دباغت کا طریقہ کیا ہوگا، اس سلسلے میں "جلد" اور "دباغت" کے الفاظ دیکھے جائیں۔

مردار کی خرید وفروخت

خرید وفروخت کے درست ہونے کے لئے ضروری ہے کہ جس چیز کو فروخت کیا جارہا ہو وہ شریعت کی نگاہ میں مال ہو اور قابل قیمت ہو، مردار چوں کہ شریعت کی نگاہ میں مال نہیں، اس لئے اس کی خرید وفروخت باطل ہے، نہ درست ہے اور نہ معتبر، البیع بالمیتة والدم باطل۔(۴)

میراث

اسلام نے دولت وثروت کی تقسیم کا جو نظام قائم کیا ہے اس کا ایک حصہ "میراث" ہے، اسلام سے پہلے بعض مذاہب میں صرف مردوں کو ترکہ میں حصہ ملتا تھا، عورتوں کو نہیں ملتا تھا، بعض مذاہب میں میراث کا حقدار صرف "پہلوٹھا" یعنی بڑا لڑکا ہوا کرتا تھا، خود عرب سماج میں میراث کے تئیں بڑی بے اعتدالی پائی جاتی تھی، یتیم بچوں کو بھی میراث سے محروم کردیا جاتا تھا، اسلام نے اس باب میں بھی ایک منصفانہ، متوازن اور مصالح سے ہم آہنگ قانون دیا۔

دولت کی تقسیم کا وسیع نظام قائم کیا، اور تمام دولت کو خاندان کے محض ایک دو فرد میں مرتکز نہیں کیا، بلکہ والدین، اولاد، اور زوجین کو تو میراث میں لازمی طور پر حصہ دار بنایا، ان رشتہ داروں کے علاوہ دوسرے رشتہ داروں کو بھی بعض مواقع پر میراث میں شریک رکھا گیا، اور اس کے لئے یہ اصول مقرر کیا گیا کہ نسبتاً قریبی رشتہ دار کی موجودگی میں دور کا رشتہ رکھنے والا، میراث میں حصہ پانے سے محروم رہے گا، ہم درجہ رشتہ داروں کو میراث میں برابر کا حقدار رکھا، البتہ اکثر مواقع پر بمقابلہ عورت کے مرد کا حصہ دوگنا رکھا گیا، کیوں کہ شریعت نے قریب قریب تمام مالی ذمہ داریاں مردوں سے متعلق رکھی ہیں، بیوی اور بال بچوں کی کفالت کا ذمہ مرد ہی کا ہے، انہی ذمہ داریوں کی نسبت سے اس کے حقوق بھی زیادہ رکھے گئے۔

اسلام نے نظام میراث کے سلسلے میں جو انقلابی تصور دیا کہ عورتوں کو حق دلایا، اور نظام میراث کو تقسیم دولت کا ایک وسیلہ بنایا، آج پوری دنیا میں اس کی بازگشت سنی جاسکتی ہے، اور دنیا کا شاید ہی کوئی قانون ہو جس نے اس سے فائدہ نہ اٹھایا ہو۔

متروکہ سے متعلق چار حقوق

متوفی جو مال واسباب چھوڑ کر جائے، اس سے بنیادی طور پر چار حقوق متعلق ہیں، ان حقوق کی ترتیب اس طرح ہے:

۱) سب سے پہلے ترکہ سے واجبی اخراجات میں کمی اور زیادتی کے بغیر تجہیز وتکفین اور دفن کا انتظام کرنا، مگر تمام ورثہ یا ان میں بعض اپنے ذاتی اخراجات سے تجہیز وتکفین کا انتظام کرلیں تو یہ بھی درست ہے، متروکہ ہی سے تجہیز وتکفین ضروری نہیں۔ — آج کل بعض حضرات نے زیارت، سوم، چہلم کے نام سے بدعات کے اہتمام کی جو رسمیں ڈالی ہیں، اور اس میں بے فائدہ کثیر رقم خرچ

---

(۱) دیکھئے الفقہ الاسلامی وادلتہ ۱؍۹۰-۹۱، الشرح الصغیر ۱؍۴۸

(۲) رد المحتار علی الدر المختار ۱؍۱۳۶، مطبوعہ احیاء التراث العربی

(۳) بدائع الصنائع ۱؍۶۳

(۴) ہدایہ ۳؍۴۸، باب البیع الفاسد

کرتے ہیں، یہ تجہیز و تکفین کے اخراجات میں شامل نہیں ہیں، [illegible] فصول نے یہی لکھا ہے۔

(۲) اس کے بعد جو مال بچ رہے اس سے سب سے پہلے وہ دین ادا کئے جائیں جو متوفی کے ذمہ تھے — اس میں بیوی کا مہر بھی شامل ہے اگر زندگی میں ادا نہ کیا ہو۔

(۳) اگر متوفی نے کوئی وصیت کی ہو تو دین کی ادائیگی کے بعد بچ رہنے والے مال کا ایک تہائی حصہ میں وصیت جاری کی جائے، اگر وارث کے لئے وصیت نہ کی ہو — یہ تو وصیت کے عام اصول کے تحت ہے، اور ایک تہائی مال ہی میں وصیت نافذ ہوتی ہے، اگر وصیت ایک تہائی مال سے زیادہ کی ہو اور تمام ورثاء اس کے نافذ کرنے پر متفق ہوں تو پھر ایک تہائی سے زیادہ میں بھی وصیت کا جاری کرنا درست ہے۔

(۴) اب اس کے بعد جو مال بچ رہے اس کو ورثاء کے درمیان تقسیم کیا جائے گا۔(۱)

ورثہ میں ترتیب

ورثہ میں بھی ترتیب اس طرح ہے:

(۱) اصحاب فرائض یعنی وہ ورثہ جن کے حصے قرآن مجید میں مذکور ہیں (۲) ان کو "ذوی الفروض" بھی کہا جاتا ہے۔

(۲) عصبی نسبی ورثاء — عصبہ کی تین صورتیں ہیں، اول متوفی کے وہ مرد رشتہ دار جن کی نسبت کسی عورت کے واسطہ سے نہ ہو، ان کو "عصبہ بنفسہ" کہا جاتا ہے، دوسرے وہ خواتین جن کا حصہ مقرر ہے اور تنہا ہونے کی صورت میں بھائیوں کی وجہ سے عصبہ بن جاتی ہیں، اس کو اصطلاح میں "عصبہ بالغیر" کہا جاتا ہے، تیسرے وہ خواتین جو دوسری خواتین کے ساتھ عصبہ بنتی ہیں، جیسے بیٹی کے ساتھ بہن، ان کو "عصبہ مع الغیر" کہا جاتا ہے۔(۳)

ذوی الفروض سے بچا ہوا ترکہ ان ہی عصبات کے حصہ میں آئے گا، اور اگر عصبہ ہی وارث ہوں تو وہ پورے ترکہ کا حق دار ہوگا۔

(۳) اگر عصبات نہ ہوں تو پھر زوجین کے علاوہ دوسرے ذوی الفروض کو ان کے حصہ شرعی کے تناسب سے ملے گا۔

(۴) اگر ذوی الفروض اور عصبات موجود نہ ہوں تو اب ذوی الارحام ترکہ کے حقدار ہوں گے، ذوی الارحام سے وہ رشتہ دار مراد ہیں جو نہ عصبات میں سے ہوں اور نہ ذوی الفروض میں سے، جیسے نواسے، بھانجے وغیرہ۔

(۵) ان تمام کی عدم موجودگی میں ترکہ سے اس شخص کا حق متعلق ہوگا، جس کا نسب معروف نہ ہو اور متوفی نے اس کے نسب کا اقرار کیا ہو، جیسے وہ کسی کے بیٹا یا بھائی ہونے کا اقرار کرے۔

(۶) ان کی عدم موجودگی میں اب وہ شخص ترکہ کا مستحق ہوگا، جس کے لئے اس نے پورے مال کی وصیت کی ہو۔

(۷) اگر کوئی مستحق نہ ہو تو پھر اس کا ترکہ بیت المال میں داخل کر دیا جائے گا — مولانا نظام الدین کیرانوی نے لکھا ہے کہ چونکہ اب کوئی منتظم بیت المال موجود نہیں، اس لئے اگر عصبہ نسبی اور ذوی الارحام وغیرہ موجود نہ ہوں تو بیت المال کے بجائے ترکہ کا بقیہ حصہ بھی زوجین کو لوٹا دیا جانا چاہئے۔(۴)

موانع میراث

میراث کا حقدار ہونے کے لئے ضروری ہے کہ کوئی کسی

---

(۱) [illegible] (۲) کتاب [illegible]

(۳) [illegible]

(۴) [illegible]

بات نہ پائی جائے، جو شرعاً میراث کا حقدار ہونے میں رکاوٹ ہو، جن اسباب کی وجہ سے آدمی حق میراث سے محروم ہو جاتا ہے وہ "موانع ارث" کہلاتے ہیں، چار چیزیں موانع ارث ہیں:

۱) قتل، یعنی قاتل، مقتول کے مال میں وارث نہ ہوگا، چاہے اس نے قتل عمد کیا ہو یا شبہ عمد، یا قتل خطا، یا قائم مقام خطا، (دیکھئے قتل) قتل بالسبب مانع وراثت نہیں۔

۲) اختلاف دین، یعنی مسلمان غیر مسلم کا اور غیر مسلم مسلمان کا وارث نہیں ہو سکتا۔

۳) اختلاف دار، یعنی رشتہ مندی کے اعتبار سے جو دو اشخاص مورث اور وارث بنتے، ان میں سے ایک وطن اسلامی مملکت (دارالاسلام) میں ہو، اور دوسرے کا وطن دارالحرب، یعنی ایسے ملک میں ہو، جہاں دستوری طور پر مسلمانوں کو اپنے مذہب پر رہنے کی اجازت نہ ہو۔

۴) غلام، یعنی غلام اپنے اقرباء سے میراث نہیں پا سکتا، کیوں کہ اس میں مال کا مالک بننے کی صلاحیت نہیں۔(۱)

مردوں میں میراث کے حق دار

امت کا اس بات پر اتفاق ہے کہ فی الجملہ پندرہ مرد ہیں، کہ جو میراث کے مستحق ہو سکتے ہیں:

> بیٹا، پوتا، اور پوتا سے نیچے کا اولادی سلسلہ، باپ، دادا، اور اس سے اوپر آبائی سلسلہ، سگا بھائی، سگا بھتیجہ، باپ شریک بھائی، باپ کا سگا بھائی، چچازاد بھائی، باپ کا باپ شریک بھائی، باپ کے باپ شریک بھائی کا بیٹا، ان تمام رشتوں میں شرط ہے کہ متوفی اور اس کے درمیان کسی عورت کا واسطہ نہ ہو، شوہر، آزاد کرنے والا مولی۔

غور کیا جائے تو ان میں ایک شخص کو ازدواجی رشتہ کی وجہ سے میراث مل رہی ہے، اور ایک کو آزاد کرنے کی نسبت سے، باقی تیرہ اشخاص وہ ہیں کہ جن کو میراث ملنے کا باعث قرابت و رشتہ داری ہے، پھر یہ قرابت بھی چار طرح کی ہے، کچھ تو میت کے اصول ہیں، باپ، دادا، اور اوپر کا آبائی سلسلہ، کچھ میت کے فروع ہیں، بیٹا، پوتا، اور نیچے کا اولادی سلسلہ، کچھ متوفی کے والدین کے فروع ہیں، بھائی، یا بھتیجے، کچھ متوفی کے دادا کے فروع ہیں، چچا اور چچازاد بھائی۔

مردوں میں دو کی بابت اختلاف ہے، ایک تو مولی الموالاۃ، (تشریح کے لئے خود لفظ کو دیکھا جائے) کہ یہ امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک وارث ہوں گے، دوسرے فقہاء کے نزدیک وارث نہیں ہوں گے، دوسرے ذوی الارحام جیسے نانا، ماموں، نواسے، کہ امام ابوحنیفہؒ اور امام احمدؒ نیز فقہاء مالکیہ اور شوافع متاخرین ان کو وارث قرار دیتے ہیں، خود امام مالکؒ اور امام شافعیؒ کے نزدیک یہ وارث نہیں ہوتے۔(۲)

خواتین میں میراث کے حق دار

خواتین میں دس ہیں، جن کے فی الجملہ وارث ہونے پر فقہاء کا اتفاق ہے، اور وہ یہ ہیں:

> بیٹی، پوتی، اور پوتے کے اولادی سلسلہ میں سے کسی کی بیٹی، بشرطیکہ اس کے اور متوفی کے درمیان کوئی عورت کا واسطہ نہ ہو، ماں، نانی اور نانی کے اوپر کا مادری سلسلہ، براہ راست دادی،

---

(۱) سراجی ۸-۷، فصل فی الموانع

(۲) ملخص از: احکام المواریث علی مذاهب الائمة الاربعة (محمد محی الدین عبدالحمید) ۴۳-۵۱

سگی بہن، باپ شریک بہن، ماں شریک بہن،
بیوی، آزاد کرنے والی مالک۔

ان میں ایک خاتون ازدواجی رشتہ سے مستحق میراث ہوتی ہے، یعنی بیوی، ایک ملکیت کے رشتہ سے، یعنی آزاد کرنے والی خاتون، باقی آٹھ وہ ہیں، جو قرابت کی بنیاد پر میراث کی حقدار ہیں، پھر یہ اہل قرابت بھی تین طرح کی ہیں، ایک میت کی فروع، بیٹی، پوتی، دوسرے، میت کے اصول ماں، دادی اور نانی، تیسرے اصول کی فروع، جیسے سگی بہن، باپ شریک بہن وغیرہ۔

خواتین میں تین کے بارے میں اختلاف ہے، ذوات الارحام، جیسے پھوپھی، خالہ، پھوپھی زاد، خالہ زاد، بہن، نواسی، امام ابوحنیفہؒ، امام احمد اور مالکیہ اور شوافع میں متاخرین ان کو وارث قرار دیتے ہیں، امام مالک اور امام شافعی کا اصل مسلک اس کے خلاف ہے، دوسرے مولی الموالاۃ (دیکھئے: مولی الموالاۃ) یہ امام ابوحنیفہؒ کے یہاں وارث ہیں، دوسرے فقہاء کے یہاں نہیں، تیسرے دادی، جب اس کے اور اس کے متوفی کے والد کے درمیان ایک سے زیادہ واسطہ ہو، امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک بالواسطہ دادی اس وقت وارث ہوگی، کہ اس کے اور متوفی کے درمیان کوئی ایسا مرد نہ آئے جو وارث نہیں ہوسکتا، اور قاعدہ یہ ہے کہ جو مرد رشتہ کے اعتبار سے دو عورتوں کے درمیان آئے، وہ وارث نہیں ہوسکتا، یہی رائے امام شافعی کی ہے، دوسرے فقہاء کی رائے اس سے مختلف ہے۔ (۱)

ورثہ کی چار قسمیں

میراث میں حصص کی مقدار کے اعتبار سے مختلف رشتہ داروں کے جو احوال ہیں، وہ ابھی ذکر کئے جائیں گے، اس سے پہلے اجمالاً اس بات کی وضاحت مناسب ہوگی، کہ بحیثیت مجموعی میراث کے مستحق مردوں اور عورتوں کی چار قسمیں بنتی ہیں۔

۱) وہ جو ذوی الفروض کی حیثیت سے ہی میراث کے مستحق ہوتے ہیں، بحیثیت عصبہ ان کو کوئی حق نہیں ملتا، اور یہ سات ہیں: شوہر، ماں شریک بھائی، بیوی، ماں، ماں شریک بہن، نانی اور اس کا مادری سلسلہ، دادی اور اس کا مادری سلسلہ۔

۲) جو صرف عصبہ کی حیثیت سے وارث ہوں گے، ذوی الفروض کی حیثیت سے ان کا کوئی حصہ نہ ہوگا، یہ بارہ ہیں، جن میں گیارہ مرد اور ایک عورت ہے، اور وہ یہ ہیں:

بیٹا، پوتا، اور اس کا اولادی سلسلہ، سگا بھائی، سگے بھائی کا بیٹا، باپ شریک بھائی، اور اس کا بیٹا، باپ کا سگا بھائی، یعنی حقیقی چچا، اور اس کا بیٹا، باپ کا باپ شریک بھائی اور اس کا بیٹا، آزاد کرنے والا آقا، اور آزاد کرنے والی مالک۔

۳) وہ اقارب جن کو ذوی الفروض کی حیثیت سے بھی میراث ملتی ہے، کبھی عصبہ کی حیثیت سے بھی، اور کبھی یہ دونوں حیثیتیں اس میں جمع ہو جاتی ہیں، یہ دو مرد ہیں: باپ اور دادا۔

۴) جو کبھی ذوی الفروض کی حیثیت سے وارث ہوتے ہیں، اور کبھی عصبہ کی حیثیت سے، لیکن یہ دونوں حیثیتیں اس میں جمع نہیں ہوتیں، یہ چار خواتین ہیں: بیٹی، پوتی، سگی بہن، باپ شریک بہن، خواہ یہ ایک ہوں یا ایک سے زیادہ۔ (۲)

ورثہ کے احوال

جو لوگ شرعاً میراث کے مستحق ہیں، ضروری نہیں کہ ہر حال میں ان کا حصہ یکساں ہو، مختلف حالات میں حصوں کی مقدار میں تفاوت ہو سکتا ہے، اس سلسلہ میں مختلف رشتہ داروں کے حصوں کی تقسیم اس طرح ہے:

---

(۱) تفصیلی وضاحت کے لئے ملاحظہ ہو: موسوعہ سابق ۹۳-۹۲

(۲) دیکھئے: موسوعہ سابق ۹۳-۹۲

۱- شوہر :

شوہر کی دو حالتیں ہیں، اول اگر متوفیہ کی اولاد یا پوتا، پوتی نہ ہو تو نصف اور اگر اولاد یا ان کی اولاد کا سلسلہ ہو تو ایک چوتھائی ترکہ کا وارث ہوگا --- البتہ شوہر کبھی میراث سے مکمل طور پر محروم نہیں ہوتا۔

۲- بیوی :

بیوی کی بھی دو حالتیں ہیں، اول اگر شوہر متوفی کی اولاد یا اولاد کا سلسلہ اولاد نہ ہو تو چوتھائی اور ہو تو آٹھواں حصہ (۸/۱) ترکہ کا اور ترکہ کی وارث ہوگی --- بیوی بھی بہرحال مستحق میراث ہوتی ہے، کسی شخص کی موجودگی سے وہ میراث سے محروم نہیں ہوتی۔

۳- باپ :

باپ کی تین حالتیں ہیں، اول یہ کہ باپ صرف اصحاب فرض کی حیثیت سے حصہ پائے، جیسے متوفی کے بیٹے، پوتے، پرپوتے یا ان کی اولاد میں سے موجود ہو --- دوسری حالت یہ ہے کہ اس کو صرف عصبہ کی حیثیت سے حصہ ملے، اگر میت کی کوئی اولاد موجود نہ ہو اور اصحاب الفرائض میں سے کوئی موجود ہو تو اس کا حصہ نکالنے کے بعد باقی سب باپ کا ہوگا، اور اگر اصحاب الفرائض میں سے بھی کوئی نہ ہو تو پورا ترکہ باپ کو ملے گا --- تیسری صورت یہ ہے کہ باپ اصحاب الفرائض میں سے ہونے کی حیثیت سے چھٹا حصہ لے اور اصحاب فرائض کو دینے کے بعد جو بچ رہے وہ بھی عصبہ کی حیثیت سے مل جائے، جیسے متوفی کو صرف بیٹی، پوتی یا پرپوتی موجود ہو۔

باپ بھی کسی اور قرابت دار کی وجہ سے میراث سے محروم نہیں ہوتا، البتہ اس کی موجودگی سے بعض رشتہ دار محروم ہو جاتے ہیں۔ جیسے دادا، دادی، بہن، یا ان کا حصہ کم ہو جاتا ہے۔

۴- دادا :

دادا کی چار حالتیں ہیں، اگر متوفی کا باپ موجود ہو تو وہ محروم ہوگا، باقی تین حالتیں اس کی وہی ہیں جو باپ کی ہیں۔ یعنی ان حالتوں میں دادا کو بھی وہی حصہ ملے گا جو باپ کو ملا کرتا تھا، البتہ چار صورتوں کو اس سے مستثنیٰ کیا گیا ہے۔ (۲)

۵- ماں :

ماں کی تین حالتیں ہیں، اگر متوفی کی اولاد بیٹا، بیٹی، پوتے کے سلسلہ اولاد کے لڑکے یا لڑکیاں موجود ہوں، یا متوفی کے دو یا اس سے زیادہ بھائی یا بہن موجود ہوں، خواہ سگے بھائی بہن ہوں یا باپ شریک یا ماں شریک تو اس صورت میں ماں کا حصہ پورے ترکہ کا چھٹا حصہ (۶/۱) ہوگا، دوسری صورت یہ ہے کہ یہ لوگ متوفی کے نہ ہوں نہ اولاد اور بھائی بہن تب ہوں اس صورت میں اس کا حصہ پورے ترکہ کا ایک تہائی ہوگا، تیسری صورت یہ ہے کہ ماں کے علاوہ متوفی کے شوہر یا بیوی کا حصہ نکالنے کے بعد جو بچ رہے اس کا تہائی ماں کو ملے گا، مثلاً کسی عورت نے ماں، باپ اور شوہر کو چھوڑا اور کوئی اولاد نہ چھوڑی تو نصف شوہر کا ہوگا، اور باقی نصف میں ایک تہائی (جو پورے ترکہ کا چھٹا حصہ ہے) ماں کا حصہ ہوگا۔

۶- دادی، نانی :

دادی، نانی کو ترکہ کا چھٹا حصہ (۶/۱) ملے گا، اگر ماں موجود ہو تو دادی، نانی دونوں اور باپ موجود ہو تو دادی کو حصہ نہ ملے گا۔

۷- بیٹی :

بیٹی کی تین صورتیں ہیں، ایک ہی بیٹی ہو اور کوئی دوسری اولاد نہ

---

(۱) دیکھئے: سراجی، صفحہ: ۱۲-۱۳

(۲) دیکھئے: سراجی، ص

(۳) سراجی، ص ۱۴

ہو تو آدھے متروکہ کی مستحق ہوگی، دو یا دو سے زیادہ صرف بیٹیاں ہوں، تو دو تہائی کی حق دار ہوں گی، — تیسری صورت یہ ہے کہ بیٹیوں کے ساتھ بیٹا بھی ہو، ایسی صورت میں اس کا شمار عصبہ میں ہوگا، یعنی اصحاب الفروض کا حصہ نکالنے کے بعد جو بچ جائے اس کی اس طرح تقسیم ہوگی کہ لڑکے کو دوگنا اور لڑکی کو اس کا آدھا ملے۔

۸- پوتی :

پوتی کی چھ صورتیں ہیں: تین صورتیں تو وہی ہیں، جو بیٹی کی ہیں، بشرطیکہ بیٹی نہ ہو، چوتھی صورت یہ ہے کہ متوفی کی ایک بیٹی بھی ہو تو اسے متروکہ کا چھٹا حصہ بھی ملے گا، پانچویں صورت یہ ہے کہ بیٹیاں دو یا دو سے زیادہ ہوں، یا متوفی کا ایک بھی بیٹا ہو، تو اس صورت میں پوتیاں محروم ہوں گی، چھٹی صورت یہ ہے کہ پوتیوں کے ساتھ پوتا، یا پرپوتا موجود ہو، ایسی صورت میں یہ عصبہ بن جائے گی، اور اصحاب الفروض کا حصہ نکالنے کے بعد اس طرح تقسیم عمل میں آئے گی کہ پوتا کا حصہ بمقابلہ پوتی کے دوگنا ہوگا۔

۹- ماں شریک بھائی :

ماں شریک بھائی کے بھی تین احوال ہیں: اگر متوفی کی اولاد یا اولاد کی اولاد یا اس کے باپ دادا میں سے کوئی بھی موجود ہوں، تو اسے کچھ بھی نہیں ملے گا، دوسری صورت یہ ہے کہ یہ اعزہ موجود نہ ہوں اور وہ تنہا ہو، تو اسے چھٹا حصہ ملے گا، اور اگر دو یا اس سے زیادہ ہوں تو ایک تہائی جو ان سب بھائیوں میں تقسیم ہوگا، اگر ماں شریک بہنیں بھی ہوں تو بھائیوں اور بہنوں کو مساوی حصہ ملے گا۔

۱۰- سگی بہن :

سگی بہن سے ماں باپ شریک بہن مراد ہے، اس کی پانچ صورتیں ہیں

☆ اگر متوفی کا بیٹا، پوتا، یا اس سے نیچے کا اولادی سلسلہ موجود ہو یا باپ، دادا موجود ہو تو اس کا کوئی حصہ نہ ہوگا۔

☆ اگر ایک ہی سگی بہن ہو، دوسرا بھائی بہن نہ ہو تو نصف کی حقدار ہوگی۔

☆ اگر دو یا اس سے زیادہ بہنیں ہوں تو بحیثیت مجموعی دو تہائی کی حق دار ہوں گی۔

☆ اگر کوئی سگا بھائی ہو تو بھائی کو دو برابر اور بہن کو اس کے مقابلہ نصف ملے گا، اور یہ عصبہ ہو جائیں گے۔

☆ اگر بہن کے علاوہ متوفی کی بیٹی یا پوتی بھی موجود ہو تو اس صورت میں بھی وہ عصبہ بن جائے گی، اور بیٹی یا پوتی کا حصہ نکالنے کے بعد جو بچ رہے گا وہ اس بہن کے حصہ میں آئے گا۔

۱۱- باپ شریک بہن :

باپ شریک بہن کی سات حالتیں ہیں، پانچ تو وہی ہیں جو سگی بہن کی ہیں، چھٹی صورت یہ ہے کہ اگر باپ شریک بہن کے ساتھ ایک سگی بہن بھی موجود ہو تو اس باپ شریک بہن کو چھٹا حصہ (۱/۶) ملے گا، جیسے ایک بیٹی کی موجودگی میں پوتی کو ملا کرتا ہے، ساتویں صورت یہ ہے کہ سگی بہن دو یا اس سے زیادہ ہوں، اور باپ شریک بھائی نہ ہو تو ایسی صورت میں باپ شریک بہنیں محروم رہیں گی، ہاں اگر باپ شریک بہن کے ساتھ باپ شریک بھائی بھی موجود ہو تو اب وہ عصبہ بن جائے گی، اور سگی بہنوں کا حصہ نکالنے کے بعد جو بچ رہے، اس میں باپ شریک بھائی بہن اس طرح حصہ پائیں گے، کہ بھائی کے مقابلہ بہن کا حصہ آدھا ہوگا۔

۱۲- ماں شریک بہن :

ماں شریک بہن کے وہی احکام ہیں، جو ماں شریک بھائی کے ہیں۔(۱)

---

(۱) حصص شرعی سے متعلق یہ تمام احکام [illegible] سے ماخوذ ہیں۔

عصبہ کی تین صورتیں

میراث سے متعلق عصبہ رشتہ داروں کا ذکر آیا ہے، عصبہ کی تین قسمیں ہیں: عصبہ بنفسہ (جو بجائے خود عصبہ ہو)، عصبہ بغیرہ (جو دوسرے کی وجہ سے عصبہ بنتے ہیں)، عصبہ مع غیرہ (جو دوسرے کے ساتھ مل کر عصبہ ہوتے ہیں)۔

عصبہ بنفسہ سے وہ مرد مراد ہے، جس کا میت سے رشتہ جوڑنے میں کسی عورت کا واسطہ نہ آئے — یہ کل چودہ ہیں: (۱) متوفی کا بیٹا، (۲) متوفی کا پوتا، پرپوتا وغیرہ، (۳) متوفی کا باپ، (۴) متوفی کا دادا، پردادا وغیرہ، (۵) متوفی کا سگا بھائی، (۶) باپ شریک بھائی، (۷) سگے بھائی کا بیٹا، (۸) باپ شریک بھائی کا بیٹا، (۹) باپ کا سگا بھائی، (۱۰) باپ کا باپ شریک بھائی، (۱۱) سگے چچا کا بیٹا، (۱۲) باپ شریک چچا کا بیٹا، (۱۳) باپ کا سگا چچا، باپ شریک چچا، (۱۴) باپ کے سگے چچا کا بیٹا، پھر اس کے باپ شریک چچا کا بیٹا — عصبہ کے اس قسم کے رشتہ داروں میں یہی ترتیب ملحوظ ہے۔ (۱)

غور کیا جائے تو ان رشتہ داروں کی حیثیت مجموعی چار صورتیں بنتی ہیں: ایک وہ جو خود متوفی کی اولاد ہوں، جیسے بیٹے، پوتے، پرپوتے وغیرہ، دوسرے وہ جو متوفی کے اصول ہوں، جیسے باپ، دادا، پردادا وغیرہ، تیسرے وہ جن سے متوفی کا اخوت کا رشتہ ہے، جیسے سگا بھائی، باپ شریک بھائی، بھتیجے وغیرہ، چوتھے متوفی کے دادا کی اولاد، جیسے چچا اور چچازاد، ان کی وراثت میں رشتہ کی قربت ملحوظ ہوگی، قریب کی موجودگی میں دور کے رشتہ دار کو کچھ نہ ملے گا، اگر میت کی اولاد موجود ہے تو اس کے باپ کو بحیثیت عصبہ کچھ نہ ملے گا، گو اصحاب الفروض ہونے کی حیثیت سے اس کو اس کا حصہ ملے گا، پھر میت کی فروع میں بھی بیٹا موجود ہو تو پوتا محروم رہے گا اور میت کے اصول میں باپ موجود ہو تو دادا کو کچھ نہ ملے گا — اسی طرح رشتہ کی قوت بھی ترجیح کا باعث بنے گی، سگا بھائی موجود ہو تو باپ شریک بھائی کو کوئی حصہ نہیں، سگا چچا موجود ہو تو باپ شریک چچا کو کوئی حصہ نہیں۔

عصبہ بغیرہ

عصبہ بغیرہ وہ خواتین ہیں، جن کو ذوی الفروض ہونے کی حیثیت سے تنہا ہونے کی صورت میں نصف اور دو یا دو سے زیادہ ہونے کی صورت میں دو تہائی ملتا، جب کہ ان کے بھائی موجود ہوں تو وہ عصبہ ہو جاتی ہیں، بیٹی بیٹے کے ساتھ، پوتی پوتے کے ساتھ، سگی بہن سگے بھائی کے ساتھ اور باپ شریک بہن باپ شریک بھائی کے ساتھ مل کر عصبہ بن جائیں گی، یہی چار خواتین عصبہ بغیرہ ہیں، گویا عورت مردوں کی وجہ سے عصبہ بن جائے تو یہ عصبہ بغیرہ کہلاتی ہیں۔

عصبہ مع غیرہ

عصبہ مع غیرہ سے وہ عورت مراد ہے، جو دوسری عورت کے ساتھ مل کر عصبہ بن جائے، مثلاً بہن بیٹی کے ساتھ مل کر عصبہ بن جاتی ہے۔

حجب

اب میراث سے متعلق ایک اور اصطلاح کا ذکر مناسب ہوگا، اور وہ ہے حجب، حجب کی دو قسمیں ہیں: حجب نقصان، حجب حرمان، حجب نقصان سے مراد کسی وارث کے حصہ کا دوسرے وارث کی موجودگی کی وجہ سے کچھ کم ہو جانے کے ہیں، اگر وہ دوسرے ورثہ نہ ہوتے تو ان کا حصہ زیادہ ہوتا، یہ پانچ ہیں: شوہر، بیوی، ماں، پوتی، اور باپ شریک بہن، جیسے اولاد نہ ہو تو شوہر کو نصف اور بیوی کو چوتھائی ملتا ہے، اولاد ہو تو شوہر کا حصہ چوتھائی اور بیوی کا حصہ آٹھواں (۸/۱) ہو جاتا ہے۔ (۲)

---

(۱) احکام المواریث: ۹۵

(۲) سراجی ۲۲-۲۳

جب ورثہ ان سے ادنیٰ رشتہ دار تھا، تو دوسرے اقارب کی موجودگی کی وجہ سے میراث سے بالکل ہی محروم ہو جائیں گے، جیسے بیٹے کی موجودگی میں پوتا، اور باپ کی موجودگی میں دادا میراث سے محروم ہو جائے گا، اس سلسلے میں فقہاء کے یہاں دو قاعدے ہیں، ایک یہ کہ جس سے متوفی کی قرابت کسی واسطے سے ہو، جب تک وہ واسطہ موجود ہو وہ میراث کا مستحق نہیں ہوگا، جیسے دادا اور پوتا کہ ان سے قرابت باپ اور بیٹے کے واسطے سے ہے، لہٰذا باپ کی موجودگی میں دادا اور بیٹے کی موجودگی میں پوتا محروم رہے گا۔

دوسرے قریبی رشتہ دار کی موجودگی میں نسبتاً دور کا رشتہ دار محروم رہے گا۔ جیسے بھائی کی موجودگی میں چچا کو، اور سگے بھائی کی موجودگی میں باپ شریک بھائی کو حصہ نہیں ملے گا۔(۱)

(یہ تفصیل میراث سے متعلق احکام وقواعد کا خلاصہ ہے، عربی اور اردو زبان میں اس موضوع پر متعدد اہم اور مفید تالیفات موجود ہیں، عربی کتابوں میں فن فرائض کی مشہور، مستند اور قدیم کتاب علامہ سراج الدین سجاوندی حنفی کی "السراجی فی المیراث" تو ہے ہی، علاوہ اس کے ماضی قریب میں بھی اس موضوع پر متعدد اہم کتابیں آگئی ہیں، جن میں شیخ محمد محی الدین عبد الحمید کی "احکام المواریث فی الشریعة الاسلامیة علی مذاهب الائمة الاربعة" نہایت جامع اور مرتب ہے، اردو زبان میں اس موضوع پر جو کام ہوا ہے ان میں میرے استاذ گرامی مفتی محمود حسن صاحب گنگوہی کا مختصر رسالہ "آسان فرائض" (جو فتاوی محمودیہ جلد ۲ میں شریک اشاعت ہے) مختصر لیکن بہت جامع اور سہل الفہم ہے، راقم سطور نے بھی ان تحریروں سے استفادہ کیا ہے، میراث سے متعلق بعض اور احکام کے لئے اس کتاب میں ان الفاظ کو ملاحظہ کرنا مناسب ہوگا: حمل، مفقود، غرقی، حرقی، ہدمی)۔

میل

ایک قانونی مسافت کو کہتے ہیں، فقہاء کے یہاں کئی مواقع پر یہ لفظ زیر بحث آیا ہے، خاص کر تیمم اور مدت سفر کے سلسلے میں، کیوں کہ بعض فقہاء احناف نے اس وقت تیمم کی اجازت دی ہے، جب پانی کم سے کم ایک میل کے فاصلے پر ہو، اسی طرح مسافت سفر بھی فرسخ اور میل ہی سے متعلق ہے — فقہاء کے یہاں یہ بات طے شدہ ہے کہ میل ایک فرسخ کا تہائی ہے، اب ایک میل کی مقدار کیا ہے؟ اس سلسلے میں اختلاف ہے، علامہ شامی کی تحقیق کے مطابق قول راجح یہ ہے کہ ایک میل چار ہزار ہاتھ (ذراع) کا ہوتا ہے، اور ایک ہاتھ ۲۴ انگلی ہے، جب کہ ایک انگلی کی چوڑائی چھ چھوٹی جو کے برابر مانی گئی ہے،(۲) قدوری و تمیری میں بھی یہی تحقیق ہے، یہی قول نقل کیا گیا ہے، اور اسی کو اقرب الاقوال کہا گیا ہے۔(۳)

فقہاء کی اس رہنمائی کی روشنی میں میل شرعی اور موجودہ مروجہ میل انگریزی میں فرق واضح ہوگا، مفتی محمد شفیع صاحب نے اپنے رسالہ "اوزان شرعیہ" میں اس پر تفصیل سے گفتگو فرمائی ہے، جس کا حاصل یہ ہے کہ میل شرعی میل انگریزی سے دو سو چالیس گز بڑا ہے، یعنی انگریزی ایک میل اور دو سو چالیس گز ایک میل شرعی کے برابر ہے۔(۴)

---

(۱) دیکھئے السراجی فی المیراث ۱۸

(۲) ھندیہ ۱/۳۰

(۳) منحة الخالق علی البحر الرائق ۱/۱۴۷-۱۴۸

(۴) دیکھئے جواہر الفقہ ۱/۴۳۶

مجمع البحرین

[illegible] کے درمیان [illegible]

[illegible] ہے [illegible] کے دونوں طرف [illegible]

گئے ہیں ان کو ’’مجمع البحرین‘‘ کہا جاتا ہے [illegible] کے

[illegible] مجمع البحرین کے درمیان [illegible]

ہے۔ (۱)

○ ○ ○ ○

---

(۱) [illegible]

نار

(آگ)

تین چیزیں مباحات میں داخل ہیں، جس کو روکنے سے منع کیا گیا ہے، چنانچہ حضرت ابوہریرہؓ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: تین چیزیں ہیں جن سے روکا نہ جائے پانی، آگ، اور گھاس، (۱) نیز حضرت عائشہؓ سے مروی ہے کہ انھوں نے رسول اللہ ﷺ سے دریافت کیا: کس چیز کا روکنا جائز نہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: پانی، نمک، آگ — آگے آپ ﷺ نے اس کی وضاحت کرتے ہوئے فرمایا: کہ جس نے آگ دی تو گویا اس آگ سے جو کچھ پکایا گیا ہو سب اس کی جانب سے صدقہ ہے۔ فکانما تصدق بجمیع ما انضجت تلک النار، (۲) چنانچہ مفسرین نے "ماعون" یعنی وہ عام چیزیں جس کے نہ دینے کی مذمت کی گئی ہے، اس میں آگ کو بھی شامل رکھا ہے، (۳) — البتہ یہ حکم فقہ کی اصطلاح میں دیانت کے طریقہ پر ہے نہ کہ بہ طریق قضاء، یعنی قانونی اعتبار سے کسی شخص کو اس پر مجبور نہیں کیا جا سکتا، یہ محض اخلاقی واجبات میں سے ہے۔

آگ میں جلانے کی ممانعت ہے (دیکھئے: احراق) آگ میں جلنے کی وجہ سے بھی چیزیں پاک ہو جاتی ہیں۔ (دیکھئے تطہیر)

ناصیہ

پیشانی سے اوپر سر کے اگلے حصے کو "ناصیہ" کہتے ہیں، کم سے کم ناصیہ کے بقدر سر کا مسح کرنا حنفیہ کے نزدیک وضوء میں فرض ہے۔ (تفصیل خود لفظ "وضوء" میں دیکھی جائے)

ناقہ

(اونٹنی)

دیکھئے: ابل

نبات

(پودا)

دنیا میں جتنے حیوانات ہیں وہ عام طور پر دو طرح کے ہیں، یا تو ان کی غذا نباتات ہے جیسے: گائے، بھینس، بکری، مرغی وغیرہ، عام طور پر شریعت نے ایسے جانوروں کو حلال رکھا ہے، بعض حیوانات وہ ہیں کہ ان کی غذا گوشت ہے، جیسے شیر، بھیڑیا، کتا، سانپ وغیرہ، ایسے جانوروں کو انسان کی غذا کے لئے حرام قرار دیا گیا ہے، انسان کو بھی حالانکہ حیوان ہی کی ایک قسم ہے لیکن اس کے جسم میں ایسی صلاحیت دی گئی ہے کہ وہ نباتاتی اور حیوانی دونوں طرح کی غذائیں استعمال کر سکتا ہے، بلکہ اس کی جسمانی ضروریات کے لحاظ سے دونوں طرح کی غذاؤں کا استعمال ضروری ہے۔

جہاں تک نباتات کی بات ہے، یہ اصلاً حلال ہیں، سوائے اس کے کہ کوئی وجہ ممانعت پائی جائے، نباتات کے کھانے کی ممانعت تین وجوہ سے ہو سکتی ہے، یا تو وہ نشہ آور ہو کیونکہ آپ ﷺ نے ہر نشہ آور چیز کو حرام قرار دیا اور فرمایا: کل مسکر حرام، (۴) یا وہ زہر اور انسانی زندگی کے لئے مہلک ہو، کیونکہ آپ ﷺ نے خودکشی کو حرام قرار دیا اور فرمایا: کہ جو زہر کھا کر خودکشی کریگا وہ جہنم میں بھی ہمیشہ زہر ہی پیتا رہے گا، (۵) یا ناپاک ہو، نجاست اس کے ساتھ مل گئی ہو، کیونکہ ناپاک چیز کا کھانا جائز نہیں، آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ گھی میں چوہا گر کر مر جائے تو اگر گھی جما ہوا ہو تو اس کے گرد و پیش کا گھی نکال کر پھینک دو اور کھالو، اور اگر گھی بہتا ہوا ہو تو اسے بہا دو، (۶) تو اگر ناپاک چیز کا کھانا بھی جائز ہوتا تو آپ ﷺ نے گھی پھینکنے کا حکم نہ فرمایا ہوتا۔

ایسی چیزیں جو زہر اور نشہ آور تو نہ ہوں، لیکن جسم کے لئے

---

(۱) ابن ماجہ حدیث نمبر ۲۴۷۳ اسنادہ صحیح

(۲) ابن ماجہ حدیث نمبر ۲۴۷۴ اسنادہ ضعیف، نیز دیکھئے موارد الظمآن حدیث نمبر ۱۱۳۲

(۳) دیکھئے تفسیر قرطبی ۲۰/۱۵-۲۱۳

(۴) بخاری حدیث نمبر ۴۳۴۳ مسلم حدیث نمبر ۵۲۱۹، کتاب الاشربۃ

(۵) ترمذی حدیث نمبر ۲۰۴۳ کتاب الطب

(۶) بخاری عن میمونۃ حدیث نمبر ۲۳۵-۲۳۶ کتاب الوضوء

نقصان دہ ہوں جیسے تمباکو، ان کا کھانا یا ان کا سگار اور حقہ پینا مکروہ ہے، کیونکہ آپ ﷺ نے ہر اس چیز سے منع فرمایا ہے جو صحت کو نقصان پہنچانے والی (مفتر) ہو، نهى عن كل مسكر ومفتر (۱) نیز اس لئے بھی کہ جسم اللہ کی امانت ہے اور اس کی حفاظت میں کوتاہی امانت میں خیانت کرنے کے مترادف ہے۔ واللہ اعلم

نبش (کفن کی چوری)

نبش کے معنی کسی چیز کو کھود کر نکالنے کے ہیں، جب اس کی نسبت قبر کی طرف کی جائے تو قبر سے مردے یا مردے کی ہڈیاں کے نکالنے کو کہتے ہیں، نباش کفن چور کو بھی کہا جاتا ہے — قبر کھود کر مردہ یا اس کی ہڈیاں کو نکالنے والے، اور کفن چور کی نسبت سے یہ لفظ کتب فقہ میں استعمال ہوا ہے۔

تدفین کے بعد قبر کھولنے کا حکم

مردہ کی حرمت اور اس کی تکریم کا تقاضا ہے کہ مردہ کی تدفین کے بعد اس کی قبر کھولی نہ جائے، کیونکہ اس میں بے حرمتی کا اندیشہ ہے، یہ بھی ممکن ہے کہ دفن کے بعد بعض اسباب یا عذاب قبر کی وجہ سے اس کے جسم میں مذموم قسم کا تغیر پیدا ہو گیا ہو، قبر کھولنے کی صورت میں ایسے عیوب کا اظہار اور اس کی تشہیر ہو سکتی ہے، اور ظاہر ہے کہ یہ اس کے اکرام و احترام کے منافی ہے۔

اس لئے عام حالات میں قبر کو کھولنا یا لاش کو قبر سے نکالنا جائز نہیں، (۲) البتہ بعض اعذار اور ضرورت کی وجہ سے قبر کھولنے کی گنجائش ہے، جس کا فقہاء نے ذکر کیا ہے اور اس کی دلیل خود حضور اقدس ﷺ کا عبداللہ ابن ابی کی قبر سے اس کی نعش کو نکالنا ہے، چنانچہ اگر مردہ کو کسی دوسرے کی زمین میں بلا اجازت دفن کر دیا گیا اور مغصوبہ زمین کا مالک اس کے باقی رہنے دینے پر اس کی قیمت لینے کے لئے تیار نہیں تو مردہ کو اس قبر سے نکالا جا سکتا ہے، البتہ مالک زمین کو اس بات کا اختیار ہے کہ چاہے تو قبر کے حصہ کو بھی برابر کر کے اس پر کھیتی کر لے بشرطیکہ اس نے اس کی قیمت وصول نہ کی ہو، (۳) اسی طرح اگر قبر میں کوئی قیمتی سامان دفن ہو گیا ہو تو احتیاط کے ساتھ قبر کو کھودا اور سامان نکالنے کے بعد قبر کو درست کر دینے کی گنجائش ہے، (۴) البتہ اگر میت کو قبلہ کی طرف رخ کئے بغیر قبر میں لٹا دیا گیا یا جدھر پاؤں ہونا چاہئے اُدھر سر یا جس طرف سر ہونا چاہئے اُدھر پاؤں رکھ دیا گیا تو قبر کھولنے کی ضرورت نہیں۔ (۵)

قبر پر نماز جنازہ

اسی طرح اگر بغیر غسل کے تدفین ہو گئی جب بھی قبر کھود کر مردہ نکالا نہیں جائے گا، اور نہ اس پر نماز جنازہ پڑھی جائے گی، نیز اگر غسل دے کر دفن کیا گیا، لیکن نماز جنازہ اس پر نہیں ہوئی تو امام ابو یوسفؒ کے ایک قول کے مطابق تین دنوں کے اندر نماز جنازہ پڑھی جا سکتی ہے، اس کے بعد نہیں، دوسرا قول یہ ہے کہ دن کا اعتبار نہیں بلکہ جب تک لاش پھٹی نہ ہو اس وقت تک نماز پڑھنے کی گنجائش ہے، (۶) اور یہی صحیح ہے، اس لئے کہ مختلف علاقوں کے موسم کے لحاظ سے جسم کے پھٹنے کی مدت میں فرق ہو سکتا ہے۔

قبرستان میں مسجد

اگر قبرستان میں مسجد واقع ہو اور مسجد تنگ پڑ رہی ہو، نیز مسجد کے قریب کی قبریں پرانی اور بوسیدہ ہوں تو اس بات کی گنجائش ہے کہ قبرستان کے حصہ میں مسجد کی توسیع کر دی جائے، اور اس میں جو ہڈیاں وغیرہ نکلیں ان کو نکال کر کہیں اور دفن کر دیا جائے۔ (۷)

---

(۱) مسند احمد، ابو داؤد عن ام سلمة بسند صحيح، الجامع الصغير مع الفيض ۶/۳۳۹

(۲) بدائع ۱/۳۱۵

(۳) ہندیہ ۱/۱۶۷

(۴) حوالۂ سابق

(۵) حوالۂ سابق

(۶) بدائع الصنائع ۱/۳۱۵

(۷) عمدۃ القاری ۱۰/۱۹۹، ہندیہ ۱/۱۶۱

البتہ اس کا خیال رکھا جائے کہ ہڈیاں توڑی نہ جائیں، کیونکہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ مردہ کی ہڈیوں کو توڑنا ایسا ہی ہے جیسے زندہ کی ہڈیوں کو توڑنا۔(۱) اگر غیر مسلموں کا قبرستان مسلمان خرید کرلیں تو اس بات کی گنجائش ہے کہ ہڈیاں نکال کر منتقل کردی جائیں اور مسلمانوں کے قبرستان یا مسجد وغیرہ کے مصرف میں بھی ان کو استعمال کیا جائے، البتہ ان کی ہڈیوں کا بھی انسانی نقطۂ نظر سے احترام ملحوظ رکھا جائے۔(۲) چنانچہ خود رسول اللہ ﷺ نے جس جگہ مسجد نبوی ﷺ کی تعمیر فرمائی، وہاں پہلے مشرکین کی کچھ قبریں بھی تھیں، جن کو آپ ﷺ نے نکلوادیا تھا۔(۳)

کفن چوری کی سزا

کفن کی چوری حد درجہ دناءت اور خساست کی بات ہے، امام ابوحنیفہؒ اور امام محمدؒ کے نزدیک کفن چور کی تعزیر اور مناسب سرزنش کی جائے گی، لیکن چوری کی جو شرعی سزا ”ہاتھ کاٹنا“ مقرر ہے، کفن چور پر یہ سزا نافذ نہیں ہوگی؛ کیونکہ چوری مال محفوظ کے لے لینے کا نام ہے، اور کفن مال غیر محفوظ ہے، کیونکہ مردہ خود اپنے کفن کی حفاظت نہیں کرسکتا، امام ابو یوسفؒ کے نزدیک کفن چور کے بھی ہاتھ کاٹے جائیں گے،(۴) چنانچہ حضرت براء بن عازب ؓ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: جو کفن چرائے اس کے ہم ہاتھ کاٹیں گے، اور حضرت عائشہؓ کہتی ہیں کہ ہمارے مردوں سے چوری کرنے والا ایسا ہی ہے جیسے زندہ سے چوری کرنے والا۔(۵) امام ابوحنیفہؒ کے پیش نظر حضرت عبداللہ ابن عباس ؓ کا ارشاد ہے کہ کفن چور کا ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا، اور حضرت امیر معاویہ ؓ کے زمانہ میں جب مدینہ میں ایک ایسا مقدمہ سامنے آیا اور والی مدینہ نے حضرات فقہاء صحابہ ؓ سے اس بارے میں استفسار کیا تو سبھی اس بات پر متفق تھے کہ ایسے شخص کو مار پیٹ کی جائے اور پورے مدینہ میں پھرایا جائے۔(۶) — حقیقت یہ ہے کہ حضرت براء بن عازب ؓ کی مذکورہ حدیث جس میں آپ ﷺ کا ارشاد نقل کیا گیا ہے علامہ زیلعیؒ کی تحقیق کے مطابق ضعیف ہے، اب دونوں نقطۂ نظر پر آثار صحابہ ہی رہ جاتے ہیں، اور احتیاط بہرحال ”حد“ سے بچنے میں ہے، اس لئے امام ابوحنیفہؒ اور امام محمدؒ کا نقطۂ نظر صحیح معلوم ہوتا ہے واللہ اعلم، مالکیہ، شوافع اور حنابلہ کے نزدیک بھی کفن چور کا حکم عام چوری کا ہے اور اس پر چوری کی شرعی سزا جاری کی جائے گی۔(۷)

نبی

یہ لفظ ”نبأ“ سے ماخوذ ہے، اور اس کے معنی ”خبر“ کے ہیں، عربی زبان میں فعیل کا وزن کسی بات میں مبالغہ کو ظاہر کرنے کے لئے آتا ہے، اسی لئے قرآن مجید نے بہت سی صفات باری کو اسی وزن سے تعبیر کیا ہے، جیسے: بصیر، خبیر، کریم وغیرہ، نبی بھی اسی وزن پر ہے، کیونکہ نبی اللہ کی طرف سے خبر دینے والا ہوتا ہے، اس کے آخر میں ہمزہ کے ساتھ بھی تلفظ کیا جاسکتا ہے، اور بغیر ہمزہ کے بھی، تاہم بہتر ہے کہ بغیر ہمزہ کے ”نبی“ کہا جائے،(۸) — نبأ کے مقابلہ میں ”تنبأ“ کا لفظ ہے تنبأ کے معنی بے تعلق ”خبر“ دینے کے ہیں یعنی خلاف واقعہ خبر، اسی لئے جھوٹے مدعی نبوت کو ”متنبی“ کہا جاتا ہے۔

بعض حضرات نے نبی کو ”نباوۃ“ سے مشتق مانا ہے ”نباوۃ“ اور ”نبوۃ“ کے معنی بلند زمین کے ہیں، کیونکہ نبی بھی بلند مرتبت اور عالی درجہ ہوتا ہے، لیکن ترجیح اسی کو ہے کہ یہ ”نبأ“ سے ماخوذ ہے،

---

(۱) ابوداؤد، حدیث نمبر ۳۲۰۷، کتاب الجنائز

(۲) در مختار و رد المحتار ۱/۶

(۳) نسائی، حدیث نمبر ۷۰۳، کتاب المساجد

(۴) البحر الرائق ۵/۵۵

(۵) نصب الرایہ ۳/۳۶۷-۳۶۹ بحوالہ بیہقی فی کتاب المعرفۃ

(۶) نصب الرایہ ۳/۳۶۹-۳۶۸ بحوالہ مصنف ابن ابی شیبہ

(۷) الفقہ الاسلامی وادلتہ ۱۳۰۹

(۸) مجمع القاموس المحیط ۹۴، النہایہ لابن اثیر ۳/۵

اسی معنی کی تائید [illegible] ہوتی ہے۔ (۱)

نبی اور رسول میں فرق

نبی اور رسول میں کوئی فرق ہے یا نہیں؟ اس مسئلہ میں اہل علم کے درمیان اختلاف ہے، بعض اہل علم کے نزدیک یہ دونوں ہم معنی الفاظ ہیں اور نبی و رسول میں کوئی فرق نہیں، لیکن اکثر اہل علم کے نزدیک نبی اور رسول میں مصداق کے اعتبار سے کسی قدر فرق پایا جاتا ہے، اللہ تعالیٰ کے ارشاد سے اسی کی تائید ہوتی ہے:

وما ارسلنا من قبلک من رسول ولا نبی (الحج: ۵۲)

آیت میں نبی اور رسول کا عطف کے ساتھ ذکر کیا گیا ہے اور عطف دونوں کے ایک دوسرے سے مختلف ہونے کو ظاہر کرتا ہے، اس سے دونوں کا فرق واضح ہے، جمہور کے نزدیک نبی عام ہے اور رسول خاص۔ (۲)

پھر جن حضرات نے رسول اور نبی میں فرق کیا ہے ان کے درمیان بھی اس بارے میں اختلاف ہے کہ یہ فرق کیا ہے؟ ایک نقطہ نظر یہ ہے کہ رسول وہ ہے جو نئی شریعت لے کر آئے یا شریعت سابقہ کے بعض احکام کو منسوخ کرے، اور نبی کے لئے صاحب شریعت ہونا ضروری نہیں، جس پر بھی وحی آتی ہو وہ نبی ہے، جس کا مقصد [illegible] ہوگا۔

دوسرا نقطہ نظر یہ ہے کہ جس نبی کو اللہ تعالیٰ نے دوسری اقوام میں بھی دعوت کے لئے بھیجا ہو وہ رسول ہے اور جس کو صرف اپنی قوم کے لئے بھیجا گیا ہو وہ نبی ہے، علامہ [illegible] نے حضرت ابوذر غفاری کی اس روایت کا ذکر کیا ہے [illegible] جما غفیرا [illegible] (۳)

انبیاء کی عصمت

انبیاء ورسل کی حیثیت انسانیت کے لئے نمونہ کی ہے، اس لئے انبیاء معصوم ہوتے ہیں، کیونکہ ان کی حیثیت طبیب روحانی کی ہے اور ان کی ذات اسوہ ہے، اگر پیغمبر بھی اسی طرح گناہوں اور غلطیوں کا مرتکب ہو جیسے عام انسان ہوتے ہیں تو پھر کیونکر ان کے قول و فعل کو اسوہ بنایا جائے گا؟ — البتہ اس بارے میں اختلاف ہے کہ کن گناہوں اور کس درجہ کی غلطیوں سے انبیاء معصوم و محفوظ ہوتے ہیں؟ اس سلسلہ میں تفصیل ہے اور تفصیلات میں اہل سنت و جماعت کے درمیان بھی کسی قدر اختلاف پایا جاتا ہے، جس کا خلاصہ حسب ذیل ہے:

۱) اس بات پر امت کا اجماع ہے کہ نبوت کے بعد ان سے گناہ کبیرہ کا ارتکاب نہیں ہوسکتا۔ (۴)

۲) اس بات پر بھی اجماع ہے کہ منصب نبوت سے سرفراز ہونے کے بعد بھی کسی ایسی بات کا ارتکاب ان سے نہیں ہوسکتا جو خست اور دناءت کے قبیل سے ہو اور جو ان کے منصب و مقام سے فروتر ہو۔ (۵)

۳) اس بات پر بھی امت کا اجماع ہے کہ پیغمبر نبوت ملنے سے پہلے اور نبوت ملنے کے بعد کفریہ قول و فعل کا مرتکب نہیں ہوسکتے۔ (۶)

۴) اس بات پر بھی اجماع ہے کہ نبوت کے بعد احکام شریعت و رشد و ہدایت کی بابت عمداً جھوٹ نہیں بول سکتا۔ (۷)

۵) کیا پیغمبر کی زبان سے سہواً کوئی جھوٹی بات صادر ہوسکتی ہے؟ اس میں اختلاف ہے، بعض اہل علم کے نزدیک پیغمبر سے سہواً بھی جھوٹ صادر نہیں ہوسکتا (۸) — اور یہی صحیح ہے اور [illegible]

---

(۱) مجمع البحار [illegible]

(۲) کشاف اصطلاحات الفنون [illegible]

(۳) [illegible]

(۴) شرح عقائد [illegible]

(۵) [illegible] شرح العقائد [illegible]

(۶) شرح عقیدہ [illegible]

(۷) [illegible]

(۸) شرح عقائد [illegible]

انبیاء کی ہدایات مشکوک ہو جائیں گی۔

۶) ایسے گناہ صغائر جن سے دناءت اور خست کا اظہار نہ ہوتا ہو، کیا پیغمبروں سے ان کا صدور ہو سکتا ہے؟ اس سلسلہ میں بھی اختلاف ہے، سہواً تو ایسی باتوں کا ارتکاب ہو سکتا ہے اس پر اتفاق ہے،(۱) عمداً اس کے صادر ہونے کے بارے میں اختلاف پایا جاتا ہے، امام الحرمین نے اکثر اہل علم سے نقل کیا ہے کہ انبیاء سے صغائر کا بھی صدور نہیں ہوتا، اور قاضی عیاضؒ نے امام طبریؒ اور فقہاء ومحدثین کی اکثریت کا نقطۂ نظر نقل کیا ہے کہ انبیاء سے صغائر کا ارتکاب ہو سکتا ہے، یہی رائے امام رازیؒ کی بھی ہے،(۲) علامہ تفتازانیؒ نے لکھا ہے کہ یہی جمہور کی رائے ہے۔(۳)

البتہ انبیاء سے اگر صغائر کا ارتکاب ہو جائے تو من جانب اللہ ان کو اس پر متنبہ کر دیا جاتا ہے۔(۴)

۷) فقہ الاکبر جو امام ابو حنیفہؒ کی طرف منسوب ہے، اس میں فرمایا گیا ہے کہ انبیاء، کبائر وصغائر گناہوں سے معصوم ہیں، البتہ زلتیں اور لغزشیں ہو سکتی ہیں، پھر شارح کتاب ملا علی قاریؒ نے اس کو مثال سے واضح کیا ہے، کہ جیسے حضرت آدم علیہ السلام سے شجر ممنوعہ کے کھانے کا ارتکاب ہوا تھا، (البقرۃ: ۳۵) اسی طرح کی لغزشیں مراد ہیں،(۵) اور جن حضرات نے انبیاء سے صغائر کے ارتکاب کو جائز قرار دیا ہے، انھوں نے اسی طرح کے واقعات کو مثال میں پیش کیا ہے، اس لئے صحیح یہی ہے کہ صغائر اور لغزشوں کا صدور پیغمبر سے بھی ہو سکتا ہے، اور شاید اللہ تعالیٰ پیغمبروں سے اس کا ارتکاب کراتے ہیں تاکہ بشریت اور ان کے انسان ہونے کا پہلو لوگوں کی نگاہ میں رہے۔ واللہ اعلم

سہو ونسیان

انبیاء سے سہو ونسیان ہو سکتا ہے یا نہیں؟ اس سلسلہ میں ابو اسحاق اسفرائنی اور اہل علم نے انبیاء سے سہو ونسیان کو بھی ناممکن قرار دیا ہے(۶) لیکن اکثر اہل علم کے نزدیک سہو ونسیان کا صدور ممکن ہے، بلکہ بعض حضرات نے تو اس پر اجماع نقل کیا ہے،(۷) کیونکہ آپ ﷺ نے فرمایا:

انا بشر مثلکم انسی کما تنسون نسیت فذکرونی (۸) — اور اس سے شاید ہی انکار ممکن ہو کہ آپ ﷺ سے متعدد مواقع پر سہو ونسیان کا صدور ہوا ہے، نماز میں بھی، قرآن مجید کی تلاوت میں بھی اور بعض دیگر مواقع پر بھی، اس لئے صحیح یہی ہے، انبیاء سے سہو ونسیان کا صدور ہوتا ہے، البتہ تبلیغ دین اور احکام شریعہ کے اظہار و بیان میں انبیاء سے سہو ونسیان نہیں ہو سکتا، کیونکہ یہ ان کا اصل فریضۂ منصبی ہے، اور اگر اس میں سہو ونسیان ہو تو ان کی شان ہدایت پر حرف آتا ہے، اختلاف صرف اس بارے میں ہے کہ انبیاء کے سہو ونسیان کا امکان ہے یا نہیں؟ اور اکثر اہل علم کے نزدیک ایسا ممکن ہے۔(۹)

اہانت انبیاء

انبیاء کا احترام واجب ہے، اور انبیاء کی اہانت باعث کفر، ممتاز حنفی فقیہ عبد الرشید طاہر بخاری نے اس سلسلہ میں تفصیل سے گفتگو کی ہے، فرماتے ہیں:

وفي المحيط: من شتم النبي صلى الله عليه وسلم واهانه او عابه في امور دينه او

---

(۱) شرح عقائد ۱۳۰

(۲) إرشاد الفحول ۳۳

(۳) شرح عقائد ۱۳۰، الأحکام للآمدی ۱/۲۴۵

(۴) إرشاد الفحول ۳۳، شرح عقائد ۱۳۰

(۵) دیکھئے شرح فقہ اکبر ۹۰-۹۹

(۶) دیکھئے الأحکام للآمدی ۱/۲۴۴، شرح فقہ اکبر ۹۰

(۷) إرشاد الفحول ۳۵

(۸) بخاری، رقم الحدیث ۴۰۱، باب التوجه نحو الخ

(۹) إرشاد الفحول ۳۵

في شخصه أو في وصف من أوصاف ذاته، سواء كان منتقصه مسلماً من أمته أو غيرها، وسواء كان من أهل الكتاب أو غيرهم، ذمياً كان أو حربياً، سواء كان الشتم أو الإهانة أو العيب صادراً عنه عمداً أو سهواً أو غفلة أو جداً أو هزلاً فقد كفر خلوداً بحيث إن تاب لم يقبل توبته أبداً لا عند الله ولا عند الناس، وحكمه في الشريعة المطهرة عند متأخري المجتهدين إجماعاً وعند المتقدمين منهم القتل قطعاً (١)

مطلب یہ ہے کہ جس نے رسول اللہ ﷺ کو برا بھلا کہا، آپ کی اہانت کی، یا کسی دینی معاملہ میں یا شخصی معاملہ میں یا آپ کی ذاتی صفت میں عیب لگایا تو برا بھلا کہنے والا چاہے مسلمانوں میں سے ہو یا غیر مسلموں میں سے، اہل کتاب میں سے ہو یا غیر اہل کتاب میں سے، ذمی ہو یا حربی، نیز چاہے سب و شتم، اہانت یا عیب لگانا عمداً ہو یا سہواً، غفلت میں ہو یا ارادۃً یا کسی مذاق میں، ہر صورت وہ ہمیشہ کے لئے کافر ہے، یہاں تک کہ اگر توبہ بھی کر لے تو توبہ قبول نہیں ہوگی، نہ عند اللہ اور نہ عند الناس، اور شریعت مطہرہ میں متاخرین کے نزدیک اجماعاً اور متقدمین کے نزدیک بھی یقینی طور پر قتل ہے۔ (۲)

شاتم رسول کی توبہ

جو شاتم رسول ہو اس کی توبہ کے مقبول ہونے اور نہ ہونے کی بابت علامہ شامی کی تحقیق یہ ہے کہ حنفیہ اور شوافع کے نزدیک اس کی توبہ قبول نہیں ہوگی، خواہ وہ مسلمان تھا اور شتم رسول کا ارتکاب کر کے مرتد ہو گیا یا کافر تھا، اور اسلام قبول کر لیا ہو، مالکیہ اور حنابلہ سے اس سلسلے میں دو روایتیں منقول ہیں، لیکن امام مالکؒ اور امام احمدؒ کا قول مشہور یہی ہے کہ ایسے شخص کی توبہ قبول نہیں ہوگی (۳)، بہر صورت اس بات پر امت کا اجماع اور ائمہ اربعہ کا اتفاق ہے کہ شاتم رسول کافر اور موجب قتل ہے۔ (۴)

انبیاء کے فضلات

انبیاء کی خصوصیات میں سے یہ ہے کہ ان کے فضلات (پیشاب، پاخانہ) پاک ہیں، آنحضور ﷺ کے بول و براز کے بارے میں شوافع اور حنفیہ نے اس کی صراحت کی ہے، اور حافظ ابن حجرؒ کا بیان ہے کہ اس پر بکثرت دلائل موجود ہیں۔ (۵)

نیند ناقض وضو نہیں

انبیاء کی خصوصیت میں یہ بھی ہے کہ ان کی نیند ناقض وضو نہیں ہوتی، اس لئے کہ وضو ٹوٹنے کا اصل باعث یہ ہے کہ بعض دفعہ نیند کی حالت میں نواقض کا صدور ہوتا ہے، اور آدمی اس کا ادراک نہیں کر پاتا، نبی کی شان یہ ہے کہ اس کی آنکھ سوتی ہو لیکن قلب بیدار رہتا ہے، اور کسی وقت بھی شعور و ادراک سے محروم نہیں ہوتا، آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: تنام عيناي ولا ينام قلبي (۶)، اس لئے انبیاء کا خواب بھی وحی الٰہی کے حکم میں ہوتا ہے۔

انبیاء اور ان کے خاندان کے لئے زکوٰۃ

حضرات انبیاء اپنے آپ کو تہمت اور بدگمانیوں کے مواقع

---

(۱) خلاصۃ الفتاویٰ ۴/۳۸۶

(۲) حوالہ سابق

(۳) [illegible] من النوم

(۴) ردالمحتار ۴/۲۱۰-۲۱۴

(۵) [illegible] ۵۰۳

(۶) ابو داؤد، حدیث نمبر ۲۰۲، باب في الوضوء من النوم، کتاب الطہارۃ

سے بالاتر رکھتے تھے، یہی وجہ ہے کہ وہ اپنے اور اپنے اہل خاندان کے لئے زکوۃ کو روا نہیں سمجھتے تھے، من جملہ دوسری مصلحتوں کے اس کی ایک مصلحت یہ بھی تھی کہ لوگوں کو اس بدگمانی کا موقعہ نہ مل پائے کہ نبوت کا ڈھونگ (نعوذ باللہ) زکوۃ وصول کرنے اور اپنے خاندان پر خرچ کرنے کے لئے رچایا گیا ہے، چنانچہ آپ ﷺ نے اپنے آپ پر اور اپنے اہل خاندان پر زکوۃ وصدقات کو حرام قرار دیا، **ان الصدقة لا تحل لنا،** (۱) —— یہ بات تو حضور ﷺ نے اپنے اور اپنے اہل خاندان کے بارے میں فرمائی، رہ گئے دوسرے انبیاء کرام علیہم الصلاۃ والسلام اور ان کی اولاد، تو اس بارے میں اختلاف ہے، لیکن قول معتمد یہ ہے کہ خود حضرات انبیاء کے لئے تو صدقہ حلال نہیں تھا، لیکن ان کے خاندان کے لئے حلال ہے،

والمعتمد فی النهر حلها لاقربائهم لا لهم ، (۲)

انبیاء اور میراث

اسی قبیل سے یہ مسئلہ بھی ہے کہ انبیاء کرام کا متروکہ صدقہ ہوا کرتا ہے، ان کے اقرباء کا حصہ میراث اس سے متعلق نہیں ہوتا، چنانچہ حضرت ابوبکر ؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ہم جو کچھ چھوڑ جائیں وہ صدقہ ہے، اس میں میراث جاری نہیں ہوگی، **لانورث ما ترکنا صدقة ،** (۳) اسی لئے فقہاء نے نبوت کو بھی موانع میراث میں سے مانا ہے، نہ انبیاء کے مال میں میراث جاری ہوگی اور نہ خود انبیاء اپنے اقرباء کے مال میں میراث کے حق دار ہوں گے، یہ غلط فہمی نہ ہونی چاہئے کہ حضرت خدیجہؓ کے مال میں آپ ﷺ کو میراث حاصل ہوئی، حقیقت یہ ہے کہ حضرت خدیجہؓ نے اپنی حیات ہی میں سارا مال آپ ﷺ کو ہبہ کر دیا تھا۔ (۴)

انبیاء کے مال میں زکوۃ نہیں

چونکہ انبیاء کا سارا کچھ اللہ کی راہ میں وقف ہوتا ہے، اسی لئے خود انبیاء کے مال میں بھی زکوۃ واجب نہیں ہوتی، فقہاء نے اس کی مصلحت یہ لکھی ہے کہ زکوۃ کا مقصد مال کی گندگی کو دور کرنا ہے اور حضرات انبیاء کرام کا مال ہر طرح کی گندگی سے مبرا ہے، اس لئے ان کے مال میں زکوۃ واجب قرار دینے کی ضرورت نہیں —— اس سلسلہ میں قرآن مجید کی اس آیت سے جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں ہے کہ "جب تک میں زندہ رہوں مجھے اللہ نے نماز اور زکوۃ کا حکم دیا ہے" (مریم: ۳۱) سے شبہ ہو سکتا ہے، لیکن اہل علم کا خیال ہے کہ اس سے مراد زکوۃ الفطر (صدقۃ الفطر) یا حکم زکوۃ کی تبلیغ یا زکوۃ نفس یعنی ان رذائل سے تزکیہ مراد ہے جو انبیاء کے شایان شان نہیں۔ (۵) واللہ اعلم

نبیذ

عربی زبان میں "نبذ" کے معنی پھینکنے اور ڈالنے کے ہیں، جس چیز کو ڈالا جائے اس کو لغت میں نبیذ کہتے ہیں، (۶) —— فقہاء کے نزدیک نبیذ وہ مشروب کہلاتا ہے، جس میں کھجور وغیرہ ڈالا جائے اور اس کی وجہ سے پانی میں حلاوت پیدا ہو جائے۔ (۷)

نبیذ کی حلت وحرمت

عام طور پر کتب فقہ میں نبیذ سے متعلق دو مسائل زیر بحث آتے ہیں، اول وہ خاص نبیذ جو بطور مشروب کے استعمال کیا جاتا تھا، اس سلسلہ میں دو قسم کی نبیذ کا ذکر ملتا ہے، ایک کشمش کی نبیذ یعنی ایسا پانی جس میں کشمش ڈالی گئی ہو اسے معمولی طور پر پکایا گیا ہو،

---

(۱) ترمذی ۸۵

(۲) در مختار ۷۶/۲

(۳) بخاری ۹۹۵/۲

(۴) رد المحتار ۴۹۰/۵

(۵) دیکھئے رد المحتار ۶/۲

(۶) دیکھئے القاموس المحیط ۴۳۲

(۷) خلاصۃ علی ہامش الہندیہ ۱۸/۱

اس میں جوش آ گیا ہو اور شدت پیدا ہو گئی ہو، دوسرے نبیذ تمر یعنی پانی میں کھجور ڈالی گئی ہو پھر اسے پکایا گیا ہو، یا نہ پکایا گیا ہو، لیکن جوش و شدت پیدا ہو گئی ہو اور جھاگ اٹھنے لگی ہو، ان دونوں ہی صورتوں میں اگر شدت نہ پیدا ہوئی ہو تو بالاتفاق حلال ہے، اور اگر نشہ کی کیفیت پیدا ہو گئی ہو اور اتنا پی لیا جائے کہ اس سے نشہ پیدا ہو جائے تو بالاتفاق حرام ہے اور اس کی وجہ سے حد بھی واجب ہوگی، اگر اتنی مقدار میں پی کہ جس سے نشہ پیدا نہیں ہوا تو امام ابو حنیفہؒ اور امام ابو یوسفؒ کے نزدیک اس کی گنجائش ہے، امام محمدؒ کے نزدیک وہ بہر حال حرام ہے، کم مقدار ہو یا زیادہ، پھر امام محمدؒ کے ایک قول کے مطابق اس پر حد بھی جاری ہوگی، اور ایک قول کے مطابق حد جاری نہ ہوگی، گنہگار ہوگا، لیکن فقہاء کے نزدیک فتویٰ امام محمدؒ کے اس قول پر ہے کہ اس کا پینا بھی حرام ہے اور اس کی وجہ سے حد بھی جاری ہوگی، (۱) —— گیہوں، انجیر اور شہد کی شراب کا بھی یہی حکم ہوگا، اسی لئے قاضی خان نے مطلق لکھا ہے کہ جس شراب میں بھی نشہ کی کیفیت پیدا ہو جائے اس کا پینا حرام ہے مطلقا ان کان سکرا لا یحل شربه (۲) دوسرے فقہاء کی رائے بھی یہی ہے کہ جس شراب میں نشہ پیدا کرنے کی صلاحیت ہو وہ مطلقاً حرام ہے چاہے وہ کم مقدار میں پی جائے یا زیادہ مقدار میں، اور چاہے بالفعل اس سے نشہ پیدا ہو یا نہ ہو، (۳) اور اس کی تائید اس حدیث سے ہوتی ہے جس میں ارشاد فرمایا گیا ہے کہ جو چیز نشہ آور ہو چاہے اس کی مقدار کم ہو یا زیادہ، بہر صورت حرام ہے۔ ما اسکر کثیرہ فقلیلہ حرام۔ (۴)

بعض برتن کے استعمال کی ممانعت پھر اجازت

ابتداءِ اسلام میں آپ ﷺ نے ایسے برتنوں کے استعمال سے منع فرما دیا تھا، (۵) جس میں شراب بنائی جاتی تھی، ایسے چار برتنوں کا ذکر احادیث میں وارد ہے: "دباء" یعنی کدو کو کھوکھلا کر کے بنایا جانے والا برتن، "حنتم" (سبز ٹھلیے اور گھڑے)، "مزفت" یعنی ایسا برتن جس میں ایک خاص قسم کا روغن لگا ہوا ہوتا تھا، اور "نقیر" کھجور اور کسی درخت کی جڑ کو اندر سے کھوکھلا کر کے بنایا جانے والا برتن —— بعد کو آپ ﷺ نے ان برتنوں کے استعمال کی اجازت بھی دے دی تھی، (۶) اس لئے ان برتنوں میں بھی نبیذ بنانا جائز ہے۔ (۷)

نبیذ تمر سے وضوء

نبیذ سے متعلق دوسرا اہم مسئلہ نبیذ تمر سے وضوء کرنے کا ہے، اگر پانی میں کھجور ڈالنے کے بعد نہ اسے پکایا گیا، نہ نشہ پیدا ہوا، نہ پانی میں کوئی تغیر یا نہ مٹھاس پیدا ہوئی اور نہ پانی کا پتلا پن ختم ہوا، تو بالاتفاق ایسے پانی سے وضوء کرنا جائز ہے، اگر کھجور کو پانی میں ابالا گیا یا اس میں نشہ پیدا ہو گیا یا پانی کا پتلا پن ختم ہو گیا تو بالاتفاق اس سے وضوء کرنا جائز نہیں۔

ایسی نبیذ جس میں پتلا پن تو باقی ہو لیکن مٹھاس پیدا ہو گئی ہو، البتہ نہ اسے پکایا گیا ہو اور نہ نشہ پیدا ہوا ہو، اس صورت کے بارے میں فقہاء کے درمیان اختلاف ہے، سفیان ثوریؒ کے نزدیک اس سے وضوء کیا جا سکتا ہے، (۸) امام ابو حنیفہؒ کا بھی قول مشہور یہی ہے؛ کیونکہ حضرت عبداللہ ابن مسعودؓ سے مروی ہے کہ حضور ﷺ نے وضوء کے لئے پانی مانگا، میں نے عرض کیا کہ

---

(۱) دیکھئے ہدایہ ۴۹۶/۴

(۲) خانیہ علی ہامش الہندیہ ۱۹۰/۲

(۳) المغنی ۱۵۹/۹

(۴) ترمذی ۸/۲، باب ماجاء ما اسکر کثیرہ فقلیلہ حرام

(۵) ترمذی ۸/۲

(۶) حوالۂ سابق

(۷) البحر الرائق ۲۴۸/۸

(۸) ترمذی، باب الوضوء بالنبیذ، حدیث نمبر ۸۸

صرف نبیذ ہے، آپ ﷺ نے فرمایا کہ کھجور بھی پاک ہے، اور پانی بھی پاک، پھر آپ ﷺ نے اس سے وضو فرمالیا۔(۱)

ائمہ ثلاثہ اور دوسرے فقہاء و محدثین نبیذ سے وضوء کے قائل نہیں ہیں، اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے پانی سے وضوء کرنے کا حکم دیا ہے اور یہ پانی نہیں بلکہ اس کا نام نبیذ ہے، رہ گئی مذکورہ حدیث تو وہ حد درجہ ضعیف ہے، امام ترمذیؒ نے خود اس روایت کو ناقابل استدلال قرار دیا ہے اور امام طحاویؒ اور حافظ زیلعیؒ جیسے حنفی محدثین نے بھی اس حدیث کے ضعف کو تسلیم کیا ہے،(۲) —— نیز خود امام ابوحنیفہؒ نے اپنی اس رائے سے رجوع کرلیا تھا اور آخری قول امام صاحب کا یہی ہے کہ نبیذ تمر سے وضوء جائز نہیں،(۳) اس طرح اب گویا اس مسئلہ پر ائمہ اربعہ کا اتفاق ہے۔

نتاج

چوپائے کے وضع حمل کو "نتاج" کہتے ہیں،(۴) اسلام سے پہلے خرید و فروخت میں بہ طور مدت وضع حمل کا ذکر کیا کرتے تھے، یا حمل کے حمل کی بیع کیا کرتے تھے، آپ ﷺ نے اس سے منع فرما دیا۔ (دیکھئے: بیع)

نتن (سڑی ہوئی چیز)

نتن ("ن" پر زبر اور "ت" پر زیر) ایسی چیز کو کہتے ہیں جس میں بدبو پیدا ہو جائے، ظاہر ہے یہ سڑنے کی علامت ہوتی ہے —— فقہاء کے یہاں اس سلسلہ میں کچھ زیادہ وضاحت نہیں ملتی، تاہم فتاویٰ عالمگیری میں ہے:

واللحم اذا انتن یحرم آکله والسمن واللبن والزیت والدهن اذا انتن لایحرم، والطعام اذا تغیر واشتد تنجس والاشربة بالتغیر لاتحرم، کذا فی خزانة الفتاوی. (۵)

گوشت میں سڑن پیدا ہو جائے تو اس کا کھانا حرام ہے، گھی، دودھ، تیل، اور زیتون کا تیل سڑ جائے تو حرام نہیں ہے، کھانے میں تغیر پیدا ہو جائے اور جھاگ اٹھ جائے تو ناپاک ہے، مشروبات تغیر کی وجہ سے حرام نہیں ہوتے۔

نثار (لٹانا)

"نثار" کے معنی بکھیرنے کے ہیں، —— زمانہ قدیم ہی سے خوشی اور بالخصوص شادی بیاہ کے مواقع پر روپے، پیسے اور میٹھی چیزوں کے بکھیرنے کا طریقہ مروج ہے، مالکیہ اور شوافع کے یہاں اس طرح کسی چیز کا بکھیرنا، لٹانا اور حاضرین کا اسے لوٹ کر حاصل کرنا گو مباح ہے لیکن کراہت سے خالی نہیں،(۶) حنفیہ کے نزدیک بلا کراہت جائز ہے،(۷) امام احمدؒ سے دو قول منقول ہے، ایک قول کراہت کا اور یہی ان کے نزدیک زیادہ مشہور ہے، دوسرا قول مکروہ نہ ہونے کا، بعض فقہاء حنابلہ نے اسی کو ترجیح دیا ہے،(۸) جو لوگ مکروہ قرار دیتے ہیں ان کی دلیل یہ ہے کہ اس میں چھینے اور جھپٹنے کی کیفیت پیدا ہوتی ہے اور آپ ﷺ نے اس سے منع فرمایا ہے۔(۹)

جو حضرات اس کو بلا کراہت جائز کہتے ہیں، ان کا خیال ہے کہ لوٹنے کی ممانعت اس وقت ہے جب کہ ناجائز اور غیر مشروع طریقہ پر کسی کے مال پر لوٹ پڑا جائے، یہاں تو خود مالک کی طرف سے اس کو لوٹنے کی اجازت ہوتی ہے، اس لئے اس کے

---

(۱) ترمذی، باب الوضوء بالنبیذ، حدیث نمبر ۸۸

(۲) دیکھئے شرح معانی الآثار ۱/۵۵، نصب الرایہ ۱/۱۳۸-۱۴۰

(۳) قاضی خان علی ہامش الہندیہ ۱/۱۸، البحر الرائق ۱/۱۴۲

(۴) القاموس المحیط ۲۹۳

(۵) ہندیہ ۵/۳۳۹

(۶) المغنی ۷/۲۴۰

(۷) فتاویٰ سراجیہ ۵۵، باب الولیمة والختان

(۸) المغنی ۸/۲۱۹

(۹) ترمذی، حدیث نمبر ۳۳

جاتا ہے [illegible] ان حضرات نے ایک حدیث بھی پیش نظر رکھی ہے جو روایت حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے ہے، اس میں شادی کے موقع سے آپ ﷺ نے لٹانے کی اجازت دی، بلکہ آپ ﷺ نے خود بھی اس میں شرکت فرمائی اور ارشاد فرمایا کہ [illegible] لیکن [illegible] محدثین [illegible] ضعف سے خالی نہیں (۱)

متفرق احکام

☆ صحیح قول کے مطابق اسے لوٹنا اور بچے کا لوٹنا بھی جائز ہے جس میں انتظار کا [illegible] کیونکہ مباحات میں ہے۔

☆ اگر لٹانے کے وقت کسی شخص نے اپنا دامن یا کپڑا اس چیز کے حاصل کرنے کی نیت سے پھیلایا اور اسی میں آ پڑی تو وہی اس کا مالک ہوگا، کسی دوسرے شخص کا لینا جائز نہیں۔

☆ اگر کسی شخص نے اپنا دامن نہیں پھیلایا لیکن اتفاق سے کوئی شئی اس کی گود میں آ گری تو محض اس کے گود میں آ گرنے کی وجہ سے وہ اس کا مالک نہیں ہوگا اور دوسرے شخص کے لئے اس کو لینا جائز ہوگا۔

☆ شادی وغیرہ کی تقریب کے لئے [illegible] مواقع سے لوگوں کو جو [illegible] لئے رکھنا جائز ہے۔ (۲)

☆ اگر لٹانے کے بجائے [illegible] تقسیم کر دی جائے تو یہ بالاتفاق جائز ہے، اس کے جائز ہونے میں اختلاف نہیں (۱) — اس لئے یہ صورت [illegible] کیونکہ یہ تحفہ و تحائف سے قریب بھی ہے اور اس میں فقہاء کا اختلاف بھی نہیں۔ (مرتب)

نجاست (ناپاکی)

نجاست کے معنی ناپاکی کے ہیں، فقہاء نے نجاست کی کئی قسمیں کی ہیں، ادراک و احساس کے اعتبار سے دو قسمیں ہیں: نجاست حقیقی و نجاست حکمی۔ جن صورتوں میں شریعت کے حکم کی بنا پر ناپاکی تسلیم کرتے ہیں، گو ظاہراً ناپاکی محسوس نہیں کی جاتی، اس کو "نجاست حکمی" یا "حدث" کہتے ہیں، جیسے ریح وغیرہ کے خارج ہو جانے کی وجہ سے اعضاء وضو کا ناپاک ہو جانا، اور منی کے خارج ہو جانے کی وجہ سے پورے جسم کا ناپاک ہونا۔

(اس مسئلہ کی تفصیل "حدث" کے تحت مذکور ہو چکی ہے)

جو نجاست محسوس ہو اور عقل بھی اس کا ادراک کرتی ہو وہ "نجاست حقیقی" ہے، جیسے پیشاب، پاخانہ، خون وغیرہ۔

پھر نجاست حقیقی کی بھی دو صورتیں ہیں، ایک صورت یہ ہے کہ نجاست خشک ہونے کے بعد نظر آتی ہے جیسے پاخانہ، اس کو نجاست مرئیہ کہتے ہیں — دوسری صورت نجاست حقیقی کی وہ ہے جو خشک ہونے کے بعد نظر نہ آئے، جیسے پیشاب، ناپاک پانی وغیرہ، اس کو "نجاست غیر مرئیہ" کہتے ہیں۔

مرئی نجاست کو دور کرنے کا طریقہ

نجاست مرئیہ کو دور کرنے کے لئے ضروری ہے کہ اصل نجاست دور ہو جائے، اگر ایک دفعہ میں دور ہو جائے تو بھی کافی ہے، [illegible] نجاست ہے کہ اس کا رنگ یا بو مشقت سے زائل ہو سکتی ہے تو اسے زائل کر دیا جائے ورنہ اگر بامشقت بھی اس کا ازالہ ممکن نہ ہو جیسے صابن کے استعمال یا گرم پانی میں جوش دیے بغیر نجاست کا رنگ نہ جاتا ہو تو پھر نجاست کے اثر کو دور کرنا ضروری نہیں، جیسے پاخانہ کا رنگ کپڑے پر لگ جائے تو اتنا دھونا کافی ہوگا کہ صاف

---

(۱) [illegible] ۲۹۰
(۲) [illegible] ۱۸۵
(۱) [illegible] ۲۳۰

رنگین شدہ ہے کہ کپڑے پر رنگ باقی ہو۔(۱)

غیر مرئی نجاست سے پاکی کا طریقہ

اگر نجاست غیر مرئیہ ہو تو تین بار دھونا ضروری ہے، اور اگر وہ چیز نچوڑی جا سکتی ہے تو ہر بار نچوڑنا بھی ضروری ہے، اسی میں احتیاط ہے، گو ایک قول یہ بھی ہے کہ ایک بار کا نچوڑنا کافی ہے، اور بعض حضرات نے اسی پر فتوی دیا ہے —— اور جن چیزوں کو نچوڑنا ممکن نہ ہو تو اس کو تین بار اس طرح دھویا جائے کہ ہر بار پانی کے قطرات اچھی طرح نکل جائیں، گو بالکل خشک نہ ہونے پائیں، خواہ اس شی نے کسی قدر بھی نجاست اپنے اندر جذب کر لی ہو، یہ صورت اس کو پاک کرنے کے لئے کافی ہو جائے گی، یہاں تک کہ اگر نیا گھڑا یا اینٹ ہو تو اس کو پاک کرنے کے لئے بھی یہ صورت کافی ہوگی، اور اس میں محفوظ پانی ناپاک سمجھا جائے گا۔(۲)

نجاست غلیظہ و خفیفہ

پھر یہ نجاستیں تمام یکساں درجہ کی نہیں ہوتیں، بعض نجاستیں زیادہ شدید ہوتی ہیں اور بعض کم، اسی اعتبار سے بھی نجاست کی دو قسمیں کی گئی ہیں: نجاست غلیظہ اور نجاست خفیفہ، جس چیز کے ناپاک ہونے پر دلیل قطعی موجود ہو اور اس سلسلہ میں نصوص متعارض نہ ہوں، جیسے انسان کا پیشاب، پاخانہ، خون، وہ نجاست غلیظہ کہلاتی ہے اور جو ایسی نہ ہو وہ نجاست خفیفہ، جیسے ان جانوروں کا پیشاب جن کا گوشت کھانا حلال ہے، یہ تعریف امام ابو حنیفہؒ کی رائے پر ہے، صاحبین کے نزدیک جس چیز کے ناپاک ہونے پر فقہاء کا اتفاق ہو وہ نجاست غلیظہ ہے، اور جس کی بابت اختلاف ہو وہ نجاست خفیفہ ہے۔(۳)

نجاست غلیظہ کا حکم

نجاست غلیظہ اور خفیفہ میں حکم کے اعتبار سے فرق یہ ہے کہ نجاست غلیظہ کی مقدار درہم تک معاف ہے، یعنی اگر ایک درہم کی مقدار تک کپڑے یا جسم میں نجاست لگی ہو تو اس میں نماز پڑھنے کی گنجائش ہے، "گنجائش" سے مراد یہ ہے کہ کراہت پھر بھی باقی رہے گی، اگر مقدار درہم نجاست ہو تب تو اس کے ساتھ نماز ادا کرنا بالاجماع مکروہ تحریمی ہے، اگر مقدار درہم سے کم ہے اور نماز میں داخل ہونے کے بعد نظر پڑی اور وقت میں اتنی گنجائش ہے کہ ناپاکی کو دھو کر دوبارہ نماز پڑھ سکتا ہے تو دھو کر دوبارہ نماز ادا کر لینا ہی بہتر ہے۔

پھر مقدار درہم سے کیا مراد ہے؟ اس میں بھی اختلاف ہے، ایک درہم کا وزن یا ایک درہم کی پیمائش؟ دونوں طرح کے اقوال موجود ہیں، علامہ ہندوانی نے اس کو ترجیح دیا ہے کہ اگر نجاست رقیق ہو جیسے: پیشاب، تو مساحت مراد ہے، اور اگر نجاست گاڑھی ہو تو ایک درہم کا وزن مراد ہے، بہت سے مشائخ احناف نے ہندوانی کی اس ترجیح کو پسند کیا ہے، زیلعیؒ، ابن ہمامؒ اور کاسانیؒ وغیرہ بھی اسی طرف رجحان رکھتے ہیں،(۴) —— واضح ہو کہ اس میں درہم سے بڑا درہم مراد ہے جو ایک مثقال یعنی بیس قیراط کا ہو،(۵) اور ایک درہم کی مساحت سے انگلیوں کے جوڑ کے حصہ کو الگ کرنے کے بعد ہتھیلی کا حصہ یا ہتھیلی کی گہرائی والا" حصہ مراد ہے۔(۶)

نجاست خفیفہ کا حکم

نجاست خفیفہ ایک چوتھائی معاف ہے، یعنی اس کے ساتھ نماز ادا ہو سکتی ہے، یہی قول صحیح ہے، کہ اس بارے میں امام ابو حنیفہؒ

---

(۱) ہندیہ ۱/۴۱-۴۲

(۲) ہندیہ ۱/۴۲

(۳) دیکھئے: ہدایہ مع الفتح ۱/۲۰۲-۲۰۳

(۴) البحر الرائق ۱/۲۲۹

(۵) حوالۂ سابق، ہدایہ مع الفتح ۱/۲۰۴

(۶) البحر الرائق ۱/۲۲۹، در مختار مع الرد ۱/۲۱۲

سے مختلف اقوال منقول ہیں،(۱) ۔۔۔ تاہم اس میں اختلاف ہے کہ ایک چوتھائی سے کیا مراد ہے؟ اس سلسلہ میں تین قول ہیں۔ ایک یہ کہ جسم یا کپڑے کے جس عضو میں نجاست لگی ہو اس کا ایک چوتھائی جیسے: آستین میں لگی ہو تو آستین کا چوتھائی، دامن میں لگی ہو تو دامن کا چوتھائی، بہت سے مشائخ حنفیہ اس کے قائل ہیں اور تبیین الحقائق میں اسی پر فتویٰ دیا گیا ہے، شامی کا رجحان بھی اسی طرف معلوم ہوتا ہے، دوسری رائے یہ ہے کہ پورے کپڑے اور پورے بدن کا چوتھائی مراد ہے، علامہ سرخسیؒ نے اسی کو ترجیح دی ہے، تیسری رائے یہ ہے کہ کم سے کم جتنے کپڑے میں نماز درست ہو سکتی ہے جیسے تہبند اس کا چوتھائی مراد ہے۔(۲)

یہ نجاست غلیظہ اور خفیفہ کے حکم میں یہ فرق کپڑے، جسم اور اسی طرح کی جامد چیزوں کے بارے میں ہے، پانی میں نجاست غلیظہ گرے یا نجاست خفیفہ، دونوں کا حکم یکساں ہے۔(۳)

مختلف نجاستیں

علامہ کاسانیؒ نے اپنے ذوق خاص کے مطابق نجاست کی مختلف قسموں کا ذکر کر کے نجاستوں کا احاطہ کرنے کی کوشش کی ہے جس کا خلاصہ اس طرح ہے:

۱) انسانی جسم سے نکلنے والی وہ تمام چیزیں جن سے وضو یا غسل واجب ہو جاتا ہے ناپاک ہیں اور وہ یہ ہیں: پیشاب، پاخانہ، ودی، مذی، منی، حیض، نفاس، و استحاضہ کا خون، بہتا ہوا خون، پیپ، منہ بھر قے، ان میں صرف منی کی بابت اختلاف ہے کہ شوافع کے نزدیک یہ پاک ہے۔

۲) حیوانات کے جسم سے نکلنے والے فضلات، پیشاب، پاخانہ — جن جانوروں کا گوشت نہیں کھایا جاتا ہو ان کے پیشاب ناپاک ہیں، اس پر سبھوں کا اتفاق ہے، جن جانوروں کا گوشت کھایا جاتا ہو ان کا پیشاب امام ابوحنیفہؒ اور امام ابویوسفؒ کے نزدیک ناپاک اور امام محمدؒ اور بعض دیگر فقہاء کے نزدیک پاک ہے، اور امام ابویوسفؒ کے نزدیک بغرض علاج اس کا استعمال جائز ہے، (تفصیل کے لئے دیکھئے: بول، حیوان) — جانوروں کا پاخانہ بھی حنفیہ اور اکثر فقہاء کے نزدیک ناپاک ہے، خواہ ان کا گوشت کھایا جاتا ہو یا نہ کھایا جاتا ہو، امام مالکؒ اور حنفیہ میں امام زفرؒ کے نزدیک جن جانوروں کا گوشت کھایا جاتا ہو ان کا پاخانہ بھی پاک ہے۔

ایسے پرندے جو فضاء میں بیٹ کرتے ہوں اور ان کا گوشت کھایا جاتا ہو جیسے: کبوتر، گوریے وغیرہ، ان کی بیٹ حنفیہ کے نزدیک پاک ہے، اور شوافع کے نزدیک ناپاک، اور جن کا گوشت نہیں کھایا جاتا جیسے چیل، شاہین، ان کی بیٹ بھی امام ابوحنیفہؒ اور امام ابویوسفؒ کے نزدیک پاک اور امام محمدؒ کے نزدیک ناپاک ہے، البتہ جو پرندے زمین میں بیٹ کرتے ہوں جیسے، مرغی اور بطخ وغیرہ، تو ان کی بیٹ ناپاک ہے۔

۳) وہ مردار جس میں بہتا ہوا خون ہو — جس مردار میں بہتا ہوا خون (دم سائل) نہ ہو وہ ناپاک نہیں جیسے، مچھر، مکھی، بھڑ وغیرہ، اسی طرح مردار کے جن اعضاء میں خون نہ پایا جاتا ہو جیسے ہڈی، سینگ، دانت، کھر، بال وغیرہ، یہ بھی حنفیہ کے نزدیک ناپاک نہیں، بعض فقہاء کے نزدیک تمام مردار جانوران کے تمام اجزاء ناپاک ہیں۔

۴) سور اپنے تمام اجزاء کے ساتھ امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک ناپاک ہے اور اسی لئے وہ "نجس العین" کہلاتا ہے۔

۵) کتے کے بارے میں اختلاف ہے کہ وہ نجس العین

---

(۱) بدائع الصنائع ۱/۸۰

(۲) در مختار ۱/۲۱۰

(۳) رد المحتار ۱/۲۰۳

ہے یا نہیں؟ لیکن قول صحیح اس کا نجس العین نہ ہونا ہے۔

۶) کتا، سور اور درندہ جانوروں کا جھوٹا بھی ناپاک ہے۔

(تفصیل کے لئے دیکھئے: سور)

۷) شراب بھی ناپاک ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اسے "رجس" یعنی نجس قرار دیا ہے۔

۸) نجاست حقیقی کا دھون (غسالہ) بھی ناپاک ہے، نجاست حکمیہ کا دھون جسے ماء مستعمل کہتے ہیں صحیح تر قول کے مطابق ناپاک نہیں۔ (۱) (دیکھئے: غسالہ، ماء)

نجاست دور کرنے کے ذرائع

نجاست حکمی یعنی حدث کا ازالہ تو صرف پانی ہی سے ہو سکتا ہے کسی اور چیز سے نہیں، یعنی وضو و غسل کے لئے پانی ہی ضروری ہے، البتہ اگر پانی موجود نہ ہو یا موجود ہو لیکن کسی وجہ سے اس کے استعمال کرنے پر قادر نہ ہو، تو مٹی اور جنس ارض سے تیمم کیا جا سکتا ہے۔ (تفصیل کے لئے دیکھئے: وضو، غسل، تیمم)

لیکن نجاست حقیقی کے ازالہ کے لئے مختلف ذرائع ہیں اور وہ اس طرح ہیں:

۱) پانی میٹھا ہو یا کھارا۔

۲) ہر ایسی بہنے والی پاک چیز جس سے نجاست کو زائل کرنا ممکن ہو، جیسے سرکہ، عرق گلاب وغیرہ جس کو نچوڑا جا سکتا ہو، جو چیزیں پوری طرح نچوڑی نہ جا سکتی ہوں جیسے: تیل، ان سے نجاست کا ازالہ نہیں ہو سکتا۔

۳) مسح یعنی پونچھنا — تلوار، چھری، آئینہ اور ان جیسی چیزوں پر نجاست لگ جائے، خواہ نجاست ذی جرم ہو یا غیر ذی جرم، یعنی جسامت والی ہو یا نہ ہو، پونچھنے سے پاک ہو جاتی ہیں۔

۴) فرک یعنی کھرچنا — گاڑھا، خشک مادۂ منویہ یا اس طرح کی کوئی ایسی نجاست ہو تو کھرچنے اور رگڑنے کی وجہ سے پاکی حاصل ہو جاتی ہے، جو نجاستیں جسامت والی نہ ہوں، جیسے: پیشاب اور شراب، تو وہ دھونے سے پاک ہوگی، لیکن اگر اس پر مٹی ڈال دی جائے اور وہ مٹی کے ساتھ جذب ہو جائے پھر وہ مٹی کھرچ دی جائے تو یہ اس کی پاکی کے لئے کافی ہے، چرمی موزے میں اگر پاخانہ یا لید لگ جائے تو اس کو بھی کھرچ دینا کافی ہے۔

۵) خشک ہو جانا اور اثر نجاست کا دور ہو جانا بعض اشیاء میں پاکی کا سبب ہے مثلاً زمین پر پیشاب تھا، زمین خشک ہو گئی اور نجاست کا اثر دور ہو گیا تو اس پر نماز ادا کی جا سکتی ہے، البتہ اس پر تیمم کرنا درست نہیں، زمین دھوپ کی وجہ سے خشک ہوئی ہو یا آگ کی وجہ سے یا ہوا کی وجہ سے، سب کا حکم یہی ہے، اسی طرح جو چیزیں زمین میں لگی ہوئی ہوں اور اس سے پیوست ہوں جیسے: دیواریں، درخت، بانس، ان کا بھی یہی حکم ہے، لیکن جب درخت یا بانس کاٹ لیا جائے تو پھر ان کو دھونا ضروری ہوگا، اینٹ اگر بچھی ہوئی ہو تو وہ زمین کے حکم میں ہے اور رکھی ہوئی ہو کہ ایک جگہ سے دوسری جگہ اس کا منتقل کرنا ممکن ہو تو پھر اس کو دھونا ضروری ہوگا، یہی حکم پتھر کا بھی ہے۔

اگر زمین خشک ہو گئی، پھر دوبارہ اس پر پانی آ گیا تو کیا زمین کے تر ہونے سے ناپاکی لوٹ آئیگی؟ اس میں اختلاف ہے، لیکن صحیح تر قول یہی ہے کہ ناپاکی نہیں لوٹے گی۔

۶) جلانا بھی پاک کرنے کا ایک ذریعہ ہے، چنانچہ اگر جانور کے یا خود انسان کے فضلے جلا کر راکھ کر دیے جائیں تو امام محمدؒ کے نزدیک پاک ہو جائے گا، اور اسی پر فتوی ہے، اسی طرح بکری کے سر کا حصہ خون میں لت پت تھا اس کو آگ میں ڈال دیا گیا یہاں تک کہ خون جل گیا تو اب وہ پاک شمار کیا جائے گا، ناپاک پانی سے

---

(۱) ملخص از: بدائع الصنائع [illegible]

مٹی کا برتن تیار کیا گیا اور اسے آگ میں پکایا گیا تو اب برتن پاک سمجھا جائے گا، تنور کو ناپاک پانی سے پونچھا گیا پھر سلگایا گیا، آگ کی گرمی سے تراوٹ ختم ہوگئی تو اب اس میں روٹی پکانا درست ہوگا۔

۷) پاک کرنے کے طریقوں میں سے ایک یہ بھی ہے کہ کسی ناپاک شئی میں ایسا تغیر پیدا ہو کہ اس کی حقیقت ہی بدل جائے فقہ کی اصطلاح میں اس کو استحالہ کہتے ہیں۔ (دیکھئے: استحالہ)

۸-۱۰) پاک کرنے کے طریقوں میں چمڑے کو دباغت دینا اور جانور کو شرعی طریقہ پر ذبح کرنا بھی ہے۔ (تفصیل کے لئے دیکھئے: دباغت، ذکاۃ) —— اسی طرح ایک صورت پانی نکالنے کی ہے کہ پانی کی ایک متعینہ مقدار نکالنے سے کنواں پاک ہو جاتا ہے۔ (۱)

(کنویں کی پاکی اور ناپاکی کے احکام کے لئے ملاحظہ ہو: بئر)

پٹرول سے نجاست کا ازالہ

آج کل بعض اشیاء کے دھونے میں پٹرول کا استعمال کیا جاتا ہے، چونکہ یہ بھی ایک بہتی ہوئی چیز ہے اور اس میں دوسری چیزوں کے اثر کو زائل کرنے کی غیر معمولی صلاحیت موجود ہے، یہاں تک کہ بعض رنگ جو پانی سے دور نہیں ہوتا، پٹرول سے وہ بھی دور ہو جاتے ہیں، اس لئے پٹرول بھی نجاست کو زائل کرنے کے لئے کافی ہے۔

کاغذ سے استنجاء

اسی طرح فی زمانہ ایسے کاغذ بھی تیار کئے جاتے ہیں جن کا مقصد آلائش کو دور کرنا ہے اور استنجاء کے لئے بھی ان کا استعمال کیا جاتا ہے، نجاست حقیقی اگر کاغذ کے استعمال سے دور ہو جائے تو اس کا استعمال بھی کافی ہوگا، فقہاء نے کاغذ سے استنجاء کو مکروہ قرار دیا ہے کیونکہ کاغذ علم کے نشر و اشاعت کا ذریعہ ہے، لہٰذا اس کے احترام کا تقاضہ ہے کہ اس کو ایسے مواقع پر استعمال نہ کیا جائے، فقہاء نے اس کی ایک وجہ یہ بھی لکھی ہے کہ کاغذ میں بہت چکناہٹ ہوتی ہے اس لئے اس سے پوری طرح نجاست کا ازالہ دشوار ہے۔ (۲)

لیکن آج کل جو کاغذ خاص اسی مقصد کے لئے تیار کیا جاتا ہے نہ وہ تحریر و کتابت کے لائق ہوتا ہے، اور نہ چکنا، اس لیے اس کے استعمال میں کوئی قباحت نظر نہیں آتی، ظاہر ہے کہ استنجاء میں کاغذ کے استعمال کا حکم وہی ہوگا جو ڈھیلوں کے استعمال کا ہے، یعنی نجاست کا مکمل ازالہ اس سے نہ ہوگا، بلکہ نجاست میں صرف کمی واقع ہوگی اور چونکہ نجاست کی معمولی مقدار معاف ہے، اس لئے ایسے شخص کی نماز درست ہو جاتی ہے لیکن اگر وہ پانی کی معمولی مقدار (ماء قلیل) میں اتر جائے تو پانی ناپاک ہو جائے گا، اس لئے کہ ماء قلیل نجاست کی معمولی مقدار سے بھی ناپاک ہو جاتا ہے۔ واللہ اعلم

نجاست حقیقی و حکمی میں پاک کرنے کے اعتبار سے فرق

مذکورہ سطور سے یہ بات بھی واضح ہوتی ہے کہ نجاست حکمی یعنی حدث و جنابت اور نجاست حقیقی میں کیا فرق ہے؟ —— ایک فرق تو یہ ہے کہ نجاست حکمی کے ازالہ کے لئے پانی ہی ہونا ضروری ہے، اور نجاست حقیقی پانی کے علاوہ ہر بہتی ہوئی چیز سے بھی دھوئی جا سکتی ہے، نیز بعض صورتوں میں دھونے کے بجائے پونچھنے، خشک ہو جانے اور اسی طرح کی بعض دوسری صورتوں کے ذریعہ بھی نجاست کا ازالہ ہو جاتا ہے، دوسرے: نجاست حکمی کو دور کرنے کے لئے ایک دفعہ دھونا کافی ہے، وضو ہو یا غسل، لیکن نجاست حقیقی کی بعض ایسی صورتیں بھی ہیں کہ جن میں تین بار دھونا ضروری ہے، اس سلسلہ میں تفصیل اوپر گذر چکی ہے۔ (۲)

---

(۱) ملخص از: حلبی ص ۱۸۵، ۱۳۰، بدائع الصنائع ۱/۸۶-۸۳

(۲) دیکھئے بدائع الصنائع ۱/۸۰، ہدایہ مع الفتح ۱/۱۹۶

(۱) ردالمحتار ۱/۲۲۵

یہ تفصیل حنفیہ کی رائے پر ہے، مالکیہ اور شوافع کے نزدیک نجاست حقیقی کے ازالہ کے لئے بھی پانی ہی کا استعمال ضروری ہے، امام احمدؒ سے دونوں طرح کی روایتیں منقول ہیں۔ (۱)

کیا پاکی کے لئے نجاست پر پانی ڈالنا ضروری ہے؟

جیسا کہ مذکور ہوا ناپاک چیز کو پاک کرنے کا اصل اور بنیادی طریقہ دھونا ہے، اس سلسلہ میں یہ وضاحت قابل ذکر ہے کہ ناپاک چیز کو دھونے کی ایک صورت تو یہ ہے کہ بہتے ہوئے پانی میں دھویا جائے، دوسری صورت یہ ہے کہ خود اس پر پانی بہایا جائے، یہ دونوں صورتیں بالاتفاق درست ہیں، اگر پانی کی مقدار فقہاء کی اصطلاح کے مطابق کثیر ہو جیسے بڑے تالاب یا حوض تو یہ بھی جاری پانی ہی کے حکم میں ہے، اس لئے پاک کرنے کا یہ طریقہ بھی بالاتفاق درست ہوگا۔

لیکن اختلاف اس صورت میں ہے جب کپڑے برتن میں دھوئے جائیں یا خود انسان کے جسم میں نجاست لگی ہو اور ٹب میں یکے بعد دیگرے غسل کیا تو تیسرے برتن اور ٹب کے بعد پاکی حاصل ہو گئی، ظاہر ہے کہ یہی حکم اس صورت میں بھی ہوگا جب ایک ہی برتن میں تین بار اس طرح دھوئے کہ پچھلا پانی پھینک دے اور نیا پانی استعمال میں لائے۔

امام ابو یوسفؒ کے نزدیک اس صورت میں پاکی حاصل نہیں ہوگی، ان کے نزدیک ناپاک کپڑوں یا بدن میں لگی ہوئی ناپاکی کو اس وقت تک دور ہی نہیں کیا جا سکتا، جب تک اس پر پانی نہ ڈالا جائے، امام ابو یوسفؒ کی رائے میں جو مشقت ہے وہ ظاہر ہے اسی لئے امام ابو حنیفہؒ اور امام محمدؒ کی رائے راجح ہے۔ (۲)

نجش

یہ لفظ "ن" پر زبر اور "ج" پر جزم کے ساتھ ہے۔ اصطلاح میں نجش یہ ہے کہ کسی چیز کو خریدنے کا ارادہ نہ ہو، لیکن بڑھا کر قیمت بولی جائے، ان تزید فی ثمن سلعۃ ولا رغبۃ لک فی شراءھا، (۳) اس کا مقصد چونکہ دھوکہ دینا ہے اس لئے رسول اللہ ﷺ نے اس سے منع فرمایا ہے۔

(تفصیل لفظ بیع کے تحت آچکی ہے)

نحر

لغت میں "نحر" قلادہ پہننے کی جگہ کو کہتے ہیں، فقہاء کی اصطلاح میں گردن اور سینے کے درمیان اونٹ کی شہ رگ پر نیزہ مارنے کو نحر کہا جاتا ہے۔ (تفصیل کے لئے دیکھئے: ذبح)

نخامہ، نخاعہ

(بلغم اور ریٹ)

نخامہ اور نخاعہ "ن" کے پیش کے ساتھ ہے، اس کے معنی بلغم اور ریٹ کے ہیں، (۴) اسی معنی میں عربی زبان کا لفظ "نخاط" بھی آتا ہے۔

ابن ابی شیبہؒ نے ابراہیم نخعیؒ سے نقل کیا ہے کہ بلغم ناپاک ہے اور ابن حزمؒ کی روایت ہے کہ سلمان فارسی ؓ اور ابراہیم نخعیؒ کا خیال تھا کہ لعاب جب منہ سے باہر آجائے تو ناپاک ہو جاتا ہے، (۵) تو ظاہر ہے کہ یہی حکم ان حضرات کے نزدیک بلغم کا بھی ہوگا، لیکن جمہور فقہاء انسان کے بلغم اور تھوک کو پاک قرار دیتے ہیں، بلکہ بعض نے تو اس پر اجماع کا دعویٰ کیا ہے، (۶) —— اس کا پاک ہونا ظاہر ہے؛ کیونکہ اس میں کسی نجاست کی آمیزش نہیں ہوتی اور جب تک نجاست کی آمیزش نہ ہو انسانی جسم سے باہر آنے والی چیز

---

(۱) الافصاح ۹۰/۱

(۲) دیکھئے بدائع الصنائع ۸۴/۱

(۳) دستور العلماء ۳۶۹/۳

(۴) القاموس المحیط ۳۳۳/۳

(۵) فتح الباری ۳۴۱/۱

(۶) حوالۂ سابق

پاک ہی تصور کی جائیگی، امام بخاریؒ نے اس پر صلح حدیبیہ کے اس واقعہ سے استدلال کیا ہے جس میں ذکر آیا ہے کہ آپ ﷺ جب بھی ناک صاف کرتے صحابہ اس کو زمین پر گرنے نہ دیتے اور اپنے ہاتھوں میں لے کر چہرے اور جسم پر مل لیتے۔ (۱)

روزہ کی حالت میں بلغم نگل لے

اگر بلغم منہ سے باہر آجائے اور پھر کوئی شخص اسے نگل جائے تب تو اس کا روزہ ٹوٹ جائے گا، جیسا کہ فقہاء نے اپنے یا دوسرے کا تھوک چاٹنے کا حکم بیان کیا ہے اور اگر ابھی بلغم اندر ہی ہو جیسے ناک میں آگیا پھر آدمی نے سانس لے کر کھینچا اور حلق میں داخل ہوگیا تو اس کی وجہ سے روزہ فاسد نہیں ہوگا۔ (۱)

(مزید دیکھئے: بلغم)

ندب

ندب کے اصل معنی پکارنے اور میت پر رونے کے ہیں، علماء اصول کی اصطلاح میں ندب ایک حکم شرعی ہے جسے مندوب اور مستحب کے الفاظ سے بھی تعبیر کیا جاتا ہے۔

(تفصیل کے لئے دیکھئے: حکم)

نذر

نذر کے لغوی معنی کسی چیز کو واجب اور لازم کر لینے کے ہیں (۲)، عربی زبان میں اس کی جمع "نذور" اور "نذر" (نون اور "ذ" کے پیش کے ساتھ) آتی ہے — شریعت کی اصطلاح میں کسی مباح کام کو اللہ تعالیٰ کی تعظیم اور اجلال کی نیت سے اپنے اوپر واجب کر لینا "نذر" ہے۔ (۳)

نذر کے مشروع اور معتبر ہونے کی دلیل قرآن و حدیث اور اجماع ہے، قرآن میں ایک سے زیادہ مواقع پر نذر کو پورا کرنے کا ذکر ہے (الدہر: ، الحج: ۲۹) — جو اللہ کی فرماں برداری کی نذر مانے تو اسے نذر پوری کرنی چاہئے اور جو نافرمانی کی نذر مانے تو اسے نافرمانی نہیں کرنی چاہئے: من نذر أن يطيع الله فليطعه ومن نذر أن يعصي الله فلا يعصه۔ (۵)

نیز ابن قدامہؒ نے نقل کیا ہے کہ فی الجملہ نذر کے صحیح ہونے اور اس کے ایفاء کے واجب ہونے پر مسلمانوں کا اجماع ہے۔ (۶)

ارکان

حنفیہ کے نزدیک نذر کا رکن ایک ہی ہے اور وہ ہے زبان سے صیغۂ نذر کو ادا کرنا، جیسے یوں کہنا: مجھ پر اللہ کے لئے یہ واجب ہے، یا یہ کہ میرا مال اللہ کی راہ میں صدقہ ہے وغیرہ۔ (۷) دوسرے فقہاء کے نزدیک علاوہ صیغۂ نذر، نذر ماننے والا (ناذر) اور جس چیز کی نذر مانی جائے یہ تینوں چیزیں نذر کے ارکان ہیں۔ (۸)

شرائط

نذر سے متعلق شرائط تین طرح کی ہیں: ایک وہ جن کا تعلق نذر ماننے والے سے ہے، دوسرے: وہ جن کا تعلق اس چیز سے ہے جس کی نذر مانی جائے، تیسرے وہ جن کا تعلق خود صیغۂ نذر سے ہے۔

نذر ماننے والے کے لئے ضروری ہے کہ وہ عاقل و بالغ اور مسلمان ہو، پاگل، کم عمر بچہ اور کافر کی نذر کا اعتبار نہیں، اگر کافر نے مسلمان ہونے سے پہلے کوئی نذر مانی پھر مسلمان ہوگیا تو اس نذر کا پورا کرنا اس پر واجب نہ ہوگا، البتہ حنفیہ کے نزدیک یہ

---

(۱) بخاری، باب البزاق والمخاط ۱/۳۸ (۳) ہندیہ ۱/۲۰۳

(۲) القاموس المحیط ۶۱۹، حاشیہ صاوی علی الشرح الصغیر ۲/۳۴۹ (۴) کتاب التعریفات ۲۹۹

(۵) بخاری ۲/۹۹۱ (۶) المغنی ۱۰/۶۸

(۷) بدائع الصنائع ۵/۸۱ (۸) الفقہ الاسلامی وأدلتہ ۳/۴۶۹

ضروری نہیں کہ اس شخص نے برضا و رغبت نذر مانی ہو، اگر اس نے جبر و اکراہ کے تحت نذر مانی تب بھی نذر منعقد ہو جائے گی۔ (۱)

نذر مانی ہوئی شئی سے متعلق شرطیں

جس چیز کی نذر مانی جائے اس سے متعلق شرطیں یہ ہیں:

۱) شرعاً اس کا وجود ممکن ہو، اگر کسی شخص نے رات میں روزہ رکھنے کی نذر مان لی یا کسی عورت نے زمانہ حیض میں روزہ کی نذر مانی تو نذر منعقد نہیں ہوگی، کیونکہ رات میں اور حیض کی حالت میں شرعاً روزہ ہو ہی نہیں سکتا، علامہ ابن نجیم مصریؒ نے اس بات کو کسی قدر عموم کے ساتھ یوں کہا ہے کہ جس چیز کی نذر مانی جائے وہ ممکن نہ ہو مثلاً یوں کہا جائے: میں کل گذشتہ کے روزہ یا ماہ گذشتہ کے اعتکاف کی نذر مانتا ہوں، ایسی نذر بھی غیر معتبر ہے۔ (۲)

۲) یہ بھی ضروری ہے کہ وہ عبادت اور اللہ تعالیٰ سے تقرب کا ذریعہ ہو۔

معصیت کی نذر صحیح نہیں، جیسے کوئی شخص شراب پینے یا کسی ایسے شخص کو قتل کرنے کی نذر مانے جس کا قتل جائز نہیں، تو یہ نذر بھی صحیح نہیں، اس لئے کہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ کی نافرمانی کی نذر درست نہیں، **لا نذر في معصية الله**۔ (۳) —— اس پر تو سب کا اتفاق ہے کہ ایسی نذر پوری نہیں کی جائے گی، البتہ حنفیہ اور حنابلہ کے نزدیک اس صورت میں نذر ماننے والے کو کفارۂ قسم ادا کرنا پڑے گا، (۴) کیونکہ حضرت عائشہؓ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: معصیت میں نذر کا اعتبار نہیں اور اس کا کفارہ کفارۂ یمین ہے، **لا نذر في معصية و كفارته كفارة يمين**۔ (۵)

اسی طرح اگر ایسی چیز کی نذر مانی جو محض مباح ہے جیسے کھانا، پینا، جماع، تو اس کا بھی اعتبار نہیں، اور ایسی صورت میں نذر منعقد نہیں ہوگی۔

۳) یہ بھی ضروری ہے کہ جس بات کی نذر مانی جائے وہ عبادت مقصودہ کا درجہ رکھتی ہو، جیسے نماز، روزہ، حج، عمرہ، اعتکاف، قربانی، وغیرہ، جو چیزیں عبادت مقصودہ کا درجہ نہیں رکھتیں، جیسے مریضوں کی عیادت، جنازہ کے ساتھ چلنا، وضوء و غسل، مسجد میں داخل ہونا، مصحف قرآنی کو چھونا اور اذان وغیرہ، ان کی نذر معتبر نہیں۔

شوافع کے نزدیک ایسی نیکی کی نذر ماننا بھی درست ہے جو آدمی پر مستقل طور پر واجب نہیں، جیسے مریض کی عیادت، جنازہ کی مشایعت اور سلام وغیرہ۔ (۶)

اس سلسلہ میں فقہاء کے یہاں یہ بات متفق علیہ ہے کہ ان تمام اعمال کی نذر معتبر ہے جن کی جنس آدمی پر واجب ہوتی ہے، جیسے نماز، روزہ، حج، صدقہ، اس میں ایک شبہ اعتکاف کے سلسلہ میں ہوتا ہے کہ بظاہر اعتکاف کی جنس واجب نہیں، لیکن اہل علم کا خیال ہے کہ اعتکاف ایک ہی جگہ پر رکے رہنے کا نام ہے جس کی جنس نماز میں قعدۂ اخیرہ اور حج میں وقوف عرفہ ہے، اور یہ دونوں فرض ہیں (۷) اس لئے اعتکاف کی نذر بھی بالاتفاق معتبر ہے۔

۴) یہ بھی ضروری ہے کہ جس چیز کی نذر مان رہا ہے، نذر ماننے کے وقت وہ اس کی ملکیت میں ہو یا نذر مانی ہی ہو ملکیت کی شرط کے ساتھ —— یعنی اگر کوئی شخص مثلاً بکری کا مالک نہ ہو اور کسی متعین بکری کی نذر مان لے جو دوسرے کی ملکیت میں ہو کہ فلاں بکری صدقہ ہے، تو اس کا اعتبار نہیں، کیونکہ آپ ﷺ نے فرمایا: آدمی جس چیز کا مالک نہ ہو اس کی نذر ماننے کا اعتبار نہیں، **لا نذر**

---

(۱) بدائع الصنائع ۵/۸۰-۸۱

(۲) البحر الرائق ۴/۲۹۳

(۳) مسلم عن عمران بن حصین، حدیث نمبر ۱۶۴۱

(۴) المغنی ۱۰/۶۹، البحر الرائق ۴/۲۹۳

(۵) ابوداؤد، باب من رأى عليه كفارة اذا كان في معصية، حدیث نمبر ۳۲۹۰، مسند احمد عن عائشةؓ

(۶) الفقه الإسلامي وأدلته ۳/۴۸۱

(۷) دیکھئے البحر الرائق ۴/۲۹۳، مغنی المحتاج ۴/۳۶۴

فیما لا یملکه ابن آدم (۱) اس پر تمام فقہاء کا اتفاق ہے۔

البتہ اگر یوں نذر مانے کہ اگر میں فلاں بکری کا مالک ہو گیا تو وہ اللہ کے راستہ میں صدقہ ہے، امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک اس صورت میں نذر منعقد ہو جائے گی اور جب بھی وہ بکری اس کی ملکیت میں آئے گی نذر کی تکمیل واجب ہوگی، یہ حنفیہ کی رائے ہے اور ان کا استدلال قرآن کریم کی اس آیت سے ہے:

> **ومنهم من عاهد الله لئن آتانا من فضله لنصدقن ولنكونن من الصالحين** (التوبہ: ۷۵)
>
> لوگوں میں بعض وہ ہیں جنھوں نے اللہ سے عہد و پیمان کیا کہ اگر اللہ اپنے فضل سے کچھ عنایت کرے تو ہم ضرور تصدیق کریں گے اور ضرور نیک لوگوں میں ہوں گے۔

پھر آگے اللہ تعالیٰ نے ان کی عہد شکنی کی مذمت فرمائی (التوبہ: ۷۵-۷۷) — یہی رائے مالکیہ کی بھی ہے (۲) شوافع کے نزدیک ایسی نذر معتبر نہیں کیونکہ یہ ارشاد نبوی ﷺ **لا نذر فیما لا یملکه ابن آدم**، (آدمی جس چیز کا مالک نہ ہو اس کی نذر معتبر نہیں) کے دائرہ میں آتی ہے۔ (۳)

۵) جس چیز کی نذر مانی جارہی ہو وہ پہلے ہی سے فرض عین یا فرض کفایہ یا واجب عین یا واجب کفایہ نہ ہو، اس لئے نماز پنجگانہ، نماز جنازہ، وتر، صدقۃ الفطر اور مردہ کی تجہیز و تکفین کی نذر معتبر نہیں، کیونکہ یہ تو پہلے ہی سے فرض یا واجب ہیں۔ (۴)

ممنوعہ اوقات میں عبادت کی نذر

اگر ایسے وقت عبادت کو انجام دینے کی نذر مانی جائے جس وقت کو شریعت نے اس عبادت کے لئے ناپسند کیا ہے، جیسے عید الفطر کے دن یا ایام تشریق میں روزہ رکھنے کی نذر، تو حنفیہ کے نزدیک یہ نذر معتبر ہوگی، البتہ اس پر واجب ہے کہ وہ اس دن روزہ نہ رکھے اور دوسرے دنوں میں اس کی قضا کرلے، حنفیہ میں امام زفرؒ نیز دوسرے فقہاء کے نزدیک ایسی نذر کا سرے سے کوئی اعتبار نہیں، نہ اس دن روزہ رکھے اور نہ دوسرے دن۔ (۵)

بیٹے کی قربانی کی نذر

اگر کسی شخص نے اپنے بیٹے یا کسی انسان کی قربانی کی نذر مان لی تو امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک نذر تو منعقد ہو جائے گی، لیکن بجائے اس کے کسی جانور کی قربانی واجب ہوگی، اونٹ کی قربانی افضل ہے، ورنہ گائے کی پھر بکری کی، یہ رائے امام ابوحنیفہؒ اور امام محمدؒ کی ہے، امام ابو یوسفؒ، امام زفرؒ اور امام شافعیؒ کے نزدیک یہ نذر غیر معتبر ہے۔ (۶)

پیدل حج کرنے کی نذر

اگر کسی شخص نے پیدل حج کرنے کی نذر مانی تو یہ نذر معتبر ہے اور اس پر اتفاق ہے، کیونکہ پیدل حج کرنے میں اجر و ثواب زیادہ ہے، چنانچہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جس نے پیدل حج کیا اس کو ہر قدم کے بدلہ حرم کی نیکیوں میں سے ایک نیکی حاصل ہوگی، دریافت کیا گیا کہ حرم کی نیکیاں کیا ہیں؟ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ایک نیکی دس کروڑ نیکیوں کے برابر، (۷) — البتہ اگر پیدل چلنے میں مشقت ہو تو اس بات کی گنجائش ہے کہ سواری کا استعمال کریں، اور نذر پوری نہ کرنے کی وجہ سے کم سے کم بکری کی قربانی دے دیں (۸) یہی رائے شوافع اور مالکیہ کی بھی ہے، البتہ ان فقہاء کے نزدیک

---

(۱) ابن ماجہ حدیث نمبر ۲۱۲۳، باب النذر فی المعصیة

(۲) دیکھئے الشرح الصغیر ۲/۲۴۳

(۳) الفقه الإسلامی وأدلته ۳/۴۶۳

(۴) ملخص از: بدائع الصنائع ۵/۸۲-۹۰

(۵) دیکھئے بدائع الصنائع ۵/۸۳، رحمۃ الامۃ ۱۵۳

(۶) بدائع الصنائع ۵/۸۵

(۷) صحیح ابن خزیمہ ۲۷۹۱، مگر یہ روایت ضعیف ہے

(۸) بدائع الصنائع ۵/۸۳

اونٹ ہی کی قربانی ضروری ہوگی، (۱) امام احمدؒ کا بھی ایک قول اسی طرح کا ہے، لیکن قول مشہور یہ ہے کہ اس کو قسم کا کفارہ ادا کرنا ہوگا۔ (۲) احناف نے اس حدیث کو پیش نظر رکھا ہے، کہ حضرت عقبہ بن عامر ﷺ نے حضور سے اپنی بہن کے بارے میں پوچھا: جنہوں نے پیدل کعبہ جانے کی نذر مانی تھی، آپ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ اس نذر سے بے نیاز ہے، اسے چاہئے کہ سوار ہو اور اونٹنی کی قربانی دے، (۳) اور مستدرک حاکم کی روایت میں اونٹ کی تعیین نہیں ہے، بلکہ مطلق قربانی کا ذکر ہے۔ (۴)

نذر میں استثناء

نذر کے اصل رکن یعنی صیغۂ تعبیر سے متعلق شرط یہ ہے کہ استثناء کے ذریعہ کلام کو بے اثر نہ کردیا جائے، (۵) چنانچہ اگر کوئی شخص صیغۂ نذر کے ساتھ انشاء اللہ کہے، مثلاً: مجھ پر چار رکعت نماز ہے انشاء اللہ تو یہ انشاء اللہ کا کلمہ فقہاء کی اصطلاح میں استثناء تعطیل ہے یعنی کلام سابق کو بے اثر کردیتا ہے۔

نذر ماننے کا حکم

نذر سے متعلق حکم کی بابت بنیادی طور پر دو پہلو ہیں: اول یہ کہ خود نذر ماننا کیسا عمل ہے؟ مستحب ہے؟ مکروہ ہے؟ یا محض مباح ہے؟ — دوسرے نذر ماننے کے بعد کیا اثر مرتب ہوتا ہے؟ اور کن صورتوں میں نذر کو پورا کرنا یا کفارہ ادا کرنا واجب ہوتا ہے؟

پہلے مسئلہ میں فقہاء کے درمیان اختلاف ہے، حنفیہ کے نزدیک ایسی باتوں کی نذر ماننا جن کا شمار طاعات میں ہے مباح ہے، نذر مطلق ہو یا مشروط، (۶) مالکیہ کے نزدیک نذر مطلق مستحب ہے، کسی ایسی بات سے مشروط نذر جو معصیت کی نہ ہو جیسے: اگر میں شفایاب ہو جاؤں تو مجھ پر صدقہ ہے، کے بارے میں مالکیہ کے یہاں اختلاف ہے، علامہ دردیرؒ، علامہ باجیؒ اور ابن شاسؒ کے نزدیک مکروہ ہے، اور ابن رشدؒ کے نزدیک مباح، ایسی نذر جو کسی عمل طاعت میں تکرار کا تقاضہ کرتی ہو، جیسے کہا جائے کہ میں ہر جمعرات کے روزہ کی نذر مانتا ہوں تو یہ مکروہ ہے۔ (۷)

حنابلہ کے نزدیک نذر مستحب نہیں، بلکہ مکروہ تحریمی ہے (۸) کیونکہ آپ ﷺ نے نذر کو پسند نہیں فرمایا اور ارشاد فرمایا کہ نذر سے تقدیر نہیں بدلتی بلکہ یہ بخیل سے مال نکلوانے کا ذریعہ ہے (۹) شوافع کا عام قول بھی کراہت ہی کا ہے، البتہ امام نوویؒ اور امام غزالیؒ اور بعض مشائخ شافعیہ استحباب کے قائل ہیں۔ (۱۰)

نذر کا اثر

نذر پر کیا اثر مرتب ہوگا؟ اس سلسلہ میں حنفیہ کے یہاں یہ تفصیل ہے کہ اگر کسی متعین بات کی نذر مانی گئی ہو تو چاہے نذر مطلق ہو، جیسے کہا جائے کہ "میں اللہ کے لئے حج کی نذر مانتا ہوں" یا نذر مشروط ہو جیسے یوں کہے کہ اگر میں بیماری سے شفایاب ہو گیا تو میں ایک ہزار روپے صدقہ کروں گا، ہر دو صورت میں جس چیز کی نذر مانی ہے، اس کو پورا کرنا واجب ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے نذر کو پورا کرنے کا حکم فرمایا ہے: **ولیوفوا نذورھم** (الحج: ۲۹) اور آپ ﷺ نے فرمایا کہ جس نے اللہ تعالیٰ کی اطاعت کی نذر مانی اسے نذر پوری کرنی چاہئے: **من نذر أن یطیع اللہ فلیطعه** (۱۱) نیز اس پر امت کا اجماع و اتفاق ہے۔

---

(۱) المهذب ۱/۲۴۴، الشرح الصغیر ۲/۲۵۹

(۲) المغنی ۱۰/۸

(۳) صحیح ابن خزیمہ ۴/۳۴۴

(۴) دیکھئے نصب الرایہ ۳/۲۵۰

(۵) بدائع الصنائع ۵/۹۰

(۶) بدائع الصنائع ۵/۹۰-۹۳

(۷) دیکھئے الشرح الصغیر ۲/۱۶۰ مع حاشیہ صاوی ۲/۲۵۲

(۸) الفقه الإسلامی وأدلته ۳/۴۶۳

(۹) بخاری، حدیث نمبر ۶۶۹۲

(۱۰) المغنی ۱۰/۲

(۱۱) بخاری، حدیث نمبر ۶۶۹۶، باب الوفاء والنذور

البتہ اگر کسی شخص نے نذر کو ایسی بات کے ساتھ مشروط کیا کہ وہ اس کے وقوع کو نہیں چاہتا ہو، مثلاً کسی نے غصہ میں کہہ دیا کہ "اگر فلاں سے بات کروں تو مجھ پر دس ہزار روپیہ صدقہ" حالانکہ وہ چاہتا ہے کہ اس سے بات کرے — اس صورت کو فقہاء شوافع "یمین غضب" کہتے ہیں اور شوافع کے نزدیک اس صورت میں اس کو اختیار ہے کہ یا تو جس چیز کی نذر مانی ہے اسے پورا کرے یا قسم کا کفارہ ادا کرے، امام ابوحنیفہؒ کے قول مشہور کے مطابق نذر کو پورا کرنا ضروری ہے، لیکن عبداللہ ابن مبارکؒ اور عبدالعزیز بن خالدؒ نے امام ابوحنیفہؒ سے اور علی بن معبدؒ نے امام محمدؒ سے نقل کیا ہے کہ ان حضرات نے اپنی رائے سے رجوع کرلیا تھا، اور اس بات کے قائل ہوگئے تھے کہ کفارۂ قسم کا ادا کردینا کافی ہے۔

اگر نذر مانی اور متعین نہیں کیا کہ کس چیز کی نذر مان رہا ہے؟ مثلاً یوں کہا: "مجھ پر اللہ کے لئے نذر ہے" تو اگر اس نے اپنے دل میں کسی خاص عمل جیسے نماز، روزہ، حج یا عمرہ کی نیت کی تھی تو نیت کے مطابق نذر کو پورا کرنا واجب ہوگا، اور اگر کوئی نیت نہیں تھی تو کفارۂ قسم ادا کریگا، ہر دو صورت میں اگر نذر مطلق ہے تو فی الحال حانث ہوجائے گا، اور اگر کسی شرط سے متعلق ہے تو شرط کے پوری ہونے کے وقت نذر کو اسی تفصیل کے مطابق ادا کرنا واجب ہوگا۔ (۱)

نذر پوری کرنی کب واجب ہے؟

نذر کو پورا کرنا کب واجب ہوگا؟ — اس سلسلہ میں مجموعی طور پر چار صورتیں ہیں:

۱) نذر مطلق ہو نہ کوئی شرط ہو، نہ کسی جگہ اور وقت کی قید ہو، اس صورت میں فوراً ہی نذر کا وجود ہوجاتا ہے، اور وہ نذر ماننے والے کے ذمہ واجب ہوجاتی ہے۔

۲) نذر کسی شرط سے متعلق ہو، جیسے کہا جائے کہ اگر فلاں غائب شخص آجائے تو میں دو رکعت نماز ادا کرونگا تو جب تک شرط نہ پائی جائے بالاتفاق نذر کا ایفاء واجب نہ ہوگا، یہاں تک کہ اگر شرط کے پائے جانے سے پہلے ہی وہ اسی نیت سے دو رکعت نماز ادا کرلے تو اس کا کوئی اعتبار نہیں۔

۳) اگر نذر کو کسی خاص جگہ سے متعلق کیا تھا مثلاً یہ کہ میں فلاں جگہ دو رکعت نماز پڑھونگا یا فلاں مقام کے فقراء پر صدقہ کرونگا، تو امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک جگہ کی قید غیر معتبر ہے، کہیں بھی نماز پڑھ لے اور صدقہ کردے کافی ہے، البتہ امام زفرؒ کے نزدیک اسی جگہ نذر کو پورا کرنا واجب ہے۔

۴) اگر نذر کو وقت سے متعلق کیا تھا مثلاً یوں کہا کہ "میں رجب کا روزہ رکھونگا، یا فلاں دن صدقہ کروں گا، تو اس صورت میں بھی وقت کی قید غیر معتبر ہے، اگر بدنی عبادات جیسے نماز و روزہ کی نذر ہو تو وقت سے پہلے اس کی ادائیگی کافی نہیں ہوگی۔ (۲)

ادائیگی فوراً واجب ہے یا بہ تاخیر؟

نذر کے واجب ہونے کے بعد پھر یہ مسئلہ باقی رہ جاتا ہے کہ اس کو ادا کرنا فوراً واجب ہوگا یا تاخیر بھی ادا کرسکتا ہے؟ فقہاء کی اصطلاح میں اس کا وجوب علی الفور ہوگا یا علی التراخی؟ — تو اگر نذر کسی وقت متعین سے متعلق ہو مثلاً کوئی شخص کہے: میں کل کے روزہ کی نذر مانتا ہوں، یا کہے: ماہ رجب کے روزہ کی نذر مانتا ہوں اور رجب سے پہلے روزہ نہیں رکھ پایا تو ایسی صورت میں وقت مقررہ ہی پر روزہ رکھنا ضروری ہوگا۔

اور اگر غیر متعین وقت کی طرف نذر کی نسبت کی، جیسے: نذر مانی کہ میں ایک ماہ کا روزہ رکھوں گا لیکن مہینہ متعین نہیں کیا تو کرخیؒ کا خیال ہے کہ نذر کو فوراً پورا کرنا واجب ہے اور ابن شجاع ثلجیؒ نے نقل کیا ہے کہ فوری طور پر نذر کا پورا کرنا واجب نہیں، زندگی میں

---

(۱) بدائع الصنائع ۵/۹۲-۹۳

(۲) ملخص از: بدائع الصنائع ۵/۹۲-۹۳

کبھی بھی اس کو ادا کردے، کافی ہے۔ (۱)

حکم کے اعتبار سے نذر کی چار صورتیں

اصولی طور پر نذر کو پورا کرنا واجب ہوتا ہے، لیکن اس کا تعلق اس بات سے بھی ہے کہ جس فعل کی نذر مانی گئی ہے وہ فعل شریعت میں مطلوب ہے یا مذموم؟ —— اس اعتبار سے اہل علم نے نذر کی چار صورتیں کی ہیں:

۱) ایسی چیز کی نذر مانی گئی ہو جو اللہ تعالیٰ کی اطاعت کی قبیل سے ہو جیسے: نماز، روزہ وغیرہ تو ایسی نذر کو پورا کرنا بالاتفاق واجب ہے۔

۲) جس چیز کی نذر مانی گئی ہو وہ معصیت ہو جیسے شراب پینے کی نذر، ایسی نذر کو پورا کرنا حرام اور ترک کرنا واجب ہے اور اس پر امت کا اجماع ہے، البتہ جیسا کہ اس سے پہلے ذکر ہوا، اس صورت میں کفارۂ قسم ادا کرنا واجب ہوتا ہے —— آج کل میلاد منعقد کرنے کی نذر مانتے ہیں یہ سب اسی حکم میں ہے اور اس کو پورا کرنا جائز نہیں، بلکہ کفارۂ قسم ادا کردینا چاہئے اور آئندہ ایسی نذر سے توبہ کرنا چاہئے۔

۳) ایسی چیز کی نذر مانی گئی ہو جو مکروہ ہو تو اس کو پورا کرنا بھی مکروہ ہے۔

۴) ایسی چیز کی نذر مانی گئی ہو جو محض مباح ہے جیسے: کھانا پینا، تو اس سے نذر منعقد نہیں ہوتی، چاہے تو اسے کرے یا چھوڑ دے۔ (۲)

(نذر سے متعلق یہ اصولی اور ضروری احکام ہیں، جزوی تفصیلات کے لئے ہندیہ ۱/۲۰۸-۲۰۹، البحر الرائق ۴/۲۹۸ - ۳۲۳ اور دوسری کتب فقہ دیکھی جاسکتی ہیں)۔

نساء (عورتیں)

" نساء " امرأۃ کی جمع ہے نیز " نسوان " (ن کے زیر کے ساتھ) ایک ہی معنی میں ہے، اسی معنی میں " نسوۃ " کا لفظ بھی ہے جو " ن " پر پیش اور زیر دونوں طرح آیا ہے۔ (۳) —— اسلام یوں تو ہر طبقہ کے لئے رحمت بن کر آیا اور ہر ایک کو اس کے دامن رحمت نے سیراب کیا ہے، لیکن دو طبقات ہیں جو پیغمبر اسلام ﷺ کی ولادت باسعادت کے وقت سب سے زیادہ مظلوم اور ستم رسیدہ تھے، خواتین اور غلام، اسی لئے ان دونوں کے حالات کو سنوارنے اور سماج کے ظلم و ستم سے نجات دلانے کی آپ ﷺ نے خصوصی جدوجہد فرمائی، حجۃ الوداع کے موقع سے عام مسلمانوں سے آپ ﷺ نے آخری خطاب فرمایا، اور اس وقت بھی ان کے حقوق کا ذکر، اخیر وقت تک آپ ﷺ اس سلسلہ میں فکرمند رہے، اس لئے یہ ایک حقیقت ہے کہ اسلام نے سماج میں عورت کو عزت واحترام کا مقام دیا، اس کو خاندان کی ملکہ بنایا، اس کی مستقل شخصیت کو تسلیم کیا، انسانیت میں مرد کی طرح عورت کو برابر کا درجہ دیا، اسے اپنے نفس اور مال و جائداد کے بارے میں خود مختار بنایا، اسے میراث کا حق دار قرار دیا، علوم وفنون کی تحصیل اور ترقی کے مواقع عطا کئے اور جس کو سماج میں نحوست، مرد کی ملکیت، گناہ کا دروازہ اور مرد کے لئے ایک کھلونا تصور کیا جاتا تھا اور بڑے بڑے فلاسفۂ روزگار جس کے بارے میں خیال کرتے تھے کہ ان میں انسانی روح کے بجائے انسان سے کمتر درجہ کی روح پائی جاتی ہے، اس مظلوم طبقہ کو یہ مقام دیا کہ پیغمبر اسلام ﷺ نے فرمایا: ماں کے قدموں کے نیچے جنت ہے، بیوی کے بارے میں فرمایا کہ بہتر شخص وہ ہے جس کا سلوک اپنی بیوی کے ساتھ بہتر ہو اور بیٹی کے بارے میں فرمایا: کہ جو شخص محبت کے

---

(۱) ملخص از: بدائع الصنائع ۵/۸۲-۹۳

(۲) الفقہ الاسلامی وادلتہ ۳/۴۶۹

(۳) القاموس المحیط ۱۷۱۰

مانند ہیں؛ دو بچیوں کی پرورش کرنے کا وہ جنت میں مجھ سے اتنا قریب ہوگا جیسے یہ دونوں انگلیاں۔

تاہم اس وقت اس موضوع پر گفتگو مقصود نہیں ہے، خواتین کے متعلق فقہی احکام کا ذکر پیش نظر ہے، خصوصاً ان احکام کا جن میں شریعت نے مردوں اور عورتوں کے درمیان فرق کو ملحوظ رکھا ہے؛ یعنی احکام میں مرد اور خواتین میں فرق کیا گیا ہے، ان کا ذکر بھی یہاں [illegible] وضاحت سے [illegible] ہے، اس وقت ان [illegible] احکام کا احاطہ مقصود ہے، علامہ ابن نجیم مصری نے ان احکام کو نہایت اختصار اور جامعیت سے اپنی کتاب "الاشباہ والنظائر" کے فن ثالث "الجمع والفرق" کے تحت "احکام الانثی" کے عنوان سے جمع کر دیا ہے، یہاں اسی کا خلاصہ درج کر دینا کافی ہوگا:

(۱) لڑکی کے پیشاب سے کپڑا [illegible] ہو جائے تو اس کا دھونا [illegible] چاہے لڑکی نے غذا نہ کھائی ہو۔

(۲) عورتوں کے لئے ختنہ سنت نہیں بلکہ "مکرمہ" (باعث عزت) ہے۔

(۳) اگر عورتوں کو داڑھی کے بال آ جائیں تو اس کا مونڈنا مستحب ہے۔

(۴) عورتوں کو سر کے بال منڈانا جائز نہیں۔

(۵) ایسے [illegible] کھرچنے کی وجہ سے عورتوں کی منی سے پاکی حاصل نہیں کی جا سکتی۔

(۶) [illegible] کے لئے [illegible] عورت کے حق میں [illegible] ہے۔

(۷) عورت کا اذان و اقامت کہنا مکروہ ہے۔

(۸) حنفیہ کے یہاں [illegible] قول کے مطابق چہرہ، ہتھیلیاں اور پاؤں کو چھوڑ کر پورا جسم [illegible] ایک قول کے مطابق [illegible] مستحب ہے، اور ایک قول کے مطابق عورت کی آواز بھی قابل ستر ہے۔

(۹) نماز کی حالت میں خواتین ہاتھ کانوں تک نہیں اٹھائیں گی، [illegible] قراءت جہری نہیں کریں گی، رکوع اور سجدہ میں [illegible] انگلیوں کو ملا کر رکھیں گی، سینہ پر ہاتھ باندھیں گی، [illegible] اور تورک کر کے بیٹھیں گی۔

(۱۰) نماز میں کوئی بات پیش آ جائے تو تصفیق (یعنی ایک ہاتھ کی پشت پر دوسرا ہاتھ مارنا) کریں گی، مردوں کی طرح تسبیح نہیں پڑھیں گی۔

(۱۱) خواتین کی جماعت مکروہ ہے، اگر جماعت کریں تو امام بیچ صف میں کھڑی ہوگی۔

(۱۲) خواتین مردوں کی امام نہیں بن سکتیں۔

(۱۳) خواتین کا جماعت میں شریک ہونا مکروہ ہے، ان کے لئے گھر میں نماز پڑھنا افضل ہے۔

(۱۴) خواتین پر جمعہ نہیں، لیکن ان کی شرکت سے جمعہ منعقد ہو جاتا ہے۔

(۱۵) خواتین پر عیدین اور تکبیر تشریق نہیں۔

(۱۶) شوہر یا محرم کے بغیر سفر نہیں کریں گی۔

(۱۷) جنازہ میں شرکت [illegible] درست نہیں۔

(۱۸) [illegible] درمیان [illegible] کی طرف [illegible] کے لئے [illegible] چھپانا افضل ہے۔

○ احرام سے حلال ہونے کے لئے بال نہ منڈائیں گی، صرف کتروائیں گی۔

○ وقوف عرفہ میں کنارے سے وقوف کریں گی اور بیٹھ کر — خطبہ نہیں دیں گی۔

○ عورت احرام میں موزے بھی پہن سکتی ہیں۔

○ اگر حیض آجائے تو طواف زیارت کو مؤخر کرسکتی ہیں۔

○ حیض کی وجہ سے طواف وداع ساقط ہوجاتا ہے۔

○ بہتر ہے کہ عورت کو پانچ کپڑوں میں کفن دیا جائے۔

○ عورتوں کو نماز جنازہ کی امامت نہیں کرنی چاہئے۔ تاہم اگر کرلیں تو ادا ہوجائے گی۔

○ عورت کا جنازہ جس تابوت میں لے جایا جائے، مناسب ہے کہ اوپر سے گنبد نما ہو تاکہ جسم کی ساخت نظر نہ آئے۔

○ مال غنیمت میں خواتین کا حصہ نہیں ہوگا، کیونکہ ان پر جہاد فرض نہیں، البتہ اگر وہ جہاد میں شریک ہوئی ہوں تو ان کو بطور خود کچھ دیا جاسکتا ہے۔

○ مشرک خواتین کو بھی جہاد میں قتل نہیں کیا جائے گا۔

○ اگر مرد مرتد ہوجائے تو اس کی سزا قتل ہے، لیکن عورت مرتد ہو تو قتل نہیں کی جائے گی بلکہ اسے سزائے قید دی جائے گی۔

○ حدود وقصاص کے مقدمات میں عورت کی گواہی قبول نہیں کی جائے گی۔

○ عورت اپنے گھر ہی میں اعتکاف کرے گی، اسے مسجد بیت کہتے ہیں۔

○ عورت اپنے ہاتھوں اور پاؤں میں اظہار آرائش مہندی لگاسکتی ہے، مرد نہیں لگاسکتے۔

○ میراث میں عام طور پر عورت کا حصہ اس کے ہم درجہ مرد رشتہ دار کے مقابلہ نصف ہوتا ہے۔

○ جان یا جزو بدن کے مالی نقصان کی دیت عورت کی بمقابلہ مرد کے نصف ہے، کیونکہ عورتوں سے معاشی کفالت متعلق نہیں۔

○ اپنے قرابت داروں کے نفقہ میں بھی عورت کی ذمہ داری بمقابلہ مرد کے کم ہوگی۔

○ گواہی میں دو عورتیں ایک مرد کے برابر سمجھی جائیں گی۔

○ عورتوں کو منصب قضاء پر فائز کرنا مناسب نہیں، تاہم اگر ان کو قاضی بنا دیا جائے تو حدود وقصاص کو چھوڑ کر دوسرے مقدمات میں خاتون قاضی کا فیصلہ معتبر ہوگا۔

○ عورت کی عصمت کے مقابلہ مرد پر مہر کی ادائیگی ہوگی، مرد کی عصمت سے عورت پر کچھ ادائیگی نہیں ہوگی۔

○ عورت کے دودھ سے حرمت رضاعت ثابت ہوگی، مرد کا دودھ، اگر دودھ بھی پیا جائے تو اس سے حرمت ثابت نہیں ہوگی۔

○ چھوٹے بچے کے حق پرورش میں خواتین کو مردوں پر ترجیح حاصل ہے۔

○ حج میں عورتیں بھی جماعت میں شریک ہوں تو نماز ختم ہونے کے بعد وہ پہلے واپس ہوں گی۔

○ نماز کی جماعت میں خواتین کی صف مردوں کے پیچھے ہوگی۔

○ عرفات اور مزدلفہ میں بھی وقوف میں خواتین پیچھے رہیں گی۔

○ اگر مردوں اور عورتوں کے جنازے اکٹھے ہوجائیں تو مرد کا جنازہ امام سے قریب ہوگا اور عورت کا جنازہ قبلہ کی سمت میں۔

○ اگر ایک قبر میں مرد وعورت کو دفن کرنا پڑے تب بھی ایسا ہی حکم ہے۔

○ اگر عورت کے پستان یا پستان کی گھنڈی کاٹ دی جائے تو پوری دیت واجب ہوگی بخلاف مرد کے کہ مردوں کے حق میں "حکومت عدل" واجب ہے۔ (تفصیل کے لئے دیکھئے: حکومت)

○ عورتوں کا عضو کاٹ دیا جائے تو دیت واجب ہوگی نہ کہ قصاص۔

○ اگر عورت بلا قصد غلطی سے کسی کو قتل کردے تو اس کے خاندان پر دیت واجب ہوگی، خود عورت دیت کی ادائیگی میں شریک نہیں رہے گی، اگر مرد قاتل ہو تو خود وہ بھی دیت کی ادائیگی میں شریک ہوگا۔

○ اگر عورت کا زنا کرنا ثابت ہو جائے اور شادی شدہ ہو تو اس کے لئے گڑھا کھودا جائے گا اور اس میں بٹھا کر رجم کیا جائے گا، اور غیر شادی شدہ ہو تو بٹھا کر کوڑے لگائے جائیں گے بخلاف مرد کے — اسی طرح اگر مرد نے زنا کیا ہو تو ازراہ مصلحت اس کو ایک سال کے لئے شہر بدر کیا جاسکتا ہے، عورت شہر بدر نہیں کی جائے گی۔

○ پردہ نشین خواتین کو عدالت میں حاضر ہو کر گواہی اور دفع الزام کا مکلف نہیں کیا جائے گا بلکہ خود قاضی یا اس کا نائب جائے گا، اور گواہوں کی موجودگی میں اس کی طرف سے دفاع کو قبول کیا جائے گا۔

○ نوجوان لڑکیوں کے لئے سلام اور تعزیت میں پہل کرنا درست ہے اور نہ اس کا جواب دینا، بلکہ چھینک کا جواب بھی اسے نہ دینا چاہئے۔

○ اجنبی خواتین کے ساتھ تنہائی حرام اور (بلا ضرورت شدیدہ) اس کے ساتھ گفتگو مکروہ ہے۔

○ اس بات میں اختلاف ہے کہ کیا عورتیں نبی ہو سکتی ہیں؟ "مسامرہ" میں جس بات کو ترجیح دی گئی ہے وہ یہ ہے کہ عورت نبی تو ہو سکتی ہے، رسول نہیں ہو سکتی، کیونکہ رسالت میں تبلیغ و تشہیر مطلوب ہے اور عورتوں کیلئے ستر ضروری ہے۔(۱)

(خواتین سے متعلق احکام کے لئے حیض، نفاس، استحاضہ، غسل، حجاب، جلباب، حضانت، رضاعت، نفقہ، نکاح، طلاق، ولایت، تفریق، عدت، نماز کی بحث میں مرد و عورت کی نماز کا فرق، اور حج کی بحث میں خواتین کے خصوصی احکام، وغیرہ عناوین کو دیکھنا مناسب ہوگا)۔

نسخ

عام طور پر "نسخ" تبدیل کرنے، کسی چیز کو اٹھا دینے (رفع) اور ہٹا دینے (ازالہ) کے لئے بولا جاتا ہے "دھوپ نے سایہ کو ختم کر دیا" اس کے لئے نسخت الشمس الظل کی تعبیر عربوں کے یہاں عام ہے،(۲) علامہ آلوسی کی یہ بات بھی قابل ذکر ہے کہ نسخ میں ازالہ کے معنی پائے جاتے ہیں، چاہے ازالہ محسوس اشیاء میں ہو یا معنوی طور پر، سواء کان فی الأعراض أو فی الأعیان۔(۳)

نسخ کی اصطلاحی تعریف کے سلسلہ میں گو اہل علم اور اصحاب فن کی تعبیرات مختلف ہیں، لیکن ان کا حاصل یہی ہے کہ "نسخ شریعت کے ایسے احکام کا نام ہے جس کا مقصد شارع کی جانب سے آنے والے پہلے حکم کو ختم کرنا ہو، اور یہ پہلے سے متصل نہ ہو بلکہ ایک وقتی فاصلہ کے ساتھ ہو"۔

---

(۱) الأشباه والنظائر لابن نجیمؒ ۳۲۲-۳۲۳

(۲) کتاب التعریفات للجرجانی ۲۳۹، نیز دیکھئے لسان العرب ۳/۶۱، تاج العروس ۲/۲۸۱

(۳) روح المعانی ۱/۳۵۱

فخر الدین رازیؒ، علامہ سرخسیؒ، ابن حاجب مالکیؒ، ابوبکر باقلانیؒ، امام غزالیؒ، آمدیؒ اور متعدد اہل علم نے الفاظ کے کسی قدر فرق کے ساتھ اسی طرح نسخ کی تعریف کی ہے۔(۱) — حکم شرعی عام ہے، قرآن ہو یا حدیث، اور حدیث قولی ہو یا حدیث فعلی، اس تعریف سے یہ بات بھی واضح ہے کہ ناسخ اور منسوخ قرآن و حدیث کی نص ہی ہو سکتی ہے، اجماع یا قیاس نہ ناسخ ہو سکتا ہے، اور نہ منسوخ، دوسرے حکم کا پہلے حکم سے کسی قدر موخر ہونا بھی نسخ کے لئے ضروری ہے، کیونکہ اگر دوسرا حکم پہلے حکم سے متصل ہو تو دوسرے حکم کی حیثیت استثناء اور قید کی ہوگی نہ کہ نسخ کی۔

کیا تخصیص اور قید بھی نسخ ہے؟

یہاں اس بات کی بھی وضاحت مناسب ہوگی کہ بعض اہل علم خصوصیت سے متقدمین کے نزدیک نسخ کے مفہوم میں بہت وسعت ہے، ان حضرات کے نزدیک کسی حکم کی جگہ مکمل طور پر دوسرا حکم دیا جانا ہی نسخ نہیں ہے، بلکہ عام کی تخصیص اور کسی مطلق کو مقید کرنا بھی "نسخ" ہی کہلاتا ہے، علامہ شاطبیؒ کا بیان ہے:

> **فقد يطلقون على تقييد المطلق نسخا وعلى تخصيص العموم بدليل متصل او منفصل نسخا وعلى بيان المبهم و المجمل نسخا، كما يطلقون على رفع الحكم الشرعي بدليل شرعي متاخر نسخا ۔** (۲)
>
> یہ حضرات مطلق کے مقید کرنے، عام کے دلیل متصل یا غیر متصل کی بناء پر خاص کرنے اور مبہم اور مجمل کی وضاحت کرنے کو بھی نسخ کہتے ہیں، جیسا کہ بعد میں آنے والی دلیل شرعی کی بناء پر پہلے سے موجود حکم شرعی کے ختم کرنے کو نسخ کہتے ہیں۔

نسخ اور تخصیص میں فرق

گو نسخ اور تخصیص دونوں کا مقصد افراد پر حکم کے اطلاق کو روک دینا ہے، لیکن بعض وجوہ سے ان دونوں میں فرق پایا جاتا ہے، تخصیص کا تعلق بعض افراد سے ہوتا ہے، اور نسخ کا بعض زمانہ سے، یعنی نسخ کے ذریعہ ایک حکم کی مدت بیان کی جاتی ہے،(۳) تخصیص عقل اور قیاس کے ذریعہ بھی ہوتی ہے لیکن نسخ میں عقل و قیاس کا کوئی دخل نہیں، نسخ قرآن یا حدیث کی نص ہی سے ہو سکتی ہے،(۴) تخصیص ہمیشہ علت پر مبنی ہوتی ہے، چنانچہ اگر وہی علت کسی اور فرد میں پائی جائے تو وہ بھی تخصیص کے دائرہ میں آجائے گا، اسی لئے خاص پر دوسرے کو قیاس کیا جا سکتا ہے، جبکہ نسخ کسی علت سے مربوط نہیں ہوتی ہے، اس لئے ایک حکم منسوخ پر قیاس کر کے کسی اور حکم کو منسوخ قرار نہیں دیا جا سکتا، **وان دليل الخصوص يقبل التعليل و دليل النسخ لا يقبله ۔** (۵)

ملحدین کا شبہ

نسخ کے مسئلہ پر ہمیشہ ملحدین کی طرف سے اعتراض ہوتا رہا ہے کہ نسخ اللہ تعالیٰ کے علم کو ناقص قرار دیتا ہے؛ کیونکہ نسخ کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ایک دفعہ جس حکم کو اپنے بندوں کے لئے لائق اور مناسب جانا وہ بندوں کے لئے ناموزوں اور نامناسب ثابت ہوا، چنانچہ خدا اس بات پر مجبور ہوا کہ پہلے حکم کے بجائے دوسرا حکم دے، ظاہر ہے اس سے اللہ تعالیٰ کے علم کا نقص ظاہر ہوتا

---

(۱) المحصول في علم أصول الفقه ۳/۲۸۲، كشف الأسرار للبخاري ۳/۲۴۹

(۲) الموافقات للشاطبي ۳/۳۴

(۳) أصول الفقه للزحيلي ۲/۹۳۶

(۴) كشف الأسرار ۳/۲۵۳

(۵) حوالۂ سابق

ہے، اور اس کے علیم وخبیر اور حکیم ہونے پر حرف آتا ہے۔

لیکن اگر غور کی نظر سے دیکھا جائے تو یہ محض ایک مغالطہ ہے، نسخ انسان کے علم کے اعتبار سے حکم میں تبدیلی ہے، اللہ تعالیٰ کے علم کے اعتبار سے کوئی تبدیلی نہیں، بلکہ اللہ کے منصوبے کے مطابق پہلے ہی سے جس حکم کے لئے جو مدت مقرر تھی، یہ اسی کا بیان واظہار ہے، اسی لئے بعض علماء اصول نے نسخ کی تعریف ہی اس طرح کی ہے کہ وہ حکم شرعی کی انتہاء مدت کو بیان کرنے کا نام ہے ھو بیان انتهاء الحکم الشرعی (۱) جیسے ایک ماہر طبیب مریض کو بیک وقت مختلف مراحل میں آنے والی دوا اس سے آگاہ نہیں کرتا، بلکہ ایک نسخہ لکھتا ہے، پھر چند دنوں کے بعد اس کی جگہ دوسری دوا تجویز کرتا ہے، مریض یہ خیال کر سکتا ہے کہ یہ دوا میں تبدیلی ہے، لیکن درحقیقت یہ کوئی تبدیلی نہیں ہے، معالج پہلے سے جانتا ہے کہ ایک مدت کے بعد اس کے لئے یہ دوائیں ناموزوں ہو جائیں گی، اور اس کے لئے دوسری دوائیں تجویز کی جائیں گی، (قریب قریب یہی حال احکام خداوندی میں نسخ کا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی حکمت بالغہ کا تقاضہ یہی تھا کہ انسانی تہذیب وتمدن جوں جوں پایۂ کمال کو پہنچے اور ارتقاء کی منزلیں طے کرے اسی کے مطابق اس کے لئے زندگی کے احکام تجویز کئے جائیں اور جیسے یہ بات عقل وحکمت کے خلاف ہے کہ پانچ سال کے بچے کو اسی وقت بالغ ہونے اور نکاح کرنے کے بعد کے مسائل سے روشناس کیا جائے اسی طرح یہ بات بھی حکمت کے خلاف تھی کہ انسان کو ابتداء کائنات سے آخر تک مرحلہ وار آنے والے احکام سے آگاہ کر دیا جائے، اس لئے حقیقت یہ ہے کہ نسخ علم ربانی اور حکمت الٰہی کے نقص کو نہیں بلکہ کمال کو ظاہر کرتا ہے (۲) البتہ پیغمبر اسلام خاتم النبیین ﷺ اس عہد میں مبعوث فرمائے گئے جب انسانی تہذیب اپنے ارتقاء کے مراحل طے کر چکی تھی اور وہ بچپن سے کہولت تک پہنچ چکی تھی، اس لئے آپ ﷺ کی نازل ہوئی شریعت کے بعد نسخ کی نہ ضرورت باقی رہی اور نہ گنجائش۔

نسخ کا ثبوت

قرآن وحدیث میں نسخ کے جائز ہونے پر امت کا اجماع، اتفاق ہے، (۳) البتہ معتزلہ میں ابو مسلم اصفہانی نسخ کے قائل نہیں۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ قرآن وحدیث میں نسخ کے ثبوت پر ایسی دلیلیں اور نظیریں موجود ہیں کہ ان کے ہوتے نسخ کا انکار صریح رد کے انکار سے کم نہیں، قرآن مجید نے تو صراحۃً نسخ کا ذکر کیا ہے، ارشاد ہے:

> ما ننسخ من آية او ننسها نأت بخير منها او مثلها (البقرۃ: ۱۰۶)
>
> جب ہم کسی آیت کو منسوخ کرتے ہیں یا اسے بھلا دیتے ہیں تو اس سے بہتر یا اسی کے مثل بھیج دیتے ہیں۔
>
> واذا بدلنا آية مكان آية والله اعلم بما ينزل قالوا انما انت مفتر (النحل: ۱۰۱)
>
> جب ہم ایک آیت کی جگہ دوسری آیت بدلتے ہیں اور اللہ خوب جانتے ہیں جو نازل فرماتے ہیں، تو وہ کہتے ہیں کہ تم تو گھڑ کر لاتے ہو۔

نیز حضرت عبد اللہ ابن عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میری حدیثوں میں سے ایک دوسرے کو منسوخ کرتی ہے ان احادیثی ینسخ بعضها بعضا (۴) اس کے علاوہ اور بھی متعدد ثبوت

---

(۱) کشف الاسرار للبخاری ۳/۲۰۸، نیز دیکھئے اصول سرخسی ۲/۵۴، الاحکام ۳/۱۰۲

(۲) ان مباحث پر اصول السرخسی ۲/۵۴، فواتح الرحموت ۲/۵۵ میں اچھی روشنی ڈالی گئی ہے

(۳) اصول السرخسی ۲/۵۴

(۴) کتاب الاعتبار للحازمی ۲۳

آثار علامہ حازمیؒ نے اس سلسلہ میں نقل کئے ہیں۔(۱)

نسخ جاننے کے ذرائع

یہ بات ظاہر ہے کہ دو متعارض احکام میں تاریخی اعتبار سے جو پہلے ہو وہ منسوخ، اور جو بعد میں ہو وہ ناسخ ہوگا، لیکن قرآن کی تمام آیات اور آپ ﷺ کی تمام احادیث میں تاریخ اور زمانہ کی تعیین، اور تقدیم و تاخیر کی تحدید ممکن نہیں، اس لئے کسی حکم کا منسوخ ہونا بعض اوقات شارع کی صراحت سے معلوم ہوتا ہے، بعض اوقات تاریخی شواہد سے اور بعض دفعہ اس کا فیصلہ قرائن سے کیا جاتا ہے۔

اسی پس منظر میں اہل علم نے یہ بحث اٹھائی ہے کہ نسخ کو جاننے اور ناسخ و منسوخ کو متعین کرنے کے ذرائع کیا ہیں؟ اہل علم نے اس سلسلہ میں درج ذیل نکات ذکر کئے ہیں:

۱) شارع کی جانب سے ایسی صراحت منقول ہو جو کسی حکم کے منسوخ ہونے کو بتاتی ہو جیسے آپ ﷺ کا ارشاد:

كنت نهيتكم عن زيارة القبور فزوروها. (۲)

میں نے قبر کی زیارت سے منع کیا تھا، اب زیارت کر سکتے ہو۔

۲) صحابی نے کسی حکم کے منسوخ ہونے کی صراحت کی ہو جیسے، حضرت علیؓ سے مروی ہے کہ حضور نے ہمیں جنازہ گزرتے وقت کھڑے ہونے کا حکم دیا تھا پھر اس کے بعد آپ ﷺ بیٹھنے لگے اور ہمیں بھی بیٹھنے کا حکم فرمایا۔(۳)

۳) دو متعارض احکام میں صحابی کے بیان سے تاریخ معلوم ہو جائے کہ کون سا حکم پہلے کا ہے اور کون بعد کا؟ جیسے حضرت ابی بن کعبؓ سے مروی ہے کہ اگر صحبت میں انزال نہ ہو تو اس صورت میں آپ ﷺ نے غسل کو ضروری قرار نہیں دیا، بلکہ وضو اور مقام مخصوص کے دھو لینے کو کافی قرار دیا لیکن حضرت عائشہؓ سے مروی ہے کہ فتح مکہ سے پہلے آپ ﷺ کا یہ عمل تھا، فتح مکہ کے بعد ایسی صورت میں آپ ﷺ غسل فرمایا کرتے تھے اور صحابہ کو بھی اس کا حکم فرماتے تھے۔

۴) کسی حکم کے دوسری نص سے منسوخ ہونے پر امت کا اجماع و اتفاق ہو جائے، جیسے قرآن میں اولاد وغیرہ کے لئے وصیت کا ذکر ہے جس کے مقابلہ میں وہ حدیث ہے جس میں آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ وارث کے لئے وصیت معتبر نہیں، لا وصیۃ لوارث۔(۴)

علامہ حازمیؒ نے نسخ کے جاننے کے بنیادی وجوہ یہی چار لکھے ہیں۔(۵)

بعض امور کے بارے میں اہل علم کے درمیان اختلاف رائے پایا جاتا ہے کہ یہ نسخ کی دلیل ہے یا نہیں؟ — من جملہ ان کے یہ ہے کہ صحابی کسی نص کو منسوخ قرار دے اور دوسرے کو ناسخ، شوافع کے نزدیک یہ دلیل نسخ نہیں، علامہ آمدیؒ نے اس نقطۂ نظر کی ترجمانی کرتے ہوئے کہا ہے کہ شوافع کے نزدیک یہ دلیل نسخ نہیں، کیوں کہ صحابی کی یہ رائے محض اجتہاد بھی ہو سکتی ہے۔(۶) حنفیہ کے نزدیک یہ نسخ کے لئے کافی دلیل ہے، اس لئے کہ تمام صحابہ عادل اور معتبر ہیں اور بظاہر یہ بات مستبعد معلوم ہوتی ہے کہ صحابی کسی حکم کے بارے میں حضور ﷺ سے سنے بغیر اس کو منسوخ قرار دے، کیونکہ محض قیاس سے کسی حکم شرعی کے منسوخ ہونے کا فیصلہ نہیں کیا جا سکتا۔(۷)

اسی طرح ایک روایت پہلے اسلام قبول کرنے والے راوی کی

---

(۱) دیکھئے کتاب الاعتبار للحازمی ۲۲

(۲) مسلم حدیث نمبر: ۹۷۷، کتاب الجنائز

(۳) حوالۂ سابق، کتاب الاعتبار ۱۹

(۴) ابوداؤد، حدیث نمبر: ۲۸۷۰

(۵) کتاب الاعتبار ۸

(۶) الاحکام فی اصول الاحکام ۲/۱۶۸

(۷) دیکھئے تیسیر التحریر ۳/۲۲۳

ہے اور دوسری روایت ایسے راوی کی ہے جو بعد میں مسلمان ہوا، تو حنابلہ کے نزدیک متأخر الاسلام راوی کی روایت بعد کی سمجھی جائے گی اور اگر دونوں کی روایت متعارض ہو، تو اس راوی کی روایت کو ترجیح ہوگی،(۱) حنفیہ کے نزدیک متأخر الاسلام راوی کی روایت کا ناسخ ہونا ضروری نہیں،(۲) ایسی مثالیں موجود ہیں کہ متأخر الاسلام راوی کی روایت منسوخ مانی گئی ہے اور متقدم الاسلام راوی کی روایت ناسخ، جیسے آگ میں پکی ہوئی چیزوں سے وضو واجب ہونے کی روایت حضرت ابو ہریرہؓ سے منقول ہے اور اس کے منسوخ ہونے پر قریب قریب اتفاق ہے، حضرت سوید بن نعمانؓ کی روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ اس سے وضو واجب نہیں، یہ پہلے اسلام لائے ہیں اور ان کی اس روایت کو ناسخ سمجھا گیا ہے۔

اس پر تمام فقہاء کا اتفاق ہے کہ چونکہ مصحف قرآنی کی موجودہ ترتیب نزولی ترتیب نہیں ہے، اس لئے اس ترتیب کے لحاظ سے کسی حکم کا پہلے مذکور ہونا اور کسی حکم کا اس کے بعد مذکور ہونا پہلے حکم کے منسوخ ہونے کی دلیل نہیں۔(۳)

نسخ سے متعلق شرائط

اہل علم نے نسخ کے لئے کچھ شرطیں متعین کی ہیں جو نسخ سے متعلق اصول وقواعد کا احاطہ کرتی ہیں، وہ شرائط یہ ہیں:

۱) منسوخ حکم شرعی ہو، محض عقل پر مبنی نہ ہو۔

۲) منسوخ ایسا حکم ہو جو مشروع ہونے اور نہ ہونے کا احتمال رکھتا ہو، جس حکم کے بارے میں مشروع ہونا ہی متعین ہو جیسے ایمان باللہ تو اس میں نسخ واقع نہیں ہو سکتا۔

۳) یہ بھی ضروری ہے کہ منسوخ فروعی مسائل میں سے ہو، کیونکہ عقائد اور اصول میں نسخ نہیں ہو سکتا۔

۴) ایسا حکم منسوخ نہیں ہو سکتا جو ابدی اور دوامی ہو خواہ خود نص ہی کی عبارت سے اس حکم کا دوام اور ابدیت ظاہر ہو یا اس لئے کہ ان احکام کو اسی طرح چھوڑ کر رسول اللہ ﷺ دنیا سے تشریف لے گئے، کیونکہ سلسلۂ نبوت ختم ہونے کے بعد اب یہ احکام بھی محکم ہو گئے اور اب ان میں نسخ کا احتمال نہیں رہا۔

۵) اگر کسی حکم کے ساتھ اس کی مدت بھی بیان کر دی گئی ہو اور اس مدت کے گذرنے کے بعد دوسرا حکم دیا جائے تو یہ نسخ نہیں۔

۶) یہ بھی ضروری ہے کہ ناسخ منسوخ سے مؤخر ہو اور دونوں حکم کے ورود کے درمیان کسی قدر فاصلہ ہو۔

۷) ناسخ کو اپنے ذریعۂ ثبوت کے اعتبار سے منسوخ سے قوی یا اس کے ہم درجہ ہونا ضروری ہے۔

۸) نسخ کا تحقق اس وقت ہوگا جب دونوں احکام متعارض ہوں، ان کا تقاضا ایک دوسرے سے مختلف ہو اور ان کے درمیان توفیق ممکن نہ ہو۔

۹) منسوخ مکلف کے علم میں آچکا ہو، خواہ اس پر عمل کی نوبت آئی ہو یا نہ آئی ہو۔(۴)

جن نصوص میں نسخ کا احتمال نہیں

نسخ کی شرائط ہی کے ذیل میں اس امر کی وضاحت بھی مناسب ہوگی کہ وہ کون سی نصوص ہیں جن میں نسخ کا احتمال نہیں، ماضی قریب کے علماء اصول نے اس نکتہ کو بھی اپنے اظہار خیال کا موضوع بنایا ہے — اصولی طور پر تین قسم کی نصوص ہیں جن میں

---

(۱) دیکھئے شرح مختصر الروضہ لنجم الدین طوفی ۲/۳۲۲-۳۳۰

(۲) تیسیر التحریر ۳/۲۳۳-۲۳۰

(۳) الإحکام فی أصول الأحکام ۳/۱۹۸

(۴) تفصیل کے لئے ملاحظہ: کشف الأسرار ۳/۲۲۳، الإحکام للآمدی ۳/۱۲۹، البحر المحیط ص ۹۰، ۹۱، فواتح الرحموت مع المستصفی ۲/۹۳-۹۵، أصول الفقہ لأبی زہرۃ ۱۸۸، منتخب الحسامی ۱۱۸، أصول الفقہ الإسلامی للزحیلی ۲/۹۵۵-۹۵۸، علم أصول الفقہ للخلاف ۲۲۵

نسخ کا احتمال نہیں ہے۔(۱)

۱) وہ نصوص جو اساسی احکام کے درجہ میں ہیں، اشخاص، ادوار کے فرق کی وجہ سے ان میں تغیر نہیں ہوتا، جیسے ایمانیات، صدق، عدل اور امانت و دیانت کے احکام، شرک، خون ناحق، جھوٹ، دھوکہ دہی، والدین کی نافرمانی اور ظلم و زیادتی کی ممانعت وغیرہ۔

۲) وہ نصوص جن کا تعلق ماضی یا مستقبل کی خبروں سے ہے جیسے انبیاء اور ان کی قوموں کے قصص و واقعات، جنت اور علامات قیامت کے بارے میں آپ ﷺ کے ارشادات۔

۳) وہ نصوص جن میں ابدیت اور ہمیشگی کی صراحت کے ساتھ کوئی حکم دیا گیا ہو، جیسے تہمت اندازوں کی سزا متعین کرتے ہوئے یہ ارشاد کہ کبھی بھی ان کی گواہی قبول نہ کرو: لا تقبلوا لهم شهادة ابدا (النور: ۴)

نسخ کی چار صورتیں

نسخ اور منسوخ کا تعلق قرآن سے ہے یا حدیث سے، اس اعتبار سے نسخ کی چار صورتیں ہیں: قرآن کا نسخ قرآن سے، حدیث کا نسخ حدیث سے، حدیث کا نسخ قرآن سے، قرآن کا نسخ حدیث سے، ان میں سے پہلی دو صورتوں پر اتفاق ہے، اور بعد کی دونوں صورتوں کی بابت اختلاف ہے۔(۲)

قرآن سے قرآن کے نسخ پر متعدد شواہد موجود ہیں، عدت وفات کا ذکر اوپر آچکا ہے، اسی طرح آیت وصیت (البقرة: ۱۸۰) مفصل احکام میراث والی آیت (النساء: ۱۱) سے منسوخ ہے، ان کے علاوہ بھی ایسے متعدد احکام ہیں جن کا مفسرین نے ذکر کیا ہے۔

حدیث سے حدیث کا نسخ، اس کی مثالیں تو بکثرت ہیں، زیارت قبور کی ممانعت، پھر اس کی اجازت، ان برتنوں کے استعمال کی ممانعت جن میں شراب ڈالی جاتی تھی پھر اجازت، کتے کو مارنے کا حکم پھر اس کی ممانعت، بلا انزال جماع سے غسل کا واجب نہ ہونا اور بعد میں اس کا واجب قرار دیا جانا وغیرہ — اس سلسلہ میں ابوبکر حازمی کی "کتاب الاعتبار فی الناسخ والمنسوخ من الآثار" ملاحظہ کی جاسکتی ہے۔

آیات سے احادیث کے منسوخ کئے جانے کی بابت اختلاف ہے، جمہور فقہاء، متکلمین اور محققین شوافع کے نزدیک قرآن سے حدیث کا نسخ جائز ہے، امام شافعی کے دونوں قول ہیں لیکن ان کا قول مشہور جواز کا ہے،(۳) — جمہور کے نقطۂ نظر کا قوی ہونا ظاہر ہے، اس لئے کہ آپ ﷺ کا ارشاد بھی بذریعہ وحی ہے جیسا کہ ارشاد باری ہے: وما ينطق عن الهوى إن هو إلا وحي يوحى (النجم: ۳-۴) اس لئے قرآن سے حدیث کا نسخ ایک حکم الٰہی سے دوسرے حکم الٰہی کا نسخ ہے اور بظاہر اس میں کوئی حرج نہیں، رمضان المبارک میں ابتداءً راتوں میں بھی بیوی سے جنسی تعلق کی ممانعت تھی، جس کا ذکر قرآن میں نہیں، تو ظاہر ہے کہ یہ حکم حدیث ہی پر مبنی ہوگا، اور قرآن سے اس کا نسخ عمل میں آیا (البقرة: ۱۸۷)

احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ ابتداءً آپ ﷺ نے یوم عاشوراء کے روزہ کو فرض قرار دیا تھا پھر جب قرآن میں رمضان کے روزہ کا حکم نازل ہوا (البقرة: ۱۸۵) تو یوم عاشوراء کے روزہ کا حکم منسوخ ہوگیا، بیت اللہ کو قبلہ قرار دے کر قبلۂ اول کا حکم منسوخ ہوا، قبلۂ اول حدیث ہی پر مبنی تھا۔

احادیث کے ذریعہ آیات قرآنی کے منسوخ ہونے کے بارے میں بھی اختلاف ہے، احناف، متکلمین، اکثر اصولیین اور

---

(۱) دیکھئے: علم اصول الفقہ للخلاف ۲۹-۲۴

(۲) اصول السرخسی ۲/۶۷

(۳) دیکھئے: تیسیر التحریر ۳/۲۰۳، المحصول ۱/۵۵۳، فواتح الرحموت

محققین شوافع نسخ کی اس صورت کو بھی جائز قرار دیتے ہیں، امام شافعی کے نزدیک یہ صورت بھی درست نہیں (۱) — جمہور کا نقطۂ نظر یہ ہے کہ قرآن نے رسول اللہ ﷺ کا یہ منصب و مقام متعین کیا ہے کہ آپ ﷺ لوگوں کے لئے قرآن کا بیان و توضیح کرنے والے ہیں، وانزلنا الیک الذکر لتبین للناس ما نزل الیہم. (النحل: ۴۴) اور نسخ بھی دراصل بیان ہی کی ایک صورت ہے جس سے اس امر کی وضاحت ہوتی ہے کہ اس حکم کی مدت اب ختم ہو چکی۔ (۲)

حدیث سے قرآن کے نسخ کی مثال وارث کے لئے وصیت کا مسئلہ ہے، قرآن مجید نے وصیت کے حکم کو عام رکھا ہے جس میں وارث اور غیر وارث کا کوئی فرق نہیں (البقرۃ: ۱۸۰) حدیث میں فرمایا گیا کہ وارث کے لئے وصیت معتبر نہیں، لا وصیۃ لوارث (۳) اور مقدار وصیت کی بھی تحدید کردی گئی کہ زیادہ سے زیادہ ایک تہائی کی وصیت کی جاسکتی ہے۔ (۴)

تلاوت و حکم کے اعتبار سے نسخ کی صورتیں

قرآن مجید میں الفاظ بھی مقصود ہیں اور معانی بھی، اس لئے قرآن میں نسخ کا تعلق تلاوت سے بھی ہوتا ہے اور احکام سے بھی — اس لحاظ سے اہل علم نے قرآن میں نسخ کی تین صورتیں کی ہیں، تلاوت اور حکم دونوں منسوخ ہو جائیں، تلاوت باقی ہو حکم منسوخ ہو جائے، حکم منسوخ ہو تلاوت باقی رہے۔

ان میں سے پہلی صورت کا ذکر قرآن مجید کی اس آیت میں ہے: سنقرئک فلا تنسی الا ما شاء اللہ. (الاعلی: ۷) یعنی ہم جو کچھ آپ ﷺ کو پڑھا رہے ہیں، آپ ﷺ اسے نہیں بھولیں گے سوائے اس کے جسے اللہ ہی بھلانا چاہے، چنانچہ ایسی آیت من جانب اللہ پیغمبر کے قلب و ذہن سے محو کردی جاتی ہیں، اس لئے قرآن میں اس کی کوئی مثال متعین نہیں، البتہ علماء اصول نے اس کی مثال میں تورات، انجیل، صحائف ابراہیمی اور پہلی آسمانی کتابوں کا ذکر کیا ہے۔ (۵)

تلاوت باقی ہو اور حکم منسوخ، اس کی متعدد مثالیں قرآن میں موجود ہیں، جیسے ایک سال عدت وفات والی آیت (البقرۃ: ۲۴۰) زانیہ عورتوں کو ازراہ سزا گھر میں محبوس رکھنے والی آیت (النساء: ۱۵)، کیونکہ ابتداء میں یہی زنا کی سزا تھی بعد کو اس کی جگہ باضابطہ حد زنا مقرر کی گئی ہے (النور: ۲) وغیرہ۔

حکم باقی ہو اور تلاوت منسوخ، اس کی بھی کچھ مثالیں اہل علم نے ذکر کی ہیں، جیسے قسم کے کفارہ میں مسلسل تین روزے — فصیام ثلاثة ایام متتابعات — کے الفاظ تھے، اب بھی تسلسل کا حکم باقی ہے، لیکن متتابعات کا لفظ حذف کردیا گیا، حضرت سعد بن ابی وقاص ؓ کی ایک روایت کے مطابق اخیافی بھائی بہن کا چھٹا حصہ قرآن میں مقرر تھا، یہ حکم بھی باقی ہے، لیکن اس کی تلاوت منسوخ ہے، اسی طرح کہا جاتا ہے کہ شادی شدہ میاں بیوی کیلئے رجم یعنی سنگسار کرنے کی سزا قرآن میں مذکور تھی، یہ حکم اب بھی باقی ہے لیکن ان الفاظ کی تلاوت باقی نہ رہی۔ (۶)

کیا شرط و قید کا اضافہ بھی نسخ ہے؟

ایک اہم مسئلہ جس میں اہل علم کے درمیان اختلاف رائے ہے اور احکام شرعیہ کے اخذ و استنباط میں جس کا بہت گہرا اور دور رس اثر پڑتا ہے یہ ہے کہ ایک حکم پر کسی شرط یا قید کا اضافہ نسخ کے دائرہ میں آتا ہے یا نہیں؟ شوافع، حنابلہ اور اکثر اہل علم کے نزدیک

---

(۱) دیکھئے اصول السرخسی ۲/۶۷، کشف الاسرار للبزدوی ۳/۱۷۶-۱۷۵، المحصول ۱/۵۵۵، الاحکام للآمدی ۳/۱۵۴

(۲) دیکھئے اصول السرخسی ۲/۷۴

(۳) ابوداؤد، حدیث نمبر ۲۸۷۰

(۴) دیکھئے ابوداؤد، حدیث نمبر ۲۸۶۴

(۵) دیکھئے اصول السرخسی ۲/۷۸

(۶) دیکھئے تیسیر التحریر ۳/۲۰۶، کشف الاسرار ۳/۱۸۸

یہ نسخ میں داخل نہیں ہے، حنفیہ کے نزدیک یہ صورت بھی نسخ ہے اور چونکہ ناسخ کو ثبوت کے اعتبار سے منسوخ سے کم تر نہ ہونا چاہئے، اس لئے امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک کسی حکم پر اس طرح کی زیادتی کے لئے اسی درجہ کی نص مطلوب ہے، اسی لئے خبر واحد سے کتاب اللہ پر زیادتی نہیں ہو سکتی، جمہور کے نزدیک اس طرح کی زیادتی بیان کے درجہ میں ہے اور خبر واحد کتاب اللہ کا بیان ہو سکتا ہے، لہٰذا خبر واحد سے کتاب اللہ کے عام میں تخصیص اور مطلق میں تقیید کی گنجائش ہے۔

یہ اصولی اختلاف بہت سے مسائل میں اختلاف رائے کا سبب بنا ہے، مثلاً قرآن نے وضوء کا طریقہ ذکر کیا ہے اور اس میں نیت کا ذکر نہیں ہے، احادیث میں ہر عمل کے ساتھ نیت کو ضروری قرار دیا گیا ہے، تو شوافع نے نیت کو ضروری قرار دیا اور حنفیہ نے کہا کہ اس زیادتی سے ایک حکم قرآنی کا نسخ لازم آتا ہے، اس لئے نیت رکن وضوء تو نہیں ہو سکتی البتہ مستحب یا مسنون ہوگی — قرآن میں زنا کی سزا صرف سو کوڑے مقرر کی گئی، احادیث میں اس کے ساتھ ایک سال جلاوطن کرنا بھی مذکور ہے، اسی لئے شوافع کے یہاں ایک سال کے لئے شہر بدر کرنا بھی حد زنا کا حصہ ہے، حنفیہ کے یہاں ایک سال شہر بدر کرنے کا حکم بطور سماجی مصلحت (سیاست مدنیہ) کے ہے اور قاضی کی صواب دید پر ہے، اس طرح کے کتنے ہی احکام ہیں جن کو اس اصولی اختلاف نے متاثر کیا ہے۔

قرآن مجید میں نسخ کی تعداد

ایسی احادیث جو منسوخ ہیں، سینکڑوں ہیں، اور ان میں سے بعض روایات کے بارے میں اہل علم کے درمیان اختلاف بھی ہے کہ یہ منسوخ ہیں یا نہیں؟ — لیکن آیات قرآنی میں نسخ بہر حال محدود ہے، متقدمین کے یہاں جیسا کہ مذکور ہو چکا ہے، نسخ کا دائرہ بہت وسیع تھا، وہ قید کے اضافہ اور عام کی تخصیص کو بھی نسخ شمار کرتے تھے، زمانہ جاہلیت سے مروج طریقوں کی ممانعت اور شریعت سابقہ کے کسی حکم کی تبدیلی کو بھی اسی دائرہ میں رکھتے تھے، اس لئے ان کے یہاں قرآن میں نسخ کی تعداد پانچ سو تک پہنچتی ہے، بلکہ شاہ ولی اللہ صاحبؒ کے بقول غور و تامل سے کام لیا جائے تو ایسی آیتیں بے شمار ہوں گی، **وان تاملت متعمقا فهو غير محصورة** ۔ (۱)

متاخرین نے ان ہی آیات کو منسوخ شمار کیا ہے جن پر اب بالکل ہی عمل نہیں، چنانچہ جلال الدین سیوطی کی تحقیق کے مطابق اس اصول پر بیس آیات منسوخ ہیں، (۲) علامہ سیوطی نے یہ بھی نقل کیا ہے کہ بعض اہل علم کے نزدیک صرف دو، بعضوں کے نزدیک تین اور بعض حضرات کے نزدیک چار آیات ہی منسوخ ہیں — شاہ ولی اللہ صاحبؒ نے اس موضوع پر بڑی چشم کشا بحث کی ہے شاہ صاحب کی رائے ہے کہ منسوخ آیتیں صرف پانچ ہیں: البقرۃ: ۱۸۰، البقرۃ: ۲۴۰، الانفال: ۶۵، الاحزاب: ۵۲ اور المجادلۃ: ۱۲۔ — مولانا عبد الصمد رحمانیؒ نے بھی اس موضوع پر تفصیل سے قلم اٹھایا ہے اور ثابت کیا ہے کہ قرآن مجید میں ایک آیت بھی منسوخ نہیں، مولانا کی یہ کتاب "قرآن محکم" کے نام سے طبع ہو چکی ہے، ویسے خیال ہوتا ہے کہ جب قرآن نے فی الجملہ نسخ کو تسلیم کیا ہے، متعدد آیات میں اس کا ذکر فرمایا گیا ہے اور عقل و قیاس سے بھی اس کا کچھ تصادم نہیں، تو قرآن میں نسخ کے پائے جانے سے بالکل ہی انکار کیونکر درست ہو سکتا ہے؟ واللہ اعلم ۔

احکام پر نسخ کا اثر

احکام پر نسخ کا جو اثر پڑتا ہے، اس اعتبار سے اہل علم نے نسخ

---

(۱) الفوز الکبیر ۱۹، ط: رحیمیہ

(۲) دیکھئے الاتقان فی علوم القرآن ۲/۲۳ [illegible]

کی چار قسمیں کی ہیں، صریحی، ضمنی، کلی، جزئی۔ (۱)

۱) نسخ صریحی وہ ہے جس میں کسی حکم کے منسوخ ہونے پر شارع کی صراحت موجود ہو، جیسے آپ ﷺ نے فرمایا کہ میں نے تم کو قبروں کی زیارت سے روکا تھا تو اب تم قبروں کی زیارت کر سکتے ہو کہ اس سے زہد پیدا ہوگا اور آخرت کی یاد تازہ ہوگی (۲) یا جیسے ابتداءً مسلمانوں کا قبلہ بیت المقدس تھا پھر صراحتاً اس کو منسوخ کیا گیا اور ارشاد باری ہوا فول وجهك شطر المسجد الحرام۔ (البقرۃ: ۱۴۴)

۲) نسخ ضمنی یہ ہے کہ نص میں تو کسی حکم کے ناسخ یا منسوخ ہونے کی صراحت نہ ہو، لیکن قرائن وشواہد سے کسی حکم کے منسوخ ہونے کا فیصلہ کیا جائے، جیسے ایک جگہ اللہ تعالی نے بیوہ عورتوں کے لئے ایک سال عدت وفات مقرر فرمائی ہے، (البقرۃ: ۲۴۰) پھر دوسری جگہ باری تعالی نے بیوہ عورت کی عدت چار ماہ دس دن مقرر کی ہے، (البقرۃ: ۲۳۴) ان دونوں احکام کے درمیان بالاجماع ثانی الذکر حکم ناسخ ہے اور پہلا حکم منسوخ۔

۳) نسخ کلی سے یہ مراد ہے کہ شارع نے کسی حکم کو تمام مکلفین سے ختم کر دیا ہو، ایسا نہ ہو کہ بعض افراد کے حق میں حکم باقی ہو اور بعض کے حق میں منسوخ، جیسے بیوہ عورت کی عدت یا تحویل قبلہ کا مسئلہ۔

۴) نسخ جزئی سے مراد یہ ہے کہ بعض افراد کے حق میں حکم منسوخ ہو گیا ہو اور بعض افراد کے حق میں باقی ہو، جیسے ابتداءً تہمت لگانے اور ثبوت فراہم نہ کرنے کی صورت میں چالیس کوڑے کی سزا تمام ہی لوگوں کے لئے مقرر ہوئی تھی، (النور: ۴) لیکن پھر شوہر کے لئے استثنائی طور پر "لعان" کا حکم رکھا گیا، اگر وہ بیوی پر بدکاری کا الزام لگاتا ہو اور گواہ فراہم نہ ہوں۔ (النور: ۶)

نسل

اہل علم اور علماء اصول نے لکھا ہے کہ احکام شریعت کے مقاصد میں سے ایک اہم مقصد "حفظ نسل" بھی ہے، زنا کی حرمت، ان اسباب کا سد باب جو زنا تک پہنچاتے ہوں، نکاح کی ترغیب، شوہر سے علاحدگی یا وفات کے بعد عورت کا عدت گذارنا، استقاط حمل اور افزائش نسل کو روکنے کا جائز نہ ہونا، ان سب کا مقصد یہی نسل ونسب کا تحفظ ہے، اس لئے شریعت میں نسل اور نسلی شناخت کی حفاظت کو بڑی اہمیت حاصل ہے۔

نسل پر وقف

فقہاء کے یہاں یہ مسئلہ زیر بحث آیا ہے کہ اگر کوئی شخص اپنی نسل پر کوئی چیز وقف کرے تو یہ وقف کن لوگوں پر سمجھا جائے گا؟ — فقہاء نے اس کا مصداق اولاد اور سلسلۂ اولاد کو قرار دیا ہے، البتہ اس میں اختلاف ہے کہ بیٹیوں کی اولاد اس میں داخل ہوگی یا نہیں؟ دونوں طرح کے اقوال ہیں، بعض اہل علم نے ایک قول کو ترجیح دیا ہے اور بعض نے دوسرے کو، علامہ حصکفیؒ کا خیال ہے کہ لڑکیاں بھی اس میں داخل ہوں گی، (۳) — قریب قریب یہی رائے دوسرے فقہاء کی بھی ہے، البتہ حنابلہ کے یہاں ایک صورت میں اگر اس کی نسل میں ایک سے زیادہ پشتوں کے لوگ بیک وقت موجود ہوں تو وقف کی آمدنی میں وہ سب بیک وقت شریک رہیں گے، (۴) اور شوافع کے نزدیک بالترتیب یعنی جب پہلے پشت کے لوگ باقی نہ رہیں تب دوسری پشت والوں کا استحقاق رہے گا، وعلی هذا القياس۔ (۵)

---

(۱) علم أصول الفقه للخلاف: ۲۲۳-۲۵

(۲) ابن ماجه ۱۱۲/۱

(۳) دیکھئے: درمختار و ردالمحتار ۳۳۹/۳

(۴) المغنی ۳۵۳/۵

(۵) دیکھئے: شرح مهذب ۳۵۱/۱۵

نسی

"نسی ء" کے معنی مؤخر کرنے کے ہیں، حدیث میں متعدد مواقع پر یہ لفظ اسی معنی میں استعمال ہوا ہے،(۱) اسی سے "نسی" کا لفظ ماخوذ ہے جو زمانہ جاہلیت میں کسی مہینہ کو اپنے وقت سے ہٹا کر مؤخر کردینے کو کہا جاتا تھا — فقہاء کے یہاں ایک اصطلاح "ربا نسیئہ" کی ہے جو سود کی ایک خاص صورت ہے۔

(تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو، ربا)

نسیئہ

نساء کے معنی تاخیر کے آتے ہیں، عرب بعض مہینوں کو اپنے وقت سے مؤخر کردیتے تھے اور اس کو "نسی" کہتے تھے فقہ کی اصطلاح میں یہ سود کی ایک قسم ہے، تفصیل ربو کے تحت مذکور ہو چکی ہے۔

نسیان (بھول)

"نسیان" حفظ (یاد رہنے) کی ضد ہے،(۲) ایک شئی معلوم ہو، لیکن ذہن اس سے غافل ہو تو اس کیفیت کو "نسیان" کہتے ہیں،(۳) علامہ ابن ہمامؒ نے نسیان کی تعریف اس طرح کی ہے کہ بوقت ضرورت کوئی چیز یاد نہ رہے،(۴) — اس سلسلہ میں اہل لغت کا اختلاف ہے کہ سہو اور نسیان کے درمیان فرق ہے یا یہ دونوں ہم معنی الفاظ ہیں اور قول صحیح یہی ہے کہ یہ دونوں مترادف ہیں۔(۵)

اس پر اہل علم کا اتفاق ہے (۶) کہ بھول کی وجہ سے گناہ معاف ہوجاتے ہیں، اس لئے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

ان اللہ وضع عن امتی الخطاء والنسیان
وما استکرھوا علیہ (۷)

دنیوی احکام میں بعض صورتوں میں نسیان مؤثر ہوتا ہے، اور بعض صورتوں میں مؤثر نہیں ہوتا، عبادات میں اگر بھول ہو تو، اگر اس بھول کے لئے کوئی داعی نہ ہو، نیز مذکر یعنی یاد دہانی کرنے والی کیفیت موجود ہو تو بھول سے ہونے والی کوتاہی معاف نہیں ہوگی، جیسے کوئی شخص نماز میں کھالے تو نماز فاسد ہو جائے گی، کیونکہ نماز کی کیفیت اس کو اس کی خصوصی حیثیت یاد دلاتی رہتی ہے، برخلاف روزہ کے، کہ روزہ میں کوئی باعث یاد دہانی امر موجود نہیں، اس لئے اس حال میں آدمی بھول کر کھالے تو روزہ نہیں ٹوٹے گا، اسی طرح جانور ذبح کرتے وقت بسم اللہ کہنا بھول گیا تو جانور حلال ہو جائے گا، اس لئے کہ کوئی ایسا سبب داعی موجود نہیں، جو بسم اللہ کی طرف متوجہ کرنے والا ہو۔

البتہ بھول جانے کی وجہ سے آدمی کوئی ایسا کام نہ کر پائے جس کا شریعت نے حکم دیا ہے، یا کسی ایسی بات کا ارتکاب کر بیٹھے جس کو شریعت نے منع کیا ہے، تو اس کا تدارک واجب ہے، جیسے نماز، روزہ، نذر، وغیرہ بھول جائے، حج کرنے میں وقوف عرفہ بھول جائے، نماز کا کوئی رکن بھول جائے، نجاست لگی ہو کہ نماز اس کے ساتھ نہیں ہو سکتی، اور اسی حال میں بھول کر نماز ادا کرلے، تو ان صورتوں میں اس کو ان افعال کی قضاء کرنی ہوگی، قسم اور طلاق کے معاملہ میں بھی قصد اور بھول کا حکم یکساں ہے، بھول کر بھی قسم کھالے یا طلاق دیدے، تو طلاق واقع ہو جائے گی اور قسم منعقد ہو جائے گی، یہی حال احرام کی ممنوعات کا ہے کہ بھول کر بھی ارتکاب کرلے تو اس کو وہی جنایت ادا کرنی ہوگی، جو قصداً ممنوعات احرام کے ارتکاب کی وجہ سے واجب ہوتی۔

---

(۱) النہایہ لابن اثیر ۵/۵۰-۴۹
(۲) القاموس المحیط ۱۷۱۵
(۳) کتاب التعریفات ۲۴۹
(۴) دیکھئے الأشباہ والنظائر لابن نجیم ۳۰۲
(۵) حوالۂ سابق
(۶) حوالۂ سابق
(۷) ابن ماجہ ۱/۱۴۷، باب طلاق المکرہ والناسی

ہاں اگر بھول سے اس نے ایسی بات کا ارتکاب کیا جو حد شرعی کی موجب ہے جیسے بھول کر شراب پی لی، کسی کا سامان چوری کر لیا وغیرہ، تو شبہ پیدا ہو جانے کی وجہ سے حد ساقط ہو جائے گی کیونکہ حدود شبہات سے ساقط ہو جاتی ہیں۔(۱)

علامہ سید شریف جرجانیؒ نے نسیان کے سلسلہ میں اصولی بات لکھی ہے کہ نسیان کسی بات کے واجب ہونے یا جو چیز واجب تھی اس کی ادائیگی کے واجب ہونے میں مانع نہیں ہے،(۲) اسی لئے نسیان بنیادی طور پر حکم اخروی میں موثر ہوتا ہے کہ آدمی گناہ سے بچ جاتا ہے، دنیوی احکام عام طور پر اسی طرح مرتب ہوتے ہیں جس طرح قصد و ارادہ کے ساتھ کسی فعل کو انجام دینے پر، فقہاء نے صرف ان صورتوں کو مستثنیٰ کیا ہے جن میں خود نصوص میں رخصت و سہولت ثابت ہے، یا اس کا تعلق حدود و تعزیرات سے ہے۔ واللہ اعلم

شیخ الاسلام عزالدین ابن عبدالسلامؒ نے لکھا ہے کہ بھول کی وجہ سے گناہ تو معاف ہوتا ہے، لیکن کیا بھول کی وجہ سے حکم شرعی ساقط ہو جاتا ہے؟ تو اس سلسلہ میں تفصیل یہ ہے کہ یا تو وہ شریعت کی مامورات کو بھولا ہوگا یا منہیات کو:

○ اگر مامورات کو بھولا ہے اور اب اس کا تدارک ممکن ہے تو حقوق اللہ ہوں یا حقوق العباد، تدارک واجب ہوگا، جیسے کوئی شخص نماز، روزہ یا قصاص وغیرہ کو بھول جائے تو یاد آنے کے بعد اس کو ادا کرنا ہوگا۔

○ اور اگر اس کا تدارک ممکن نہ ہو جیسے: جہاد، جمعہ، نماز کسوف، کسی خاص شخص کی نماز جنازہ، بیوی، ماں باپ کے لئے رہائش گاہ کا انتظام، تو ان امور کے فوت ہو جانے کی وجہ سے اب ان کا وجوب ہی ساقط ہو جائے گا۔

○ اور اگر بھول کا تعلق منہیات سے ہو تو اس کی دو صورتیں ہو سکتی ہیں:

○ یا تو اس کی حرمت و ممانعت عبادات کے ساتھ مخصوص ہوگی یا عبادات کے ساتھ مخصوص نہیں ہوگی، اگر عبادات سے متعلق ہو اور اس میں تلف کرنے کی کیفیت پائی جاتی ہو جیسے: احرام کی حالت میں شکار کا قتل، بال مونڈنا، تو اس کا کفارہ ساقط نہیں ہوگا، کیونکہ کمی پیدا ہوئی ہے، اس کی تلافی کی صورت موجود ہے۔

○ اور اگر تلف کرنے کی کیفیت نہیں پائی جاتی ہو تو اب اس کا گناہ بھی ساقط ہو جائے گا اور کوئی بدل بھی واجب نہ ہوگا۔

○ اگر اس کی ممانعت عبادات سے متعلق نہ ہو، تو نسیان کی وجہ سے گناہ ساقط ہو جائے گا اور تاوان واجب ہوگا، جیسے کسی نے اپنی بیوی کو طلاق بائن دی، پھر اس بات کو بھول گیا اور اس سے صحبت کر لی، یا کھانے کو فروخت کر چکا تھا، یاد نہیں رہا اور اسے کھا لیا، تو ان صورتوں میں گناہ گار تو نہیں ہوگا، لیکن اس کا تاوان واجب ہوگا، کیونکہ ان امور کی تلافی کی صورت موجود ہے، اور بھول کی وجہ سے تلافی کے اسباب معاف نہیں ہو جاتے۔(۳)

نشوز

”نشوز“ کے معنی نافرمانی کے ہیں، قرآن مجید میں یہ لفظ بیوی کی نافرمانی کے معنی میں استعمال ہوا ہے، (النساء: ۳۴) اسی کی رعایت کرتے ہوئے فقہ کی اصطلاح میں جن چیزوں میں شوہر کی اطاعت واجب ہے ان میں شوہر کی عدول حکمی کرنے کو ”نشوز“ کہا جاتا ہے، جیسے: شوہر کی اجازت کے بغیر عورت کا گھر سے نکلنا، شوہر کے منع کرنے کے باوجود غیر محرم سے گفتگو کرنا، شوہر کو اپنے نفس پر قدرت نہ دینا، اور غسل جنابت نہ کرنا وغیرہ —— جو عورت شوہر کی بے جا نافرمانی کا ارتکاب کرے اس کو ”ناشزہ“ کہتے ہیں۔

اگر ایسی عورت کی اصلاح دشوار ہو تو طلاق دی جا سکتی ہے،

---

(۱) ملخص از: الأشباہ والنظائر ۳۰۳-۳۰۴، ط: بیروت

(۲) کتاب التعریفات: ۲۹۹

(۳) ملخص از: قواعد الأحکام فی مصالح الأنام ۲/۱۹۲، فصل فیما یفوت من المصالح، الخ

اور ناشزہ عورت اگر شوہر کے گھر سے چلی جائے تو شوہر پر اس کا نفقہ واجب نہیں رہتا، نافرمانی کے باوجود اگر وہ شوہر کی فراہم کی ہوئی رہائش گاہ میں موجود ہو تو وہ نفقہ کی مستحق ہے۔

(تفصیل کے لئے طلاق اور نفقہ کے احکام دیکھے جائیں)

اگر بیوی کی طرف سے بے جا نافرمانی ہو اور خلع پر معاملہ طے پا جائے تو مرد نے مہر کے طور پر جو رقم دی ہے، وہ اسے واپس لے سکتا ہے۔ (دیکھئے: خلع)

نص

لغت میں "نص" کے معنی تیز چلنے کے آئے ہیں اور حدیث میں یہ لفظ ایک موقع پر اسی معنی میں استعمال ہوا ہے، اہل علم کی اصطلاح میں نص ایسی صریح اور واضح بات کو کہتے ہیں جس میں تاویل و توجیہ کی گنجائش نہ ہو، عام طور پر اللہ اور اس کے رسول کے کلام کے لئے نص کا لفظ بولا جاتا ہے، اور اسی لئے "دلیل معقول" کے مقابلہ "دلیل منصوص" کی تعبیر استعمال کی جاتی ہے، لیکن شارع تعالی کے علاوہ انسان کی عبارتوں کے لئے بھی نص کے لفظ کا استعمال عام ہے، خاص کر جب کسی کی عبارت بلفظہ نقل کی جائے تو اس وقت "نص" کی تعبیر اختیار کی جاتی ہے۔

یہ تو اس لفظ کا عمومی استعمال ہے، لیکن علماء اصول فقہ کے نزدیک "نص" ایک مستقل اصطلاح ہے، جس کی تفصیل یہ ہے کہ کلام کبھی واضح ہوتا ہے اور کبھی مبہم، پھر وضاحت و ابہام بھی ایک درجہ کا نہیں ہوتا، کوئی بات اپنے مقصد کے اظہار میں زیادہ واضح ہوتی ہے اور کوئی کم واضح، کسی میں زیادہ ابہام و اشتباہ ہوتا ہے اور کسی میں کم، اس کو ملحوظ رکھتے ہوئے اصولیین نے وضاحت کے اعتبار سے کلام کی چار قسمیں کی ہیں اور ابہام کے اعتبار سے بھی، وضاحت کے اعتبار سے کلام کی چار قسمیں یہ ہیں: ظاہر، نص، مفسر، محکم، اور ابہام کے اعتبار سے چار قسمیں یوں ہیں: خفی، مشکل، مجمل، متشابہ۔

نص وہ ہے جس کے معنی الفاظ ہی سے واضح ہوں اور وہی کلام کا مقصود ہو، البتہ اس میں تخصیص و تاویل کا احتمال بھی پایا جاتا ہو، تخصیص و تاویل کے احتمال کا یہ مطلب نہیں ہے کہ اس حکم میں تخصیص یا تاویل کی ہی گئی ہو، بلکہ مطلب یہ ہے کہ اس کلام میں تخصیص و تاویل کی گنجائش ہو۔

نص کا حکم یہ ہے کہ ظاہر کے مقابلہ اسے ترجیح ہوتی ہے، اور اگر نص اور مفسر میں ٹکراؤ محسوس ہو تو پھر مقابلہ نص کے مفسر کو ترجیح حاصل ہوتی ہے، مثلاً اللہ تعالی نے چند محرمات کا ذکر کرکے ارشاد فرمایا ہے کہ "ان کے سوا عورتیں تمہارے لئے حلال ہیں" واحل لکم ماوراء ذالکم (النساء: ۲۴) اس آیت کا ظاہر یہ ہے کہ ان عورتوں کے علاوہ عورتیں حلال ہیں، خواہ ان کی تعداد چار سے زیادہ ہو، لیکن سورۂ نساء کی آیت نمبر: ۳ آئی ہی اس لئے ہے کہ نکاح کی چار تک حد بندی کی جائے، پس یہ آیت چار سے زیادہ نکاح کے جائز نہ ہونے میں نص کا درجہ رکھتی ہے، اس لئے اس آیت کو ترجیح حاصل ہے کہ چار سے زیادہ نکاح جائز نہیں۔ (۱)

اسی طرح نص پر مفسر کو ترجیح ہوتی ہے جیسے ایک شخص نکاح کرتے ہوئے کہتا ہے تزوجت (میں نے شادی کی) تو نکاح صحیح کے لئے یہ عبارت نص کے درجہ میں ہے، جو نکاح کے ایجاب و قبول کے لئے استعمال ہوتی ہے، لیکن اگر ایک شخص نے "شہرا" کا لفظ بڑھا کر کہہ دیا تزوجت شہرا (میں نے ایک ماہ کے لئے نکاح کیا) تو اب یہ نکاح درست نہیں ہوگا، کیونکہ ایک ماہ کی قید نے اس کلام کو مفسر بنا دیا، اور یہ بات واضح ہوگئی کہ اس سے عارضی نکاح (نکاح موقت) مراد ہے، جو شرعاً درست نہیں ہے۔

(دوسری اصطلاحات "ظاہر، مفسر، محکم، خفی، مشکل، مجمل، متشابہ" کے سلسلہ میں ان ہی الفاظ کو ملاحظہ کیا جائے)۔

نص سے مربوط فقہاء احناف کے نزدیک ایک اور اصطلاح

---

(۱) ملخص از: فواتح الرحموت ۲ علی ہامش المستصفی ۱۹/۲ ط: بولاق

بھی ہے، اور وہ یہ کہ قرآن وحدیث کی نصوص میں لفظ کی اپنی معنی پر دلالت کے اعتبار سے چار قسمیں کی گئی ہیں، عبارۃ النص، اشارۃ النص، دلالۃ النص اور اقتضاء النص۔ لفظ جس معنی کو بتلانے کے لئے لایا گیا ہے وہ عبارۃ النص ہے، اور جو معنی لفظ سے معلوم ہو لیکن کلام اس کے لئے لایا نہ گیا ہو، وہ اشارۃ النص ہے، جیسے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

> **وعلى المولود له رزقهن وكسوتهن بالمعروف** (البقرۃ: ۲۳۳)

اس کلام کا اصل مقصود یہ بتانا ہے کہ نفقہ والد پر واجب ہوتا ہے، لیکن اس میں تین باتوں کی طرف اشارہ ہوتا ہے، اول یہ کہ بچہ کا نسب باپ سے ثابت ہوگا، دوسرے اولاد کے مال میں والد کو ولایت حاصل ہوگی، تیسرے تنہا والد ہی پر نفقہ واجب ہوگا، اولاد کا نفقہ ادا کرنے میں کسی اور کی شرکت نہ ہوگی، چوتھے اگر والد محتاج ہو تو اولاد پر بھی بلا شرکت غیرے والد کا نفقہ واجب ہوگا، کیونکہ "مولود لہ" میں لام ملکیت کو بتلانے کے لئے ہے، پس گویا اولاد اور اس کا مال اس کے باپ کی ملکیت کے درجہ میں ہے۔ (۱)

جو حکم نص کے الفاظ میں مذکور نہ ہو مگر زبان کے لب ولہجہ کے تقاضے سے فوراً غور کے بغیر بھی وہ سمجھ میں آتا ہو، اس کو دلالۃ النص کہتے ہیں، جیسے اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ ماں باپ کو اف بھی نہ کہو: **فلا تقل لهما اف** (الاسراء: ۲۳) اس سے ایک عامی شخص بھی یہ بات سمجھ سکتا ہے کہ ماں باپ پر ہاتھ اٹھانا یا گالی دینا بدرجہ اولیٰ حرام ہوگا، تو ماں باپ کو مار پیٹ اور گالی گلوچ کی حرمت اس آیت کا دلالۃ النص ہے۔ (۲)

نص میں ایسی زیادتی کہ اس کے بغیر کلام درست نہ ہو سکے، اقتضاء النص اور مقتضی کہلاتا ہے، جیسے رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: **انما الاعمال بالنیات**، اگر اعمال سے پہلے ثواب واجر یا صحت کا لفظ نہ بڑھایا جائے اور یوں نہ کہا جائے کہ اعمال پر اجر وثواب یا اعمال کا صحیح ودرست ہونا نیت پر موقوف ہے، تو اس حدیث کا کوئی صحیح معنی نہیں کیا جا سکے گا، اسی لئے شرعی ضرورت کے تحت ایسی نصوص میں الفاظ محذوف مانے جاتے ہیں، پس اس حدیث میں ثواب یا صحت کا لفظ اقتضاء النص سے ثابت ہے۔ (۳)

دلالت کی ان چار صورتوں سے احکام ثابت ہوتے ہیں اور یہ قیاس پر مقدم ہیں، البتہ تعارض کے وقت عبارۃ النص کو اشارۃ النص پر اور اشارۃ النص کو دلالۃ النص پر ترجیح دی جائے گی، مثلاً:

> **يا ايها الذين آمنوا كتب عليكم القصاص في القتلى** (البقرۃ: ۱۷۸)
>
> اے مومنو! تم پر مقتولین کے سلسلہ میں قصاص فرض قرار دیا گیا ہے۔

اس آیت کا عبارۃ النص یہ ہوا کہ قتل عمد میں قصاص واجب ہوگا۔

دوسری جگہ ارشاد ہے:

> **ومن يقتل مؤمنا متعمدا فجزاؤه جهنم خالدا فيها وغضب الله عليه ولعنه** (النساء: ۹۳)
>
> جو کسی مسلمان کی جان بوجھ کر قتل کرے اس کی جزا جہنم ہے جس میں وہ ہمیشہ رہے گا، اس پر اللہ کا غضب ہوا اور اللہ کی لعنت۔

اس آیت میں قتل مومن کی پوری سزا جہنم کو قرار دیا گیا ہے، کیونکہ جزا پورے بدلہ کو کہتے ہیں، اس کا اشارۃ النص یہ ہوا کہ قتل عمد کی صورت میں قصاص واجب نہ ہوگا، ورنہ جہنم اس کی پوری سزا نہ ہوتی، پس پہلی آیت کے عبارۃ النص کو اس آیت کے اشارۃ النص پر ترجیح دی جائے گی، اور قصاص واجب ہوگا۔

---

(۱) أصول البزدوی: ۱۸

(۲) أصول البزدوی: ۱۹

(۳) حوالۂ سابق: ۲۰

۲) اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے :

من قتل مومنا خطأ فتحریر رقبة مومنة ودیة مسلمة الی اهله الا ان یصدقوا ۔ (النساء : ۹۲)

اس آیت کا دلالۃ النص یہ ہے کہ قتل عمد پر بدرجہ اولیٰ کفارہ واجب ہونا چاہئے، دوسری جگہ فرمایا گیا :

ومن یقتل مومنا متعمدا فجزاءه جهنم خالدا فیها ۔ (النساء : ۹۳)

جو کسی مسلمان کو قصداً قتل کرے تو اس کا بدلہ جہنم ہے جس میں وہ ہمیشہ رہے گا۔

اس آیت کا اشارۃ النص یہ ہے کہ قتل عمد میں کفارہ واجب نہ ہو کیونکہ قتل عمد کی سزا جہنم کو قرار دیا گیا ہے، اور جہنم اسی صورت میں واجب ہوتی ہے کہ اس گناہ کا کفارہ ممکن نہ ہو، پس اس آیت کا اشارۃ النص کو پہلی آیت کے دلالۃ النص پر ترجیح دی جائے گی۔

نطق (بولنا)

نطق کے معنی بولنے کے ہیں، یوں فقہاء کے یہاں "گویائی" اور "قوت گویائی" دونوں پر نطق کا اطلاق کیا جاتا ہے —— شریعت میں بعض معاملات میں اشارہ کو بھی نطق کے قائم مقام سمجھا گیا ہے، اور جو شخص بولنے پر قادر نہ ہو، جس کو "اخرس" یا "ابکم" کہتے ہیں اس کے لئے بہت سے ان امور میں اشارہ سے مافی الضمیر کا اظہار کافی ہے، جن میں قوت گویائی رکھنے والوں کے لئے بول کر اپنے مقصود مطلب کا اظہار ضروری ہوتا ہے۔ (دیکھئے: اخرس)

فقہاء نے لکھا ہے کہ گواہی میں نطق ضروری ہے، اشارہ کافی نہیں خواہ کسی بھی معاملہ کی گواہی ہو، اسی لئے تحریر اور اشارہ سے گواہی نہیں دی جا سکتی خواہ وہ بولنے پر قادر ہو یا نہ ہو، (۱) اسی طرح حدود کے مقدمات میں خواہ کوئی بھی حد ہو، زبان ہی سے اقرار معتبر ہے تحریر اور اشارہ سے اقرار کا اعتبار نہیں، گو گونگا اگر اقراری تحریر لکھ دے یا واضح اشارہ کے ذریعہ اقرار کرے، جب بھی یہ اقرار غیر معتبر ہوگا۔ (۲)

نظر

"نظرة" کے معنی نظر لگنے کے بھی ہیں، اور حدیث میں یہ لفظ اس معنی میں استعمال ہوا ہے، (۳) حضرت ام سلمہؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ان کے گھر میں ایک لڑکی کو دیکھا جس کے چہرے پر ایک دھبہ سا تھا، تو فرمایا کہ اس کو جھاڑ پھونک کرو کیونکہ اسے نظر لگ گئی ہے۔ (۴)

حدیث میں نظر لگنے کا دو علاج منقول ہے، ایک یہ کہ دعاء پڑھ کر پھونکا جائے، حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے خود مجھے اس کا حکم فرمایا، (۵) دوسرے آپ ﷺ نے یہ بھی ہدایت فرمائی کہ جس شخص کی نظر لگ جائے وہ اپنا چہرہ، ہاتھ، کہنیاں، گھٹنے، پاؤں اور تہبند کے اندرونی حصہ کو ایک برتن میں دھوئے اور اس پانی سے نظر لگے ہوئے شخص کو غسل دیا جائے۔ (۶)

اہل علم نے لکھا ہے کہ نظر لگنے سے نقصان تو ہوتا ہے، لیکن اس سے ہلاکت واقع نہیں ہوتی، اور یقین کے ساتھ کہا بھی نہیں جا سکتا کہ کس کو نظر لگی ہے اور کس کی؟ اس لئے نظر کی بنیاد پر قصاص، دیت یا کفارہ وغیرہ کے احکام جاری نہیں ہو سکتے۔ (۷)

نظر لگنے کے لئے یہ ضروری نہیں کہ جس شخص کی نظر لگ جائے وہ بدخواہ ہی ہو، کوئی چیز نگاہ کو بہت بھا جائے اس سے بھی نظر لگتی ہے، اس لئے جب کوئی چیز اچھی لگے تو "ماشاء الله لا قوة الا بالله" کہنا

---

(۱) دیکھئے بدائع الصنائع ۶/۲۶۸

(۲) بدائع الصنائع ۷/۴۹

(۳) بخاری، عن ام سلمہ، حدیث نمبر ۵۷۳۹

(۴) حوالۂ مذکور

(۵) بخاری، حدیث نمبر ۵۷۳۸

(۶) دیکھئے فتح الباری ۱۰/۲۱۲-۲۱۳

(۷) فتح الباری ۱۰/۲۱۹

چاہئے، حضرت انس ؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اس کی تحسین فرمائی۔(١)

نعاس

نعاس کے معنی اونگھنے کے ہیں، مولانا انور شاہ کشمیری نے لکھا ہے کہ ایسا سونا کہ دل میں غفلت کی کیفیت پیدا ہو جائے نوم ہے، اور اونگھ کہ جس میں آدمی جھولنے لگے اور سر میں حرکت ہو نعاس ہے۔ (تفصیل کے لئے دیکھئے نوم)

نعل

عربی زبان میں "نعل" پاؤں میں پہننے والی ایسی چیز کو کہتے ہیں جو زمین سے پاؤں کی حفاظت کرے، ما وقیت به القدم من الارض اس کی جمع "نعال" آتی ہے(٢) اس طرح چپل اور جوتا دونوں پر نعل کا اطلاق ہو سکتا ہے۔

نعل سے متعلق تین فقہی احکام قابل ذکر ہیں، اول یہ کہ پاؤں دھونے کی جگہ کیا نعلین پر مسح کرنے پر اکتفا کیا جا سکتا ہے؟ دوسرے کیا نعلین کے ساتھ نماز پڑھی جا سکتی ہے؟ تیسرے رسول اللہ ﷺ کی نعلین مبارکین کس وضع کی تھیں؟

وضوء میں نعلین پر مسح

جہاں تک وضوء میں نعلین پر مسح کی بات ہے تو گو ایک روایت میں یہ بات آئی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے پائے مبارک اور نعل مبارک پر مسح فرمایا،(٣) لیکن قرآن مجید میں پاؤں کے دھونے کا حکم اور صحیح و مشہور احادیث میں صرف موزوں پر مسح کرنے کی اجازت سے یہ روایت متعارض ہے، اسی لئے جمہور فقہاء اور خود ائمہ اربعہ نعلین پر مسح کے قائل نہیں، اس روایت کی توضیح حضرت مغیرہ بن شعبہ ؓ کی اس روایت سے ہوتی ہے جسے امام ترمذی نے نقل کیا ہے کہ آپ ﷺ نے وضوء کیا اور موزوں (جوربین) اور نعلین پر مسح فرمایا،(٤) اس سے ظاہر ہے کہ اصل میں تو آپ ﷺ نے موزوں پر مسح فرمایا تھا، لیکن چونکہ آپ ﷺ ان موزوں پر نعلین پہنے ہوئے تھے اور آپ ﷺ کے نعلین میں اوپری حصے اس طرح کھلے ہوئے تھے کہ ان کو اتارے بغیر بھی مسح کیا جا سکتا تھا، اس لئے راوی نے اس کو موزے اور نعلین دونوں پر مسح کرنے سے تعبیر کر دیا اور چونکہ یہ ایک طرح سے بالواسطہ پاؤں ہی پر مسح کرنا ہے، اس لئے بعض روایتوں میں نعلین اور قدمین کا ذکر کیا گیا — امام طحاوی اور علامہ زیلعی نے اس پر تفصیل سے کلام کیا ہے۔(٥)

جوتے میں نماز

جہاں تک نعلین میں نماز پڑھنے کی بات ہے، تو اگر ایسی چپل ہو جس میں انگلیاں کھلی ہوئی ہوں اور ان کو زمین پر رکھا جا سکتا ہو، نیز اس میں ناپاکی لگی ہوئی نہ ہو تو اس میں نماز پڑھی جا سکتی ہے، چنانچہ حضرت انس بن مالک ؓ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے اپنی نعلین میں بھی نماز ادا فرمائی ہے،(٦) — نعلین میں نماز پڑھنا مباح ہے یا مستحب یا مکروہ؟ اس سلسلہ میں تینوں طرح کے اقوال ہیں، جو حضرات مباح قرار دیتے ہیں، انھوں نے اس روایت کو جواز و اباحت پر محمول کیا ہے، کیونکہ حضور ﷺ کا عام معمول مبارک اس طرح نماز پڑھنے کا نہیں تھا، یہی رائے ابن دقیق العید کی ہے، جو حضرات استحباب کے قائل ہیں انھوں نے ابوداؤد اور حاکم کی اس روایت سے استدلال کیا ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: یہودیوں کی مخالفت کرو کہ وہ نعلین اور موزوں میں نماز نہیں پڑھتے، علامہ عینی کا رجحان اسی طرف ہے، ہمارے زمانہ میں اب یہ علت باقی نہیں

---

(١) فتح الباری ١٠/٣٥٥ بحوالہ مسند بزار

(٢) القاموس المحیط ص ٩٤٣

(٣) ابوداؤد مع بذل المجهود ١/٩٨، ٩٩

(٤) ترمذی، باب فی المسح علی الجوربین و النعلین، حدیث نمبر ٩٩

(٥) دیکھئے شرح معانی الآثار للطحاوی، باب المسح علی النعلین ١/٩٧

(٦) ترمذی، حدیث نمبر ٤٠٠، باب ما جاء فی الصلاۃ فی النعال

رہی، اس لئے اب یہود کی مخالفت کی نسبت سے نعلین میں نماز پڑھنے کو اولیٰ قرار نہیں دیا جاسکتا۔

جو لوگ مکروہ کہتے ہیں ان کا خیال ہے کہ اس میں سوء ادب ہے اور اللہ تعالیٰ کا حضرت موسیٰ علیہ السلام سے کوہ طور پر حاضری کے موقعہ پر ارشاد فرمانا کہ آپ علیہ السلام نعلین اتار لیں فاخلع نعلیک . (طٰہٰ : ۱۲) سے بھی اس نقطۂ نظر کو تقویت پہنچتی ہے،(۱) ـــــ اور فی زمانہ یہی درست معلوم ہوتا ہے، کیونکہ مشرق میں بڑوں کے سامنے جوتے پہن کر بیٹھنے کو خلاف ادب تصور کیا جاتا ہے، اور اس لئے بھی کہ آپ ﷺ کے زمانہ میں مسجد کا فرش کچا تھا اور اس پر کنکر بچھائے گئے تھے، اس لئے اگر چپل میں کچھ گندگی لگ گئی ہو تو اس سے مسجد کا فرش آلودہ نہیں ہوتا تھا، آج کل مسجدوں میں جس قسم کے فرش بنائے جاتے ہیں، ان میں آلودگی کے پھیل جانے اور زمین میں جذب نہ ہونے کا قوی اندیشہ ہوتا ہے اور چپل جوتے میں چاہے نجاست نہ لگے، لیکن گندگی کا لگا رہنا عین ممکن ہے۔ واللہ اعلم

نفاس

''نفاس'' کے اصل معنی عورت کے بچہ جننے کے ہیں،(۲) فقہاء کی اصطلاح میں نفاس سے مراد وہ خون ہے جو بچے کی مکمل پیدائش یا اس کا زیادہ حصہ باہر آجانے کے بعد آیا ہو، خواہ فطری طریقہ پر بچہ کی ولادت ہو جائے یا کسی وجہ سے اس کو ٹکڑے ٹکڑے کر کے نکالنا پڑے،(۳) اگر جنین ابھی ناقص الخلقت تھا، لیکن بعض اعضاء جیسے ہاتھ یا پاؤں یا ناخن یا انگلی یا بال کی تخلیق ہو گئی تھی اور عام طور پر یہ تخلیقی عمل ایک سو بیس دنوں کے بعد ہی وجود میں آتا ہے، ایسے جنین کے ساقط ہونے کے بعد جو خون آئے وہ بھی ''نفاس'' ہی تصور کیا جائے گا،(۴) اگر بچہ کا کم حصہ باہر آیا ہو اور زیادہ حصہ اندر ہو اس وقت جو خون آئے وہ استحاضہ ہوگا نہ کہ حیض،(۵) اسی طرح اگر حمل پر ایک سو بیس دن نہیں گذرے اور اعضاء ظاہر نہیں ہوئے اسی حال میں جنین ساقط ہو گیا، تو یہ نفاس نہیں ہوگا، اگر مدت طہر کم سے کم پندرہ دن گذر چکی تھی اور خون کا سلسلہ تین دنوں تک باقی رہا تو حیض شمار کیا جائے گا ورنہ استحاضہ، اگر کسی عورت کے حمل میں دو بچے ہوں جو یکے بعد دیگرے پیدا ہوں، لیکن پیدائش میں چھ ماہ سے کم کا فاصلہ ہو تو پہلے بچہ کی پیدائش ہی سے آنے والا خون نفاس شمار کیا جائے گا، البتہ دوسرے بچہ کی پیدائش پر وضع حمل کی تکمیل ہوگی، یعنی اگر حاملہ طلاق یا وفات کی عدت کی حالت میں تھی تو دوسرے بچہ کی پیدائش پر عدت مکمل ہوگی۔(۶)

نفاس کی مدت

نفاس کی کم سے کم کوئی مدت نہیں، اس پر ائمہ اربعہ کا اتفاق ہے،(۷) زیادہ سے زیادہ مدت کے بارے میں البتہ اختلاف ہے، حنفیہ اور حنابلہ کے نزدیک زیادہ سے زیادہ مدت چالیس دن کی ہے،(۸) چنانچہ حضرت ام سلمہؓ سے مروی ہے کہ حضور ﷺ کے زمانہ میں خواتین ولادت کے بعد چالیس شب و روز بیٹھتی تھیں،(۹) یعنی نماز وغیرہ ادا کرنے سے مجتنب رہتی تھیں، امام ترمذیؒ نے اس پر حضرات صحابہ ؓ کا اتفاق نقل کیا ہے۔(۱۰)

فقہاء شوافع کے نزدیک زیادہ سے زیادہ مدت ساٹھ دن ہے، لیکن شوافع میں امام مزنیؒ کی رائے وہی ہے جو حنفیہ اور حنابلہ

---

(۱) دیکھئے معارف السنن ۳۰۴-۳۰۳/۳ (مولانا محمد یوسف بنوری)

(۲) القاموس المحیط ۵۷۵

(۳) در مختار ۱/۱۹۹

(۴) حوالۂ سابق ۱/۲۰۱

(۵) حوالۂ سابق ۱۹۹

(۶) در مختار ۱/۲۰۰

(۷) البحر الرائق ۱/۲۱۹، بدایۃ المجتہد ۱/۵۲، المغنی ۱/۲۰۹

(۸) البحر الرائق ۱/۲۳۰، المغنی ۱/۲۰۹

(۹) ترمذی، باب ماجاء فی کم تمکث النفساء، حدیث نمبر ۱۳۹

(۱۰) حوالۂ سابق

کی ہے، (۱) امام مالکؒ کا ایک قول ساٹھ دن کا ہے، لیکن امام صاحب نے اس سے رجوع کر لیا تھا اور آپ کی آخری رائے یہ تھی کہ اس سلسلہ میں اہل تجربہ خواتین سے دریافت کیا جائے، تاہم مالکیہ کا عمل امام مالکؒ کی اسی ابتدائی رائے پر ہے جس سے آپؒ نے رجوع کر لیا ہے۔ (۲)

حنفیہ کے یہاں ایک صورت میں نفاس کی کم سے کم مدت بھی متعین ہوتی ہے، چنانچہ ولادت کے کچھ دنوں بعد عورت عدت گذر جانے کا دعویٰ کرتی ہے تو امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک کم سے کم مدت نفاس پچیس دن متصور ہوگی، اس کے بعد طہر اور تین حیض شمار کیا جائے گا، امام ابو یوسفؒ کے نزدیک اس صورت میں گیارہ دن اور امام محمدؒ کے نزدیک ایک لمحہ نفاس شمار ہوگا (۳) — حافظ ابن رشدؒ کو اس سے یہ غلط فہمی ہوئی کہ انھوں نے امام ابو حنیفہؒ کی طرف مطلقاً یہ بات منسوب کر دی کہ آپؒ کے یہاں نفاس کی کم سے کم مدت متعین ہے، (۴) حالانکہ یہ تعیین ایک خاص صورت سے متعلق ہے۔

جن اُمور میں حیض و نفاس کے احکام میں فرق ہے!

اس پر فقہاء کا اتفاق ہے کہ نفاس حدث یعنی ناپاک ہونے کے اسباب میں سے ایک ہے، جو چیزیں حیض کی وجہ سے حرام ہیں وہ نفاس کی وجہ سے بھی حرام ہیں، اور حیض کی وجہ سے جو فرائض ساقط ہو جاتے ہیں نفاس کی وجہ سے بھی ساقط ہو جاتے ہیں (۵) البتہ حصکفیؒ نے سات احکام نقل کئے ہیں جن میں حیض اور نفاس کا حکم مختلف ہے:

۱) حیض کی کم سے کم مدت مقرر ہے، نفاس کی کم سے کم مدت مقرر نہیں۔

۲) حیض بالغ ہونے کی علامت ہے اور نفاس علامت بلوغ نہیں، کیونکہ اس کا حاملہ ہو جانا خود اس کے بالغ ہونے کی دلیل ہے۔

۴) حیض استبراء رحم کی دلیل ہے اور نفاس بعض اوقات استبراء کے لئے کافی نہیں ہوتا، مثلاً کسی باندی کو حمل میں توام بچے تھے، پہلا بچہ پیدا ہوا، اور اس کے بعد خون شروع ہو گیا تو دوسرے بچے کی پیدائش تک جو خون آیا وہ نفاس سمجھا جائے گا، لیکن چوں کہ ابھی حمل میں بچہ موجود ہے اس لئے استبراء رحم ابھی نہیں ہوا۔

۵) حیض کے ذریعہ عدت گذرتی ہے نہ کہ نفاس کے ذریعہ، مثلاً کسی نے بچے کی ولادت کے ساتھ مشروط طلاق دی تو ولادت کے ساتھ ہی طلاق پڑ جائیگی، لیکن نفاس عدت میں شمار نہ ہوگا بلکہ نفاس ختم ہونے کے بعد تین حیض کا آنا بھی ضروری ہوگا۔

۶) جن کفارات میں مسلسل دو ماہ کے روزے رکھتے ہیں اگر اس روزہ کے درمیان بیچ میں نفاس کی نوبت آ گئی تو روزہ میں تسلسل باقی نہیں رہا، اور دوبارہ اسے روزہ رکھنے ہوں گے بخلاف حیض کے، چونکہ حیض ہر ماہ عادۃً آیا ہی کرتا ہے اس لئے حیض کی وجہ سے گو روزہ کا تسلسل ٹوٹ جائے پھر بھی اسے مسلسل ہی سمجھا جائے گا۔

۷) اگر دو طلاقوں کے درمیان ایک حیض کا فاصلہ ہو جائے تو طلاق سنت ہوتی ہے، اور اگر پاکی کی حالت میں طلاق دی اور پھر حیض کے گذرنے سے پہلے ہی دوبارہ طلاق دے دی تو یہ طلاق بدعت ہوتی ہے۔ (۶)

(نفاس کے احکام کے سلسلہ میں حیض اور جنابت کے الفاظ بھی دیکھے جائیں)۔

نفاق

نفاق "نافق" سے ماخوذ ہے، کہا جاتا ہے کہ نیولا اپنی پناہ گاہ

---

(۱) المہذب ۱/۴۳

(۲) دیکھئے بدایۃ المجتہد ۱/۵۲

(۳) دیکھئے در مختار ۱/۱۹۹

(۴) دیکھئے بدایۃ المجتہد ۱/۵۲

(۵) الافصاح ۱/۹۹

(۶) در مختار و رد المحتار ۱/۱۹۹

میں دو طرح کا بل رکھتا ہے، ایک کھلا ہوا جو نظر آتا ہے، اور دوسرا چھپا ہوا، جو عام نگاہوں سے مخفی ہوتا ہے تا کہ وقت ضرورت وہ اس بل سے باہر نکل کر اپنی جان بچا سکے، اسی سے نفاق کا لفظ ماخوذ ہے، نفاق یہ ہے کہ ایک شخص اپنے آپ کو مسلمان ظاہر کرے، حالانکہ بہ باطن کافر ہو، اسلام کے ایسے خفیہ دشمنوں کو رسول اللہ ﷺ کے زمانے میں منافق کہا جاتا تھا قرآن وحدیث میں بے شمار مواقع پر یہ اصطلاح استعمال ہوئی ہے۔

سلسلۂ وحی بند ہونے کے بعد چونکہ یہ جاننا ممکن نہیں کہ کون شخص مخلص مسلمان ہے اور کون شخص منافق ہے؟ اس لئے اب کسی پر نفاق کا حکم نہیں لگایا جا سکتا، البتہ اگر کسی شخص کے بارے میں معلوم اور ثابت ہو جائے کہ یہ شخص اپنے آپ کو مسلمان ظاہر کرتا ہے، لیکن اندرونی طور پر مسلمان نہیں ہے، یا وہ دین کے کسی اسلامی حکم کی بے جا تاویل کرتا ہو جیسا کہ قادیانی خاتم النبیین کی من چاہی توجیہ کرتے ہیں، تو ان کو "زندیق" کہتے ہیں۔

(ایسے لوگوں کے احکام جاننے کے لئے دیکھئے: زندیق)

نفقہ

نفقہ یا تو "نفوق" سے ماخوذ ہے جس کے معنی ہلاک ہونے کے ہیں اس لئے جانور کے ہلاک ہونے کو "نفقت الدابۃ نفوقا" کہتے ہیں، یا نفاق (ن پر زبر) سے مشتق ہے، نفاق کے معنی مروج ہونے کے ہیں اسی لئے جس سودے کا چلن ہو جائے اس کے لئے "نفقت السلعۃ" کی تعبیر استعمال ہوتی ہے، نفقہ کے اصطلاحی مفہوم کی اس کے لغوی معنی سے مطابقت اور قربت یہ ہے کہ انفاق میں مال ہلاک اور خرچ ہو جاتا ہے، اور حالات مناسب طور پر جاری رہتے ہیں، فان بها هلاك المال و رواج الحال۔ (۱) —— شامی نے زمخشری سے ایک اچھا نکتہ نقل کیا ہے کہ عربی زبان میں ہر وہ لفظ جس کا ابتدائی حرف (ف کلمہ) "ن" اور درمیانی حرف (ع کلمہ) "ف" ہو تو اس میں نکلنے اور جانے کے معنی پائے جاتے ہیں۔ (۲)

اصطلاح میں نفقہ خوراک، پوشاک اور رہائش کے انتظام کو کہتے ہیں، هي الطعام و الكسوة و السكنى۔ (۳) —— نفقہ کی یہ تعریف تمام صورتوں کو شامل ہے، انسان اور حیوان دونوں کے نفقہ کو بلکہ فقہاء نے تو زمین کو بھی لائق نفقہ قرار دیا ہے کہ سیراب کرنا اس کا نفقہ ہے، یہ اور بات ہے کہ اس پر مجبور نہیں کیا جا سکتا۔ (۴)

خود اپنا نفقہ

سب سے پہلے تو انسان پر خود اپنا نفقہ واجب ہے کہ آدمی اپنے آپ کی ضروریات کو پورا کرے، اسی لئے آپ ﷺ نے فرمایا کہ پہلے اپنے آپ سے شروع کرو پھر اپنے زیر پرورش لوگوں پر خرچ کرو، ابدأ بنفسك فتصدق عليها فان فضل شئى فلاهلك۔ (۵) کیونکہ انسان کے ہاتھ میں اس کا وجود اللہ کی امانت ہے، اور حتی المقدور اس کی حفاظت وصیانت واجب ہے۔

قرابت داری کی وجہ سے نفقہ کا وجوب

دوسرے شخص کا نفقہ آدمی پر تین اسباب کے تحت واجب ہوتا ہے، ازدواجی رشتہ، قرابت مندی اور ملکیت (۶) بحیثیت مجموعی قرابت کی بناء پر نفقہ واجب ہونے کے سلسلہ میں وسعت وتنگی کے اعتبار سے مذاہب اربعہ کی ترتیب اس طرح ہے کہ سب سے زیادہ وسعت حنابلہ کے یہاں ہے، پھر حنفیہ کے یہاں، پھر شوافع کے یہاں اور آخری درجہ مالکیہ کا ہے۔

---

(۱) دیکھئے: رد المحتار ۶۳۲/۲، القاموس المحیط ۱۹۵
(۲) حوالۂ سابق
(۳) در مختار علی هامش الرد ۶۳۲/۲
(۴) رد المحتار ۶۳۲/۲
(۵) الجامع الصغیر و فیض القدیر بحوالۂ نسائی عن جابر ۱/۵۰-۴۷
(۶) در مختار ۶۳۲/۲

مالکیہ کے نزدیک نفقہ صرف والدین، بیٹے اور بیٹیوں کا واجب ہے، دادا، دادی، نانا، نانی یا پوتے، نواسے وغیرہ کا واجب نہیں، شوافع کے نزدیک علاوہ والدین کے والدین کا جو آبائی سلسلہ دادا، دادی، نانا، نانی اور اولاد کی طرح اولاد کے ذیلی سلسلے پوتے، نواسے وغیرہ کا نفقہ بھی واجب ہے، حنفیہ کے نزدیک ان رشتہ داروں کے علاوہ بعض حالات میں دوسرے محرم رشتہ داروں کا نفقہ بھی واجب ہو جاتا ہے، غیر محرم رشتہ داروں کا نفقہ واجب نہیں ہوتا، حنابلہ نے محرم ہونے کی بھی شرط نہیں رکھی، بلکہ غیر محرم رشتہ داروں جیسے چچازاد بھائی وغیرہ کا نفقہ بھی بوقت ضرورت واجب قرار دیتے ہیں۔[1]

نفقہ — جس سے ضرورت پوری ہو جائے

نفقہ کا مقصد بنیادی ضروریات کی تکمیل ہے، جو ہر زمانے کے عرف و رواج اور زیر کفالت شخص کے حالات کے لحاظ سے مختلف ہو سکتا ہے،[2] چنانچہ اللہ تعالیٰ نے نفقہ کے ساتھ "بالمعروف" (مروج طریقے کے مطابق) کی قید لگائی ہے،(البقرۃ: ۲۳۳) اور حضرت ہندہؓ کے نفقہ کے بارے میں اپنے شوہر کی طرف سے ہونے والی تنگی کی بابت استفسار پر آپ ﷺ نے یہی جواب دیا کہ اتنا لے سکتی ہو جو "معروف" طریقہ پر تمہارے اور تمہارے بچوں کے لئے کافی ہو جائے: ما یکفیک وولدک بالمعروف ۔[3]

بیوی کا نفقہ

بیوی کا نفقہ واجب ہونے پر امت کا اجماع و اتفاق ہے،[4] اور کیوں نہ ہو خود قرآن کریم میں اس کی صراحت موجود ہے، اللہ تعالیٰ نے صاحب گنجائش پر اپنی گنجائش کے مطابق خرچ ادا کرنے کا حکم فرمایا ہے،(الطلاق: ۷) حضرت جابرؓ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے خطبہ میں ارشاد فرمایا کہ تم پر بیویوں کی روزی اور ان کا لباس معروف طریقہ پر واجب ہے: ولھن علیکم رزقھن وکسوتھن بالمعروف ۔[5]

بیوی کا نفقہ نکاح صحیح کی وجہ سے واجب ہوتا ہے، نکاح فاسد اور نکاح باطل کی وجہ سے واجب نہیں ہوتا، مسلمان ہو یا کتابیہ، بالغہ ہو یا ایسی نابالغہ جس سے صحبت کی جا سکتی ہو، یا وہ شہوت کی عمر کو پہنچ گئی ہو، مالدار ہو یا غریب، شوہر اس سے صحبت کر چکا ہو یا کسی عذر کی وجہ سے نہیں کر پایا ہو، سلیم العقل ہو یا فاتر العقل، رتقاء ہو، سن رسیدہ ہو کہ شوہر کے لائق نہ ہو یا کم عمر ہو، لیکن شوہر کے گھر میں ہو اور کم سے کم خدمت اور موانست کے لائق ہو، خود شوہر نابالغ ہو اور اس کی وجہ سے جنسی تعلق سے معذور ہو یا نامرد اور مالدار ہو یا محتاج، بہر صورت اگر بیوی کسی جائز حق یا عذر کے بغیر شوہر کے گھر سے باہر نہ ہو تو اس کا نفقہ واجب ہوگا بلکہ اگر والدین کے گھر ہو اور خود شوہر نے اس کی رخصتی کا مطالبہ نہ کیا ہو، جب بھی اس کا نفقہ واجب ہے، شوہر کے گھر میں ہو، لیکن مریض ہو تب بھی اس کا نفقہ شوہر کے ذمہ ہے، اسی طرح اگر وہ اپنے کسی جائز حق کے مطالبہ کی وجہ سے اپنے میکے میں مقیم ہو تب بھی وہ مستحق نفقہ ہے، جیسے مہر معجل ادا ہو اور وہ مہر لے کر ہی شوہر کے یہاں رخصت ہونے کے لئے تیار ہو تب بھی وہ نفقہ کی مستحق ہے اور ایک مہر ہی پر موقوف نہیں کسی بھی جائز حق کی بناء پر اپنے آپ کو روک رکھنے کی وجہ سے وہ نفقہ سے محروم نہیں رہ سکتی۔[6]

---

[1] ملخص از: الفقہ الاسلامی وأدلتہ ۷/۶۸۶-۶۹۲ (2) المغنی ۹/۲۳۰

[3] بخاری، باب اذا لم ینفق الرجل فللمرأۃ أن تأخذ بغیر علمہ ما یکفیھا وولدھا بالمعروف، حدیث نمبر: ۵۳۶۴

[4] مغنی ۹/۲۳۶ (5) ابوداؤد، عن جابر بن عبد اللہ، حدیث نمبر: ۱۹۰۵

[6] ملخص از: [illegible] ۴/۲۲-۲۳

جب بیوی نفقہ کی حقدار نہیں ہوتی!

علامہ حصکفیؒ نے لکھا ہے کہ گیارہ صورتوں میں بیوی نفقہ کی حق دار نہیں رہتی، اگر وہ مرتد ہوگئی ہو یا اس نے اپنے سوتیلے بیٹے کے ساتھ کوئی شہوانی فعل کیا ہو، کیونکہ اس کی وجہ سے وہ اپنے شوہر پر حرام ہو جاتی ہے، عدت وفات میں ہو، نکاح فاسد یا اس کی عدت میں ہو، کسی اور کی باندی ہو شوہر کے پاس قیام پذیر نہ ہو، اتنی کم عمر ہو کہ اس سے صحبت نہ کی جاسکے، کسی وجہ سے جیل میں ہو، اسے اغوا کر لیا گیا ہو۔

بعض فقہاء نے اسی زمرہ میں ایسی مریض خاتون کو بھی رکھا ہے جو شوہر کے ساتھ میکے سے اس کے گھر منتقل نہ ہو سکتی ہو، کیونکہ ایک وجہ میں اس کی طرف سے اپنے نفس کی حوالگی مفقود ہے، لیکن ظاہر ہے کہ یہ بات محل نظر ہے، کیونکہ مریضہ کی طرف سے تسلیم نفس موجود ہے، یہ اور بات ہے کہ قدرتی مجبوری کی وجہ سے شوہر کے یہاں اس کی منتقلی ممکن نہیں، شامی کا رجحان بھی ایسی عورت کے مستحق نفقہ ہونے کی طرف ہے، فرماتے ہیں:

وحینئذ فلا ینبغی ادخالها فیمن لا نفقة لهن ۔ (۱)

اگر عورت شوہر کی بجائے کسی اور محرم کے ساتھ حج کو گئی ہو تو اس کا نفقہ بھی بقول حصکفیؒ شوہر پر واجب نہیں، حج فرض ہو یا نفل، البتہ شوہر ساتھ ہو تو حالت اقامت کا نفقہ اس پر واجب ہوگا، سفر کے لحاظ سے نفقہ واجب نہیں ہوگا۔ لیکن امام ابو یوسفؒ کے نزدیک حج فرض کی صورت میں شوہر ساتھ نہ ہو پھر بھی حالت اقامت کا نفقہ اس کو ادا کرنا ہوگا، کیونکہ سفر حج بھی اس کے لئے ایک عذر ہے، — غالباً یہی رائے مزاج شریعت سے قریب تر ہے۔ واللہ اعلم

ناشزہ کا نفقہ

جن صورتوں میں نفقہ واجب نہیں ہوتا ان میں ایک صورت عورت کے ناشزہ ہونے کی ہے، ناشزہ کے لغوی معنی نافرمان کے ہیں، فقہ کی اصطلاح میں ہر وہ عورت ناشزہ ہے جو کسی جائز حق کے بغیر شوہر کے گھر سے باہر ہے خارجة من بيته بغير حق اسی حکم میں وہ عورت بھی ہے جو اپنے گھر میں رہتی ہو، وہیں شوہر آتا جاتا ہو اور اس نے شوہر کو وہاں آنے سے روک دیا ہو، اسی طرح اگر عورت شب کے وقت تسلیم نفس کرتی ہو، دن میں نہ کرتی ہو، تو شوہر پر اس کا نفقہ نہیں، علامہ حصکفیؒ کا خیال ہے کہ وہ عورتیں جو دن میں ملازمت وغیرہ کرتی ہوں یا خود کوئی ذریعہ معاش رکھتی ہوں، اور شب میں شوہر کے پاس رہتی ہوں، تو ان کا نفقہ واجب نہیں، علامہ شامی نے اس ذیل میں عالمگیری کا ایک جزیہ نقل کیا ہے کہ اگر کسی کی بیوی باندی ہو، آقا دن میں اس سے خدمت لیتا ہو، اور رات میں شوہر کے حوالہ کر دیتا ہو، تو صرف رات کا نفقہ شوہر پر واجب ہوگا نہ کہ دن کا، پھر لکھا ہے کہ اسی مسئلہ پر اس کو قیاس کیا جاسکتا ہے، مگر یہ بات بھی ظاہر ہے کہ عورت اس وقت ناشزہ ہوتی ہے جب وہ شوہر کی اجازت کے بغیر گھر سے باہر ہے، اگر شوہر کی اجازت سے باہر ہے تو ناشزہ نہیں۔ (۲)

اس گفتگو کا حاصل یہ ہے کہ عورت اصطلاحی اعتبار سے اس وقت ناشزہ ہوتی ہے جب وہ شوہر کی اجازت کے بغیر گھر سے باہر رہے، اگر گھر میں رہتے ہوئے نافرمانی کا ثبوت دے یا اپنے کسی جائز حق کی بناء پر اپنے آپ کو روک لے تو وہ نفقہ سے محروم نہیں ہوگی، اسی طرح ملازمت پیشہ خواتین اگر ملازمت شوہر کی اجازت سے کر رہی ہوں تو وہ نفقہ کی حق دار ہیں، اور اگر بلا اجازت دن میں چلی جاتی ہوں اور رات میں چلی آتی ہوں جب بھی ان کا رات کا نفقہ شوہر کے ذمہ رہے گا، گو شوہر کو حق ہے کہ وہ اس کو اس عمل سے روکے اور اس کے لئے شرعی حدود میں رہتے ہوئے سرزنش کرے، اور عورت اس نافرمانی کی وجہ سے گنہگار ہوگی۔

---

(۱) ردالمحتار ۶۴۸/۲

(۲) درمختار علی ہامش الرد ۶۴۶/۲

نفقہ میں شامل چیزیں

قرآن و حدیث، اور شریعت کے مزاج و مذاق کو سامنے رکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ بیوی کے نفقہ میں اس کی تمام بنیادی ضروریات شامل ہیں، جو اصل میں ہر زمانے کے عرف اور حالات سے متعلق ہیں اور اس سلسلہ میں قطعی تحدید و تعیین نہیں کی جا سکتی، تاہم پھر بھی فقہاء نے ایک حد تک ان کو متعین کرنے کی کوشش کی ہے، چنانچہ بعض فقہاء شوافع نے سات چیزوں کا ذکر کیا ہے: کھانا، سالن، صفائی ستھرائی کا سامان، لباس، گھر کا ضروری اثاثہ، رہائش گاہ، اور اگر عورت ایسے سماج سے تعلق رکھتی ہو جس میں خدام اور چاکروں سے کام لیا جاتا ہو تو خادم کا نظم۔(۱)

خوراک

خوراک مہیا کرنے کی دونوں صورتیں ہو سکتی ہیں، یہ بھی کہ کچا سامان بیوی کے حوالہ کردے تاکہ وہ اسے پکا لے، چاول، آٹا، نمک، پانی، تیل، جلاون وغیرہ(۲) اور یہ بھی کہ پکا پکایا کھانا فراہم کرے، اگر عورت ایسے خاندان سے تعلق رکھتی ہے جس میں خواتین خود کھانا پکایا کرتی ہوں تو مرد پر پکا ہوا کھانا فراہم کرنا ضروری نہیں، اور اگر عورت ایسے گھرانے سے تعلق رکھتی ہو، جس میں لوگ خود کھانا پکانے کے عادی نہ ہوں، شوہر کی طرف سے کوئی خادم بھی فراہم نہ ہو، اور بیوی مریض بھی نہ ہو، صحت کے اعتبار سے اس لائق ہو کہ اپنا پکوان کر سکتی ہو تب بھی شوہر پر پکا ہوا کھانا فراہم کرنا ضروری ہوگا۔(۳)

کھانے کی ظاہر ہے کہ کوئی مقدار متعین نہیں کی جا سکتی، جتنا کافی ہو جائے، اتنا دینا ضروری ہے، لان المقصود من النفقة الکفایة۔(۴) اسی طرح یہ بات بھی ظاہر ہے کہ مختلف علاقوں اور مقامات میں غذا کی نوعیت مختلف ہوا کرتی ہے، اس کا تقاضہ ہے کہ وہاں کے عرف اور رواج کے مطابق کھانا اور سالن کا انتظام کرنا ہوگا، امام شافعی کے نزدیک مقدار متعین کرنے کی کوشش کی گئی ہے اور وہ اس طرح کہ تنگ دست شخص پر ایک مد اور خوشحال شوہر پر دو مد کے بقدر دانے دینا واجب ہے، پھر شوافع کے یہاں دانے ہی دینا ضروری ہے، آٹا یا پکی ہوئی روٹی دی جائے تو عورت پر اس کا قبول کرنا ضروری نہیں، حنابلہ کی رائے اس کے برخلاف ہے۔(۵)

سالن — نوعیت اور مقدار

بعض فقہاء نے سالن کی نوعیت متعین کرنے کی زحمت بھی اٹھائی ہے، حنابلہ کا کہنا ہے کہ ہر جمعہ کو گوشت دینا چاہئے، اور گوشت کی مقدار ایک رطل ہونی چاہئے، لیکن ظاہر ہے کہ یہ مقامی حالات و آداب پر مبنی ہے جہاں گوشت زیادہ ہوتا ہو اور زیادہ مقدار میں کھایا جاتا ہو، وہاں اسی لحاظ سے غذا فراہم کرنی ہوگی۔(۶)

جیسے نفقہ میں غذا کی مقدار متعین نہیں کی جا سکتی، اسی طرح کوئی رقم بھی متعین نہیں کی جا سکتی، کیونکہ گرانی اور ارزانی ہوتی رہتی ہے،(۷) نفقہ سالانہ بنیاد پر بھی دیا جا سکتا ہے، ماہانہ بھی مقرر کیا جا سکتا ہے، ہفتہ وار بھی اور یومیہ بھی، یہ اپنے حالات اور سہولت پر مبنی ہے۔(۸)

جیسے غذا کی فراہمی شوہر کے ذمہ ہے، اسی طرح کھانے سے متعلق دوسری ضروریات بھی شوہر ہی کے ذمہ ہیں، جیسے: کھانے پینے کے برتن، گھڑے، پیالے، (۹) —— ہمارے زمانہ میں شہری

---

(۱) مغنی المحتاج ۳/۴۲۴

(۲) ہندیہ ۱/۵۴۰

(۳) البحر الرائق ۴/۱۹۱، ط: بیروت، تحقیق الشیخ زکریا عمیرات

(۴) مع بقیۃ الفتح ۴/۱۶۹

(۵) المغنی ۸/۱۵۷

(۶) دیکھئے المغنی ۸/۱۵۸، شرح مہذب ۱۸/۲۵۶

(۷) رد المحتار ۲/۶۵۳

(۸) در مختار ۲/۶۵۴

(۹) دیکھئے ہندیہ ۱/۵۴۹

زندگی گذارنے والوں کے لئے گیس اور اس کا چولہا، ریفریجریٹر اور گرائنڈر وغیرہ اسی حکم میں ہے۔

پوشاک

بیوی کی پوشاک کا انتظام بھی بالاتفاق شوہر کے ذمہ ہے،(۱) کہ خود قرآن اس پر ناطق ہے،(البقرۃ: ۲۳۳) لباس میں بھی مقدار اور نوعیت متعین نہیں، اور نہ اس کو مکمل طور پر متعین کرنا ممکن ہی ہے، بلکہ مختلف مقامات کے عرف کی رعایت کرتے ہوئے لباس کا فراہم کرنا واجب ہے،(۲) ظاہر ہے کہ کم سے کم ایسا لباس واجب ہے جو ستر کے تقاضا کو پورا کرے، رہ گیا لباس کا معیار تو یہ شوہر کی معاشی استطاعت اور عورت کے خاندان کے لوگوں کے معیار زندگی کے اعتبار سے واجب ہوگا: یختلف ذالک یسارا و اعسارا و حالا و بلدا۔ (۳)

سال میں کم سے کم دو جوڑے بنانے ضروری ہیں، اور اگر قبل از وقت کپڑا پھٹ گیا تو قانوناً نیا کپڑا دینا شوہر کی ذمہ داری نہ ہوگی(۴) لیکن اگر عورت کپڑے کی ضرورت مند ہو تو دیانۃً شوہر کا فریضہ ہے کہ وہ اس کے لئے کپڑا فراہم کرے، کپڑے میں یہ بھی ضروری ہے کہ جاڑے اور گرمی کے موسم کی ضرورت کے لحاظ سے کپڑا فراہم کئے جائیں۔(۵)

اسی طرح جوتا چپل اور جاڑے کے موسم کی رعایت کرتے ہوئے موزوں کا فراہم کرنا بھی شوہر کی ذمہ داری ہے۔(۶)

آرائشی اشیاء

سامان آرائش میں بعض چیزیں تو لازمی وحاجی ہیں، جیسے کنگھی، تیل، نہانے اور کپڑا دھونے کا صابن، ایسا خوشبودار پاؤڈر یا کریم جس سے پسینہ وغیرہ کی بو دور کی جا سکے، ان کی فراہمی شوہر پر واجب ہے، ایسی چیزیں جو اس درجہ ضروری نہیں ہیں بلکہ خصوصی آرائش کے درجہ میں آتی ہوں جیسے سرمہ، کاجل، خضاب، عطریات وغیرہ شوہر پر واجب نہیں، لیکن اگر شوہر خود بیوی سے ان چیزوں سے آراستہ ہونے کا تقاضا کرتا ہو تو پھر اس کے لئے ان کا فراہم کرنا بھی واجب ہوگا۔(۷)

بستر اور فرش

تکیے، بستر اور فرش کا انتظام بھی شوہر پر واجب ہے، اور یہ بھی ضروری ہے کہ شوہر اپنی حیثیت کے مطابق موسم کی رعایت کرتے ہوئے ان چیزوں کو فراہم کرے، خوشحال آدمی ہے تو خفتک میں آنچی کا گدا، اور غریب آدمی ہے تو ادنیٰ فرش وغیرہ(۸) اسی طرح لحاف اوڑھنے کا انتظام اور عورت کے لئے ان چیزوں کا مستقل انتظام کہ اگر بیماری وغیرہ کی وجہ سے عورت، شوہر سے الگ سونا چاہے تو اسے دقت نہ ہو، ضروری ہے،(۹) —— علامہ شامیؒ نے نفقہ کے ذیل میں آنے والی ان تمام چیزوں کو اس طرح بیان فرمایا ہے:

> والحاصل ان المرأة ليس عليها الا تسليم نفسها في بيته وعليه لها جميع ما يكفيها بحسب حالهما من اكل وشرب ولبس وفرش۔ (۱۰)

حاصل یہ ہے کہ عورت پر صرف یہ بات واجب ہے کہ شوہر کے گھر میں اپنے نفس کو حوالہ کردے، اور

---

(۱) المغنی ۱۵۹/۸

(۲) ردالمحتار ۶۴۹/۲

(۳) درمختار ۶۵۲/۲

(۴) هندیه ۵۵۹/۱، درمختار ۶۴۹/۲

(۵) دیکھئے درمختار ۶۵۲/۲، هندیه ۵۵۹/۱

(۶) ردالمحتار ۶۵۲/۲

(۷) دیکھئے هندیه ۵۴۹/۱، شرح مهذب ۲۵۳/۱۸، المغنی ۱۵۹/۸

(۸) هندیه ۵۵۹/۱، المغنی ۱۵۹/۸

(۹) درمختار ۶۵۲/۲

(۱۰) ردالمحتار ۶۵۲/۲

عورت کے لئے شوہر کے ذمہ کھانا، پینا، لباس اور
رہائش سے متعلق تمام چیزیں دونوں کے حالات کی
رعایت کرتے ہوئے شوہر پر واجب ہے۔

پھر فقہاء نے یہ صراحت بھی کی ہے کہ اگر عورت کے پاس اپنے کپڑے اور بستر ہوں جب بھی اس کے لئے ان کا استعمال واجب نہیں اور شوہر اس بہانہ اپنے فرائض سے سبکدوش نہیں ہو سکتا۔(۱)

رہائش

نفقہ میں رہائش کا انتظام بھی شامل ہے، اس کو فقہاء "سکنی" سے تعبیر کرتے ہیں، اللہ تعالیٰ نے بیوی کے لئے رہائش کے انتظام کو واجب قرار دیا ہے، ارشاد ہے: اسکنوهن من حيث سكنتم من وجدكم (الطلاق: ۶) رہائش گاہ کے سلسلے میں حسب ذیل احکام ہیں:

۱) یہ ضروری نہیں کہ رہائشی مکان مملوکہ ہی ہو، کرایہ یا عاریت کا مکان ہو، یہ بھی کافی ہے: سواء كان ملكا له او اجارة او عارية۔(۲)

۲) معیار کے اعتبار سے زن وشو دونوں کی رعایت ہو، بقدر حالهما۔

۳) بیوی کو ایسا گھر فراہم کیا جائے جس میں اس کی خواہش کے بغیر اس کو دوسروں کے ساتھ رہنے پر مجبور نہ ہونا پڑے، اس سلسلے میں فقہاء نے خاصی تفصیلات ذکر کی ہیں اور ان میں کسی قدر اختلاف رائے بھی محسوس ہوتا ہے، جس کا حاصل یہ ہے کہ:

(الف) ایک صورت یہ ہے کہ مکان ایک ہی کمرہ کا ہو، اور اس میں زوجین کے ساتھ کوئی اور مرد یا خاتون مقیم ہو یا ایسا بچہ جو صنفی تعلق کا شعور رکھتا ہو، بالاتفاق ایسا مکان کسی کے لئے ناکافی ہے۔

(ب) ایسا مکان کہ جس کے احاطہ میں کوئی اور شخص مقیم نہ ہو، اور عورت کو وہاں رہنے میں خوف دامن گیر نہ ہو، یہ صورت بالاتفاق کافی ہے۔

(ج) مکان کا ایک احاطہ ہو اس میں کئی علاحدہ کمرے ہوں، ہر کمرہ مستقل طور پر مقفل کیا جا سکتا ہو، بیت الخلاء اور باورچی خانہ بھی الگ الگ ہو، دوسرے کمروں میں سوکن کے علاوہ دوسرے سسرالی رشتہ دار اور بچے ہوں، اور عورت کو ان سے کوئی اذیت نہ پہنچ رہی ہو تو اس صورت میں یہ کافی ہو جائے گا، یہی راجح ہے، گو بعض فقہاء کے نزدیک اس صورت میں بھی وہ علاحدہ مکان کا مطالبہ کر سکتی ہے۔

(د) مکان ان ہی خصوصیات کا حامل ہو، لیکن دوسرے کمرے میں سوکن مقیم ہو، تو اس صورت کے بارے میں بھی اختلاف ہے کہ شوہر بیوی کو اس میں اقامت پر مجبور کر سکتا ہے یا نہیں؟ قول راجح یہ ہے کہ مجبور نہیں کر سکتا، کیونکہ سوتوں کے درمیان اختلاف بہت شدید ہوتا ہے۔

(ہ) ایک بڑا احاطہ ہو، متعدد کمرے ہوں اور بیت الخلاء مشترک ہو، شوہر غریب آدمی ہو، اس سے بہتر مکان لینے کی صلاحیت نہیں رکھتا ہو، تو اس صورت میں وہ اپنی بیوی کو اسی مکان میں رہائش پر مجبور کر سکتا ہے یہی زیادہ صحیح قول ہے، گو اس میں بھی اختلاف ہے۔

۴) یہ بھی ضروری ہے کہ مکان ایسی جگہ ہو جہاں صالحین کا پڑوس ہو، اور عورت خوف نہ محسوس کرتی ہو، اگر پڑوس میں لوگ نہ ہوں تو ضروری ہے کہ مکان محفوظ ہو، اور شوہر بیوی کے ساتھ ایک خاتون کو بھی رکھے، جس سے وہ مانوس ہو۔(۳)

شوہر کو یہ حق حاصل ہے کہ وہ بیوی کے ساتھ، بیوی کے رشتہ

---

(۱) ردالمحتار ۲/۹۵۶

(۲) ملخص از: درمختار ورد المحتار ۲/۹۲۳-۹۲۰

(۳) ردالمحتار ۲/۹۲۳

داروں اور کسی اور شوہر سے ہونے والی عورت کی اولاد کو اقامت سے منع کرے، (۱) البتہ بیوی کے والدین کو ہفتہ میں ایک دن اور دوسرے محرم رشتہ داروں کو سال میں ایک دن آنے کا حق حاصل ہوگا، شوہر اس سے اس کو نہیں روک سکتا، البتہ ان کو اپنے گھر میں قیام پذیر ہونے سے روک سکتا ہے، اسی طرح بیوی کو بھی حق ہے کہ اگر والدین نہ آسکتے ہوں تو وہ ہفتہ میں ایک دن والدین سے ملاقات کے لئے جائے، (۲) یہ ہفتہ اور سال کی قید کوئی لازمی قید نہیں، بلکہ درحقیقت یہ ہر جگہ کے عرف پر موقوف ہے، یعنی ان یاذن لھا فی زیارتھما فی الحین بعد الحین علی قدر متعارف۔ (۳)

اگر بیوی کے والدین معذور ہوں اور کوئی دیکھ ریکھ کرنے والا نہ ہو تو عورت ان کی تیمارداری کر سکتی ہے، اور شوہر کو حق نہیں کہ وہ اس کو اس سے روکے۔ (۴)

خادم کا انتظام

اگر شوہر کی معاشی حالت بہتر ہو تو بیوی کے لئے خادم کا انتظام کرنا بھی شوہر کی ذمہ داری ہے، امام ابوحنیفہؒ، امام محمدؒ اور اکثر فقہاء کے نزدیک ایک خادم کا نظم کافی ہے، امام ابویوسفؒ کے نزدیک دو خادم کا نظم کرنا ہوگا، ایک گھریلو کاموں کے لئے اور ایک باہر کے کاموں کے لئے (۵) مالکیہ کے نزدیک بھی دو خادم ہونا چاہئے، (۶) ہاں اگر گھر میں افراد خانہ زیادہ ہوں تو بالاتفاق ایک سے زیادہ خادم کا نظم کیا جانا چاہئے، (۷) — خادم یا تو اس کا غلام ہو یا کوئی اور کام کرنے والی خاتون ہو، (۸) اگر کوئی مرد ہو لیکن اس عورت کا محرم ہو تو ظاہر ہے کہ یہ بھی کافی ہوگا۔

خادم کا نفقہ

اس خادم کا نفقہ بھی شوہر کے ذمہ واجب ہوگا، نفقہ سے مراد خوراک، پوشاک اور رہائش وغیرہ کا انتظام ہے، اور اس میں بھی زمانہ و حال کی رعایت ضروری ہے؟ کیونکہ نفقہ بیوی کا ہو یا خادم کا مقدار کفایت مطلوب ہے، (۹) — موجودہ حالات میں جو خادم اور خادمائیں اجرت پر رکھے جاتے ہیں ان کو متعینہ اجرت ادا کر دینا کافی ہوگا، اسی طرح اس دور میں بعض ایسی مشینی اشیاء ایجاد ہوگئی ہیں، جو جزوی اعتبار سے خادم کا کام کرتی ہیں، جیسے کپڑے دھلنے کی مشین وغیرہ، تو ایسے شوہر کے لئے جو مستقل خادم کا نظم تو نہ کر سکتا ہو، لیکن اس طرح کی اشیاء ضرورت فراہم کر سکتا ہو، تو اس کی فراہمی اس پر واجب ہوگی۔

پکوان اور گھریلو کام

فقہاء کا نقطۂ نظر یہ ہے کہ پکوان کرنا عورت کی ذمہ داری نہیں، اس لئے اسے اس پر مجبور نہیں کیا جاسکتا، لیکن یہ حکم قضاءً ہے یعنی اگر کبھی اس مسئلہ پر زوجین میں نزاع پیدا ہو جائے اور معاملہ قاضی کے پاس جائے تو قاضی یہ ذمہ داری عورت پر لازم قرار نہیں دے گا، سوائے اس کے کہ عورت کھانا پکانے پر قدرت رکھتی ہو اور مرد اتنی صلاحیت نہیں رکھتا ہو کہ الگ سے طباخ کا انتظام کرے یا پکا ہوا کھانا مہیا کرے، لیکن دیانۃً بہر حال عورت پر کھانا پکانا اور امور خانہ داری کو انجام دینا واجب ہے، آپ ﷺ نے خود حضرت فاطمہؓ کو نکاح کے بعد تلقین فرمائی تھی کہ گھر کے کام وہ کریں اور باہر کے کام حضرت علیؓ، اسی لئے ابن ہمامؒ نے لکھا ہے ان ھذہ الاعمال

---

(۱) درمختار ۶۶۳/۲

(۲) درمختار ۶۶۴/۲

(۳) ردالمحتار ۶۶۴/۲

(۴) درمختار ۶۶۵/۲

(۵) دیکھئے ہدایہ مع الفتح ۳۹۸/۴-۳۹۷، المغنی ۲۰۸/۹

(۶) دیکھئے الفقہ الاسلامی وأدلتہ ۸۰۲/۷

(۷) ردالمحتار ۶۵۵/۲

(۸) فتح القدیر ۳۸۸/۴

(۹) دیکھئے فتح القدیر ۳۸۸/۴

وجبة عليها دينة ولا يجبر القاضي . (۱) — جو شخص جوان لڑکے کا بے روزگار پڑے رہنے کے گھر میں بیٹھ رہے اور بچے کا خود ہی رہنے کا بھی ہے۔ (۲)

گذرے ہوئے دنوں کا نفقہ

نفقہ کے باب میں ایک اہم مسئلہ یہ ہے کہ گذرے ہوئے دنوں کا نفقہ شوہر کے ذمہ واجب الادا ہوتا ہے یا نہیں؟ مثلاً اگر کسی شخص نے بیوی کو ایک سال کا نفقہ ادا نہ کیا ہو اور عورت گذرے ہوئے دنوں کے نفقہ کی طالب ہو تو اس مدت کا نفقہ ادا کرنا واجب ہوگا یا نہیں؟ — حنفیہ کے نزدیک گذرے ہوئے دنوں کا نفقہ تین صورتوں میں واجب ہوتا ہے: یہ کہ ان دنوں میں عورت نے قاضی کی اجازت سے قرض لے کر اپنی ضروریات پوری کی ہوں، یا قاضی نے اس مدت سے پہلے ہی فیصلہ کے ذریعہ نفقہ متعین کر دیا ہو، اس کے باوجود شوہر نے نفقہ ادا نہیں کیا، یا زوجین کے درمیان باہمی مصالحت کے ذریعہ نفقہ متعین ہوگئی ہو اور ان پر باہم صلح ہوگئی، پھر اس کے باوجود شوہر نے نفقہ ادا نہیں کیا ہے، ان تین صورتوں میں گذرے ہوئے دنوں کا نفقہ شوہر پر واجب ہوتا ہے، مگر ان تینوں صورتوں میں سے کوئی صورت نہ پائی جائے تو گذرے ہوئے دنوں کا نفقہ واجب نہیں ہوتا، پھر ان میں سے پہلی صورت جو قرض لینے کی ہے اس میں تو شوہر و بیوی کی موت یا طلاق کے باوجود نفقہ واجب الادا رہتا ہے، لیکن قاضی کے فیصلے اور باہمی صلح کی بنا پر عائد ہونے والا نفقہ زوجین میں سے ایک کی موت یا طلاق (طلاق بائن) کی وجہ سے ساقط ہو جاتا ہے۔ (۳)

حنفیہ کا نقطۂ نظر یہ ہے کہ نفقہ ایک طرح کا تبرع اور صلہ کی ہے، تو گویا عوض نہیں ہے، بلکہ ایک قسم کا احسان ہے، اس لئے گذرے ہوئے دنوں کا نفقہ واجب نہیں ہوگا۔ (۱) — دوسرے فقہاء مالکیہ، شوافع اور حنابلہ وغیرہ کے نزدیک گذرے ہوئے دنوں کا نفقہ بھی واجب ہوتا ہے، اور شوہر اس سے اسی وقت بری الذمہ ہو سکتا ہے، جب ادا کر دے یا بیوی ان دنوں کا نفقہ معاف کر دے۔ (۲) ان حضرات کا نقطۂ نظر یہ ہے کہ نفقہ عورت کے شوہر کے لئے محبوس رہنے کا عوض ہے، لہذا یہ دین ہے، جب تک ادا نہ کیا جائے گا ساقط نہیں ہوگا۔ ان دونوں صورتوں میں موقف بہتر ہے، ہمارا خیال ہوتا ہے کہ جمہور فقہاء کی رائے شریعت کے مزاج و مذاق اور اصول عامہ سے زیادہ قریب ہے، اور موجودہ زمانے کے حالات میں زیادہ قابل عمل بھی، واللہ تعالیٰ اعلم۔

اگر مطلقہ کا نفقہ ادا نہ کیا اور نفقہ کی مقدار متعین نہیں رہی؟

اگر کسی شخص نے مطلقہ بیوی کا نفقہ ادا کر دیا، پھر شوہر کا انتقال ہو گیا یا طلاق واقع ہو گئی، یا کسی وجہ سے بیوی نفقہ کی مستحق باقی نہ رہی تو جتنے زیادہ دنوں کا نفقہ اس سے وصول ہو چکا ہے، امام ابو حنیفہؒ اور امام ابو یوسفؒ کے نزدیک اس کی واپسی نہیں ہوگی، امام محمدؒ کے نزدیک اگر پیشگی نفقہ ادا کیا گیا ہو اور باقی ہو تو اس کو واپس کرنا ہوگا، اور اگر اسے خرچ کر لیا ہے تو اس کی قیمت ادا کرنی ہوگی (۱) یہی رائے دوسرے فقہاء کی بھی ہے۔ (۲)

نفقہ کب ساقط ہو جاتا ہے؟

نفقہ واجب ہونے کے بعد دو صورتوں میں ساقط ہوتا ہے۔

زوجین میں سے کسی ایک کی موت کی وجہ سے یا بیوی نے شوہر کی

---

(۱) فتح القدیر ۳۹۴/۳

(۲) دیکھئے درمختار علی هامش رد المحتار ۶۷۴/۲، ۶۹۴

(۳) الہدایہ ۲/۴۰۷

(۴) رد المحتار ۶۹۵/۲

(۵) مغنی المحتاج ۴۴۳/۳

(۶) دیکھئے [illegible] ۳۴۳/۳

(۷) المغنی ۲۳۰/۸

(۸) الفقه الإسلامي وأدلته ۸۱۸/۷

اللہ مہ کردینے کی صورت میں، حنفیہ کے یہاں چونکہ گذرے ہوئے دنوں کا نفقہ اسی وقت واجب ہوتا ہے جب قاضی کی جانب سے نفقہ مقرر کیا گیا ہو، یا زوجین نے باہمی صلح کے ذریعہ نفقہ کی ایک مقدار طے کرلی ہو، یا عورت نے قاضی کی اجازت سے نفقہ کی تکمیل کے لئے قرض حاصل کیا ہو، اس لئے ان ہی صورتوں میں عورت کے گذرے ہوئے دنوں کے نفقہ سے بری الذمہ کرنے کا اثر پڑے گا، دوسرے فقہاء کے نزدیک چونکہ یہ بھی عام دیون کی طرح ہے اسی لئے گو قاضی وغیرہ کا فیصلہ نہ پایا جائے پھر بھی گذشتہ مدت کا نفقہ معاف کرنا مؤثر ہوگا۔

اگر قبل از وقت بیوی نفقہ معاف کردے؟

البتہ اگر مستقبل کا نفقہ عورت معاف کردے تو بالاتفاق اس کا اعتبار نہیں اور آئندہ عورت دوبارہ نفقہ کی طلب گار ہو سکتی ہے، اس لئے کہ ابھی تو یہ نفقہ واجب ہی نہیں ہوا ہے، اور جو چیز واجب ہی نہیں ہوئی اس پر معافی کا ترتب کیسے ہوسکتا ہے؟ البتہ دو صورتیں اس سے مستثنیٰ ہیں: اول یہ کہ خلع یا طلاق کے عوض عورت نفقہ عدت معاف کردے، دوسرے ایسی مدت کا نفقہ معاف کرے جو عملاً شروع ہوچکی ہے، جیسے مہینہ شروع ہوچکا ہے، اور اس مہینے کا نفقہ معاف کردے۔(۱)

نفقہ میں کس کا معیار معتبر ہے؟

نفقہ میں صرف شوہر کے معیار کی رعایت ہوگی یا شوہر و بیوی دونوں کی؟ اس میں اختلاف ہے یعنی اگر بیوی خوش حال ہو اور اس کے گھر کا معیار زندگی اونچا ہو اور شوہر کی حالت اس سے مختلف ہو تو کس کا معیار معتبر ہوگا؟ — اگر دونوں کے معیار زندگی میں یکسانیت ہو، دونوں خوش حال یا دونوں تنگدست ہوں تو ظاہر ہے کہ اسی معیار کے مطابق نفقہ واجب ہوگا، لیکن اگر دونوں کے معیار زندگی میں فرق ہو تو کس کا اعتبار ہوگا؟ فقہاء حنفیہ میں خصافؒ کہتے ہیں کہ دونوں کی رعایت رکھی جائے گی، مثلاً بیوی کسی ایسے گھر سے تعلق رکھتی ہو جس کا معیار زندگی اونچا ہے اور شوہر ایسے گھر سے تعلق رکھتا ہو، جس کے یہاں معیار اس سے کمتر ہو، تو ان دونوں کے درمیانی معیار کا نفقہ مرد کو ادا کرنا ہوگا، صاحب ہدایہ نے لکھا ہے کہ اسی پر فتویٰ ہے، امام کرخیؒ کے نزدیک ایسی صورت میں شوہر کی معاشی حالت معتبر ہوگی، اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ اہل گنجائش اپنی گنجائش کے اعتبار سے نفقہ ادا کریں: **لینفق ذو سعة من سعته** (الطلاق: ۷) اور علامہ ابن ہمامؒ کا بیان ہے کہ یہی ظاہر روایت ہے، تحفۃ الفقہاء میں اسی کو قول صحیح قرار دیا گیا ہے، امام محمدؒ سے اس کی صراحت مروی ہے، اور بہت سے مشائخ حنفیہ اسی کے قائل ہیں، (۲) — یہی قول دوسرے فقہاء کا بھی ہے، اور غالباً یہ رائے قرآن وحدیث کی نصوص سے قریب تر ہے، واللہ اعلم

اولاد کا نفقہ

شوہر پر بیوی کا نفقہ تو بطور معاوضہ کے واجب ہوتا ہے، بیوی اپنے آپ کو شوہر کے لئے محبوس رکھتی ہے اور شوہر اس کے بدلہ نفقہ ادا کرتا ہے — نفقہ کے واجب ہونے کا دوسرا سبب قرابت ورشتہ داری ہے، پھر قرابت کی بھی مختلف صورتیں ہیں، ان میں سب سے اہم قرابت ولاد ہے، قرابت ولاد سے مراد اولاد اور والدین ہیں، کیونکہ اولاد اور والدین کی حیثیت ایک دوسرے کے لئے ان کے وجود کے ایک حصہ کی ہے۔(۳)

فی الجملہ اولاد کا نفقہ باپ پر واجب ہونے کے سلسلے میں فقہاء امت کا اجماع واتفاق ہے،(۴) یہ خود قرآن سے بھی ثابت ہے،

---

(۱) دیکھئے بدائع الصنائع ۴/۲۹، الفقہ الاسلامی وأدلتہ ۷/۸۱۹

(۲) دیکھئے رد المحتار ۲/۶۵۴، باب النفقة

(۳) دیکھئے بدائع الصنائع ۴/۳۰

(۴) المغنی ۹/۲۵۶

اس لئے بچے کے دودھ پینے کی اجرت باپ پر واجب قرار دی گئی (الطلاق: ۶) بلکہ ان عورتوں کی کفالت بھی باپ کے ذمہ رکھی گئی جو اس کے بچے کی پرورش کرنے میں مشغول ہوں اور ان کو دودھ پلاتی ہوں (البقرۃ: ۲۳۳) یہ حدیث سے بھی ثابت ہے، حضرت ابو سفیان رضی اللہ عنہ اخراجات کی ادائیگی میں کسی قدر تنگی سے کام لیا کرتے تھے، ان کی بیوی حضرت ہندہؓ نے آپ ﷺ سے اس تنگی کی شکایت کی اور دریافت کیا کہ کیا میں شوہر کی اجازت کے بغیر ان کے مال میں سے خرچ کر سکتی ہوں؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ اتنی مقدار لے سکتی ہو جو تمہارے اور تمہارے بچے کے لئے کفایت کر جائے، خذی ما یکفیک و ولدک بالمعروف۔ (۱)

کن صورتوں میں اولاد کا نفقہ واجب ہوگا اور کب واجب نہیں ہوگا؟ علامہ ابن ہمام نے اس کو بہت بہتر تجزیہ کے ساتھ بیان فرمایا ہے، جس کا خلاصہ یہ ہے کہ بحیثیت مجموعی چار حالتیں ہوسکتی ہیں

۱) باپ مالدار ہو، بچے نابالغ ہوں، اگر بچے خود اتنی جائداد کے مالک نہ ہوں جس سے ان کی کفالت ہو سکے تو لڑکوں کے کمانے کے لائق ہونے تک اور لڑکیوں کی شادی تک باپ پر نفقہ کی ذمہ داری ہوگی، اور باپ کو تنہا کفالت کی ذمہ داری اٹھانی پڑے گی اور اگر بچے خود بھی صاحب استطاعت ہوں اور مال ان کے پاس موجود ہو تو باپ ان ہی کا مال ان پر خرچ کر سکتا ہے، اور اگر مال ان کی دسترس میں نہ ہو اور قاضی کی اجازت سے باپ خرچ کرے یا اس نیت سے خرچ کرے کہ یہ پیسے بچے کی جائداد سے وصول کرنے ہیں اور اس نیت پر گواہ بھی بنالے تو بعد کو جب بچے کا مال حاصل ہو جائے تو اس میں سے اپنا پیسہ وصول کر سکتا ہے، اور اگر قاضی کا فیصلہ بھی نہ ہو اور بعد میں وصول کرنے کی نیت سے گواہ بھی نہ بنایا ہو تو قضاءً تو اپنے پیسے واپس نہیں لے سکتا، البتہ دیانۃً اگر پہلے ہی سے واپس لینے کی نیت رہی ہو تو لے سکتا ہے۔

لڑکیاں بھی اگر سلائی وغیرہ کے ذریعہ اپنی ضرورت کے بقدر پیسے حاصل کرلیں تو باپ پر ان کا نفقہ واجب ہوگا۔

۲) دوسری صورت یہ ہے کہ باپ مالدار ہو اور اولاد بالغ ہوں تو اگر بچے خود اپنی کفالت کے لائق اور صاحب معاش ہوں تو ان کی کفالت باپ کے ذمہ نہ ہوگی، اگر بچے محتاج ہوں تو:

(الف) محتاج تمام لڑکیوں کا نفقہ باپ کے ذمہ ہوگا، اسی طرح شادی شدہ لڑکیاں مطلقہ یا بیوہ ہو جائیں تب بھی باپ ان کے نفقہ کا ذمہ دار ہوگا۔

(ب) لڑکے معذور، اپاہج، فاتر العقل یا معذور ہونے کی وجہ سے کسب معاش کی صلاحیت نہیں رکھتے ہوں، یا ابھی حصول تعلیم میں مشغول ہوں تو ان کا نفقہ بھی باپ کے ذمہ ہوگا۔

۳) تیسری صورت یہ ہے کہ باپ خود محتاج اور نفقہ ادا کرنے کی پوزیشن میں نہ ہو، بچے نابالغ ہوں لیکن مالدار، یا بالغ ہوں اور مالدار یا خود کسب معاش کے لائق، ان صورتوں میں باپ پر نفقہ کی ذمہ داری نہیں ہوگی۔

۴) چوتھی صورت یہ ہے کہ باپ محتاج ہو، بچے بھی نابالغ، محتاج ہوں، یا بالغ ہوں لیکن کسب معاش نہیں کر سکتے، تو باپ کو کسب معاش کرنا چاہئے اور نہ کرے تو اسے اس پر مجبور کیا جائے گا، اور اس پر مجبور کرنے کے لئے اسے قید کی سزا بھی دی جاسکتی ہے، پھر اگر باپ کفالت نہ کر سکتا ہو اور دادا یا ماں یا ماموں یا چچا اس کی کفالت کرنے کی صلاحیت رکھتے ہوں تو اس پر ان لوگوں کی کفالت واجب ہوگی اور وہ اس پر مجبور کئے جائیں گے، البتہ جب اس کے والد کے حالات بہتر ہو جائیں تو ان قرابت داروں کو حق ہوگا کہ وہ اپنے کئے ہوئے اخراجات ان سے وصول کرلیں، دادا اور ماں دونوں خوش حال ہوں تو دونوں کو حصہ میراث کی نسبت

---

(۱) بخاری، کتاب النفقات، باب اذا لم ینفق الرجل فللمرأۃ ان تاخذ بغیر علمہ ما یکفیہا و ولدہا بالمعروف، حدیث نمبر: ۵۳۶۴

سے نفقہ بھی ادا کرنا ہوگا، یہی ظاہر مذہب ہے، اور امام ابوحنیفہؒ کے ایک قول کے مطابق تنہا دادا پر نفقہ کی ذمہ داری ہوگی؛ کیونکہ دادا باپ کے درجہ میں ہے۔

اگر کفالت کی کوئی صورت نہ ہو؟

اگر باپ غریب ہو، نفقہ ادا کرنے سے عاجز ہو اور کفالت کی کوئی اور راہ نہ ہو تو آخری درجہ میں بعض حضرات کی رائے ہے کہ نفقہ کی ذمہ داری بیت المال پر ہوگی، اور امام خصافؒ کے نزدیک ایسی صورت میں لوگوں سے سوال کرنے اور اس طرح بچوں کی ضروریات پوری کرنے کی تدبیر اختیار کی جائے گی۔ (۱)

اولاد کی اولاد کا نفقہ

نفقہ کے سلسلے میں جو حکم اولاد کا ہے وہی حکم دوسری فروع یعنی سلسلۂ اولاد کا بھی ہے، پس اگر باپ نفقہ ادا کرنے پر قادر نہ ہو اور کسب معاش سے بھی عاجز ہو اور دادا نفقہ ادا کرنے کی صلاحیت رکھتا ہو تو دادا کو نفقہ ادا کرنا ہوگا، اسی طرح دادی اور نانی، ماں کے نہ ہونے کے وقت ماں کے درجہ میں ہوں گی، جیسے باپ کو بلا شرکت غیر اولاد کا نفقہ ادا کرنا ہے اسی طرح مذکورہ صورت میں دادا کو بھی بلا شرکت غیر پوتے، پوتی کا نفقہ ادا کرنا ہوگا۔ (۲)

بچہ کو دودھ پلانے کی ذمہ داری

اسی سے بچے کے دودھ کا مسئلہ بھی متعلق ہے، اگر کوئی حقیقی عذر نہ ہو تو بچہ کو دودھ پلانا ماں کا اخلاقی اور شرعی فریضہ ہے، اسی طرح اگر بچہ کسی اور کا دودھ نہیں پکڑتا ہو اور اس کے لئے دودھ کا کوئی معقول اور مناسب متبادل فراہم نہ ہو سکے تو ایسی صورت میں دودھ پلانا ماں پر قانونی فریضہ بھی ہے، البتہ اگر بچہ کے لئے ماں کے دودھ کا مناسب متبادل انتظام موجود ہو، مرد اس پر قادر ہو اور عورت نہیں پلانا چاہتی ہو تو شوہر قانوناً بیوی کو دودھ پلانے پر مجبور نہیں کر سکتا، کیونکہ دودھ بچے کے لئے نفقہ کے درجہ میں ہے اور بچہ کا نفقہ باپ پر ہے نہ کہ ماں پر، اگر ماں اس مرد کے نکاح میں رہتے ہوئے یا اس شخص نے طلاق دیدی اور عورت عدت کی حالت میں ہو اور وہ چاہتی ہو کہ دودھ پلا کر اس شخص سے دودھ پلانے کی اُجرت وصول کریں، تو یہ درست نہیں، اگر مرد نے اس کو قبول کر لیا ہو تب بھی اجرت کی ادائیگی اس پر واجب نہیں ہوگی؛ کیونکہ گو قانوناً اس پر دودھ پلانا واجب نہیں، لیکن یہ اس کے اخلاقی فرائض میں داخل ہے۔ (۳)

بیٹے کا نکاح

جیسے بیٹے کا نفقہ باپ پر واجب ہے، اسی طرح جب اولاد بالغ ہو جائے اور نکاح کی حاجت محسوس کرے تو اس کا نکاح کر دینا بھی باپ کی اخلاقی ذمہ داری ہے؛ کیونکہ یہ بھی من جملہ ضروریات کے ہے، اور اس سے عفت و پاک دامنی متعلق ہے، رسول اللہ ﷺ نے باپ پر بچوں کے جو حقوق رکھے ہیں من جملہ ان کے ایک یہ بھی ہے کہ اس کے لئے مناسب رشتہ کا انتخاب کر کے نکاح کر دے، نیز اللہ تعالیٰ کا ارشاد کہ اپنے آپ کو اور اپنے اہل وعیال کو جہنم کی آگ سے بچاؤ قوا انفسکم واھلیکم نارا، (التحریم: ۶) میں بھی اس طرف اشارہ موجود ہے، البتہ حنفیہ اور شوافع وغیرہ کے نزدیک بیٹے کا نکاح باپ کی قانونی ذمہ داری نہیں، (۴) اور حنابلہ کے نزدیک یہ قانوناً بھی باپ پر واجب ہے۔ (۵)

تاہم اگر باپ نے، اپنے نابالغ بیٹے کا نکاح کر دیا اور بچہ

---

(۱) دیکھئے فتح القدیر ۴/۴۱۹-۴۲۰، رد المحتار ۲/۶۸۱

(۲) بدائع الصنائع ۴/۳۲

(۳) دیکھئے ہدایہ مع الفتح ۴/۴۱۳

(۴) شرح مہذب ۱۸/۳۱۰

(۵) دیکھئے المغنی ۸/۲۲۸

محتاج ہو، یا بیٹا تو ہے لیکن معذور ہو، تو باپ پر اس کی بیوی کا نفقہ واجب ہوگا، اسی طرح اگر بیٹا غائب ہو اور بیوی کا نفقہ چھوڑ کر نہ گیا ہو، تب بھی باپ پر اس بہو کا نفقہ واجب ہے، ورنہ تو خود اس پر مجبور کیا جائے گا۔ (۱)

نفقہ میں والدین کو ترجیح ہے یا اولاد کو؟

اگر کسی شخص کے والدین بھی ہوں اور بچے بھی، اور وہ ان دونوں میں سے کسی ایک ہی کا نفقہ ادا کرنے کی صلاحیت رکھتا ہو تو اول تو یہ کوشش ہونی چاہئے کہ جہاں تک ممکن ہو دونوں کی پرورش کی جائے، لیکن اگر ایسا ممکن ہی نہ ہو تو جو بچے کسب معاش کے لائق نہیں ہیں، وہ مقدم ہیں۔ (۲)

والدین کا نفقہ

قرابت کی وجہ سے جن لوگوں کا نفقہ واجب ہوتا ہے، ان میں والدین کا نفقہ واجب ہونے پر بھی فی الجملہ فقہاء کا اجماع و اتفاق ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے والدین کے ساتھ حسن سلوک کا حکم فرمایا ہے: وبالوالدین احسانا (بنی اسرائیل: ۲۳) اور والدین کی کفالت حسن سلوک میں داخل ہے، اسی طرح حضرت عائشہؓ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: سب سے پاکیزہ کھانا وہ ہے جو آدمی کی اپنی کمائی کا ہو، اور تمہاری اولاد بھی تمہاری کمائی ہے: ان اطیب ما اکل الرجل من کسبه وان ولده من کسبه (۳) والدین کا نفقہ اس وقت واجب ہوتا ہے جب ان میں خود اپنی ضروریات مکمل کرنے کی صلاحیت نہ ہو، باپ اگر محتاج ہو اور کسب معاش کی صلاحیت رکھتا ہو، لیکن نہ کماتا ہو، جب بھی اس کا نفقہ بیٹے کے ذمہ واجب ہے، وہ اپنے باپ کو کمانے پر مجبور نہیں کر سکتا، یہ حنفیہ کی رائے ہے، حنابلہ وغیرہ کے نزدیک [illegible] والدین اقارب کا نفقہ اسی وقت واجب ہوتا ہے، جب کہ وہ کمانے کی صلاحیت بھی نہ رکھتا ہو۔ (۴)

والدین کا نفقہ جس میں کھانا، کپڑا، رہائش بھی شامل ہیں، بقدر کفایت واجب ہوتا ہے۔ (۵) اگر کسی شخص کے ماں باپ دونوں ہوں اور اس کی معاشی پوزیشن اچھی نہ ہو تو اس کو تنگی کے ساتھ بھی ان میں دونوں کی کفالت کرنی چاہئے، لیکن اگر ایسا ممکن نہ ہو تو نفقہ کے اعتبار سے ماں کا حق مقدم ہے، کیونکہ بظاہر ماں کے لئے کسب معاش دشوار ہے، (۶) اور اس کی تائید اس روایت سے بھی ہوتی ہے جس میں آپ ﷺ سے پوچھا گیا کہ میرے حسن سلوک کا سب سے زیادہ مستحق کون ہے؟ آپ ﷺ نے ماں کو تین دفعہ ماں کا اور چوتھی دفعہ باپ کا نام لیا۔ (۷) — لیکن اگر باپ کسب معاش سے معذور ہو اور ماں کسب معاش کی صلاحیت رکھتی ہو تو باپ کا حق مقدم ہوگا، کیونکہ باپ ہی نے بچپن میں اس کی کفالت کا فریضہ سرانجام دیا ہے، اسی لئے بعض فقہاء نے مطلقاً باپ کو ماں پر مقدم رکھا ہے، قال بعضهم: الاب احق۔ (۸)

باپ کا نکاح

اگر باپ نکاح کی حاجت رکھتا ہو اور خود اس پر قادر نہیں ہے تو باپ کا نکاح کرنا بھی اولاد کی ذمہ داری ہوگی، امام شافعی اور حنابلہ کے نزدیک بیٹے پر باپ کی شادی کا انتظام واجب ہوگا اور اس کے مہر کی ذمہ داری بھی اس کے بیٹے پر ہوگی، (۹) حنفیہ کے یہاں

---

(۱) ردالمحتار ۲/۶۸۴

(۲) درمختار ۲/۶۸۳

(۳) ترمذی، کتاب الاحکام، باب الرجل یاکل من مال ولده، حدیث نمبر: ۱۳۵۸، عن عمارة بن عمیر عن عمته

(۴) المغنی ۹/۲۹۹

(۵) بدائع الصنائع ۴/۳۸

(۶) ردالمحتار ۲/۶۸۴

(۷) ترمذی، باب ما جاء فی بر الوالدین، حدیث نمبر: ۱۸۹۷

(۸) ردالمحتار ۲/۶۸۴

(۹) شرح مہذب ۱۸/۳۰۰، المغنی ۹/۲۶۹

قول ہے ایک واجب ہونے کا دوسرا واجب نہ ہونے کا،(۱) اسی طرح علامہ ابن قدامہؒ نے ماں کے نکاح کے بارے میں بھی لکھا ہے کہ وہ بھی اولاد کے ذمہ ہوگا۔(۲)

سوتیلی ماں کا نفقہ

اسی سے ایک دوسرا مسئلہ باپ کی بیوی یعنی سوتیلی ماں کے نفقہ کا متعلق ہے، اگر باپ میں نفقہ ادا کرنے کی صلاحیت نہیں ہو تو مالکیہ، شوافع اور حنابلہ کے نزدیک بیٹے پر اس کا نفقہ بھی واجب ہوگا، کیونکہ یہ بھی باپ کی ضروریات میں داخل ہے،(۳) حنفیہ کا بھی ایک قول یہی ہے جس کو علامہ حصکفیؒ نے ترجیح دیا ہے، دوسرا قول یہ ہے کہ اگر باپ مریض یا معذور ہونے کی وجہ سے محتاج خدمت ہو تب اس کی بیوی کا نفقہ بیٹے کے ذمہ ہے، کیونکہ وہ گویا باپ کی خادمہ ہے،(۴) بہر حال جمہور کا مسلک قرآن وحدیث کے مزاج سے قریب تر ہے، کیونکہ والدین کے ساتھ حسن سلوک اور معروف رویہ اختیار کرنے کا حکم دیا گیا ہے، اور ظاہر ہے کہ یہ حسن سلوک نہیں ہو سکتا کہ اس کی بیوی کو نفقہ سے محروم رکھا جائے؛ بلکہ فقہاء نے ان جزئیات سے اس حقیقت کی طرف اشارہ کیا ہے، کہ اگر والدین اپنی طبعی ضرورت اور خدمت کے لئے نکاح کے ضرورت مند ہوں تو اولاد کو اس کی رعایت کرنی چاہئے۔

خادم کا نظم

جہاں والدین کی خوراک و پوشاک وغیرہ کی ضروریات کا پورا کرنا واجب ہے، وہیں اگر وہ خادم کے محتاج ہوں تو خادم کا نظم کرنا اور اس کے اخراجات کو برداشت کرنا بھی اولاد کے فرائض میں داخل ہے۔(۵)

دادا، نانا وغیرہ کا نفقہ

نفقہ کے ان احکام میں جو والدین سے متعلق ہیں دادا، دادی، اور نانا، نانی بھی شامل ہیں، اگر وہ محتاج ہوں تو پوتے، پوتیاں اور نواسے، نواسیاں، ان کا نفقہ ادا کریں گے۔(۶)

تنہا اولاد — نفقہ کی ذمہ دار

والدین وغیرہ کا نفقہ ادا کرنے میں اولاد کے ساتھ کوئی اور شریک نہیں ہوگا، یعنی اولاد کو تنہا اپنے مال سے باپ کی کفالت کرنی ہوگی، والدین اور دادا، دادی وغیرہ کا نفقہ لڑکوں اور لڑکیوں دونوں پر واجب ہوتا ہے، اگر تنہا ایک لڑکا یا ایک لڑکی ہو تو پورا نفقہ اسی کے ذمہ ہوگا، اگر ایک سے زیادہ ہوں تو سب پر تقسیم ہو جائے گا، سب مل کر ادا کریں گے، پھر اس میں لڑکوں اور لڑکیوں کی ذمہ داری قول صحیح کے مطابق مساوی ہوگی، شوافع، حنابلہ اور امام ابوحنیفہؒ کے ایک قول (جو حسن بن زیاد سے منقول ہے) کے مطابق حصہ میراث کے تناسب سے لڑکوں کی ذمہ داری بمقابلہ لڑکیوں کے دوگنا ہوگی۔(۷)

دوسرے رشتہ داروں کا نفقہ

اقرباء میں بیٹے، پوتے، نواسے اور نواسیوں کا ذیلی سلسلہ "فروع" کہلاتا ہے، باپ، ماں، دادا، دادی، نانا، نانی اور ان کا آبائی سلسلہ "اصول" کہلاتا ہے، جن کے استحقاق نفقہ کی تفصیلات اوپر ذکر کی گئیں، کیا ان کے علاوہ دوسرے رشتہ داروں کا نفقہ بھی واجب ہوگا؟ اس سلسلہ میں اختلاف ہے — حنفیہ کے نزدیک ہر ذی رحم محرم رشتہ دار کا نفقہ واجب ہوتا ہے، بشرطیکہ وہ محتاج ہو،

---

(۱) درمختار ورد المحتار ۶۳۲/۲

(۲) المغنی ۲۸۸/۸

(۳) الفقہ الإسلامی وأدلتہ [illegible]

(۴) دیکھئے ردالمحتار ۶۳۲/۲، فتح القدیر ۴۱۸-۴۱۷/۳

(۵) ردالمحتار ۶۳۲/۲

(۶) ہدایہ مع الفتح ۴۱۵/۳

(۷) ہدایہ وفتح القدیر ۴۱۹/۳

تاہم ، نابینائی ، مرض یا عورت ہونے کی وجہ سے کسب معاش کرنے سے عاجز ہو مسلمان ہو اور جس کے ذمہ نفقہ واجب قرار دیا جائے ، وہ صاحب گنجائش ہو ، صاحب گنجائش ہونے کا مطلب یہ ہے کہ نصاب زکوٰۃ کا مالک ہو یعنی کسی بھی نوعیت کا اتنا مال ہو جو نصاب زکوٰۃ کی قیمت کو پہنچ جائے ، یہ امام ابو یوسفؒ کا قول ہے ، اور اسی پر فتویٰ ہے ، امام محمدؒ کے نزدیک اپنی اور اپنے اہل و عیال کی ایک ماہ کی ضروریات سے زیادہ مال اس کے پاس موجود ہو ، اور جو روز کماتا روز کھاتا ہو ، تو اس کے حق میں صاحب وسعت ہونے کا مطلب یہ ہے کہ ہر دن نفقہ ادا کرنے کے بعد اس کے پاس بچ رہتا ہو ، (۱) علامہ ابن ہمامؒ کی رائے ہے کہ جو لوگ کسب معاش میں مشغول نہ ہوں ان کے حق میں تو خوش معاش ہونے یعنی فقہ کی اصطلاح میں "یسار" کا معیار مالک نصاب ہوتا ہے ، اور جو لوگ کسب معاش پر انحصار کرتے ہوں ان کے لئے وہ قول مناسب ہے جو امام محمدؒ کا ہے ۔ (۲)

ذی رحم محرم کے نفقہ کے سلسلہ میں اصول یہ ہے کہ یہ میراث کے تناسب سے واجب ہوگا ، یعنی جو رشتہ دار ، اس محتاج شخص کی موت کی صورت میں اس سے جتنی میراث پاسکتے ہیں ، اسی تناسب سے وہ نفقہ بھی ادا کریں گے ، مثلاً اگر ایک شخص کی ایک حقیقی ، ایک باپ شریک اور ایک ماں شریک بہن ہوں ، تو حقیقی بہن پر تین خمس (۳/۵) اور باپ شریک اور ماں شریک بہن پر ایک ایک خمس (۱/۵) واجب ہوگا ۔ (۳)

متفرق اہم احکام

نفقہ سے متعلق جو احکام ذکر کئے گئے ہیں ، اس سلسلے میں کچھ ضروری اصول اس طرح ہیں :

۱) بیوی کے علاوہ دوسرے اقرباء کا نفقہ اسی وقت واجب ہوتا ہے جب کہ وہ محتاج و ضرورت مند ہوں ۔ (۴)

۲) بیوی اور والدین و اجداد کے سوا دوسرے اقرباء کا نفقہ اسی صورت میں واجب ہوگا ، جب وہ خود کمانے پر قادر نہ ہوں ، اگر وہ خود کمانے کی قدرت رکھتے ہوں تو ان کا نفقہ کسی اور پر عائد نہیں ہوگا ۔ (۵)

۳) بیوی ، والدین اور اولاد کے رشتہ سے واجب ہونے والے نفقہ کے علاوہ دوسرے اقرباء کا نفقہ اسی وقت واجب ہوگا جب کہ اس سلسلے میں قاضی کا فیصلہ موجود ہو ۔ (۶)

۴) بیوی ، اولاد اور والدین کے سوا دوسرے لوگوں کا نفقہ اسی وقت واجب ہوگا جب کہ وہ فقہ کی اصطلاح میں دولت مند (موسر) ہوں گو وہ کمانے پر قادر ہو ، لیکن صاحب ثروت نہ ہو تو اس پر ان لوگوں کے سوا دوسروں کا نفقہ واجب نہ ہوگا ۔ (۷)

۵) جیسا کہ ذکر کیا گیا خوشحالی سے مراد یہ ہے کہ کوئی بھی مال اس کے پاس نصاب کے بقدر ہو ، جو کسی شخص پر زکوٰۃ حرام ہونے اور صدقۃ الفطر واجب ہونے کا نصاب ہے ، یہ امام ابو یوسفؒ کا قول ہے ، اور بعض مشائخ نے اسی کو ترجیح دی ہے ، امام محمدؒ کے نزدیک جس کے پاس اپنے ماں ، باپ ، بال بچوں کے ایک ماہ کے نفقہ کے علاوہ مال موجود ہو وہ خوشحال ہے ، (۸) اور امام محمدؒ ہی کے قول کی طرف علامہ کاسانیؒ کا رجحان ہے ۔

۶) بیوی ، والدین اور اولاد یعنی زوجہ ، اصول و فروع کو چھوڑ کر دوسرے رشتہ داروں کا نفقہ اسی وقت واجب ہوتا ہے جب

---

(۱) ہدایہ مع الفتح ۴۱۸-۴۱۴/۴
(۲) فتح القدیر ۴۲۳/۴
(۳) در مختار و رد المحتار ۹۸۲/۶
(۴) بدائع الصنائع ۳۶-۳۵/۴
(۵) بدائع الصنائع ۳۶-۳۵/۴
(۶) بدائع الصنائع ۳۶-۳۵/۴
(۷) بدائع الصنائع ۳۵/۴
(۸) فتح القدیر ۴۲۴-۴۲۳/۴

کہ دونوں ہم مذہب ہوں، اسی لئے اگر کسی کا بھائی غیر مسلم ہو تو اس کا نفقہ اس پر واجب نہیں، یہ بھی ضروری ہے کہ دونوں ایک ہی ملک کے شہری ہوں، اگر ایک دار الاسلام کا ہو اور دوسرا دار الحرب کا، تو ایک کا نفقہ دوسرے پر واجب نہیں ہوگا، گو اس کا بھائی دار الحرب سے سفر کرکے وقتی طور پر دار الاسلام آ گیا ہو۔(۱)

۷) بیوی کا گذرے ہوئے دنوں کا نفقہ قاضی کے فیصلہ کی وجہ سے واجب ہوتا ہے، مثلاً قاضی نے نفقہ کا فیصلہ کر دیا، لیکن چھ ماہ تک اس نے نفقہ ادا نہیں کیا تو اب اس پر یہ بات واجب نہیں رہی کہ اس گذری ہوئی مدت کا نفقہ ادا کرے، ہاں اگر قاضی کی اجازت سے وہ اپنی ضروریات کے لئے قرض لیتا رہا، تو اب اس قرض کی ادائیگی اس شخص کے ذمہ ہوگی۔(۲)

۸) اگر کوئی شخص غائب ہو اور اس کا مال موجود ہو تو قاضی اس مال میں سے بیوی، نابالغ اولاد اور والدین کا نفقہ دلائے گا،(۳) اور یہ ظاہر ہے کہ غیر شادی شدہ لڑکیاں بھی بشرطیکہ محتاج ہوں، نابالغ بچوں ہی کے حکم میں ہیں۔

والدین وغیرہ نفقہ کے لئے اس کا منقولہ سامان قاضی کے فیصلہ سے فروخت کر سکتے ہیں، غیر منقولہ جائداد فروخت نہیں کر سکتے۔(۴)

غلام کا نفقہ

جن لوگوں کا نفقہ کسی شخص سے متعلق ہوتا ہے ان میں ایک غلام بھی ہے، خواہ وہ غلام کا مکمل مالک ہو، یا صرف اس سے خدمت لینے کا مجاز ہو، اگر غلام کے نفقہ میں تنگی کی جائے تو قاضی اسے نفقہ ادا کرنے پر مجبور کریگا، پھر بھی یہ عمل آوری نہ ہو تو قاضی غلام کو حکم دیگا کہ وہ خود اپنے آپ کو کمانے میں مشغول کرے اور اپنی ضروریات پوری کرے، اگر کمانے کے لائق بھی نہ ہو، تو امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک قاضی اسے فروخت کر دینے کا حکم جاری کرے گا، اور امام ابو یوسفؒ اور امام محمدؒ کے نزدیک خود قاضی اس غلام کو فروخت کریگا۔(۵)

جانوروں کا نفقہ

اسلام دین رحمت ہے اور جیسے اس نے انسانوں کے ساتھ ظلم و جبر کو دور کیا ہے، اسی طرح حیوانات پر بھی اپنا دامن رحمت دراز کیا ہے، آپ ﷺ نے جانور کو عذاب دینے سے منع فرمایا ہے، آپ ﷺ نے فرمایا: **لا تعذبوا خلق اللہ**،(۶) نیز آپ ﷺ کا ارشاد ہے کہ ایک خاتون محض اس لئے جہنم میں داخل کی جائیگی کہ اس نے ایک بلی کو باندھ کر رکھا ہوگا، نہ خود کھانے کا انتظام کیا ہوگا، اور نہ اسے چھوڑا ہوگا، یہاں تک کہ اس کی موت واقع ہوگئی۔(۷)

اس لئے جانور کا نفقہ بھی انسان پر واجب ہے اور اس کو بھوکا رکھنا گناہ ہے، البتہ امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک یہ وجوب دیانۃً ہے، قاضی جانور کے مالک کو اس پر مجبور نہیں کر سکتا، دوسرے فقہاء کے نزدیک قاضی مالک کو اس پر مجبور کرے گا کہ یا تو جانور کو چارہ دے یا اُسے فروخت کر دے، حنفیہ میں امام ابو یوسفؒ کی بھی یہی رائے ہے، اور اسی کو امام طحاویؒ اور ابن ہمامؒ نے ترجیح دیا ہے،(۸) —— یہ تو اس صورت میں ہے جب کہ کوئی شخص تنہا جانور کا مالک ہو اور اگر اس کی ملکیت میں دو آدمی شریک ہوں، ایک فریق چارہ دیتا ہو اور دوسرا فریق اپنی باری میں بھوکا رکھتا ہو، تو بالاتفاق اس دوسرے شخص کو مجبور کیا جائے گا، یا تو اُسے چارہ دے یا اپنا حصہ فروخت

---

(۱) بدائع الصنائع ۳۴/۴

(۲) در مختار ۶۹۵/۲

(۳) ہدایہ مع الفتح ۳۹۹/۴

(۴) حوالۂ سابق ۳۳۳/۴

(۵) دیکھئے در مختار ۶۸۹-۶۸۸/۲

(۶) مسند احمد عن ابی ذر، حدیث نمبر ۲۱۴۶۲

(۷) مسند احمد حدیث نمبر ۷۹۳

(۸) در مختار ۶۹۸/۲، فتح القدیر ۴۲۸/۳

کردے تاکہ دوسرے فریق کو نقصان نہ پہنچے۔(۱)

جمادات کے حقوق

فقہاء نے تو "جمادات" یعنی زمین و مکانات کے حقوق کا بھی ذکر کیا ہے، یعنی زمین اور مکانات کو باقی اور محفوظ رکھنے کے لئے جو لوازم ہوں ان کو پورا کرنا ضروری ہے، اگر اس میں غفلت برتی جائے تو کراہت ہے، کیونکہ یہ مال کو ضائع کرنا ہے، تاہم یہ حکم قانونی وجوب کے درجہ میں نہیں ہے۔(۲)

نفل

لغت میں "نفل" کے معنی زیادہ ہونے کے ہیں، اس کی جمع "نوافل" ہے، فقہ کی اصطلاح میں نفل عبادت میں ایسی زیادتی ہے جو ہم پر واجب نہیں کی گئی ہو،(۳) —— فقہاء کے یہاں نفل کے اطلاق کا دائرہ بہت وسیع ہے، اس میں سنن مؤکدہ، سنن غیر مؤکدہ اور مستحبات تینوں ہی داخل ہیں، اس طرح سنت خاص ہے اور نفل عام ہے، ہر سنت نفل ہے کیونکہ وہ ایک زائد عمل ہے جو فرض کی تکمیل کے لئے کیا جاتا ہے، لیکن ہر نفل سنت نہیں، جیسے وہ نمازیں کہ شریعت میں بعینہ ان کا مطالبہ نہ ہو تو وہ نفل تو کہلائیں گی، لیکن ان کو سنت نہیں کہا جائے گا۔(۴)

نفل شروع کرنے کے بعد توڑنا

نفل عبادات کے سلسلے میں ایک اہم اختلاف فقہاء کے درمیان یہ ہے کہ نفل کو شروع کرنے کے بعد اس کا کیا درجہ رہتا ہے؟ یعنی کسی نفل عبادت کو شروع کرنے کے بعد بلا عذر اس کو توڑنا جائز ہے یا نہیں؟ دوسرے اگر کسی وجہ سے اس عبادت کو مکمل نہیں کیا تو اس کی قضاء واجب ہوگی یا نہیں؟ —— حنفیہ اور مالکیہ کے نزدیک نفل نماز اور روزہ شروع کرنے کے بعد اس کو بلا عذر توڑا نہیں جا سکتا، شوافع اور حنابلہ کے نزدیک جیسے وہ شروع کرنے میں مختار تھا اسی طرح اب اس کو باقی رکھنے میں بھی مختار ہے کہ چاہے تو اس عبادت کو جاری رکھے یا اسے توڑ دے،(۵) تاہم حنفیہ میں صاحب منتقی کا رجحان یہ ہے کہ بلا عذر بھی نفل عبادتیں منقطع کی جا سکتی ہیں اور علامہ ابن ہمامؒ نے اسی کو ترجیح دیا ہے،(۶) تاہم حنفیہ نے بہت ہی معمولی باتوں جیسے ضیافت وغیرہ کو بھی نفل عبادات کے توڑنے کیلئے کافی عذر تسلیم کیا ہے، اور اگر ان عوارض کو سامنے رکھا جائے جن کی بناء پر حنفیہ نے نفل روزہ کو توڑنے کی اجازت دی ہے، تو اندازہ ہوتا ہے کہ یہ کوئی غیر معمولی اختلاف نہیں۔

کیا نفل شروع کرنے کے بعد واجب ہو جاتی ہے؟

دوسرا مسئلہ یہ ہے کہ کیا نفل عبادات شروع کرنے کے بعد اس کی قضاء واجب ہو جاتی ہے؟ حنفیہ کے یہاں واجب ہو جاتی ہے،(۷) کیونکہ حضرت عائشہؓ سے مروی ہے کہ میں اور حضرت حفصہؓ روزہ سے تھیں، کھانا آیا، ہمیں خواہش تھی، ہم نے کھا لیا، آپ ﷺ تشریف لائے، حضرت حفصہؓ نے اس بارے میں استفسار کیا، آپ ﷺ نے فرمایا: اس دن کی جگہ ایک اور دن قضاء کرلینا، اقضیا یوما آخر مکانہ۔(۸) —— شوافع، حنابلہ اور خود مالکیہ بھی قضاء واجب ہونے کے قائل نہیں،(۹) ان حضرات کا استدلال حضرت ام ہانی کی روایت سے ہے کہ حضور ﷺ کے پاس کوئی مشروب آیا، آپ ﷺ نے نوش فرما کر مجھے عطا فرمایا، میں نے پی لیا، پھر میں نے

---

(۱) در مختار ۲/۹۹، فتح القدیر ۳/۴۹

(۲) دیکھئے بدائع الصنائع ۴/۸

(۳) رد المحتار ۱/۳۵۰

(۴) در مختار ورد المحتار ۱/۳۴۹-۳۵۰

(۵) المغنی ۳/۳۳

(۶) فتح القدیر ۲/۳۹۰

(۷) ہدایہ مع الفتح ۲/۳۹۰

(۸) ترمذی، ۱/۱۵۵، باب ماجاء فی ایجاب القضاء علیہ

(۹) المغنی ۳/۳۳

ذکر کیا کہ میں روزہ سے تھی، میں نے روزہ توڑ لیا، آپ ﷺ نے دریافت کیا کہ کیا قضاء روزہ تھا؟ میں نے عرض کیا: نہیں، آپ ﷺ نے فرمایا: کچھ حرج نہیں، فلا یضرک۔ (۱) اس مضمون کی بعض اور روایات بھی ہیں، حنفیہ کہتے ہیں کہ ان کا مقصد محض اتنا ہے کہ نفل عبادت کو کسی غیر معمولی عذر کے بغیر بھی توڑا جاسکتا ہے، یہ مطلب نہیں ہے کہ اس کی قضاء واجب ہی نہیں ہوگی۔

اگر چہ حج کے بارے میں تمام فقہاء کا اتفاق ہے کہ احرام باندھنے کے بعد حج واجب ہوجاتا ہے اور اگر احرام فسخ کردے تو قضاء واجب ہے۔ (۲)

(مختلف عبادتوں میں نوافل وسنن اور ان کی نیت وغیرہ کے احکام، نیت اور خود ان عبادتوں کے ذیل میں مذکور ہیں)۔

نقد

"نقد" کا لفظ فقہاء کے یہاں دو معنوں میں استعمال کیا جاتا ہے، ایک تو سونا اور چاندی کے سکوں کے لئے، اس کی جمع "نقود" ہے، پھر فقہاء نے اس کے استعمال میں توسع برتتے ہوئے ہر طرح کے سکے اور کرنسی پر "نقود" کا اطلاق کیا ہے — دوسرے "نقد" کے معنی فوری ادا کرنے کے ہیں، اس کے مقابلہ میں اُدھار کا لفظ ہے، خود اردو زبان میں بھی یہ لفظ اسی معنی میں بولا جاتا ہے۔

کرنسی کب متعین ہوتی ہے اور کب نہیں؟

کرنسی کے بارے میں فقہاء کی رائے یہ ہے کہ عقد معاوضہ (جس میں دوطرفہ لین دین ہوتا ہے) میں یہ متعین نہیں ہوتے، یعنی خرید وفروخت کے وقت آپ نے جو روپے دکھائے ادا کرتے وقت اس کے بجائے دوسرے نوٹ ادا کردیں تو اس کی گنجائش ہے، البتہ معاملہ فاسد ہوجائے تو اس صورت میں بعض حضرات کے نزدیک نقود متعین ہوں گے، بعض حضرات کے نزدیک اس صورت میں بھی نقود متعین نہیں رہیں گے، اور بعض اہل علم نے یہ تفصیل کی ہے کہ اگر ابتداء اصل ہی کے اعتبار سے معاملہ فاسد ہو تو متعین ہوگا، اور اگر اصل کے اعتبار سے معاملہ صحیح ہو، کسی اور وجہ سے فاسد ہوجائے تو متعین نہیں ہوگا، اسی طرح نذر، وکالت اور زکوۃ میں بھی نقود متعین نہیں ہوں گے — شرکت، مضاربت، غصب، ہبہ، صدقہ اور ان تمام صورتوں میں جب کہ ان کی حیثیت امانت کی ہو، نقود متعین ہوتے ہیں، یعنی بعینہ انہی نقود کا ادا کرنا ضروری ہوگا۔ (۳)

راقم الحروف کا خیال ہے کہ سونے اور چاندی کے سکے میں تو تعیین فائدہ بخش ہوسکتی ہے، کیونکہ ان کی خود بھی ایک قدر ہوتی ہے اور سونے اور چاندی کے تمام سکوں میں خالص اور غیر خالص مواد کے تناسب میں فرق ہوتا ہے، یعنی یہ بات ممکن ہے کہ چاندی کے درہم کے سکوں میں سے کسی میں چاندی کا حصہ اسی فیصد ہو اور کسی میں نوے فیصد، لہٰذا اگر اصل سکے متعین رہیں تو گو بحیثیت سکہ ان سب کی قیمت مساوی ہے، لیکن اپنے "مادۂ صنعت" کے اعتبار سے سکوں کی قدر میں فرق بھی پایا جاتا ہے، موجودہ زمانہ کی کرنسی خاص کر نوٹوں کا معاملہ اس سے مختلف ہے، کیونکہ ان کا کاغذی نوٹ یا معمولی دھات (آج کل جن سے سکے ڈھالے جاتے ہیں) کی اصل قیمت نہایت معمولی ہوتی ہے، اس کی مروجہ اور قانونی قدر سے کوئی نسبت نہیں ہوتی، لہٰذا ایسے نوٹ اور سکوں کا متعین کرنا اور انہی کی ادائیگی کو لازم قرار دینے میں کوئی فائدہ نظر نہیں آتا، اس لئے موجودہ حالات میں یہ بات ممکن ہے کہ جن مواقع پر نقود متعین ہوجاتے ہیں، ان مواقع پر بھی تعیین نقد کے حکم سے صرف نظر کیا جائے۔

---

(۱) ترمذی، باب ماجاء فی إفطار الصائم المتطوع، حدیث نمبر ۷۳۱

(۲) الأشباه والنظائر ۲/۳۱۵، احکام النقد

(۳) الفقه الإسلامي و أدلته ۴۱/۳

(فقہاء کے یہاں ایک مسئلہ یہ آتا ہے کہ کوئی شخص اس طرح خرید و فروخت کا معاملہ طے کرے کہ اگر خریدار نے اتنے دنوں میں قیمت ادا نہیں کی تو فروخت کنندہ کو معاملہ کے ختم کر دینے کا اختیار رہے گا، اس کو خیار نقد کہتے ہیں، اس سلسلہ میں ملاحظہ ہو "خیار") — نیز کرنسی کی شرعی حیثیت کیا ہے؟ یہ خود زر ہیں؟ ذرا اس کے لئے دیکھئے ثمن)۔

نقص

نقص کے معنی کمی کے ہیں، یہ کمی مادی بھی ہوسکتی ہے، اور معنوی بھی، مادی نقص تو محسوس ہوتا ہے، جیسے کپڑے کا پھٹا ہوا ہونا یا انسان کی بینائی کا ضائع ہو جانا، معنوی نقص سے میری مراد قوت عقلیہ کا ناقص ہونا ہے۔

مادی اعتبار سے فقہاء نے نقص کی دو قسمیں کی ہیں، معمولی نقص، اس کو "نقص یسیر" کہتے ہیں، غیر معمولی نقص، اس کو "نقص فاحش" کہا جاتا ہے، "نقص یسیر" یہ ہے کہ جس سے منفعت میں کسی قدر کمی تو واقع ہو، لیکن منفعت بالکل ہی فوت نہ ہو جائے، یا اصل شئی میں ہی نقص پیدا ہو جائے — فقہاء نے یہ بحث غصب کے ذیل میں کی ہے کہ اگر غاصب کے یہاں مال میں نقص پیدا ہو جائے تو مالک کو وہی مغصوب شئی قبول کرنا ہوگا، البتہ جو نقص پیدا ہوا ہے، غاصب اس کی تلافی کریگا اور اگر مغصوبہ سامان میں نقص فاحش پیدا ہو گیا تو اسے اختیار ہوگا کہ چاہے تو وہی سامان تلافی نقصان کے ساتھ قبول کرلے یا مکمل سامان کی قیمت غاصب سے لے لے۔(۱)

مجلۃ الاحکام میں ایسے نقصان کو "نقصان یسیر" قرار دیا گیا ہے، جو مال مغصوب کی چوتھائی قیمت کو نہیں پہنچتا ہو، اگر چوتھائی قیمت کو پہنچ جائے یا اس سے بڑھ جائے تو اس کو "نقص فاحش" کہتے ہیں۔(۱)

معنوی نقص کا احکام پر اثر

معنوی یعنی شعوری نقص بھی ایک طرح کی مشقت ہی ہے اور شریعت میں مشقت اور اس کے کم اور زیادہ ہونے کے اعتبار سے احکام میں تخفیف کی جاتی ہے، اسی لئے علماء اصول نے نقص کو بھی من جملہ اسباب تخفیف کے رکھا ہے، اور اسی وجہ سے نابالغ بچے اور مجنون کی ولایت باپ، دادا وغیرہ کو دی گئی ہے، اور ان کی پرورش ماں، دادی، نانی وغیرہ کے ذمہ کی گئی ہے، یہی معنوی نقص خواتین میں بھی پایا جاتا ہے، چونکہ ان میں جسمانی اور عقلی قوتیں بمقابلہ مردوں کے کم درجہ کی ہیں، اسی لئے جمعہ، جماعت، جہاد، جزیہ، دیت کی ادائیگی میں شرکت اور اس طرح کے احکام سے ان کو مستثنیٰ رکھا گیا ہے۔

نقیع (کشمش کی خام شراب)

"نقیع" کی نسبت اگر پانی کی طرف ہو تو پانی میں بھگونے کے معنی ہوتے ہیں، اسی سے "نقیع" کا لفظ ہے، فقہاء کی اصطلاح میں کشمش پانی میں ڈالا جائے اور اس سے کچا مشروب تیار ہو، اس کو "نقیع" یا "نقیع زبیب" کہتے ہیں، یہ بھی ان مشروبات میں ہے کہ اگر شدت پیدا ہو جائے تو ان کا پینا حرام ہے، البتہ کشمش کی کچی شراب کا حکم احکام خمر یعنی اصل انگوری شراب سے کسی قدر مختلف ہے کہ اگر کوئی شخص اسے حلال سمجھے تو اس کو کافر نہیں سمجھا جائے گا، اگر اس سے نشہ پیدا نہ ہوا تو اس سے حد جاری نہ ہوگی، اس کی نجاست، نجاست خفیفہ کے درجہ کی ہوگی۔(۲)

---

(۱) دیکھئے الفقہ الاسلامی وادلتہ ۵/۷۴۲

(۲) دیکھئے البحر الرائق ۸/۲۴۸

(۲) مجلۃ الاحکام، دفعہ ۹۰۰

نکاح

"نکاح" کے اصل معنی دو چیزوں کے انضمام اور ملانے کے ہیں، انه حقیقة فی الضم، (۱) اسی مناسبت سے لغت میں مرد و عورت کے صنفی تعلق کو بھی نکاح کہا گیا، اور خود عقد نکاح کو بھی، البتہ اس بارے میں اختلاف ہے کہ نکاح کا معنی حقیقی کیا ہے؟ بعض حضرات کا خیال ہے کہ نکاح، وطی اور عقد نکاح کے درمیان مشترک لفظ ہے، گویا دونوں ہی معنی حقیقی ہیں، اسی طرف ابن ہمام کا رجحان معلوم ہوتا ہے، بعض حضرات کے نزدیک اصل معنی "ہم بستری" کے ہیں، مجازاً عقد کے معنی میں استعمال ہوتا ہے، زیادہ تر مشائخ حنفیہ اسی کی طرف رجحان رکھتے ہیں، تیسری رائے اس کے برعکس ہے، کہ اصل معنی عقد کے ہیں، مجازاً وطی کے معنی میں استعمال ہوتا ہے، (۲) — اگر قرآن وحدیث کی تعبیر پر نگاہ کی جائے تو صاف معلوم ہوتا ہے کہ یہ لفظ دونوں معنوں میں بکثرت استعمال ہوا ہے، اس لئے غالباً یہ بات زیادہ قرین صواب ہے کہ یہ لفظ مشترک ہے، اور قرائن کے اعتبار سے اس کے معنی کی تعیین کی جاتی ہے۔

فقہ کی اصطلاح میں

فقہ کی اصطلاح میں نکاح مرد و عورت کے درمیان طے ہونے والا وہ شرعی معاہدہ ہے، جس کے ذریعہ ایک دوسرے سے استمتاع جائز ہو جاتا ہے، بشرطیکہ کوئی مانع نکاح موجود نہ ہو، (۳) — اس تعریف کے مطابق عقد نکاح مرد و عورت ہی کے درمیان ہوسکتا ہے، مخنث سے یا ہم جنس سے نکاح نہیں ہوسکتا، جیسا کہ مغرب کی حیا باختہ تہذیب نے اس کی اجازت دے رکھی ہے، اسی طرح اگر مرد و عورت کے درمیان محرم کا رشتہ ہو یا ان میں سے کوئی ایک مشرک ہو جب بھی نکاح شرعی منعقد نہیں ہوگا۔

نکاح کے بارے میں اسلامی تصور

اسلام سے پہلے متعدد مذاہب گذرے ہیں، جو مرد و عورت کے تعلق کو مطلق ناروا اور نامناسب تصور کرتے تھے، اور اس تعلق کو خدا سے قربت اور تقویٰ کے منافی تصور کیا کرتے تھے، ہندو اور عیسائی مذہب کا خاص طور سے ذکر کیا جاسکتا ہے، ایران کا "مانی فلسفہ" جو مزدکی تحریک کے ردعمل میں اٹھا، اس کی مکمل مثال ہے۔

اسلام سے پہلے عربوں میں نکاح کے طریقے

اس کے بالکل مقابل وہ فکر و فلسفہ تھا جس نے انسان کو حیوانات کی صف میں لاکھڑا کیا تھا، اور انسانی سماج کو اس مقام پر پہنچا دیا تھا، جہاں اس کی خاندانی شناخت بھی گم ہو جائے، خود عربوں کا حال یہ تھا کہ حضرت عائشہؓ کی روایت کے مطابق نکاح کی اس صورت کے علاوہ جس کو اسلام نے باقی رکھا، تین اور صورتیں مروج تھیں، ایک طریقہ وہ تھا جسے "نکاح استبضاع" کہا جاتا تھا، اس کی صورت یہ تھی کہ شوہر اپنی بیوی کو اعلیٰ خاندان کا بچہ حاصل کرنے کی غرض سے کسی دوسرے مرد کے پاس بھیج دیتا تھا، اور جب تک وہ عورت اس سے حاملہ نہ ہو جاتی یہ شخص اس سے ہم آغوش نہیں ہوتا تھا، اور اس سے مقصود عمدہ خصوصیات کی حامل اولاد کا حصول تھا۔

دوسری صورت "نکاح رہط" کی تھی کہ ایک عورت متعدد مرد جن کی تعداد دس کے اندر ہوتی تھی، ہم آغوش ہوتے تھے، جب بچہ پیدا ہوتا تو خاتون ان تمام مردوں کو طلب کرتی اور کسی طرف اس بچہ کو منسوب کر دیتی اور جس کی طرف منسوب کرتی اس کے لئے مجال انکار نہ ہوتا — نکاح کا تیسرا طریقہ بالکل وہی تھا جو آج کل پیشہ ور طوائف کا ہے، کہ جو بھی چاہتا ان کے پاس آسکتا تھا اور یہ بدقماش

---

(۱) فتح القدیر ۱۸۵/۳

(۲) حوالۂ سابق، نیز دیکھئے در مختار علی ھامش الرد ۲۶۲/۲

(۳) در مختار علی ھامش الرد ۲۵۸-۲۵۹/۲

عورتیں اپنی شناخت کے لئے اپنے دروازوں پر جھنڈے نصب کئے رہتی تھیں، اگر یہ حاملہ ہوتیں اور بچہ ہوتا تو قیافہ شناس ان کے جس کا کہ کے بارے میں فیصلہ کرتا اسی سے بچہ منسوب ہوتا۔(۱)

اسلام جس کا سب سے بڑا امتیاز اس کا اعتدال اور فطرت انسانی سے ہم آہنگی اور موافقت ہے، اس نے اس باب میں بھی افراط و تفریط سے اپنا دامن خوب بچایا ہے، اور ایسی تعلیم دی ہے کہ اس سے بہتر کوئی اور طریقہ کسی انسانی سماج کے لئے نہیں ہو سکتا، اس نے زنا اور غیر قانونی تعلق کو حرام قرار دیا اور کسی بھی صورت کو روا نہیں رکھا، جس سے انسانی نسبت تک مشتبہ ہو جائے، اور اس شدت کے ساتھ اس کی ممانعت کی کہ کم ہی کسی جرم کو اس شدومد کے ساتھ منع کیا گیا ہوگا، اور دوسری طرف نکاح کی نہ صرف اجازت دی، بلکہ اس کی حوصلہ افزائی کی، اور اس کو تقوی، عفت، پاکبازی اور خدا سے قربت کا ذریعہ بنایا، کیوں کہ اگر انسان کی فطری ضرورتوں کے لئے جائز اور قانونی مواقع پیدا نہیں کئے گئے تو ان کو غیر قانونی راستے سے بچانا دشوار ہوگا۔

نکاح کی ترغیب

اسی لئے قرآن مجید نے جابجا نکاح کی ترغیب دی ہے، اللہ تعالی نے اس کو انبیاء کی سنت اور ان کا طریقہ قرار دیا، ولقد ارسلنا رسلا من قبلک وجعلنا لهم ازواجا وذرية (الرعد ۳۸) جو لوگ اپنی معمولی معاشی صلاحیت کی وجہ سے نکاح کرتے ہوئے دقت محسوس کرتے تھے، اللہ تعالی نے ان کو بھی نکاح کی ترغیب دی اور حوصلہ دلایا کہ اگر آج یہ تنگدست ہیں تو اللہ تعالی کل ان کو غنی بنا دے گا۔ (النور ۳۲)

ایک دفعہ تین صحابہ در اقدس پر حاضر ہوئے، آپ ﷺ اس وقت تشریف فرما نہیں تھے، انھوں نے ازواج مطہرات سے آپ ﷺ کی عبادت کی کیفیت معلوم کی، پھر ان میں سے ایک نے ارادہ کیا کہ میں ہمیشہ روزہ رکھوں گا، دوسرے نے کہا میں رات بھر نماز پڑھتا رہوں گا، اور تیسرے نے نکاح نہ کرنے اور عورتوں سے علیحدہ رہنے کا عزم کیا، آپ ﷺ کو اطلاع ملی تو آپ ﷺ نے اس پر ناپسندیدگی کا اظہار فرمایا اور فرمایا کہ میں تم میں سب سے زیادہ اللہ کی خشیت رکھتا ہوں اور پرہیزگار ہوں، لیکن میں کبھی روزہ بھی رکھتا ہوں اور کبھی افطار بھی کرتا ہوں، نماز بھی پڑھتا ہوں، سوتا بھی ہوں، نکاح بھی کرتا ہوں اور بیوی سے تعلق بھی رکھتا ہوں، پھر ارشاد ہوا کہ جس نے میرے راستے سے گریز کیا وہ ہم میں سے نہیں ہے۔(۲) ایک صحابی رسول حضرت عثمان بن مظعون رضی اللہ عنہ نے عورتوں سے کنارہ کشی اختیار کرنے کی نیت سے خصی ہونے کا ارادہ کیا، آپ ﷺ نے اس سے منع فرمایا۔(۳) آپ ﷺ نے نوجوانوں سے فرمایا کہ تم میں جس کو شادی کی استطاعت ہو اس کو شادی کر لینی چاہئے، یہ نگاہ کو نیچی رکھنے اور عفت و عصمت کی حفاظت کا ذریعہ ہے۔(۴)

نکاح کے مقاصد

نکاح کا اولین مقصد عفت و عصمت کی حفاظت ہے، جیسا کہ اوپر آنحضور ﷺ کا ارشاد مذکور ہوا کہ یہ نگاہ کو پست رکھنے اور عفت و پاکدامنی کو باقی رکھنے کا باعث ہے، فانه اغض للبصر واحصن للفرج، اسی لئے قرآن مجید میں نکاح کو احصان یعنی قلعہ بند ہونے سے تعبیر کیا گیا ہے، اور شادی شدہ مرد و عورت کو محصن اور محصنہ کہا گیا ہے (النساء ۲۴، المائدہ ۵) نکاح کا دوسرا مقصد نسل انسانی کی افزائش اور اس کے تسلسل کو باقی رکھنا ہے، اسی لئے قرآن مجید نے زوجین کے جنسی تعلق کو کاشت سے تشابہت دی

---

(۱) بخاری ۲/۷۶۹

(۲) ترمذی ۱/۲۸

(۳) بخاری ۲/۷۵۸

(۴) بخاری ۲/۷۵۸

ہے، (البقرۃ: ۲۲۳) اور آپ ﷺ نے بحیثیت رفیق حیات ایسی عورت کے انتخاب کی تلقین کی ہے، جس میں توالد کی صلاحیت زیادہ ہو: تزوجوا الودود الولود (۱) شوہر دیدہ عورت میں تو اس کا اندازہ لگانا آسان ہے، کنواری لڑکیوں میں نسلی اور موروثی تجربہ سے اس کا اندازہ کیا جا سکتا ہے۔

نکاح کا تیسرا اہم مقصد باہمی تسکین اور طمانیت قلب ہے، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ اللہ نے تم ہی سے تمہارے جوڑے اس لئے بنائے کہ تم اس سے سکون حاصل کرو، اور اللہ نے تمہارے درمیان ہمدردی اور محبت بھی عطا فرمائی (الروم: ۲۱) یہ نکاح کا ایک اہم مقصد ہے، انسان جو بعض اہل دانش کی نگاہ میں سماجی جانور ہے، اور انس و محبت جس کا مادہ ہے، وہ اس کے بغیر قلب و ذہن کا سکون نہیں پا سکتا کہ کوئی انیس ہو جو دل کی بے قراری کے لئے قرار و سکون کا سامان بن سکے، قرآن نے جس سکون قلب کی طرف اشارہ کیا ہے اس کا تعلق صرف جسمانی اور صنفی سکون ہی سے نہیں، بلکہ یہ ایک جامع لفظ ہے، جو قلب و نظر اور ہر طرح کے سکون کو شامل ہے، ایک شخص گھر سے باہر کی دنیا میں طرح طرح کی ذہنی الجھنوں میں مبتلا ہوتا ہے، خلاف طبیعت بات پیش آتی ہے، جب وہ اپنے گھر پہنچتا ہے تو بیوی کا تبسم آمیز استقبال اس کے ذہن کے بوجھ کو ہلکا کر دیتا ہے، اسی طرح ایک عورت اپنے گھر میں متضاد ذہن و فکر کے لوگوں کے ساتھ رہتی ہے، اور شب و روز میں کتنی ہی خلاف طبیعت باتیں اسے پیش آتی ہیں، لیکن شوہر کا ایک کلمۂ محبت اس کے دل کا بوجھ ہلکا کر دیتی ہے، اور اپنائیت کا احساس دوسرے افراد خانہ کا مداوا ثابت ہوتی ہے، جب انسان بڑھاپے کی منزل میں داخل ہوتا ہے، اور تنہائی کا احساس اسے ہمہ دم آزردہ و افسردہ رکھتا ہے، اس وقت خاص کر زوجین ایک دوسرے سے اپنائیت اور محبت پا کر جینے کا حوصلہ پاتے ہیں اور زندگی کا سفر ان کے لئے آسان ہو جاتا ہے، اس لئے جہاں جوانی میں زوجین کو ایک دوسرے کی ضرورت ہے، وہیں بڑھاپے میں بھی وہ ایک دوسرے کے لئے کم درجہ کی ضرورت نہیں۔

مختلف حالات میں نکاح

اسی لئے اسلام نے نکاح کو بڑی اہمیت دی ہے، اور قرآن و حدیث میں بمقابلہ دوسرے معاملات کے نکاح اور ازدواجی زندگی سے متعلق مسائل پر زیادہ تفصیل سے گفتگو کی گئی ہے، — فقہاء نے کتاب و سنت کی ہدایات کو سامنے رکھ کر مختلف حالات میں نکاح کے احکام متعین کئے ہیں، چنانچہ مہر اور نفقہ ادا کرنے پر قادر ہو اور نکاح نہ کرنے کی صورت میں زنا میں پڑ جانے کا یقین ہو تو نکاح فرض ہے، فان تیقن الزنا الا بہ فرض، اور اگر زنا میں پڑنے کا اندیشہ ہو نہ کہ یقین، اور نفس میں نکاح کا سخت تقاضا پاتا ہے تو نکاح کرنا واجب ہے، ویکون واجبا عند التوقان، ظاہر ہے یہاں مہر سے ایسا مہر مراد ہے جو فوری قابل ادائیگی ہو، اگر مہر مؤجل پر نکاح کرنا ممکن ہو تو فی الحال مہر کا مالک ہونا ضروری نہ ہوگا، بلکہ نکاح کے لئے قرض لینا پڑے تو اس میں بھی قباحت نہیں، بہتر ہے کہ قرض لے کر نکاح کرلے۔

اگر نکاح نہ کرنے کی صورت میں برائی میں پڑنے کا اندیشہ نہیں اور مالی اور جسمانی اعتبار سے نکاح کرنے پر قادر ہے تو ایسے شخص کے لئے نکاح کر لینا سنت مؤکدہ ہے، اگر اپنی عفت و عصمت کی حفاظت اور حصول اولاد کی نیت سے نکاح کرلے تو مستحق ثواب ہوگا، اور نکاح نہ کرے تو ترک سنت کا گناہ، بلکہ بعض فقہاء نے اس صورت میں بھی نکاح کو واجب قرار دیا ہے۔

اگر نکاح کے بعد اندیشہ ہو کہ وہ بیوی کے ساتھ جور و ظلم کا

---

(۱) مشکوۃ المصابیح ۲۶۷/۲

مرتکب ہوگا تو نکاح کرنا مکروہ تحریمی ہے، اور اس کا یقین ہو تو حرام، یہاں تک کہ اگر نکاح نہ کرنے کی صورت میں زنا میں پڑ جانے کا اندیشہ ہو اور نکاح کرنے تو جور کے مرتکب ہونے کا، ایسی صورت میں بھی نکاح کرنا فرض ہے، کیوں کہ زنا سے بچنا اللہ کا حق ہے، اور جور و تعدی سے بچنا بندے کا حق ہے، اور ادائیگی کے اعتبار سے حق اللہ پر مقدم ہے، اس لئے کہ بندہ اپنے حقوق کا محتاج ہے، اور اللہ تعالیٰ ہر طرح کی حاجت سے مستغنی ہے۔ (۱)

تعدد ازدواج کا مسئلہ

اسلام نے انسانی ضرورت کی رعایت کرتے ہوئے مردوں کو چار تک نکاح کرنے کی اجازت دی ہے، (۱)، (۲) کیوں کہ بعض اوقات عفت و عصمت کی حفاظت کے لئے، یا لڑکیوں کی شرح پیدائش کا اضافہ کے مسئلہ سے نمٹنے نیز بیواؤں اور یتیموں کی پرورش کے نقطۂ نظر سے تعدد ازدواج ایک سماجی ضرورت بن جاتی ہے، اسی لئے قریب قریب تمام ہی مذاہب نے تعدد ازدواج کو جائز رکھا ہے، بائبل میں حضرت موسیٰ کی دو بیویوں، (۲) اور حضرت داؤد کی چھ بیویوں (**اخینوعم، ابیجیل، معکہ، حجیت، ابیطال، عجلاہ**) کا ذکر ملتا ہے، (۳) ہندو مذہب کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ ایک مرد کے لئے بیک وقت ایک سے زیادہ نکاح کی گنجائش ہے اور بیویوں کی تعداد کے سلسلے میں کوئی تحدید بھی نہیں ہے، (۴) عیسائی دنیا کے بارے میں ویسٹر مارک (Wester Mark) کا بیان ہے کہ کلیسا اور حکومت دونوں ہی سترہویں صدی کے نصف تک تعدد ازدواج کو مباح قرار دیتے تھے، اور ان کے یہاں بکثرت اسی کا رواج تھا۔ (۴)

دراصل اسلام کی نگاہ میں نکاح کا اصل مقصد عفت و عصمت کی حفاظت اور نسب انسانی کی شناخت کو باقی رکھنا ہے، اور یہ ایک حقیقت ہے کہ جس سماج میں قانونی طور پر یک زوجگی کی پابندی لگائی جاتی ہے، وہاں غیر قانونی جنسی تعلق کی کثرت ہو جاتی ہے، اور قانونی تعدد ازدواج کی جگہ غیر قانونی تعدد ازدواج اتنا عام ہو جاتا ہے کہ شاید شیطان بھی اس سے حیا محسوس کرتا ہو، ڈاکٹر گستاؤلی بان کے الفاظ میں:

> مغرب میں بھی ایک ہی شادی کی رسم کا وجود صرف کتابوں ہی میں ہے، اور میں خیال کرتا ہوں کہ کوئی شخص انکار نہ کرے گا کہ یہ رسم ہماری واقعی معاشرت میں نہیں پائی جاتی ہے، میں نہیں جانتا کہ مشرقیوں کا جائز تعدد کس امر میں مغربیوں کے ناجائز تعدد ازدواج سے کمتر سمجھا جاتا ہے، بلکہ میں یہ کہوں گا کہ اول کو ہر طرح دوسرے پر ترجیح ہے۔ (۵)

— اس وقت مغرب اور مغرب زدہ معاشرہ اس کی کھلی ہوئی مثال ہے:

اسی لئے اسلام نے تعدد ازدواج کو جائز رکھا، لیکن چار تک تحدید کر دی، اور بیویوں کے درمیان عدل اور مساویانہ سلوک کی شرط لگا دی، اور یہ بھی کہہ دیا کہ اگر عدل کا برتاؤ نہ کر سکو تو پھر ایک ہی نکاح کی اجازت ہے، **فان خفتم ان لا تعدلوا فواحدۃ،** (النساء: ۳) قرآن مجید کے مجموعی مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ عام حالات میں ایک ہی نکاح پر اکتفا کرنے کو پسند کیا گیا ہے، اور اگر

---

(۱) [illegible] رد المحتار ۲/۲۹۰-۲۹۲ [illegible]

(۲) [illegible] ۳ : ۲۰۲

(۳) [illegible] ۲۵ : ۸

(۳) دیکھئے: [illegible] اسلامیات [illegible]

(۴) الفلسفۃ القرآنیہ ۵۳

(۵) تمدن عرب ۳۹۹

نہ کی حقیقی ضرورت داعی نہ ہو تو ایک ہی نکاح پر اکتفا کرنا افضل ہے، اس لئے کہ ایک طرف فرمایا کہ اگر عدل نہ کر سکنے کا اندیشہ ہو تو ایک ہی نکاح کرو، اور دوسری طرف یہ بات بھی فرمائی گئی کہ تمہارے لئے ایک سے زیادہ بیویوں کے درمیان عدل کو قائم رکھنا آسان نہیں۔ (نساء: ۱۲۹)

ایجاب وقبول

نکاح کے ارکان ایجاب وقبول ہیں، جس کی طرف سے پہلے نکاح کی پیشکش ہو اس کے کلام کو "ایجاب" کہتے ہیں اور دوسرے فریق کی طرف سے اس پیشکش کے قبول کرنے کو "قبول" کہتے ہیں (۱)، ایجاب وقبول عاقدین براہ راست بھی کر سکتے ہیں، عاقدین کے وکیل یا ولی بھی کر سکتے ہیں، البتہ یہ ضروری ہے کہ جس مجلس میں ایجاب ہو اسی مجلس میں قبول بھی ہو جائے، اگر اس مجلس میں قبول نہیں کیا اور بعد میں قبول کر لیا تو نکاح منعقد نہیں ہوگا، بلکہ دوبارہ ایجاب وقبول کرنا ہوگا، حتی لو اختلف المجلس لا ینعقد النکاح (۲)، یہ بھی ضروری ہے کہ ایجاب وقبول میں مطابقت ہو، اگر مطابقت نہ ہو تو نکاح منعقد نہیں ہوگا، مثلاً لڑکی یا اس کا ولی یا وکیل دس ہزار روپے مہر پر نکاح کا ایجاب کرے، اور مرد پانچ ہزار پر نکاح قبول کرے تو نکاح منعقد نہیں ہوگا، ومنہا ان لا یخالف القبول الایجاب (۳)۔

نکاح منعقد ہونے کے لئے ضروری ہے کہ ایجاب وقبول [illegible] سنے (۴) ومنہا سماع کل من العاقدین لفظ الآخر لیتحقق رضاہما (۵)، اگر طرفین موجود ہوں اور بولنے پر قادر ہوں تو ضروری ہے کہ ایجاب وقبول کا عمل گفتگو کے ذریعہ ہو، تحریر یا ایجاب وقبول معتبر نہیں ہوگا، ولا ینعقد بالکتابۃ من الحاضرین (۶)، ہاں جو شخص بولنے پر قادر نہ ہو اور لکھنے پر قادر ہو وہ تحریر کے ذریعہ بھی ایجاب وقبول کر سکتا ہے، اور لکھنے پر بھی قادر نہ ہو تو واضح اشارہ کے ذریعہ ایجاب وقبول کیا جا سکتا ہے، ینعقد بالاشارۃ من الاخرس ان کانت اشارتہ معلومۃ (۷)

خط اور فون کے ذریعہ نکاح

اگر عاقدین میں سے ایک موجود نہ ہو تو ضروری ہے کہ ایک کی طرف سے تحریر ہو، تو کم سے کم ایک کی طرف سے تحریر وقدرت کلام پایا جائے، مثلاً مرد نے خط لکھا کہ میں تم سے نکاح کی پیشکش کرتا ہوں، تو عورت کا صرف لکھ دینا کافی نہیں کہ مجھے منظور ہے، بلکہ ضروری ہے کہ وہ دو گواہوں کے سامنے خط پڑھ کر سنائے اور پھر اپنی قبولیت کا اظہار کرے، اگر عورت بھی اپنی طرف سے تحریر لکھ لے اور گواہوں کو دکھا دے تو نکاح منعقد نہیں ہوگا، ولو کتب الایجاب والقبول لا ینعقد (۸)۔

غائبانہ نکاح کی بہتر صورت یہ ہے کہ خط کے ذریعہ کسی کو نکاح کا وکیل بنا دے، اور وکیل مجلس عقد میں ایجاب کرے، اور دوسرا فریق قبول کرے، یہی حکم ٹیلیفون کا بھی ہوگا۔

ایجاب وقبول کے الفاظ

نکاح صریح الفاظ سے منعقد ہو جاتا ہے، اور الفاظ کنایہ سے بھی، کیونکہ خود قرآن مجید سے "ہبہ" کے لفظ سے نکاح کا منعقد ہونا معلوم ہوتا ہے (احزاب: ۵۰)، اور ظاہر ہے کہ "ہبہ" کنایہ ہی

---

(۱) عالمگیری ۱/۲۶۷

(۲) بدائع الصنائع ۲/۲۳۲

(۳) ہندیہ ۱/۲۶۹

(۴) درمختار ۱/۱۴۰

(۵) ہندیہ ۱/۲۷۰

(۶) حوالہ سابق

(۷) حوالہ سابق

(۸) ہندیہ ۱/۲۷۰

ہے کہ صریح: نکاح اور تزویج صریح الفاظ ہیں، اردو زبان میں شادی بیاہ اور انگریزی زبان میں "میرج" کے الفاظ بھی نکاح کے لئے صریح سمجھے جائیں گے — الفاظ کنایہ سے ایسے الفاظ مراد ہیں جس میں فی الفور کسی شی کے مالک بنانے کے معنی پائے جاتے ہوں، جیسے ہبہ، صدقہ، عطیہ وغیرہ، ایسے الفاظ جو اصل شی کے بجائے شی کی منفعت کا مالک بنانے کے لئے ہیں وہ ایجاب وقبول کے لئے کافی نہیں، جیسے اجارہ، عاریت، اسی طرح جن الفاظ کے ذریعے فی الفور مالک نہ بنایا جاسکتا ہو اس سے بھی نکاح منعقد نہیں ہوتا، جیسے وصیت (۱) یہی رائے مالکیہ کی بھی ہے، بشرطیکہ مہر کا ذکر کیا جائے، (۲) شوافع اور حنابلہ کے نزدیک صریح الفاظ ہی سے نکاح منعقد ہوگا، کنایہ الفاظ کا کہنا کافی نہیں۔ (۳)

یہ بھی ضروری نہیں کہ ایجاب وقبول عربی ہی زبان میں ہو، غیر عربی زبان میں بھی ایجاب وقبول ہوسکتا ہے، (۴) البتہ حنابلہ کے نزدیک جو شخص عربی زبان میں ایجاب وقبول پر قادر ہو اس کا غیر عربی میں ایجاب وقبول کرنا معتبر نہیں، بلکہ فقہاء حنابلہ میں ابوالخطاب کو تو اس پر اتنا اصرار ہے کہ ان کے نزدیک جو عربی نہ جانتا ہو اس کو بھی عربی میں ایجاب وقبول کے الفاظ سیکھنے چاہئیں۔ (۵)

ایجاب وقبول کا صیغہ

نکاح میں ضروری ہے کہ ایجاب وقبول کے لئے ایسا صیغہ استعمال کیا جائے جو فی الفور نکاح کے انعقاد کو بتاتا ہو، اسی ضابطہ کے پیش نظر فقہاء نے لکھا ہے کہ یا تو ایجاب وقبول دونوں ماضی کے صیغے سے ہو، اس پر سب کا اتفاق ہے، یہ بھی درست ہے کہ ایک طرف سے امر کا صیغہ ہو اور دوسری طرف سے ماضی کا صیغہ، جیسے مرد لڑکی کے والد سے کہے، تو اپنی لڑکی سے میرا نکاح کردے اور وہ کہے کہ میں نے قبول کیا، (۶) اگر حال کا صیغہ استعمال کیا جائے جیسے مرد نے کہا کہ میں تجھ سے نکاح کرتا ہوں اور لڑکی نے کہا کہ میں قبول کرتی ہوں، تو نکاح منعقد ہوجائے گا، — عربی زبان میں زمانہ موجودہ کو بتانے کے لئے بھی فعل مضارع آیا کرتا ہے اور فعل مضارع حال اور استقبال دونوں زمانہ کے لئے آتا ہے، اس لئے عام طور پر فقہاء نے فعل مضارع سے ایجاب وقبول کو کافی نہیں سمجھا، لیکن اگر مضارع کے ساتھ کوئی ایسا لفظ ذکر کیا جائے جو حال کے معنی کو متعین کردے، یا کوئی دوسرا قرینہ حال کا معنی مراد لینے پر موجود ہو، تو ان صورتوں میں مضارع کے صیغے سے بھی نکاح منعقد ہوجائے گا حنفیہ اور مالکیہ ان تفصیلات میں متفق ہیں، شوافع کے نزدیک — ماضی ہی کے صیغے سے نکاح منعقد ہوتا ہے، (۷) — تاہم اس پر تمام فقہاء متفق ہیں کہ اگر ایجاب وقبول مستقبل کے صیغہ سے ہو جیسے ایک فریق کہے: میں نکاح کروں گا، دوسرا فریق کہے: میں قبول کروں گا، تو نکاح منعقد نہیں ہوگا، کیوں کہ اس تعبیر میں یہ معنی مراد لینے کی گنجائش بھی موجود ہے کہ ان دونوں نے آئندہ نکاح کرنے اور اسے قبول کرنے کا محض ارادہ کیا ہے، اور نکاح جیسا نازک اور اہم معاملہ ایسے مبہم اور غیر متعین عبارت سے کیسے منعقد ہوسکتا ہے؟

اگر مرد وعورت ایسا فقرہ استعمال کرے جو ماضی میں منعقد شدہ نکاح کے اقرار کو ظاہر کرتا ہو، تو اس سے بھی نکاح منعقد ہوجائے گا، بشرطیکہ اس وقت دو گواہ موجود ہوں، **وجعل الاقرار انشاء وهو الأصح**۔ (۸)

---

(۱) ہدایہ ۲: ۳۰۴-۳۰۵

(۲) دیکھئے الشرح الصغیر ۲: ۳۵۰

(۳) شرح مہذب ۱۶: ۲۰۹

(۴) شرح مہذب ۱۶: ۲۱۶

(۵) المغنی ۷: ۳۱

(۶) فتح القدیر ۳: ۱۰۴

(۷) دیکھئے الفقہ الاسلامی وأدلتہ ۷: ۴۳-۴۴

(۸) تاتار خانیہ ۳: ۵۹

مذاق اور دباؤ کے تحت ایجاب وقبول

حنفیہ کے نزدیک ہنسی مذاق کے طور پر یا جبر ودباؤ کے تحت کیا ہوا ایجاب وقبول بھی منعقد ہو جاتا ہے،(۱) اس لئے کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ تین چیزیں وہ ہیں کہ جن کا ارادہ بھی ارادہ ہے اور ہنسی مذاق (ہزل) بھی ارادہ کے درجہ میں ہے، نکاح، طلاق اور رجعت ۔(۲) گویا نکاح کا انعقاد الفاظ وعبارت سے متعلق ہے نہ کہ بولنے والے کی نیت اور کیفیت سے، دوسرے فقہاء کے نزدیک جبر ودباؤ کی حالت میں کیا ہوا ایجاب وقبول معتبر نہیں ۔(۳)

زبان سے ایجاب وقبول ضروری ہے

شریعت میں بعض معاملات ایسے ہیں کہ ان کے انعقاد کے لئے زبان وبیان ضروری نہیں ہوتا، عملی لین دین کافی ہو جاتا ہے، جیسے خرید وفروخت، خریدار نے کچھ کہا نہیں اور قیمت بیچنے والے کو دے دی، تاجر نے بھی کچھ کہے بغیر سامان خریدار کے حوالہ کر دیا تو محض اس لین دین ہی سے بیع منعقد ہو جائے گی، لیکن نکاح چوں کہ انسانی عصمت سے متعلق ہے، اس لئے محض لین دین انعقاد نکاح کے لئے کافی نہیں، مثلاً مرد دو گواہوں کی موجودگی میں مہر کی رقم دے دے، اور عورت اس رقم کو اٹھا لے تو اس سے نکاح منعقد نہیں ہوگا ولا بتعاطی احتراما للفرج ۔(۴)

ایجاب وقبول مشروط نہ ہو

نکاح منعقد ہونے کے لئے ضروری ہے کہ ایجاب وقبول مشروط نہ ہو مثلاً یوں کہا جائے کہ یہ نکاح مجھے منظور ہے بشرطیکہ میرے والدین راضی ہو جائیں تو اس طرح نکاح منعقد نہیں ہوگا، النکاح لا یصح تعلیقه بالشرط ۔(۵)

نکاح کی اجازت میں کنواری اور شوہر دیدہ کا فرق

نکاح کے قبول کرنے کے سلسلے میں یہ تفصیل ہے کہ اگر مرد اور شوہر دیدہ عورت (ثیبہ) سے نکاح کی بابت استفسار کیا جائے تو صراحۃً رضامندی کا اظہار ضروری ہے، کنواری لڑکی سے بھی قریب ترین ولی کی بجائے نسبتاً دور کا ولی استفسار کرے جب بھی صراحۃً اظہار رضامندی ضروری ہوگا، جیسے کہے کہ میں نے اس نکاح کو قبول کیا، یا پوچھا جائے کہ کیا تم نے قبول کیا؟ اور جواب میں کہے ہاں فلان استاذنها غیر الاقرب کاجنبی او ولی بعید فلا عبرة بسکوتها ۔(۶) لیکن قریب تر ولی یا اس کا ولی وقاصد کنواری لڑکی سے نکاح کے بارے میں دریافت کرے یا مسکرائے یا رو دے اور وہاں کے عرف میں نکاح کے وقت اس طرح کا عمل رضامندی کے اظہار کے لئے کیا جاتا ہے، تو نکاح منعقد ہو جائے گا ۔(۷) اظہار رضامندی کے طریقے کے سلسلہ میں کنواری اور شوہر دیدہ عورت کے درمیان جو فرق کیا گیا ہے، اس کی وجہ ظاہر ہے کہ کنواری پر حیا کا غلبہ ہوتا ہے اور زبان سے اظہار کرنے کا مکلف قرار دینے میں اس کے لئے دشواری ہے، بہ خلاف شوہر دیدہ عورت یا لڑکیوں کے، اس لئے خود احادیث میں کنواری اور شوہر دیدہ کے درمیان یہ فرق مذکور ہے ۔(۸)

اجازت کب لی جائے؟

لڑکی سے نکاح کی اجازت مجلس میں ایجاب وقبول کے بعد بھی لی جاسکتی ہے، لیکن بہتر اور مسنون طریقہ یہ ہے کہ پہلے اس

---

(۱) در مختار ۲/۲۶۵

(۲) دار قطنی ۴/۴۱۶، حدیث نمبر ۳۵۹۳

(۳) رد المحتار ۳/۲۳۳-۲۳۲

(۴) در مختار علی هامش الرد ۲/۵۱۸

(۵) در مختار ۲/۱۸۹

(۶) در مختار ۲/۱۹۰

(۷) دیکھئے در مختار ۲/۱۹۰

(۸) دیکھئے نصب الرایہ ۳/۱۹۵-۱۹۶

سے اجازت حاصل کرلی جائے کہ فلاں شخص نے تمہارے لئے نکاح کا پیغام دیا ہے، کیا یہ رشتہ تمہیں قبول ہے؟ اگر پہلے سے اجازت نہیں لی اور ایجاب قبول کرلیا تو یہ خلاف سنت ہوگا، بعد میں اگر لڑکی نے قبول کرلیا تو منعقد ہوگا ورنہ نہیں، والسنۃ ان یستامر البکر ولیہا قبل النکاح ۔(۱)

گواہ ضروری ہیں

نکاح منعقد ہونے کے لئے بنیادی شرط گواہ کا پایا جانا ہے، آپ ﷺ نے فرمایا کہ ولی اور دو عادل گواہوں کے بغیر نکاح نہیں ہوتا، لا نکاح الا بولی وشاہدی عدل ۔(۲) حضرت عبداللہ ابن عباس ؓ سے مروی ہے کہ جو عورتیں بغیر گواہوں کے نکاح کرلیں وہ زانیہ ہیں (۳) البتہ یہ روایت عیسیٰ ابن میمون کی وجہ سے ضعیف ہے، چنانچہ گواہوں کی موجودگی کی شرط پر تمام فقہاء متفق ہیں، البتہ مالکیہ کے نزدیک عین عقد نکاح کے وقت تو گواہ کا ہونا ضروری نہیں، مستحب ہے، لیکن زوجین کی یکجائی سے پہلے اس بات پر گواہ بنانا ضروری ہے، گویا نکاح پر گواہی مالکیہ کے نزدیک بھی ضروری ہے، نہیں عین عقد ہی کے وقت گواہ بنانا ضروری نہیں، حنفیہ، شوافع اور حنابلہ کے نزدیک ایجاب وقبول ہی کے وقت گواہ بنانا ضروری ہے ۔(۴)

گواہان کے اوصاف

یہ گواہان عاقل، بالغ اور آزاد ہوں، ایجاب وقبول کو سنیں اور سمجھیں، دو مرد گواہ ہوں تو زیادہ بہتر ہے، ورنہ حنفیہ کے نزدیک ایک مرد اور دو عورتیں بھی ہو سکتی ہیں ۔(۵) جیسا کہ دوسرے معاملات میں دو مرد یا ایک مرد اور دو عورتوں کی گواہی مطلوب ہوتی ہے، امام احمد کا بھی ایک قول یہی ہے۔(۶) شوافع، مالکیہ اور قول مشہور کے مطابق حنابلہ کے نزدیک نکاح منعقد ہونے کے لئے دو مرد گواہوں کی موجودگی ضروری ہے۔(۷)

گواہان کو عادل یعنی دیندار اور معتبر ہونا چاہئے تاکہ اگر کبھی نکاح کے منعقد ہونے اور نہ ہونے کے سلسلے میں اختلاف ہو جائے تو اس کی گواہی کام آئے، تاہم حنفیہ کے نزدیک تو فاسق اور تہمت کے سزا یافتہ اشخاص کی گواہی بھی نکاح کے منعقد ہونے کے لئے کافی ہے۔(۸) دوسرے فقہاء کے نزدیک گواہ کا عادل یعنی دیندار ہونا ضروری ہے، فاسق کی شہادت کافی نہیں، البتہ ایسے شخص کا گواہ بنانا کافی ہے جس کے حالات کی تحقیق نہ ہو اور بظاہر وہ عادل نظر آتا ہو۔(۹) حنفیہ کے نزدیک نابینا گواہوں کی موجودگی نکاح منعقد ہونے کے لئے کافی ہے۔(۱۰) شوافع سے دونوں طرح کا قول منقول ہے۔

اگر مسلمان مرد کا نکاح کتابیہ یعنی یہودی یا عیسائی عورت سے ہو تو حنفیہ کے یہاں ایسے نکاح پر اہل کتاب کی گواہی بھی نکاح منعقد ہونے کے لئے کافی ہو جائے گی، کیوں کہ نکاح کی گواہی گویا اس بات کی گواہی ہے کہ مرد کو اس عورت پر ملکیت نکاح حاصل ہے، اس طرح یہ مرد کے حق میں اور عورت کے خلاف گواہی ہے، اور قاعدہ ہے کہ غیر مسلم کی شہادت مسلمان کے خلاف معتبر نہیں، اس کے حق میں معتبر ہے۔(۱۱) دوسرے فقہاء کے نزدیک اہل کتاب کی

---

(۱) مجمع الانہر [illegible]

(۲) مصنف عبدالرزاق [illegible]، صححہ ابن حبان عن عائشہؓ

(۳) ترمذی، باب ما جاء لا نکاح الا ببینۃ، حدیث نمبر [illegible]، [illegible] اعلان النکاح

(۴) دیکھئے: [illegible]، المغنی [illegible]، الشرح الصغیر [illegible]

(۵) درمختار [illegible]

(۶) المغنی [illegible]

(۷) دیکھئے: الشرح الصغیر [illegible]، شرح مہذب [illegible]، المغنی [illegible]

(۸) درمختار [illegible]

(۹) دیکھئے: شرح مہذب [illegible]، المغنی [illegible]

(۱۰) درمختار [illegible]

(۱۱) دیکھئے: ہدایہ مع الفتح [illegible]

شہادت سے نکاح منعقد نہیں ہوگا، (۱) البتہ اگر زوجین میں اختلاف ہوجائے تو حنفیہ کے نزدیک بھی فاسق، حد کا سزا یافتہ، نابینا اور غیر مسلم گواہان کی شہادت نکاح کو ثابت کرنے کے لئے کافی نہیں ہوگی۔ (۲)

موانع نکاح

نکاح کے صحیح ہونے کے لئے ضروری شرط یہ ہے کہ کوئی مانع نکاح موجود نہ ہو، یعنی مرد و عورت میں کوئی ایسا سبب نہ پایا جائے جس کی وجہ سے شریعت ہمیشہ کے لئے یا عارضی طور پر ان دونوں کے درمیان نکاح کو حرام قرار دیتی ہو۔

جن اسباب کے تحت رشتۂ نکاح حرام ہوتا ہے، وہ اپنی نوعیت کے اعتبار سے دو قسم کے ہیں، ایک وہ کہ جن سے ہمیشہ کے لئے نکاح حرام ہے، اس کو فقہاء "حرمت مؤبدہ" سے تعبیر کرتے ہیں، حرمت مؤبدہ کے تین اسباب ہیں، نسبی قرابت، مصاہرت، یعنی سسرالی قرابت، رضاعت، یعنی دودھ کی بناء پر پیدا ہونے والے رشتے — نسبی حرام رشتے کی وجہ سے درج ذیل اقارب سے نکاح حرام ہوتا ہے:

۱) اصول یعنی مائیں، نانیاں، باپ، دادا، اور والدین کا آبائی اور مادری سلسلہ۔

۲) فروع یعنی اپنی اولاد، بیٹے، بیٹیاں، اور ان کا اولادی سلسلہ۔

۳) والدین کے فروع یعنی بھائی، بہن اور ان کا اولادی سلسلہ۔

۴) دادا، اور دادی، نانی کے فروع، یعنی چچا، پھوپھی، ماموں، خالہ، البتہ چچا، پھوپھی، ماموں، خالہ کی اولاد سے نکاح درست ہے۔

یہ تمام مسائل فقہاء کے نزدیک متفق علیہ ہیں۔

سسرالی نسبت سے حرام رشتے

حرمت مؤبدہ کا دوسرا سبب مصاہرت یعنی سسرالی رشتہ سے ہونے والی حرمت ہے، اس رشتہ سے حرمت کی تفصیل اس طرح ہے:

۱) بیوی کی فروع، یعنی اس کی بیٹیاں اور ان کا اولادی سلسلہ بشرطیکہ بیوی سے دخول کرچکا ہو۔

۲) بیوی کی ماں، نانی، دادی، اور ان کا مادری سلسلہ — اگر بیوی سے دخول نہ ہوا ہو پھر بھی یہ خواتین حرام ہوجائیں گی۔

۳) وہ خواتین جن سے باپ یا اس کے اوپر کے پدری سلسلہ میں کسی نے وطی کی ہو چاہے یہ حرام طریقے پر ہو۔

۴) وہ عورتیں جن سے اولاد یا سلسلۂ اولاد میں سے کسی نے وطی کی ہو، گو بصورت حرام ہو۔

۵) اپنے اصول یعنی باپ، دادا وغیرہ کی بیویاں اور اپنے فروع یعنی بیٹے پوتے وغیرہ کی بیویاں محض عقد نکاح ہی کی وجہ سے حرام ہوجائے گی، گو وطی کی نوبت نہ آئی ہو۔

زنا سے حرمت مصاہرت

ان میں سے اکثر مسائل فقہاء کے نزدیک متفق علیہ ہیں، اور قرآن نے ان کو بوضاحت ذکر فرمایا ہے، (دیکھئے النساء: ۲۲-۲۳) البتہ حرمت مصاہرت کے بارے میں ایک بنیادی مسئلہ پر فقہاء کی رائیں مختلف ہیں، اور وہ یہ کہ کسی عورت سے وطی کی تین صورتیں ہوسکتی ہیں، اول یہ کہ اس کا اس عورت سے وطی کرنا حلال ہو، یعنی شوہر و بیوی ہوں، اس سے بالاتفاق حرمت مصاہرت پیدا ہوجائے گی، دوسری صورت یہ ہے کہ وہ تو وطی حرام، لیکن باعث گناہ نہ ہو،

---

(۱) المغنی [illegible]

(۲) الدر المختار [illegible]

یعنی شبہ کی بنا پر وطی، اس سے بھی حرمت مصاہرت ثابت ہو جائے گی، اس میں صرف لیث ابن سعد کا اختلاف ہے، اور بقول حافظ ابن رشد ان کا قول شاذ ہے۔ (۱) تیسری صورت زنا کی ہے، حنفیہ کے نزدیک زنا سے بھی حرمت مصاہرت ثابت ہو جاتی ہے، یعنی بیوی کے جو رشتہ دار شوہر کے لئے، اور شوہر کے بیوی کے لئے حرام ہوں وہی رشتہ دار زانی اور زانیہ کے بھی ان دونوں پر حرام ہوں گے، (۲) کیوں کہ قرآن مجید میں فرمایا گیا کہ جس سے تمہارے آباء و اجداد نے "نکاح" کیا ہو اس سے نکاح نہ کرو، **لا تنکحوا ما نکح آباؤکم** (النساء: ۲۲) اور حنفیہ کا خیال ہے کہ نکاح کا اصل معنی وطی کے ہیں، پس معنی یہ ہوئے کہ جس سے تمہارے آباء نے وطی کی ہو اس سے تم کو نکاح نہ کرنا چاہئے، شوافع کے نزدیک زنا سے حرمت ثابت نہیں ہوگی، امام مالکؒ سے دونوں طرح کی رائیں منقول ہیں، لیکن خود موطا امام مالکؒ میں جو قول مذکور ہے، وہ شوافع کی رائے سے مطابقت رکھتا ہے، اور یہی ان کے نزدیک راجح ہے، (۳) حنابلہ اس مسئلے میں حنفیہ کے ساتھ ہیں (۴) اور اس میں جو احتیاط ہے وہ ظاہر ہے۔

حنفیہ کے یہاں حرمت مصاہرت ثابت ہونے کے لئے مرد و عورت کا ایک دوسرے سے مساس کرنا، شہوت کے ساتھ چھونا، شہوت کے ساتھ بوسہ لینا اور مرد کا عورت یا عورت کا مرد کی شرم گاہ کو دیکھنا بھی کافی ہے، عورت کی شرم گاہ دیکھنے سے مراد یہ ہے کہ شرم گاہ کے اندرونی حصے کی طرف نظر پڑ جائے، بیرونی حصہ کا دیکھنا موجب حرمت نہیں، اور شہوت سے مراد یہ ہے کہ پہلے سے عضو میں انتشار نہ ہو اور انتشار پیدا ہو جائے، اور اگر پہلے سے انتشار ہو تو اس میں اضافہ ہو جائے، اور اگر سن رسیدہ ہے کہ اعضاء میں تحریک باقی نہ رہی تو دل میں شہوت انگیز تحریک کا پیدا ہونا شہوت شمار کیا جائے گا، حنفیہ ان امور کو اس لئے حرمت مصاہرت کا باعث قرار دیتے ہیں کہ یہ جماع تک مفضی ہوتے ہیں اور اس کا ذریعہ بنتے ہیں، اور قاعدہ یہ ہے کہ ذرائع کا وہی حکم ہوتا ہے جو ان امور کا ہوتا ہے جن کے لئے وہ ذریعہ بنتے ہیں، (۵) نیز حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ سے مروی ہے کہ جس شخص نے کسی عورت کی شرم گاہ دیکھی اس کے لئے ماں اور بیٹی حرام ہے، **من نظر الی فرج لم تحل لہ امہا وبنتہا** (۶) نیز حضرت عمرؓ سے مروی ہے کہ انھوں نے ایک باندی کا بوسہ لیا اور دیکھا، پھر اپنے بعض بچوں کو ہبہ کیا تو ہدایت فرمائی کہ تمہارے لئے حلال نہیں، **اما انہا لا تحل لک** (۷) نیز حضرت عبد اللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ مرد جس عورت سے جماع کرے یا اس کا بوسہ لے، یا شہوت کے ساتھ چھوئے یا شہوت کے ساتھ اس کی شرم گاہ کو دیکھے وہ خاتون اس مرد کے باپ اور بیٹے پر اور خود اس عورت کی ماں، بیٹی اس مرد پر حرام ہو جائیں گی (۸) یہی نقطۂ نظر فقہ حنابلہ کا بھی ہے۔ (۹)

البتہ اگر مساس اور دوسرے دواعی جماع کی وجہ سے انزال ہو گیا تو اب حرمت ثابت نہیں ہوگی، کیوں کہ ان دواعی کے باعث جماع ہونے کا احتمال باقی نہ رہا، یہی حکم اس وقت بھی ہے، جب عورت کے ساتھ غیر فطری عمل کیا جائے۔ (۱۰) — حرمت مصاہرت ثابت ہونے کے لئے یہ بھی ضروری ہے کہ وہ لڑکے اور

---

(۱) بدایۃ المجتہد ۲/۳۲

(۲) درمختار ۲/۹۹

(۳) بدایۃ المجتہد ۲/۳۲

(۴) المغنی ۷/۹۱

(۵) دیکھئے ہدایہ، فتح القدیر و عنایہ ۳/۲۲۳

(۶) فتح القدیر ۳/۲۲۳

(۷) حوالۂ سابق

(۸) حوالۂ سابق

(۹) المغنی ۷/۹۳

(۱۰) ہدایہ مع الفتح ۳/۲۲۳

لڑکی حدِ اشتہا کو پہنچ چکے ہوں، اگر وہ حدِ اشتہا کو نہ پہنچے ہوں تو ان سے یا ان پر ان افعال کا صدور حرمت کا باعث نہیں، مشتہی سے مراد وہ لڑکے اور لڑکیاں ہیں جو بالغ تو نہ ہوں لیکن ان میں جنسی خواہش پائی جاتی ہو، لڑکیوں میں اس کی عمر نو سال تسلیم کی گئی ہے۔(۱) اس حکم میں وہ عورتیں بھی داخل ہیں جو سن رسیدہ ہوں، گو ان میں شہوت باقی نہیں رہی۔(۲)

حرمت موبدہ کا تیسرا سبب رضاعت یعنی دودھ سے پیدا ہونے والا رشتہ ہے، اس سلسلے میں تفصیل رضاعت کے تحت گذر چکی ہے۔

عارضی حرمت کے اسباب

حرمت کی دوسری قسم "حرمت موقت" یعنی عارضی حرمت ہے، عارضی طور پر جن مرد و خواتین سے نکاح حرام ہے وہ اس طرح ہیں :

۱) دو ایسی عورتوں کو نکاح میں جمع کرنا جو باہم محرم ہوں، یعنی اگر ان دونوں میں سے کسی کو بھی مرد تسلیم کر لیا جائے تو ان دونوں کا آپس میں نکاح حرام قرار پائے۔(۳) جیسے دو بہنیں، خود قرآن مجید نے اس کی حرمت کا ذکر کیا ہے۔ ۲) پھوپھی اور بھتیجی، خالہ اور بھانجی کو جمع کرنا، کہ رسول اللہ ﷺ نے اس سے منع فرمایا۔(۴) کیوں کہ وہ قریبی قرابت مند خواتین کو نکاح میں جمع کرنا سوکن ہونے کی نسبت سے ان دونوں کے درمیان اختلاف اور دوری کو جنم دے گا، اور صلہ رحمی کی بجائے قطع رحمی کا باعث ہوگا، اسی طرح دو رضاعی بہنوں اور رضاعی رشتہ سے پھوپھی بھتیجی، خالہ اور بھانجی کا بھی نکاح میں جمع کرنا درست نہیں، کیوں کہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ جو رشتے نسب کی وجہ سے حرام ہوتے ہیں وہ رضاعت کی وجہ سے بھی حرام ہیں۔(۵) البتہ سوتیلی ماں اور بیٹی کو نکاح میں جمع کرنا جائز ہے اور اس پر ائمہ اربعہ کا اتفاق ہے، کہ حضرت عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہ سے ایسا کرنا ثابت ہے۔(۶)

اگر ایسی باہم دو رشتہ دار خواتین سے یکے بعد دیگرے نکاح کیا تو پہلا نکاح جائز ہوگا، دوسرا ناجائز، اگر دونوں سے ایک ساتھ نکاح کیا، تو دونوں میں سے کوئی نکاح منعقد نہیں ہوگا، اور اگر نکاح تو یکے بعد دیگرے کیا، لیکن یاد نہیں رہا کہ پہلے کس سے نکاح کیا گیا اور بعد میں کس سے؟ اور دونوں ہی پہلے نکاح ہونے کی مدعی ہوں، تو دونوں سے ہی نکاح حرام ہوگا، البتہ صحبت ہونے کی صورت میں دونوں کا پورا پورا مہر اور صحبت نہ ہونے کی صورت میں دونوں کے مجموعہ کے لئے نصف مہر واجب ہوگا۔(۷)

مشرک عورت سے نکاح

حرمت نکاح کے اسباب میں سے ایک شرک ہے، کسی مسلمان عورت کا نکاح کافر مرد سے نہیں ہو سکتا اور نہ کسی مسلمان مرد کا نکاح کافر عورت سے ہو سکتا ہے، سوائے یہودی اور عیسائی عورت کے، کہ ان سے کراہت کے ساتھ نکاح جائز ہے، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: "ولا تنکحوا المشرکات حتی یؤمن "۔(البقرۃ: ۲۲۱)

(تفصیل کے لئے دیکھئے "اہل کتاب")

عارضی حرمت کے کچھ اور اسباب

عارضی حرمت کے کچھ اور اسباب یہ ہیں :

۱) جو عورت کسی دوسرے مرد کے نکاح میں ہو، جب تک وہ اسے طلاق نہ دے دے، یا قاضی اس کا نکاح فسخ نہ کر دے یا اس

---

(۱) ردالمحتار ۴/۲۸۸-۲۸۹

(۲) فتح القدیر ۳/۲۲۱

(۳) ہدایہ مع الفتح ۳/۲۱۵

(۴) دیکھئے ابوداؤد ۱/۲۸۱ حدیث نمبر ۲۰۶۶ باب ما یکرہ أن یجمع بینھن من النساء

(۵) فتح القدیر ۳/۲۱۸

(۶) فتح القدیر ۳/۲۱۸

(۷) ردالمحتار علی ھامش الدر ۲/۲۸۵-۲۹۰

کی وفات نہ ہوجائے اور ہر صورت میں اس کی عدت نہ گذر جائے اس وقت تک دوسرے مرد سے اس کا نکاح جائز نہیں۔

۲) جو عورت طلاق، فسخ نکاح یا وفات کی عدت گذار رہی ہو اس سے بھی نکاح درست نہیں۔

۳) کسی شخص کی زوجیت میں پہلے سے چار بیویاں موجود ہوں یا ان میں سے بعض عدت گذار رہی ہوں، جب بھی پانچویں عورت کو نکاح میں لانا درست نہیں ہوگا۔

یہ تمام احکام کتاب وسنت سے ثابت ہیں، اور اس پر تمام فقہاء کا اتفاق ہے، البتہ حنفیہ کے نزدیک عدت گزارنے والی عورت کو بھی منکوحہ کے حکم میں رکھتے ہوئے عدت کے درمیان پانچویں عورت یا اس کی بہن سے نکاح کو ناجائز قرار دیا گیا ہے، کیوں کہ عدت بھی نکاح ہی کا اثر ہے، گویا ایک درجہ میں نکاح باقی ہے،(۱) دوسرے فقہاء کے نزدیک عدت گزارنے والی عورت منکوحہ کے حکم میں نہیں ہے۔(۲)

۴) اگر لعان کی بناء پر میاں بیوی کے درمیان تفریق ہوگی تو دوسرے فقہاء کے نزدیک یہ حرمت مؤبد ہے، اور یہ دونوں کبھی بھی باہم ازدواجی رشتہ سے منسلک نہیں ہوسکتے، حنفیہ کے نزدیک مرد وعورت میں سے کوئی ایک جب بھی اپنے جھوٹے ہونے کا اقرار واعتراف کرلے، لعان کا اثر ختم ہوجائے گا اور پھر ان کا آپس میں نکاح کرنا حلال قرار پائے گا۔ (تفصیل کے لئے دیکھئے: لعان)

مالک اور باندی سے نکاح

عارضی حرمت کی بعض صورتیں غلام اور باندی سے متعلق ہیں، غلام اپنی مالکہ سے نکاح نہیں کرسکتا، آقا اپنی باندی سے نکاح نہیں کرسکتا، اس لئے کہ ازدواجی رشتہ میاں بیوی کو معاہدۂ نکاح کا قریب قریب ہم درجہ فریق قرار دیتا ہے، اور مالک اور مملوک کے رشتہ کی نوعیت یقیناً اس سے مختلف ہے،(۳) — اسی طرح آزاد بیوی کے موجود ہوتے ہوئے باندی سے نکاح کرنا درست نہیں،(۴) کیوں کہ آپ ﷺ نے اس سے منع فرمایا ہے۔(۵)

احرام کی حالت میں نکاح

اس سلسلے میں ایک مسئلہ میں فقہاء کے درمیان اختلاف ہے، اور وہ یہ کہ حنفیہ کے نزدیک حالت احرام میں نکاح درست ہے، کیوں کہ آپ ﷺ نے حضرت میمونہؓ سے حالت احرام میں نکاح فرمایا ہے،(۶) مالکیہ، شوافع اور حنابلہ کے نزدیک حالت احرام میں نکاح درست نہیں،(۷) کیوں کہ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے: محرم نہ نکاح کرے، اور نہ اس کا نکاح کیا جائے، **لا ینکح المحرم ولا ینکح**،(۸) حنفیہ کے نزدیک اس حدیث کا منشاء یہ ہے کہ محرم کے لئے نکاح نہ کرنا مستحب ہے، نہ کہ نکاح کرنا حرام ہے، تاکہ دونوں حدیثوں میں مطابقت پیدا ہوسکے۔

زنا سے حاملہ

وہ عورت جو زنا کی وجہ سے حاملہ ہو، باوجود حاملہ ہونے کے امام ابوحنیفہؒ اور امام محمدؒ کے نزدیک اس سے نکاح جائز ہوگا، البتہ جب تک وضع حمل نہ ہوجائے اس سے صنفی تعلق قائم کرنا درست نہ ہوگا، کیوں کہ حاملہ سے نکاح کی حرمت میں اس شخص کا احترام ملحوظ ہے، جس سے حمل کا استقرار ہوا ہے، اور زانی قابل احترام نہیں، امام ابویوسفؒ کے نزدیک یہ نکاح فاسد ہے، فتوی امام

---

(۱) بدائع الصنائع ۳/۲۲۳ (۲) الموسوعة الفقهية ۲۹/۳۳۵

(۳) دیکھئے در مختار ۲/۲۸۸ (۴) هدایه مع الفتح ۳/۲۳۹

(۵) دیکھئے نصب الرایه ۳/۱۷۵ بحواله دار قطنی عن عائشة بسند ضعیف (۶) نصب الرایه ۳/۱۷۱

(۷) ترمذی، باب ماجاء فی کراهیة تزویج المحرم، حدیث نمبر ۸۴۰ (۸) نصب الرایه ۳/۱۷۲

ابوحنیفہؒ اور امام محمدؒ کے قول پر ہے، (۱) لیکن ظاہر ہے کہ امام ابویوسفؒ کا قول مزاج شریعت سے قریب تر ہے —— تاہم اس پر اتفاق ہے کہ نکاح صحیح ہو یا نکاح فاسد، یا کسی عورت سے اشتباہ کی بناء پر صحبت کرلی گئی ہو، حمل کسی مسلمان سے ہو یا کافر سے، ان کے ذریعہ ہونے والے حمل کی موجودگی میں نکاح درست نہیں۔ (۲)

متعہ حرام ہے

اسلام نے نکاح کی جن صورتوں کو منع کیا ہے، ان میں ایک ’’نکاح متعہ‘‘ ہے، یہ نکاح باطل اور قطعاً غیر معتبر ہے، اس کی صورت یہ ہے کہ مرد کسی عورت سے کہے کہ میں تم سے اتنے روپیہ یا سامان پر اتنے دنوں کے لئے متعہ کرتا ہوں، (۳) اس کے حرام ہونے پر اہل سنت والجماعت کا اجماع اور اتفاق ہے، بعض حضرات نے امام مالکؒ کی طرف اس کے جواز کی نسبت کی ہے، لیکن یہ نسبت غلط ہے، (۴) حضرت عبداللہ بن عباس ؓ ابتداءً اس کے جواز کے قائل تھے، لیکن بعد میں انھوں نے رجوع کرلیا۔ (۵)

اس میں شبہ نہیں کہ ابتداء اسلام میں متعہ کی اجازت تھی، اور غالباً یہ اسی اصول پر مبنی تھا کہ لوگ جن باتوں کے خوگر ہوچکے ہیں، بتدریج ان کو حرام قرار دیا جائے، تاکہ لوگوں کے لئے اس کو قبول کرنا آسان ہوجائے، بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ غزوۂ خیبر کے دن متعہ کو حرام قرار دیا گیا، (۶) اور بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ فتح مکہ کے سال غزوۂ اوطاس کے موقعہ سے آپ ﷺ نے اسے حرام فرمایا، (۷) اسی لئے ابن ہمامؒ کا خیال ہے کہ دو دفعہ اس کی اجازت دی گئی اور تین ہی دنوں بعد دوبارہ یہ اجازت منسوخ ہوگئی۔ (۸)

روافض نکاح متعہ کے جواز کے قائل ہیں، بلکہ اسے باعث اجر و ثواب قرار دیتے ہیں، حالاں کہ غزوۂ خیبر کے دن متعہ کی حرمت کے راوی خود حضرت عبداللہ ابن عباس ؓ کو اس مسئلہ میں کسی قدر نرم گوشہ اختیار کرتے ہوئے دیکھا تو فرمایا کہ ابن عباس! اس سے رک جاؤ کہ حضور ﷺ نے غزوۂ خیبر کے دن متعہ اور پالتو گدھوں کے گوشت سے منع فرمایا ہے۔ (۹)

نکاح مؤقت

متعہ ہی سے قریب ’’نکاح مؤقت‘‘ کی صورت ہے، یہ بھی باطل ہے، نکاح مؤقت کی صورت یہ ہے کہ دو گواہوں کی موجودگی میں ایک متعین مدت مثلاً دس روز کے لئے نکاح کرے، امام زفرؒ کے نزدیک ایسی صورت میں نکاح منعقد ہوجائے گا، اور تعیین مدت کی شرط کا کوئی اعتبار نہ ہوگا، (۱۰) نکاح متعہ اور نکاح مؤقت میں دو فرق کیا گیا ہے، ایک یہ کہ متعہ میں متعہ کا لفظ استعمال کیا جاتا ہے، اور نکاح مؤقت میں نکاح اور ازدواج کا، دوسرے متعہ میں گواہ نہیں ہوتے اور نکاح مؤقت میں گواہ ہوتے ہیں۔ (۱۱)

نکاح میں شرطیں

نکاح کے باب میں ایک اہم مسئلہ عقد نکاح کے ساتھ لگائی جانے والی شرطوں کے معتبر اور نامعتبر ہونے کا ہے، نکاح کے سلسلے میں یہ بات تو ظاہر ہے کہ اگر کوئی نامناسب شرط لگادی جائے تو خود شرط لغو ہوجاتی ہے، اور نکاح پر اس کا کوئی اثر نہیں پڑتا، النکاح

---

(۱) دیکھئے: رد المحتار ۴۹/۴
(۲) حوالۂ سابق
(۳) ہدایہ مع الفتح ۲۴۶/۳
(۴) دیکھئے: فتح القدیر ۲۴۷/۳
(۵) ترمذی، حدیث نمبر ۱۱۲۱، باب نکاح المتعۃ
(۶) بخاری، حدیث نمبر ۵۱۱۵، باب نہی رسول اللہ عن نکاح المتعۃ، الخ
(۷) مسلم عن سبرۃ بن معبد جہنی، حدیث نمبر ۳۴۲۹
(۸) دیکھئے: فتح القدیر ۲۴۷/۳
(۹) دیکھئے: نصب الرایۃ ۱۸۰/۳
(۱۰) دیکھئے: ہدایہ مع الفتح ۲۴۹/۳-۲۵۰
(۱۱) دیکھئے: فتح القدیر ۲۴۹/۳

لا تبطله الشروط الفاسدة (۱) اسی لئے اگر کوئی شخص ایک ساتھ دو ایسی عورتوں سے نکاح کرے جن میں ایک سے نکاح حلال ہو اور دوسری نکاح کا محل نہ ہو، جیسے محرم ہو، کسی کی بیوی ہو یا مشرکہ ہو تو جس عورت سے نکاح حلال ہو اس سے نکاح ہو جائے گا اور پورے مہر مثل کی حقدار وہی ہوگی، کیوں کہ ایجاب وقبول میں اس عورت کا ذکر جو نکاح کا محل نہیں، شرط فاسد کے درجہ میں ہے اور نکاح میں شرط فاسد خود فاسد ہو جاتی ہے، اور نکاح پر اس کا کوئی اثر نہیں پڑتا، (۲) لیکن اصل مسئلہ ان شرطوں کے معتبر ہونے اور نہ ہونے کا ہے۔

نکاح میں لگائی جانے والی شرطیں بنیادی طور پر تین طرح کی ہو سکتی ہیں:

اول وہ شرطیں جو ان حقوق وفرائض کو مؤکد کرتی ہیں، جن کو شریعت نے نکاح کی وجہ سے عائد کیا ہے، جیسے بیوی کا نفقہ، معروف میں شوہر کی اطاعت وغیرہ، ایسی شرطیں بالاتفاق معتبر ہیں، کیوں کہ یہ بجائے خود نکاح کے مقاصد میں ہیں، نکاح کے وقت ان کا تذکرہ محض احکام شریعت پر عمل اور اپنے فرائض وواجبات کی ادائیگی کے عہد کی تجدید وتوثیق ہے۔ (۳)

دوسری قسم کی شرطیں وہ ہیں، جو نکاح سے متعلق احکام شریعت سے متصادم ہوں، موفق ابن قدامہ کے الفاظ میں یہ نکاح کے واجب احکام میں سے کسی حکم میں تغیر وتبدیلی کو مستلزم ہو، (۴) جیسے یہ شرط کہ بیوی کا مہر نہیں ہوگا، یا یہ کہ شوہر کے ذمہ بیوی کا نفقہ نہیں ہوگا، ایسی شرطیں بالاتفاق نا معتبر ہیں، امام بخاریؒ نے ایسی شرطوں کی ممانعت پر مستقل عنوان قائم فرمایا ہے، (۵) تاہم — جیسا کہ مذکور ہوا — اگر اس طرح کی شرطیں لگائی دی جائیں تو نکاح پر بالاتفاق ان کا کوئی اثر نہیں ہوگا، نکاح منعقد ہو جائے گا اور شرطیں بے اثر ہو جائیں گی۔ (۶)

تیسری قسم کی شرطیں وہ ہیں جن سے عورت کو نفع پہنچتا ہو، اور شریعت نے نہ ان کو واجب قرار دیا ہو اور نہ ان سے منع کیا ہو، گویا ان شرطوں کو مان کر مرد اپنے بعض ایسے حقوق سے دستبردار ہو جاتا ہے جن سے دستبردار ہونے کا اس کو اختیار ہے، مثلاً عورت کا یہ شرط لگانا کہ وہ اس کی موجودگی میں دوسرا نکاح نہیں کرے گا، یا یہ کہ اس کو اس کے میکہ میں رکھے گا، یا یہ کہ اس کو اس کے شہر سے باہر نہیں لے جائے گا وغیرہ۔ (۷)

ایسی شرطوں کے ساتھ نکاح کیا جائے تو نکاح منعقد ہو جائے گا، اس پر اتفاق ہے، البتہ اس میں اختلاف ہے کہ یہ شرطیں معتبر ہوں گی اور ان کی تکمیل واجب ہوگی یا نہیں؟ احناف، مالکیہ اور شوافع ایسی شرطوں کے پورا کرنے کو واجب قرار نہیں دیتے، (۸) البتہ مالکیہ کے یہاں ایسی شرطوں کا ایفاء مستحب ہے کی صراحت ملتی ہے، (۹) ان حضرات کے پیش نظر وہ حدیث ہے کہ جو شرط کتاب اللہ میں نہیں ہے وہ باطل ہے، کل شرط لیس فی کتاب اللہ فهو باطل (۱۰) فقہاء حنابلہ کے نزدیک ایسی شرطوں کا پورا کرنا واجب ہے، (۱۱) کیوں کہ اللہ تعالیٰ نے عہد کو پورا کرنے کا حکم فرمایا ہے: یا ایها الذین آمنوا اوفوا بالعقود. (۱۲) نیز حضرت عقبہ بن عامر ؓ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے

---

(۱) بدائع الصنائع ۲/۲۸۶

(۲) رد المحتار ۲/۳۸۲

(۳) دیکھئے: [illegible] ۲/۲۸۶

(۴) المغنی ۷/۹۲

(۵) بخاری مع الفتح ۹/۲۸۹، باب الشروط التی لا تحل فی النکاح

(۶) بدایۃ المجتہد ۲/۵۹

(۷) المغنی ۷/۷۱

(۸) دیکھئے: بدایۃ المجتہد ۲/۵۹، الشرح الصغیر ۲/۳۸۵

(۹) دیکھئے: حاشیہ صاوی علی الشرح الصغیر ۲/۳۸۵

(۱۰) بخاری ۱/۳۷۷

(۱۱) المغنی ۷/۷۱

زیادہ قابل ایفاء شرطیں وہ ہیں، جن کے ذریعے عصمتوں کو تم حلال کرتے ہو: احق ما اوفیتم من الشروط ان توفوا بہ ما استحللتم بہ الفروج۔(۱)

اگر کوئی عورت نکاح کے وقت یہ شرط لگادے کہ شوہر کو اس کی موجودگی میں دوسرا نکاح کرنے کا حق حاصل نہیں ہوگا تو مرد پر اس شرط کی پابندی واجب ہوگی یا نہیں؟ اور اگر مرد نے اس کی پابندی نہیں کی تو بیوی کو مطالبۂ تفریق کا حق حاصل ہوگا، (۲) دوسرے فقہاء کے نزدیک عورت کو یہ حق حاصل نہیں ہوگا۔

فی زمانہ جو سماجی مفاسد پیدا ہوگئے ہیں، اور جس میں عام طور پر دوسرا نکاح کسی سنجیدہ و متین فیصلہ کے تحت نہیں، بلکہ وقتی ردعمل کے تحت کیا جاتا ہے، اور دوسرے نکاح کے لئے سہارا تو شریعت کا لیا جاتا ہے، لیکن اس کے بعد اسلام کے اصول عدل کا کوئی لحاظ نہیں رکھا جاتا، اس سے ہمارے سماجی ڈھانچہ کو جو نقصان پہنچتا ہے، وہ تو اپنی جگہ، دوسری اقوام کے درمیان جو جگ ہنسائی ہوتی ہے اور شریعت مطہرہ پر جو چوٹیں کسی جاتی ہیں، ان کا باعث بھی بالواسطہ ہم ہی بنتے ہیں، ـــــ ان حالات میں خیال ہوتا ہے کہ فی زمانہ ایسے اقدامات کے سد باب کی غرض سے اس مسئلہ میں حنابلہ کی رائے کو قبول کرلینا مناسب اور آج کے مزاج و مذاق سے ہم آہنگ بات ہوگی، واللہ اعلم۔(۳)

نکاح کی اہلیت

نکاح میں ایک اہم مسئلہ اہلیت نکاح کا ہے، بالغ مرد خود ایجاب و قبول کرسکتا ہے، اور حنفیہ کے نزدیک بالغ لڑکی بھی خود اپنا نکاح کرسکتی ہے، وہ بالغ ہونے کے بعد انعقاد نکاح کے لئے ولی کی محتاج نہیں، دوسرے مالکیہ، شوافع اور حنابلہ کے نزدیک عورت خود اپنا نکاح نہیں کرسکتی، بلکہ عورت کی طرف سے مجلس نکاح میں ولی کی موجودگی ضروری ہوگی۔(۵)

(تفصیل کے لئے دیکھئے ولایت)

نابالغ یا فاتر العقل کا کیا ہوا نکاح منعقد نہیں ہوگا، اور نہ وہ اپنی طرف سے نکاح کا وکیل ہی مقرر کرنے کا مجاز ہے، البتہ ولی ان کی طرف سے ایجاب و قبول کرسکتا ہے، الولی شرط صحۃ نکاح صغیر او مجنون۔(۶)

ایجاب و قبول عاقدین خود بھی کرسکتے ہیں، اور اس کے لئے اپنا وکیل بھی متعین کرسکتے ہیں، حقیقت میں ایک ہی شخص مرد و عورت دونوں کی طرف سے ایجاب و قبول کا وکیل بن سکتا ہے، اگر وہ دو ایسے نابالغ لڑکے اور لڑکی کا ولی ہو، جن کے درمیان نکاح کی گنجائش ہو تو طرفین کے ولی کی حیثیت سے خود ہی ایجاب و قبول کے فرائض انجام دے سکتا ہے،(۷) شوافع کے نزدیک ایک شخص صرف ایجاب یا صرف قبول ہی کا وکیل بن سکتا ہے، بیک وقت ایجاب و قبول دونوں امور کی انجام دہی نہیں دے سکتا --- البتہ وکیل کے ذریعہ ہونے والا نکاح اسی وقت نافذ ہوگا، جب وکیل نے مؤکل کی عائد کی ہوئی شرطوں کی پوری پوری رعایت کی ہو، اور اس سے تجاوز نہ کیا ہو، مثلاً اس نے مہر کی جو مقدار متعین کی، وکیل اپنے طور پر اس سے زیادہ مقدار متعین کردے تو مؤکل پر یہ نکاح لازم نہیں ہوگا۔(۸)

---

(۱) سنن ترمذی مع تحفۃ [illegible]، مسند احمد [illegible]

(۲) المغنی [illegible]

(۳) اس موضوع پر تفصیل سے [illegible]

(۴) درمختار [illegible]

(۵) دیکھئے رحمۃ الامۃ ۲۰۳

(۶) درمختار [illegible] باب الولی

(۷) دیکھئے بدائع الصنائع ۲/۲۳۰

(۸) درمختار [illegible] کتاب النکاح [illegible]

اگر کوئی شخص نہ تو ناکح یا منکوحہ کی طرف سے نکاح کا مجاز نہ ہو اور بطور خود کسی مرد کا نکاح کسی عورت سے کردے تو ایسے شخص کو فضولی کہتے ہیں، اور یہ نکاح اصل شخص کی رضامندی پر موقوف ہوگا، اگر اس نے قبول کرلیا تو نکاح منعقد ہوجائے گا ورنہ نہیں۔ (۱)

(تفصیل کے لئے دیکھئے: فضولی)

نکاح کا مسنون طریقہ

نکاح سے پہلے بہتر ہے کہ عاقدین خود یا اپنے معتمد لوگوں کے واسطے سے ایک دوسرے کو دیکھ لیں تاکہ آئندہ کوئی الجھن باقی نہ رہے، (تفصیل کے لئے دیکھئے: خطبہ، ستر پردہ) نیز یہ بھی مسنون ہے کہ عقد نکاح کا اعلان اور تشہیر ہو، چنانچہ حضور ﷺ نے فرمایا: نکاح کا اعلان کرو، اعلنوا النكاح (۲) بعض احادیث میں اس اعلان و اظہار کے لئے دف بجانے کی بھی اجازت ملتی ہے، گو فقہاء متأخرین نے اس کو منع کیا ہے، کیوں کہ اس سے گانا بجانے کا دروازہ کھل سکتا ہے۔ (دیکھئے: دف)

بہتر ہے کہ عقد نکاح مسجد میں کیا جائے، (۳) آپ ﷺ نے مسجد میں نکاح کرنے کی ترغیب دی ہے، واجعلوه في المساجد (۴) جمعہ کا دن ہو تو زیادہ بہتر ہے، (۵) یہ بھی بہتر ہے کہ شام کا وقت ہو، اس سلسلہ میں حضرت ابو ہریرہ ؓ سے ایک روایت بھی منقول ہے، (۶) ایجاب و قبول سے پہلے خطبہ مستحب ہے، جس میں اللہ تعالیٰ کی حمد اور رسول اللہ ﷺ پر صلاۃ و سلام ہو، بہتر ہے کہ وہ خطبہ پڑھا جائے جو حضرت عبد اللہ ابن مسعود ؓ سے خطبۃ الحاجۃ کے نام سے مروی ہے، اور عام طور پر نقل پڑھا جاتا ہے؛ تاہم بالاتفاق نہ یہ خطبہ واجب ہے اور نہ اس پر نکاح کا جواز موقوف ہے، (۷) اس موقعہ سے ایک ہی خطبہ مسنون ہے، امام شافعی سے دو خطبہ منقول ہے، لیکن حدیث اور سلف صالحین کے قول سے یہ ثابت نہیں۔ (۸)

عاقدین میں مطلوب اوصاف

بہتر ہے کہ بیوی کی عمر شوہر سے کم ہو اور حسب (خاندانی وجاہت) عزت اور دولت کے اعتبار سے کمتر ہو، اور اخلاق، ادب، ورع و تقویٰ اور شکل و صورت کے اعتبار سے شوہر سے بہتر ہو، (۹) عورت کو بھی ایسے شوہر کا انتخاب کرنا چاہئے جو خوش اخلاق، کشادہ قلب، اور دیندار ہو، یہ مناسب نہیں کہ کوئی شخص اپنی نوجوان لڑکی کو کسی بوڑھے سے بیاہ دے، (۱۰) — نکاح کے ساتھ دعوت ولیمہ بھی مسنون ہے۔ (تفصیل کے لئے دیکھئے: ولیمہ)

نکاح میں لین دین

نکاح میں سادگی بڑا مسنون ہے، آپ ﷺ نے ایسے نکاح کو بابرکت قرار دیا ہے جس میں کم اخراجات ہوں، ان اعظم النكاح بركة أيسره مؤنة (۱۱) نکاح کے سلسلے میں آج کل لڑکے والوں کی طرف سے مطالبہ کی جو صورت مروج ہوگئی ہے، یہ قطعاً ناجائز اور حرام ہے، فقہاء نے شادی کے موقعہ سے عاقدین میں کسی کی طرف سے بھی اس قسم کے مطالبہ کو رشوت قرار دیا ہے، اور ظاہر ہے کہ رشوت کا لینا بھی حرام ہے اور دینا بھی، اور سے لیں

---

(۱) در مختار و رد المحتار

(۲) ترمذی، باب ما جاء فی إعلان النکاح، حدیث نمبر ۱۰۸۹

(۳) رد المحتار ۲/۲۶۲

(۴) ترمذی، باب ما جاء فی إعلان النکاح، حدیث نمبر ۱۰۸۹

(۵) در مختار ۲/۲۶۲

(۶) المغنی ۷/۳۲۰

(۷) المغنی ۷/۳۸۲

(۸) حوالۂ سابق

(۹) در مختار علی ہامش الرد ۲/۲۶۲

(۱۰) دیکھئے رد المحتار ۲/۲۶۲

(۱۱) مسند احمد ۶/۸۲، حدیث نمبر ۲۴۵۲۹

تو واپس کرنا واجب ہے، فتاویٰ قاضی خان میں ہے کہ اگر کوئی شخص اپنی بیوی کو طلاق دے دے، بیوی دوبارہ اس سے نکاح کرنا چاہے، مرد یہ شرط لگائے کہ وہ اپنا مہر اس کو ہبہ کردے، عورت نے ہبہ کردیا، تو یہ ہبہ باطل ہوگا، کیوں کہ نکاح کا عوض عورت پر عائد نہیں کیا جاسکتا، وفی النکاح لا یکون العوض علی المرأة (۱)

مشہور فقیہ علامہ ابن حزم ظاہریؒ نے بھی لکھا ہے کہ عورت کو جہیز پر مجبور کرنا قطعاً ناجائز ہے، لا یجوز ان تجبر المرأة علی ان تتجهز الیه بشیء۔ (۲)

کلمات تبریک اور دعائیں

نکاح کرنے والے کو ان الفاظ میں مبارک باد اور دعا دینی چاہئے:

بارک اللہ لک وبارک علیک وجمع
بینکما فی خیر وعافیة (۳)
اللہ تمہارے لئے اور تم پر برکت فرمائے اور تم
دونوں کو خیر وعافیت پر جمع کرے۔

— جب دلہن مرد کے گھر آئے تو بہتر ہے کہ مرد دو رکعت نماز پڑھے، پھر اپنی بیوی کا سر آہستگی سے تھامے اور دعا پڑھے:

اللهم بارک لی فی اهلی وبارک لاهلی
فیّ وارزقهم منی وارزقنی منهم
اے اللہ! میرے لئے میری بیوی اور میری بیوی
کے لئے مجھ کو مبارک فرما اور ہم دونوں کو ایک
دوسرے سے رزق عطا فرما۔

حضرت عبد اللہ بن مسعود، حضرت ابوذر غفاری اور حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہم وغیرہ سے اس موقع پر اس دعا کی تاکید ثابت ہے۔ (۴)

— حضرت عبد اللہ ابن عمرو ابن عاص رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ سے ایک اور دعا نقل کی ہے، کہ آپ ﷺ نے اس موقع پر ان کلمات کی تلقین فرمائی:

اللهم انی اسالک خیرها وخیر ما جبلتها
علیه واعوذ بک من شرها وشر ما
جبلتها علیه۔ (۵)
اے اللہ! میں آپ سے اس عورت کا اور جن
باتوں پر آپ نے اسے پیدا فرمایا ہے، اس کا خیر
مانگتا ہوں اور اس کے شر سے نیز جن باتوں پر
آپ نے اس کو پیدا کیا ہے، اس کے شر سے آپ
کی پناہ چاہتا ہوں۔

حکم کے اعتبار سے نکاح کی تین قسمیں

حکم اور نتیجہ کے اعتبار سے نکاح کی تین قسمیں کی گئی ہیں: نکاح صحیح، نکاح فاسد، نکاح باطل۔

نکاح صحیح وہ ہے جس میں نکاح کے تمام ارکان و شرائط کی تکمیل کی گئی ہو۔

نکاح فاسد وہ نکاح ہے، جس کے ناجائز ہونے پر اہل سنت والجماعت کا اتفاق نہ ہو۔

— بعض اہل علم کا خیال ہے کہ ایسی عورت سے نکاح جو محل نکاح بن ہی نہ سکتی ہو، جیسے ماں، بہن وغیرہ، وہ نکاح باطل ہے، اور جو نکاح کسی عارضی اور وقتی سبب کی وجہ سے ممنوع ہو اور اس کے ازالہ کے بعد نکاح درست ہوسکتا ہو وہ نکاح فاسد ہے، جیسے ایک بہن کی موجودگی میں دوسری بہن سے نکاح، یا بغیر گواہان کے نکاح، لیکن اس تعریف کے مطابق بعض ایسے نکاح، نکاح باطل کے بجائے فاسد قرار پائیں گے جس کو فقہاء نے باطل قرار دیا ہے،

---

(۱) فتاویٰ قاضی خان ۲/۳۴۳ فصل فی النکاح علی الشرط

(۲) المحلی ۹/۱۱۹

(۳) المغنی ۷/۴۳۶

(۴) المغنی ۷/۴۳۶

(۵) ابوداؤد حدیث نمبر ۲۱۶۰

جیسے نکاح مشرکہ۔ اسی لئے راقم الحروف کا نقطۂ نظر یہ ہے کہ جس نکاح کے ناجائز ہونے پر فقہاء متفق ہوں وہ نکاح باطل ہے، اور جس پر ان کا اتفاق نہ ہو پائے وہ فاسد ہے، ماضی قریب کے علماء میں شیخ عبدالرحمن جزیری نے بھی یہی رائے اختیار کی ہے۔(۱)

اس تعریف کے مطابق غیر گواہوں کے نکاح، اس عورت کے اصولی اور فروعی رشتہ دار سے نکاح جس کو مرد نے شہوت کے ساتھ چھوا ہے یا اس کی شرمگاہ کو شہوت کے ساتھ دیکھا ہو، نکاح فاسد شمار ہوگا — نکاح فاسد سے درج ذیل احکام متعلق ہوں گے :

۱) مرد و عورت ایک دوسرے سے علاحدگی اختیار کرلیں اور اگر وہ ایسا نہ کریں تو قاضی ان کے درمیان تفریق کردے گا۔(۲)

۲) اگر مرد نے اس عورت سے مقام جماع میں صحبت کرلی ہے تو مہر متعین اور مہر مثل میں سے جو کم ہو، عورت اس کی مستحق ہوگی، بصرف خلوت، بوس و کنار اور غیر فطری طریقہ پر جنسی تعلق سے کچھ واجب نہیں ہوگا۔(۳)

۳) اگر صحبت کرلی تو ایک دوسرے سے علاحدگی کا عزم مصمم اختیار کرنے یا قاضی کے تفریق کے فیصلہ کے وقت سے عورت عدت گذارے گی۔(۴)

۴) نکاح فاسد میں جب مرد و عورت کو صحبت کا اقرار ہو اور دو سال کے اندر اس کو ولادت ہو جائے تو بچہ کا نسب اس مرد سے ثابت ہوگا، اگر نکاح فاسد کے بعد خلوت بھی ہوئی لیکن مرد کہتا ہو کہ اس نے صحبت نہیں کی ہے، اور عورت دعویٰ کرتی ہو کہ اس کے ساتھ صحبت کی گئی ہے، اور دو سال کے اندر بچے کی پیدائش ہوئی تو امام ابو یوسفؒ کے قول کے مطابق عورت کی بات معتبر ہوگی، اور مولود کا نسب اس مرد سے ثابت ہوگا۔(۵)

۵) اس پر تمام فقہاء اہل سنت کا اتفاق ہے کہ نکاح فاسد کی وجہ سے حرمت مصاہرت ثابت ہو جاتی ہے۔(۶)

۶) نکاح فاسد کی وجہ سے مرد و عورت ایک دوسرے سے وارث نہیں ہوں گے اور نہ عورت اس مرد سے نفقہ کی حقدار ہوگی۔(۷)

نکاح باطل اور اس کا حکم

نکاح باطل وہ نکاح ہے، جس کے ممنوع اور حرام ہونے پر تمام فقہاء اہل سنت متفق ہوں — لہٰذا نسبی محارم، رضاعی محارم، نکاح صحیح، نکاح فاسد یا وطی بالشبہہ کی وجہ سے حرمت مصاہرت کی بناء پر حرام ہونے والی خواتین سے نکاح، غیر منکوحہ کی زوجیت میں رہتے ہوئے اس کی محرم رشتہ دار سے یا بہ یک وقت دو محرم خواتین سے نکاح، چار بیویوں کی موجودگی میں پانچویں سے، دوسرے کی منکوحہ یا دوسرے مرد سے علاحدگی کی بنیاد پر عدت گذارنے والی عورت اور مشرکہ سے نکاح، یا مسلمان عورت کا کسی کافر مرد سے نکاح، نکاح متعہ اور نکاح موقت، تین طلاقیں واقع ہونے کے بعد حلالہ کے بغیر اس عورت سے نکاح، یہ تمام صورتیں نکاح باطل کی ہیں، چوں کہ شریعت نے ان کو کسی بھی درجہ میں نکاح تسلیم نہیں کیا، اس لئے اس سے ثبوت نسب، میراث، اور دوسرے احکام نکاح متعلق نہیں ہوں گے۔

نکاح صحیح کے احکام

نکاح صحیح سے درج ذیل شرعی احکام متعلق ہوتے ہیں

۱) اگر بیوی ناشزہ نہ ہو تو اس کا نفقہ شوہر پر واجب ہوگا

---

(۱) شامی ۳۹۰/۲

(۲) هندیه ۳۳۰/۱، بدائع الصنائع ۳۳۵/۲

(۳) بدائع الصنائع ۳۳۵/۲

(۴) هندیه ۳۳۰/۱، بدائع الصنائع ۳۳۵/۲

(۵) هندیه ۳۳۱/۱

(۶) هندیه ۲۷۶/۱

(۷) هندیه ۳۳۰/۱

ہے۔

۲) مہر شوہر پر واجب ہوتا ہے۔

۳) ایک دوسرے سے جنسی تعلق جائز ہوتا ہے۔ — بلکہ اگر کوئی شرعی اور طبعی مانع نہ ہو تو زوجین کے لئے ایک دوسرے کے تقاضۂ جنسی کی رعایت واجب ہوتی ہے۔

۴) مرد و عورت ایک دوسرے کے اصولی اور فروعی رشتہ دار پر ہمیشہ کے لئے حرام ہو جاتے ہیں۔

۵) جب تک منکوحہ اس کے نکاح میں ہے اس کے دوسرے محرم رشتہ دار مرد پر حرام ہوں گے۔

۶) نکاح کے چھ ماہ بعد سے بیوی کے بطن سے پیدا ہونے والے بچوں کا نسب شوہر سے ثابت ہوگا، اور اگر شوہر پیدا ہونے والے بچے کے نسب کا انکار کرے تو بغیر لعان کے اس کا انکار معتبر نہیں ہوگا۔ (تفصیل کے لئے دیکھئے: لعان)

۷) اگر نکاح رہتے ہوئے زوجین میں ایک کا انتقال ہوا تو دوسرا اس کا وارث ہوگا۔

۸) زوجین میں سے ایک دوسرے کو جو کچھ ہبہ کریں وہ ناقابل رجوع ہوگا۔ (تفصیل کے لئے دیکھئے: ہبہ)

۹) مرد کو طلاق کا حق اور مناسب تادیب کا حق حاصل ہوگا۔ (تفصیل کے لئے دیکھئے: تادیب، تعزیر)

۱۰) منکوحہ کو اگر شوہر نے طلاق دے دی یا شوہر کا انتقال ہو گیا تو اس پر طلاق و وفات کی عدت واجب ہوگی۔
(تفصیل کے لئے دیکھئے: عدت)

نکاح کو ثابت کرنے کے طریقے

شریعت نے عمومی طور پر معاملات کے بیشتر تحریر آجانے کو پسند کیا ہے، اس لئے نکاح میں بھی تحریری وثیقہ یا رجسٹریشن ہو تو بہتر ہے، تاہم نکاح کے ثابت کرنے کے لئے تحریری دستاویز ضروری نہیں، نکاح کو ثابت کرنے کے متعدد طریقے ہیں:

۱) ایسے گواہ موجود ہوں جو خود مجلس نکاح میں شریک رہے ہوں۔

۲) ایسے گواہ موجود ہوں جن کے سامنے زوجین نے رشتۂ نکاح کا اقرار کیا ہو۔

۳) سماج میں ان دونوں کا زن و شوہر ہونا مشہور ہو اور اسی بنا پر گواہان گواہی دیں۔ (۱)

۴) عورت کے بطن سے جو اولاد پیدا ہوئی ہو، مرد دعویٰ کرے کہ وہ ان بچوں کا باپ ہے، اور ثبوت نسب کے قوانین کے مطابق اس کا دعویٰ قابل قبول ہو۔

۵) مرد و عورت کو ایک عرصہ تک زن و شو کی طرح زندگی بسر کرتے ہوئے دیکھا گیا ہو، (۲) بہ شرطیکہ اس بات کے لئے اقرار یا واضح شواہد موجود نہ ہوں کہ ان دونوں کے تعلقات گناہ پر مبنی ہیں۔

۶) دو ایسے اشخاص ان کے میاں بیوی ہونے کی شہادت دیں جن سے دو قابل اعتماد مسلمان مرد یا ایک مرد اور دو عورتوں نے ان کے میاں بیوی ہونے کی خبر دی ہو۔ (۳)

نکاح اور اس سے متعلق احکام کے سلسلے میں درج ذیل الفاظ بھی دیکھنے چاہئیں: خطبہ، خطبہ، زوج، زوجہ، خلع، کسوہ، سکنیٰ، مہر، عدت، محرم، وقف، ولیمہ، ولایت، کفاءت، ثبوت نسب، جماع، خلوت، اہل کتاب، رضاعت، ایجاب، قبول۔

---

(۱) الدر المختار ۴۳۲/۲-۴۲، کتاب الشہادات

(۲) معین الحکام ۱۳۶

(۳) حوالۂ سابق

نکول (قسم کھانے سے انکار)

نکول کے معنی انکار کرنے کے ہیں، شریعت اسلامی میں مقدمات کو ثابت کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ جس شخص نے دعویٰ کیا ہو وہی گواہ پیش کرے گا، اگر وہ گواہ پیش نہ کر پائے تو مدعیٰ علیہ سے قسم کھلائی جائے گی، اگر وہ قسم کھالے تو بری ہو جائے گا اور اگر اس نے قسم کھانے سے انکار کیا تو اس کو مدعی کے دعویٰ کی تصدیق تصور کیا جائے گا، مدعیٰ علیہ کے قسم کھانے سے انکار کو "نکول" کہتے ہیں۔

نکول — فیصلہ کی بنیاد

حنفیہ اور حنابلہ کے نزدیک نکول بھی فیصلہ کی بنیاد بن سکتی ہے، البتہ ان حضرات کے نزدیک نکول کی بنیاد پر انہی معاملات کا فیصلہ ہو سکتا ہے جو مال سے متعلق ہوں، ایسے مقدمات جو مال سے متعلق نہ ہوں، اور جن کا مقصد مال نہ ہو، میں نکول پر فیصلہ نہیں کیا جا سکتا، نکاح، طلاق، لعان، قصاص وغیرہ سے متعلق مقدمات میں نکول کی بنیاد پر فیصلہ نہیں کیا جا سکتا، چنانچہ نکاح تو نکول سے ثابت نہیں ہوگا، لیکن مہر ثابت ہو جائے گا، نسب تو نکول سے ثابت نہیں ہوگا، لیکن میراث کا حق ثابت ہو سکتا ہے، چوری کا دعویٰ ہو تو چوری کی حد شرعی ہاتھ کاٹنے کا فیصلہ تو نکول کی بنیاد پر نہیں ہوگا، لیکن مال کا فیصلہ نکول کی وجہ سے ہو سکتا ہے، قتل یا جزوی جسمانی نقصان کے دعویٰ میں نکول کی وجہ سے قصاص کا فیصلہ نہیں ہو سکتا، لیکن صاحبین کے یہاں ہر دو صورت میں دیت کا فیصلہ نکول کی بناء پر ہو سکتا ہے۔

جن اُمور میں قسم نہیں لی جا سکتی

حنفیہ کے یہاں سات امور وہ ہیں جن میں مدعیٰ علیہ سے قسم نہیں لی جاتی، ان امور میں اگر قسم کا مطالبہ کر بھی لیا جائے اور ملزم انکار کر دے، تو مدعیٰ علیہ کے اس نکول کو فیصلہ کی اساس نہیں بنایا جا سکتا۔ (ان اُمور کی تفصیل کے لئے دیکھئے: یمین)

شوافع اور مالکیہ کا مسلک

مالی معاملات میں نکول کی بنیاد پر فیصلہ کا درست ہونا — جیسا کہ مذکور ہوا — حنفیہ اور حنابلہ کا نقطۂ نظر ہے، مالکیہ کے نزدیک مالی معاملات اور اس کے متعلقات میں، اور شوافع کے نزدیک جنایات وحدود کے علاوہ تمام ہی حقوق میں "نکول" کے بجائے "ردِّ یمین" پر فیصلہ ہوگا، "ردِّ یمین" کا مطلب یہ ہے کہ اگر مدعیٰ علیہ قسم کھانے سے انکار کرے تو مدعی سے کہا جائے گا کہ وہ قسم کھائے اور اس کی قسم کی بنیاد پر فیصلہ ہوگا، (۱) — حنفیہ کے پیش نظر وہ مشہور حدیث ہے جس میں ارشاد فرمایا گیا کہ البینة علی المدعی والیمین علی من انکر (۲) بینہ گواہان وثبوت پیش کرنا مدعی کی ذمہ داری ہے اور قسم مدعیٰ علیہ کے ذمہ ہے، اس ارشادِ نبوی ﷺ سے ظاہر ہے کہ قسم کھانا مدعیٰ علیہ کا وظیفہ ہے نہ کہ مدعی کا، لہٰذا مدعی کو قسم کھانے کا مکلف کیا جائے تو یہ اس منشاءِ نبوی ﷺ کے خلاف ہوگا۔

قسم پیش کرنے کا طریقہ

مدعیٰ علیہ سے قسم کھلانے کے سلسلہ میں بہتر طریقہ یہ ہے کہ قاضی اس سے کہے کہ میں تم پر تین دفعہ قسم کی پیشکش کروں گا، اگر تم نے قسم کھالیا تو ٹھیک ہے ورنہ تمہارے خلاف فیصلہ کیا جا سکتا ہے، پھر یکے بعد دیگرے تین دفعہ اس پر قسم پیش کرے، اگر اس کے باوجود وہ انکار کرتا جائے تو اب اس کے خلاف نکول کی بنیاد پر فیصلہ کیا جائے، یہ بہتر اور احتیاط طریقہ ہے، ویسے ایک دفعہ بھی قسم سے انکار، فیصلہ کے لئے کافی ہے (۳) — نکول کے لئے ضروری ہے کہ مجلس قضاء میں ہو، اگر قاضی کے بجائے کوئی اور شخص قسم کا مطالبہ

---

(۱) الفقه الإسلامی وأدلته ۶/۶۰۹

(۲) ترمذی، حدیث نمبر: ۱۳۴۰-۴۱

(۳) هدایة مع الفتح [illegible]

کرے اور وہ قسم سے انکار کر جائے تو یہ اصطلاحی اعتبار سے نکول نہیں،(۱) اگر کوئی شخص صریحاً تو قسم کھانے سے انکار نہ کرے لیکن باوجودیکہ گفتگو سے معذور نہیں خاموشی اختیار کرے، تو یہ بھی نکول عن الحلف ہی کے حکم میں ہے،(۲) ہندوستان میں جہاں کہیں نظام قضاء قائم ہے ظاہر ہے، اس کو ایسے وسائل حاصل نہیں کہ وہ مدعیٰ علیہ کو آنے پر مجبور کرے ایسی صورت حال میں اگر مدعی کے استغاثہ سے آگاہ کرتے ہوئے مدعیٰ علیہ کو رفع الزام کے لئے طلب کیا جائے، اطلاع ملنے اور کوئی مناسب عذر نہ ہونے کے باوجود وہ حاضری سے گریز کرے، تو یہ گریز "نکول عن الحلف" ہی کے حکم میں ہوگا، اور یہ بات بہتر ہوگی کہ کم از کم تین بار اس کو رفع الزام کا موقع دیا جائے۔ واللہ اعلم

نماص (چہرہ کا بال اکھاڑنا)

"نماص" کے معنی چہرہ کے بال اکھاڑنے کے ہیں، بال اکھاڑنے والی عورت کو "نامصہ" اور جو اس کا حکم دے اس کو "متنمصہ" کہتے ہیں،(۳) بعض حضرات کی رائے ہے کہ بھنوؤں کے بال اکھاڑنے اور اس کو باریک اور ہموار ظاہر کرنے کو "نماص" کہتے ہیں۔(۴)

رسول اللہ ﷺ نے ایسی عورتوں پر لعنت فرمائی ہے، جو بھنویں باریک کرنے کے لئے بال اکھاڑیں،(۵) اس لئے کہ یہ اللہ تعالیٰ کی خلقت میں تغیر کی کوشش ہے — ہاں، اگر عورتوں کو داڑھی یا مونچھ کے بال اگ آئے یا ہونٹوں کے نیچے بال ہو جائے تو ان کا صاف کر دینا جائز بلکہ مستحب ہے،(۶) اسی طرح جسم میں کوئی ایسا اضافہ جو آدمی کی فطری ضروریات میں تکلیف دہ ہو جائے جیسے کوئی بہت طویل دانت ہو جس سے کھانے میں دقت ہو، یا زائد انگلی ہو جس میں تکلیف ہوتی ہو تو اس کو نکال دینا جائز ہے۔(۷)

نوحہ (مردہ پر رونا)

"نوح" اور "نیاح" کے معنی مردہ پر رونے اور واویلا کرنے کے ہیں۔

رونا ایک تو فطری ہوتا ہے جو کسی عزیز اور رشتہ دار کی موت پر بلا اختیار آجاتا ہے، یہ جائز ہے، اور خود رسول اللہ ﷺ کے بارے میں ثابت ہے کہ صاحبزادۂ رسول حضرت ابراہیم ؓ نیز حضرت عثمان بن مظعون ؓ کی وفات کے موقعہ سے آپ ﷺ کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے تھے،(۸) حضرت خالد بن ولید ؓ پر جب ان کے گھر کی خواتین نے رونا شروع کیا اور حضرت عمر ؓ کو توجہ دلائی گئی تو آپ ؓ نے فرمایا کہ اگر آواز بلند نہ ہو اور سر پر خاک نہ ڈالیں تو انہیں چھوڑ دو،(۹) اسی بناء پر فقہاء نے ایسے رونے کی اجازت دی ہے جو بے ساختہ ہو، واویلا کرنے، گریبان پھاڑنے یا سر پر خاک ڈالنے، سینہ کوبی کرنے اور رخسار کوبی وغیرہ سے منع کیا ہے،(۱۰) اور یہ مکروہ تحریمی ہے۔(۱۱)

آپ ﷺ نے مختلف مواقع پر نوحہ کی مذمت فرمائی، ایک

---

(۱) فتح القدیر ۱۹۰/۸
(۲) ہدایہ مع الفتح ۱۹۰/۸
(۳) دیکھئے النہایۃ لابن اثیر ۱۱۹/۵
(۴) دیکھئے فتح الباری ۳۷۷/۱۰
(۵) بخاری عن عبداللہ ابن مسعودؓ ۸۷۸/۲
(۶) فتح الباری ۳۷۷/۱۰
(۷) حوالۂ سابق ۳۷۷/۱۰
(۸) ترمذی، باب ماجاء فی الرخصۃ فی البکاء علی المیت حدیث نمبر ۱۰۰۵ و باب ماجاء فی تقبیل المیت، حدیث نمبر ۹۸۹
(۹) بخاری ۱۷۳/۱
(۱۰) ہندیہ ۱۶۷/۱
(۱۱) فتح الباری ۱۳۳/۳

روایت میں ہے کہ جس پر نوحہ کیا جائے اس پر نوحہ کرنے والوں کے عمل کا گناہ بھی ہوگا، (۱) ظاہر ہے اس سے وہ شخص مراد ہے جو زندگی میں نوحہ کو پسند کرتا رہا ہو، حضرت عبداللہ بن مسعود ؓ سے مروی ہے کہ جو گریبان پھاڑ لے، رخسار پر مارے اور زمانۂ جاہلیت جیسی باتیں کرے وہ ہم میں سے نہیں ہے، (۲) حضرت جعفر ؓ کی شہادت کے موقعہ پر ان کی خواتین بہت رو رہی تھیں اور بار بار منع کرنے کے باوجود اس سے باز نہیں آتی تھیں، آپ ﷺ بھی بہت رنجیدہ خاطر تھے، آپ ﷺ نے فرمایا کہ ان کے منہ میں خاک ڈال دو، (۳) — اس ممانعت کی وجہ ظاہر ہے، کیونکہ زندگی اور موت اللہ کی طرف سے ہے، اس پر واویلا کرنا، گال، سینہ پیٹنا اور فطری حدود سے تجاوز کر کے غم و اندوہ کا اظہار کرنا گویا تقدیر الٰہی سے ناشاکی ہونا ہے، اور یہ کسی صاحب ایمان کے شایان شان نہیں۔

نوحہ کے لئے مرد یا عورت، خطیب یا شاعر کو اجرت پر رکھنا جائز نہیں اور رکھ لے تو اس کی اجرت واجب نہیں۔ (۴)

نوم (نیند)

"نوم" کے معنی نیند کے ہیں، جس کی کیفیت معروف ہے۔— عربی زبان میں نیند کے مختلف درجات کے لئے الگ الگ الفاظ ہیں، صرف اونگھنے کی کیفیت جس میں آدمی کا سر جھولنے لگتا ہے "نعاس" کہلاتا ہے، ایسا سونا کہ آنکھیں بند ہوں لیکن دل میں غفلت کی کیفیت نہ پیدا ہوئی ہو "سنہ" ہے، اور ایسی نیند جس میں آنکھ بھی بند ہو جائے اور قلب بھی غافل، یعنی بھرپور نیند کو "نوم" کہتے ہیں۔

نیند کی وجہ سے حکم مؤخر

نوم کے باوجود شریعت کے اوامر و نواہی آدمی سے متعلق ہوتے ہیں، لیکن اس کی ادائیگی کا وجوب متعلق نہیں ہوتا، یعنی اس وقت اس کی ادائیگی واجب نہیں ہوتی، بیدار ہونے کے بعد ادائیگی واجب ہوتی ہے، (۵) چنانچہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جو شخص نیند یا بھول کی وجہ سے نماز نہ پڑھ پائے تو جب یاد آئے پڑھ لے، وہی اس کا وقت ہے: **من نام عن صلاة او نسیها فلیصلها اذا ذکرها فان ذالک وقتها** ۔ (۶)

نیند میں جو افعال معتبر نہیں

نیند کے سلسلہ میں ایک اصولی ضابطہ فقہاء نے یہ بھی لکھا ہے کہ نیند کی حالت میں آدمی اختیار و تمیز سے محروم ہو جاتا ہے، "النوم ینافی الاختیار" اس لئے جو چیزیں حالت اختیار سے متعلق ہیں، اگر نیند کی حالت میں ان کا وقوع ہو جائے تو کوئی اعتبار نہیں، جیسے طلاق، قبول اسلام، ارتداد اور خرید و فروخت وغیرہ۔ (۷)

جن احکام میں سویا ہوا شخص بیدار کے حکم میں ہے!

علامہ ابن نجیم مصری نے فتاوی ولوالجیہ سے پچیس مسائل نقل کئے ہیں، جن میں سویا ہوا شخص بیدار آدمی کے حکم میں ہے، یہاں ان کا تذکرہ مناسب ہوگا:

۱) اگر روزہ دار چت سویا ہوا ہو، اور اس کے منہ میں بارش کا پانی ٹپک جائے یا کوئی ٹپکائے اور پانی پیٹ میں چلا جائے تو اس کا روزہ ٹوٹ جائے گا۔

۲) کوئی روزہ دار عورت سوئی ہوئی تھی اور اسی حال میں شوہر نے اس کے ساتھ صحبت کرلی تو روزہ جاتا رہا۔

۳) عورت حالت احرام میں تھی اور سوئی ہوئی تھی، شوہر

---

(۱) بخاری عن مغیرۃ ۱۷۲/۱

(۲) بخاری ۱۷۳/۱

(۳) حوالۂ سابق

(۴) دیکھئے ہندیہ ۳۴۹/۴

(۵) أصول السرخسی ۱۰۴/۱

(۶) مجمع الزوائد ۳۲۲/۱

(۷) دیکھئے نظریة الحکم ومصادر التشریع فی أصول الفقه الإسلامی للدکتور الحصیری ۲۴۵

نے صحبت کرلی تب بھی اس عورت پر کفارہ واجب ہوگا۔

۴) محرم سویا ہوا ہو، اسی حالت میں کوئی شخص اس کا بال مونڈ دے تو محرم پر جزاء واجب ہوگی۔

۵) محرم نیند کی حالت میں کسی شکار پر گر جائے اور شکار کی موت کا سبب بن جائے تو محرم پر جزاء واجب ہوگی۔

۶) جس شکار پر تیر پھینکا وہ سوئے ہوئے شخص کے پاس گر کر مر گیا، حالانکہ اگر وہ بیدار ہوتا تو اس کو شرعی طریقہ پر ذبح کر سکتا تھا، ایسی صورت میں وہ شکار حلال نہیں ہوگا۔

۷) نیند کی حالت میں کسی سامان پر گر پڑا اور اس کی وجہ سے سامان ٹوٹ گیا تو ضمان (تاوان) اس پر واجب ہوگا۔

۸) باپ دیوار کے نیچے سویا ہوا تھا، بیٹا چھت پر سویا ہوا تھا، بیٹا نیند ہی کی حالت میں اوپر سے گرا اور اس کی وجہ سے باپ کی موت واقع ہوگئی، تو بعض اہل علم کے نزدیک وہ اپنے باپ سے میراث کا حق دار نہیں ہوگا، اور یہی قول صحیح ہے۔

۹) کسی شخص نے سوئے ہوئے آدمی کو اٹھایا اور دیوار کے نیچے سلا دیا، اتنے میں دیوار گر پڑی اور اس سے سوئے ہوئے شخص کی موت واقع ہوگئی، تو وہاں اٹھا کر رکھنے والے پر اس کا ضمان واجب نہ ہوگا۔

۱۰) محرم نیند کی حالت میں عرفات سے گذر جائے تو فریضۂ حج ادا ہو جائے گا۔

۱۱) شوہر و بیوی میں تنہائی ہو اور وہاں کوئی اجنبی شخص سویا ہوا ہو تو یہ خلوت صحیحہ متصور نہیں ہوگی۔

۱۲) مرد کسی کمرہ میں سویا ہوا تھا، اس کی بیوی آئی اور تھوڑی دیر ٹھہری رہی، تو خلوت صحیحہ ہوگئی۔

۱۳) اسی طرح عورت کسی کمرہ میں سوئی ہوئی تھی، شوہر وہاں آیا اور کچھ دیر ٹھہرا رہا تو خلوت صحیحہ پائی گئی۔

۱۴) ایک خاتون سوئی ہوئی تھی، اسی حالت میں شیر خوار بچے نے اس کا دودھ پی لیا تو حرمت رضاعت ثابت ہو جائے گی۔

۱۵) تیمم کرنے والا شخص نیند کی حالت میں ایسی جگہ سے گذرا جہاں پانی کا استعمال اس کے لئے ممکن تھا، تو اس کا تیمم جاتا رہا۔

۱۶) اگر نماز پڑھنے والا سو جائے اور اسی حالت میں کوئی کلام کرلے تو اس کی نماز فاسد ہو جائے گی۔

۱۷) کوئی نماز پڑھتے ہوئے سو گیا اور اسی حالت میں قرأت کی تو ایک روایت کے مطابق اس کا اعتبار ہوگا۔

۱۸) کسی شخص نے نیند کی حالت میں آیت سجدہ کی تلاوت کی جسے کسی اور نے سن لیا تو سننے والے شخص پر سجدہ تلاوت واجب ہوگا۔

۱۹) خود اس شخص کو بیدار ہونے کے بعد کوئی اور شخص اطلاع دے کہ اس نے نیند کی حالت میں آیت سجدہ تلاوت کی تھی، تو ایک قول کے مطابق سجدۂ تلاوت واجب ہوگا، ویسے شمس الائمہ سرخسیؒ اس صورت میں سجدہ کو واجب قرار نہیں دیتے، اسی طرح اگر سوئے ہوئے شخص کو نیند سے بیدار ہونے کے بعد بتایا جائے کہ اس کے پاس کسی اور شخص نے آیت سجدہ کی تلاوت کی تھی تو اس صورت میں بعض حضرات کے نزدیک اس پر سجدہ واجب ہوگا، اور بعض حضرات کی رائے پر سجدہ واجب نہیں ہوگا۔

۲۰) کوئی شخص قسم کھائے کہ فلاں آدمی سے گفتگو نہیں کرے گا، جس سے گفتگو نہ کرنے کی قسم کھائی تھی وہ سویا ہوا ہو، اور قسم کھانے والا اس سے کہے کہ اٹھ جاؤ، لیکن وہ بیدار نہ ہو تو بعض حضرات نے کہا کہ وہ حانث نہیں ہوگا، اور زیادہ صحیح قول یہ ہے کہ وہ حانث ہو جائے گا۔

۲۱) کسی شخص نے اپنی بیوی کو طلاق رجعی دی، مطلقہ نیند کی حالت میں تھی، اسی حال میں وہ آیا اور شہوت کے ساتھ مس کیا تو رجعت ہو جائے گی۔

۲۲) اگر شوہر نیند کی حالت میں تھا، بیوی آئی اور اس نے شہوت کے ساتھ شوہر کا بوسہ لے لیا، تو امام ابو یوسفؒ کے نزدیک حرمت ہو جائے گی۔

۲۳) اگر کوئی مرد سویا ہوا تھا، کوئی عورت آئی اور اس عورت نے نیند ہی کی حالت میں اس سے صنفی تعلق قائم کر لیا تو حرمت مصاہرت ثابت ہو جائے گی۔

۲۴) عورت نے سوئے ہوئے مرد کا شہوت کے ساتھ بوسہ لے لیا تو حرمت مصاہرت ثابت ہو جائے گی۔

۲۵) نماز کی حالت میں نیند آ گئی یہاں تک کہ احتلام بھی ہو گیا تو غسل واجب ہو جائے گا، اور باقی ماندہ رکعتوں کی پڑھی ہوئی رکعتوں پر بناء کی گنجائش نہیں ہوگی، دوبارہ نماز ادا کرنی ہوگی۔

۲۶) اگر کوئی شخص ایک دن و رات یا دو دن و رات سویا رہا جب بھی اس کے ذمہ ان نمازوں کی قضاء واجب رہے گی۔ (۱)

نہب (لوٹ)

"نہب" کے معنی لوٹنے کے ہیں، کسی شخص کا مال اس کی اجازت کے بغیر لوٹ لینا حرام ہے، اور "اکل بالباطل" یعنی باطل طریقہ سے کھانے میں داخل ہے، جس کو قرآن مجید نے منع کیا ہے (النساء، ۲۹) — البتہ اگر کوئی شخص اپنی کسی چیز کو لوٹ کر لینے کی اجازت دے دے جیسا کہ بعض مواقع پر اظہار مسرت کے لئے پھل اور مٹھائیاں لٹائی جاتی ہیں تو یہ جائز ہے: **النهبة جائزة اذا اذن صاحبه فيها** ۔ (۲)

اگر کوئی شخص کسی کا سامان چھین لے یا لوٹ لے تو اس کی مناسب سزا تو دی جائے گی، لیکن چونکہ یہ چوری (سرقہ) کے دائرہ میں نہیں آتی، اس لئے اس کا ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا، کیونکہ "چوری" چھپ کر کسی کے مال محفوظ کو لے لینا ہے، اور "نہب" میں چھپ کر مال نہیں لیا جاتا، بلکہ علانیہ لیا جاتا ہے، (۳) خود رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ چھین جھپٹ کر کسی کا مال لینے والا شخص ہم میں سے نہیں، لیکن اس کا ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا: **ليس على المنتهب قطع و من انتهب نهبة مشهورة فليس منا** ۔ (۴)

نہر

نہر کے پانی کے احکام کیا ہوں گے، وہ عوامی ملکیت ہوگی یا شخصی؟ اس پر فقہاء نے گفتگو کی ہے۔ (تفصیل کے لئے دیکھئے: ماء)

نہی

لغت میں "نہی" کے معنی روکنے اور منع کرنے کے ہیں، اسی لئے عربی زبان میں عقل کو "نُہیة" ("ن" کو پیش) سے بھی تعبیر کیا جاتا ہے، جس کی جمع "نُہی" ہے (۵) کیونکہ عقل انسان کو غیر مناسب باتوں سے باز رکھتی ہے، اور بیوقوفی کے کاموں سے مانع بن جاتی ہے — اصول فقہ کی اصطلاح میں اپنی بلند حیثیت کو ملحوظ رکھتے ہوئے کسی فعل سے باز رہنے کا مطالبہ "نہی" ہے: **طلب كف عن فعل على جهة الاستعلاء** "رکنے اور باز رہنے کا مطالبہ" کی قید سے "امر" کو نکالنا مقصود ہے، اور یہ بات کہ مطالبہ کرنے والا اعلیٰ درجہ و مرتبت کے ساتھ مطالبہ کرے اور مطالبہ میں ایک حاکمانہ شان ہو، اسی سے "نہی" اور "دعاء و التماس" میں فرق ظاہر ہو گیا، دعاء ایک درخواست ہے، جو چھوٹا بڑے سے کرتا ہے اور التماس خواہش ہے جو ایک شخص اپنے برابر کے دوسرے شخص

---

(۱) دیکھئے: الأشباه والنظائر لابن نجیم ۲/ ۳۱۹-۲۰

(۲) الفتاوى الهندية ۵/ ۳۴۵

(۳) دیکھئے: البحر الرائق ۵/ ۵۵، المغنی ۹/ ۹۳

(۴) ابو داؤد ۲/ ۶۰۳، باب القطع في الخلسة والخيانة، عن جابر بن عبد الله

(۵) القاموس المحيط ۱۷۱۸

سے کیا کرتا ہے۔(۱)

نہی کی تعبیرات

یوں تو عربی زبان میں اس کیلئے مستقل ایک فعل "فعل نہی" کے نام سے پایا جاتا ہے، اور بنیادی طور پر ممانعت کے لئے قرآن وحدیث میں یہی تعبیر اختیار کی جاتی ہے، لیکن شرعاً نہی کا مسئلہ کچھ اس صیغۂ نہی کے ساتھ مخصوص نہیں، بلکہ وہ تمام تعبیرات جو ممانعت کو بتلاتی ہوں، نہی کا مصداق ہیں، قرآن وحدیث میں کسی چیز سے نہی اور ممانعت کے لئے درج ذیل تعبیرات اختیار کی جاتی ہیں۔

۱) خود صیغۂ نہی، جیسے: **لا تقربوا الزنی** (الاسراء: ۳۲) زنا کے قریب بھی نہ پھٹکو۔

۲) نہی کا لفظ جیسے: **ینھی عن الفحشاء والمنکر والبغی** (النحل: ۹۰) "اللہ تعالیٰ بے حیائی کی باتوں سے، برائی سے اور سرکشی سے منع فرماتے ہیں۔"

۳) صیغہ امر کا ہو لیکن معنی ممانعت کے ہوں، جیسے **اجتنبوا قول الزور** (الحج: ۳۰) "جھوٹ بات سے بچو"۔

۴) خبر کا صیغہ ہو لیکن اس میں حرام ہونے کی خبر دی گئی ہو، جیسے: **حرمت علیکم امھاتکم وبناتکم واخواتکم** (النساء: ۲۳) "تم پر تمہاری مائیں، بیٹیاں اور بہنیں — حرام کی گئی ہیں۔"

۵) خبر کا منفی صیغہ ہو اور کسی بات کے حلال اور جائز نہ ہونے کی اطلاع دی جائے، جیسے: **لا یحل لکم ان تاخذوا مما اتیتموھن شیئا** (البقرۃ: ۲۲۹) "جو کچھ تم عورتوں کو دے چکے ہو ان میں سے واپس لینا حلال نہیں"۔

صیغۂ نہی کے معانی

جیسے نہی شرعی صیغۂ نہی کے ساتھ مخصوص نہیں، اسی طرح نہی کا صیغہ بھی مختلف معانی کے لئے آتا ہے، علامہ آمدیؒ اور سبکیؒ نے سات معانی ذکر کئے ہیں:

۱) تحریم یعنی کسی چیز کو حرام قرار دینا، جیسے: **لا تنکحوا المشرکات حتی یؤمن** (البقرۃ: ۲۲۱) — "مشرک عورتوں سے جب تک ایمان نہ لے آئیں نکاح نہ کرو۔"

۲) کراہت تنزیہی کے اظہار کے لئے، جیسے آپ ﷺ کا ارشاد: **لا یمسکن احدکم ذکرہ بیمینہ وھو یبول**۔(۲) "پیشاب کرتے ہوئے تم میں سے کوئی اپنی شرمگاہ دائیں ہاتھ سے نہ پکڑے"۔

۳) دعا، جیسے **ربنا لا تزغ قلوبنا** (آل عمران: ۸) "اے ہمارے پروردگار ہم کو کج دلی سے بچا"۔

۴) ارشاد یعنی ازراہ شفقت کسی بات سے باز رکھنے کے لئے، جیسے: **لا تسئلوا عن اشیاء ان تبد لکم تسؤکم** (المائدۃ: ۱۰۱) ایسی چیز ان کے بارے میں سوال نہ کرو کہ اگر حقیقت حال ظاہر کر دی جائے تو تمہارے لئے باعث تکلیف ہو۔

۵) عاقبت اور انجام کو بتانے کے لئے، جیسے: **لا تحسبن الذین قتلوا فی سبیل اللہ امواتا بل احیاء** (آل عمران: ۱۶۹) "جو لوگ اللہ تعالیٰ کے راستہ میں شہید ہوئے ہوں ان کے انجام کے بارے میں یہ خیال نہ کرو کہ وہ مر گئے ہیں، بلکہ درحقیقت وہ زندہ ہیں"۔

۶) مایوس کرنے کے لئے، جیسے: **لا تعتذروا الیوم** (التحریم: ۷) "یعنی آج عذر خواہی نہ کرو"۔

۷) کسی چیز کی تحقیر کے لئے جیسے: **لا تمدن عینیک** (طٰہٰ: ۱۳۱) "یعنی دنیا کی نعمتوں کی طرف اپنی نظر نہ رکھئے" — اس میں متاع دنیا کی تحقیر مقصود ہے۔(۳)

---

(۱) دیکھئے التقریر والتحبیر: ۱؍۳۲۹

(۲) مسلم شریف کتاب الطہارۃ، باب النہی عن الاستنجاء بالیمین، حدیث نمبر: ۶۳

(۳) کتاب الاحکام للآمدی ۲؍۲۰۸، الابہاج فی شرح المنہاج ۲؍۶۶، ارشاد الفحول ۱۱۰-۱۰۹

تین اُصولی اختلاف

نہی کے سلسلہ میں علماء اصول کے درمیان جن امور کی بابت اختلاف ہے، بنیادی طور پر وہ تین مسائل ہیں: اول یہ کہ نہی کا حقیقی اور اصل مصداق کیا ہے؟ دوسرے نہی ایک دفعہ ممانعت کا تقاضہ کرتی ہے، یا ہمیشہ اور مسلسل؟ تیسرے کسی چیز سے نہی سرے سے اس کے مشروع نہ ہونے کی دلیل ہے یا مشروع ہونے کے باوجود اس کی ممانعت مقصود ہے؟

نہی تحریم کے لئے ہے یا کراہت کے لئے؟

اس میں شبہ نہیں کہ نہی مختلف معنوں میں استعمال ہوتی ہے، جیسا کہ صیغۂ نہی کے معانی ذکر کئے گئے ہیں، لیکن نہی کا اصل معنی و مقصود روکنا اور منع کرنا ہے، اور جب کوئی ایسا قرینہ موجود نہ ہو جو اس معنی سے انحراف کا تقاضہ کرتا ہے، تو یہی معنی مراد لیا جائے گا، روکنے اور منع کرنے کے بھی مختلف درجات ہیں، ایک صورت یہ ہے کہ جس چیز سے منع کیا گیا ہے اسے بالکل ہی حرام تصور کیا جائے، دوسری صورت یہ ہے کہ اس کو مکروہ سمجھا جائے، نہی کا مقصود تحریم ہے یا کراہت کا اظہار؟ اس سلسلے میں اہل علم نے چار مذاہب ذکر کئے ہیں:

جمہور فقہاء اور اصولیین کی رائے میں نہی تحریم کے لئے ہے، الا یہ کہ کوئی قرینہ اس کے خلاف موجود ہو، علامہ سبکی نے اس نقطۂ نظر پر "**ما نھاکم عنه فانتھوا**" (الحشر: ۷) "اللہ تعالیٰ نے تمھیں جس چیز سے روکا ہے اس سے رک جاؤ" سے استدلال کیا ہے، کیونکہ یہاں رک جانے کا امر ہے اور امر کسی بات کے واجب ہونے کو بتاتا ہے تو اب معنی یہ ہوئے کہ اللہ تعالیٰ نے جس چیز کی نہی فرمائی ہے اس سے رکنا واجب یعنی اس کا ارتکاب حرام ہے۔ (۱)

یہی نقطۂ نظر حنفیہ کا بھی ہے، احناف کی رائے پر ایک شبہ ہو سکتا ہے، کہ حنفیہ عام طور پر خبر واحد اور دلیل ظنی سے ثابت ہونے والی منہیات کو مکروہ تحریمی قرار دیتے ہیں، نہ کہ حرام، ابن ہمامؒ نے اس شبہ کو حل کیا ہے کہ نہی کو تو حنفیہ بھی اصل میں تحریم ہی کے لئے مانتے ہیں، لیکن چونکہ ذریعۂ ثبوت ظنی ہے اس لئے اس کو مکروہ تحریمی کا نام دیتے ہیں، جو قریب بہ حرام ہوتا ہے، اور کسی خارجی سبب کی وجہ سے کسی کلام کو کراہت پر محمول کرنا اصل اور حقیقت کے اعتبار سے اس کے حرام ہونے کے منافی نہیں۔ (۲)

دوسری رائے یہ ہے کہ نہی اصل میں کراہت پر دلالت کرتی ہے، تیسری رائے یہ کہ یہ تحریم اور کراہت کے درمیان مشترک لفظ ہے، اور بعض حضرات نے اس میں توقف سے کام لیا ہے۔ (۳)

تطبیق کا اختلاف نہ کہ اُصول کا

حالانکہ جمہور اس بات پر متفق ہیں کہ نہی اصل میں تحریم کے لئے ہے، لیکن اس کے باوجود بعض منہیات کی بابت اختلاف رائے نظر آتا ہے، کہ بعض فقہاء ان کو حرام قرار دیتے ہیں اور بعض مکروہ، یہ اختلاف رائے اس بات پر مبنی ہے کہ اگر تحریم کے بجائے کراہت کا معنی مراد لینے پر کوئی قرینہ موجود ہو تو بالاتفاق نہی سے کراہت مراد لی جاتی ہے، اور بعض صورتوں کے بارے میں فقہاء کا نقطۂ نظر مختلف ہوتا ہے، کچھ لوگ خیال کرتے ہیں کہ یہاں ایسا قرینہ موجود ہے، جو حرمت کے بجائے کراہت کا معنی مراد لینے کے متقاضی ہیں، اور بعض حضرات اس قرینہ کو ناکافی تصور کرتے ہیں۔

مثلاً حضرت ابو ہریرہ ؓ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: کوئی پڑوسی کو اس بات سے نہ روکے کہ وہ اس کی دیوار میں

---

(۱) الابہاج فی شرح المنہاج ۲/۶۷ (۲) التقریر والتحبیر ۱/۳۲۹

(۳) دیکھئے المحصول لفخر الدین الرازی ۲/۲۸۱ (مع تحقیق دکتور طه جابر)، الاحکام للآمدی ۲/۲۸۲

لکڑی لگا لے، (۱) تاکہ وہ اس پر چھپر وغیرہ ڈال سکے، حنابلہ نے اس نہی کو تحریم پر محمول کیا ہے، ان کے نزدیک پڑوسی کو اپنے پڑوسی کی اجازت کے بغیر بھی ایسا کرنا جائز ہے، (۲) حنفیہ، مالکیہ اور قول جدید کے مطابق شوافع بلا اجازت اس طرح لکڑی ڈالنے کی اجازت نہیں دیتے، (۳) کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ایک دوسرے کا مال باطل طریقہ پر مت کھاؤ، سوائے اس کے کہ باہمی رضامندی سے تجارت ہو، (النساء: ۲۹) نیز آپ ﷺ نے فرمایا: کسی مسلمان کا مال اس کی اجازت کے بغیر حلال نہیں، لا یحل مال امرئ مسلم الا بطیب نفس منہ، (۴) جمہور کے نزدیک اس مضمون کی آیتیں اور روایتیں اس بات کا قرینہ ہیں کہ نہی کراہت کے لئے ہے نہ کہ تحریم کے لئے۔

اسی طرح آپ ﷺ نے فرمایا کہ قبرستان اور حمام کے سوا ہر جگہ نماز پڑھی جا سکتی ہے، (۵) ایک اور روایت میں آپ ﷺ نے اونٹ کے اصطبل میں نماز پڑھنے سے منع فرمایا، (۶) حنابلہ ان روایات کی بناء پر ان مقامات میں نماز کو باطل اور واجب الاعادہ قرار دیتے ہیں، (۷) حنفیہ اور دوسرے فقہاء اس کو محض کراہت پر محمول کرتے ہیں، اس لئے کہ ایک اور حدیث میں آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ پورے روئے ارض کو ہمارے لئے مسجد یعنی نماز پڑھنے کی جگہ بنا دیا گیا ہے، (۸) تو ان حضرات کے نزدیک یہ روایت اس کی دلیل ہے کہ مخصوص مقامات پر نماز کی ممانعت سے متعلق احادیث کراہت پر محمول ہیں نہ کہ حرمت پر — غرض یہ اختلاف اصول کا اختلاف نہیں، بلکہ اصول کی تطبیق کا اختلاف ہے۔

نہی میں دوام کے معنی

دوسرے مسئلہ میں جمہور کی رائے یہ ہے کہ نہی فور اور تکرار کا فائدہ دیتی ہے، فور سے مراد یہ ہے کہ جس وقت نہی کی گئی ہو اسی وقت سے ممانعت تصور کی جائے گی، اور تکرار سے مراد یہ ہے کہ یہ ممانعت ہمیشہ کے لئے ہوگی کسی خاص وقت کے ساتھ مخصوص نہ ہوگی، الا یہ کہ کوئی قرینہ ایسا موجود ہو جو ممانعت کو ایک خاص وقت کے ساتھ محدود کرتا ہو — امام رازیؒ اور بعض اور اہل علم جیسے ابوبکر باقلانی وغیرہ کا رجحان اس طرف ہے کہ جیسے امر اپنی اصل کے اعتبار سے تکرار عمل کا تقاضہ نہیں کرتا، اسی طرح نہی بھی اپنی اصل اور حقیقت کے لحاظ سے تکرار و دوام کا معنی نہیں رکھتی، (۹) لیکن علامہ ابن ہمامؒ اور ان کے شارحین نے اس اختلاف کو "شاذ" قرار دیا ہے، اور آمدیؒ نے لکھا ہے کہ نہی کا تکرار و دوام پر دلالت کرنا عقلاء کے نزدیک ایک متفق علیہ حقیقت ہے، (۱۰) بلکہ ابن امیر الحاج نے تو ابن برہان سے اس پر اجماع نقل کیا ہے۔

فعل پر نہی کا اثر

تیسرا اور نہی کے باب میں سب سے اہم مسئلہ یہ ہے کہ نہی کا اس فعل پر کیا اثر مرتب ہوتا ہے، جس سے نہی کی گئی ہے؟ یعنی وہ فعل سرے سے مشروع ہی نہیں ہوتا اور شرعاً وجود ہی میں نہیں آتا، یا مشروع ہوتا ہے لیکن اس کا مرتکب گنہگار ہوتا ہے؟

اس سلسلہ میں تفصیل یہ ہے کہ دراصل شریعت کا کسی بات سے منع کرنا اس کے قبیح ہونے کی دلیل ہے، اور قباحت کے مختلف

---

(۱) بخاری، کتاب المظالم حدیث نمبر ۲۴۶۳، عن ابی ہریرۃ

(۲) دیکھئے المغنی

(۳) دیکھئے نیل الاوطار ۲۶۰/۵

(۴) المغنی ۲۷۰/۵ رواہ جوزجانی

(۵) ترمذی حدیث نمبر ۳۱۷، عن ابی سعید الخدری

(۶) ترمذی حدیث نمبر ۳۴۸، عن ابی ہریرۃ

(۷) المغنی

(۸) بخاری، کتاب التیمم حدیث نمبر ۳۳۵، عن جابر بن عبداللہ

(۹) دیکھئے المحصول ۴۹۶/۲، العدہ ۴۲۸/۲، الابہاج ۶۸/۲

(۱۰) الاحکام ۴۸۵/۲، تیسیر التحریر ۳۷۰/۱، التقریر و التحبیر ۳۲۹/۱

درجات ہیں، بعض امور تو وہ ہیں جو اپنی ذات کے اعتبار سے قبیح ہیں، اور علماء اصول کی زبان میں قبیح لعینہٖ ہیں، جیسے بغیر پاکی کے نماز ادا کرنا، کیونکہ جو شخص پاک نہ ہو اس میں نماز کی اہلیت ہی نہیں، یا جیسے مادہ کے رحم میں موجود جنین یا نر کے صلب میں موجود مادۂ منویہ کو بیچ فرض کر کے اس کو فروخت کرنا، یہ اس لئے قبیح ہے کہ شریعت میں خرید و فروخت مال کے مال سے تبادلہ کا نام ہے، اور جو مادۂ منویہ مادہ کے رحم یا نر کی صلب میں ہے وہ مال ہی نہیں ہے، اسی طرح شہوت کا فعل خلاف فطرت کے ذریعہ پورا کرنا، شرعاً تکمیل شہوت کا مقصد افزائش نسل ہے، اور یہ افزائش نسل کا محل ہی نہیں —— اس لئے ان صورتوں کو فقہاء نے قبیح لعینہٖ خیال کیا ہے۔

اس صورت کی بابت فقہاء متفق ہیں کہ جس چیز سے منع کیا جائے وہ مشروع ہی نہیں ہے، کیونکہ ان کو مشروع قرار دینا حکمت شرعی کے خلاف ہے، اس لئے کہ جب کسی فعل کو انجام دینے والا اس کا اہل ہی نہ ہو، یا فعل کو جس محل میں انجام دیا جائے وہ اس فعل کا محل ہی نہ ہو، تو ایسا فعل یقیناً حکمت سے خالی ہوگا، اور جو فعل بالکل خالی از حکمت ہو وہ مشروع نہیں ہو سکتا۔

دوسری قسم ایسی منہیات کی ہے کہ قباحت کا سبب اس کی ذات میں نہ ہو، بلکہ کسی اور بات کی وجہ سے اس میں قباحت پیدا ہوئی ہو، ایسی منہیات کو قبیح لغیرہٖ کہا جاتا ہے —— پھر قبیح لغیرہٖ کی بھی دو قسمیں کی گئی ہیں، پہلی قسم یہ ہے کہ اس کی قباحت کسی وصف لازم کی وجہ سے نہ ہو جو کبھی منہی عنہ سے الگ ہو ہی نہ سکتا ہو، بلکہ ایسے وصف کی وجہ سے ہو جو کبھی منہی عنہ کے ساتھ رہتا ہو اور کبھی اس سے علاحدہ بھی ہو جاتا ہو، ایسے وصف کو اصولیین "وصف مجاور" سے تعبیر کرتے ہیں۔

جیسے اذان جمعہ کے بعد خرید و فروخت اور کاروبار کی ممانعت کہ اس کی قباحت نماز میں جلد پہنچنے (سعی الی الجمعہ) میں خلل واقع ہونے کی وجہ سے ہے، لیکن اذان جمعہ کے بعد خرید و فروخت کی وجہ سے سعی جمعہ میں خلل واقع ہو یہ کوئی لازمی امر نہیں، اگر دو آدمی مسجد جاتے ہوئے باہم خرید و فروخت کا معاملہ طے کر لیں تو بیع کی وجہ سے سعی میں خلل واقع نہ ہوگا، اسی طرح اگر دو آدمی کشتی میں سوار ہو کر جمعہ کے لئے جا رہے ہوں اور کشتی ہی میں خرید و فروخت کا معاملہ طے کر لیں تو یہ معاملہ سعی کے عمل میں مخل نہ ہوگا، معلوم ہوا کہ اس ممانعت کا سبب جو وصف یعنی سعی الی الجمعہ میں مخل ہوا ہے وہ بیع کے لئے وصف لازم نہیں ہے، بلکہ وصف مجاور ہے —— اسی طرح غصب کی ہوئی زمین میں نماز ادا کرنے سے منع کی گئی ہے، کیونکہ یہ دوسرے کی ملکیت کو مشغول کرتا ہے، لیکن دوسرے کی ملکیت کو مشغول کرنا ایسی قباحت ہے جو وصف لازم کا درجہ نہیں رکھتی، اس لئے کہ اگر دوسرے کی ملکیت میں اس کی اجازت سے نماز پڑھی جائے تو ملکیت غیر کو مشغول کرنے کے باوجود اس میں کوئی گناہ نہیں ہے۔

اسی کی مثالوں میں سے یہ ہے کہ حالت حیض میں بیوی سے ہم بستری کی ممانعت نجاست (اذی) کی وجہ سے ہے، لیکن یہ حائضہ سے وطی کے لئے وصف لازم نہیں، کیونکہ یہ بات ممکن ہے کہ حائضہ سے مقام نجاست کو چھوڑ کر استمتاع کیا جائے، گویا استعمال اذی وطی کے لئے وصف مجاور ہے نہ کہ وصف لازم۔

ایسی منہیات کا حکم یہ ہے کہ یہ اپنی اصل کے اعتبار سے مشروع اور صحیح ہوں گی، البتہ اس کا ارتکاب باعث گناہ ہوگا، چنانچہ اذان جمعہ کے بعد خرید و فروخت کا جو معاملہ کیا جائے وہ منعقد ہوگا، گو اس کا مرتکب گنہگار ہوگا، اسی طرح مغصوبہ زمین میں پڑھی ہوئی نماز ادا ہو جائے گی، اور حائضہ سے وطی کی جائے جس کو اس کا شوہر تین طلاق دے چکا ہو تو شوہر ثانی کا حالت حیض میں اس سے وطی کرنا شوہر اول کے حق میں اس کے حلال ہونے کے لئے کافی ہوگا۔

اسی طرح حالت حیض میں وطی کرنے کی وجہ سے مرد و عورت "محصن" سمجھے جائیں گے، یعنی اگر اس کے بعد انہوں نے زنا کا ارتکاب کیا تو ان کو سنگسار کیا جائے گا۔

قبیح لغیرہ کی دوسری صورت یہ ہے کہ نہی ایسے وصف کی وجہ سے ہو جو وصف منہی عنہ کے ساتھ لازم ہو، اور اس سے الگ ہوہی نہ سکتا ہو، جیسے زنا کہ یہ ایسی عورت سے وطی کرنے کا نام ہے جو اس کی ملکیت میں نہیں، اور شریعت نے افزائش نسل کے لئے ایسے ہی محل میں وطی کی اجازت دی ہے جو اس کی ملکیت ہو، غیر ملکیت میں وطی ایسا منہی عنہ ہے جس سے یہ قباحت یعنی غیر ملک سے "حصول نسل" اور "قضاء شہوت" الگ ہوہی نہیں سکتی۔ — اسی طرح معاملات میں سود ممنوع ہے، ربوی اموال میں عوضین کا مساوی ہونا ضروری ہے، اور سود میں یہ مساوات مفقود ہوتا ہے، لہذا جو قباحت ممانعت کا باعث ہے، وہ سود کے لئے وصف لازم کا درجہ رکھتا ہے۔

عبادات میں اس کی مثال عید اور ایام تشریق میں روزہ رکھنے کی ممانعت ہے، کیونکہ یہ خدا کی طرف سے ضیافت کے ایام ہیں، اور ان دنوں میں روزے رکھنا اللہ تعالی کی ضیافت کو ٹھکرا دینے کے مترادف ہے، ان ایام کے روزہ کے ساتھ ضیافت کو ٹھکرانے کی بات وصف لازم کا درجہ رکھتی ہے۔

منہی عنہ کی یہ صورت یا تو افعال حسیہ سے متعلق ہوں گی، افعال حسیہ سے ایسے افعال مراد ہیں جو حس کے ذریعہ جانے جاتے ہوں، اور جن کا تحقق قانون شرع پر موقوف نہ ہو، جیسے: زنا، قتل، شراب نوشی، کہ شریعت کے آنے سے پہلے بھی لوگ ان کی حقیقت سے واقف تھے — ایسی منہیات کے بارے میں اتفاق ہے کہ یہ قبیح لعینہ کے حکم میں ہیں، اور وہ سرے سے مشروع نہیں ہیں، اسی حکم میں محرم عورتوں سے نکاح کا مسئلہ ہے، چنانچہ یہ نکاح باطل اور بے اثر ہوگا، البتہ حنفیہ کے یہاں اس کی وجہ سے حد زنا ساقط ہو جائے گی، اور بعض مشائخ کے قول کے مطابق نسب بھی ثابت ہوگا، یہ اس لئے نہیں کہ یہ نکاح فی الجملہ مشروع ہے بلکہ اس لئے کہ "حد" شبہ، نکاح کی وجہ سے بھی ساقط ہو جاتی ہے، اور شبہ نکاح یہاں موجود ہے، اسی طرح ثبوت نسب میں بھی احتیاط برتی جاتی ہے، اور نسب ثابت کرنے کی کوشش کی جاتی ہے۔ (۱)

یا منہی عنہ افعال شرعیہ کے قبیل سے ہوگا، جیسے عید اور ایام تشریق میں روزہ، یعنی وہ منہیات جن کی قباحت اور جن کی کیفیت شریعت کے بتانے ہی سے معلوم ہوئی، اس صورت کے بارے میں اختلاف ہے کہ منہی عنہ کی یہ صورت فی نفسہ مشروع ہوگی یا نہیں؟ ایک رائے یہ ہے کہ قبیح لعینہ ہی کی طرح یہ صورت بھی مشروع نہیں ہوگی، اکثر شوافع، اصحاب ظواہر، حنابلہ اور متکلمین کے ایک گروہ کا یہی نقطۂ نظر ہے — دوسری رائے یہ ہے کہ اس صورت میں منہی عنہ مشروع ہوگا، یہ حنفیہ کا قول ہے، نیز شوافع میں بھی محققین جیسے امام الحرمینؒ، امام غزالیؒ، ابوبکر قفال شاشیؒ اور عام متکلمین کا یہی نقطۂ نظر ہے، (۲) تیسری رائے یہ ہے کہ اگر نہی معاملات سے متعلق ہو تو مشروع ہوگی، اور عبادات سے متعلق ہو تو مشروع نہیں ہوگی، یہ رائے ابوالحسین البصریؒ اور امام رازیؒ کی ہے اور ابن امیر الحاج نے امام غزالیؒ کی طرف بھی اس کی نسبت کی ہے۔ (۳)

حنفیہ کے نقطۂ نظر کو امام سرخسیؒ نے خوب تفصیل اور وضاحت سے پیش کیا ہے، اس کا خلاصہ یہ ہے کہ نہی نام ہے ایسی چیز سے روکنے کا جس کا وقوع ہو سکتا ہو، جو چیز ممکن ہی نہ ہو اس سے روکنا ایک بے معنی بات ہوگی، ایک شخص چلتا ہو اور دیکھنے پر قادر ہو اس کو تو

---

(۱) التقریر والتحبیر ۳۳۱/۱

(۲) دیکھئے الاحکام للآمدی ۲۰۹/۲، اصول السرخسی ۸۲/۱

(۳) التقریر والتحبیر ۳۳۱/۱

دیکھنے سے روکا جا سکتا ہے اور کہا جا سکتا ہے کہ گو حرمت دیکھ رہ جو دیکھنے پر قادر ہی نہ ہو اس کو کیونکر حرمت دیکھا ایک بے معنی بات ہوگی۔ تو نہی کے لئے یہ بات ضروری ہے کہ منہی عنہ کا واقع ہونا ممکن ہو اب اگر منہی عنہ کا شرعاً وجود ہی ممکن نہ ہو تو اس سے نہی کیسے درست ہوگی! اگر عید کے دن روزہ ہو ہی نہ سکتا ہو تو عید کے دن روزہ رکھنے سے منع کرنا کیوں کر درست ہو سکتا ہے؟(۱) اس لئے حنفیہ کے نزدیک اگر کوئی شخص عید کے دن روزہ رکھنے کی نذر مانے تو نذر منعقد ہو جائے گی، البتہ اس پر یہ بات واجب ہوگی کہ کسی اور دن روزہ رکھے، اور اس دن روزہ رکھنے کی وجہ سے وہ گنہگار ہوگا،(۲) بلکہ حنفیہ کے ایک قول کے مطابق اگر وہ عید کے دن ہی روزہ رکھ لے تو اگرچہ گنہگار ہوگا، لیکن نذر ادا ہو جائے گی۔(۲) بخلاف شوافع اور دوسرے فقہاء کے، کہ ان حضرات کے نزدیک یہ نذر ہی درست نہ ہوگی۔(۳)

اسی طرح رسول اللہ ﷺ نے "نکاح شغار" سے منع فرمایا ہے،(۶) — نکاح شغار کا مطلب یہ ہے کہ ایک شخص اپنی بیٹی یا بہن کا نکاح دوسرے شخص سے کردے، اور اس کی بہن یا بیٹی سے اپنا عقد کرلے، اور مہر اس طرح مقرر کرے کہ ایک عورت کی عصمت کو دوسری عورت کے لئے مہر بنا دے یعنی یوں کہے کہ میری بیٹی کا مہر میری بہن کی عصمت ہوگی جس کے تم مالک ہو رہے ہو، اس طرح کا مہر مقرر کرنا بالاجماع ناجائز ہے اور منع ہے، لیکن سوال یہ ہے کہ اگر اس طرح مہر مقرر کرتے ہوئے کوئی نکاح کرہی لے تو نکاح منعقد ہوگا یا نہیں؟ حنفیہ کے نزدیک نکاح منعقد ہو جائے گا۔ اور مہر مثل واجب ہوگا،(۵) اور شوافع کے نزدیک نکاح منعقد نہیں ہوگا، امام شافعی نے خود "کتاب الام" میں اس پر تفصیل سے بحث کی ہے(۷) یہی رائے مالکیہ اور حنابلہ کی بھی ہے۔(۱)

نیابت

شریعت میں انسان کو جن امور کا مکلف کیا گیا ہے ان میں سے بعض کا تعلق معاملات سے ہے۔ معاملات میں عام طور پر نیابت کی گنجائش رکھی گئی ہے، کبھی یہ نیابت خود شریعت کی طرف سے ہوتی ہے، جیسے: ولایت، اور کبھی انسان اپنے تصرف سے خود کسی کو نائب بناتا ہے، یا کسی کی نیابت قبول کرتا ہے، جیسے: وکالۃ، حوالۃ، وکفالۃ، یہ مباحث اپنی اپنی جگہ آ چکے ہیں۔

دوسرے احکام وہ ہیں جن کا تعلق عبادات سے ہے، جیسے نماز، روزہ، حج، زکوۃ، قربانی وغیرہ، ان میں نیابت درست ہوگی یا نہیں؟ اور ایک شخص کے لئے دوسرے کے لئے ان امور کا انجام دینا جائز ہے یا نہیں؟ اس سلسلہ میں پھر دو صورتیں ہوتی ہیں، ایک صورت ان کا ثواب پہنچانے کی ہے، ایصال ثواب کے تحت اس کا ذکر آ چکا ہے، دوسری صورت عبادت کی انجام دہی میں نیابت کی ہے۔

عبادات میں دوسروں کی نیابت کے مسئلہ میں یہ تفصیل ہے کہ عبادات مالیہ میں جیسے زکوۃ، قربانی وغیرہ میں بالاتفاق نیابت جائز ہے، بشرطیکہ متعلق شخص کی اجازت سے ہو، عبادات بدنیہ جیسے نماز، روزہ میں بالاتفاق نیابت جائز نہیں، حج جو مرکب بدنی عبادت بھی ہے اور مالی بھی، اس کی نیابت کے سلسلہ میں بھی اس بات پر اتفاق ہے کہ جس شخص پر حج فرض ہوا اگر وہ خود حج پر قادر ہو تو نیابت درست نہیں، اور اگر وہ خود قادر نہ ہو تو حنفیہ، حنابلہ اور شوافع کے نزدیک نیابت جائز ہے، اور اس کی طرف سے کوئی اور

---

(۱) التقریر والتحبیر ۲/۳۷۰

(۲) مسلم الثبوت ۱/۳۹۵، [illegible]

(۳) دیکھئے: رد المحتار ۲/۳۳۲–۳۳۳

(۴) دیکھئے المغنی ۳/۳۴

(۵) النہر الفائق ۲/۲۰۳

(۶) بخاری، عن ابن عمر، حدیث نمبر ۵۱۱۲، کتاب النکاح

(۷) کتاب الام ۵/۷۹

شخص حج بدل کرسکتا ہے، (۱) مالکیہ کے نزدیک زندہ شخص کی طرف سے حج بدل کی گنجائش نہیں۔ (۲)

(حج بدل کی شرائط اور احکام کے لئے "حج" کا لفظ ملاحظہ کیا جاسکتا ہے)۔

نیت

نیت کے لغوی معنی "قصد و ارادہ" کے ہیں، یہ لفظ "ی" کے تشدید کے ساتھ بھی آتا ہے، اور بغیر تشدید کے بھی، (۳) شریعت کی اصطلاح میں نیت کی تعریف اس طرح کی گئی ہے قصد الطاعة والتقرب الی اللہ فی ایجاد الفعل۔ (۴)

اس پر یہ شبہ ہوسکتا ہے کہ "جیسے نیت وجودی اور ایجابی افعال سے متعلق ہوتی ہے مثلاً "نماز، روزہ، زکوۃ" اسی طرح نیت کا تعلق بعض اوقات کسی فعل کے ترک سے بھی ہوتا ہے، چنانچہ شریعت کی منہیات سے بچنا بھی ایک فعل ہے، حالانکہ اس میں کسی فعل کو وجود میں نہیں لایا جاتا" — لیکن یہ شبہ صحیح نہیں، منہیات کے نہ کرنے کی دو صورتیں ہیں، ایک یہ کہ اس کے کرنے پر قادر نہیں تھا اس لئے اس سے محفوظ رہا، دوسری صورت یہ ہے کہ باوجود قدرت کے آدمی اپنے آپ کو شریعت کی منہیات سے بچائے، یہ فقہ کی اصطلاح میں "کف" ہے، اور اس پر اجر و ثواب بھی ہے، پس "کف" بھی من جملہ افعال کے ایک ہے۔ (۵)

تاہم پھر بھی یہ شبہ باقی رہتا ہے کہ نیت کا تعلق صرف طاعت ہی سے نہیں ہے بلکہ معصیت سے بھی ہے، بلکہ بعض اوقات ایک ہی فعل نیت کی وجہ سے معصیت کے دائرہ میں آجاتا ہے، اسی لئے حموی نے نیت کی جو تعریف کی ہے اس کا خلاصہ یہ ہے:

توجه القلب الى ايجاد فعل او تركه۔ (۶)

یہ تعریف فعل و ترک اور طاعت و معصیت سب کو شامل ہے۔

نیت کا مقصود

نیت کا مقصود بنیادی طور پر دو ہے: اول دو عبادتوں کے درمیان امتیاز پیدا کرنا، چنانچہ نیت ہی کے ذریعہ فرض اور نفل میں، ظہر اور عصر میں، ادا و قضاء میں، واجب و نفل روزوں اور صدقات واجبہ اور صدقات نافلہ میں امتیاز قائم ہوتا ہے، — دوسرا مقصد عبادات اور عادات میں امتیاز پیدا کرنا ہے، مثلاً کھانے کا ترک کرنا، علاج و پرہیز اور بھوک نہ ہونے کی وجہ سے بھی ہوسکتا ہے، اور روزہ کی غرض سے بھی، مسجد میں بیٹھنا استراحت کے لئے بھی ہوسکتا ہے، اور نماز کے انتظار میں بھی، ان میں دوسری صورت عبادت کی ہے، اور پہلی صورت عادت کی قبیل سے ہے، نیت ہی کے ذریعہ ایک عمل کی ان دو حیثیتوں کے درمیان امتیاز قائم ہوتا ہے۔

عبادت کی تعیین

چونکہ نیت کا مقصود امتیاز پیدا کرنا اور اشتباہ کو دور کرنا ہے، اسی لئے جن عبادتوں میں اشتباہ پیدا ہوسکتا ہے، ان میں عبادت کی تعیین ضروری ہے، اور جہاں اشتباہ نہ ہو، وہاں صرف اس عبادت کی نیت کافی ہوگی، اس کی تعیین ضروری نہیں — اس کو اس طرح سمجھنا چاہئے کہ بعض عبادتوں کے لئے ایسا وقت رکھا گیا ہے کہ وہ عبادت پورے وقت کا احاطہ کرلیتی ہے، اس وقت میں وہ عبادت ایک سے زیادہ دفعہ نہیں کی جاسکتی، جیسے روزہ، کہ طلوع صبح سے غروب آفتاب تک روزہ کا وقت ہے، روزہ اس پورے وقت کو گھیرے ہوا ہے، اس لئے ایک دن میں دو روزہ رکھنا ممکن نہیں، ایسے وقت کو اصطلاح میں "معیار" کہا جاتا ہے، لہٰذا رمضان

---

(۱) ردالمحتار ۳۹۸/۲-۳۳۸، الفقه الإسلامي و أدلته ۳۹۸/۲

(۲) الشرح الصغير ۱۵/۲-۱۶

(۳) الأشباه والنظائر لابن نجيم ۲۹

(۴) الأشباه والنظائر ۴۳

(۵) دیکھئے الأشباه والنظائر ۲۹

(۶) غمز عيون البصائر ۵۱/۱

المبارک کے مہینہ میں اس ماہ کے روزہ کے لئے صرف روزہ کی نیت کر لینا کافی ہے، روزۂ رمضان کی تعیین ضروری نہیں، بلکہ اگر کوئی صحت مند مقیم آدمی رمضان میں کسی اور واجب یا نفل روزہ کی نیت بھی کرلے تو اس کا اعتبار نہیں، کیونکہ جو چیز خود شارع کی طرف سے متعین ہو اس میں نیت لغو اور غیر معتبر ہے۔

بخلاف نماز کے، کہ نماز کے وقت میں وسعت ہے، ہر فرض نماز کے لئے شریعت نے اتنا وسیع وقت رکھا ہے کہ اس میں کتنی ہی نمازیں ادا کی جا سکتی ہیں، ایسے وقت کو اصول فقہ کی اصطلاح میں "ظرف" کہا جاتا ہے، اس لئے اس میں نماز کی تعیین بھی ضروری ہے کہ مثلاً وہ نماز ظہر ادا کر رہا ہے، تعیین کا مطلب یہ نہیں کہ وہ زبان سے نماز ظہر کا تکلم کرے، بلکہ ذہن میں اس کا استحضار ہونا چاہئے کہ اگر اس سے دریافت کیا جائے کہ تم کون سی نماز پڑھ رہے ہو؟ تو وہ بلا تامل جواب دے سکے، اسی لئے اگر وہ اس وقت میں فرض ادا کرنے کے بجائے نفل نماز ہی پڑھتا رہے تو یہ نماز نفل ہی شمار ہوگی اور اس کی نیت معتبر ہوگی۔

حج کے لئے بھی مقررہ اوقات ہیں، لیکن حج کے وقت کو بعض اعتبار سے "معیار" سے مشابہت ہے اور بعض اعتبار سے "ظرف" سے، اس اعتبار سے کہ ایک سال میں ایک ہی حج کیا جا سکتا ہے، ایک سے زیادہ حج نہیں کیا جا سکتا، یہ روزہ کے مماثل معلوم ہوتا ہے، اور اس لحاظ سے کہ افعال حج نے ایام حج کا احاطہ نہیں کیا ہوا ہے، اس کو نماز سے مماثلت ہے، اسی لئے فقہاء نے نیت کے مسئلہ میں اس کا حکم درمیانی رکھا ہے، یعنی جس شخص پر حج فرض ہوا گر وہ صرف حج کی نیت کرلے، حج فرض کی تعیین نہ کرے تو حج کے لئے یہ نیت کافی ہوگی، لیکن اگر وہ تعیین کے ساتھ حج نفل ہی کی نیت کرلے تو گو اس کا یہ عمل درست نہ ہوگا، لیکن حج نفل ہی ادا ہوگا، حج فرض اس کے ذمہ باقی رہ جائے گا۔

فقہاء نے اس سلسلہ میں ایک ضابطہ یہ بھی مقرر کیا ہے، کہ تعیین نیت مختلف جنس کی چیزوں میں امتیاز پیدا کرنے کے لئے ہے، اسی لئے ایک ہی جنس میں تعیین غیر مفید ہے، اس لئے اگر تعیین میں غلطی بھی کر جائے تو کوئی نقصان نہیں، اور جہاں مختلف جنس موجود ہوں ان میں تعیین ضروری بھی ہے اور معتبر بھی، اسی لئے اگر ان میں تعیین میں غلطی کر بھی جائے تو اس کا اثر مرتب ہوگا — پھر فقہاء کے نزدیک جنس کے ایک، اور مختلف ہونے کا تعلق سبب سے ہے، سبب ایک ہو تو اس سے متعلق افعال کی جنس ایک ہی متصور ہوگی، جیسے رمضان کے روزے، کہ ماہ رمضان کی آمد پورے تیس روزوں کا سبب ہے، اس لئے تمام روزے گویا ایک ہی جنس کے ہیں، اسی لئے اگر کوئی پندرہ رمضان کا روزہ رکھ رہا ہو اور نیت کے وقت اس کو خیال ہے کہ آج سولہ رمضان ہے تو اس سے کوئی نقصان نہیں، اس کے برخلاف ہر نماز کا سبب الگ الگ اوقات ہیں، اسی لئے ان کی جنس مختلف سمجھی جائے گی، ظہر و عصر کی جنس الگ ہے، اور دونوں کی ظہر بھی الگ الگ جنس سے متعلق ہے، اس لئے اگر کوئی شخص ظہر میں عصر کی یا آج کے ظہر میں کل گذشتہ کے ظہر کی نیت کرلے تو جو فریضہ ادا کرنا تھا وہ ادا نہیں ہو پائے گا۔(۱)

نیت میں خطاء

اسی سے متعلق ایک اور ضابطہ یہ ہے کہ نیت میں جن چیزوں کی تعیین مطلوب نہیں، اگر ان کی تعیین میں غلطی کر جائے تو اس سے کچھ نقصان نہیں، جیسے نماز پڑھنے کی جگہ، نماز پڑھنے کا وقت، فرض نمازوں میں رکعت کی تعداد، رکوع و سجدہ کی تعداد وغیرہ — اگر ان امور میں کوئی شخص غلطی کر جائے جیسے ظہر کی چار رکعت کی بجائے دو رکعت کی نیت کرلے تو اس سے کوئی حرج نہیں۔(۲)

---

(۱) ملخص از الاشباہ والنظائر لابن نجیم ۳۱-۳۰

(۲) ملخص از الاشباہ والنظائر ۳۳

منوی کی صفت کا متعین کرنا

نیت سے متعلق ایک مسئلہ ''منوی'' (جس کی نیت کی جارہی ہو) کی ''صفت'' متعین کرنے کا ہے، یعنی یہ فرض ہے یا نفل، اور ادا ہے یا قضاء، چنانچہ نماز میں فرائض اور واجبات کے بارے میں تعیین ضروری ہے، نوافل اور سنتیں مطلق نیت سے بھی ادا ہوجاتی ہیں، رمضان کے روزہ میں فرض کی تعیین ضروری نہیں، مطلق نیت کافی ہے، زکوۃ میں فرض کی نیت ضروری ہے، جس شخص پر حج فرض باقی ہو اس کے لئے حج کی نیت کافی ہے، کفارہ اور قضاء کے روزوں میں تعیین ضروری ہے، کسی مکروہ کے ارتکاب یا ترک واجب کے لئے نماز لوٹائی جائے تو یہ نیت ضروری ہے کہ یہ نماز جبر و تلافی کی ہے۔ (۱)

ایک فعل میں دو عبادتوں کی نیت

ایک فعل میں دو عبادتوں کی نیت کی جائے تو اس کی دو صورتیں ہیں، جو فعل وسائل کے قبیل سے ہو، تو نیت میں دونوں کو جمع کرنا درست ہے، جیسے جمعہ کے دن غسل کرے اور نیت دفع جنابت کے لئے ہو، اور جمعہ کے دن غسل ادا کرنے کی سنت ادا کرنا بھی مقصود ہو تو یہ دونوں ہی باتیں جمع ہوں گی، پاکی بھی حاصل ہوجائے گی اور سنت بھی ادا ہوجائیگی، کیونکہ غسل وسیلہ ہے نہ کہ مقصود۔

اور اگر وہ فعل مقاصد میں سے ہو نہ کہ وسائل میں سے، تو اگر دونوں نفل ہیں تو یہ عمل دونوں کی طرف سے کفایت کرجائے گا، جیسے فجر کے وقت مسجد میں دو رکعت نماز ادا کی اور اس سے سنت فجر کی بھی نیت کی اور تحیۃ المسجد کی بھی، تو دونوں سنتیں ادا ہوجائیں گی، — اگر فرض اور کسی نفل کی نیت کی یا دو فرائض کی نیت کی تو ان صورتوں میں اختلاف ہے، امام ابو یوسفؒ کے نزدیک پہلی صورت میں فرض ادا ہوگا نہ کہ نفل، اور امام محمدؒ کے نزدیک نہ فرض ادا ہوگا اور نہ نفل، اور دوسری صورت کے بارے میں بھی اختلاف رائے ہے، جس کی تفصیل کتب فقہ میں مذکور ہے۔ (۲)

نیت کا وقت

اصل میں نیت کا وقت فعل سے ما قبل ہے، یعنی جس عبادت کی نیت کر رہا ہے، اس عبادت کے شروع کرنے سے پہلے نیت کرلے تاکہ نیت پوری عبادت کو شامل رہے، عمل شروع ہوجائے اور اس کے بعد نیت کی جائے یہ درست نہیں، اس لئے کہ ایسی صورت میں عمل کا ایک حصہ نیت سے خالی رہا — پھر افضل طریقہ تو یہ ہے کہ نیت عمل سے متصل ہو، یعنی نیت کی جائے اور فعل شروع ہوجائے، نماز کی نیت تکبیر تحریمہ کے وقت کی جائے، زکوۃ کی نیت فقیر کو مال دیتے وقت کی جائے، لیکن چونکہ ہمیشہ اور ہر عمل میں نیت کو عبادت سے متصل رکھنا دشوار ہے، اس لئے فقہاء نے ایک تو نیت کے اتصال کی دو صورتیں کردیں، ایک اتصال حقیقی اور دوسرے اتصال حکمی، اتصال حقیقی یہ ہے کہ ٹھیک اس فعل کو شروع کرتے وقت نیت کی جائے، اور اتصال حکمی یہ ہے کہ نیت اور اس فعل کے درمیان کوئی قاطع نیت امر کا فصل نہ ہو، جیسے نماز کا ارادہ کیا، وضو کرکے آئے پھر کھانے لگے تو یہ کھانا قاطع نیت ہے، اس لئے دوبارہ نیت ضروری ہوگی، اور اگر نماز کے ارادہ ہی سے وضوء کیا، وضو کرکے مسجد آئے اور نماز شروع کردی، نیت کی تجدید نہیں کی، تو وہی پہلی نیت کافی ہوجائے گی، اس لئے کہ چونکہ اس کا چلنا اور آنا بھی نماز ہی کی طرف تھا، تو اس کا یہ فعل نماز کی نیت کے لئے قاطع نہیں ہوا۔ (۳)

دوسرے بعض صورتوں کو اول عبادت میں نیت کی شرط سے مستثنیٰ کیا گیا ہے، ان میں ایک روزہ ہے، روزہ کا ابتدائی وقت

---

(۱) ملخص از: الأشباه والنظائر ۳۰-۳۹

(۲) حوالۂ سابق ۴۰-۴۱

(۳) حوالۂ سابق ۴۳-۴۴

طلوع صبح ہے، یہ نیند کا وقت ہوتا ہے، اس لئے اگر اس وقت نیت کو ضروری قرار دیا جاتا تو سخت دشواری کا باعث ہوتا، اس لئے قبل از وقت بھی نیت کی جا سکتی ہے، — اسی طرح حج کی نیت احرام باندھتے وقت ہی کر لی جاتی ہے، حالانکہ حج کے افعال بعد میں انجام دیئے جاتے ہیں، کیونکہ رسول اللہ ﷺ سے یہ عمل اسی طرح منقول ہے۔

زکوٰۃ اور صدقۃ الفطر میں بھی فقیر کو مال حوالہ کرتے وقت ہی نیت کرنا ضروری نہیں، اگر زکوٰۃ کی نیت سے مال الگ کر دیا گیا، اور اس میں فقراء کو دیا جاتا رہا، یا زکوٰۃ کا مال کسی شخص کے حوالہ کر دے کہ وہ اسے حسب ضرورت فقراء پر تقسیم کرے، تو گو فقراء کو ادا کرتے وقت زکوٰۃ کی نیت نہیں کی جا رہی ہے، حالانکہ وہی وقت عبادت ہے، اس لئے اسی وقت میں نیت کی جانی چاہئے، لیکن یہ صورت بھی اول وقت میں نیت کے حکم سے مستثنیٰ ہے۔(۱)

زبان سے نیت کا تلفظ

نیت کی جو تعریف اوپر کی گئی ہے، اسی سے یہ بات ظاہر ہے کہ نیت قلب کا فعل ہے نہ کہ زبان کا، اس لئے اس میں کوئی اختلاف نہیں کہ قلب کی شرکت کے بغیر محض زبان سے نیت کا اظہار کافی نہیں، زبان سے کسی عبادت کی نیت کا تلفظ کر لیا لیکن قلب میں اس کا کوئی استحضار نہیں تو ایسی نیت ناکافی ہے، اسی لئے اگر زبان سے تکلم اور دل کے ارادہ میں فرق ہو، دل میں خیال ہو کہ عصر کی نماز ادا کر رہا ہے اور زبان سے نیت کرتے ہوئے ظہر کا نام لیا تو اعتبار دل کے ارادہ کا ہوگا نہ کہ زبان کے تلفظ کا۔(۲)

اسی لئے اس میں کوئی اختلاف نہیں کہ کسی بھی عبادت میں نیت کا تلفظ ضروری نہیں، البتہ اس میں اختلاف ہے کہ پھر زبان سے تلفظ کا حکم کیا ہے؟ یہ مستحب ہے یا مسنون ہے یا مکروہ؟ فقہاء میں بعض مشائخ نے زبان سے نیت کو مکروہ قرار دیا ہے، علامہ ابن ہمام نے لکھا ہے کہ رسول اللہ ﷺ اور آپ ﷺ کے صحابہ رضی اللہ عنہم سے کسی صحیح یا ضعیف حدیث سے نیت کا تلفظ ثابت نہیں، اور ابن امیر الحاج کا بیان ہے کہ ائمہ اربعہ میں سے کسی سے بھی نیت کا تلفظ ثابت نہیں، بعض اہل علم نے زبان سے نیت کو مسنون خیال کیا ہے، اور قنیہ اور مجتبیٰ میں ہے کہ زبان سے تلفظ مستحب ہے،(۳) ڈاکٹر زحیلی نے نقل کیا ہے کہ عام طور پر حنفیہ، شوافع اور حنابلہ زبان سے بھی نیت کے تلفظ کو بہتر سمجھتے ہیں، اور مالکیہ کے نزدیک نیت کو زبان سے ادا نہیں کرنا بہتر ہے،(۴) صاحب ہدایہ کا خیال ہے کہ جن لوگوں کی قوت ارادی کمزور ہو اور نیت میں جماؤ نہ پیدا ہوتا ہو، ان کے لئے زبان سے نیت کا ادا کر لینا بہتر ہے،(۵) گویا جن لوگوں کو قوت ارادی حاصل ہے، اور ارادہ و خیال میں ارتکاز ہو ان کے لئے صرف دل سے قصد و ارادہ کرنے پر اکتفاء کر لینا بہتر ہے، خیال ہوتا ہے کہ یہ قول زیادہ قرین صواب اور قرین مصلحت ہے۔ واللہ اعلم

نیت کے درست ہونے کی شرطیں

نیت کے درست اور معتبر ہونے کے لئے کچھ شرطیں تو وہ ہیں جو مخصوص افعال یعنی نماز، روزہ، زکوٰۃ وغیرہ سے متعلق ہیں، اور کچھ شرطیں عمومی نوعیت کی ہیں، جو ہر عمل کی نیت کے ساتھ ضروری ہیں، یہ چار ہیں:

۱) مسلمان ہونا — اس لئے کافر کی نیت کا اعتبار نہیں، اگر کافر حالت کفر میں تیمم کر لے اور پھر مسلمان ہو تو اس تیمم سے

---

(۱) دیکھئے الفقہ الإسلامی وأدلتہ ۱/۱۶۸-۱۶۹

(۲) الأشباہ والنظائر ۲۰-۲۵

(۳) حوالۂ سابق ۲۹

(۴) الفقہ الإسلامی وأدلتہ ۱/۹۹

(۵) دیکھئے الأشباہ والنظائر ۲۹

نماز نہیں پڑھ سکتا، کیونکہ تیمم کے لئے نیت ضروری ہے، اور کافر کی نیت غیر معتبر ہے، البتہ حنفیہ کے یہاں وضوء و غسل میں نیت ضروری نہیں، اس لئے حالت کفر کا وضوء و غسل معتبر ہے۔

۲) تمیز یعنی باشعور ہو، چنانچہ ایسے بچہ کی نیت معتبر نہیں جو اس عبادت کا شعور نہ رکھتا ہو، یہی حکم مجنون کا ہے اور اس شخص کا بھی جو نشہ کی حالت میں ہو۔

۳) جس چیز کی نیت کر رہا ہو اس سے آگاہ ہو، مثلاً ایک شخص نماز کے فرض ہونے ہی سے واقف نہیں، اگر ایسا شخص نماز کی نیت کرے تو ظاہر ہے کہ نیت معتبر نہیں ہوگی، بعض اہل علم نے اس سے حج کو مستثنیٰ کیا ہے، کیونکہ حج میں مبہم احرام بھی درست ہے، جیسا کہ حضرت علیؓ نے احرام باندھا تھا کہ اس حج کی نیت کرتا ہوں جس حج کی نیت حضور ﷺ نے کی تھی، لیکن حقیقت یہ ہے کہ اس استثناء کی بھی ضرورت نہیں، کیونکہ حضرت علیؓ حج کی فرضیت سے تو واقف تھے، ابہام صرف حج کی نوعیت میں تھا، اور چونکہ حج کی نیت اور افعال حج میں کافی فاصلہ ہوتا ہے، اس لئے تعیین کی گنجائش باقی رہتی ہے، چنانچہ اسی لئے حج کے معاملہ میں نیت کی تعیین میں تاخیر کی گنجائش رکھی گئی ہے۔

۴) نیت اور اس عمل کے درمیان کوئی منافی عمل نہ پایا جائے، اسی لئے اگر خدانخواستہ نیت کرنے کے بعد مرتد ہو جائے، اور پھر فوراً ہی تائب ہو، تو ارتداد کے درمیان میں آجانے کی وجہ سے پہلی نیت غیر معتبر ہوگی، ——— اگر نیت میں تردد کی کیفیت ہو اور اس عمل کے بارے میں عزم صمم اور جزم مفقود ہو تو اس کو بھی اہل علم نے منافی نیت عمل شمار کیا ہے، مثلاً ایک شخص خدمت کی غرض سے غلام خریدے اور نیت کرے کہ بہتر نفع آجائے گا تو اسے فروخت کر دیں گے، تو یہ مال تجارت شمار نہیں ہوگا اور اس میں زکوٰۃ واجب نہیں ہوگی، اسی طرح اگر کوئی شخص تیس شعبان کو یہ سوچ کر روزہ کی نیت کرے کہ اگر کل تیس شعبان ہو تو میں شعبان کا روزہ رکھتا ہوں، تو ایسے تذبذب سے کی جانے والی نیت معتبر نہیں ہوگی، اور روزہ درست نہیں ہوگا۔(۱)

(مختلف عبادات اور افعال میں نیت کی کیا حیثیت ہے؟

ان ہی افعال و عبادات کے ذیل میں اس کا ذکر آگیا ہے، اس لئے یہاں اس کا ذکر طول کلام کا باعث ہوگا، ویسے نیت کے سلسلہ میں مزید تفصیلات کے لئے علامہ ابن نجیم مصریؒ اور جلال الدین سیوطیؒ کی الاشباہ والنظائر اور موجودہ دور کے اہل علم میں ڈاکٹر وہبہ زحیلی کی الفقہ الاسلامی وادلتہ جلد: ۱ ملاحظہ کی جاسکتی ہیں)۔

○ ○ ○ ○

---

(۱) الأشباہ والنظائر لابن نجیم ۵۲ ، ۵۳

واجب

واجب کے لغوی معنی ضروری کے ہیں، فقہ کی اصطلاح میں جس بات کا ضروری ہونا ظنی دلیل سے ثابت ہوا سے "واجب" کہتے ہیں، دلیل ظنی سے مراد خبر واحد کے درجہ کی حدیث یا قیاس وغیرہ ہے، اس کا حکم یہ ہے کہ واجب کو کرنا باعث اجر وثواب ہے، اور اس کو بلا عذر ترک کر دینا باعث گناہ، جو شخص واجب کا انکار کرتا ہو وہ کافر تو نہیں ہوگا، لیکن گمراہ قرار دیا جائے گا۔ (۱)

واجب کی دو قسمیں ہیں، واجب علی الکفایہ اور واجب علی العین، جو عمل ہر شخص پر انفرادی حیثیت سے ضروری ہو، تو اسے واجب علی العین کہتے ہیں، جیسے وتر کی نماز، اور جو عمل انفرادی حیثیت سے واجب نہ ہو، اجتماعی حیثیت سے واجب ہو، یعنی اگر کچھ لوگ اسے انجام دے دیں تو دوسرے لوگ ترک واجب کے گنہگار نہ ہوں، تو یہ واجب علی الکفایہ ہے، جیسے: بعض اہل علم کے نزدیک دعوت دین کا کام۔

واجب کی ایک اور تقسیم کی گئی ہے، واجب معین اور واجب مخیر، اگر ایک ہی فعل کے کرنے کو ضروری قرار دیا گیا ہے تو اسے واجب معین کہتے ہیں، جیسے: عیدین، اور اگر چند باتوں میں اختیار دیا گیا ہو کہ ان میں سے کسی ایک کو کرلیا جائے تو یہ واجب مخیر ہے، ایسی صورت میں ان میں سے کوئی ایک فعل بھی انجام دے دے، تو ترک واجب کے گناہ سے بچ جائے گا۔

واجب اور فرض میں فرق یہ ہے کہ فرض کا ثبوت قطعی اور یقینی دلیل سے ہوتا ہے، جیسے: قرآن مجید، حدیث متواتر اور اجماع امت، اسی لئے جو شخص اس کا کسی مناسب تاویل کے بغیر انکار کر جائے، اس پر کفر کا حکم لگایا جائے گا، اور واجب کا ثبوت دلیل ظنی سے ہوتا ہے، اسی لئے اس کے منکر کو کافر قرار نہیں دیا جاتا، فرض اور واجب کے درمیان یہ فرق فقہاء حنفیہ کے نزدیک ہے، جمہور کے یہاں واجب کی اصطلاح نہیں، ان کے یہاں فرض اور واجب ایک ہی ہے۔ (۲)

واشمہ

واشمہ کا لفظ "وشم" سے ماخوذ ہے، "وشم" کے معنی گودنے کے آتے ہیں، یعنی عورتیں ہاتھ کی پشت یا جسم کے کسی اور حصہ پر سوئی چبھوتی تھیں جس سے خون نکل آتا، پھر اسی جگہ چونا یا سرمہ بھر دیتیں اس طرح کچھ سبز نقوش قائم ہو جاتے، یہ گویا اس زمانے کا فیشن تھا، رسول اللہ ﷺ نے گودنے والی اور گودوانے والی دونوں پر لعنت فرمائی ہے، (۳) امام نوویؒ نے اس حدیث کی تشریح کرتے ہوئے لکھا ہے کہ گودنا اور گودوانا اور گودنے کی خواہش کرنا تینوں ہی باتیں حرام ہیں، اگر چھوٹی بچی کو بڑے لوگ گودائیں، تو نابالغ چونکہ غیر مکلف ہے، اس لئے اسے تو گناہ نہیں ہوگا، لیکن جن لوگوں نے گودا ہو وہ گنہگار ہوں گے، امام نوویؒ نے لکھا ہے، کہ شوافع کے نزدیک وہ جگہ ناپاک ہو جائے گی، اور زیادہ مشقت کے بغیر اگر اس کو دور کرنا ممکن ہو تو دور کرنا واجب ہوگا۔ (۴)

وتر

عربی زبان میں "وتر" طاق عدد کو کہتے ہیں، نمازیں عام طور پر جفت عدد میں رکھی گئی ہیں دو رکعت یا چار رکعت، لیکن اس سے دو نمازوں کا استثناء ہے ایک مغرب اور دوسرے وتر، روایتوں میں پیغمبر اسلام ﷺ نے نماز وتر کو نماز مغرب سے تشبیہ دی ہے۔ (۵)

---

(۱) کتاب التعریفات ۲۵۰
(۲) ارشاد الفحول ۱/۶
(۳) مسلم ۲/۲۰۵ باب تحریم الواصلة، کتاب اللباس
(۴) شرح مسلم للنووی ۲/۲۰۵
(۵) مجمع الزوائد ۲/۲۴۲

فی الجملہ وتر کی نماز کے مطلوب ہونے پر تمام فقہاء کا اتفاق ہے، لیکن یہ کس درجہ کا مطلوب ہے؟ اس سلسلے میں اور متعدد دوسری تفصیلات میں فقہاء کے درمیان اختلاف رائے پایا جاتا ہے، مشہور محقق اور صاحب علم مولانا محمد یوسف بنوریؒ نے نماز وتر کی بابت ستر و امور میں اختلاف کا ذکر کیا ہے۔ (۱)

نماز وتر واجب ہے، یا مسنون؟

نماز وتر واجب ہے یا مسنون؟ اس سلسلے میں امام مالکؒ، امام شافعیؒ اور امام احمدؒ کا نقطہ نظر یہ ہے کہ نماز وتر واجب نہیں، بلکہ سنت مؤکدہ ہے، (۲) یہی رائے فقہاء حنفیہ میں ابو یوسفؒ اور امام محمدؒ کی ہے، (۳) خود امام ابو حنیفہؒ سے تین روایتیں نقل کی گئی ہیں، حماد بن زید نے وتر کا فرض ہونا نقل کیا ہے، یوسف بن خالد سمتی نے وجوب کا قول نقل کیا ہے، اور نوح بن مریم مروزی نے نقل کیا ہے، کہ آپ وتر کے سنت ہونے کے قائل تھے، (۴) تاہم قول مشہور وتر کا واجب ہونا ہے، شرنبلالیؒ نے لکھا ہے، کہ یہی صحیح اور امام صاحب کا آخری قول ہے۔ (۵)

حنفیہ نے ان روایات کو پیش نظر رکھا ہے:

۱) حضرت عبداللہ بن بریدہؓ سے منقول ہے کہ آپ ﷺ نے تین بار ارشاد فرمایا کہ "وتر حق ہے، جو وتر نہ پڑھے وہ ہم میں سے نہیں" "الوتر حق فمن لم یوتر فلیس منا"۔ (۶)

۲) حضرت ابو سعید خدریؓ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ بھول یا نیند کی وجہ سے جس کی نماز وتر فوت ہو جائے اسے چاہئے کہ صبح میں یا جب بھی یاد آئے اس نماز کو ادا کرلے، "من نام عن وترہ او نسیہ فلیصلہ اذا اصبح او ذکرہ"۔ (۷)

۳) حضرت خارجہ بن حذافہؓ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: "اللہ تعالیٰ نے تم پر ایک نماز کا اضافہ فرما دیا ہے، جو سرخ اونٹوں سے بھی بہتر ہے" "ان اللہ امدکم بصلاۃ ھی خیر لکم من حمر النعم"۔ (۸)

اس طرح کی اور روایات بھی ہیں جن سے حنفیہ کے نقطہ نظر کو تقویت پہنچتی ہے — خیال ہوتا ہے کہ امام ابو حنیفہؒ اور صاحبین کے درمیان تو واجب اور مسنون ہونے کا اختلاف حقیقی ہے، لیکن امام صاحبؒ اور ائمہ ثلاثہ کے درمیان تعبیر اور اصطلاح کا اختلاف ہے، چونکہ امام صاحبؒ کے نزدیک فرض اور سنت مؤکدہ کے درمیان ایک درجہ واجب کا ہے، اس لئے جو احکام فرض سے کم درجہ مؤکد ہوتے ہیں، امام صاحب ان کو واجب سے تعبیر کرتے ہیں، دوسرے فقہاء کے نزدیک چونکہ فرض اور سنت مؤکدہ کے درمیان کوئی اور درجہ نہیں، اس لئے یہ حضرات اس کو سنت مؤکدہ ہی کہتے ہیں، چنانچہ علامہ ابن قدامہؒ نے وتر کو سنن مؤکدہ میں بھی سب سے مؤکد سنت قرار دیا ہے، الوتر آکد وھو اصح، (۹) اور امام احمدؒ سے نقل کیا ہے:

> من ترک الوتر عمدا فھو رجل سوء ولا ینبغی ان تقبل لہ شھادۃ۔ (۱۰)
>
> جس نے قصداً وتر چھوڑ دی وہ بدترین آدمی ہے، اور اس کی گواہی بھی قبول نہیں کی جانی چاہئے۔

اس تاکید و اہتمام سے ظاہر ہے کہ ان حضرات کے نزدیک بھی وتر کا وہی درجہ ہے جو امام ابو حنیفہؒ کے یہاں ہے۔ واللہ اعلم

---

(۱) دیکھئے معارف السنن ۴/۲۳۶

(۲) شرح مہذب ۴/۱۹، المغنی ۲/۵۹۱

(۳) بدائع الصنائع ۱/۲۷۰

(۴) حوالۂ سابق

(۵) مراقی الفلاح ۲۰۵

(۶) ابوداؤد ۱/۲۰۱ باب فیمن لم یوتر

(۷) سنن دار قطنی ۲/۲۲ "من نام عن وترہ او نسیہ"

(۸) ترمذی، باب ماجاء فی فضل الوتر

(۹) المغنی ۲/۵۹۱

(۱۰) حوالۂ سابق

وتر کی رکعات

وتر کی رکعات کے بارے میں بھی اختلاف ہے، امام ابو حنیفہ کے نزدیک وتر کی رکعت تین ہیں، کہ وتر ایک سلام اور دو تشہد کے ساتھ تین رکعت ادا کی جائے گی (۱) کیونکہ حضرت عائشہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ رمضان اور غیر رمضان میں گیارہ رکعت سے زیادہ "صلاۃ اللیل" نہیں پڑھتے تھے، پہلے چار، پھر چار، جو تہجد کی تھیں اور اس کے بعد تین رکعت وتر کی (۲) ترمذی نے حضرت علی سے نقل کیا ہے کہ آپ ﷺ کا معمول ہر رات تین رکعت وتر ادا کرنے کا تھا، تین رکعتوں میں مفصلات کی نو سورتیں پڑھا کرتے تھے کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یوتر بثلاث (۳) حضرت عائشہؓ کی ایک روایت اس سلسلہ میں بہت واضح ہے، آپ نے فرمایا کہ آپ ﷺ چار اور تین، چھ اور تین، آٹھ اور تین یا دس اور تین رکعتیں پڑھتے تھے (۴) گویا نماز تہجد کی تعداد میں کمی بیشی ہوا کرتی تھی، نماز وتر کی تعداد ایک ہی رہتی تھی۔

ان حضرات کی تائید ان روایات سے بھی ہوتی ہے جن میں وتر میں پڑھی جانے والی سورتوں کی بابت آپ ﷺ کا معمول بیان کیا گیا ہے، جن میں تین سورتوں کا ذکر کیا گیا ہے اور کہا گیا ہے کہ ہر رکعت میں ایک سورت کی تلاوت فرمایا کرتے تھے (۵)

البتہ شوافع اور حنابلہ کے نزدیک ایک رکعت سے لے کر گیارہ رکعت تک بھی وتر کی نماز ادا کی جا سکتی ہے (۶) ان میں بھی شوافع کے نزدیک بہتر ہے کہ تین رکعت کو دو سلام سے پڑھا جائے، ویسے ایک سلام سے بھی درست ہے، پہلا سلام دو رکعت پر اور دوسرا سلام تیسری رکعت پر، لیکن فقہاء شوافع نے صراحت کی ہے کہ ایک سلام سے تین رکعت پڑھنا افضل ہے، بلکہ بعض اہل علم کے نزدیک جو امامت کر رہا ہو تاکہ فقہاء کے اختلاف سے بچتے ہوئے نماز درست ہو جائے، امام مالک کے ہاں بھی یہی قول راجح ہے، کیونکہ انھوں نے ایک رکعت وتر کا قول نقل کرنے کے بعد لکھا ہے کہ ہمارے یہاں اس پر عمل نہیں ہے، وتر تین رکعت ادا کی جائے گی: ولیس علی هذا العمل عندنا ولکن ادنی الوتر ثلاث (۷)

ان حضرات نے ان روایات سے استدلال کیا ہے جن میں ایک، تین، پانچ، سات یا اس سے زیادہ رکعات وتر کا ذکر کیا گیا ہے (۸) — حنفیہ کا قول ہے کہ ان روایات میں تین سے زیادہ رکعتوں کا ذکر ہے ان کا مقصد یہ ہے کہ آپ ﷺ تہجد اور نماز وتر مل کر اتنی رکعتیں ادا کرتے تھے، اس کے علاوہ یہ بات بعض محدثین کا اتفاق ہے کہ رات میں پڑھی جانے والی مجموعی نماز تہجد کے لئے بھی وتر کا اطلاق ہوتا ہے اور جہاں ایک رکعت وتر کا ذکر ہے وہاں یہ مراد ہے کہ وتر خواہ تین رکعت پڑھی جائے لیکن وتریت یعنی طاق ہونا ایک ہی رکعت سے ہے، اگر یہ رکعت نہ ملائی جائے تو یہ جفت عدد ہو جاتی۔

نماز وتر کا طریقہ

وتر کی نماز کا طریقہ یہ ہے کہ تینوں رکعتوں میں سورۂ فاتحہ کے ساتھ سورت ملائی جائے، حضرت عبد اللہ ابن عباسؓ اور حضرت عائشہ کی روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ ﷺ عام طور پر

---

(۱) [illegible]

(۲) ترمذی [illegible]

(۳) ترمذی [illegible]

(۴) [illegible]

(۵) [illegible]

(۶) بخاری [illegible]

(۷) موطا [illegible] باب فی صلاۃ اللیل

(۸) شرح مہذب [illegible]

(۹) [illegible]

وتر کی پہلی رکعت میں "سبح اسم ربک الاعلی" دوسری رکعت میں سورۂ کافرون اور تیسری رکعت میں سورۂ اخلاص کی تلاوت فرمایا کرتے تھے،(۱) اس لئے ان سورتوں کی تلاوت بہتر ہے، تاہم گاہے گاہے، دوسری سورتیں بھی پڑھ لیا کرے تاکہ یہ نہ محسوس ہو کہ ان ہی سورتوں کی تلاوت واجب ہے۔

دوسری رکعت میں قعدۂ اولی واجب ہے، اس قعدہ میں صرف تشہد پڑھنے پر اکتفا کرے گا، تیسری رکعت میں ثناء پڑھنے کی ضرورت نہیں، جب قراءت سے فارغ ہو تو کانوں تک ہاتھ اٹھائے، "اللہ اکبر" کہے، اور ہاتھ باندھ لے اور دعاء قنوت پڑھے، دعاء کے بعد رکوع کرے اور بقیہ نماز عام نمازوں کی طرح پوری کرے، حنفیہ کے یہاں اسی طرح سال بھر نماز وتر میں دعاء قنوت پڑھی جائے گی،(۲) حنفیہ کا استدلال حضرت ابی بن کعب ؓ کی روایت سے ہے کہ آپ ﷺ کا معمول رکوع سے پہلے نماز وتر میں دعاء قنوت پڑھنے کا تھا،(۳) علقمہ نے حضرت عبداللہ بن مسعود ؓ اور حضور ﷺ کے اصحاب سے نقل کیا ہے کہ یہ حضرات وتر میں رکوع سے پہلے دعاء قنوت پڑھتے تھے،(۴) نیز حضرت حسن کی روایت میں رمضان اور غیر رمضان کی قید کے بغیر نماز وتر میں دعاء قنوت پڑھنے کی ہدایت نبوی ﷺ کا ذکر موجود ہے۔(۵)

حنابلہ کے نزدیک بھی سال بھر نماز وتر میں دعاء قنوت پڑھی جائے گی، البتہ دعاء قنوت رکوع سے اٹھنے کے بعد پڑھے گا، تاہم اگر پہلے بھی پڑھ لے تو جائز ہے،(۶) امام شافعیؒ کے نزدیک بھی دعاء قنوت رکوع کے بعد ہی پڑھی جائے گی،(۷) البتہ ان کے نزدیک وتر میں صرف رمضان المبارک کے آخری نصف میں ہی دعاء قنوت ہے۔(۸)

وتر کی نماز عام دنوں میں تنہا تنہا ادا کی جائے گی، البتہ صرف رمضان المبارک میں جماعت کے ساتھ ادا کرنا مستحب ہے، اس میں اختلاف ہے کہ اگر جماعت سے ادا کرنے میں ابتداء شب میں وتر پڑھنی پڑے اور آخر شب میں پڑھنے کی صورت میں تنہا وتر ادا کرنی پڑے تو دونوں میں افضل کون ہے؟ قاضی خان نے جماعت سے پڑھنے کو ترجیح دی ہے اور دوسرے مشائخ نے آخر شب میں پڑھنے کو۔(۹)

دعاء قنوت

نماز وتر میں مخصوص الفاظ ہی میں دعاء قنوت پڑھنا ضروری نہیں، کوئی بھی دعاء جو قرآن و حدیث سے مشابہ ہو کی جاسکتی ہے، قیل لیس فیہ دعاء موقت،(۱۰) لیکن جو دعاء اس موقع پر پڑھنا منقول ہو اس کا پڑھنا بہتر ہے، اس موقعہ کے لئے مختلف دعائیں منقول ہیں، علامہ حلبیؒ نے اس کی طرف اشارہ کیا ہے۔(۱۱)

حنفیہ کے یہاں اس دعاء کو ترجیح ہے جو حضرت عبداللہ بن مسعود ؓ سے منقول ہے، اس دعاء کے الفاظ اس طرح ہیں:

اللّٰھم انا نستعینک ونستغفرک ونؤمن
بک ونتوکل علیک ونثنی علیک
الخیر ونشکرک ولا نکفرک ونخلع
ونترک من یفجرک، اللّٰھم ایاک نعبد

---

(۱) ترمذی ۱/۱۰۶، باب ما جاء فیما یقرأ فی الوتر
(۲) ملخص از: مراقی الفلاح وطحطاوی ۲۰۹-۲۰۵
(۳) ابن ماجہ ۸۳، نسائی ۱/۲۴۸
(۴) آثار السنن ۱۹۸
(۵) ترمذی، باب ما جاء فی القنوت فی الوتر
(۶) المغنی ۱/۲۹۸-۳۳۵
(۷) شرح مہذب ۳/۵۱۳
(۸) حوالۂ سابق ۳۲/۴
(۹) مراقی الفلاح ۲۱۱
(۱۰) کبیری ۴۱۸
(۱۱) حوالۂ سابق ۴۱۸-۴۱۹

ولک نصلی ونسجد والیک نسعی ونحفد ونرجو رحمتک ونخشی عذابک ان عذابک بالکفار ملحق ۔ (۱)

اے اللہ ! ہم آپ سے مدد کے طلب گار اور مغفرت کے خواست گار ہیں، آپ ہی پر ایمان رکھتے ہیں، بھروسہ آپ ہی پر ہے، ہر طرح کی تعریف سے آپ کی ستائش کرتے ہیں، آپ کے شکر گذار ہیں، ناشکری نہیں کرتے، جو آپ کا نافرمان ہو ہم اس سے الگ ہیں، اور اسے چھوڑتے ہیں، الٰہا! ہم آپ ہی کی عبادت کرتے ہیں، آپ ہی کے لئے نماز اور سجدہ کرتے ہیں اور آپ ہی کی طرف دوڑتے ہیں، ہم آپ کی عبادت کے لئے چستی کے ساتھ مستعد ہیں، آپ کی رحمت کے اُمیدوار ہیں، اور آپ کے عذاب سے ترساں، بیشک آپ کا عذاب کافروں پر ہوگا۔

بہتر ہے کہ اس دُعاء کے ختم پر "وصلی اللہ علی النبی وآلہ وسلم" بھی پڑھ لے، نسائی میں دُعاء قنوت کے آخر میں درود وارد ہوا ہے، اور اسی لئے فقیہ ابو اللیث نے اسی کو اختیار کیا ہے (۲) — دُعاء قنوت یاد نہ ہو تو "ربنا آتنا فی الدنیا حسنۃ وفی الآخرۃ حسنۃ وقنا عذاب النار" پڑھنا چاہئے، بعض اہل علم نے لکھا ہے کہ کم سے کم تین دفعہ "اللّٰھم اغفرلی" (اے اللہ ! مجھے معاف فرما دیجئے) ہی پڑھ لے، (۳) صدر الشہید نے صرف "یا ربی یا ربی یا ربی" پڑھنے کو کہا ہے۔(۴)

دُعاء قنوت کے سلسلہ میں فقہاء حنفیہ کے یہاں صحیح قول یہ ہے کہ امام اور مقتدی دونوں ہی آہستہ سے دُعاء قنوت پڑھیں گے، البتہ اگر مقتدی حضرات دُعاء قنوت سے واقف نہ ہوں تو کہا گیا ہے امام کا زور سے دُعاء قنوت پڑھنا مستحب ہے، استحب للامام الجھر بہ فی بلاد العجم لیتعلموا ۔ (۵)

ظاہر ہے اس کا تعلق رمضان المبارک سے ہے جب جماعت سے وتر پڑھنا بہتر ہے، تاہم بعض مشائخ نے جہراً دُعاء قنوت پڑھنے کو بہتر قرار دیا ہے، (۶) بہر حال اگر امام زور سے دُعاء قنوت پڑھے تو مقتدی کو اختیار ہے کہ یا تو آہستہ دُعاء قنوت پڑھے یا امام کی دُعاء پر آمین کرتا جائے یا خاموش رہے، البتہ مقتدی دُعاء قنوت پڑھے یا آمین کہے، آواز پست رکھے ۔ (۷)

اگر دُعاء قنوت پڑھنا بھول گیا اور رکوع میں یا رکوع سے اٹھنے کے بعد یاد آیا تو اب دُعاء قنوت نہ پڑھے اور سجدۂ سہو کرلے، اگر رکوع سے اٹھنے کے بعد فوت شدہ دُعاء قنوت پڑھ ہی لے تو اب رکوع کے اعادہ کی ضرورت نہیں، صرف سجدۂ سہو کرلینا کافی ہے، (۸) اگر مقتدی کے دُعاء قنوت شروع کرنے یا مکمل کرنے سے پہلے ہی امام صاحب رکوع میں چلے جائیں، تو اگر دُعاء قنوت پڑھ کر امام کو رکوع میں پانا ممکن ہو تو دُعاء قنوت پوری کرکے پھر رکوع میں جائے اور اگر رکوع کے فوت ہونے کا اندیشہ ہو تو امام کی اتباع کرتے ہوئے اس کے ساتھ ہی رکوع میں چلا جائے، نیز اگر امام نے دُعاء قنوت چھوڑ دی اور رکوع میں چلا گیا تب بھی مقتدی کے لئے یہی حکم ہے کہ اگر دُعاء قنوت پڑھ کر رکوع میں امام کو پانے کی اُمید ہو تو دُعاء قنوت پڑھ لے ورنہ چھوڑ دے، (۹) — اگر وتر کی

---

(۱) مراقی الفلاح علی حاشیۃ الطحطاوی ۲۰۷

(۲) حوالۂ سابق ۲۰۹

(۳) کبیری ۴۱۸

(۴) مراقی الفلاح ۲۱۰

(۵) مراقی الفلاح ۲۰۹

(۶) دیکھئے بدائع الصنائع ۱: ۲۷۴

(۷) کبیری ۴۰۳

(۸) مراقی الفلاح ۲۱۱

(۹) ملخص از : مراقی الفلاح ۲۱۱

تیسری رکعت کے رکوع میں امام کو پائے تو وہ حکماً دعاءِ قنوت کا پانے والا تصور کیا جائے گا، یعنی جب وہ فوت شدہ رکعتوں کو ادا کرے تو دعاءِ قنوت پڑھنے کی ضرورت نہیں۔(۱)

اسی طرح اگر کوئی شخص مسبوق ہو اور وتر کی تیسری رکعت میں امام کو پائے تو امام کے ساتھ دعاءِ قنوت پڑھے گا، پھر بعد میں دعاءِ قنوت پڑھنے کی ضرورت نہیں۔(۲)

فجر میں دعاءِ قنوت

دعاءِ قنوت سے متعلق ایک اہم مسئلہ یہ ہے کہ اگر نمازِ فجر میں امام دعاءِ قنوت پڑھے جیسا کہ شوافع کا مسلک ہے تو حنفی مقتدی کو اس موقعہ پر کیا کرنا چاہئے؟ —— اس سلسلہ میں حنفیہ کے تین قول ہیں، ایک یہ کہ مقتدی خاموش کھڑا رہے، یہ امام ابوحنیفہؒ اور امام محمدؒ کی طرف منسوب ہے، دوسرا قول یہ ہے کہ امام کی اتباع کرے یعنی دعاءِ قنوت پڑھے یا آمین کہے، یہ امام ابویوسفؒ کا قول ہے، تیسرا قول (جس کو صیغۂ تمریض سے نقل کیا گیا ہے) یہ ہے کہ اس وقت امام کی مخالفت کے اظہار کے لئے مقتدی بیٹھ جائے،(۳) ان میں سے تیسرا قول تو ضعیف ہے، پہلے قول کو عام طور پر مشائخ نے ترجیح دی ہے،(۴) —— تاہم امام ابویوسفؒ کا قول اصولِ دین سے زیادہ قریب معلوم ہوتا ہے، نیز اس کی تائید فقہاءِ احناف کے اس قول سے بھی ہوتی ہے، کہ اگر عید میں غیر حنفی امام ہو اور چھ سے زیادہ تکبیراتِ زائدہ کہے تو مقتدی کو امام کی اتباع کرنی چاہئے۔ واللہ اعلم

نمازِ وتر کا وقت

نمازِ وتر کا ایک تو وقتِ مستحب ہے اور ایک اصل وقت، مالکیہ، شوافع اور حنابلہ کے نزدیک وتر کا وقت نمازِ عشاء کے بعد سے طلوعِ فجر تک ہے، اگر عشاء سے پہلے وتر پڑھ لی تو نمازِ عشاء کے بعد وتر کا اعادہ کرنا ہوگا، خواہ قصداً پہلے پڑھا ہو یا سہواً،(۵) حنفیہ کے نزدیک جو وقت نمازِ عشاء کا ہے وہی پورا وقت وتر کا بھی ہے، البتہ ترتیب کے اعتبار سے وتر کو بعد میں پڑھنا واجب ہے، قصداً عشاء سے پہلے پڑھ لینا جائز نہیں، لہٰذا حنفیہ کے نزدیک اگر وتر عشاء سے پہلے پڑھ لی، لیکن اس میں اس کے قصد و ارادہ کو دخل نہ ہو تو وتر ادا ہو جائے گی، مثلاً کسی کو بے وضوء ہونا یاد نہ تھا چنانچہ اس نے اسی حالت میں عشاء پڑھ لی، نمازِ عشاء کے بعد ناقضِ وضوء پیش آیا اور وضوء کرنے کے بعد نمازِ وتر ادا کی پھر بعد میں یاد آیا کہ اس نے نمازِ عشاء بغیر وضوء کے پڑھی تھی تو صرف نمازِ عشاء لوٹائے گا نہ کہ وتر، اور دوسرے فقہاء کے نزدیک نمازِ وتر لوٹانی ہوگی۔(۶)

وتر ادا کرنے کا مستحب وقت آخر شب ہے،(۷) چنانچہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ تہجد کی نماز دو دو رکعت پڑھی جائے اور جب صبح ہونے کا اندیشہ ہو تو وتر ادا کر لو، **صلاۃ اللیل مثنی مثنی فاذا خشیت الصبح فاوتر برکعۃ**،(۸) یہی رائے مالکیہ، شوافع اور حنابلہ کی بھی ہے۔(۹)

وجہ

"وجہ" کے معنی چہرہ کے ہیں، چہرہ کی کیا حدود ہیں؟ اس کا ذکر "وضوء" کے ذیل میں آچکا ہے، وضوء میں چہرہ کا دھونا فرض ہے، اس میں فقہاء کا اختلاف ہے۔ (تفصیل کے لئے دیکھئے: وضوء)

چہرہ انسان اور حیوان کے لئے سب سے زیادہ قابلِ احترام

---

(۱) ملخص از مراقی الفلاح ۲۱۱
(۲) کبیری ۴۰۲-۴۰۱
(۳) کبیری ۴۰۳
(۴) مراقی الفلاح ۲۱۰
(۵) المغنی ۱/۴۵۳
(۶) بدائع الصنائع ۱/۲۷۱
(۷) حوالۂ سابق
(۸) بخاری شریف ۱/۱۳۵
(۹) شرح مہذب ۳/۱۳، المغنی ۱/۴۵۳، الشرح الصغیر ۱/۲۴۴

عضو ہے، اور حسن و جمال کا مظہر بھی ہے، نیز تخلیقی طور پر اس میں ایسی لطافت بھی رکھی گئی ہے کہ وہ بہت کم چوٹ کو برداشت کرنے کی صلاحیت رکھتا ہے، اللہ تعالیٰ نے مختلف حواس کے مرکز سے چہرہ کو آراستہ کر رکھا ہے، اسی میں آنکھ ہے، جو دیکھتی ہے، ناک ہے جو خوشبو اور بدبو کو محسوس کرتی ہے، زبان ہے جو چکھتی بھی ہے، اور قوت گویائی کا مرکز بھی ہے، پھر اسی چہرہ کی پشت پر دماغ ہے جہاں سے پورے جسمانی نظام کو کنٹرول کیا جاتا ہے، غرض چہرہ حیوانی جسم کی راجدھانی کا درجہ رکھتا ہے، اسی لئے آپ ﷺ نے چہرہ پر مارنے سے منع فرمایا **نهى النبي صلى الله عليه وسلم عن الضرب في الوجه.** (۱) اس لئے فقہاء نے لکھا ہے کہ نہ انسان کے چہرہ پر مارنا جائز ہے اور نہ حیوان کے منہ پر، البتہ انسان کے بارے میں یہ حکم زیادہ سخت ہے، **لكنه في الآدمي اشد.** (۲)

ودی

"ودی" اس سفید گاڑھے اور بو سے خالی مادہ کو کہتے ہیں جو پیشاب کے بعد یا ناقابل برداشت بوجھ اٹھانے کے وقت قطرہ دو قطرہ نکل آتا ہے، (۳) یہ بھی ناپاک ہے اور اس کا حکم پیشاب کا سا ہے، (۴) اس کے ناقض وضوء ہونے پر اجماع ہے، (۵) یہی رائے حنفیہ کی بھی ہے، (۶) اور اس بات پر بھی اجماع ہے کہ اس سے غسل واجب نہیں۔ (۷)

ودیعت

کسی کو اپنے مال کی حفاظت کا ذمہ دار بنانے کو کہتے ہیں، (۸) صاحب مال کو "مودِع" (دال کے زیر کے ساتھ)، جس کو امین بنایا جائے اس کو "مودَع" (دال کے زبر کے ساتھ) اور مال امانت کو "ودیعت" کہتے ہیں۔

ودیعت کا ثبوت

ودیعت کا ثبوت کتاب اللہ سے بھی ہے، سنت رسول ﷺ سے بھی اور اجماع سے بھی، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ امانتیں ان کے مالکان کے حوالہ کرو (النساء: ۵۸) ایک اور موقعہ پر ارشاد ہوا کہ جب تم میں سے ایک شخص نے دوسرے پر اعتماد کیا ہے یعنی اپنی امانت اس کے پاس رکھی ہے، تو اسے بھی اس کا لحاظ چاہئے اور صاحب امانت کو اس کی امانت واپس کر دینی چاہئے، (البقرۃ: ۲۸۳) اس کے علاوہ قرآن مجید نے ایک اصولی حکم دیا ہے کہ اچھے کاموں میں ایک دوسرے کا تعاون کریں **تعاونوا على البر والتقوى،** (المائدہ: ۲) اور ظاہر ہے کہ کسی کے سامان کی حفاظت اور دیانت کے ساتھ واپسی بھی اسی قبیل سے ہے۔

حدیث میں ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ جو شخص تمہارے پاس امانت رکھے، اس کی امانت کو واپس کرو اور جو تمہارے ساتھ خیانت کا ثبوت دے اس کے ساتھ خیانت کا معاملہ نہ کرو، **ادّ الامانة الى من ائتمنک ولا تخن من خانک،** (۹) نیز خود رسول اللہ ﷺ کے پاس ہجرت کے وقت اہل مکہ کی امانتیں تھیں، آپ ﷺ نے ان کو اپنی باندی ام ایمنؓ کے پاس رکھا ہوا تھا، جب آپ ﷺ نے ہجرت فرمائی تو حضرت علیؓ کو ان امانتوں کے اہل حق تک پہنچانے کا ذمہ سونپا، (۱۰) ——— نیز علامہ ابن قدامہؒ نے

---

(۱) مسلم ۲/۳۹۲

(۲) شرح نووی علی مسلم ۲/۳۲۷

(۳) مراقی الفلاح وطحطاوی ۵۵

(۴) الفقہ الاسلامی وادلتہ ۱/۵۲

(۵) المغنی ۱/۱۱۱

(۶) ہندیہ ۱/۱۰

(۷) مراقی الفلاح ۵۵

(۸) "هو تسليط الغير على حفظ ماله" فتاویٰ عالمگیری

(۹) ابوداؤد عن ابی هريرة ۲/۴۹۸، ترمذی ۱/۲۳۹

(۱۰) المغنی ۶/۳۰۰

اس پر مسلمانوں کا اجماع و اتفاق نقل کیا ہے، (۱) اسی لئے علامہ ابو اسحاق شیرازی نے لکھا ہے کہ جو لوگ سامان ودیعت کی حفاظت پر قادر ہوں اور امانت کے ساتھ اس کو واپس کرنے کے بارے میں مطمئن ہوں، ان کے لئے ودیعت کو قبول کرنا مستحب ہے۔ (۲)

ارکان

اس معاملہ کے مکمل ہونے کے لئے ایک کی طرف سے پیشکش اور دوسرے کی طرف سے قبولیت کا اظہار ضروری ہے، یہ پیشکش اور قبولیت کھلے لفظوں میں بھی ہو سکتی ہے، مثلاً ایک شخص کہے کہ میں یہ سامان تمہارے پاس بطور ودیعت کے رکھتا ہوں، اور دوسرا شخص کہے کہ میں اس کا امین بننا قبول کرتا ہوں، اور الفاظ کے بجائے قرائن سے طرفین اس پر آمادگی کا اظہار کریں تو بھی کافی ہے، مثلاً ایک شخص کوئی سامان لا کر کسی کے پاس خاموشی سے رکھ دے اور وہ بھی خاموشی سے اسے رکھ لے، یا ایک شخص کہے کہ یہ سامان اپنے پاس بطور امانت رکھ لو اور وہ اس کے مقابلہ میں خاموشی اور سکوت اختیار کر لے تو اس خاموشی کو رضامندی تصور کرتے ہوئے اس معاملہ کو مکمل سمجھا جائے گا اور اگر اس خاموش رہنے والے شخص کی غفلت اور بے احتیاطی سے یہ چیز ضائع ہو گئی تو وہ اس کا ضامن ہوگا۔

شرطیں

اس معاملہ کے صحیح ہونے کے لئے ضروری ہے کہ مال قبضہ میں ہو، ایسا نہ ہو جس پر قبضہ دشوار ہو مثلاً فضا میں اڑتے ہوئے پرندے، سمندر میں غرق شدہ سامان، یا بھاگے ہوئے جانور کا بطور ودیعت کسی کو ذمہ دار بنانے کا اعتبار نہیں، اسی طرح صاحب مال پاگل اور بے عقل بچہ بھی نہ ہو، ایسے شخص سے بطور ودیعت کوئی چیز قبول کرنا صحیح نہیں۔

حکم

اس کا حکم یہ ہے کہ جس نے حفاظت کی ذمہ داری قبول کی ہے وہ حفاظت کرے، اس مال کی حیثیت امانت کی ہوگی، وہ یہ مال کسی کو بطور عاریت یا رہن یا کرایہ یا خود امانت کے طور پر نہیں دے سکتا، پھر جب بھی مال کا مالک اس کی واپسی کا مطالبہ کرے، واپس کر دینا ہوگا۔

اگر محافظ کی تعدی یا غفلت و کوتاہی کے بغیر ہی سامان ضائع ہو گیا تو وہ اس کا ضامن اور ذمہ دار نہ ہوگا اور اگر اس کے ضائع ہونے یا عیب دار ہونے میں اس کی زیادتی یا غفلت کو دخل تھا تو وہ اس کا ذمہ دار ہوگا اور اس کی قیمت ادا کرنی پڑے گی۔

مال ودیعت کی حفاظت کس طرح کی جائے؟

ودیعت کے بنیادی احکام دو ہیں، اول یہ کہ مال ودیعت کی حتی المقدور حفاظت "مودَع" کی ذمہ داری ہے، دوسرے جب تک مودَع کی طرف سے حفاظت میں کوئی کوتاہی صادر نہ ہو، اس کی حیثیت امین کی ہے، اور اگر وہ کوتاہی اور تعدی کا ثبوت دے، تو اب وہ مال ودیعت کا ضامن ہے —— اس لئے ودیعت کے احکام میں دو بحثیں خاص طور پر قابل توجہ ہیں:

۱) مودع کو کس طور پر مال ودیعت کی حفاظت کرنے کا حق حاصل ہے؟
۲) مال ودیعت کن صورتوں میں قابل ضمان ہو جایا کرتا ہے؟

مال ودیعت کی حفاظت کے لئے مودع کو وہ طریقے اختیار کرنے درست ہیں، جو وہ خود اپنے مال کی حفاظت کے لئے کرتا ہے، جیسے خود اپنے پاس مال رکھے یا اپنی بیوی، بال بچوں اور زیر پرورش لوگوں کے ذریعہ مال کی حفاظت کرے، یا کوئی اور شخص جس کے پاس عادۃً حفاظت کے لئے مال رکھا جاتا ہے اس کے پاس،

---

(۱) المغنی ۶؍۳۰۰

(۲) شرح مہذب ۱۳؍۱۷۶

جیسے اس کا کاروباری پارٹنر، یہ بھی جائز ہے، نیز اگر کسی وجہ سے مال کی حفاظت خطرہ میں پڑ جائے جیسے آگ لگ جائے، پانی میں ڈوب جانے کا خطرہ ہو تو اس وقت مال کی حفاظت کی جو بھی امکانی تدبیر ہو جیسے پڑوسی کے پاس مال پھینک دینے میں اس کے بچ جانے کا امکان ہو، یا اور کوئی کشتی جاری ہو اور اس کشتی سے اس کشتی میں مال پھینک دے تو یہ صورت بھی جائز ہے۔(۱)

امین کب ضامن ہوگا اور کب نہیں؟

جیسا کہ مذکور ہوا مال ودیعت بنیادی طور پر امانت ہے، اور اگر مودع کی کسی کوتاہی اور تعدی کے بغیر مال ضائع ہو گیا تو مودع پر اس کی کوئی ذمہ داری نہیں، ائمہ اربعہ اور قریب قریب تمام ہی فقہاء کا اس پر اتفاق ہے،(۲) چنانچہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ امین پر ضمان نہیں، لاضمان علی مؤتمن،(۳) ہاں اگر مودع نے مال ودیعت میں کوتاہی کی یا اس کی تعدی کی وجہ سے مال ودیعت ضائع ہو گیا تو اب یہ مال امانت کے بجائے قابل ضمان ہو جائے گا، اور مودع کو اس کا ضمان ادا کرنا ہوگا۔

کن صورتوں میں مودع کی کوتاہی سمجھی جائیگی اور اس کو ضامن قرار دیا جائے گا؟ اس سلسلہ میں فقہاء نے بعض صورتوں کی تصریح کی ہے، یہاں ان کا تذکرہ مناسب ہوگا۔

۱) مودع مال کی حفاظت ترک کردے، جیسے کسی شخص کو سامان ودیعت چوری کرتے ہوئے دیکھے اور باوجود قدرت کے روکنے کی کوشش نہ کرے۔(۴)

۲) عادۃً جن لوگوں کے پاس حفاظت کے لئے مال رکھا جاتا ہے، بجائے ان کے دوسروں کے پاس مال رکھ دے، اگر اس دوسرے شخص کے پاس سے مال ہلاک ہو گیا تو امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک صاحب مال پہلے مودع سے اس کا ضمان وصول کرے گا نہ کہ دوسرے سے، صاحبین کے نزدیک ان میں سے جس سے چاہے وصول کرے، یہی رائے شوافع کی بھی ہے۔(۵)

۳) مال ودیعت میں تعدی کرے یعنی صاحب ودیعت کی اجازت کے بغیر اسے استعمال کرے، جیسے جانور پر سواری کرے یا کپڑے کو پہن لے، تاہم اگر یہ تعدی دور ہو جائے تو پھر وہ مال امانت کی حیثیت اختیار کرلے گا، امام شافعیؒ اور دوسرے فقہاء کے نزدیک استعمال کرنے کے بعد اب وہ بہر حال اس کا ضامن ہے، چاہے کسی آفت سماوی کی وجہ سے کیوں نہ ضائع ہو جائے۔(۶)

۴) امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک مودع مال ودیعت کو ساتھ لے کر سفر کر سکتا ہے، گو اس سامان کو ساتھ لے جانے میں باربرداری اور اخراجات بھی پیش آئیں، صاحبین کے نزدیک اگر اس کو ساتھ لے جانے میں اخراجات وغیرہ کا مسئلہ درپیش ہو تو مال ودیعت کو ساتھ لے جانا جائز نہیں، مالکیہ، شوافع اور بلا اجازت حنابلہ کے نزدیک مال ودیعت کو سفر میں لے جانا درست نہیں۔(۷)

۵) اگر صاحب ودیعت نے اپنا مال طلب کیا اور مودع انکار کر گیا، اس کے بعد پھر وہ ودیعت کا اعتراف کرتا ہے، اور کہتا ہے کہ مجھ سے وہ مال ضائع ہو گیا تو مودع کی اس بات کا اعتبار نہیں، اور اب وہ مال ودیعت کا ضامن ہوگا، کیونکہ انکار کے بعد اس کی حیثیت غاصب کی ہوگی، اور غاصب مال مغصوب کا ضامن ہوتا ہے۔(۸)

۶) اگر مودع نے مال ودیعت کو اپنے مال کے ساتھ اس

---

(۱) بدائع الصنائع ۲۰۸/۶، ہندیہ ۳۳۸/۴-۳۳۹

(۲) المغنی ۳۰۰

(۳) دیکھئے نصب الرایۃ ۱۱۵/۴

(۴) شرح مہذب ۱۸۸/۱۴

(۵) ہدایہ مع الفتح ۴۹۵/۸، شرح مہذب ۱۸۸/۱۴، الشرح الصغیر ۵۵۸/۳

(۶) ہدایہ مع الفتح ۴۹۸/۸، شرح مہذب ۱۸۵/۱۴، الشرح الصغیر ۵۵۳/۳

(۷) ہدایہ مع الفتح ۴۹۰/۸-۴۹۱، شرح مہذب ۱۸۳/۱۴، المغنی ۳۰۵/۶

(۸) ہدایہ مع الفتح ۴۹۸/۸، المغنی ۳۰۴/۶، الشرح الصغیر ۵۹۱/۳

طرح ملادیا کہ امتیاز دشوار ہو، تو اس صورت میں بھی امام ابوحنیفہؒ کے یہاں مودع بہر حال ضامن ہوگا، صاحبین نے فرمایا کہ اگر مال ودیعت اسی جنس کی چیز میں ملا دیا ہو جیسے: گیہوں، گیہوں میں، چاول، چاول میں، تو صاحب سامان کو اختیار ہوگا کہ چاہے تو مودع سے ضمان وصول کرے یا اپنے سامان کی نسبت سے اس میں حصہ دار ہو جائے، (۱) شوافع کے یہاں بھی ترجیح اسی قول کو ہے جو امام ابوحنیفہ کا ہے، (۲) مالکیہ، حنابلہ کا بھی یہی نقطۂ نظر ہے۔ (۳)

۷) اگر صاحب ودیعت نے سامان کی حفاظت میں کوئی خاص شرط لگائی ہو، مثلاً یہ کہ فلاں کمرہ میں اس کی حفاظت کی جائے یا یہ کہ بیوی کو اس کی حفاظت نہ سونپی جائے، تو یہ شرط معتبر ہوگی یا نہیں؟ اس سلسلہ میں فقہاء کے یہاں بہت سی جزئیات ملتی ہیں، کہ بعض صورتوں میں شرط معتبر ہوگی اور بعض صورتوں میں نہیں، لیکن ان سب پر غور کرنے سے جو بات سمجھ میں آتی ہے، وہ یہ کہ اگر اس کی شرط سامان کی حفاظت کے نقطۂ نظر سے مفید اور بامعنی ہو اور ممکن العمل بھی، تب تو یہ شرط معتبر ہوگی اور اگر مودع اس کی رعایت نہ کرے تو مودع سامان ودیعت کا ضامن ہوگا ورنہ نہیں، جیسے ایک شخص نے ایک ہی مکان کے دو کمروں میں سے ایک کمرہ میں سامان کی حفاظت کرنے کی تعیین کی، حالانکہ حفاظتی نقطۂ نظر سے وہ دونوں کمرے ایک ہی طرح کے ہیں، تو اس شرط کا اعتبار نہیں، اور اگر وہ کمرہ زیادہ محفوظ ہے جس کا صاحب ودیعت نے ذکر کیا تھا تو پھر اس کی شرط واجب التعمیل ہوگی، علامہ بابرتیؒ نے اس اصول کو ان الفاظ میں واضح کیا ہے:

> الاصل فيه ان الشرط اذا كان مفيدا والعمل به ممكنا وجب مراعاته والمخالفة فيه توجب الضمان واذا لم يكن مفيدا ولم يمكن العمل به كما فيما نحن فيه يلغو ۔ (۴)

اس سلسلہ میں اصول یہ ہے کہ اگر شرط مفید اور ممکن العمل ہو تو اس کی رعایت واجب ہے، اور مخالفت سے ضمان واجب ہوگا، اور جب شرط مفید نہ ہو اور نہ ممکن العمل، جیسا کہ زیر بحث مسئلہ میں ہے تو شرط لغو ہو جائے گی۔

ریلوے، امانت گھر اور سیکل اسٹانڈ کا حکم

اگر امین، مالک مال سے معاملہ طے پاتے وقت ہی محافظت کی کوئی اجرت طے کرے تو اجرت واجب ہوگی اور متعینہ اجرت ادا کرنی ہوگی، (۵) اسی حکم میں ہمارے زمانہ میں ریلوے، امانت گھر، اور سیکلوں کے اسٹانڈ وغیرہ ہیں اور از روئے شرع یہ معاملہ اور طریقہ ناروا نہیں — اس مسئلہ سے متعلق بعض تفصیلات "امانت" کے تحت گذر چکی ہیں)۔

صاحب ودیعت اور امین میں اختلاف

اصولی طور پر چونکہ مودع کی حیثیت امین کی ہے، لہٰذا اگر صاحب ودیعت کے پاس مودع کے جھوٹے ہونے پر شہادت موجود نہ ہو تو مال ودیعت کے تلف ہو جانے کے سلسلہ میں مودع کی بات قسم کے ساتھ معتبر ہوگی، نیز اگر مودع دعویٰ کرتا ہو کہ اس نے مال ودیعت واپس کر دیا ہے اور صاحب ودیعت کو اس سے انکار ہو جب بھی قسم کے ساتھ مودع ہی کی بات معتبر ہوگی، علامہ ابن قدامہؒ نے اس پر قریب قریب فقہاء کا اتفاق نقل کیا ہے۔ (۶)

---

(۱) ھدایہ مع الفتح ۴۸۹/۸

(۲) شرح مہذب ۱۹۰/۱۴

(۳) المغنی ۳۰۱/۶، الشرح الصغیر ۵۵۳/۳

(۴) عنایہ مع الفتح ۴۹۵/۸ - ۴۹۳

(۵) خلاصۃ الفتاویٰ ۲۹۸/۴، ودیعت کے کل مسائل فقہاء کے درمیان متفق علیہ ہیں، (ملاحظہ ہو رحمۃ الامۃ ۲۱۴، کتاب الودیعۃ)

(۶) المغنی ۳۰۹/۶

اگر ایک شخص نے دعویٰ کیا کہ میں نے تم سے ایک ہزار روپے بطور ودیعت لئے تھے، دوسرے نے کہا نہیں، بلکہ تم نے قرض کے طور پر لیا تھا تو اسے ودیعت ہی سمجھا جائے گا نہ کہ قرض۔ (۱)

فقہاء نے صاحب ودیعت اور مودع کے درمیان اختلاف دعویٰ کی مختلف جزئیات ذکر کی ہیں، (۲) بنیادی طور پر یہ جزئیات اس اصل پر مبنی ہیں کہ اصل بری الذمہ ہونا ہے، لہٰذا اگر ایک شخص بری ہونے کا مدعی ہو اور دوسرا اس کے خلاف دعویٰ کرتا ہو، گواہان کسی فریق کے پاس موجود نہ ہوں تو اس فریق کی بات قسم کے ساتھ معتبر ہوگی، جو بری الذمہ ہونے کا مدعی ہو۔

ورس

"ورس" "و" پر زبر اور "ر" ساکن، ایک زرد رنگ کا پودا ہوتا ہے، جس سے کپڑے وغیرہ رنگے جاتے ہیں، اور اس کا سفوف غالباً چہرے پر لگایا جاتا ہے۔ (۳)

وسطیٰ

"وسطیٰ" کے معنی درمیانی شیٔ کے ہیں، اللہ تعالیٰ نے نمازوں کے ساتھ خاص طور پر درمیانی نماز (صلوٰۃ وسطیٰ) کی تاکید فرمائی ہے: حافظوا علی الصلوات والصلوۃ الوسطیٰ۔ (بقرہ: ۲۳۸)

ارشاد باری میں صلوٰۃ وسطیٰ سے کون سی نماز مراد ہے؟ اس سلسلے میں مختلف اقوال ہیں، لیکن راجح قول یہ ہے کہ اس سے مراد "نماز عصر" ہے، احادیث اس کی تائید ہوتی ہے، تفصیل کے لئے: "شروح حدیث" سے مراجعت کی جا سکتی ہے۔

وسق

عرب میں اجناس وغیرہ کے ناپنے کے جو پیمانے تھے ان میں سب سے بڑا پیمانہ "وسق" کہلاتا تھا، اس پر سبھوں کا اتفاق ہے کہ ایک وسق ساٹھ صاع کا ہوا کرتا تھا، اور یہ بات بھی متفق علیہ ہے کہ ایک صاع چار مد کا ہوتا ہے، مگر مد کی مقدار میں عراق اور حجاز کے اہل علم کے درمیان اختلاف رائے پایا جاتا ہے، علماء عراق کے نزدیک ایک مد دو رطل کا ہوتا ہے، اور علماء حجاز کے نزدیک ایک مد ۱-۱/۳ رطل کا، اسی طرح حنفیہ کے نزدیک ایک صاع آٹھ رطل کا ہوا، اور فقہاء حجاز کے نزدیک ایک صاع ۵-۱/۳ رطل کے برابر، بعض محققین کا خیال ہے کہ یہ اختلاف محض لفظی ہے، کیونکہ اہل عراق کے یہاں رطل چھوٹا ہوتا تھا اور اہل حجاز کے یہاں بڑا، اگر اس تفاوت کو ملحوظ رکھا جائے تو دونوں ہم وزن یا قریب الوزن ہو جاتے ہیں۔ (صاع کے تحت اس کا ذکر آچکا ہے)

جدید اوزان میں صاع کی مقدار متعین کرنے کے لئے مفتی محمد شفیع صاحبؒ نے درہم اور مثقال دونوں طرح صاع کا حساب لگایا ہے، مثقال کے حساب سے ایک صاع تین سیر چھ چھٹانک، اور درہم کے لحاظ سے تین سیر چھ چھٹانک تین تولے کے برابر ہوگا، چنانچہ مفتی صاحب کے نزدیک ۸۰ تولے کے سیر سے بحساب درہم ایک وسق پانچ من ڈھائی سیر اور مثقال کے حساب سے ایک وسق کی مقدار پانچ من پونے پانچ سیر ہوتی ہے، (۴) مولانا عبدالصمد رحمانی اور مولانا عبدالحی فرنگی محلی کے یہاں عام علماء ہند کے مقابلہ میں ہندوستانی اوزان میں صاع کی مقدار دو سیر چھ چھٹانک، لہٰذا ایک وسق کی مقدار اٹھارہ من تیس سیر ہوتی ہے۔ (۵)

زیادہ تر اہل علم کی تحقیق وہی ہے جو مفتی محمد شفیع صاحب کی ہے، اور یہ تحقیق عرب علماء کی تحقیق سے بھی قریب ہے، چنانچہ ڈاکٹر وہبہ زحیلی کے نزدیک ایک وسق ایک سو تیس کلو چھ سو گرام ہے۔ (۶)

---

(۱) خلاصۃ الفتاویٰ ۳۸۶/۳

(۲) دیکھئے مواہب الجلیل لشرح مختصر خلیل، فصل فی الاختلاف فی المودع و المودع علیہ ۲۶۲/۵

(۳) تحریر التنبیہ ۶۹

(۴) الاوزان المحمودۃ ۴۹

(۵) کتاب العشر والزکوٰۃ ۵۸

(۶) الفقہ الاسلامی وادلتہ ۸۱۱/۱

دوسرے عرب اہل علم کی رائے بھی اسی سے قریب ہے۔

وسم

عربی زبان میں "وسمۃ" کے معنی علامت کے ہیں، اسی سے "وسم" کا لفظ ہے، گویا وسم کے معنی علامت لگانے کے ہیں، قدیم زمانہ میں عام طور پر جانوروں کو علامت کے طور پر داغ دیا جاتا تھا، اور اسی داغ سے ان کو پہچانا جاتا تھا، اس طرح "وسم" کا لفظ داغنے کے معنی میں استعمال ہونے لگا۔

حضرت جابر ؓ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے چہرہ داغنے اور چہرہ پر مارنے سے منع فرمایا، (۱) نیز حضرت جابر ؓ کی روایت میں ہے کہ آپ ﷺ پر ایک گدھا کا گذر ہوا جس کے چہرہ کو داغا گیا تھا، تو آپ ﷺ نے داغنے والے پر اللہ کی لعنت بھیجی (۲) اسی لئے اس بات پر تو فقہاء کا اتفاق ہے کہ انسان کے جسم کو داغنا چہرہ ہو یا جسم کا کوئی اور حصہ، حرام ہے، اس پر بھی اتفاق ہے کہ حیوانات کے بھی چہرہ کو داغنا جائز نہیں، البتہ بطور علامت کے چہرہ کے علاوہ حیوان کے کسی اور حصہ جسم کو داغنے کا کیا حکم ہے؟ اس میں اختلاف ہے، امام شافعیؒ اور اکثر فقہاء کے نزدیک اس کی اجازت ہے، پھر اس میں یہ تفصیل ہے کہ زکوٰۃ اور جزیہ کے جانور میں تو ایسا کرنا مستحب ہے تاکہ ان کے مصرف کو جاننا اور امتیاز کرنا آسان ہو، دوسرے جانوروں میں محض جائز ہے، پھر یہ تفصیل بھی آئی ہے کہ جانور کی قوت برداشت کے لحاظ سے داغا جائے، اونٹ سے ہلکے طور پر گائے بیل کو اور اس سے بھی ہلکا بکری اور اس کے قسم کے جانور کو (۳) —— امام ابوحنیفہؒ کی طرف منسوب ہے کہ جانوروں کو داغنا مکروہ ہے، لیکن اصل میں امام صاحبؒ کی یہ رائے اپنے زمانہ کے احوال پر مبنی ہے، امام صاحبؒ نے یہ کیفیت دیکھی کہ بعض لوگ اس عمل میں تکلیف دہ حد تک مبالغہ سے کام لیتے ہیں، جو جانور کے لئے ناحق ایذاء کا باعث ہے، غالباً اسی لئے امام صاحبؒ نے اس سے انکار فرمایا۔ واللہ اعلم

وسوسہ

"وسواس" کے معنی شیطان اور زیور کی آواز وغیرہ کے ہیں، اسی سے "وسوسہ" ماخوذ ہے، نفس اور شیطان کی جانب سے آنے والے ایسے خیال کو کہتے ہیں جس میں کوئی نفع اور خیر نہ ہو، (۴) احادیث سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ وسوسہ کی کیفیت شیطان کی طرف سے ہوتی ہے، آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ وضوء کے لئے "ولہان" نامی ایک شیطان ہے، جو وضوء کی بابت آدمی کو وسوسہ میں مبتلا کرتا رہتا ہے، اس لئے پانی کے وسوسے سے بچو، فاتقوا وسواس الماء. (۵) مطلب یہ ہے کہ بعض دفعہ آدمی وضوء کرتا جاتا ہے، اور اسے اطمینان ہی نہیں ہوتا کہ اس کا وضوء درست ہو پایا، ایک ہی عضو کو مقدار سنت سے زیادہ بار بار دھوتا ہے، تو ایسے وسوسے سے خود کو بچانا چاہئے، اور ایک دفعہ وضوء کرنے کے بعد یا مسنون طریقہ پر اعضاء وضوء کو دھونے کے بعد اگر بار بار طبیعت میں یہ خیال بھی پیدا ہو کہ شاید فلاں حصہ خشک رہ گیا ہوگا، تو اس کی طرف توجہ نہ دینی چاہئے، کیونکہ یہ انسان کے ذوق احتیاط کے ساتھ شیطان کا کھلواڑ ہے۔

بعض حضرات کو استنجاء کے بعد بھی کسی معقول دلیل کے بغیر یہ وہم ہوتا رہتا ہے کہ شاید اس کو پیشاب کے کچھ قطرات بعد میں نکل آئے ہوں، پانی سے استنجاء کرنے کی صورت میں اعضاء کی تراوٹ سے اس حصہ کے کپڑے میں بھی کچھ نہ کچھ نمی آجاتی ہے، یہ شکی طبیعت کے حامل لوگوں کے وسوسہ کو اور تقویت پہنچاتی ہے، اس لئے حضور ﷺ نے فرمایا کہ جب وضوء کرو تو جسم کے اس حصہ

---

(۱) مسلم ۲۰۲/۲

(۲) حوالۂ سابق

(۳) شرح نووی علی مسلم ۲۰۲/۲

(۴) القاموس المحیط ۲۹/۲

(۵) ترمذی حدیث نمبر ۵۷

پر پانی کا چھڑکاؤ کرلیا کرو "اذا توضات فانتضح"(۱) کیونکہ اگر تراوٹ کی وجہ سے شک پیدا ہوتا ہو تو یہ چھڑکاؤ شک کو دور کرنے میں معاون ہوگا، اور خیال اس طرف جائے گا کہ یہ پانی کی تراوٹ ہے نہ کہ پیشاب کی۔

شیطان کو وضوء سے زیادہ دلچسپی نماز سے ہے کہ کیوں کر ایک عابد کو پریشان کیا جائے، چنانچہ حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کہ شیطان تم میں سے کسی کے پاس آتا ہے تو اس پر اشتباہ پیدا کردیتا ہے، یہاں تک کہ اسے پتہ نہیں چلتا کہ اس نے کتنی نماز پڑھی؟ تو جب تم میں سے کوئی ایسا محسوس کرے تو چاہئے کہ بیٹھی ہوئی حالت میں دو سجدہ کرلے،(۲) یعنی سجدۂ سہو کرلے۔

وشر

"وشر" کے معنی دانتوں کو گھس کر باریک کرنے کے ہیں، بعض رسیدہ خواتین اپنی کم عمری کے اظہار کیلئے دانتوں کو باریک بنایا کرتی تھیں،(۳) پیغمبر اسلام ﷺ نے اس سے منع فرمایا ہے،(۴) بعض روایتوں میں ایسا کرنے والی خواتین کے لئے "**المتفلجات للحسن**" کا لفظ استعمال ہوا ہے،(۵) اور آپ ﷺ نے اس پر لعنت فرمائی ہے،(۶) اس لئے محض جذبۂ حسن آرائی کے تحت ایسا کرنا جائز نہیں۔

وشم

عورتوں میں ایک قدیم فیشن جسم کو گودنے کا رہا ہے، یعنی سوئی کے ذریعہ جسم کے کسی حصہ میں باریک سوراخ کیا جاتا پھر اس پر سرمہ یا کوئی رنگین چیز لگادی جاتی، اس طرح سیاہ یا کسی اور رنگ کے نقطے ابھر آتے، اس کو حسن میں اضافہ کا باعث سمجھا جاتا تھا، اب بھی بعض قبائل اور اقوام میں اس کا رواج ہے، اسی کو عربی میں "وشم" کہتے ہیں۔(۷)

آپ ﷺ نے گودنے والی عورت پر بھی لعنت بھیجی ہے اور گودوانے والی پر بھی، لعن اللہ ــــ **الواشمة و المستوشمة**،(۸) بعض لوگوں نے اس حدیث کو کراہت تنزیہی پر محمول کیا ہے، لیکن اس کا نادرست ہونا ظاہر ہے، اسی لئے حافظ ابن حجرؒ فرماتے ہیں کہ یہ حرام ہونے کی دلیل ہے۔(۹)

وصال

فقہاء کے یہاں یہ اصطلاح روزہ کے سلسلہ میں استعمال ہوئی ہے، رسول اللہ ﷺ نے صوم وصال سے منع فرمایا ہے،(۱۰) صوم وصال سے مراد یہ ہے کہ غروب آفتاب کے بعد بھی روزہ افطار نہ کیا جائے، بلکہ شب میں بھی آدمی بھوکا رہے، یہاں تک کہ آج کے روزہ سے کل کے روزہ کو ملادے، **حتی یتصل صوم الغد بالامس**۔(۱۱) ــــ اس طرح روزہ رکھنا رسول اللہ ﷺ کے لئے جائز تھا اور امت کے لئے مکروہ ہے۔(۱۲)

وصف

کسی جوہر یعنی ٹھوس مادی شئی سے متعلق کیفیت کو "وصف"

---

(۱) ترمذی، حدیث نمبر ۵۰

(۲) ترمذی، حدیث نمبر ۳۹۸

(۳) النہایۃ ۵/۱۸۸

(۴) سنن ابی داؤد مع بذل المجہود ۵/۳۵

(۵) بخاری و فتح الباری ۱۰/۳۸۵-۳۸۳

(۶) حوالۂ سابق

(۷) النہایۃ ۵/۱۸۹

(۸) بخاری مع الفتح ۱۰/۳۸۶

(۹) فتح الباری ۱۰/۳۸۹

(۱۰) بخاری، حدیث نمبر ۱۹۶۱، باب الوصال

(۱۱) مراقی الفلاح علی ہامش الطحطاوی ۳۵۱

(۱۲) مراقی الفلاح علی ہامش الطحطاوی ۳۵۱

کہتے ہیں، جیسے: سرخی، سفیدی، لمبائی، چوڑائی، فقہاء کی اصطلاح میں "وصف" وہ معنی ہے جو کسی شئی کے تابع ہو اور اس کا علاحدہ اور مستقل وجود نہ ہو، مایکون تابعا للشئی غیر منفصل عنه۔ (۱)

وصف گو مطلوب ہوتا ہے، بلکہ ذات سے بڑھ کر مطلوب ہوتا ہے، لیکن خرید و فروخت میں قیمت کا تقابل اصل سے ہوتا ہے نہ کہ وصف سے، یعنی فروخت کرنے والے نے مبیع میں جس وصف کا ذکر کیا تھا اگر وہ نہ پائی جائے تو خریدار کو حق ہے کہ اس معاملہ کو رد کردے، لیکن اس کی وجہ سے وہ قیمت میں کچھ کمی نہیں کرسکتا، الوصف لا يقابله شئي من الثمن۔ (۲)

وصل

وصل کے معنی بال جوڑنے کے ہیں، اپنے بال کے ساتھ دوسرے انسانی یا حیوانی یا مصنوعی بال جوڑنے کا کیا حکم ہے؟ اس پر "شعر" کے تحت گفتگو ہو چکی ہے۔

وصی

''وصی'' اس شخص کو کہتے ہیں جس کو کوئی شخص اپنی موت کے بعد اپنے مال کی نگرانی اور نابالغ اولاد سے متعلق ذمہ داریوں کی انجام دہی کے لئے نگراں مقرر کرے، گویا اس کی حیثیت ''وصی'' بنانے والے کے نائب اور قائم مقام کی ہوتی ہے، (۳) جو شخص وصی بنائے اس کو ''موصی'' کہتے ہیں، اور جس شخص کو نگرانی کی اس ذمہ داری پر مامور کیا جائے اسے ''وصی'' بھی کہا جاتا ہے، اور ''موصی الیہ'' بھی۔

ایجاب و قبول

وصی بنانے کے لئے کوئی بھی ایسی تعبیر اختیار کی جاسکتی ہے جو اس مفہوم کو واضح کرتی ہو، جیسے یوں کہے: تم میرے وصی ہو، تم میرے مال میں وصی ہو، میں نے موت کے بعد اپنی اولاد تمہارے حوالہ کی، میری موت کے بعد تم میری اولاد کی نگرانی کرنا، تم میری موت کے بعد میرے وکیل ہو، وغیرہ، (۴) —— حنفیہ کے نزدیک اگر کسی ایک کام میں بھی وصی بنایا تو وہ تمام ہی نوع کے کاموں میں وصی سمجھا جائے گا، (۵) شوافع اور حنابلہ کے نزدیک جس شخص کو کسی خاص شعبہ میں وصی بنایا گیا ہو، وہ صرف اسی شعبہ میں وصی ہوگا، یہ ممکن ہے کہ کسی کو سامان وصیت کی تقسیم کا وصی بنایا جائے، کسی کو دین کی ادائیگی کا اور کسی کو بچوں کی نگہداشت کا، ایسی صورت میں جس کو جو ذمہ داری سونپی گئی ہے اس کا دائرۂ اختیار اسی شعبہ تک محدود رہے گا، (۶) امام محمدؒ کی رائے بھی وہی ہے جو حنابلہ اور شوافع کی ہے۔ (۷)

وصیت کے لئے ضروری ہے کہ جس شخص کو وصی بنایا گیا ہے وہ اس ذمہ داری کو قبول بھی کرلے، اگر اس نے قبول نہیں کیا تو وصیت رد ہوجائے گی، اگر خاموشی اختیار کرلی تو یہ قبول کرنا متصور نہیں ہوگا، تاہم اگر زندگی میں کسی شخص نے قبول کرلیا تو وصی بنانے والے کی موت کے بعد وہ اس ذمہ داری کو رد نہیں کرسکتا، اور اس ذمہ داری سے سبکدوش نہیں ہوسکتا، (۸) ہاں اگر وصی بنائے جانے کے وقت ہی وصی سے یہ بات ہوگئی تھی کہ وہ جب بھی چاہے اس ذمہ داری سے سبکبار ہوسکتا ہے تو اب اسے سبکبار ہونے کا حق ہوگا۔ (۹)

---

(۱) قواعد الفقہ ۵۳۳ (مولانا عمیم الاحسان مجددی)

(۲) ہدایہ ۳/۳۷

(۳) ردالمحتار ۵/۴۴۸

(۴) حوالۂ سابق

(۵) حوالۂ سابق

(۶) المغنی ۶/۱۳۳

(۷) ہندیہ ۶/۱۳۹

(۸) ہندیہ ۶/۱۳۷

(۹) حوالۂ سابق

ایک سے زیادہ وصی کا تقرر

یہ بات بھی درست ہے کہ ایک سے زیادہ وصی مقرر کیے جائیں ایسی صورت میں یہ بات ضروری ہوگی کہ جو بھی تصرف کریں دونوں مل کر کریں، البتہ میت کی تجہیز و تکفین، دین کی ادائیگی، میت کی وصیت کی تنفیذ، امانتوں کی واپسی، میت کے حقوق کے سلسلہ میں مقدمات کی پیروی، نابالغ بچے کے لئے ہبہ قبول کرنا اور ایسی چیز کی فروخت جن کو زیادہ دنوں نہیں رکھا جاسکتا اور اگر رکھا جائے تو ان کے خراب ہونے کا اندیشہ ہو اور اسی طرح کی بعض اور چیزوں کو اس سے مستثنیٰ کیا گیا ہے، ان امور کو کوئی ایک وصی بھی انجام دے سکتا ہے۔ (۱)

وصی کے لئے مطلوبہ اوصاف

وصی ایسے شخص کو بنایا جاسکتا ہے، جو عاقل و بالغ ہو، اگر نابالغ بچے، یا فاتر العقل شخص کو وصی بنائے تو درست نہیں، (۲) دوسرے کے غلام اور کافر نیز فاسق کو بھی وصی بنانا درست نہیں، اگر ایسے شخص کو وصی بنادیا تو قاضی ان کی جگہ دوسرے مناسب شخص کو مقرر کرے گا، ہاں اگر نابالغ کو وصی مقرر کیا اور بالغ ہوگیا یا کافر تھا مسلمان ہوگیا، یا فاسق تھا اور وہ فسق سے تائب ہوگیا، یا غلام تھا اور آزاد کردیا گیا، تو قاضی کو چاہئے کہ ان لوگوں کو — بشرطیکہ یہ امانت دار ہوں — اس ذمہ داری پر برقرار رکھے۔ (۳)

وصی کی معزولی یا اس کے لئے معاون کا تقرر

جس شخص کو متوفی نے وصی مقرر کیا ہے، اگر وہ اپنے فرائض انجام دینے سے قاصر ہو، تو قاضی اس کے لئے کسی اور شخص کو معاون مقرر کردے، اور اگر وہ بالکل ہی معذور ہوگیا ہو تو قاضی اسے معزول کرکے اس کی جگہ دوسرے شخص کا تقرر کرسکتا ہے، (۴) اسی طرح وصی فاتر العقل ہوجائے، تب بھی قاضی کو اس کی جگہ کسی اور شخص کو وصی مقرر کردینا چاہئے، تاہم اگر قاضی نے اسے معزول نہیں کیا اور وہ دوبارہ صحت مند ہوگیا تو وہ اپنی ذمہ داری پر برقرار رہے گا۔ (۵)

اگر وصی اپنے فرائض کو انجام دینے کا اہل تھا، اس کے باوجود قاضی نے اس کو معزول کردیا تو قاضی گنہگار ہوگا، لیکن قاضی کا فیصلہ نافذ ہوگا، لیکن متاخرین خاص کر صاحب جامع الفصولین کا خیال ہے کہ چونکہ اس زمانہ میں قاضی کی دیانت قابل بھروسہ نہیں، اس لئے وصی باوجود قاضی کے فیصلے کے اپنی ذمہ داری سے معزول نہیں ہوگا، ہاں اگر وصی خیانت کا مرتکب ہو تو اس کو معزول کرنا واجب ہے، یہاں تک کہ اگر خود باپ اپنے نابالغ بچوں کے مال میں اسراف اور فضول خرچی سے کام لیتا ہو تو قاضی باپ سے ان بچوں کا مال لے کر کسی اور شخص کو وصی مقرر کرکے اس کے حوالہ کردے گا۔ (۶)

عورت یا نابینا شخص کو وصی بنایا جاسکتا ہے، (۷) یہی رائے مالکیہ، شوافع اور حنابلہ کی بھی ہے۔ (۸)

وصی کے تصرفات

وصی کے لئے نابالغ کا منقولہ مال کسی اور شخص سے بیچنا یا اس کے لئے خریدنا جائز ہے، بشرطیکہ ناقابل قیاس حد تک کم قیمت میں بیچا یا زیادہ قیمت میں خریدا نہ گیا ہو، اگر اتنی زیادہ یا کم قیمت لگائی گئی ہو، جس کا دھوکہ لوگوں کو نہیں ہوتا تو یہ خرید و فروخت نافذ نہیں ہوگی،

---

(۱) ہندیہ ۱۳۹/۶

(۲) ہندیہ ۱۳۹/۶

(۳) در مختار ۴۲۸/۵

(۴) در مختار ۴۲۹-۴۲۸/۵

(۵) رد المحتار ۴۲۹/۵

(۶) در مختار و رد المحتار ۴۲۹/۵

(۷) ہندیہ ۱۳۹/۶

(۸) المغنی ۱۳۳/۶

قاضی کے مقرر کئے ہوئے وصی کو اس یتیم کا مال خود خرید کرنا یا خود اپنا مال اس یتیم سے فروخت کرنا جائز نہیں، البتہ باپ کی طرف سے مقرر کیا ہوا وصی ایسی قیمت میں خرید و فروخت کر سکتا ہے، جس میں بظاہر اس یتیم کا فائدہ ہو، صاحبین کے نزدیک اس وصی کے لئے بھی اپنے سے خرید و فروخت مطلق جائز نہیں، باپ نابالغ بچے کا مال مناسب مروجہ قیمت میں فروخت کر سکتا ہے، اگر مناسب سے زیادہ قیمت لگا کر اس بچہ کے لئے اپنا مال خرید کرے یا کم قیمت لگا کر اپنے آپ سے فروخت کرے، لیکن قیمت میں معمولی درجے کی کمی بیشی ہو، ایسی معمولی کہ جس میں دھوکہ کھانا قرین قیاس ہو تو یہ بھی درست ہے۔(۱)

نابالغ کی غیر منقولہ جائداد وصی کچھ شرطوں کے ساتھ فروخت کر سکتا ہے اور وہ یہ کہ اپنے آپ کے ہاتھ فروخت نہ کرے بلکہ کسی اجنبی سے فروخت کرے اور عام نرخ سے زیادہ قیمت پر فروخت کرے، پھر یہ فروخت کرنا اس لئے ہو کہ خود اس نابالغ کے نفقہ کے لئے ضرورت ہو یا متوفی کا دین ادا کرنا مقصود ہو، یا اس نے اپنی جائداد کا ایک مناسب حصہ جیسے تہائی، چوتھائی کی وصیت کی ہو (جس کو اصطلاح میں وصیت مرسلہ کہتے ہیں) اس کو نافذ کرنا مقصود ہو، یا اس جائداد کے اخراجات اس کی آمدنی سے زیادہ نہ ہوں یا اس کے برباد ہو جانے کا اندیشہ ہو، یا اس میں تغلب کا اندیشہ ہو، ایسی صورتوں میں وصی نابالغ کی غیر منقولہ جائداد کو فروخت کر سکتا ہے، بشرطیکہ وہ باپ، دادا یا قاضی کی طرف سے وصی مقرر کیا گیا ہو۔(۲)

وصی یتیم کے لئے خود اس کے مال سے تجارت کر سکتا ہے، اپنے لئے نہیں کر سکتا، اگر خود اپنے لئے تجارت کرے اور اس میں نفع ہو تو وہ یتیم کے لئے اصل سرمایہ کا ضامن ہوگا اور نفع اس کے لئے حلال نہ ہوگا، نفع کا صدقہ کر دینا واجب ہوگا، وصی کو اس کا حق ہوگا کہ یتیم کے مال کو مضاربت پر لگائے یا اس کا مال کسی اور کے ساتھ شرکت میں لگائے،(۳) وصی نابالغ بچے کو کسی جائز کام میں اجرت پر رکھ سکتا ہے، یتیم کی خدمت کے لئے کسی کو اجیر رکھ سکتا ہے، بشرطیکہ اجرت ناقابل قیاس حد تک زیادہ نہ ہو، اگر نابالغ کا مکان کسی شخص کو مناسب سے بہت کم کرایہ پر دے تب بھی کرایہ دار پر مناسب مروجہ اجرت واجب ہوگی، وصی یتیم کا مال کسی کو بعوض یا بلا عوض ہبہ نہیں کر سکتا،(۴) یتیم کی زمین بٹائی پر دے سکتا ہے، بشرطیکہ اس میں یتیم کا مفاد ہو، اگر یتیم پر قربانی اور صدقۃ الفطر واجب ہوتی ہو تو وصی اس کی طرف سے صدقۃ الفطر ادا کرے گا اور قربانی کرے گا، وصی کو اس بات کا حق حاصل نہیں کہ متوفی کا پورا دین یا اس کا کچھ حصہ معاف کرے، یا اس کے لئے مہلت دیدے،(۵) یتیم کی جان و مال کے تحفظ اور رفع ظلم کے لئے اگر وصی کو کچھ خرچ کرنا پڑے تو جائز ہے، یتیم کی تعلیم و تربیت پر اس کے پیسے خرچ کئے جا سکتے ہیں، وصی کے لئے مناسب نہیں کہ یتیم پر مال کے خرچ کرنے میں اسراف سے کام لے یا اس کے ساتھ تنگی کا برتاؤ روا رکھے، البتہ اس پر فراخی کے ساتھ خرچ کرے، اور اس کے حالات کی رعایت کو ملحوظ رکھے۔(۶)

وصی اگر اپنے زیر نگرانی یتیم کے کام سے کہیں جائے تو اس کے لئے سفر اور خورد و نوش کے ضروری اخراجات لینا جائز ہے، تاہم اس سے بھی اجتناب بہتر ہے،(۷) حنفیہ کے نزدیک خود وصی بھی دوسرے کو وصی نامزد کر سکتا ہے،(۸) مالکیہ کی بھی یہی رائے ہے، شوافع اور حنابلہ کے نزدیک وصی کو وصی مقرر کرنے کا حق نہیں،(۹) بچے کے

---

(۱) درمختار ۴۵۳/۵

(۲) درمختار ورد المحتار ۴۵۳/۵

(۳) ھندیہ ۱۴۷/۶

(۴) حوالۂ سابق ۱۴۸/۶

(۵) حوالۂ سابق ۱۴۹/۶

(۶) حوالۂ سابق ۱۵۰/۶

(۷) حوالۂ سابق

(۸) رد المحتار ۴۹۱/۵

(۹) الفقہ الاسلامی وادلتہ ۱۳۳/۸

بالغ ہونے کے بعد اس کو اس کا مال حوالہ کرنا چاہئے، اگر بالغ ہونے سے پہلے ہی وصی نے اس کو اس کا مال حوالہ کر دیا اور بچوں سے مال ضائع ہو گیا تو وہ ضامن ہوگا، صاحبین کی رائے پر اگر بچے بالغ ہو گئے، لیکن ان میں معاملہ فہمی (رشد) پیدا نہیں ہوئی تب بھی وصی اس کو مال حوالہ نہ کرے، اگر حوالہ کیا اور مال ان کے ہاتھوں ضائع ہو گیا تو وصی اس کا ضامن ہوگا، امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک جب کسی انسان کی عمر پچیس سال ہو جائے تو بہر حال اس کو اس کا مال حوالہ کر دیا جائے۔(۱)

یتیم کے مال سے اجرت نگرانی

اصل میں تو وصی کا کام فی سبیل اللہ ہونا چاہئے، نہ کہ اجرت پر، لیکن اگر وصی محتاج اور ضرورت مند ہو تو بقدر حاجت یتیم کے مال میں سے خورد و نوش کی گنجائش ہے، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

ومن کان فقیرا فلیأکل بالمعروف . (نساء : ۶)

جو محتاج ہو وہ معروف طریقہ پر کھائے۔

البتہ اگر وصی کی اجرت متعین کر دی گئی ہو تو حقیقۃً اجرت اس کے مال میں سے لے سکتا ہے۔(۲)

وصی کی اپنی ذمہ داریوں سے سبکدوشی

وصی کی اپنی ذمہ داریوں سے سبکدوش ہونے کی چند صورتیں ہیں:

۱) موصی اسے ذمہ داری سے سبکدوش کر دے، اس لئے کہ اس کی حیثیت موصی کے وکیل کی ہے اور موکل کو حق ہے کہ وہ جب چاہے وکیل کو معزول کر دے۔

۲) قاضی وصی کے اپنی ذمہ داریوں کی ادائیگی میں عاجز ہونے یا اس کی خیانت کی وجہ سے اس کو معزول کر دے۔

۳) وصی خود سبکدوش ہونا چاہے اور موصی کا انتقال ہو چکا ہو تو ضروری ہے کہ وہ اپنا استعفیٰ قاضی کے سامنے پیش کرے، اگر قاضی محسوس کرتا ہے کہ یہ شخص امانت دار اور اپنے فرائض کی ادائیگی پر قادر ہے تو اسے چاہئے کہ اس کا استعفیٰ قبول نہ کرے، اور اگر قاضی محسوس کرے کہ وصی کثرت مشاغل یا دوسری وجوہ سے اس ذمہ داری کو انجام نہیں دے سکتا یا وہ اس میں کوتاہی کا مرتکب ہو سکتا ہے تو اس کا استعفیٰ قبول کر لے۔

۴) وصی کی وفات یا اس کا فاتر العقل ہو جانا یا فسق کا مرتکب ہونا یا مرتد ہو جانا بھی ان اسباب میں سے ہے جن کی وجہ سے وصی کو اس ذمہ داری سے معزول کر دیا جائے گا۔

۵) منشاء وصیت کی تکمیل کے بعد بھی وصی اپنے عہدہ پر باقی نہیں رہے گا، مثلاً اسے متوفی نے قرض کی ادائیگی کا ذمہ دار بنایا تھا اور وصی نے قرض ادا کر دیا، نابالغ بچوں کی نگہداشت کا ذمہ دار بنایا تھا، بچے بالغ ہو گئے تو اب چونکہ منشاء وصیت پورا ہو چکا اس لئے اب وہ وصی باقی نہیں رہے گا۔(۳)

وصیت

"وصی" کے اصل معنی عہد لینے کے ہیں، اسی سے وصیت کا لفظ ہے،(۴) فقہ کی اصطلاح میں بطور تبرع و احسان کے کسی سامان یا اس سے نفع اٹھانے کا مالک بنا دینے کو "ایصاء" یا "وصیت" کہتے ہیں،(۵) ہبہ، عاریت، بیع و اجارہ اور وصیت میں یہ فرق ہے کہ ہبہ میں اصل شی کا اور عاریت میں اس کے نفع کا زندگی میں مالک بنایا جاتا ہے نہ کہ موت کے بعد، بیع اور اجارہ بھی زندگی ہی سے متعلق ہے، نیز بیع میں اصل شی کا اور اجارہ میں اس کے نفع کا عوض وصول کیا جاتا ہے، محض تبرع مقصود نہیں ہوتا، وصیت کرنے والے کو

---

(۱) حوالۂ سابق ۱۳۵/۸

(۲) درمختار و ردالمحتار ۴۳۵/۶

(۳) الفقہ الاسلامی وادلتہ ۱۳۹/۸

(۴) القاموس المحیط ۱۷۳۱

(۵) ہندیہ ۹۰/۶

"موصی" جس کے حق میں وصیت کی جائے اس کو "موصی لہ" اور جس چیز کی وصیت کی جائے اس کو "موصی بہ" کہا جاتا ہے۔

وصیت کے بارے میں اسلامی مزاج

وصیت کا تصور زمانہ قدیم سے ہے، اسلام سے پہلے اکثر مذاہب و تہذیب میں وصیت کی بے قید اجازت تھی، اس کا نتیجہ تھا کہ بعض مزاج لوگ اپنے اصل ورثہ کو محروم کر دیتے تھے یا ان کے لئے اپنی جائداد کا بہت معمولی حصہ چھوڑ جاتے تھے، اور محض شہرت و نمود کے جذبہ سے اپنی پوری دولت یا اس کے بڑے حصے کو اجنبیوں کے لئے وصیت کر جاتے تھے، یہ خود اپنے ہی رشتہ داروں میں کسی کے لئے وصیت کر جاتے اور کسی کو محروم کر دیتے، اسلام نے وصیت کی گنجائش باقی رکھی کہ انسان اپنی [illegible] آخرت بنائے اور اس کے ذریعہ ترقی و رفاہی کاموں میں حصہ لے سکیں، کیونکہ انسان زندگی میں اپنی اہم مالی ضروریات کے پیش نظر چاہتا ہے کہ اپنی دولت کے کسی حصہ سے محروم نہ ہو، وصیت کے ذریعہ یہ موقع عطا رکھا گیا کہ وہ اپنی موت کے بعد اپنی دولت کا ایک حصہ رفاہی اور خیر کے کاموں میں منتقل کر سکے، لیکن وصیت کے نامنصفانہ طریقہ کو منع فرما دیا گیا، اس لئے ایک تہائی سے زیادہ حصہ کی وصیت کی اجازت نہیں دی گئی، اور اس بات کو بھی جائز قرار نہیں دیا گیا کہ کسی وارث کے لئے وصیت کی جائے تاکہ ورثہ محروم نہ کئے جائیں اور ان کے ساتھ ناانصافی نہ ہو اور ان کے حقوق پامال نہ ہو جائیں۔

وصیت کی مشروعیت

وصیت کا مشروع ہونا کتاب و سنت اور اجماع امت سے ثابت ہے، قرآن مجید نے متعدد مواقع پر وصیت کا ذکر فرمایا ہے، (البقرہ: ۱۸۰، النساء: ۱۱) حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ سے دو تہائی مال وصیت کرنے کی اجازت چاہی، لیکن آپ ﷺ نے زیادہ سے زیادہ ایک تہائی کی وصیت کی اجازت مرحمت فرمائی اور ارشاد فرمایا: الثلث والثلث کثیر (۱) نیز حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ اگر کسی مسلمان کے پاس کچھ ہو اور وہ اس میں وصیت کرنا چاہتا ہو تو دو شب بھی اس کی نہ گزرنی چاہئے کہ اس کا وصیت نامہ اس کے پاس موجود نہ رہے، (۲) چنانچہ علامہ کاسانی اور ابن قدامہ نے اس پر علماء امت کا اجماع نقل کیا ہے۔ (۳)

حکم کے اعتبار سے وصیت کی چار قسمیں ہیں

حکم کے اعتبار سے وصیت کی چار قسمیں ہیں: واجب، مستحب، مباح، مکروہ، اگر متوفی کے پاس کسی کی امانت ہو، کسی کا دین باقی ہو جو دوسروں کو معلوم نہ ہو، زکوٰۃ، کفارات اور نماز روزے کا فدیہ باقی ہو، حج باقی ہو جو فرض ہونے کے باوجود ادا نہ کر پایا ہو تو ان کی وصیت واجب ہے، بعض حضرات کا خیال ہے کہ حقوق العباد سے متعلق واجبات کی وصیت واجب ہے، اور حقوق اللہ سے متعلق وصیت مستحب ہے، یہ صاحب ہدایہ کی رائے ہے، لیکن کاسانی اور حصکفی نے دونوں کو واجب قرار دیا ہے، اور یہی زیادہ صحیح معلوم ہوتا ہے، ایسے قریب [illegible] جو وارث نہ ہوں ضرورت مند ہوں ان کے لئے [illegible] فاسق و معصیت کے لئے وصیت کرنا مکروہ ہے (۴)

بہرحال ایسی وصیت جس سے حقداروں کو نقصان پہنچ جائے شریعت میں ناپسندیدہ ہے، اسی لئے جس کے پاس کم مال ہو

---

(۱) [illegible]

(۲) بخاری ۳۸۳/۲، مسلم ۳۸/۲، ترمذی شریف ۲۰/۱

(۳) [illegible]

(۴) بدائع الصنائع ۳۳۰/۷، [illegible]

ورثہ نابالغ ہوں یا بالغ ہوں مگر ان کی گذر بسر کرنے والی کوئی دوسری صورت نہ ہو یا ضرورت کے لئے کافی نہ ہو تو وصیت نہ کرنا بہتر ہے، ہاں اگر ورثہ مستغنی ہوں تو وصیت کرنا بہتر ہے۔(۱)

وصیت کے ارکان

وصیت کا رکن ایجاب وقبول ہے، وصیت کرنے والے کی طرف سے ایجاب ہو، اور جس کے لئے وصیت کی گئی ہے اس کی طرف سے قبول ہو، صراحۃً قبول کرے یا دلالۃً قبول پایا جائے۔(۲) چنانچہ موصیٰ لہ کی موت بھی اس کی طرف سے قبولیت ہی کا مظہر ہے، اسی لئے کاسانی نے لکھا ہے کہ یوں بھی کہہ سکتے ہیں کہ وصیت کا رکن وصیت کرنے والے کی طرف سے ایجاب اور دوسرے فریق کی طرف سے نکارت کا نہ پایا جانا ہے۔(۳) چنانچہ اگر کسی شخص کے لئے وصیت کی گئی اور وصیت کرنے والے کی موت کے بعد قبول یا رد کے اظہار سے پہلے اس شخص کا انتقال ہو گیا تب بھی اس کے لئے وصیت ثابت ہوگی اور اب یہ شخص (موصیٰ لہ) اس کا مالک ہوگا، اور اس کے ورثہ میں اس کی تقسیم عمل میں آئے گی۔(۴) وصیت کی قبولیت کا اظہار بعض اوقات عمل سے بھی ہو جاتا ہے، مثلاً جیسے وہ شخص جس کے حق میں وصیت کی گئی ہے، وہ اس مال میں کوئی تصرف کرے۔

ایجاب وقبول کے لئے شرط

وصیت کے صحیح ہونے اور نافذ ہونے کے لئے کچھ شرطیں ہیں، بعض شرطیں وصیت کے رکن یعنی ایجاب وقبول سے متعلق ہیں، بعض "موصی" یعنی وصیت کا ایجاب کرنے والے سے متعلق ہیں، بعض "موصیٰ لہ" یعنی اس شخص یا ان اشخاص سے متعلق ہیں جن کے حق میں وصیت کی جائے، اور بعض شرطیں اس مال سے متعلق ہیں جس کی وصیت کی گئی ہے، جس کو فقہ کی اصطلاح میں "موصیٰ بہ" کہا جاتا ہے۔

ارکان وصیت سے متعلق شرط یہ ہے کہ ایجاب وقبول میں موافقت پائی جائے، مثلاً کسی شخص نے ایک چیز کی وصیت دو آدمیوں کے لئے کی اور ان میں سے ایک نے قبول کیا تو وصیت نافذ نہیں ہوگی۔(۵)

وصیت کنندہ سے متعلق شرطیں

وصیت کنندہ (موصی) سے متعلق دو شرطیں ہیں، اول یہ کہ وہ تبرع اور احسان کا اہل ہو، چنانچہ نابالغ اور پاگل کی مالی وصیت معتبر نہیں۔ [illegible] وصیت کرنے والے کا مسلمان ہونا ضروری نہیں، اگر غیر مسلم غیر مسلم یا مسلمان کے لئے وصیت کرے تو یہ وصیت معتبر ہوگی، دوسرے وصیت کنندہ پر ایسا قرض نہ ہو کہ اس کا پورا ترکہ اس قرض کی ادائیگی میں ختم ہو جائے، کیونکہ دین کی ادائیگی وصیت پر مقدم ہے، اس لئے دین کی ادائیگی کے بعد ہی وصیت نافذ ہوگی۔(۶)

جس کے لئے وصیت کی جائے اس سے متعلق شرطیں

جس شخص کے حق میں وصیت کی جائے یعنی "موصیٰ لہ" کے لئے ضروری ہے:

(۱) وصیت کے وقت وہ موجود ہو، مثلاً کوئی شخص اس طرح وصیت کرے کہ فلاں خاتون کو جو بچہ پیدا ہو گا اس کے لئے

---

(۱) مواہب الجلیل [illegible]

(۲) بدائع الصنائع ۳۳۱/۷

(۳) حوالۂ سابق

(۴) الفتاوی الہندیہ [illegible]

(۵) ہندیہ ۹۰/۶

(۶) ہندیہ ۹۰/۶

(۷) بدائع الصنائع ۳۳۵/۷

وصیت کرتا ہوں، اور وصیت کے چھ ماہ کی مدت کے بعد بچہ پیدا ہوا تو وصیت درست نہیں ہوگی، کیونکہ وصیت کے وقت اس کا موجود ہونا یقینی نہیں۔

۲) یہ بھی ضروری ہے کہ وہ متعین ہو، چاہے شخصیت متعین ہو، جیسے رشید، حمید وغیرہ، یا نوعیت متعین ہو جیسے مساکین، فقراء وغیرہ، ایسا ابہام نہ ہو کہ جس کا ازالہ ممکن نہیں۔

۳) وصیت کنندہ کے موت کی وقت وہ اس کا وارث نہیں قرار پاتا ہو۔

۴) وہ بطریق حرام عمداً یا خطاءً موصی کے قتل کا مرتکب نہ ہو۔

۵) وہ دار الحرب کا باشندہ نہ ہو۔(۱)

۶) موصی لہ، مالک بننے کی صلاحیت رکھتا ہو،(۲) آج کل مغربی ممالک میں کتا اور جانوروں کے لئے وصیت کا جو طریقہ مروج ہے اسلام میں اس کی گنجائش نہیں۔

جس چیز کی وصیت کی جائے اس سے متعلق شرطیں

جس چیز کی وصیت کی جائے یعنی "موصی بہ" اس سے متعلق شرطیں یہ ہیں:

۱) مال یا مال سے متعلق ہو، جیسے صدقہ وہبہ کی وصیت(۳) یا مال کی منفعت کی وصیت کی جائے، چاہے وہ فی الحال موجود ہو یا نہیں، جیسے یوں کہے کہ اس کے اس باغ میں جو بھی پھل آئے اس کو فلاں فلاں پر خرچ کردیا جائے(۴) ——— چنانچہ خون اور مردار کی وصیت درست نہیں کہ یہ شریعت کی نظر میں مال ہی نہیں، چونکہ اصل مال کے بجائے صرف اس کی منفعت کی وصیت بھی کی جاسکتی ہے اس لئے یہ بات ممکن ہے کہ ایک شخص کے لئے اصل شی کی وصیت کی جائے اور دوسرے کے لئے اس کے منافع کی، جیسے زمین کی وصیت ایک آدمی کے لئے اور پیداوار کی دوسرے کے لئے۔(۵)

۲) وہ مال شریعت کی نگاہ میں قابل قیمت ہو، اسی لئے اگر شراب کی وصیت کی جائے تو معتبر نہیں کہ گو یہ مال ہے لیکن شریعت کی نگاہ میں یہ لائق قیمت نہیں۔

۳) وہ ایسی چیز ہو کہ کسی عقد کے ذریعہ اس کا مالک بنایا جانا ممکن ہو۔(۶)

۴) اگر کسی متعین چیز کے بارے میں وصیت کی ہو تو ضروری ہے کہ وصیت کنندہ کی موت کے وقت وہ موجود ہے، اگر اس کی وفات سے پہلے ہی وہ مال ضائع ہوگیا تو باطل ہوجائے گی۔(۷)

۵) متروکہ میں سے دین ادا کرنے کے بعد زیادہ سے زیادہ ایک تہائی کے بقدر وصیت ہو، اگر ایک تہائی سے زیادہ کی وصیت کی تو تہائی سے زیادہ کی وصیت معتبر نہیں، ہاں اگر وصیت کنندہ کی وفات کے بعد ورثاء اس زائد وصیت کے نافذ کرنے پر راضی ہوں، تو وصیت نافذ ہوگی، البتہ وصیت کنندہ کی زندگی میں ورثہ کا راضی ہونا معتبر نہیں، اور اس کی وفات کے بعد بھی نابالغ ورثہ کا رضامند ہونا کافی نہیں، اگر کچھ ورثاء بالغ ہوں اور کچھ نابالغ یا بعض اس کے نافذ کرنے پر رضامند ہوں اور بعض نہیں، تو بالغوں پر اور ان لوگوں پر جو رضامند ہیں کے مال میں ان کے حصہ کی نسبت سے وصیت نافذ ہوگی۔(۸) ——— کیونکہ گذر چکا ہے کہ آپ ﷺ نے زیادہ سے زیادہ ایک تہائی تک کی وصیت کرنے کی اجازت دی ہے، تاہم بہتر ہے کہ ایک تہائی سے کم ہی کی وصیت

---

(۱) بدائع الصنائع ۷/۳۲۸-۳۳۳، در مختار ۵/۴۱۹

(۲) ہندیہ ۶/۹۰

(۳) بدائع الصنائع ۷/۳۵۳

(۴) در مختار و رد المحتار ۵/۴۱۹

(۵) بدائع الصنائع ۷/۳۴۲

(۶) در مختار ۵/۴۱۹، ہندیہ ۶/۹۰

(۷) بدائع الصنائع ۷/۳۵۲

(۸) ہندیہ ۶/۹۰

کرے۔(۱)

البتہ موصی کا کوئی وارث نہ ہو اور وہ اپنی پوری جائداد کی کسی کے لئے وصیت کر جائے تو یہ وصیت نافذ ہوگی۔(۲)

(۲) وارث کے حق میں وصیت معتبر نہیں، آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: لا وصیۃ لوارث (۳) اس پر ائمہ اربعہ کا اتفاق ہے(۴) البتہ اگر دوسرے ورثہ اس وارث کے حق میں وصیت کو نافذ کرنے پر رضامند ہوں تو وصیت نافذ ہوگی۔(۵)

معصیت کی وصیت

معاصی اور گناہ کے کاموں کی وصیت کا کوئی اعتبار نہیں ہے۔ چنانچہ اگر کوئی شخص وصیت کر جائے کہ اس کی قبر پر گنبد تعمیر کر دیا جائے تو اس وصیت کی تعمیل نہ کی جائے گی، اسی طرح اگر وصیت کر جائے کہ اس کی موت کے بعد ایک قاری اس کی قبر کے پاس قرآن مجید پڑھتا رہے تو یہ وصیت بھی غیر معتبر ہے،(۶) اسی طرح اگر وصیت کرے کہ میری تدفین خود میرے مکان میں ہو تو وصیت کا اعتبار نہیں(۷) — گو عام طور پر فقہاء نے صراحت کے ساتھ یہ بات نہیں لکھی ہے کہ امور معصیت کی وصیت معتبر نہیں، لیکن تمام مکاتب فقہ میں متعدد ایسی وصیتوں کو باطل اور نامعتبر قرار دیا گیا ہے، جن کا تعلق محرمات اور معاصی سے ہیں۔(۸)

وصیت عقد لازم نہیں

وصیت کرنے کا کب کیا حکم ہے؟ اس کا ذکر پہلے آچکا ہے، لیکن جب وصیت کر دی جائے تو اس پر کیا حکم مرتب ہوتا ہے؟ یہ ایک علاحدہ مسئلہ ہے۔

وصیت کے بارے میں فقہاء متفق ہیں کہ یہ عقد لازم نہیں ہے، یعنی وصیت کنندہ اپنی وصیت سے رجوع کر سکتا ہے، علامہ کاسانی نے رجوع کرنے کی تین صورتیں لکھی ہیں، صراحتاً، دلالۃً اور ضرورتاً، صراحت سے مراد یہ ہے کہ وصیت کرنے والا خود کہے کہ وہ اپنی وصیت سے رجوع کر رہا ہے، دلالت سے مراد یہ ہے کہ وصیت کنندہ کوئی ایسا عمل کر گذرے، جس سے ظاہر ہوتا ہو کہ اس نے وصیت سے رجوع کر لیا ہے، جیسے کپڑے کی وصیت کرے، پھر اسے سلا لے یا ایسی بات کہے جس سے گو صراحتاً وصیت سے رجوع کرنا معلوم نہ ہوتا ہو، لیکن اس سے یہ مفہوم سمجھا جا سکتا ہو، — ضرورتاً وصیت سے رجوع ثابت ہونے کی دو صورتیں ہیں، ایک یہ کہ جس چیز کی وصیت کی ہے اس میں ایسا اضافہ کر دیا جائے کہ اس شی سے اضافہ کو الگ کرنا ممکن نہیں، جیسے زمین کی وصیت کی اور اس میں تعمیر کر دی، دوسری صورت یہ ہے کہ جس چیز کی وصیت کی تھی اس میں ایسا تغیر ہوگیا کہ نام ہی بدل کر رہ گیا، جیسے: انگور کی وصیت کی اور وہ وصیت کنندہ کی موت سے پہلے کشمش بن گیا، یا انڈے کی وصیت کی اور اس نے اب بچے کی صورت اختیار کر لی تو اب یہ وصیت باطل ہو جائے گی، علامہ کاسانی نے لکھا ہے کہ ضرورتاً وصیت سے رجوع کی صورت، دلالۃً رجوع میں داخل ہے،(۹) اور غالباً یہی صحیح ہے۔

وصیت کے مطابق ملکیت

وصیت کا دوسرا حکم یہ ہے کہ جس چیز کی وصیت کی گئی ہے، وصیت کنندہ کی موت کے بعد اس پر موصیٰ لہ کی ملکیت ثابت ہو

---

(۱) هندیہ ۶/۹۰، شامی ۵/۴۱۶

(۲) حوالۂ سابق

(۳) ترمذی حدیث ۲۱۲۰، ابن ماجہ ۲۷۱۳-۲۷۱۴

(۴) شامی ۵/۴۱۶، البحر الرائق ۸/۴۵۸، هندیہ ۶/۹۰

(۵) هندیہ ۶/۱۰۰

(۶) خلاصۃ الفتاویٰ ۴/۴۳۲

(۷) هندیہ ۶/۹۵

(۸) دیکھئے [illegible] اردن ۹/۳۵۹

(۹) بدائع الصنائع ۷/۳۸۰

جاتی ہے، چاہے کسی چیز کی وصیت کی گئی ہو یا اس کی منفعت کی، اگر کسی شخص کے لئے صرف منفعت جیسے گھر میں رہائش وغیرہ کی وصیت کی گئی ہو تو یہ وصیت محدود مدت ہی کے لئے ہوگی، اگر خود وصیت کنندہ نے مدت کی تحدید کی ہو مثلاً یوں کہا کہ فلاں شخص کو میری موت کے بعد دس سال اس مکان میں رہنے کا حق ہوگا، تو دس سال کے بعد موصی لہ کا استحقاق ختم ہو جائے گا، اور اگر مطلق وصیت کی، کسی مدت کی تحدید نہیں کی تو جس کے حق میں وصیت کی ہے اس کی موت تک منفعت کا استحقاق ہوگا، اس شخص کی موت کے بعد اس کے ورثاء کو نفع اٹھانے کا حق نہیں ہوگا۔ (۱)

وصیت سے رُجوع

وصیت سے رُجوع کرنے کی کیا صورتیں ہوں گی؟ اسی سے یہ بات بھی واضح ہوگئی کہ وصیت کن صورتوں میں باطل ہو جاتی ہے؟ یعنی جب وصیت کنندہ صراحتاً یا دلالۃً وصیت سے رُجوع کر لے، اس کے علاوہ بعض اور صورتیں بھی ہیں جن سے وصیت باطل ہو جاتی ہے، اور وہ یہ ہیں:

۱) وصیت کنندہ جنون مطبق میں مبتلا ہو جائے، یعنی اس پر ایسا جنون طاری ہو جائے جو ایک ماہ سے بھی متجاوز ہو۔

۲) جس کے حق میں وصیت کی تھی وصیت کنندہ سے پہلے اس کی وفات ہو جائے۔

۳) جس چیز کی وصیت کی تھی وہ چیز ہی باقی نہ رہ پائے۔ (۲)

ان کے علاوہ اگر کوئی ایسا سبب پایا جائے جو وصیت سے متعلق ذکر کی گئی شرطوں کی تکمیل میں حارج ہو، تو اس سے بھی وصیت باطل ہو جائے گی، جیسے موصی لہ وصیت کنندہ کو قتل کر دے یا وصیت کنندہ کی وفات کے بعد وہ وصیت کو قبول نہ کرے یا وصیت کنندہ مرتد ہو جائے، کیونکہ ارتداد کی وجہ سے وہ تصرف کی اہلیت سے محروم ہو گیا، وغیرہ۔

(فقہاء نے اس سلسلہ میں بہت تفصیل سے گفتگو کی ہے کہ اگر ایک شخص کے بجائے افراد کے ایک مجموعہ کیلئے وصیت کی جائے تو اس تعبیر کا مصداق کیا ہوگا، اور کون کون حضرات اس میں شامل ہوں گے؟ مثلاً اقارب، اہل بیت، پڑوسی، بنو فلاں، اہل علم، اور اہل حدیث وغیرہ کے الفاظ کا اطلاق کن کن لوگوں پر ہوگا؟ کتب فقہ میں یہ تفصیلات دیکھی جا سکتی ہیں، یہاں ان کا ذکر باعث طوالت ہوگا)۔

وضع

لفظ کو کسی مخصوص معنی کے مقابل رکھنے کو "وضع" کہتے ہیں، جیسے "ثم" کا لفظ اس بات کو بتاتا ہے کہ اس کے بعد آنے والا فعل پہلے کے بعد کسی قدر تاخیر کے ساتھ وقوع پذیر ہوا ہے، مثلاً صلی زید ثم عمرو کے معنی یہ ہیں کہ عمرو نے زید کے نماز پڑھنے کے تھوڑی دیر بعد نماز ادا کی، اصول فقہ میں دلالت کلام کی جو قسمیں آئی ہیں، ان کا کسی نہ کسی وجہ میں وضع سے بھی تعلق ہے۔

ایک مستقل اصطلاح علماء اُصول کے یہاں "حکم وضعی" یا "خطاب وضع" کی ہے، حکم وضعی سے مراد یہ ہے کہ شارع نے ایک فعل کو دوسرے فعل کے لئے سبب یا شرط یا مانع کا درجہ دیا ہو۔

(تفصیل لفظ "حکم" کے تحت مذکور ہو چکی ہے)

وضوء

صحت کی حفاظت کے لئے صفائی ستھرائی نہایت ہی اہم ترین ضرورت ہے اور یہ ایک حقیقت ہے کہ انسان کے باطن پر انسان کے ظاہر کا اثر پڑتا ہے، ظاہری صفائی ستھرائی اور طہارت و پاکیزگی قلبی اور روحانی تزکیہ میں بھی معاون ہوتی ہیں، جو لوگ میلے کچیلے، گندے اور ناپاک رہتے ہیں عام طور پر ان کے ذہن میں بھی گھر

---

(۱) بدائع الصنائع ۳۸۶/۷

(۲) بدائع الصنائع ۳۹۴/۷

میں پستی اور اخلاق و عادات میں گراوٹ کی کیفیت پائی جاتی ہے، اسی لئے اسلام نے باطنی پاکیزگی کی طرح ظاہری صفائی ستھرائی کو بھی بڑی اہمیت دی ہے، اسلام سے پہلے بعض مذاہب میں میل کچیل رہنے اور صاف ستھرے رہنے کو خدا کے تقرب میں رکاوٹ سمجھا جاتا تھا، ہندو مذہب کی بعض معزز مذہبی شخصیتیں اب بھی اس طرح کی ریاضت کرتی ہیں کہ بالکل صفائی ستھرائی نہیں کرتے، ننگ دھڑنگ رہتے ہیں، عیسائی مذہب پر ایک دور رہبانیت کا گذرا ہے، جس میں لوگ سالہا سال غسل نہیں کرتے تھے، اور اس کو بہت بڑی نیکی تصور کرتے تھے، پروفیسر لیکی نے تاریخ اخلاق یورپ میں تفصیل سے اس کا ذکر کیا ہے۔

اسلام جس کا ایک ایک جزو فطرت انسانی سے ہم آہنگ اور اعتدال پر مبنی ہے، اس قسم کی رہبانیت کو قبول نہیں کرتا، اس کی نگاہ میں اللہ تعالیٰ نے انسان کے ساتھ جو فطری تقاضے رکھے ہیں ان کی تکمیل خدا کے قرب میں مانع نہیں اور نہ خشیت الٰہی کے منافی ہے، بلکہ ان کو اعتدال اور اللہ کی مقرر کی ہوئی حدود میں رکھتے ہوئے انجام دینا اللہ سے قربت اور اس کی رضا و خوشنودی کا صحیح راستہ ہے، اسی لئے پیغمبر اسلام ﷺ نے نہ صرف یہ کہ پاک صاف رہنے کی تلقین فرمائی بلکہ صفائی ستھرائی کا ایک پورا نظام مرتب فرما دیا، پیشاب، پائخانہ کے بعد استنجا کا حکم دیا گیا، جسم میں کہیں کوئی نجاست لگ جائے یا خود جسم سے نجاست نکلے تو اس کو دھونے کا حکم فرمایا گیا، ہر نماز سے پہلے وضوء کو ضروری قرار دیا گیا، اور اس میں ان اعضاء کے دھونے اور پونچھنے کو ضروری قرار دیا گیا جو عام طور پر کھلے ہوتے ہیں، اور ان کا بار بار دھونا صحت کے لئے مفید ہے، دانتوں کی صفائی کے لئے مسواک کی خاص طور پر تاکید کی گئی، ہفتہ میں کم از کم ایک دن جمعہ کو غسل کرنے کو آپ ﷺ نے سنت قرار دیا، نوجوان اور جوان کام کاج اور دوڑ دھوپ کی وجہ سے میل کچیل سے زیادہ دوچار ہوتے ہیں، اس لئے ایسی باتوں کی وجہ سے غسل کو واجب قرار دیا گیا کہ جوان مرد و عورت ان سے زیادہ دوچار ہوتے ہیں، پھر جب آدمی اس دنیا سے گذر جائے تو آخری بار اسے رخصت کرتے ہوئے اچھی طرح غسل دینے کی تلقین کی گئی، گویا طہارت و نظافت کا ایک پورا نظام مرتب فرما دیا گیا، جس کی وجہ سے ہر مسلمان بار بار صفائی ستھرائی کے اہتمام اور طہارت و پاکیزگی پر دوام کا پابند ہے۔

وضوء — لغت اور اصطلاح میں

جیسا کہ مذکور ہوا نظافت و طہارت کے نظام کا ایک اہم جز "وضوء" ہے، اگر "و" پر پیش ہو تو اس کے معنی وضوء کرنے کے ہیں اور "و" پر زبر ہو تو دو معنی آتے ہیں: وضوء کرنا، دوسرے وہ پانی جس سے وضوء کیا جائے، دراصل میں یہ لفظ "وضاءت" سے ماخوذ ہے، جس کے معنی چمک اور حسن و نظافت کے ہیں (۱) اس عمل کو وضوء یا تو اس لئے کہتے ہیں کہ اس سے صفائی ستھرائی حاصل ہوتی ہے، یا اس لئے کہ وضوء کی برکت سے آخرت میں مومن کے اعضاء وضوء روشن رہیں گے، جیسا کہ حدیث میں وارد ہوا ہے۔ (۲)

شریعت کی اصطلاح میں وضوء چہرے، ہاتھ اور پاؤں کے دھونے اور سر کے مسح کرنے کا نام ہے (۳) — بعض حضرات کا خیال ہے کہ وضوء اسی امت کی خصوصیات میں سے ہے، اس لئے کہ حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ پیغمبر اسلام ﷺ قیامت کے دن امت مسلمہ کو اعضاء وضوء سے پہچانیں گے (۴) لیکن روایتوں میں حضرت سارہ زوجہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے وضوء کرنے کا ذکر ملتا ہے، اس لئے محققین کا خیال ہے کہ وضوء اس امت کی

---

(۱) مراقی الفلاح مع الطحطاوی: ۳

(۲) مراقی الفلاح: ۳۱

(۳) مسلم شریف [illegible]

(۴) بخاری [illegible] مسلم شریف [illegible]

خصوصیت نہیں ہے بلکہ وضوء کی وجہ سے قیامت میں اعضاء وضوء کا روشن ہونا اس امت کی خصوصیات میں سے ہے، علامہ طحطاوی نے بھی اسی کو ترجیح دیا ہے۔(۱)

قرآن مجید میں وضوء کے احکام کے سلسلہ میں جو آیت نازل ہوئی ہے، وہ سورۂ مائدہ میں ہے، اور یہ مدنی سورت ہے، اس سے بظاہر محسوس ہوتا ہے کہ وضوء کی فرضیت مدینہ میں ہوئی ہے نہ کہ مکہ میں، حافظ ابن عبد البر کا خیال ہے کہ البتہ غسل جنابت مکہ ہی میں فرض ہو گیا تھا، اس پر اتفاق ہے، اور اس پر بھی کہ آپ ﷺ نے ہجرت سے پہلے بھی کوئی نماز بلا وضوء نہیں ادا فرمائی ہے، اس سے پتہ چلتا ہے کہ وضوء کا وجود تو مکی زندگی ہی میں ہو چکا تھا، لیکن اس کا وجوب مدینہ آنے کے بعد ہوا، اس کی تائید اس سے ہوتی ہے کہ حضرت عبد اللہ ابن عباس ؓ راوی ہیں کہ حضرت فاطمہؓ روتے ہوئے آپ ﷺ کے پاس آئیں اور عرض کیا کہ ان قریش نے آپ ﷺ کو قتل کرنے کا پروگرام بنالیا ہے، آپ ﷺ نے اس موقعہ سے وضوء کا پانی طلب فرمایا، اس روایت سے واضح ہے کہ ہجرت سے پہلے بھی وضوء کرنے کا معمول مبارک تھا، چنانچہ ابن جہم مالکی کا خیال ہے کہ ہجرت سے پہلے وضوء مستحب تھا، ہجرت کے بعد واجب ہو گیا۔(۲)

خیال ہوتا ہے کہ شریعت کے دوسرے احکام کی طرح وضوء کے احکام بھی مختلف مرحلوں میں دیے گئے، مکی زندگی میں وضوء کرنا محض مستحب تھا، مدنی زندگی میں ابتداءً ہر نماز کے لئے واجب قرار دیا گیا جیسا کہ امام ابوداؤدؒ نے حضرت عبد اللہ ابن حنظلہ انصاری ؓ سے نقل کیا ہے کہ شروع میں ہر نماز کے لئے وضوء کا حکم فرمایا گیا تھا، گو آدمی پاکی کی حالت میں ہو، لیکن جب اس میں مشقت ہوئی تو اب صرف حدث یعنی ناقض وضوء پیش آنے کی صورت میں وضوء کا حکم دیا گیا۔(۳) اس طرح تین مرحلوں میں وضوء کا حکم پایۂ تکمیل کو پہنچا۔

وضوء کے ارکان

افعال وضوء کے سلسلہ میں یہ تفصیل ہے کہ ان میں بعض رکن ہیں، بعض سنت ہیں، اور بعض آداب کے درجہ میں ہیں۔

وضوء کے ارکان چار ہیں: چہرہ دھونا، کہنیوں سمیت دونوں ہاتھوں کو دھونا، ٹخنوں سمیت دونوں پاؤں دھونا، اور کم سے کم چوتھائی سر کا مسح کرنا، خود قرآن مجید میں ان ارکان اربعہ کا ذکر آیا ہے۔(المائدہ: ۶)

چہرہ سے مراد پیشانی سے لے کر ٹھوڑی سے نیچے کا حصہ اور ایک کان کی لو سے دوسرے کان کی لو تک کا حصہ ہے، پیشانی سے مراد دونوں بھنوؤں کے سامنے کا وہ سطح حصہ ہے جو سجدہ کرتے ہوئے زمین سے مس کرتا ہے، یہ حکم ہر شخص کے لئے ہے، چاہے اس کو بال ہو یا نہ ہو یا کم ہو، اگر کسی شخص کو سر کے اگلے حصے میں بال نہیں ہوں جب بھی اسی حصہ تک دھونا ہے، اور ٹھوڑی کے نیچے سے مراد ٹھوڑی سے نیچے کا وہ حصہ ہے جہاں سے عام طور پر داڑھی کے بال نکلتے ہیں،(۴) چنانچہ آنکھ اور ناک کے درمیان کی جگہ، داڑھی کے بال کی جگہ سے کان کے درمیان کی سفیدی اور ہونٹ کا وہ حصہ جو منہ بند کرنے کے وقت نظر آتا ہے یہ سب چہرہ میں داخل ہے اور ان سب کو دھونا ضروری ہے،(۵) آنکھ، ناک اور منہ کے اندرونی حصہ کا دھونا ضروری نہیں، نیز اگر داڑھی، مونچھ بھنویں گھنی ہوں تو ان کی جڑوں کو دھونا ضروری نہ ہوگا، اگر ہلکے بال ہوں اور نیچے چمڑے نظر آتے ہوں تو چمڑے کو دھونا بھی ضروری ہوگا،(۶) داڑھی کا اتنا حصہ

---

(۱) طحطاوی علی مراقی الفلاح ۳۴

(۲) دیکھئے فتح الباری ۱/۲۹۱

(۳) ابو داؤد ۱/۸

(۴) مراقی الفلاح ۳۳

(۵) در مختار ورد المحتار ۱/۹۹

(۶) در مختار ۱/۹۹

جو چہرے کی حد کے اندر ہو ان کو دھونا بھی فرض ہے، اور جو حصہ ٹھوڑی سے نیچے لٹکا ہوا ہو اس کو دھونا فرض نہیں لیکن سنت ہے، (۱) یہی رائے اکثر فقہاء کی ہے، حنابلہ کے نزدیک داڑھی کے لٹکے ہوئے حصہ کو بھی دھونا واجب ہے، (۲) کنپٹیاں چہرے میں داخل نہیں، (۳) اسی طرح ہونٹ کا وہ حصہ جو منہ بند رکھنے کے وقت نظر نہیں آتا چہرہ میں داخل نہیں اور اس کا دھونا ضروری نہیں۔ (۴)

حنفیہ اور اکثر فقہاء کے نزدیک منہ اور ناک کا اندرونی حصہ چہرہ (وجہ) میں داخل نہیں، حنابلہ کے نزدیک یہ بھی وجہ میں داخل ہے، اسی لئے ان کے یہاں وضوء میں کلی کرنا اور ناک میں پانی ڈالنا بھی ضروری ہے، (۵) کیونکہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ جب وضوء کرو تو کلی کرو، اذا توضأت فمضمض۔ (۶) دوسرے فقہاء کے نزدیک یہ حکم استحباب کے درجہ میں ہے۔

ہاتھ دھونا

دونوں ہاتھوں کو کہنیوں سمیت دھونا فرض ہے، اور علامہ شرنبلالی نے اس پر اجماع کا دعویٰ کیا ہے، کہنی سے ہاتھ اور بازو کے ہڈیوں کا جوڑ مراد ہے، (۷) پاؤں ٹخنوں سمیت ہیں، اس پر بھی امت کا اجماع ہے، (۸) اگر انگوٹھی تنگ ہو تو اس کو حرکت دینا واجب ہے تاکہ اندر پانی کے پہنچ جانے کا اطمینان ہو جائے۔ (۹)

سر کا مسح

سر کے ایک چوتھائی حصہ کا مسح کرنا حنفیہ کے نزدیک فرض ہے، یہ قول مشہور ہے جس کو اکثر اہل علم نے ترجیح دی ہے، بعض حضرات کے نزدیک تین انگلیوں کے بقدر اور بعض اہل علم کے نزدیک "مقدار ناصیہ" جس کو گو صاحب ہدایہ نے چوتھائی سر کے برابر قرار دیا ہے، لیکن شامی کی تحقیق کے مطابق "ناصیہ" چوتھائی سر سے کم مقدار ہوتی ہے، تاہم قول معتمد وہی چوتھائی سر کا ہے، جس کو ابن ہمام، ابن امیر الحاج اور دوسرے اہل علم نے اختیار کیا ہے، (۱۰) سر سے مراد کان کے اوپر کا حصہ ہے، چنانچہ کسی کے بال نیچے لٹکے ہوئے ہوں اور اس کو جوڑا بنا کر سر سے باندھ لے اور اس پر مسح کر لیا جائے تو کافی نہیں، اسی طرح اگر سر کا بال پیشانی پر آگیا ہو، یا گردن پر آگیا ہو، اور بال کے اس حصہ پر مسح کیا جائے تو یہ کافی نہیں۔ (۱۱)

سر کے کتنے حصے کا مسح فرض ہے؟ اس میں فقہاء کے درمیان خاصا اختلاف ہے، مالکیہ کے نزدیک پورے سر کا مسح فرض ہے، (۱۲) شوافع سے تین اقوال منقول ہیں، ایک بال کا مسح کافی ہے، کم سے کم تین بال کا مسح ضروری ہے، قول مشہور یہ ہے کہ اتنی مقدار جس کو مسح کہا جاتا ہو، (۱۳) امام احمدؒ سے بھی ان کے عام مزاج کے مطابق متعدد رائیں نقل کی گئی ہیں، ایک قول پورے سر کا مسح واجب ہونے کا ہے، ایک یہ کہ مردوں کیلئے پورا سر اور عورتوں کے لئے سر کا اگلا حصہ، اور ایک قول کے مطابق سر کے کچھ حصہ کا مسح کافی ہے، اور ایک قول کے مطابق سر کے اکثر حصہ کا مسح ضروری ہے، (۱۴) مالکیہ کا خیال ہے کہ وامسحوا برؤوسکم میں "ب" حرف زائد ہے، اب اس آیت کے معنی یوں ہو گئے کہ اپنے سروں کا مسح کرو، لہذا

---

(۱) ردالمحتار ۹۹/۱
(۲) المغنی ۸۹/۱
(۳) مراقی الفلاح ۳۴
(۴) مراقی الفلاح ۳۵
(۵) المغنی ۹۳/۱
(۶) ابوداؤد ۱۹/۱
(۷) مراقی الفلاح وطحطاوی ۳۳
(۸) درمختار ۹۴/۱
(۹) مراقی الفلاح ۳۵
(۱۰) ردالمحتار ۹۷/۱
(۱۱) طحطاوی علی مراقی الفلاح ۳۳
(۱۲) الشرح الصغیر ۱۰۹/۱
(۱۳) شرح مہذب ۳۹۸/۱
(۱۴) المغنی ۹۷/۱

پورے سر کا مسح کرنا فرض ہوگا، جو لوگ پورے سر کا مسح ضروری قرار نہیں دیتے ان کی رائے ہے کہ اس آیت میں "ب" کے معنی "بعض" (کچھ حصہ) کے ہیں، اس لئے پورے سر کا مسح فرض نہیں، سر کے ایک حصہ کا مسح کافی ہے۔

کم سے کم کتنا حصہ کافی ہے؟ شوافع نے اس کی کوئی تحدید نہیں کی، احناف کا نقطۂ نظر یہ ہے کہ آپ ﷺ کا کم سے کم جتنی مقدار کا مسح ثابت ہے وہ مقدار ناصیہ ہے (۱) جو چوتھائی سر یا قریب بہ چوتھائی ہوتا ہے۔

نیت

وضوء سے متعلق بعض افعال وہ ہیں جن کی بابت اختلاف ہے کہ وہ فرض ہیں یا سنن و آداب کے قبیل سے ہیں؟ ان میں ایک نیت ہے، حنفیہ کے نزدیک نیت مسنون ہے، نہ کہ فرض، کیونکہ قرآن مجید میں جہاں فرائض وضوء کا بیان ہے، وہاں نیت کا کوئی ذکر نہیں آیا ہے، اسی طرح ایک حدیث میں روایت اس طرح ہے کہ ایک آدمی آپ ﷺ سے وضوء کا طریقہ دریافت کیا اور آپ ﷺ نے ان کو وضوء کا طریقہ بتایا، اس میں آپ ﷺ نے نیت کا ذکر نہیں فرمایا، (۲) ایک حدیث میں آپ ﷺ نے دیہاتی کو وضوء کا طریقہ بتایا لیکن اس میں نیت کا ذکر نہیں فرمایا، (۳) یہی تقاضۂ قیاس بھی ہے، کیونکہ نجاست دور کرنے کی اکثر صورتیں وہ ہیں جن میں نیت کی ضرورت نہیں، استنجاء ہو، یا ازالۂ نجاست کی کوئی اور صورت، یہی حکم وضوء کا بھی ہونا چاہئے، پھر غور کیجئے کہ وضوء بھی نماز کے لئے شرط کا درجہ رکھتا ہے، اور جسم و نماز کی جگہ کا پاک ہونا یا حصہ ستر کا چھپا ہوا ہونا بھی من جملہ شرائط نماز کے ہے، اور ان امور کے بارے میں اتفاق ہے کہ نیت ضروری نہیں، تو ضرور ہے کہ یہی حکم وضوء کا بھی ہو، مالکیہ، شوافع اور حنابلہ کے نزدیک وضوء میں نیت ضروری ہے، (۴) کیونکہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ اعمال کا مدار نیتوں پر ہے: انما الاعمال بالنیات، (۵) حنفیہ کا نقطۂ نظر یہ ہے کہ یہاں اعمال سے خالص عبادات مراد ہیں، جیسے نماز، روزہ وغیرہ نہ کہ تمام اعمال، کیونکہ بے شمار افعال وہ ہیں، جن کا صحیح ہونا نیت پر موقوف نہیں، اور اس پر فقہاء کا اتفاق ہے۔

افعال وضوء میں ترتیب کا حکم

حنفیہ اور مالکیہ کے یہاں وضوء میں وضوء کے افعال کو اسی ترتیب سے انجام دینا ہے، جس ترتیب سے قرآن مجید میں ان کا ذکر آیا ہے، یعنی پہلے چہرہ پھر ہاتھوں کا دھونا اس کے بعد سر کا مسح اور آخر میں پاؤں کا دھونا (سورۂ مائدہ: ۶) مسنون ہے واجب نہیں، شوافع اور حنابلہ کے نزدیک واجب ہے، گو امام احمد کا ایک قول اس کے خلاف بھی ہے، لیکن قول مشہور یہی ہے، (۶) اس میں شبہ نہیں کہ بعض آثار صحابہ سے خلاف ترتیب وضوء کرنا بھی ثابت ہے، چنانچہ دارقطنی نے حضرت بسر بن سعید ؓ سے اس طرح وضوء کرنا نقل کیا ہے کہ آپ ﷺ نے پہلے چہرہ دھویا پھر ہاتھ، اس کے بعد پہلے پاؤں دھوئے اور آخر میں سر کا مسح کیا، اور فرمایا کہ میں نے اسی طرح حضور ﷺ کو وضوء کرتے ہوئے دیکھا ہے، (۷) اسی لئے حنفیہ کا خیال ہے کہ ترتیب سنت تو ہے واجب نہیں۔

پے در پے دھونا

تیسرا نکتہ جس کے بارے میں حنفیہ اور دوسرے فقہاء کے درمیان اختلاف ہے، تسلسل اور "موالات" ہے "موالات" سے

---

(۱) شرح معانی الآثار المعروف بالطحاوی ۱/۲۱، ابوداؤد شریف ۱/۲۰

(۲) ابوداؤد شریف ۱/۱۹، باب الوضوء ثلاثا ثلاثا

(۳) ابوداؤد شریف ۱/۱۹، باب الوضوء ثلاثا ثلاثا

(۴) الافصاح ۱/۶۰

(۵) بخاری ۱/۲

(۶) الافصاح ۱/۶۱

(۷) دیکھئے نصب الرایہ ۱/۳۵

مراد یہ ہے کہ ایک عضو کے خشک ہونے سے پہلے ہی دوسرا عضو دھولیا جائے، مالکیہ کے نزدیک موالات واجب ہے، حنفیہ کے نزدیک واجب نہیں بلکہ سنت ہے، امام شافعیؒ کا قول جدید بھی یہی ہے، امام احمدؒ سے دونوں طرح کے اقوال منقول ہیں(۱) —— حنفیہ وغیرہ کا نقطۂ نظر یہ ہے کہ قرآن و حدیث میں کہیں صراحتاً یہ حکم موجود نہیں، اس لئے یہ مسنون تو ہوگا، واجب نہیں ہوسکتا، حنفیہ کی رائے کو حضرت عبد الرحمن بن عوف ؓ کی روایت سے تقویت پہنچتی ہے، حضرت عبد الرحمن ؓ نے حضور ﷺ سے دریافت کیا کہ اگر میں اپنی باندی سے ہم آغوش ہوتا ہوں تو میری بیوی کو اس سے رنجش ہوتی ہے اور اسے رشک آتا ہے، آپ ﷺ نے دریافت فرمایا کہ ان کو کیوں کر اس کا علم ہوتا ہے؟ عرض کیا: میرے غسل کرنے کی وجہ سے، آپ ﷺ نے فرمایا کہ جب ایسا ہو تو صرف سر دھولیا کرو، اور جب نماز کا وقت آئے تو باقی پورا جسم دھولو۔(۲)

وضوء کی سنتیں

وضوء میں کچھ اور سنت ہیں، یعنی یہ ایسے افعال ہیں کہ جن کا کرنا باعث اجر ہے، اور جن کا ترک کردینا قابل ملامت(۳) "نور الایضاح" میں اٹھارہ سنتوں کا ذکر ہے، لیکن مراقی الفلاح میں لکھا ہے کہ اٹھارہ کا عدد بطور حصر کے نہیں ہے، یہ از راہ سہولت لکھ دیا گیا ہے(۴) یہ سنتیں حسب ذیل ہیں:

۱) شروع میں تین دفعہ دونوں ہاتھوں کا گٹوں تک دھونا، چنانچہ حضرت ابو ہریرہ ؓ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ جب تم میں سے کوئی نیند سے بیدار ہو تو برتن میں ہاتھ ڈالنے سے پہلے اس کو دھولے۔(۵)

۲) شروع میں بسم اللہ کہنا، کیونکہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اس کا وضوء نہیں جس نے اللہ کا نام نہیں لیا،(۶) حنفیہ میں امام قدوریؒ اور امام طحاویؒ وغیرہ کا رجحان ان کے سنت مؤکدہ ہونے کی طرف ہے، اور صاحب ہدایہ کے نزدیک قول صحیح اس کا مستحب ہونا ہے،(۷) بسم اللہ کس طرح کہا جائے؟ اس سلسلہ میں مختلف اقوال منقول ہیں، بعض حضرات کی رائے ہے کہ "بسم اللہ العظیم و الحمد للہ علی دین الاسلام" کہے، اور بعض حضرات کا نقطۂ نظر یہ ہے کہ "بسم اللہ الرحمن الرحیم" ہی پڑھا جائے، البتہ طحاویؒ نے زیلعیؒ کے حوالہ سے نقل کیا ہے کہ "بسم اللہ الرحمن الرحیم بسم اللہ العظیم و الحمد للہ علی دین الاسلام" پڑھا جائے تا کہ ان تمام اذکار کو شامل ہو جائے،(۸) عینیؒ نے طبرانیؒ کے حوالہ سے بسند حسن "بسم اللہ و الحمد للہ" کے الفاظ نقل کئے ہیں،(۹) اگر ابتداء میں بسم اللہ کہنا بھول گیا، اور درمیان میں بسم اللہ کہا تو سنت تو ادا نہ ہوگی البتہ مستحب پر عمل کا ثواب ہوگا۔(۱۰)

۳) وضوء میں مسواک کرنا سنت مؤکدہ ہے، مسواک کلی کرتے وقت کی جائے گی، اگر وضوء کے درمیان مسواک کرنا بھول گیا تو نماز سے پہلے مسواک کرلینا مسنون ہے،(۱۱) کیونکہ آپ ﷺ سے بکثرت مسواک کی تاکید ثابت ہے۔

مسواک تین بار کرنا مسنون ہے، تین بار اوپر کے حصہ میں اور تین بار نیچے کے حصہ میں اور تین الگ الگ پانی کے ساتھ۔(۱۲)

---

(۱) طحطاوی علی مراقی ۳۰

(۲) فیہ اسماعیل بن یحیی وهو متروک عند المحدثین، دیکھئے نصب الرایہ ۱/۳

(۳) درمختار ۱/۸۰

(۴) مراقی الفلاح ۳۵

(۵) مسلم ۱/۳۶، ابوداؤد شریف ۱/۱۴، ترمذی شریف ۱/۳

(۶) دیکھئے نصب الرایہ ۱/۳

(۷) طحطاوی علی مراقی ۳۰

(۸) طحطاوی ۳۰

(۹) رد المحتار ۱/۷۶

(۱۰) درمختار ۱/۸۰

(۱۱) درمختار ۱/۸۵

(۱۲) درمختار ۱/۸۵

ابتداء دائیں جانب سے کی جائے پھر بائیں سے دائیں اور پھر دائیں سے بائیں (۱) مسواک کرتے ہوئے اسے دائیں ہاتھ سے تھامنا چاہئے، حضرت عبداللہ بن مسعود ؓ سے اس کی کیفیت اس طرح نقل کی گئی ہے کہ چھوٹی انگلی اور انگوٹھا مسواک کے نیچے ہو اور باقی انگلیاں مسواک کے اوپر، (۲) (مسواک کے سلسلہ میں دوسرے احکام کے لئے ملاحظہ ہو: مسواک)۔

۴) تین مرتبہ کلی کرے۔

۵) تین مرتبہ ناک میں پانی ڈالنا۔

۶) اگر روزہ دار نہ ہو تو کلی اور ناک میں پانی ڈالنے میں مبالغہ کرنا، کلی میں مبالغہ یہ ہے کہ حلق کے کنارہ تک پانی پہنچ جائے اور ناک میں پانی ڈالنے میں مبالغہ یہ ہے کہ ناک کے نرم حصہ سے آگے پانی چلا جائے۔ (۳)

کلی کرنا اور ناک میں پانی ڈالنا سنت مؤکدہ ہے، اگر عادۃً اس کا اہتمام ترک کردے تو گنہگار ہوگا، (۴) کیونکہ بہت سی روایت میں آپ ﷺ کا وضوء میں کلی کرنا اور ناک میں پانی ڈالنا ثابت ہے، بلکہ کیفیت وضوء سے متعلق شاید ہی کوئی روایت ہو جو ان افعال کے ذکر سے خالی ہو۔

(کلی اور ناک میں پانی ڈالنے سے متعلق احکام کے لئے دیکھئے: مضمضہ اور استنشاق)۔

۷) گھنی ڈاڑھی کا خلال کرنا بشرطیکہ محرم نہ ہو، کیونکہ آپ ﷺ ریش مبارک کا خلال فرمایا کرتے تھے، (۵) یہ امام ابو یوسفؒ کا قول ہے، امام ابو حنیفہؒ اور امام محمدؒ کے نزدیک ڈاڑھی میں خلال کرنا مستحب ہے نہ کہ مسنون (۶) چونکہ ڈاڑھی کے خلال کے سلسلہ میں بکثرت روایات منقول ہیں، (۷) اس لئے مشائخ حنفیہ کا رجحان اس سلسلہ میں امام ابو یوسفؒ کے قول کی طرف ہے، (۸) تین دفعہ چہرہ دھونے کے بعد ڈاڑھی کا خلال کیا جائے گا، خلال کا طریقہ یہ ہے کہ ایک چلو پانی لے کر نیچے کی طرف سے بالوں کے درمیان سے انگلیاں اوپر لے جائی جائیں، بعض روایات میں آپ ﷺ سے اسی طرح ڈاڑھی کا خلال کرنا ثابت ہے۔ (۹)

۸) انگلیوں کا خلال بھی مسنون ہے، ہاتھ کی انگلیوں کے خلال کا طریقہ یہ ہے کہ ایک ہاتھ کی انگلیاں دوسرے ہاتھ کی انگلیوں میں داخل کی جائیں، پاؤں کی انگلیوں کا خلال اس طرح کیا جائے کہ بائیں ہاتھ کی چھوٹی انگلی سے پاؤں کی انگلیوں کا خلال کیا جائے، دائیں پاؤں کی چھوٹی انگلی سے شروع کیا جائے اور بائیں پاؤں کی چھوٹی انگلی پر ختم کیا جائے، پاؤں کی انگلیوں کے نیچے کی جانب سے خلال کرنا چاہئے، (۱۰) حضرت لقیط بن صبرہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ جب وضوء کرو (تو بھرپور کرو) اور انگلیوں کے درمیان خلال کرو۔ (۱۱)

۹) رسول اللہ ﷺ کا عام معمول مبارک اعضاء وضوء کو تین تین بار دھونے کا تھا، اس لئے تین تین بار اعضاء وضوء کو دھونا مسنون ہے، تین بار دھونے سے مراد پورے عضو کو تین بار دھونا ہے، اگر ایک دفعہ کچھ حصہ دھویا، کچھ حصہ دوسری دفعہ یا ایک دفعہ پورا عضو دھویا اور دوسری اور تیسری دفعہ کچھ حصہ پر پانی ڈالا تو یہ سنت کی ادائیگی کے لئے کافی نہیں، تین دفعہ سے زیادہ بھی نہ دھونا

---

(۱) رد المحتار ۱/۸۴

(۲) رد المحتار ۱/۸۷

(۳) مراقی الفلاح ۳۹، در مختار ۱/۸۹

(۴) رد المحتار ۱/۸۹

(۵) ترمذی عن عثمان ۱/۶

(۶) مراقی الفلاح ۳۹

(۷) دیکھئے نصب الرایہ ۱/۲۹-۳۳، الاحادیث الواردۃ فی تخلیل اللحیۃ

(۸) دیکھئے مراقی الفلاح ۳۹، در مختار ۱/۸۹

(۹) مراقی الفلاح ۳۹، رد المحتار ۱/۸۹

(۱۰) طحطاوی ۳۹، رد المحتار ۱/۸۸

(۱۱) ترمذی ۱/۹

چاہئے، ہاں اگر پوری طرح اعضاء وضوء کے دھل جانے کا اطمینان نہ ہو اور محض طمانیت قلب کی غرض سے تین دفعہ کے بعد بھی دھو لے تو کچھ حرج نہیں۔(۱)

(۱۰) پورے سر کا مسح ایک بار مسنون ہے، یہی رائے حنفیہ، حنابلہ اور مالکیہ کی ہے،(۲) کیونکہ روایت میں عام طور پر ایک ہی بار سر کا مسح کرنا منقول ہے،(۳) شوافع کے نزدیک سر کا مسح تین بار مسنون ہے،(۴) کیونکہ بعض روایات میں تین بار مسح کرنے کا ذکر آیا ہے، لیکن یہ روایتیں محدثین کے نزدیک ضعف سے خالی نہیں، اس لئے صحیح قول وہی ہے جو اکثر فقہاء کا ہے۔

(۱۱) کانوں کا مسح کرنا، بہتر ہے کہ کان کے مسح کے لئے نیا پانی لیا جائے، امام ابوحنیفہؒ کی ایک روایت یہی ہے، تاہم اگر ہاتھ میں بچی ہوئی تراوٹ ہی سے کان کا مسح کرلے تو یہ بھی کافی ہے، البتہ چونکہ اس صورت میں امام شافعیؒ کے نزدیک سنت ادا نہیں ہوتی، اس لئے اختلاف فقہاء سے بچتے ہوئے نیا پانی لے لیا جائے تو بہتر ہے۔

(۱۲) اعضاء وضوء پر پانی بہاتے ہوئے ان اعضاء کو ملنا یعنی ان پر ہاتھ کا پھیرنا بھی مسنون ہے، کیونکہ آپ ﷺ سے ایسا کرنا ثابت ہے،(۵) امام مالکؒ اور امام اوزاعیؒ کے نزدیک اعضاء وضوء کو ملنا فرائض وضوء میں سے ہے،(۶) اس لئے فقہاء کے اختلاف سے بچنے کے لئے اعضاء وضوء پر ہاتھ پھیرنے کا اہتمام کرلینا چاہئے، صرف پانی بہانے پر اکتفاء نہیں کرنا چاہئے۔

(۱۳) وضوء میں دائیں حصہ سے آغاز مسنون ہے، یعنی بائیں ہاتھ سے پہلے دایاں ہاتھ اور بائیں پیر سے پہلے دایاں پاؤں دھویا جائے، چنانچہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ جب وضوء کرو تو دائیں سے آغاز کرو: اذا توضأتم فابدؤوا بمیامنکم۔(۷)

(۱۴) سر کے مسح میں سر کے اگلے حصہ سے مسح کی ابتداء مسنون ہے، کیونکہ آپ ﷺ کا اسی طرح مسح کرنا ثابت ہے۔(۸)

سنن وضوء کی یہ فہرست علامہ شرنبلالیؒ کی رائے پر ہے، بعض حضرات کا خیال ہے کہ دائیں حصہ کو پہلے دھونا اور سر کے اگلے حصے کا مسح پہلے کرنا یہ مستحبات میں سے ہے، در مختار میں علامہ حصکفیؒ نے ان کے مستحب ہونے کو ترجیح دی ہے۔

کچھ اور سنتیں

وضوء کی سنتوں میں سے شروع میں نیت کرنا بھی ہے، یہ بھی ہے کہ اعضاء وضوء کو مسلسل دھویا جائے، ترتیب کی رعایت بھی مسنون ہے، بعض فقہاء کے نزدیک ان کا درجہ فرض کا ہے، اسی مناسبت سے فرائض وضوء کے عنوان سے اس کا ذکر آچکا ہے۔(۹)

مستحبات وآداب

وضوء کے مستحبات وآداب یہ ہیں:

(۱) وضوء کے لئے اونچی جگہ پر بیٹھنا تاکہ وضوء کے دھوون سے بچ سکے۔

(۲) قبلہ کا استقبال۔

(۳) بلا عذر دوسرے سے مدد نہ لینا، عذر کی بناء پر دوسروں سے مدد لینے میں کوئی حرج نہیں۔(۱۰) —— اس سلسلہ میں تفصیل یہ ہے کہ وضوء میں مدد لینے کے تین درجات ہیں، ایک یہ کہ کسی سے

---

(۱) درمختار ورد المحتار ۱/۸۱-۸۰

(۲) الدر المختار مع رد المحتار ۱/۸۲، البحر الرائق ۱/۲۷، البدائع ۱/۲۳

(۳) بخاری شریف ۱/۳۱، ترمذی شریف ۱/۱۰

(۴) بدائع ۱/۲۲

(۵) مراقی الفلاح ۳۸

(۶) طحطاوی ۳۹

(۷) صحیح ابن حبان ۳/۳۷۰، حدیث نمبر ۱۰۹۰، عن ابی ہریرۃ، ابن ماجۃ، حدیث نمبر ۴۰۲

(۸) مراقی الفلاح ۴۱

(۹) درمختار ۱/۸۲، سنن وضوء کی پوری بحث مراقی الفلاح، طحطاوی، درمختار و رد المحتار سے ماخوذ ہے

(۱۰) مراقی الفلاح ۴۴

پانی طلب کیا جائے، دوسرا یہ کہ کوئی شخص پانی بہائے اور آدمی خود اعضاء وضوء کو دھوئے، تیسرا یہ کہ کسی اور شخص سے اعضاء وضوء کو دھلوائے اور مسح کروائے۔ استعانت کی یہ تیسری صورت مکروہ ہے بشرطیکہ وضوء کرنے والا خود افعال وضوء کو انجام دینے سے معذور نہ ہو۔ پہلی صورت میں کوئی کراہت نہیں کہ تعاون بعید ہے، دوسری صورت خلاف ادب ہے۔ علامہ شامی نے اس تفصیل کی طرف اشارہ کیا ہے۔(۱)

۴) وضوء کے درمیان دنیوی گفتگو نہ کی جائے۔

۵) کان کا مسح کرنے میں چھوٹی انگلی کو کان کے سوراخ میں داخل کیا جائے۔

۶) انگوٹھی کشادہ ہو پھر بھی اس کو حرکت دی جائے۔

۷) دائیں ہاتھ سے کلی کرے اور ناک میں پانی ڈالے۔

۸) بائیں ہاتھ سے ناک صاف کرے۔

۹) اگر معذور نہ ہو یعنی کسی ایسی بیماری سے دوچار نہ ہو کہ جس کی وجہ سے وضوء دیر تک برقرار نہ رہ سکے تو مستحب ہے کہ وقت کے داخل ہونے سے پہلے وضوء کرلے۔

۱۰) وضوء کے بعد قبلہ رخ کھڑے ہو کر کلمۂ شہادت پڑھے کہ حدیث میں اس کی فضیلت آئی ہے۔

۱۱) وضوء کے بعد یہ دعا پڑھنا منقول ہے:

اللّٰهم اجعلني من التوابين واجعلني من المتطهرين

الٰہی مجھے خوب توبہ کرنے والوں میں سے بنا اور مجھے پاک لوگوں میں سے بنا۔

۱۲) وضوء کے بعد وضوء کے بچے ہوئے پانی کو کھڑے ہو کر یا بیٹھ کر پیا، کیونکہ آپ ﷺ سے وضوء کے بچے ہوئے پانی کو کھڑے ہو کر پینا ثابت ہے، گو عام حالات میں اس طرح پینا مکروہ تحریمی ہے۔(۲)

۱۳) یہ بھی مستحب ہے کہ اعضاء وضوء کو دھلتے ہوئے کچھ آگے تک پانی پہنچا دیا جائے تاکہ مقررہ حد تک پانی کا پہنچ جانا یقینی ہو جائے، حضرت ابو ہریرہ ؓ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے اس کی ترغیب دی ہے: فمن استطاع منكم ان يطيل غرته فليفعل۔(۳)

۱۴) اگر وقت کراہت نہ ہو تو وضوء کے بعد تحیۃ الوضوء کی نیت سے دو رکعت نفل پڑھ لی جائے۔(۴)

(تفصیل کے لئے دیکھئے: تحیۃ الوضوء)

یہ کچھ اہم مستحبات و آداب ہیں، فقہاء نے کچھ اور آداب کا بھی ذکر کیا ہے، اسی طرح ہر عضو کو دھوتے ہوئے دعائیں بھی نقل کی گئی ہیں، لیکن کسی صحیح حدیث سے اس کا ثبوت نہیں۔

وضوء میں مکروہ باتیں

وضوء میں جو باتیں مکروہ یا خلاف ادب ہیں، وہ یہ ہیں:

۱) چہرہ پر پانی کا مارنا، یہ کراہت تنزیہی ہے۔

۲) پانی بہت کم استعمال کرنا، اتنا کم کہ گویا تیل کی مالش کی گئی ہو اور جسم سے قطرات کا ٹپکنا نمایاں نہ ہو۔

۳) پانی کا ضرورت سے زیادہ خرچ کرنا، تین دفعہ سے زیادہ دھونا بھی اس میں شامل ہے، اگر اپنے مملوک پانی یا نہر اور دریا کے پانی میں فضول خرچی کرے تو مکروہ تحریمی ہے اور مسجد و مدارس کے پانی میں اسراف کرے تو حرام۔

۴) نئے پانی سے تین بار مسح کرنا۔

۵) عورت کے استعمال کے بعد بچے ہوئے پانی سے

---

(۱) رد المحتار ۹۰/۱

(۲) در مختار ۸۷/۱

(۳) مسلم شریف ۱۲۶/۱ باب استحباب اطالۃ الغرۃ

(۴) در مختار ۹۰/۱

وضوء کرنا۔

۶) ناپاک جگہ میں وضوء کرنا۔

۷) مسجد میں وضوء کرنا، البتہ مسجد میں جو حصہ وضوء ہی کے لئے بنایا گیا ہو وہاں وضوء کرنے میں کوئی حرج نہیں۔(۱)

۸) وضوء کے درمیان بلاضرورت دنیوی گفتگو کرنا۔(۲)

وضوء واجب ہونے کی شرطیں

وضوء سے متعلق شرطیں دو طرح کی ہیں، وضوء کے واجب ہونے کی شرطیں اور وضوء کے صحیح ہونے کی شرطیں، وضوء کے واجب ہونے کی شرطیں یہ ہیں: عاقل ہونا، بالغ ہونا، مسلمان ہونا، اتنے پانی کے استعمال پر قادر ہونا جس سے وضوء کیا جا سکے، حیض ونفاس کی کیفیت کا نہ ہونا، پہلے سے وضوء موجود نہ ہو، اور وقت نماز کا اتنے حصہ کا باقی رہ جانا کہ اب اگر وضوء کرکے نماز ادا نہ کی جائے تو نماز قضاء ہو جائے۔(۳) تاہم علامہ شرنبلالی نے صحیح لکھا ہے کہ ایک جملہ میں یہ تمام شرطیں جمع کی جا سکتی ہیں اور وہ یہ کہ مکلف پانی کے ذریعہ پاکی حاصل کرنے پر قادر ہو "**قدرة المكلف بالطهارة عليها** بالماء"۔(۴)

وضوء درست ہونے کی شرطیں

وضوء کے صحیح ہونے کے لئے تین بنیادی شرطیں ہیں:

۱) پاک پانی اعضاء وضوء کے پورے چمڑے پر پہنچ جائے اور ایک سوئی کے بقدر بھی خشکی نہ رہ پائے، اگر اتنا حصہ بھی خشک رہ گیا تو وضوء درست نہیں ہوگا۔

۲) حیض ونفاس کی حالت نہ ہو، اور وضوء کے درمیان کوئی ناقض وضوء پیش نہ آئے۔

۳) ایسی کوئی چیز جسم پر نہ ہو جو پانی کے پہنچنے میں رکاوٹ ہو، جیسے: موم، چربی، تیل یا میل پانی کے پہنچنے میں مانع نہیں ہوتے، بلکہ خود پانی ان کے اندر جذب ہوتا ہے، پھر چمڑے تک پہنچتا ہے۔(۵)

متفرق احکام

اگر پاؤں میں پھٹن کی وجہ سے پانی سے وضوء مضر ہو تو پھٹن سے اوپر لگی ہوئی دوا پر پانی کا بہا دینا کافی ہے، اگر پانی کا بہانا بھی نقصان سے خالی نہ ہو تو صرف مسح کر لے، اگر مسح میں بھی نقصان کا اندیشہ ہو تو یوں ہی چھوڑ دے، اگر ٹھنڈے پانی کا استعمال مضر ہو اور گرم پانی استعمال کرنے میں نقصان نہ ہو تو گرم پانی استعمال کرے،(۶) —— ظاہر ہے یہی حکم دوسرے اعضاء وضوء کیلئے بھی ہوگا، اگر دھونے یا مسح کرنے میں نقصان پہنچنے کا اندیشہ ہو، کیونکہ شریعت نے انسان کو اس کی قوت اور صلاحیت کے لحاظ سے مکلف بنایا ہے۔(۷)

ہاتھ اور چہرہ دھونے کے بعد ناخن یا مونچھ تراشی جائے یا سر پر مسح کرنے کے بعد بال مونڈا دیا جائے تو غسل اور مسح کے اعادہ کی ضرورت نہیں ہے۔(۸)

اگر زخم پر باریک چمڑا تھا جس پر پانی گذار دیا پھر اس چمڑے کو کاٹ دے تو دوبارہ پانی بہانا ضروری نہیں،(۹) —— تاہم ان صورتوں میں دوبارہ ان اعضاء کو دھو لینا مستحب ہے۔(۱۰)

—— اگر کسی شخص کی کہنی سے ہاتھ کٹا ہوا ہو تو جہاں پر سے کٹا ہوا ہے اسے دھولے، اسی طرح ہاتھ پاؤں کا کچھ حصہ کٹا ہوا ہے،

---

(۱) درمختار ۸۹-۹۰/۱

(۲) مراقی الفلاح ۴۵

(۳) درمختار ۵۹/۱

(۴) مراقی الفلاح ۴۳

(۵) حوالۂ سابق، درمختار ۵۹/۱

(۶) طحطاوی ۴۵

(۷) دیکھئے درمختار ۹۹/۱

(۸) مراقی الفلاح ۴۵

(۹) درمختار ۹۹/۱

(۱۰) مراقی الفلاح ۴۵

اور کچھ حصہ باقی ہے تو جتنا حصہ کٹا ہوا ہے اسے دھولیا جائے۔(۱) اگر ایک شخص کو ایک ہی حصہ میں ایک سے زیادہ ہاتھ یا پاؤں ہو جائیں تو اگر اس زائد ہاتھ اور پاؤں سے اشیاء کو پکڑتا اور چلتا ہو تو اس کو بھی دھونا واجب ہوگا، ورنہ دھونا واجب نہ ہوگا بلکہ مستحب ہوگا، اسی طرح اگر پانچ سے زیادہ انگلیاں ہو جائیں تو اس کو بھی دھونا فرض ہوگا۔(۲)

وضو کب فرض و واجب ہے اور کب سنت و مستحب؟

وضو کب فرض ہے، کب واجب اور کب مستحب؟ اس اعتبار سے وضو کی چار قسمیں کی گئی ہیں: فرض، واجب، مسنون اور مستحب، نماز کے لئے وضو کرنا فرض ہے، فرض ہو یا نفل، اور فرض عین ہو یا فرض کفایہ، اور مکمل نماز ہو یا جزء نماز، جیسے سجدۂ تلاوت، ان صورتوں میں وضو فرض ہے، طواف کے لئے وضو کرنا واجب ہے، اسی لئے بغیر وضو طواف کرنے کی صورت میں دم واجب ہوتا ہے، قرآن مجید چھونے کے لئے وضو کرنا بعض حضرات کے نزدیک واجب ہے، اور بعض حضرات کے نزدیک فرض، علامہ شرنبلالی اور علامہ حلبیؒ کے نزدیک اس کے لئے بھی وضو فرض ہے۔(۳)

سونے کے لئے وضو کرنا مسنون ہے،(۴) یہ علامہ حصکفیؒ کی رائے ہے، اور معمول نبوی ﷺ سے مطابقت کے اعتبار سے قابل ترجیح معلوم ہوتی ہے، علامہ شرنبلالی نے اس کو بھی مستحبات میں شمار کیا ہے، ان کے نزدیک مسنون اور مستحب کی الگ الگ قسمیں نہیں بلکہ تین ہی قسمیں ہیں: فرض، واجب، اور مستحب۔(۵)

جن صورتوں میں وضو کرنا مستحب ہے، وہ تیس سے بھی زیادہ ہیں، من جملہ ان کے یہ ہیں: دینی کتابوں یعنی فقہ و حدیث، تفسیر و عقائد وغیرہ کی کتابیں چھونا مقصود ہو، نیند سے بیدار ہو، تجدید وضوء کے لئے بشرطیکہ پہلے وضوء سے کوئی عبادت مقصودہ ادا کرچکا ہو، یا مجلس بدل گئی ہو، غیبت کرنے، جھوٹ بولنے، چغلخوری کرنے، قبیح اشعار پڑھنے اور کسی بھی غلطی کرنے کے بعد، کیونکہ وضوء گناہوں کا کفارہ ہے، نماز کے باہر قہقہہ لگانے کے بعد، میت کو غسل دینے اور جنازہ اٹھانے کے بعد، ہر نماز کے لئے تازہ وضوء، غسل جنابت سے پہلے جب جنبی کھانے، پینے، سونے یا دوبارہ ہمبستری کرنے کا ارادہ کرے، غصہ کی حالت میں، کیونکہ وضوء آتش غضب کو بجھاتا ہے، قرآن و حدیث پڑھنے اور حدیث کی روایت کرنے کے لئے، کسی بھی علم شرعی کے پڑھنے اور پڑھانے کے لئے، اذان، اقامت اور خطبہ کے لئے گو خطبہ نکاح ہی کیوں نہ ہو، مواجہ شریف میں حاضری کے لئے، مسجد میں داخل ہونے کی غرض سے، عرفہ میں وقوف اور صفا اور مروہ کے درمیان سعی کے لئے، ہر ایسے عمل کے بعد جس میں بعض فقہاء کے نزدیک وضوء ٹوٹ جاتا ہو، جیسے اونٹ کا گوشت کھانے، یا غیر محرم مشتہات عورت کو چھونے اور اپنی شرمگاہ کو کپڑے کے بغیر ہاتھ لگانے کی صورت میں۔(۶)

(نواقض وضوء کے احکام کے لئے ملاحظہ ہو: حدث، نوم، دم، قہقہہ، بول و براز، نیز وضوء کے مستعمل پانی کے حکم کے لئے دیکھا جائے: غسالہ، اور کس پانی سے وضوء جائز ہے؟ اس کے لئے دیکھئے: "ماء")۔

وضیعہ

جس قیمت میں کسی چیز کو خریدا ہو، اس سے کم قیمت میں اسے فروخت کرنے کو "بیع وضیعہ" کہتے ہیں،(۷) اس کے مقابلہ میں

---

(۱) رد المحتار ۱/۹۹

(۲) درمختار ۱/۷۰

(۳) مراقی الفلاح ۳۵، رد المحتار ۹۰

(۴) درمختار ۱/۹۱

(۵) دیکھئے مراقی الفلاح ۳۵

(۶) مراقی الفلاح ۳۴-۳۵، درمختار ۱/۹۱

(۷) کتاب التعریفات ۲۴۷

مرابحہ اور تولیہ کی اصطلاحات ہیں، خریدی ہوئی چیز کو نفع لے کر فروخت کرے تو "مرابحہ" ہے، اور اسی قیمت میں فروخت کردے تو "تولیہ" ہے۔

وطن

وطن ("ط" کے زبر یا سکون کے ساتھ) کے معنی رہائش کی جگہ (منزل الاقامۃ) کے ہیں، (۱) چونکہ نماز میں قصر کا مسئلہ سفر سے متعلق ہے، اور سفر عام ہی بے وطنی کا ہے، اس لئے فقہاء کے یہاں وطن ایک اہم اصطلاح ہے، اور اس کی دو قسمیں کی گئی ہیں، وطن اصلی اور وطن اقامت۔

وطن اصلی سے مراد وہ جگہ ہے، جہاں انسان پیدا ہوا ہو یا وہاں اس نے شادی کی ہو یا وہاں اس نے مستقل طور پر قیام کا ارادہ کرلیا ہو، **الوطن الاصلی هو الذی ولد فیه الانسان او تزوج فیه او لم یتزوج ولم یولد فیه ولکن قصد التعیش لا الارتحال عنه**، (۲) —— وطن اصلی متعدد بھی ہو سکتے ہیں، مثلاً ایک شخص نے دو شہروں میں مکان بنا رکھا ہے، یا اس نے دو شہروں میں الگ الگ نکاح کر رکھے ہیں تو دونوں اس کے لئے وطن اصلی قرار پائیں گے، (۳) اگر کوئی شخص اپنے وطن اصلی کو چھوڑ کر پوری طرح وہاں سے منتقل ہوگیا، اور کسی اور جگہ کو وطن بنالیا تو اب یہ وطن اصلی باقی نہیں رہے گا، **وهذا الوطن یبطل بمثله لا غیر وهو ان یتوطن فی بلدة اخری وینقل الاهل الیها فیخرج الاول عن ان یکون وطنا اصلیا.** (۴)

وطن اصلی کا حکم یہ ہے کہ یہاں چار رکعت والی نمازیں پوری چار رکعت ہی ادا کی جائیں گی، خواہ سفر کرتے ہوئے وہ دو ایک دنوں ہی کیلئے کیوں نہ وہاں مقیم ہوا ہو۔

وطن اقامت سے عارضی قیام گاہ مراد ہے، حنفیہ کے نزدیک اگر کوئی شخص کسی مقام پر پندرہ دن یا اس سے زیادہ ٹھہرنے کی نیت کرلے، تو یہ وطن اقامت ہے، وطن اقامت دو صورتوں میں باطل ہو جاتا ہے، ایک تو وطن اصلی کی طرف لوٹنے سے، دوسرے مسافت شرعی کے بقدر فاصلے کے کسی مقام کے سفر کے ارادہ سے، اگر اس سے کم فاصلے کا سفر وطن اقامت سے کیا جائے اور پھر وطن اقامت کو واپسی کا ارادہ ہو تو وطن اقامت باطل نہیں ہوتا، بلکہ اس مختصر سفر میں بھی وہ مقیم ہی کے حکم میں رہتا ہے، (۵) وطن اقامت کا بھی حکم نماز میں وہی ہے جو وطن اصلی کا ہے کہ چار رکعت والی نمازیں پوری پڑھی جائیں گی۔

اسی سے حجاج کے سلسلہ میں بھی حکم معلوم ہوگیا کہ جو حجاج حج شروع ہونے سے پندرہ دنوں پہلے مکہ آجائیں وہ مقیم ہیں، وہ منیٰ، عرفات اور مزدلفہ میں چار رکعتیں پوری کریں گے، اور جو حجاج پندرہ دنوں پہلے مکہ نہ پہنچے ہوں، بلکہ اس وقت آئے ہوں جب زیادہ سے زیادہ چودہ دن حج شروع ہونے میں باقی ہو تو انہیں منیٰ، عرفات اور مزدلفہ میں چار رکعت والی نمازوں کو دو رکعت ہی پڑھنا چاہئے، کیونکہ وہ مسافر کے حکم میں ہیں۔

بعض اہل علم نے وطن کی ایک اور قسم وطن سکنیٰ کے نام سے کی ہے، یعنی ایسی جگہ جہاں پندرہ دنوں سے کم قیام کا ارادہ ہو، ایسا شخص مسافر کے حکم میں ہے، چونکہ اس سے کوئی مستقل فقہی حکم متعلق نہیں ہے، اس لئے محققین کے نزدیک وطن سکنیٰ کی اصطلاح بے معنی اور بے فائدہ ہے، (۶) —— وطن اقامت کی جو تشریح اوپر ذکر کی گئی ہے، وہ فقہاء حنفیہ کی رائے پر ہے، مالکیہ کے نزدیک اگر کہیں چار دن یا

---

(۱) القاموس المحیط ۱۵۹۸

(۲) مراقی الفلاح علی حاشیة الطحطاوی ۲۳۲، نیز دیکھئے البحر الرائق ۲؍۱۰۴

(۳) مراقی الفلاح ۲۳۳

(۴) البحر الرائق ۲؍۱۰۴

(۵) الدر المختار مع الرد ۲؍۱۳۲، مع تحقیق شیخ عادل احمد وغیرہ

(۶) البحر الرائق ۲؍۱۰۴، مراقی الفلاح ۲۳۵

میں نمازوں کے بقدر قیام کا ارادہ ہو، تو وہ وطن اقامت ہوگا، (۱) شوافع کے نزدیک بھی آنے اور جانے کا دن چھوڑ کر چار دن قیام کے ارادہ سے آدمی مقیم ہوجاتا ہے، لیکن اگر مقیم ہونے کے باوجود آگے سفر کا کوئی غیر یقینی مرحلہ درپیش ہو، جیسے جہاد میں لڑائی متوقع ہو، یا کسی اور کام کی وجہ سے قیام میں دن دو دن کا اضافہ ہوتا جاتا ہو، حالانکہ ابتداء میں چار دن تک مستقل قیام کی نیت نہ رہی ہو تو ایسی صورت میں سترہ دنوں تک قصر کرنے کی گنجائش ہے، اس کے بعد نہیں، (۲) حنابلہ کے نزدیک اکیس نماز یا اس سے زیادہ قیام کا ارادہ ہو تو وطن اقامت قرار پاتا ہے، (۳) حنفیہ، مالکیہ اور حنابلہ کے نزدیک اگر کوئی شخص مدت اقامت کے قیام کی نیت نہ رکھتا ہو لیکن ایک ایک دو دو دن کا ارادہ کرتے کرتے ایک عرصہ بھی کہیں قیام کرلے تو وہ مسافر ہی سمجھا جائے گا۔

وطی

وطی کے لغوی معنی روندنے کے ہیں، فقہ کی اصطلاح میں حشفہ (سپاری) یا اس کے بقدر مرد کے عضو مخصوص کے داخل کرنے کا نام وطی ہے، خواہ مرد کے عضو تناسل میں انتشار کی کیفیت پائی جائے یا نہ پائی جائے، اگر مرد و عورت کے اعضاء کے درمیان کوئی ایسی چیز حائل بھی ہو جو جسمانی حرارت کے ایک دوسرے تک پہنچنے میں رکاوٹ نہ ہو تو وہ بھی فقہ کی اصطلاح میں وطی ہے، اس پر بھی وطی کے تمام احکام جاری ہوں گے، لا فرق فی الایلاج بین ان یکون بحائل او لا، لکن بشرط ان تصل الحرارة معه. (۴)

وطی یا دوسرے لفظوں میں مقدار حشفہ دخول سے درج ذیل احکام متعلق ہیں:

☆ غسل کا واجب ہونا، نماز، سجدہ، خطبہ، طواف، تلاوت قرآن، قرآن کو چھونا اور اٹھانا، قرآن کی کتابت اور مسجد میں داخل ہونے کی حرمت، غسل سے پہلے کھانے پینے کا مکروہ ہونا، اگر موزوں پر مسح کررہا ہو تو واجب ہے کہ موزہ اتار لے، اگر حیض کے ابتدائی دنوں میں وطی کرلی تو ایک دینار اور آخری دنوں میں وطی کی تو نصف دینار کفارہ ادا کرنا مستحب ہے، روزہ کا فاسد ہونا، اس کی قضاء نیز سرزنش اور کفارہ کا واجب ہونا، اگر وطی کے درمیان صبح طلوع ہوگئی تو اس دن کے روزے کا منعقد نہ ہونا، جن کفارات میں مسلسل روزے ضروری ہیں، اگر ان کفارات کے درمیان جماع کی وجہ سے روزہ توڑ لے تو از سر نو روزہ رکھنا پڑے گا۔

☆ اعتکاف میں وطی جائز نہیں، اس سے اعتکاف فاسد ہوجائے گا، اگر حج میں وقوف عرفہ سے پہلے اور عمرہ میں طواف کے چار شوط سے پہلے وطی کرلے، تو ان صورتوں میں حج و عمرہ بھی فاسد ہوجائے گا، اور فی الحال اس حج و عمرہ کو مکمل کرنا، آئندہ ان کی قضاء کرنا نیز دم دینا واجب ہوگا، اگر نکاح فاسد کی بناء پر وطی کرلی یا شبہ میں وطی کرلی تو مہر مثل واجب ہوگا، طلاق رجعی کے بعد وطی سے رجعت ثابت ہوجائے گی، جس عورت سے وطی کی، اس کی بیٹی اور اس کی ماں مرد پر اور مرد کے اصول و فروع یعنی آباء و اولاد عورت پر حرام قرار پائیں گے، اگر اس عورت کو شوہر نے تین طلاق

---

(۱) دیکھئے الثمر الدانی ۲۳۱

(۲) المهذب ۱/۳۳۹

(۳) دیکھئے المغنی ۳/۱۵۳ تحقیق دکتور ترکی و عبد الفتاح محمد

(۴) الأشباه والنظائر ۲/۳۲۰، ط: مصطفی باز

دے دی ہو تو اب دوسرے شوہر کے وطی کرنے اور طلاق دینے کے بعد پہلے شوہر کے لئے حلال ہو جائے گی، اگر کسی مرد کو نامردی کے علاج کی مہلت دی گئی ہو اور وہ اس مہلت میں وطی کر لے تو اسے نامردی ختم ہونے کی دلیل سمجھا جائے گا، کنواری لڑکی کا نکاح باپ دادا کے سوا کسی اور نے کیا ہو تو اسے بالغ ہونے کے بعد اس نکاح کے رد کر دینے کا اختیار حاصل ہوتا ہے، اگر مرد نے وطی کر لی تو یہ اختیار ختم ہو جائے گا، عقد کے وقت مہر مقرر کیا گیا ہو تو پورا مہر واجب ہوگا، مہر مقرر نہ ہوا ہو تو مہر مثل واجب ہوگا، اگر عورت نے ایک دفعہ وطی کا موقع دے دیا تو صاحبین کے قول پر مہر معجل کے لئے وہ اپنے نفس کو نہیں روک سکتی، جو طلاق وطی کرنے سے مشروط ہو تو وطی کرنے کے ساتھ ہی طلاق واقع ہو جائے گی، جس بیوی سے ابھی وطی کی نوبت نہ ہو، اس کو چاہے بحالت حیض میں طلاق دے، طلاق سنت ہی کہلائے گی، جس بیوی سے وطی کر چکا ہے، اس کے لئے حالت حیض کی طلاق بدعت ہوگی، اور ایسے طہر کی طلاق کہ خاص اس طہر میں وطی نہ کی ہو، طلاق سنت ہوگی، اگر ایلاء کیا ہو تو وطی کر لینے کو ہی ایلاء سے رجوع سمجھا جائے گا، البتہ قسم کا کفارہ واجب ہوگا، وطی کرنے کی وجہ سے گو بغیر نکاح کے ہی، امام محمدؒ کے قول پر استبراء یعنی کم سے کم ایک حیض گذرنا واجب ہوگا، اور اس کے بعد اس کا نکاح درست ہوگا، وطی کی وجہ سے عدت واجب ہوگی اور عدت میں نفقہ سکنی بھی واجب ہوگا، اگر وطی بطور زنا ہو تو حد واجب ہوگی، وطی کرنے کی وجہ سے حد زنا کے احکام میں مرد و عورت محصن شمار کئے جائیں گے، وطی حلال کی وجہ سے نسب ثابت ہوگا۔

یہ ان احکام میں سے اقتباس ہے، جسے علامہ ابن نجیم مصریؒ نے "احکام غیبوبة الحشفة" کے زیر عنوان نقل کیا ہے، پھر آگے مصنف نے کچھ فوائد لکھے ہیں جن کا اختصار کے ساتھ ذکر کیا جاتا ہے:

۱) جیسا کہ مذکور ہوا اگر وطی میں کوئی ایسا باریک پردہ استعمال کیا جائے جو جسمانی حرارت کے پہنچنے میں مانع نہ ہو تو اس کا حکم وہی ہے، جو اس کے بغیر وطی کرنے کا ہے۔

۲) اگر کسی شخص کے عضو تناسل سے مقدار حشفہ کٹا ہو تو اس کے بقدر حصے کے داخل ہونے پر وطی کے مذکورہ احکام جاری ہوں گے۔

۳) غیر فطری راہ سے وطی کے احکام بھی وہی ہیں جو اوپر مذکور ہوئے، البتہ اس سے چند مسائل مستثنیٰ ہیں، کہ فعل خلاف فطرت سے حرمت مصاہرت ثابت نہیں ہوتی، امام ابو حنیفہؒ کے یہاں حد واجب نہیں ہوتی، حد زنا میں مرد و عورت محصن قرار نہیں پاتے، مطلقہ مغلظہ پہلے شوہر کے لئے حلال نہیں ہوتی، جس شوہر نے ایلاء کیا ہو اس کے حق میں فئے یعنی رجعت متحقق نہ ہوگی، یہ نامردی کے ختم ہونے کی دلیل نہیں، کسی لڑکی کے ساتھ ایسا فعل کیا جائے تو نکاح میں اس کا خاموش رہنا دلیل رضامندی ہوگی، اگر نکاح فاسد کے بعد اس کا مرتکب ہوا اور پھر دوبارہ خلوت صحیحہ کے بغیر طلاق دیدے تو مہر آدھا واجب ہوگا اور عدت واجب نہ ہوگی۔

۴) نکاح فاسد کے بعد وطی کا وہی حکم ہے جو نکاح صحیح کے بعد وطی کا ہے، لیکن چند مسائل اس سے مستثنیٰ ہیں، نکاح فاسد میں وطی کرنے کی صورت میں مہر متعین اور مہر مثل میں سے جو کم ہو وہ واجب ہوگا، جب کہ نکاح صحیح میں مہر متعین واجب ہوتا ہے: نکاح فاسد

کے بعد وطی سے مطلقہ مغلظہ شوہر اول کے لئے حلال نہ ہوگی، حد زنا کے باب میں اس کی وجہ سے وہ مرد و عورت محصن نہیں ہو گے، نکاح صحیح کی وجہ سے وطی حلال ہے، اور نکاح فاسد کے بعد وطی حرام ہی رہے گی۔

۵) جو احکام وطی سے متعلق ہیں اس میں انزال ہونے اور نہ ہونے کا اعتبار نہیں، کیونکہ اس کی حیثیت ضمنی ہے۔

۶) وطی کی صورت میں مہر یا حد زنا میں سے کوئی ایک چیز عام طور پر واجب ہوتی ہے، لیکن بعض صورتیں اس سے مستثنیٰ ہیں، کتب فقہ میں اس کی تفصیل موجود ہے۔

۷) شوہر کے لئے بیوی سے وطی حلال ہے، لیکن بعض صورتوں میں اپنی بیوی سے بھی وطی حرام ہے، اور وہ یہ ہیں:

حالت حیض، حالت نفاس، عورت واجب روزہ رو رہی ہو، نماز کا وقت تنگ پڑ رہا ہو، اعتکاف یا احرام کی حالت ہو، ظہار کی صورت میں کفارہ ادا کرنے سے پہلے، بیوی سے شبہ کی بناء پر کسی نے وطی کر لی ہو اور وہ عدت گذار رہی ہو، عورت کے اگلے اور پچھلے راستے مل گئے ہوں، اور وطی کے محل فطرت میں ہونے کا یقین نہ ہو، کم سنی، بیماری یا موٹاپے کی وجہ سے عورت وطی کی متحمل نہ ہو، اپنا مہر معجل وصول کرنے کیلئے اس نے اپنے نفس کو روک رکھا ہو، عورت حاملہ نہ ہو، اور اس کے خلاف قصاص کا فیصلہ ہو چکا ہو، اس سے بھی وطی کرنا جائز نہیں، کیونکہ اگر اس سے حمل قرار پا جائے تو قصاص میں تاخیر ہوگی۔

۸) جن صورتوں میں وطی حرام ہے، ان صورتوں میں دواعی وطی یعنی بوس وکنار وغیرہ کی بھی ممانعت ہے، البتہ حیض ونفاس میں اور جو شخص اپنے نفس کے بارے میں مطمئن ہو اس کے لئے روزہ کی حالت میں دواعی وطی کا اختیار کرنا جائز ہے۔(۱)

وعدہ

اسلام میں "وعدہ" کو بڑی اہمیت حاصل ہے، قرآن مجید نے متعدد مواقع پر ایفاء عہد کا تذکرہ کیا ہے، کہیں تو وعدہ پورا کرنے کا حکم دیا گیا اور فرمایا گیا کہ انسان اپنے وعدہ کے بارے میں اللہ کے سامنے جواب دہ ہوگا **واوفوا بالعهد ان العهد كان مسئولا** (بنی اسرائیل: ۳۴) اور کہیں سچے اور پکے اور جنتی مسلمان کی حیثیت سے ان لوگوں کا ذکر کیا گیا جو اپنے عہد کو پورا کرتے ہیں، (البقرہ: ۱۷۷، المومنون: ۸، المعارج: ۳۲) وعدہ کو وفا کرنا جتنا محبوب اور قابل تعریف وصف ہے، وعدہ خلافی اور عہد شکنی اسی درجہ مذموم اور ناپسندیدہ، آپ ﷺ نے وعدہ خلافی کو نفاق کی علامت قرار دیا ہے،(۲) کسی مسلمان کے حق میں اس سے بڑھ کر اور کیا تعبیر ہو سکتی ہے، جس کے ذریعہ کسی فعل کی مذمت کی جائے! اگر کسی ناپسندیدہ بات کا وعدہ کیا گیا تو ایسے وعدہ کو پورا نہیں کرنا چاہئے،(۳) اسی طرح اگر کسی شخص نے وعدہ پورا کرنے کی نیت سے وعدہ کیا، وہ اسے پورا کرنا چاہتا تھا لیکن غیر معمولی رکاوٹ پیش آگئی اور وہ اس وعدہ کو پورا نہیں کر پایا تو وہ وعدہ خلافی کا گنہگار نہیں ہوگا،(۴) لیکن بلا عذر وعدہ خلافی جائز نہیں، جیسا کہ مذکورہ حدیث سے ظاہر ہے۔

فقہاء کے یہاں یہ بات زیر بحث آتی ہے، کہ وعدہ کو وفا کرنا واجب ہے یا نہیں؟ اکثر فقہاء کے نزدیک دیانۃً ایفاء عہد واجب

---

(۱) ملخص از: الأشباه والنظائر ۴/۲۲۹-۲۳۰ ط: مصطفى باز مكة المكرمة

(۲) بخاری ۱/۱۰ باب علامة المنافق

(۳) فتح الباري ۱/۱۲۵

(۴) إحياء العلوم ۳/۱۳۳

ہے، قضاءً واجب نہیں، دیانۃً واجب ہونا ظاہر ہے، چنانچہ ارشاد خداوندی **یاایہا الذین آمنوا اوفوا بالعقود** " (المائدہ: ۱) کے بارے میں حضرت عبد اللہ ابن عباس ؓ، امام مجاہدؒ، اور متعدد بلند پایہ مفسرین سے منقول ہے کہ یہاں عقود سے "عہود" یعنی وعدے مراد ہیں (۱) یہی بات ابو عبیدہؒ نے بھی کہی ہے کہ **یعنی العہود والایمان**، (۲) امام ابو بکر جصاص رازی نے اس سلسلہ میں اہل علم کے اقوال نقل کرنے کے بعد لکھا ہے:

> **وھو عموم فی ایجاب الوفاء بجمیع ماشرط الانسان علی نفسہ مالم تقم دلالۃ تخصصہ.** (۳)
>
> انسان اپنے اوپر جو بھی شرطیں عائد کرے ان سب کو پورا کرنا واجب ہے، اس سلسلہ میں یہ آیت عام ہے، سوائے اس کے کہ کوئی وجہ تخصیص موجود ہو۔

البتہ حنفیہ کے بارے میں اہل علم نے لکھا ہے کہ اگر وعدہ کسی شرط کے ساتھ معلق ہو تو پھر وہ لازم ہو جاتا ہے، اسی بنیاد پر "مجلۃ الاحکام" میں ایک قاعدہ اس طرح ذکر کیا گیا ہے:

> **المواعید بصورۃ التعالیق تکون لازمۃ.** (۴)
>
> وہ وعدے جو کسی شرط پر معلق ہوں، انھیں پورا کرنا ضروری ہے۔

وعدہ کے قضاءً واجب ہونے کے سلسلہ میں مالکیہ کا مذہب اہل سنت کے تینوں دبستان فقہ سے کسی قدر الگ ہے، مالکیہ کے نزدیک اگر وعدہ کو کسی سبب سے متعلق کیا گیا ہو تو اس کو پورا کرنا قضاءً واجب ہے، جیسے کوئی شخص کہے کہ تم اپنا موجودہ مکان منہدم کردو، میں تمہیں نئی تعمیر کے لئے پیسے دوں گا، اب اس نے اپنا قدیم مکان گرا دیا، تو وعدہ کرنے والے شخص پر قرض دینا واجب ہوگا، (۵) اسلامی تاریخ کے مشہور قاضی ابن شبرمہؒ کے نزدیک مطلق وعدہ قضاءً واجب ہے، اور وعدہ کنندہ کو اپنے وعدہ کی تکمیل پر مجبور کیا جائے گا، (۶) —— فی زمانہ بہت سے مواقع پر لوگوں کو مضرت سے بچانے کے لئے ایفاء عہد کو واجب قرار دینے کی ضرورت محسوس ہوتی ہے، اس لئے بعض جدید اقتصادی مسائل کے حل میں فقہ مالکی سے فائدہ اٹھایا جا سکتا ہے۔ واللہ اعلم

وفرہ

بال جو سر پر جمع ہو، یا کانوں تک آتا ہو، یا کانوں کی لو سے متجاوز ہو، اسے "وفرہ" کہتے ہیں، اس سے لمبے بال کو "جمہ" اور "لمہ" کہا جاتا ہے، وفرہ کی جمع وفار ہے، (۷) —— رسول اللہ ﷺ عام طور پر لمبی زلف رکھا کرتے تھے، زلف مبارک کبھی کانوں تک، کبھی گردن تک اور کبھی مونڈھوں کو چھوتی ہوئی ہوتی تھی، (۸) غرض کہ بعض اوقات آپ ﷺ کے بال مبارک وفرہ کے مصداق ہوا کرتے تھے۔

وقص

"وقص" کی جمع اوقاص ہے، کسی شئی کی زکوۃ میں دو علاحدہ تعداد پر زکوۃ کی علاحدہ مقدار متعین کی گئی ہو، ان دونوں کے درمیان جو فاصلہ ہو اسی کو "وقص" کہتے ہیں، (۹) مثلاً آپ ﷺ نے

---

(۱) أحکام القرآن للجصاص ۲۸۶/۳

(۲) حوالۂ سابق ۲۸۶/۳

(۳) حوالۂ سابق ۲۸۹-۲۸۶

(۴) مجلۃ الأحکام، دفعہ ۸۳

(۵) الفروق للقرافی ۲۵/۴-۲۴

(۶) الفقہ الإسلامی وأدلتہ ۸/۴

(۷) القاموس المحیط ۴۳۳

(۸) دیکھئے شمائل ترمذی ۳، ط: اشرفی بک ڈپو دیوبند

(۹) قواعد الفقہ ۵۲۵

گائے بیل کی زکوۃ کے بارے میں فرمایا کہ تیس پر ایک ایک سالہ بچھڑا یا بچھڑی اور چالیس پر دو سالہ واجب ہوگا، (۱) اسی طرح چالیس کے بعد جب ساٹھ ہو جائیں تو اس حدیث کی روشنی میں وہ دو ایک سالہ بچھڑے ادا کرتے ہوں گے، یہ چالیس اور ساٹھ کے درمیان کا حصہ وقص کہلاتا ہے، امام ابو یوسفؒ اور امام محمدؒ کے نزدیک وقص میں زکوۃ واجب نہیں، یعنی اگر کسی کو چالیس سے بڑھ کر انچاس گائیں ہو جائیں تو وہی ایک دو سالہ بچھڑا واجب ہوگا، تو جانوروں کا جو اضافہ ہوا ہے اس پر الگ سے کچھ واجب نہ ہوگا، امام ابو حنیفہؒ سے تین قول منقول ہے: ایک یہ کہ چالیس کے بعد جتنے بچھڑے ہوں اسی نسبت سے زکوۃ کی مقدار میں اضافہ ہوگا، اکتالیس ہو جائیں تو ایک بچھڑا اور ایک بچھڑا کا چالیس واں حصہ، دوسرا قول یہ ہے کہ جب تک پچاس نہ ہو جائے چالیس سے زیادہ حصہ پر کچھ واجب نہ ہوگا، پچاس ہو جائے تو ایک بچھڑا اور ایک بچھڑا کا چوتھائی ادا کرنا ہوگا، اور ایک قول وہی ہے جو امام ابو یوسفؒ اور امام محمدؒ کا ہے۔ (۲)

وقف

وقف کے لغوی معنی روکنے کے ہیں، (۳) چونکہ فقہاء کے درمیان وقف کے احکام کی بابت اختلاف ہے، اس لئے وقف کی تعریف میں بھی ان کے درمیان اختلاف واقع ہوا ہے، اور بحیثیت مجموعی اس سلسلہ میں فقہاء کے یہاں تین اقوال پائے جاتے ہیں، ایک تعریف وہ ہے، جو امام ابو حنیفہؒ سے منقول ہے کہ :

هو حبس العين على حكم ملك الواقف
والتصدق بالمنفعة ولو في الجملة . (۴)

اصل شی کو واقف کی ملکیت کے حکم میں روکے رکھنا اور اس کے نفع کو فی الجملہ ہی صدقہ کرنا۔

یہ تعریف اس بات پر مبنی ہے کہ امام ابو حنیفہؒ کے یہاں تو مسجد کا وقف لازم ہوتا ہے، لیکن بقیہ اوقاف لازم نہیں ہوتے اور ان پر واقف کی ملکیت باقی رہتی ہے، البتہ اس سے دو صورتیں مستثنیٰ ہیں، اول یہ کہ قاضی اس کے وقف ہونے کا فیصلہ کر دے، دوسرے واقف نے وقف کی وصیت کی ہو اور اس کو اپنی موت سے مشروط رکھا ہو، (۵) ان کے علاوہ عام حالات میں وقف لازم نہیں ہوتا، اور اس پر واقف کی ملکیت قائم رہتی ہے۔

دوسری تعریف صاحبین کے نزدیک ہے کہ :

هو حبسها على حكم ملك الله تعالىٰ
وصرف منفعتها على من احب ولو غنيا . (۶)

اصل شی کو اللہ کی ملکیت کے حکم پر روکے رکھنا اور جس پر وہ چاہے گو وہ مالدار ہو، اس پر اس کا نفع خرچ کرنا۔

یہ تعریف شوافع اور حنابلہ کے نزدیک بھی ہے، کیونکہ ان حضرات کے نزدیک وقف لازم ہوتا ہے، اور موقوف شی اس کی ملکیت سے نکل کر اللہ تعالیٰ کی ملکیت میں چلی جاتی ہے۔ (۷)

فقہاء مالکیہ کے یہاں وقف کا دائرہ وسیع ہے، اصل مال کے علاوہ کسی مال سے ہونے والا محض نفع بھی وقف کیا جا سکتا ہے، اس لئے مالکیہ نے وقف کی تعریف اس طرح کی ہے :

هو جعل منفعة مملوك ولو باجرة
او غلته لمستحق بصيغة مدة مايراه
المحبس . (۸)

---

(۱) ترمذی ۱/۱۳۹

(۲) دیکھئے هدایہ و فتح القدیر ۲/۱۹۰

(۳) القاموس المحیط ۱۱۳

(۴) در مختار علی هامش الرد ۳/۳۵۶

(۵) ردالمحتار ۳/۳۵۸

(۶) در مختار ۳/۳۵۸

(۷) الفقه الإسلامي وأدلته ۸/۱۵۳

(۸) الشرح الصغير ۳/۹۸

وقف — اسلام کے امتیازات میں

وقف کو اسلام کے امتیازات اور خصائص میں شمار کیا گیا ہے، لیکن فی الجملہ وقف کا تصور اسلام سے پہلے بھی ملتا ہے، کیونکہ اسلام کی آمد سے پہلے بھی آسمانی اور غیر آسمانی مذاہب میں عبادت کی انجام دہی کے لئے مخصوص جگہیں رہا کرتی تھیں، ظاہر ہے اس کا شمار بھی وقف ہی میں ہوگا، البتہ اس میں شبہ نہیں کہ اسلام نے وقف کا جو وسیع تصور دیا ہے اس کی مثال اور کہیں نہیں ملتی، اسی لئے مسلمانوں کے عہد میں عبادت، تعلیم، خدمت خلق اور رفاہی کاموں کے لئے جتنے زیادہ اور جتنے بڑے اوقاف ملتے ہیں اسلام سے پہلے ایسے اوقاف نہیں پائے جاتے، بلکہ یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ مسلمان سلاطین اور رؤسا، میں خیراتی مقاصد کے لئے وقف کا ذوق دیکھ کر دوسری قوموں میں بھی مذہبی اور رفاہی کاموں کے لئے وقف کا رجحان پیدا ہوا ہے۔

وقف کے سلسلہ میں اصل حضرت عبد اللہ بن عمرؓ کی روایت ہے کہ حضرت عمرؓ کو جب خیبر میں کچھ اراضی حاصل ہوئیں تو انھوں نے اس زمین کو خیر کے کاموں میں استعمال کرنے کی غرض سے آپ ﷺ سے مشورہ کیا، آپ ﷺ نے فرمایا کہ اگر تم چاہو تو ایسا کر سکتے ہو کہ اصل زمین کو روک رکھو اور اس کے نفع کو صدقہ کرو، اصل زمین نہ خرید و فروخت کی جائے نہ ہبہ اور نہ اس میں میراث جاری ہو، چنانچہ حضرت عمرؓ نے اسے فقراء، اہل قرابت، غلام، مسافر اور مہمانوں پر وقف فرمادیا اور یہ شرط بھی لکھ دی کہ جو وقف کا متولی ہو اسے معروف طریقہ پر خود کھانے اور دوستوں کو کھلانے کی اجازت ہوگی، اس میں سے جمع کرنے کی اجازت نہیں ہوگی (۱) — چنانچہ حضرت عمرؓ کے اس وقف کو اسلامی عہد کا پہلا وقف مانا جاتا ہے۔

وقف کی اہمیت پر اس حدیث سے بھی روشنی پڑتی ہے، جس میں آپ ﷺ نے فرمایا کہ آدمی کی موت کے بعد اس کا عمل منقطع ہو جاتا ہے، البتہ تین اعمال ایسے ہیں جن کا اجر اس کی موت کے بعد بھی پہنچتا رہتا ہے: صدقۂ جاریہ، علم نافع جس سے اس کے بعد لوگ نفع اٹھا رہے ہوں، صالح اولاد جو اس کے لئے دعاء کرتی ہو۔ (۲)

اسلام میں وقف کی فضیلت

چنانچہ وقف کرنا مستحب ہے (۳) اور اس پر گویا اجماع ہے (۴) اسی لئے حضرات صحابہؓ میں وقف کا بڑا ذوق پایا جاتا تھا، حضرت جابرؓ سے مروی ہے کہ کوئی صاحب گنجائش صحابی نہیں کہ جس نے وقف نہ کیا ہو، حمیدی سے منقول ہے کہ حضرت ابو بکرؓ نے اپنا گھر اپنے لڑکے پر وقف کیا تھا، حضرت عمرؓ کا ایک گھر مروہ کے پاس تھا آپؓ نے اسے اپنے لڑکوں پر وقف کر دیا تھا، حضرت علیؓ نے "ینبع" نامی جگہ پر اپنی زمین وقف کردی تھی، حضرت زبیرؓ نے مکہ اور مصر میں جو مکان تھا اسے وقف کر دیا تھا، اور مدینہ میں جو مال تھا وہ بچوں پر وقف کر دیا تھا، حضرت سعدؓ نے مدینہ میں ایک مکان وقف کیا تھا، اور مصر کا ایک مکان اپنے بچوں پر، اسی طرح حضرت عثمانؓ، حضرت عمرو بن العاصؓ اور حضرت حکیم بن حزامؓ وغیرہ سے بھی مختلف جائدادوں کا وقف کرنا ثابت ہے۔ (۵)

صفت وقف

جیسا کہ وقف کی تعریف کے ذیل میں مذکور ہوا امام ابوحنیفہؒ

---

(۱) بخاری ۳۸۲/۱، مسلم ۴۱/۲، ترمذی شریف ۲۵۶/۱، ابو داؤد شریف ۳۹۸/۲

(۲) ترمذی ۲۵۶/۱، مسلم شریف ۴۱/۲، نسائی شریف ۱۳۲/۲، ابو داؤد شریف ۳۹۸/۲

(۳) الشرح الصغیر ۹۸/۴، شرح مہذب ۳۲۰/۱۵ (۴) المغنی ۳۴۹/۵

(۵) المغنی ۳۴۸-۳۴۹/۵

کے نزدیک تین صورتوں کے سوا وقف محض جائز ہوتا ہے لازم نہیں ہوتا، یعنی موقوفہ شئی عاریت کے درجہ میں ہوتی ہے جب بھی چاہے، وقف کرنے والا وقف سے رجوع کرسکتا ہے، گو ایسا کرنا مکروہ ہے، لیکن اگر وہ رجوع کر ہی لے تو اس کا رجوع کرنا درست اور معتبر ہوگا، اور اگر اس کا انتقال ہوگیا تو اس میں وراثت جاری ہوگی، البتہ اس سے تین صورتیں مستثنیٰ ہیں:

۱) بطور مسجد زمین وقف کی گئی ہو، چونکہ مسجد براہ راست اللہ تعالیٰ کی طرف منسوب ہے، اور جب کوئی جگہ ایک بار مسجد بن گئی تو قیامت تک وہ مسجد ہی رہے گی، اس لئے اس میں رجوع کی گنجائش نہیں۔

۲) قاضی نے وقف لازم ہونے کا فیصلہ کردیا ہو، اس کی صورت یہ ہے کہ موقوفہ جائداد متولی کے حوالہ کردے، پھر قاضی کے پاس وقف کے لازم نہ ہونے کی وجہ سے اس وقف سے رجوع کرنے کا دعوی کرے اور قاضی اس کے دعوی کے خلاف وقف کے لازم ہونے کا فیصلہ کردے تو قاضی کے فیصلہ کی وجہ سے وقف لازم ہوجائے گا۔

۳) واقف نے وصیت کی ہو، وصیت ہونے کے اعتبار سے یہ وقف لازم ہوگا۔(۱)

صاحبین کے نزدیک وقف لازم ہوتا ہے، اور وہ براہ راست اللہ تعالیٰ کی ملکیت میں چلا جاتا ہے، اس لئے وقف کرنے کے بعد رجوع نہیں کیا جاسکتا، اور نہ اس میں میراث جاری ہوگی، فتوی اس مسئلہ میں صاحبین کی رائے پر ہے،(۲) پھر امام ابو یوسفؒ کے نزدیک الفاظ وقف کا تلفظ کرتے ہی وقف مکمل ہوجائے گا، اور واقف کی ملکیت اس پر ختم ہوجائے گی، مشائخ بلخ، صاحب منیۃ المصلی اور علامہ اد وغیرہ نے اسی پر فتوی دیا ہے، امام محمدؒ کے نزدیک جب تک وقف کے لئے متولی مقرر کرکے اس کے حوالہ نہ کردے، وقف مکمل نہیں ہوگا، سراجیہ اور خلاصۃ الفتاوی میں اسی کو مفتی بہ قرار دیا گیا ہے،(۳) علامہ شامیؒ نے بھی امام ابو یوسفؒ ہی کے قول پر فتوی نقل کیا ہے،(۴) اور ظاہر ہے کہ اسی میں احتیاط ہے۔ واللہ اعلم

وقف کا رکن

وقف کا رکن وقف پر دلالت کرنے والے الفاظ کو ادا کرنا ہے، یہ ایسے الفاظ ہوں جو ہمیشہ کے لئے وقف کرنے کو بتلاتے ہوں، جیسے: اس گھر کا کرایہ ہمیشہ مسکینوں پر خرچ کیا جائے، ویسے امام ابو یوسفؒ سے منقول ہے کہ اگر محض اتنا کہہ دیا جائے کہ یہ شئی فلاں مقصد کے لئے وقف کررہا ہوں، اور ہمیشگی و دوام کی صراحت نہ کرے تب بھی عرف کی بناء پر وقف درست ہوجائے گا، علامہ شامیؒ نے لکھا ہے کہ مشائخ بلخ اور صدر الشریعہ وغیرہ بھی عرف کی وجہ سے امام ابو یوسفؒ ہی کے قول پر فتوی دیا کرتے تھے،(۵)— وقف کے لئے خاص وقف ہی کا لفظ ضروری نہیں، بلکہ کوئی بھی ایسا لفظ کافی ہے، جو وقف کے معنی و مقصود پر دلالت کرتا ہو جیسے صدقہ وغیرہ،(۶) علامہ ابن نجیم مصریؒ نے ان الفاظ کا تفصیل سے ذکر کیا ہے،(۷) اس وضاحت سے ظاہر ہے کہ وقف کے لئے ایجاب کافی ہے قبول ضروری نہیں، مالکیہ شوافع اور بعض حنابلہ کے نزدیک اگر کسی ایسے متعین شخص پر وقف کیا گیا ہو جو قبول کرنے کی صلاحیت رکھتا ہو، جیسے رشید، حمید وغیرہ پر وقف، تو وقف کی تکمیل کے لیے اس

---

(۱) ھندیہ ۲/۳۵۰، رد المحتار ۳/۳۵۸، مسجد کا استثناء وقف کی تعریف کے ذیل میں مذکور نہیں لیکن احکام مساجد کے ذیل میں مساجد کی خصوصی حیثیت کا ذکر آیا ہے

(۲) حوالہ جات مذکورہ

(۳) ھندیہ ۲/۳۵۱

(۴) رد المحتار ۳/۳۵۸

(۵) رد المحتار ۳/۳۵۸

(۶) الدر المختار ۳/۳۵۸، البحر الرائق ۵/۳۱۷، مکتبہ زکریا دیوبند

(۷) البحر الرائق ۵/۳۱۷-۳۱۹

شخص کا قبول کرنا بھی ضروری ہے۔ (۱)

وقف کے احکام

وقف کا ایک حکم تو یہ ہے کہ موقوفہ جائداد سے حاصل ہونے والی منفعت جیسے کھیت کا غلہ، مکان کا کرایہ وغیرہ کو مقررہ خیراتی اور دینی مصرف پر خرچ کرنا واجب ہے، (۲) --- دوسرا حکم موقوفہ شئی کی ملکیت سے متعلق ہے، صاحبین اور جمہور کے نزدیک وقف کے بعد وہ شئی براہ راست اللہ تعالیٰ کی ملکیت میں چلی جاتی ہے، اور امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک اس پر واقف ہی کی ملکیت باقی رہتی ہے، البتہ صحیح اور لازم ہونے کے بعد بالاتفاق اسے فروخت کرنا، کسی اور کو ہبہ کرنا جائز نہیں اور نہ اس شئی میں میراث جاری ہوگی۔ (۳)

وقف صحیح ہونے کی شرطیں

وقف کے صحیح ہونے کے لئے چند شرطیں ہیں جن میں بعض کا تعلق وقف کرنے والے سے ہے، بعض کا وقف کی جانے والی شئی سے، اور بعض کا ان مصارف و جہات سے جن پر وقف کیا جائے، فقہ کی اصطلاح میں جسے "موقوف علیہ" کہتے ہیں۔

واقف سے متعلق شرائط کا حاصل یہ ہے کہ وہ اپنے مال میں تصرف کرنے کا اہل ہو، یعنی عاقل و بالغ ہو، پاگل اور فاتر العقل نہ ہو، آزاد ہو، غلام نہ ہو، جس چیز کو وقف کر رہا ہو وقف کرنے کے وقت اس کا مالک ہو، سفیہ (کم عقل و فضول خرچ) اور دیوالیہ ہونے کی وجہ سے اس کو اپنے مال میں تصرف سے منع نہ کر دیا گیا ہو، (۴) مرض وفات میں حنفیہ کے نزدیک مریض کا اپنی جائداد میں تصرف کا حق محدود ہو جاتا ہے اس لئے اگر کسی نے اس حالت میں وقف کیا ہو تو دین ادا کرنے کے بعد متروکہ کے ایک تہائی میں تو اتنا وقف نافذ ہوگا، اگر اس سے زیادہ کا وقف کیا ہو تو ایک تہائی سے زیادہ میں وقف کا نافذ ہونا ورثاء کی اجازت پر موقوف ہوگا، اگر بعض ورثاء نے اجازت دی اور بعض نے نہیں تو تہائی کے علاوہ اجازت دینے والے ورثاء کے حصہ میں بھی وقف نافذ ہو سکے گا، (۵) یہی حکم وقف کی وصیت کا بھی ہے، واقف کا مسلمان ہونا ضروری نہیں۔ غیر مسلم اپنی اولاد اور نسل کے لئے وقف کرے اور آخری مصرف مساکین کو قرار دے تو مسلمان فقراء کے لئے بھی اس وقف سے استفادہ جائز ہے۔ (۷)

وقف کی ہوئی چیز سے متعلق شرطیں

جو چیز وقف کی جا رہی ہو، یعنی شئی موقوف سے متعلق شرطیں یہ ہیں:

۱) غیر منقول شئی ہو جیسے زمین --- حنفیہ کے یہاں منقول اشیاء کا وقف درست نہیں، اس لئے کہ وقف کا مقصد موقوفہ شئی کے نفع کا دائمی طور پر صدقہ کرنا ہے، اور منقول اشیاء زیادہ مدت تک باقی نہیں رہ سکتیں، البتہ اس سے دو صورتیں مستثنیٰ ہیں، اول یہ کہ منقول اشیاء بھی اگر غیر منقول اشیاء کے تابع ہوں اور اسی سے متعلق ہوں جیسے زرعی زمین کے ساتھ بیل، ہل اور آلات کاشت، دوسرے جن منقول اشیاء کا وقف مروج ہو جیسے میت کی قبر کھودنے کے آلات، جنازہ اٹھانے کے لئے تابوت وغیرہ، عرف و رواج ہی کی بناء پر بعض مشائخ نے کتابوں کے وقف کی اجازت دی ہے، کیونکہ مساجد اور مدارس پر کتابوں کا وقف معروف اور مروج ہے۔ (۸)

گھوڑے اور ہتھیار کا وقف بھی اسی اصول پر امام ابوحنیفہؒ کے

---

(۱) الفقہ الاسلامی وادلتہ ۸/۱۵۳

(۲) ہندیہ ۲/۳۵۰

(۳) رد المحتار ۳/۳۶۱، الشرح الصغیر ۴/۱۰۰

(۴) ہندیہ ۲/۳۵۳

(۵) دیکھئے: رد المحتار ۳/۳۷۵

(۶) ہندیہ ۲/۳۵۳

(۷) ہندیہ ۲/۳۵۴

(۸) بدائع الصنائع ۶/۲۲۰

نزدیک جائز نہیں، لیکن چونکہ اس سلسلہ میں حدیث موجود ہے کہ آپ ﷺ نے حضرت خالد ؓ کے جانوروں کے بارے میں فرمایا تھا کہ انھوں نے ان جانوروں کو اللہ کے راستہ میں یعنی جہاد کے لئے وقف کر رکھا ہے، اس لئے امام ابو یوسفؒ اور امام محمدؒ کے نزدیک ان کا وقف بھی درست ہے، (۱) اس سے معلوم ہوا کہ صاحبین کے نزدیک جن اموال کا وقف نص سے ثابت ہو ان میں بھی وقف درست ہوگا۔ واللہ اعلم

۲) جو چیز وقف کی جائے ضروری ہے کہ وہ شریعت کی نظر میں قیمت رکھنے والا مال ہو "ومحلہ المال المتقوم"، (۲) معلوم ہوا کہ جو چیز شرعاً مال ہی نہ ہو یا ایسا مال نہ ہو جس کی خرید و فروخت شرعاً جائز ہے تو اس کا وقف معتبر نہیں۔

۳) وقف کی جانے والی شئی وقف کرنے والے کی ملکیت میں ہو، اس سلسلہ میں وقف کرنے کے وقت مالک ہونے کا اعتبار ہے، فرض کیجئے کہ وقف کرنے کے وقت زمین غصب کی تھی بعد میں غاصب نے اس زمین کو اصل مالک سے خرید کر لیا تو گو بعد کو وہ اس کا مالک ہوگیا، لیکن چونکہ وقف کرنے کے وقت اس کا مالک نہیں تھا اس لئے یہ وقف درست نہیں ہوگا۔ (۳)

اسی بناء پر فقہاء نے سرکار کی طرف سے ملنے والی جاگیر کی اراضی نیز "اراضی حوز" کے وقف کو درست نہیں قرار دیا ہے، (۴) "اراضی حوز" سے مراد یہ ہے کہ کوئی شخص کھیتی نہ کر پائے اور اس کا خراج ادا کرنے سے قاصر ہو، تو وہ اسے حکومت کے حوالہ کردے تاکہ زمین کے نفع سے حکومت خراج کی تلافی کر سکے، اگر حکومت یہ زمین کسی اور کو کاشت کے لئے دیدے تو ظاہر ہے کہ وہ اس کا مالک نہیں، البتہ اصل مالک اسے وقف کر سکتا ہے، اور ایسی صورت میں جب تک اجارہ کی مدت پوری نہ ہو جائے اور رہن کی صورت میں دَین وصول نہ ہو جائے اجارہ پر حاصل ہونے والے شخص اور صاحب دَین کا قبضہ اس پر برقرار رہے گا۔ (۵)

۴) وہ شئی معلوم و متعین ہو۔ (۶) اگر کوئی شخص کہے کہ میں اپنی زمین کا کچھ حصہ وقف کرتا ہوں تو ایسے ابہام کے ساتھ وقف کرنا درست نہیں، (۷) — معلوم و متعین ہونے سے مراد یہ ہے کہ مقام وقف کی وضاحت کردی جائے، زمین کی حدود بھی بتادی جائیں، ہاں اگر کوئی جگہ مشہور ہو اور تحدید کے بغیر بھی اس کا شناخت کی جاسکتی ہو تو تحدید ضروری نہیں۔ (۸)

۵) امام محمدؒ کے نزدیک یہ بھی ضروری ہے کہ وقف کی جائداد اگر قابل تقسیم ہو تو مال موقوف تقسیم شدہ ہو، یعنی وہ علاحدہ اور متشخص ہو، غیر موقوفہ زمین اس میں مشترک نہ ہو، امام ابو یوسفؒ کے نزدیک مشترک جائداد (مشاع) میں سے اپنے حصہ کا وقف درست ہے، حضرت عمر ؓ نے خیبر میں حاصل ہونے والی زمین میں سے غیر منقسم حصہ ہی وقف کیا تھا، اس سے امام ابو یوسفؒ کے نقطۂ نظر کی تائید ہوتی ہے، (۹) شوافع اور حنابلہ کی بھی یہی رائے ہے۔ (۱۰)

شوافع کے یہاں وقف کے سلسلہ میں اصول یہ ہے کہ جس مادی شئی سے ہمیشہ نفع اٹھانا ممکن ہو "کل عین ینتفع بھا علی الدوام" کا وقف جائز ہے، جیسے زمین، ہتھیار، گھر کا سامان، اسی زمرہ میں شوافع نے جانوروں کو بھی رکھا ہے، جن اشیاء سے عارضی

---

(۱) حوالۂ مذکور

(۲) الدر المختار ۳۵۹/۳

(۳) ہندیہ ۳۵۳/۲

(۴) حوالۂ سابق ۳۵۲/۲

(۵) حوالۂ سابق ۳۵۵/۲

(۶) حوالۂ سابق

(۷) ہندیہ ۳۵۵/۲، الدر المختار علی ہامش الرد ۳۶۷/۳

(۸) رد المحتار ۳۶۳/۳

(۹) بدائع الصنائع ۲۲۰/۶، ہندیہ ۳۶۵/۲

(۱۰) شرح مہذب ۳۲۳/۱۵

نفع اٹھایا جاسکتا ہے، جن سے نفع اٹھانے سے وہ ختم ہو جاتی ہیں جیسے کھانا، خوشبو اور پھول، ان کا وقف جائز نہیں، درہم و دینار کے وقف کے بارے میں یہ بھی ضروری ہے کہ وقف کی ہوئی شی متعین ہو، جو شی غیر متعین ہو یا موجود نہ ہو کسی کے ذمہ میں ہو اس کا وقف جائز نہیں۔ (۱)

مالکیہ کے نزدیک اصل شی کے علاوہ محض نفع کا بھی وقف درست ہے، مثلاً جانور وقف نہ کیا جائے، اس پر سواری اور بار برداری کو وقف کیا جائے (۲) حنابلہ کے نزدیک بھی فضاء یا ہوا کے وقف کا دائرہ بہت وسیع ہے یہاں تک کہ اپنے گھر کی چھت سے متصل فضا کا وقف کرنا بھی درست ہے۔ (۳)

حنفیہ کے نزدیک مال موقوف کے سلسلہ میں ایک اصول یہ بھی ہے کہ جن چیزوں کو گھسے بغیر ان سے استفادہ ممکن نہ ہو جیسے درہم، دینار، روپیہ پیسہ، کھانا، مشروب وغیرہ تو ان کا وقف درست نہیں، (۴) اگر مسجد میں قرآن مجید پڑھنے کے لئے وقف کئے گئے تو یہ وقف درست ہے اور اسی مسجد میں ان کی تلاوت کی جائے گی۔ (۵)

کن مقاصد پر وقف درست ہے؟

جس مقصد کیلئے وقف کیا جائے اسے "موقوف علیہ" کہتے ہیں، اس کے لئے شرط ہے کہ وہ وقف کا مصرف بننے کا اہل ہو، خواہ ایک شخص پر وقف ہو جیسے زید، عمر، بکر، یا پھر افراد کے مجموعہ پر، جیسے: علماء، فقہاء، فقراء وغیرہ، یا غیر ذی روح چیز پر وقف کیا گیا ہو جیسے مسجد، مدرسہ، مسافر خانہ وغیرہ (۶)

اسی بنا پر ایسی ہی چیز پر وقف درست ہوگا جو اسلام کی نظر میں ثواب اور قربت کی ہو، معصیت کی چیزوں پر وقف درست نہیں، اس لئے گرجا، چرچ، اور آتش کدہ پر وقف درست نہیں۔ (۷)

علامہ حصکفیؒ نے مصرف کے اعتبار سے وقف کی تین قسمیں کی ہیں، اول ایسا وقف جو فقراء کے لئے ہو، دوسرا جو فقراء و اغنیاء کے لئے ہو پھر فقراء کے لئے، مثلاً پہلے واقف کی ذات پر پھر عمر پر، پھر فقراء پر، تیسرے وہ اوقاف جن سے دولت مند اور غریب دونوں استفادہ کریں، جیسے مسافر خانہ، قبرستان، پل وغیرہ، مخصوص اغنیاء پر وقف درست نہیں کیونکہ یہ باعث قربت نہیں، (۸) بہر حال یہ ضروری ہے کہ موقوف علیہ معلوم ہو تاکہ اسی مصرف میں وقف کا صرف ہو سکے۔

امام ابو حنیفہؒ اور امام محمدؒ کے نزدیک یہ بھی ضروری ہے کہ وقف کا آخری مصرف ایسی چیز ہو جو ہمیشہ باقی رہنے والی ہو، امام ابو یوسفؒ کے نزدیک یہ ضروری نہیں، البتہ اگر واقف نے وقف کا کوئی ایسا مصرف متعین کیا ہو جو ختم ہو جانے والا ہو تو اس مصرف کے ختم ہونے کے بعد فقراء ہی اس کے آخری مصرف ہوں گے۔ (۹)

تعبیر وقف سے متعلق شرطیں

وقف سے متعلق بعض شرطیں وہ ہیں جن کا تعلق وقف کے صیغہ و تعبیر سے ہے، اور وہ یہ ہیں:

۱) وقف "منجز" یعنی فی الفور قابل نفاذ ہو، مستقبل میں واقع ہونے والی کسی شرط کے ساتھ مشروط اور مستقبل کی طرف منسوب نہ ہو، جیسے کوئی شخص یوں کہے: جب رجب آئے تو یہ زمین وقف ہو گی، یا یہ کہا جائے کہ: "کل سے میں ایک سال بعد سے اس زمین کو وقف کرتا ہوں" اگر ایسی شرط سے متعلق کیا جائے تو

---

(۱) شرح مہذب ۱۵/ ۳۲۰

(۲) الشرح الصغیر ۳/ ۱۰۶

(۳) المغنی ۵/ ۳۷۵

(۴) ہندیہ ۲/ ۳۶۱

(۵) ہندیہ ۲/ ۳۶۲

(۶) الشرح الصغیر ۳/ ۱۰۷

(۷) ہندیہ ۲/ ۳۵۳

(۸) درمختار و ردالمحتار ۳/ ۳۶۱

(۹) ہدایۃ المبتدی ۲/ ۳۸

ہو چکی ہے، اور فی الحال موجود ہے تو یہ وقف معتبر ہے، جیسے اپنی مملوکہ زمین کے بارے میں کہے کہ "اگر یہ میری ملکیت ہے تو وقف ہے" تو یہ وقف درست ہوگا۔(۱)

۲) وقف کسی محدود مدت کے لئے نہ کیا جائے بلکہ ہمیشہ کے لئے وقف ہو، جیسے کوئی شخص یوں کہے: "میں یہ جائداد ایک مہینے کے لئے وقف کرتا ہوں" تو یہ وقف درست نہیں ہوا۔(۲)

مالکیہ کے نزدیک نہ وقف کے درست ہونے کے لئے تنجیز یعنی فوری طور پر تنفیذ شرط ہے اور نہ دوام وابدیت کی شرط ہے۔(۳)

۳) یہ ضروری ہے کہ وقف میں فی الفور لازم کئے جانے کے معنی ہوں، اگر وقف کرے اور وقف کے ساتھ خیار شرط لگا دے کہ مجھ کو اس وقف سے رجوع کرنے کا اختیار حاصل ہوگا، تو یہ وقف درست نہیں ہوگا، البتہ امام ابو یوسفؒ کے نزدیک تین دنوں کا اختیار لیا جا سکتا ہے، تاہم یہ اختیار مسجد کے علاوہ عام اوقاف سے متعلق ہے، مساجد کے بارے میں اتفاق ہے کہ اگر مسجد پر وقف کرے اور خیار شرط لگا دے تو شرط کا کوئی اعتبار نہیں، اور وقف لازم ہو جائے گا۔(۴)

۴) وقف کے ساتھ کوئی ایسی شرط ذکر نہ کی جائے جس سے وقف کا مقصد متاثر ہوتا ہو، مثلاً یوں کہے کہ: "میں بوقت حاجت اسے فروخت کرنے اور اس کی قیمت اپنی ضروریات پر خرچ کرنے، کسی اور کو ہبہ کرنے یا اس مقصد کی بجائے کسی اور مقصد پر اس رقم کو خرچ کرنے کا اختیار رکھوں گا" ایسی شرطوں کی وجہ سے وقف درست نہیں ہوگا، البتہ مسجد کے لئے وقف کی گئی زمین کے ساتھ اس طرح کی شرطیں معتبر نہ ہوں گی، وقف درست ہو جائے گا اور شرط غیر مؤثر۔(۵)

واقف کی ملکیت کب ختم ہوگی؟

مال وقف سے واقف کی ملکیت حنفیہ کے یہاں چار صورتوں میں ختم ہوتی ہے:

۱) اگر مسجد کا وقف ہو تو اس کی زمین علاحدہ کر دی جائے، کیونکہ مسجد کے لئے حصہ مشاع کا وقف کرنا بالاتفاق معتبر نہیں۔

۲) وقف کا مسئلہ قاضی کے یہاں پہنچ جائے اور قاضی اس وقف کے لازم ہونے کا فیصلہ کر دے، کیونکہ گو امام ابو حنیفہؒ کے یہاں وقف لازم نہیں ہوتا، لیکن جب قاضی نے وقف کے لازم ہونے کا فیصلہ کر دیا تو قضاء قاضی کی وجہ سے اب یہ وقف لازم ہو گیا۔

۳) وقف کو اپنی موت کے ساتھ مشروط کیا ہو، جیسے یوں کہے: "جب میری موت ہو جائے تو میرا مکان فلاں چیز پر وقف رہے گا" تو یہ وصیت کے حکم میں ہوگا اور اس کے انتقال کے بعد متروکہ کے ایک تہائی کی حد تک وقف کی وصیت لازم العمل ہو جائے گی۔

۴) اگر کسی شخص نے کہا کہ میں نے اس شئی کو اپنی حیات میں بھی اور وفات کے بعد بھی ہمیشہ کے لئے وقف کیا، تو اکثر علماء کے نزدیک وقف لازم ہو گیا اور واقف کی ملکیت اس پر باقی نہیں رہی، امام محمدؒ کے نزدیک متولی کے حوالہ کرنے کے بعد ملکیت ختم ہوگی اور امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک ان کے مسلک کے مطابق واقف کو رجوع کرنے کا حق حاصل رہے گا۔(۶)

مسجد، عید گاہ اور جنازہ گاہ کے لئے جو زمین وقف کی گئی ہو اس سے بہر حال واقف کی ملکیت ختم ہو جاتی ہے، البتہ امام ابو یوسفؒ کے نزدیک قول یا فعل کافی ہے، قول سے مراد یہ ہے کہ "میں نے اسے

---

(۱) در مختار ورد المحتار ۳۹۰/۳
(۲) در مختار ورد المحتار ۳۹۰/۳
(۳) در مختار ۳۹۰/۳، ھندیہ ۳۵۹/۲
(۴) الشرح الصغیر ۱۰۴/۳-۱۰۵
(۵) در مختار ۳۹۰/۳، ھندیہ ۳۵۹/۲
(۶) حوالہ جات مذکورہ

مسجد بنایا" اور "فصل" سے مراد یہ ہے کہ کم سے کم جماعت کے ساتھ وہ خود نماز پڑھ لے یا اس کی اجازت سے پڑھی جائے، امام ابوحنیفہؒ اور امام محمدؒ کے نزدیک جماعت کے ساتھ نماز پڑھنے کے بعد ہی وقف مکمل ہوگا اور واقف کی ملکیت اس سے ختم ہو سکے گی۔(۱)

مساجد اور دوسرے اوقاف کے درمیان فرق

مساجد اور دوسرے اوقاف کے درمیان جیسا کہ اوپر کی وضاحتوں سے ظاہر ہے کئی نکات میں فقہاء نے فرق کیا ہے:

۱) امام ابویوسفؒ وغیرہ جو مشاع یعنی غیر منقسم زمین کے وقف کے قائل ہیں، ان کے نزدیک بھی مساجد کے معاملہ میں مشاع کا وقف درست نہیں۔

۲) امام محمدؒ کے یہاں وقف کے مکمل ہونے کے لئے اس کو متولی کے حوالہ کرنا ضروری ہے، لیکن مساجد کی حد تک امام محمدؒ بھی اس کو ضروری قرار نہیں دیتے۔(۲)

۳) امام ابوحنیفہؒ کے یہاں دوسرے اوقاف قاضی کے فیصلہ کے بعد ہی لازم ہوتے ہیں، لیکن مسجد کا وقف حاکم کے فیصلہ کے بغیر بھی لازم ہو جاتا ہے، اور موقوفہ زمین واقف کی ملکیت سے نکل جاتی ہے۔(۳)

۴) مسجد ایک دفعہ مسجد بننے کے بعد ہمیشہ کے لئے مسجد ہو جاتی ہے، خواہ وہ ویران اور ناقابل استعمال ہو گئی ہو، اس پر ائمہ اربعہ کا اتفاق ہے، (۴) — گو امام محمدؒ کا ایک قول ویران مساجد کی مسجدیت ختم ہو جانے اور اس پر واقف کی ملکیت لوٹ آنے کا ملتا ہے، لیکن اس پر فتویٰ نہیں، (۵) نیز امام احمدؒ کے ایک قول میں بھی اس کا اشارہ منقول ہے، (۶) لیکن حنابلہ کے یہاں یہ قول مرجوح ہے۔

وقف کرنے والے کی شرطوں کی اہمیت

وقف کے احکام میں واقف کی شرائط کو بڑی اہمیت حاصل ہے، اسی لئے فقہاء نے وقف کے سلسلہ میں یہ قاعدہ مقرر کیا ہے:

شرط الواقف كنص الشارع . (۷)

واقف کی شرط شارع کی نص کی طرح ہے۔

اور اسی بنیاد پر علامہ ابن نجیم مصریؒ نے لکھا ہے:

القضاء بخلاف شرط الواقف كالقضاء بخلاف النص لا ينفذ . (۸)

واقف کی شرط کے خلاف قاضی کا فیصلہ ایسا ہی ہے جیسے نص کے خلاف فیصلہ، لہٰذا نافذ نہیں ہوگا۔

"واقف کی شرط کے شارع کی نص کی طرح ہونے" سے مراد یہ ہے کہ واقف کی شرطوں کو سمجھنے میں بھی ان ہی اصول وقواعد کو ملحوظ رکھا جائے گا جن کو نصوص کی توضیح وتفہیم میں برتا جاتا ہے، دوسرے جیسے شارع کی نصوص پر عمل کرنا واجب ہے، اسی طرح واقف کی شرائط کا احترام اور ان کو نافذ کرنا بھی واجب ہے۔(۹)

لیکن یہ نہ سمجھنا چاہئے کہ شرائط واقف کی رعایت کا حکم علی الاطلاق ہے، حقیقت یہ ہے کہ واقف کی شرطیں تین طرح کی ہیں، اول: ایسی شرطیں جو باطل ہیں، ان پر عمل نہیں کیا جائے گا، دوسرے: جائز شرطیں جن کی مخالفت قطعاً جائز نہیں، تیسرے ایسی جائز شرطیں

---

(۱) دیکھئے در مختار و رد المحتار ۳/۳۹۰-۳۹۱

(۲) در مختار و رد المحتار ۳/۳۶۹-۳۷۰

(۳) البحر الرائق ۵/۲۶۵، مکتبہ زکریا دیوبند

(۴) دیکھئے فتح القدیر ۶/۲۳۱-۲۳۲، رد المحتار ۳/۳۷۹

(۵) دیکھئے البحر الرائق ۵/۲۳۵، شرح مہذب ۱۵/۲۱۱، المغنی ۵/۳۷۰

(۶) البحر الرائق ۵/۲۶۵، مکتبہ زکریا، الدر المختار مع رد المحتار ۶/۵۲۹ (زکریا)

(۷) المغنی ۵/۳۶۵

(۸) الاشباہ والنظائر ۱۰۹

(۹) حوالۂ سابق

کہ بعض اوقات ان کی مخالفت ہی وقف کے مفاد میں ہوتی ہیں، بہ تقاضۂ ضرورت ایسی شرطوں کی خلاف ورزی کی جاسکتی ہے۔ (۱)

باطل شرطوں سے مراد ایسی شرط ہے جو خلاف شرع ہو، (۲) جیسے کسی معصیت پر یا مشرکانہ عبادت گاہ پر وقف، بہ تقاضۂ ضرورت شرائط واقف کی مخالفت سے متعلق متعدد جزئیات فقہاء نے ذکر کی ہیں، علامہ ابن نجیم مصریؒ نے لکھا ہے کہ سات مسائل ہیں کہ جن میں شرائط واقف کی اتباع ضروری نہیں:

۱) واقف نے شرط لگادی کہ موقوفہ زمین یا مکان ایک سال سے زیادہ مدت کے لئے کرایہ پر دینے کی اجازت نہیں ہوگی، لیکن لوگ اتنی کم مدت کے لئے کرایہ دار بننے کے لئے تیار نہ ہوں اور زیادہ مدت کے لئے کرایہ پر دینے میں مقصد وقف کا مفاد ہو تو متولی تو اس شرط کی مخالفت نہیں کرسکتا، لیکن قاضی اس کی مخالفت کرسکتا ہے۔

۳) واقف نے شرط لگائی کہ اس کے پیسے سے اس کی قبر پر قرآن پڑھا جائے تو خاص قبر پر قرآن پڑھنے کی شرط باطل ہوگی۔

۴) واقف نے شرط لگائی کہ فاضل آمدنی خاص فلاں مسجد میں مانگنے والوں ہی کو دی جائے تو ناظر کو حق ہوگا کہ اس مسجد سے باہر سوال کرنے والے یا کسی اور مسجد میں سوال کرنے والے شخص پر یا ایسے شخص پر جو سوال نہ کرے، لیکن مستحق ہو اس رقم کو خرچ کرے۔

۵) اگر واقف نے شرط لگائی ہوگی کہ ہر دن مستحقین کو روٹی، گوشت دیا جائے تو متولی کو روٹی گوشت کے بجائے اس کی قیمت تقسیم کرنے کا بھی حق حاصل ہے۔

۶) واقف نے امام کے لئے جو تنخواہ مقرر کی ہو، اگر وہ تنخواہ اس کی کفایت نہ کرتی ہو تو قاضی اس میں اضافہ کرسکتا ہے۔

۷) واقف نے شرط لگادی ہو کہ موقوفہ زمین کا کسی زمین یا شئی سے تبادلہ نہ کیا جائے، لیکن تبادلہ وقف کے مفاد میں ہو تو قاضی تبادلہ کرسکتا ہے۔ (۳)

واقف کی جو شرطیں شریعت اور وقف کے مفاد کے خلاف نہ ہوں ان کی رعایت کرنا واجب ہے، **فان شرائط الواقف معتبرة اذا لم تخالف الشرع**، (۴) چنانچہ وقف کو جس جائز مصرف میں خرچ کرنے کی شرط لگائے اس کو اسی مصرف میں خرچ کرنا ضروری ہے، یہاں تک کہ اگر کوئی جائداد غیر مسلم فقراء پر وقف کرے تو ان ہی فقراء پر اس وقف کی آمدنی خرچ کی جائے گی، (۵) اگر واقف نے شرط لگائی کہ موقوفہ اشیاء کا نفع فلاں شخص کو اس کی زندگی بھر ملتا رہے گا، یا زندگی بھر وہ خود اس سے نفع اٹھائے گا تو اسے اس کا حق حاصل ہوگا، اگر کہے کہ میں اس زمین کو اللہ کے لئے وقف کرتا ہوں اور میں جس پر چاہوں اس کو صرف کروں گا تو اسے حق ہوگا کہ اس کی پیداوار کسی بھی خیراتی مقصد پر خرچ کرے، مساکین پر یا حجاج پر، اسی طرح اگر اس نے اپنے لئے یا اپنے متولی کے لئے وقف کی جائداد کے تبادلہ کی شرط رکھی تو اس کی یہ شرط معتبر ہوگی، اسی طرح اگر اس نے شرط لگائی کہ میں اس وقف کے تحت متعلقین میں کمی بیشی، معزولی اور تبدیلی کا اختیار رکھوں گا تو اسے یہ حق حاصل ہوگا، (۶) واقف نے جس مقصد کے لئے کوئی جائداد وقف کی ہو اگر وقف کا وہ مصرف فوت ہوجائے تو اولاً حتی المقدور اسی مصرف پر کہیں اور اس کی آمدنی کو استعمال کیا جائے گا، مسجد کی مسجد پر، مسافر خانہ کی مسافر خانہ پر، کنویں اور حوض کی کنویں اور حوض پر (۷) اور جب وہ مصرف ہی ناپید ہوجائے تو پھر آخری

---

(۱) المدخل الفقهي العام ۱۰۹۹/۲

(۲) حوالہ سابق

(۳) رد المحتار ۳۹۱/۳

(۴) الاشباہ والنظائر ۱۹۵

(۵) رد المحتار ۳۹۲/۳

(۶) حوالہ سابق

(۷) دیکھئے ہندیہ ۴۰۲/۲

مصرف فقراء ہوں گے۔(۱)

وقف کا استبدال

وقف کا استبدال یعنی وقف کی چیز کو بیچ کر دوسری چیز خرید کرنا یا خود موقوفہ شی کا دوسری شی سے تبادلہ جائز ہے یا نہیں؟ یہ نہایت اہم مسئلہ ہے، اور فی زمانہ خاص طور پر اس مسئلہ کو بڑی اہمیت حاصل ہوگئی ہے، اس سلسلہ میں اس بات پر تو اتفاق ہے کہ اگر واقف نے اپنے لئے یا کسی اور کے لئے حق استبدال کی شرط لگا دی تھی تو بالاتفاق مستحق شخص کو اس کا حق حاصل ہوگا، کیونکہ یہ ایک جائز اور معتبر شرط ہے، اور استبدال کو گویا واقف کی شرائط کے دائرہ میں رہتے ہوئے کیا جا رہا ہے۔(۲)

اگر اپنے لئے یا کسی اور کے لئے استبدال کی شرط نہیں لگائی گئی، وقف نامہ میں استبدال کا کوئی ذکر نہیں کیا گیا یا یہ صراحت کر دی گئی کہ کسی کو اس وقف میں استبدال کا حق نہیں ہوگا، ایسی صورت میں دو طرح کے حالات پیش آ سکتے ہیں، ایک صورت یہ ہے کہ استبدال کے بغیر وقف سے فائدہ اٹھانا ممکن نہ ہو، ایسی صورت میں حاکم وقت اور قاضی (قاضی الجنۃ) کی اجازت سے استبدال جائز ہے، دوسری صورت یہ ہے کہ وقف تو اب بھی قابل انتفاع ہو لیکن استبدال کے ذریعہ اس کو زیادہ نفع بخش بنایا جا سکتا ہو، علامہ شامی کے بقول زیادہ صحیح قول یہی ہے کہ اس صورت میں استبدال جائز نہیں، یہی رائے علامہ ابن ہمام کی بھی ہے،(۳) —— لیکن علامہ شامی ہی نے ایک اور موقعہ پر اس کو جائز لکھا ہے، اور فتاویٰ قاری ہدایہ سے نقل کیا ہے کہ اسی پر فتویٰ ہے، گو خود اس میں بھی اختلاف ہے کہ فتویٰ اس پر ہے یا اس کی برعکس رائے پر۔(۴)

تاہم علامہ شامی وغیرہ نے استبدال کی اجازت کے لئے جو شرطیں عائد کی ہیں ان کو ملحوظ رکھنا ضروری ہے، اور ان میں تین شرطیں فی زمانہ بڑی اہمیت کی حامل ہیں، ایک یہ کہ اراضی وقف معمولی قیمت پر فروخت نہ کی جائیں بلکہ ان کی مناسب اور مروجہ قیمت حاصل کی جائے «ان لا یکون البیع بغبن فاحش»(۵) دوسرے بیع کی اجازت دیانت دار اور ذمہ دار ادارہ کو حاصل ہوگی، فقہاء نے اس کے لئے "قاضی جنت" کی شرط لگائی ہے اور قاضی جنت سے ایسا قاضی مراد لیا ہے جو علم اور عمل صالح دونوں کا حامل ہو «ان یکون المستبدل قاضی الجنۃ» تیسرے، موقوفہ اراضی اور مکانات کے بدلے مکانات اور اراضی ہی حاصل کی جائیں، روپیہ پیسہ سے تبادلہ نہ ہو یا اگر ہو تو فوراً ہی اس سے غیر منقولہ جائداد خرید کر لی جائے، «ان یستبدل بعقار لا بدراھم و دنانیر»(۶) کیونکہ تجربہ ہے کہ جہاں کہیں موقوفہ اراضی کے بدلہ نقد رقم آتی ہے، نقد رقم ناجائز تصرف اور تغلب میں آ جاتی ہے، والی اللہ المشتکی۔

حنابلہ کے یہاں بھی اگر استبدال میں وقف کی مصلحت ہو تو استبدال جائز ہے(۷) امام شافعی کے نزدیک جائز نہیں،(۷) امام مالک سے دو قول منقول ہیں، ابو الفرج کی روایت کے مطابق جائز ہے اور دوسری روایت کے مطابق جائز نہیں۔(۸)

تولیت کا حق

وقف پر تولیت کا پہلا حق خود وقف کرنے والے کا ہے، اگر واقف خود اپنے لئے وقف کی تولیت کا منصب رکھے تو یہ جائز ہے اور اس پر اجماع ہے، اگر اس نے کسی اور شخص کو تولیت سپرد نہیں کی،

---

(۱) رد المحتار ۳/۴۰۹، [illegible]

(۲) بزازیہ علی ہامش الہندیہ ۶/۲۶۱

(۳) البحر الرائق ۵/۲۲۵، رد المحتار ۳/۳۸۷

(۴) رد المحتار ۳/۳۸۷

(۵) حوالہ سابق ۳/۳۸۸

(۶) حوالہ سابق ۳/۳۹۰

(۷) المغنی ۵/۳۶۸-۳۶۹

(۸) حوالہ سابق

تب بھی وہی متولی سمجھا جائے گا، (۱) واقف کو اس بات کا بھی حق حاصل ہے کہ وہ کسی اور شخص کو اپنی زندگی میں یا اپنے بعد کے لئے متولی مقرر کرے، (۲) اسی طرح اپنے بعد اپنی اولاد کو بھی متولی وقف مقرر کر سکتا ہے، (۳) یہ بات بھی درست ہے کہ واقف باترتیب ایک سے زیادہ متولی متعین کر دے، مثلاً یوں کہے کہ: میرے بعد فلاں شخص اور اس کے بعد فلاں شخص متولی ہوگا، (۴) ایک ہی شخص متولی ہو یہ ضروری نہیں ایک سے زیادہ شخص کو بھی متولی بنایا جا سکتا ہے، ایسی صورت میں وہ سب مل کر وقف سے متعلق تصرفات کریں گے۔ (۵)

اگر واقف نے کسی کو متولی مقرر نہیں کیا تو جب تک وہ زندہ ہے، اسے ہی وقف پر ولایت حاصل ہوگی، اور وہی ناظر وقف متعین کرنے کا بھی اختیار رکھے گا، واقف کے بعد اگر اس نے کسی کو وصی مقرر کیا ہو تو یہ وقف اس کی طرف منتقل ہو جائے گا اور اگر وصی بھی نہ ہو تو قاضی کو وقف پر ولایت حاصل ہوگی، اور وہ وقف کے لئے منتظم (قیم) مقرر کرے گا۔ (۶)

متولی ہونے کی شرائط

متولی ہونے کے لئے عاقل و بالغ ہونا شرط ہے، مرد ہو یا عورت، بینا ہو یا نابینا، متولی بن سکتا ہے، تولیت کے لئے مسلمان اور صحت مند ہونا بھی ضروری نہیں، (۷) اگر کسی نابالغ بچے کو واقف نے متولی بنا دیا تو حالت نابالغی میں تولیت درست نہ ہوگی، لہٰذا قاضی اس کے بالغ ہونے تک کسی اور شخص کو منتظم وقف متعین کرے گا، پھر جب وہ بالغ ہو جائے تو اب تولیت اسے سونپ دی جائے گی۔ (۸)

متولی کن اوصاف کا حامل ہو؟

متولی ایسے شخص کو بنانا چاہئے جو عاقل و بالغ ہونے کے علاوہ امین و دیانت دار ہو، خائن شخص کو متولی بنانا جائز نہیں اور اگر بنا دے تو گنہ گار ہوگا، (۹) اسی طرح یہ بھی ضروری ہے کہ متولی اس وقف سے متعلق حفاظت اور مطلوبہ فرائض کو بذات خود یا کسی نائب کے واسطے سے انجام دے سکے، کیونکہ اس کے بغیر وہ مقاصد وقف کو پورا ہی نہیں کر سکتا، (۱۰) عہدے اور مناصب جتنے بھی ہیں ان کے بارے میں شریعت کا مزاج یہ ہے کہ وہ خود اس عہدے کا طلب گار اور خواستگار نہ ہو، یہی اصول وقف کی تولیت کے بارے میں بھی ہے، کہ تولیت ایسے شخص کو سپرد کی جائے جو فاسق نہ ہو اور اس عہدہ کا خواہاں نہ ہو۔ (۱۱)

متولی کا تقرر اگر قاضی کی جانب سے ہو تو علاوہ ان اوصاف کے واقف کے منشا کی رعایت بھی ضروری ہے، مثلاً اگر واقف نے اپنی اولاد اور اولاد کی اولاد کے لئے تولیت کی شرط لگائی تھی اور اس کی اولاد میں کوئی دیانت دار شخص موجود ہو تو کسی اور شخص کو تولیت حوالہ کرنا درست نہیں، (۱۲) بلکہ واقف نے شرط لگائی ہو یا نہ لگائی ہو، وقف کے انتظام و انصرام کے لئے اس کے اہل خاندان کو اولیت حاصل ہے، اگر اس کے خاندان میں اس کے لئے کوئی موزوں شخص نہ ہو اور کسی اور کو متولی وقف بنا دیا جائے بعد کو پھر خود اس کے خاندان

---

(۱) دیکھئے حاشیہ دسوقی ۹۱/۴

(۲) درمختار علی ہامش الرد ۳۹۶/۳

(۳) ہندیہ ۴۰۹/۲

(۴) ہندیہ ۴۰۹/۲

(۵) حوالۂ سابق ۴۱۰/۲

(۶) حوالۂ سابق

(۷) ردالمحتار ۳۹۶/۳

(۸) ہندیہ ۴۰۹/۲

(۹) ردالمحتار ۳۸۵/۳

(۱۰) درمختار و ردالمحتار ۳۸۶/۳

(۱۱) ردالمحتار ۳۸۵/۳

(۱۲) ہندیہ ۴۰۹/۲

میں تولیت کی اہلیت رکھنے والے لوگ پیدا ہو گئے تو چاہئے کہ واقف کے خاندان میں سے ہی کسی کو متولی بنا دیا جائے۔ (۱) — جیسے متولی کی شخصیت کے سلسلہ میں واقف کے منشا کو خصوصی اہمیت حاصل ہے اسی طرح متولی کے اوصاف کے بارے میں بھی واقف کے منشا کی رعایت کی جائے گی، جیسے اگر واقف نے کہا کہ میری اولاد میں سے جو سب سے افضل ہو وہ متولی ہوگا تو قاضی اس کی اولاد میں سے افضل ترین شخص کا تولیت کے لئے انتخاب کرے گا۔ (۲)

اگر متولی کا نااہل ہونا ثابت ہو جائے؟

اگر متولی کا خیانت کرنا، واقف کے نظام و انصرام سے عاجز ہونا ثابت ہو جائے یا وہ کسی فسق جیسے شراب نوشی وغیرہ کا مرتکب ہو تو ایسے شخص کو معزول کر دینا واجب ہے خواہ خود واقف ہی کیوں نہ ہو، البتہ اس کے لئے محض کچھ لوگوں کا متولی پر جرم کا الزام لگانا کافی نہیں، بلکہ یہ بھی ضروری ہے کہ اس کے اس الزام پر مناسب شہادت و ثبوت موجود ہو۔ (۳) امام ابوبکر خصاف سے منقول ہے کہ اگر قاضی اس کو معزول کرنے کے بجائے مناسب سمجھے کہ اس کے ساتھ کسی اور کو بھی تولیت میں شریک کر دے کیونکہ بعض اوقات ایک سے زیادہ آدمیوں کی شرکت سے بددیانتی کا خطرہ کم ہو جاتا ہے تو یہ بھی درست ہے۔ (۴) اگر ایک شخص متعدد اوقاف پر متولی ہو اور کسی ایک وقف میں اس کی خیانت ثابت ہو جائے تو دیگر اوقاف کی تولیت سے بھی اس کو علاحدہ کر دینا واجب ہے۔ (۵) یہاں تک کہ اگر واقف نے اپنے لئے یا اپنے مقرر کردہ متولی کے لئے یہ شرط لگا دی کہ قاضی یا سلطان اس کو معزول کرنے کا حق نہیں رکھے گا تب بھی اس شرط کا کوئی اعتبار نہیں اور قاضی اسے عہدہ سے معزول کرنے کا مجاز ہوگا کیونکہ یہ خلاف شرع شرط ہے۔ (۶)

اگر قاضی نے کسی کو اوقاف کا متولی اور منتظم مقرر کیا ہو تو وہ اسے معزول کرنے کا بھی حق رکھتا ہے، لیکن اگر واقف نے کسی کو متولی مقرر کیا تھا تو جب تک اس سے بددیانتی یا فسق و فجور کا صدور نہ ہو اس وقت تک وہ اسے معزول کرنے کا اختیار نہیں رکھتا، اور اگر معزول کر کے کسی اور شخص کو متولی مقرر کر دے جب بھی شرعاً دوسرا شخص متولی نہیں ہوگا۔ (۷)

قاضی اگر بددیانت شخص کو معزول کرے تو واجب ہے لیکن وہ ان باتوں کے ارتکاب کی وجہ سے از خود تولیت سے معزول نہیں ہوگا، جب تک کہ قاضی عملاً اسے معزول نہ کر دے۔ (۸) متولی اگر استعفیٰ پیش کرے تو قاضی کے منظور کرنے کے بعد ہی وہ اس ذمہ داری سے سبکدوش ہوگا، اگر کوئی متولی قاضی کو استعفیٰ پیش کرے تو قاضی کو چاہئے کہ دوسرے مناسب شخص کو اس کی جگہ متولی مقرر کرے، اگر کوئی شخص کسی متعین شخص کے حق میں تولیت سے سبکدوش ہو تو اس کا اعتبار نہیں، قاضی اگر مناسب سمجھے تو اسے اس عہدہ پر مقرر کرے یا کسی اور کو۔ (۹)

واقف نے جس شخص کو متولی مقرر کیا تھا وہ اس کی تولیت ختم کر سکتا ہے، یہاں تک کہ اگر اس شرط کے ساتھ متولی بنایا کہ خود مجھے بھی اس کو معزول کرنے کا حق نہیں جب بھی متولی کو اسے معزول کرنے کا حق حاصل رہے گا، اور اہل حنفیہ کے نزدیک واقف کی زندگی میں اس کے مقرر کئے ہوئے متولی کی حیثیت وکیل کی ہوتی ہے اس لئے وہ کبھی بھی متولی سے عہدۂ تولیت واپس لے سکتا ہے۔ (۱۰)

---

(۱) ہندیہ ۲/۴۰۸

(۲) حوالہ سابق

(۳) ہندیہ ۲/۴۱۰

(۴) رد المحتار ۳/۳۸۴

(۵) حوالہ سابق

(۶) حوالہ سابق

(۷) در مختار ۳/۳۸۹، ۳۹۵

(۸) رد المحتار ۳/۳۸۶

(۹) رد المحتار ۳/۳۸۵

(۱۰) رد المحتار ۳/۳۹۱

اگر متولی فاتر العقل ہو جائے اور یہ کیفیت اس پر مسلسل ایک سال رہے تو وہ عہدۂ تولیت سے معزول ہو جائے گا، البتہ اگر اس کا دماغی توازن درست ہو گیا اور صحت ہو گئی تو اب اسے دوبارہ تولیت کی ذمہ داری سپرد کی جا سکتی ہے۔(۱)

متولی کے فرائض و اختیارات

متولی کی بنیادی ذمہ داری موقوفہ املاک کی حفاظت اور حتی المقدور مقاصد وقف کی تکمیل کی کوشش ہے، اسی کو پیش نظر رکھ کر فقہاء نے متولیان کے اختیارات متعین کئے ہیں، استبدال وقف کے مسئلہ میں یہ بات آچکی ہے، کہ بعض مخصوص صورتوں کے سوا وقف کی جائداد کو فروخت کرنا یا کسی غیر منقولہ جائداد سے اس کا تبادلہ جائز نہیں۔

وقف کی جائداد کو کرایہ پر دینے کے سلسلہ میں فقہاء کا عام رجحان یہ ہے کہ کھیتی کی اراضی زیادہ سے زیادہ تین سال اور رہائشی مکانات زیادہ سے زیادہ ایک سال کے لئے ہی کرایہ پر دیئے جاسکتے ہیں، اس لئے کہ اگر اس سے زیادہ مدت کے لئے مکان و زمین کرایہ پر دیا جائے تو اس کا تحفظ خطرہ میں پڑ سکتا ہے، لیکن درحقیقت یہ وقف کی مصلحت اور اس کے مفاد پر مبنی ہے، اگر طویل مدت کی کرایہ داری میں وقف کا فائدہ ہو تو اسی کو اختیار کیا جائے گا، اور اگر کم مدت کا اجارہ مفید ہو تو اس کو ترجیح دی جائے گی، آج کل اداروں، کمپنیوں اور کارخانوں کو کرایہ دار بنانا مفید سمجھا جاتا ہے، کیونکہ اس سے معقول کرایہ حاصل ہوتا ہے، جو پابندی سے ادا کیا جاتا ہے، اور سال بہ سال کرایہ میں مناسب اضافہ بھی ہوتا رہتا ہو، لیکن ظاہر ہے کہ ادارے اور کمپنیاں مختصر مدت کے لئے کرایہ دار بننا قبول نہیں کریں گی، اس لئے وقف کے مفاد اور مصالح کی رعایت کرتے ہوئے ایسے اداروں سے طویل مدت کی کرایہ داری بھی طے کی جاسکتی ہے، اسی لئے حصکفی نے اس مسئلہ پر بحث کرتے ہوئے لکھا ہے: وهذا مما يختلف زمانا وموضعا . (۲)

تاہم اس میں اختلاف نہیں کہ کرایہ معقول و مناسب اور فقہاء کی اصطلاح میں "اجرت مثل" ہونی چاہئے، اگر منتظم وقف نے مروجہ کرایہ سے اتنا کم کرایہ طے کیا کہ عام طور پر لوگ اس معاملہ میں اس درجہ دھوکہ نہیں کھاتے تو یہ تعیین کرایہ غیر معتبر ہوگا، اور کرایہ دار پر وہی کرایہ واجب ہوگا، جو عام طور پر اس علاقہ میں اس مکان یا زمین کا ادا کرتا ہے، چاہے وہ مقررہ کرایہ سے کتنا ہی زیادہ ہو۔(۳)

متولی کے لئے وقف کی جائداد کو رہن رکھ کر قرض حاصل کرنا قطعاً درست نہیں،(۴) اگر متولی نے وقف کی جائداد فروخت کردی پھر وہ معزول کردیا گیا، کوئی اور شخص متولی مقرر ہوا، اور اس نے خریدار کے خلاف دعویٰ دائر کیا تو قاضی اس خرید و فروخت کو کالعدم قرار دے گا، اور خریدار جتنی مدت سے مقیم ہے اتنی مدت کا کرایہ اس سے وصول کیا جائے گا۔(۵)

متولی کا اپنے آپ کو یا اپنی بالغ اولاد کو یا باپ کو وقف کی جائداد کرایہ پر دینا اسی وقت درست ہوگا جب کہ وہ مروجہ کرایہ سے زیادہ کرایہ ادا کرے۔(۶)

جو حکم وقف کی جائداد کو کرایہ پر دینے کا ہے وہی حکم وقف کی زمین کو بٹائی پر لگانے کا بھی ہے، یعنی بٹائی میں وقف کا ایسا حصہ مقرر کرنا ضروری ہے جو اس علاقہ میں مروج ہو،(۷) مثلاً اگر آدھی پیداوار زمیندار کو اور آدھی پیداوار کاشت کار کو دینے کا رواج

---

(۱) هندیه ۲/۴۰۹

(۲) هندیه ۲/۴۲۶

(۳) درمختار ۳/۳۹۸

(۴) دیکھئے هندیه ۲/۴۱۰-۴۱۸

(۵) هندیه ۲/۴۲۰

(۶) هندیه ۲/۴۲۱

(۷) حوالۂ سابق

ہو، اسی تناسب سے مثلی پر جو واجب ہوگا، وقف کا حصہ اس سے کم نہ ہونا چاہئے۔

اگر کسی شخص نے وقف کی زمین غصب کر لی اور ایک مدت تک موقوفہ مکان میں رہائش اختیار کی یا موقوفہ زمین میں کاشتکاری کی تو اس کو مدت قیام و قبضہ کا مناسب کرایہ ادا کرنا ہوگا، اور اگر غاصب نے وقف کا کچھ حصہ توڑ دیا تو اس سے حاصل ہونے والا معاوضہ موقوفہ عمارت کی مرمت پر خرچ کیا جائے گا نہ کہ غرباء و مساکین اور اہل وقف پر، کیونکہ ان کا حق وقف سے حاصل ہونے والی پیداوار سے متعلق ہے نہ کہ اصل زمین یا مکان سے۔ (۱)

اگر وقف کی آمدنی سے کوئی جائداد حاصل کی گئی تو وہ بعینہ موقوفہ جائداد کے حکم میں نہیں ہوگی اور صحیح تر قول کے مطابق اس کو فروخت کرنے کی اجازت ہوگی۔

متولی کی اجرت

متولی کو وقف کے سلسلہ میں اس کی مساعی کی اجرت دی جا سکتی ہے، متولی کے لئے اجرت پانے کی دو صورت ہے، اول یہ کہ خود واقف نے اس کے لئے سالانہ کوئی اجرت متعین کر دی ہو، ایسی صورت میں متولی اپنی قوت و صلاحیت کے مطابق ہی کام کرنے کا مکلف ہوگا، مثلاً کسی خاتون کو متولی مقرر کیا گیا تو وہ ایسا کام کرے گی جو اس کی قدرت میں ہو، اگر متولی اپاہج یا اندھا ہو جانے کی وجہ سے خود کام کرنے کے لائق نہیں ہو لیکن نظم و نسق کی صلاحیت رکھتا ہے تب بھی وہ واقف کی طرف سے مقررہ اجرت کا مستحق ہوگا۔

اگر واقف نے اتنی زیادہ اجرت متعین کر دی کہ اس خدمت کی معروف و مناسب اجرت اس سے بہت کم ہوتی ہے تب بھی یہ جائز ہے، اگر قاضی متولی کے ساتھ کسی معاون کی ضرورت محسوس کرے تو ایسے کارکن کا اضافہ کر سکتا ہے، خواہ واقف کی مقررہ اجرت ان میں سے کچھ حصہ اسے دے یا وقف کی آمدنی میں سے مستقل طور پر اس کی تنخواہ مقرر کرے، اگر واقف نے نگران وقف کے لئے وقف کی آمدنی سے ایک رقم متعین کر دی اور یہ شرط لگا دی کہ جب اسے معزول کر دیا جائے پھر بھی اس شخص کو یہ رقم دی جاتی رہے، ایسی صورت میں وقف کے انتظام سے سبکدوش کر دئے جانے کے باوجود وہ اس آمدنی کا مستحق ہوگا۔

وقف کی خدمت اور انتظام و انصرام پر اجرت کی دوسری صورت یہ ہے کہ قاضی وقف کے مصالح اور ضروریات کے تحت کسی شخص کو بالمعاوضہ اس کام پر مامور کرے، چاہے یہ اجرت مستقل طور پر متعین ہو یا تناسب متعین ہو، مثلاً یوں کہا جائے کہ: "وقف کی آمدنی کا دسواں حصہ ناظر وقف کا ہوگا" دونوں صورتیں جائز ہیں، لیکن ضروری ہے کہ "اجرت مثل" ہو، یعنی اس کام کے لئے معروف طور پر جتنی اجرت دی جاتی ہے، اس کے اندر ہی رہتے ہوئے اجرت متعین کی گئی ہو۔ (۳)

مصالح مسجد کے اوقاف

اصل مسجد یعنی جو جگہ نماز کے لئے مخصوص ہو چکی ہے اس کے بارے میں گذر چکا ہے کہ وہ قیامت تک کے لئے مسجد ہے، لیکن سوال یہ ہے کہ جو اراضی مسجد کی مصالح و ضروریات کے لئے وقف کی جائیں پھر وہ مسجد ویران ہو جائے اور وہاں سے مسلمانوں کی آبادی ختم ہو جائے تو اب مصالح مسجد پر موقوفہ آمدنی کا مصرف کیا ہوگا؟ یہ ایک اہم سوال ہے، وقف کے سلسلہ میں شریعت کے عام مزاج و مذاق سے ظاہر ہے کہ وقف میں دو باتیں بنیادی اہمیت کی

---

(۱) ہندیہ: ۲/۴۲۳

(۲) رد المحتار: ۳/۴۰۰

(۳) رد المحتار: ۳/۴۰۱

حامل ہیں: اول یہ کہ جہاں تک ممکن ہو وقف کو نافع بنایا جائے، دوسرے یہ کہ وقف کی آمدنی کے استعمال میں حتی المقدور واقف کے منشاء و مقصود کی رعایت ملحوظ رکھی جائے۔

ان دونوں باتوں کو پیش نظر رکھتے ہوئے یہ بات سمجھ میں آتی ہے کہ ایسی آمدنی کو اس مسجد سے قریب تر ضرورت مند مساجد ہی پر خرچ کیا جانا چاہئے، چنانچہ علامہ شامیؒ اسی طرح کے ایک مسئلہ پر اظہار خیال کرتے ہوئے رقمطراز ہیں:

> فالظاهر انه لايجوز صرف وقف مسجد خرب الى حوض وعكسه وفي شرح الملتقى يصرف وقفها لاقرب مجانس لها. (۱)
>
> بظاہر اس سے مراد یہ ہے کہ ویران شدہ مسجد کے اوقاف حوض پر اور حوض کے اوقاف کا مسجد پر استعمال کرنا جائز نہیں، شرح ملتقی میں ہے کہ ایسے اوقاف قریب ترین ہم جنس مصرف پر صرف کئے جائیں گے۔

قبرستان کے اوقاف

جو اراضی قبرستان کے لئے وقف ہوں وہ قبرستان ہی میں استعمال ہوگی، اور اس میں بھی واقف کے منشاء کی رعایت ملحوظ رہے گی، اگر واقف نے عام مسلمانوں کے لئے وقف کیا ہو تو تمام مسلمانوں کی تدفین اس میں درست ہوگی، اگر صرف اپنے خاندان کے لئے مخصوص کیا تھا تو صرف اس کے خاندان ہی کے مردے اس قبرستان میں دفن کئے جائیں گے، البتہ اگر کوئی قبرستان ویران ہو جائے، وہاں مسلم آبادی ختم ہوگئی ہو یا قانونی طور پر مردوں کی تدفین روک دی گئی ہو اور قبریں پرانی اور بوسیدہ ہوگئی ہوں تو اس بات کی گنجائش ہے کہ قبرستان میں موجود ہڈیوں کو کہیں با احترام دفن کر دیا جائے اور اس کو فروخت کر کے کسی دوسری جگہ قبرستان کے قیام میں مدد لی جائے، کیونکہ فقہاء نے مساجد کے علاوہ دوسرے اوقاف کو ناقابل انتفاع ہو جانے کی صورت میں فروخت کرنے کی اجازت دی ہے، امام محمدؒ سے منقول ہے:

> الوقف اذا صار بحيث لا ينتفع به المساكين فللقاضي ان يبيعه ويشترى بثمنه غيره. (۲)
>
> اگر وقف مساکین کے لئے ناقابل انتفاع ہو جائے تو قاضی اسے فروخت کردے اور اس کی قیمت سے دوسری جگہ جائداد خرید کرے۔

اور فقہاء کے یہاں اصول یہ ہے کہ جس مد کی موقوفہ جائداد فروخت کی جائے اس سے حاصل ہونے والی قیمت کو اسی مد میں استعمال کیا جائے۔

چنانچہ ابن قدامہ کا بیان ہے:

> اذا خرب الوقف ولم يرد شيئا بيع واشترى بثمنه مايرد على اهل الوقف وجعل وقفا كالاول. (۳)
>
> جب وقف ویران ہو جائے اور کوئی نفع نہ دے تو اسے فروخت کر دیا جائے اور اس کی قیمت سے ایسی جائداد خریدے جس کا نفع اہل وقف کو ہو سکے اور اسے بھی پہلے ہی کی طرح وقف کر دیا جائے۔

جہاں تک قبرستان میں مسجد کی توسیع کا مسئلہ ہے تو مسجد کے

---

(۱) ملخص از: فتاوی ہندیہ ۲/۴۶۴-۴۶۵

(۲) رد المحتار ۶/۵۴۸ مع تحقیق شیخ عادل و شیخ علی

(۳) البحر الرائق ۵/۲۰۵

تحت اس کی بحث آچکی ہے۔

اولاد پر وقف

اسلام کا نقطۂ نظر یہ ہے کہ جیسے دوسروں پر خرچ کرنا اور ان کی ضروریات پوری کرنا ایک کار خیر ہے اسی طرح اپنی اولاد اور اپنے اہل قرابت پر بھی وقف کرنا باعث ثواب ہے اور کار خیر میں داخل ہے، اسی لئے فقہاء اسلام نے "وقف علی الاولاد" کا تصور دیا ہے، وقف علی الاولاد کے لئے فقہاء نے مختلف تعبیرات ذکر کی ہیں، ان تعبیرات کے فرق کی وجہ سے استحقاق وقف کا دائرہ وسیع اور تنگ ہوتا ہے اس لئے ان مختلف تعبیرات کا اختصار کے ساتھ ذکر کیا جاتا ہے۔

(الف) اگر کسی شخص نے واحد کے صیغہ سے کہا: میں نے اپنے "ولد" پر اپنی فلاں جائداد وقف کی "تو یہ بانی وقف کے بیٹے، بیٹیوں یعنی براہ راست اولاد کو شامل ہوگا، اگر ایک ہی بیٹا یا بیٹی ہو یا دوسری اولاد کے انتقال کی وجہ سے ایک ہی بیٹا یا بیٹی رہ جائے تو وہی پورے وقف کا مستحق ہوگا، صلبی اولاد کے ختم ہونے کے بعد بیٹے یا بیٹی کی اولاد وقف کے مستحق نہیں ہوں گے، بلکہ ان کے بعد وقف فقراء کی طرف لوٹ جائے گا ـــ البتہ اگر وقف کرنے کے وقت کوئی صلبی اولاد نہ رہی ہو اور بیٹے کی اولاد پوتا یا پوتی موجود ہوں تو وہ اس وقف کے مستحق ہوں گے، نواسہ اور نواسی صحیح قول کے مطابق بہرحال اس کے مستحق نہیں۔

اگر کسی شخص نے تین پشت تک کی صراحت کے ساتھ واحد کے صیغہ سے وقف کیا جیسے کہا: میں نے اس جائداد کو اپنے "ولد، ولد کے ولد اور اس کے ولد" پر وقف کیا تو یہ وقف تین پشتوں تک محدود نہ ہوگا، بلکہ جب تک دنیا میں اس کی نسل چلتی رہے گی وہ سب وقف کے مستحق ہوں گے، اسی طرح اگر جمع کا صیغہ استعمال کرے اور یوں کہے: میں نے اس جائداد کو اپنی "اولاد" پر وقف کیا تو اس کا بھی یہی حکم ہے، ان صورتوں میں مرد و عورت قریبی رشتہ دار اور دور کے، بھی اس وقف سے مستفید ہونے کا حق رکھیں گے۔

(ب) اگر کوئی شخص کہے کہ: میں اپنی جائداد اپنے لڑکوں پر وقف کرتا ہوں، تو اس میں لڑکیاں بھی شامل ہوں گی، کیونکہ عربی زبان میں "بنین" کا لفظ لڑکوں اور لڑکیوں یعنی جملہ اولاد کے لئے استعمال ہوتا ہے، راقم الحروف کا خیال ہے کہ فقہاء کے اسی استدلال سے واضح ہے کہ اگر کوئی شخص یہ صراحت کردے کہ میں صرف اپنے بیٹوں پر وقف کر رہا ہوں نہ کہ بیٹیوں پر، تو بیٹیاں اس میں شامل نہیں ہوں گی۔

(ج) اگر کوئی شخص لڑکیوں پر وقف کرے تو صرف لڑکیاں ہی اس میں شامل ہوں گی، واقف کے لڑکے اس میں شامل نہیں ہوں گے۔

(د) اگر کوئی جائداد اپنی "نسل" پر وقف کی جائے تو اس میں واقف کا پورا اولادی سلسلہ شامل ہوگا اور لڑکیاں بھی شامل ہوں گی۔

(ہ) اگر وقف میں "عقب" کا لفظ استعمال کیا گیا ہے، جس کے معنی اردو زبان میں "بعد میں آنے والوں" کے ہیں، تو یہ وقف قیامت تک آنے والی اولاد ذکور کے لئے سمجھی جائے گی۔

(و) "آل، جنس، اہل بیت" کے الفاظ سے مراد اس کی اولاد کے علاوہ وہ تمام لوگ ہوں گے، جو واقف کے اس مورث اعلیٰ کے نسب سے ہوں جس نے اسلام کے زمانہ کو پایا ہے، خواہ وہ مسلمان ہوا ہو یا نہ ہوا ہو اور اس میں مرد، عورتیں، بچے سب شامل ہیں۔

(ز) اگر اہل قرابت اور ذی رحم پر وقف کیا تو اس کے قدیم ترین مسلمان "جد" خواہ باپ کی طرف سے ہو یا ماں کی طرف سے، ان کی اولاد اس وقف کا مصداق ہوگی، البتہ ماں باپ اور اولاد اس وقف میں شامل نہیں ہوں گے کیونکہ عرف میں ان پر "اقارب" کا اطلاق نہیں کیا جاتا۔

(ح) اگر ان لوگوں پر وقف کرتے ہوئے "فقراء" کی قید

نکائی تو اس کے مصداق بقول خصاف وہ لوگ ہوں گے جو تقسیم کے وقت فقیر ہوں یعنی ان کے لئے زکوۃ لینی جائز ہو۔

(ط) اگر وقف کی ان صورتوں کے ساتھ "صالح" ہونے کی قید بھی لگائی ہو تو اس سے مراد وہ لوگ ہوں گے جن کا فسق علانیہ نہ ہو، جو متہم نہ ہو، سلیم الطبع ہو، پاکباز عورتوں پر تہمت اندازی نہ کرتا ہو اور جھوٹ بولنے میں معروف نہ ہو۔(۱)

وقف ثابت کرنے کا طریقہ

جو طریقہ دوسرے امور کو ثابت کرنے کا ہے وقف کو ثابت کرنے کا طریقہ کار بھی وہی ہے، البتہ وقف کی گواہی کے سلسلہ میں یہ تفصیل ہے کہ کسی جائداد اور زمین کے مسجد یا قبرستان وغیرہ پر وقف ہونے کی گواہی شہرت کی بناء پر بھی دی جاسکتی ہے، نیز اس مسئلہ میں دوسرے ایسے گواہوں سے سنی ہوئی گواہی بھی معتبر ہے جنہوں نے خود وقف کرتے ہوئے سنا ہے، مردوں کی شہادت بھی معتبر ہے اور مردوں کے ساتھ عورتوں کی بھی، البتہ واقف کی شرائط سے متعلق گواہی محض شہرت کی بناء پر نہیں دی جاسکتی اور نہ اس کا اعتبار ہے۔(۲)

(وقف سے متعلق بعض احکام "مسجد" کے تحت بھی دیکھے جاسکتے ہیں، وقف کے تفصیلی احکام کے لئے ہندیہ جلد دوم اور رد المحتار، جلد سوم (ط: بولاق) نیز وقف کے موضوع پر لکھی گئی مستقل کتابیں امام ابوبکر خصاف کی "احکام الاوقاف" ہلال بن یحییٰ البصری" (م: ۲۴۵ھ) کی "احکام الوقف" نیز "الاسعاف فی احکام الاوقاف" اور ماضی قریب کے علماء میں شیخ عبد الجلیل عبد الرحمن عشوب (مصر) کی "کتاب الوقف" کا مطالعہ مفید ہوگا، آخر الذکر کتاب نہایت جامع بھی ہے اور اس کی ترتیب بھی بہتر ہے)۔

وکالت

وکالت کے اصل معنی حوالہ کرنے اور دوسرے پر اعتماد کرنے کے ہیں،(۳) اسی سے "توکل" کا لفظ ہے، "توکل علی اللہ" کے معنی ہیں: اس نے اللہ پر بھروسہ کیا، حدیث میں ایک دعاء منقول ہے فلا تکلنی الی نفسی،(۴) یعنی اے اللہ ہمیں ہمارے حوالہ نہ فرمایئے، یہ لفظ "و" کے زبر کے ساتھ بھی استعمال ہوتا ہے اور زیر کے ساتھ بھی، اسی سے وکیل کا لفظ ماخوذ ہے "وکیل" اسم فاعل کے معنی میں بھی آتا ہے، ایسی صورت میں اس کے معنی محافظ کے آئیں گے جیسے حسبنا اللہ ونعم الوکیل ۔ (آل عمران: ۱۷۳) اور مفعول کے معنی میں بھی، یعنی وہ شخص جس پر بھروسہ کیا اور اس کو کوئی کام سپرد کیا گیا ہو، فقہاء کے یہاں وکیل اسی معنی میں استعمال ہوتا ہے۔

اصطلاح میں وکالت یہ ہے کہ آدمی کسی متعین تصرف میں دوسرے شخص کو اپنا قائم مقام بنائے اقامة الانسان غیرہ مقام نفسه فی تصرف المعلوم ۔ (۵)

وکالت کا ثبوت

وکالت کا درست ہونا کتاب اللہ سے بھی ثابت ہے، سنت رسول سے بھی اور اجماع اُمت سے بھی، قرآن مجید نے اصحاب کہف کا واقعہ نقل کرتے ہوئے ذکر کیا ہے کہ طویل نیند کے بعد جب یہ حضرات بیدار ہوئے تو مشورہ کیا کہ سب مل کر ایک آدمی کو شہر بھیجیں، تاکہ وہ کھانا خرید کر لے آئے،(الکہف: ۱۹) ظاہر ہے یہ

---

(۱) الہندیہ ۲/۳۶۹

(۲) ملخص از در مختار ورد المحتار ۳/۴۰۳-۴۲۰ فصل فیما یتعلق بوقف الاولاد

(۳) دیکھئے ہندیہ ۲/۳۸۰

(۴) صحیح ابن حبان حدیث نمبر ۹۷۰

(۵) حاشیۂ قدوری ۱۳۱

دوسرے کو سامان کی خریداری کے لئے وکیل بناتا ہے، اسی طرح قرآن مجید نے زوجین میں اختلاف پیدا ہو جانے کی صورت میں اصلاح حال کی غرض سے شوہر و بیوی دونوں کی طرف سے حکم مقرر کرنے کا حکم دیا ہے: فابعثوا حکما من اھلہ و حکما من اھلھا، (النساء: ۳۵) تو یہ حکم بھی متعلقہ فریق کی طرف سے وکیل کا درجہ رکھتے ہیں، حضرت یوسف علیہ السلام کا بادشاہ مصر سے کہنا کہ مجھے خزانہ پر ذمہ دار بنا دیجئے اجعلنی علی خزائن الارض، (یوسف: ۵۵) بھی توکیل ہی کے قبیل سے ہے، علامہ ابن قدامہؒ نے زکوۃ کے ایک مصرف عاملین (توبہ: ۶۰) سے بھی اس پر استدلال کیا ہے، اس لئے کہ عامل مستحقین کے نائب کی حیثیت سے زکوۃ وصول کرتا ہے۔(۱)

متعدد احادیث سے وکالت کا ثبوت ملتا ہے، آنحضور ﷺ کا عاملین کو وصولی زکوۃ کی غرض سے بھیجنا، ام المومنین حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا سے نکاح میں عمرو ابن امیہ ضمری کو نکاح کا وکیل بنانا،(۲) اور اپنے خادم حضرت ابو رافع رضی اللہ عنہ کو حضرت میمونہؓ سے نکاح کا وکیل بنانا،(۳) حضرت حکیم بن حزام کو قربانی کا جانور،(۴) اور حضرت عروہ بارقی کو بکری خریدنے کا وکیل بنانا،(۵) یہ سب صحیح روایتوں سے ثابت ہے، ان روایات سے یہ بات بھی ثابت ہوتی ہے کہ وکالت مالی امور میں بھی معتبر ہے اور نکاح کے معاملہ میں بھی، اور قرآن کی مذکورہ آیات سے واضح ہوتا ہے کہ مقدمات و خصومات میں بھی توکیل درست ہے، نیز وکالت کے درست ہونے پر امت کا اجماع و اتفاق ہے۔(۶)

ارکان

وکالت کے ارکان دوسرے معاملات کی طرح "ایجاب و قبول" ہیں، جو شخص وکالت کی پیشکش کرے، اس کا کلام ایجاب تصور کیا جائے گا، اور دوسرا شخص جو اس وکالت کو قبول کرے، اس کا قول "قبول" کہلائے گا، جو وکیل بنائے اسے اصطلاح میں "موکل" اور جو وکالت قبول کرے اس کو "وکیل" کہتے ہیں، ایجاب و قبول مطلق بھی ہو سکتا ہے، کسی شرط کے ساتھ مشروط بھی، اور کسی وقت کے ساتھ بھی وکالت متعلق ہو سکتی ہے، جیسے یوں کہے "میں تجھے کل فلاں چیز کے فروخت کرنے کا وکیل بناتا ہوں"۔(۷)

موکل سے متعلق شرط

وکالت کے صحیح ہونے کے لئے کچھ شرطیں ہیں، بعض شرطیں موکل سے متعلق ہیں، بعض وکیل سے اور بعض اس چیز سے جس کا وکیل بنایا جا رہا ہے۔

موکل سے متعلق شرط یہ ہے کہ جس چیز کا وکیل بنا رہا ہے، وہ خود بھی اس کا اختیار رکھتا ہو، کیونکہ وکالت اپنا اختیار دوسرے کو سونپنے سے عبارت ہے، تو جب کوئی شخص خود ہی اختیار نہیں رکھتا ہو تو وہ دوسرے کو کس طرح اختیار سونپ سکتا ہے؟ چنانچہ پاگل اور بے شعور نابالغ بچہ (صبی غیر ممیز) دوسرے کو کسی کام کا وکیل نہیں بنا سکتا، جو نابالغ بچہ عقل و شعور رکھتا ہو، وہ بھی دوسروں کو ان ہی تصرفات کا مالک بنا سکتا ہے، جن کا خود اختیار رکھتا ہو — اور سمجھ دار نابالغ بچہ کن تصرفات کا اختیار رکھتا ہے؟ اس سلسلہ میں تفصیل یہ ہے کہ بعض تصرفات ضرر محض کا باعث ہے، جیسے طلاق، ہبہ، صدقہ وغیرہ، یہ نافذ نہیں ہوں گے، بعض تصرفات خالصۃً نفع کے حامل ہیں جیسے: ہبہ اور ہدیہ وغیرہ کا قبول کرنا، یہ نافذ ہوں گے، تیسری قسم کے تصرفات وہ ہیں جن میں نفع اور نقصان دونوں پہلو

---

(۱) البحر الرائق ۱۳۹/۷

(۲) المغنی ۵۱/۵

(۳) البدایہ والنہایہ ۲۳۲/۳

(۴) موطا امام مالک ۱۳۵، نکاح المحرم

(۵) ترمذی، باب الشراء والبیع الموقوفین، حدیث نمبر ۱۲۵۸

(۶) بخاری، حدیث نمبر ۳۶۴۲، کتاب المناقب

(۷) المغنی ۵۱/۵

ہیں، جیسے: خرید و فروخت، اجارہ، نکاح وغیرہ، نابالغ کے یہ تصرفات موقوف رہیں گے، اگر ولی نے اسے جائز قرار دیا تو نافذ ہوں گے ورنہ نہیں۔(۱)

وکیل سے متعلق شرطیں

وکیل کے لئے بھی عاقل ہونا شرط ہے، پاگل کو وکیل بنانا معتبر نہیں، اس لئے کہ اس میں تصرف کی صلاحیت ہی نہیں، یہی حکم ایسے نابالغ کا ہے جو ابھی شعور سے محروم ہو، حنفیہ کے یہاں وکیل کے لئے بالغ ہونا شرط نہیں، نابالغ بھی اگر متعلقہ معاملہ کو سمجھ سکتا ہو تو وکیل بن سکتا ہے، چنانچہ حضور ﷺ نے عمروؓ ابن ام سلمہ کو حضرت ام سلمہؓ کے نکاح کا وکیل بنایا، حالانکہ وہ نابالغ تھے۔(۲) شوافع اور دوسرے فقہاء کے نزدیک نابالغ نہ کسی معاملہ میں وکیل بنا سکتا ہے، اور نہ وکیل بن سکتا ہے۔(۳) نابالغ کے عاقل ہونے سے مراد یہ ہے کہ وہ اس بات کو سمجھتا ہو کہ خریدنا قیمت ادا کرنے اور مبیع حاصل کرنے کا نام ہے، نیز معمولی دھوکہ (غبن یسیر) اور غیر معمولی دھوکہ (غبن فاحش) کے درمیان امتیاز کر سکتا ہو۔(۴)

یہ بھی ضروری ہے کہ وکیل متعین ہو، اگر کوئی شخص یوں کہے کہ "تم دونوں میں سے ایک کو فلاں کام کا وکیل بناتا ہوں" تو یہ کافی نہیں، نیز یہ بھی شرط ہے کہ وکیل اپنے وکیل بنائے جانے سے واقف ہو، اگر وہ تصرف کرتے وقت اس سے واقف نہیں تھا، حالانکہ وہ اس سے پہلے وکیل بنایا جا چکا تھا، تو اس کا یہ تصرف نافذ نہیں ہوگا، اور نہ موکل کی طرف منسوب ہوگا، نیز وکیل نے بالقصد تصرف کیا ہو، مثلاً کسی شخص کو سامان کے خریدنے یا فروخت کرنے کا وکیل بنایا گیا اور اس سے جبر و اکراہ کے ذریعہ کسی اور شخص نے ایجاب و قبول کرایا یا خود اس نے ازراہِ مزاح ایجاب و قبول کیا تو یہ تصرف موکل کے حق میں معتبر نہیں ہوگا۔(۵)

مفوضہ کام وکیل کے دائرۂ اختیار میں ہو

جس چیز کا وکیل بنایا جائے، ضروری ہے کہ وہ موکل کے دائرۂ اختیار میں ہو، ایسی چیزیں جو عمومی طور پر مباح ہیں، جیسے: نہر اور سرکاری تالاب سے پانی لینا، جنگل میں شکار کرنا، ان میں توکیل معتبر نہیں، اگر کسی شخص کو وکیل بنایا گیا اور اس نے جنگل سے لکڑی کاٹی یا شکار کیا تو اس کا یہ عمل خود اس کے لئے سمجھا جائے گا نہ کہ موکل کے لئے۔(۶)

یہ بھی ظاہر ہے کہ آدمی خود جس چیز کا مالک ہو اسی میں تصرف کے لئے دوسرے کو وکیل بنا سکتا ہے، جس چیز پر خود اس کی ملکیت قائم نہ ہو اس پر دوسرے کو تصرف کا اختیار دینا ظاہر ہے کہ ناقابلِ تصور امر ہے، — نیز وکالت ایسی ہی چیزوں میں معتبر ہوگی جس میں نائب بنانے کی گنجائش ہو، لہٰذا بدنی عبادات جیسے: نماز، روزہ، وضوء اور تیمم، ان چیزوں میں وکیل بنانا درست نہیں۔(۷)

حقوق اللہ کی ادائیگی میں وکیل بنانا

جہاں تک حقوق کی بات ہے کہ حقوق میں وکیل بنانا درست ہے یا نہیں؟ تو اس سلسلہ میں تفصیل اس طرح ہے کہ حقوق دو قسم کے ہیں، حقوق اللہ اور بندوں کے حقوق، پھر حقوق اللہ کی بھی دو صورتیں ہیں: ایک وہ حقوق ہیں کہ جن میں دعویٰ شرط ہے، جیسے: حد قذف، حد سرقہ، ایسے حقوق کو ثابت کرنے کے لئے وکیل بنانا کہ وہ موکل کی طرف سے عدالت میں دعویٰ دائر کرے، امام ابو حنیفہؒ اور امام محمدؒ کے نزدیک جائز ہے، چاہے موکل موجود ہو یا

---

(۱) بدائع الصنائع ۶/۲۰

(۲) بدائع الصنائع ۶/۲۰

(۳) حوالۂ سابق

(۴) دیکھئے شرح مہذب ۱۴/۹۷، المغنی ۵/۵۱

(۵) البحر الرائق ۷/۱۳۹

(۶) حوالۂ سابق

(۷) شرح مہذب ۱۴/۹۶، مغنی ۵/۶۳

غائب، امام ابو یوسفؒ کے نزدیک جائز نہیں، جن حقوق میں دعویٰ شرط نہیں، جیسے: حد زنا، شراب نوشی کی حد، ان کے ثابت کرنے کے لئے توکیل جائز نہیں۔(۱)

اگر حدود کا مقدمہ ثابت ہوگیا تو کیا حدود جاری کرنے میں قاضی کسی اور کو اپنا وکیل بنا سکتا ہے یا نہیں؟ اس سلسلہ میں اتفاق ہے کہ قاضی کا وکیل بنانا درست ہے، البتہ امام ابو حنیفہؒ اور امام محمدؒ کے نزدیک حد سرقہ اور حد قذف کے نفاذ کے لئے ضروری ہے کہ جس پر تہمت لگائی گئی ہو یعنی مقذوف، اور جس کا مال چوری ہوا ہو وہ حد نافذ کئے جانے کے وقت موجود رہے،(۲) کیونکہ ممکن ہے کہ اجراء سزا کے وقت اگر یہ حضرات موجود رہیں تو اپنے دعویٰ سے رجوع کرلیں، اس احتمال نے ایک گونہ شبہ پیدا کردیا ہے، اور شبہ سے بھی حد ساقط ہو جاتی ہے، احناف، مالکیہ وغیرہ کے نزدیک حدود کے جاری کرنے کے لئے موکل کی موجودگی ضروری نہیں۔(۳)

حقوق العباد میں توکیل

حقوق العباد بھی دو طرح کے ہیں، ایک وہ جو شبہ کی وجہ سے ساقط ہو جاتے ہیں، جیسے قصاص، تو ایسے حقوق کے ثابت کرنے کے لئے وکیل بنانا جائز ہے، لیکن قصاص لینے کے لئے توکیل اسی وقت جائز ہوگی جب کہ موکل یعنی مقتول کا ولی خود موجود ہو، اگر مقتول کا ولی خود غائب ہو تو قصاص حاصل کرنے کیلئے وکالت معتبر نہیں ہوگی —— بعض حقوق العباد وہ ہیں جو شبہ کے باوجود ثابت ہو جاتے ہیں یعنی مالی حقوق، جیسے: دین وغیرہ، ان کو ثابت کرنے کے لئے اور ان حقوق کو حاصل کرنے کے لئے دونوں مرحلوں میں توکیل درست ہے۔(۴)

مقدمہ میں وکالت

امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک گو مقدمہ کی پیروی میں وکیل بنانا جائز ہے، لیکن خود عدالت میں موکل کی حاضری بھی ضروری ہے، البتہ دو صورتوں میں موکل حاضری سے مستثنیٰ ہوتا ہے، ایک یہ کہ خود دوسرا فریق اس کی عدم حاضری پر رضامند ہو یا موکل بیماری یا طویل مسافت کے سفر کی وجہ سے حاضری سے معذور ہو، یا پردہ نشین خاتون ہو، صاحبین اور دوسرے فقہاء کے نزدیک نہ فریق مخالف کی رضامندی ضروری ہے، اور نہ موکل کی حاضری۔(۵)

گواہی میں وکیل

یہ بات ظاہر ہے کہ شہادت اور گواہی کا وکیل نہیں بنایا جا سکتا، اس لئے کہ شہادت کسی واقعہ کی آنکھوں دیکھی گواہی کا نام ہے، اور اس واقعہ کو موکل نے دیکھا ہے نہ کہ وکیل نے، لیکن اقرار کا وکیل بنایا جا سکتا ہے، امام محمدؒ نے کتاب الاصل میں یہی لکھا ہے، البتہ امام طحاویؒ کو اس سے اختلاف ہے،(۶) اگر کسی شخص کو مطلقاً مقدمہ کا وکیل بنایا جائے تو وہ اپنے موکل کی طرف سے اقرار بھی کر سکتا ہے، لیکن اگر موکل نے وکیل بناتے ہوئے یہ شرط لگادی کہ وہ اس کی طرف سے اقرار کرنے کا مجاز نہیں ہوگا تو اسے استثناء کا حق حاصل ہے۔

معاملات میں وکالت

جن معاملات میں وکیل بنانا جائز ہے، ان کی فہرست طویل ہے، نکاح، خلع، جنایت کے بارے میں صلح، دوسرے مالی مقدمات میں صلح، ہبہ، صدقہ، عاریت، ودیعت، رہن، طلاق، اجارہ، خرید و فروخت وغیرہ معاملات میں توکیل کی گنجائش ہے، قرض دینے اور

---

(۱) شرح مہذب ۱۴/۹۳

(۲) بدائع الصنائع ۶/۲۱، ہندیہ ۳/۵۹۵

(۳) بدائع الصنائع ۶/۲۲

(۴) الفقہ الاسلامی وأدلتہ ۵/۸۴

(۵) ہندیہ ۳/۵۶۵، بدائع الصنائع ۶/۲۱

(۶) بدائع الصنائع ۶/۲۲، الفقہ الاسلامی وأدلتہ ۵/۹۹

قرض لینے میں وکیل بنایا جاسکتا ہے، البتہ قرض لینے میں وکیل کی حیثیت محض موکل کے قاصد کی ہے، اگر موکل کسی شخص کے پاس وکیل کو بھیجے اور وکیل یہ کہے کہ فلاں شخص تم سے قرض کا خواستگار ہے تو یہ قرض موکل کے لئے ہوگا، لیکن اگر وکیل نے بطور خود کسی سے قرض لیا تو یہ وکیل ہی کی ملکیت ہوگی نہ کہ موکل کی۔ (۱)

وکالت عامہ اور اس کا حکم

اگر کسی چیز کے خریدنے کا وکیل بنایا جائے تو وکالت کی دو صورتیں ہو سکتی ہیں: وکالت عامہ اور وکالت خاصہ، وکالت عامہ یہ ہے کہ وکیل کو اختیار دیا جائے کہ وہ کوئی چیز یا کوئی متعین چیز کسی بھی وصف کی حامل خرید کرے، جیسے کہا جائے: تم میرے لئے جو مناسب سمجھو خرید لو، یا یوں کہے "میرے لئے جو کپڑا خریدنا چاہو خرید لو" یہ وکالت عامہ ہے، اس میں کتنا بھی ابہام و اجمال ہو، توکیل درست ہوگی۔

وکالت خاصہ اور اس کا حکم

وکالت خاصہ یہ ہے کہ کسی مخصوص چیز کے خریدنے کا حکم دیا جائے اور یہ نہ کہا جائے کہ تمہاری جو مرضی ہو اس کے مطابق خرید کرلو، جیسے کہے: میرے لئے کپڑا خرید کرلو، جانور خرید کرلو، گھوڑا خرید کرلو، ایسی وکالت میں اگر زیادہ ابہام (جہالت کثیرہ) ہو تو وکیل بنانا صحیح نہیں ہوگا، کیونکہ اس سے آئندہ نزاع پیدا ہونے کا اندیشہ ہے، اور اگر معمولی درجہ کا ابہام (جهالة قليلة) ہے تو وکالت درست ہوگی۔ — علامہ کاسانیؒ نے معمولی اور غیر معمولی ابہام کے سلسلہ میں یہ اصول بتایا ہے کہ جس چیز کے خریدنے کا وکیل بنایا ہے، اگر وہ مختلف انواع کو شامل ہے تو نوعیت بیان کرنا ضروری ہوگا، اگر مطلقاً نوعیت کو واضح نہیں کیا تو توکیل درست نہیں ہوگی، جیسے کپڑا، کہ کپڑے کی مختلف قسمیں ہیں، ریشمی، کتان، سوتی وغیرہ، تو کپڑے کی نوعیت متعین کرنا ضروری ہوگا ورنہ اس کو غیر معمولی ابہام سمجھا جائے گا۔ اور اگر وہ نام ایک ہی نوع کو شامل ہو جیسے گھوڑا، گدھا، گائے، بکری، تو دو میں سے ایک کا بیان کرنا ضروری ہوگا، یا تو اس کی صفت کو بیان کرے، جیسے کہے کہ عربی گھوڑا خریدو، یا قیمت واضح کردے، مثلاً ایک ہزار روپے تک کا بکرا خریدو، اس وضاحت کے بعد جو ابہام پایا جائے گا وہ معمولی درجہ کا ہے، اس لئے وہ وکالت کے صحیح ہونے میں مانع نہیں، اگر صفت یا قیمت بیان نہیں کی تو یہ غیر معمولی ابہام (جہالت کثیرہ) ہے اور ایسے ابہام کے ساتھ یہ وکالت درست نہیں ہوگی۔ (۲)

وکیل کے اختیارات

وکالت کا بنیادی حکم یہ ہے کہ وکیل کو موکل کے متعین کئے ہوئے دائرہ میں رہتے ہوئے تصرف کا حق حاصل ہو جاتا ہے (۳) تاہم مختلف امور میں وکیل کا دائرہ اختیار کیا ہوگا؟ اس میں فقہاء نے کچھ تفصیلات ذکر کی ہیں، جن کا خلاصہ اس طرح ہے:

☆ حنفیہ کے نزدیک جس شخص کو مقدمہ کی پیروی کا وکیل بنایا جائے، وہ قصاص اور حدود کے علاوہ دوسرے مقدمات میں اقرار کرنے کا بھی اختیار رکھتا ہے، البتہ امام محمدؒ کے نزدیک مجلس قضاء ہی میں اس کا اقرار معتبر ہوگا، اور امام ابو یوسفؒ کے نزدیک مجلس قضاء میں بھی اور اس کے باہر بھی، البتہ اگر مجلس قضاء کے باہر اس نے اقرار کیا تو وہ وکیل باقی نہیں رہے گا۔

☆ جس شخص کو کسی مالی مقدمہ میں وکیل بنایا گیا ہو وہ احناف کے نزدیک اس مال پر قبضہ حاصل کرنے کا بھی مجاز ہوگا، یہی رائے امام ابو حنیفہؒ، امام ابو یوسفؒ اور امام محمدؒ کی ہے، امام زفرؒ

---

(۱) بدائع الصنائع ۶/۳۱

(۲) بدائع الصنائع ۶/۲۳

(۳) بدائع الصنائع ۶/۲۲-۲۳

کے نزدیک یہ وکیل قبضہ کرنے کا مجاز نہیں، متاخرین نے اپنے زمانہ میں بڑھتی ہوئی بد دیانتی اور خیانت کی وجہ سے امام زفرؒ کے قول کو قبول کیا ہے، یہی حکم اس شخص کے بارے میں بھی ہے جس کو صرف دین کے تقاضا کرنے کا وکیل بنایا گیا ہو۔

☆ جس شخص کو دین کے وصول کرنے کا وکیل بنایا گیا ہو اگر مقروض دین کا انکار کرے تو امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک وکیل اس مقدمہ میں فریق بن سکتا ہے، وہ فریق مخالف کے مقابلہ دین کو ثابت کرنے کا مجاز ہے، اور اگر مدعیٰ علیہ گواہان پیش کردے کہ صاحب دین یعنی مؤکل قرض وصول کر چکا ہے یا اس نے قرض معاف کردیا ہے، تو یہ ثبوت قابل سماعت اور قابل قبول ہوگا، صاحبین کے نزدیک دین پر قبضہ کا وکیل ثبوت دین کے مقدمہ میں فریق نہیں بن سکتا۔ (۱)

البتہ حنفیہ اس پر متفق ہیں کہ اگر کسی کو متعین وموجود شئی (عین) کی وصولی کا وکیل بنایا جائے جیسے کتاب، اور جس کے قبضہ میں وہ سامان ہے، وہ اس پر مؤکل کی ملکیت سے انکار کرتا ہو تو یہ وکیل اس مقدمہ میں فریق نہیں بن سکتا۔ (۲)

☆ جس شخص کو قبضہ کرنے کے لئے وکیل بنایا گیا ہے، کیا وہ کسی اور شخص کو اس کام پر وکیل بنا سکتا ہے؟ اس سلسلہ میں تفصیل یہ ہے کہ اگر وکالت، وکالت عامہ ہے، جیسے مؤکل نے یوں کہا "تم اس سلسلہ میں جو چاہو کرو" یا یہ کہے "تم جو کچھ بھی کروگے وہ میرے لئے قابل قبول ہے" تو ایسی صورت میں وہ کسی اور شخص کو قبضہ کے لئے وکیل بنا سکتا ہے، اور اگر وکیل کے لئے مؤکل نے ایسے عمومی اختیار وحیثیت کے الفاظ استعمال نہ کئے ہوں تو یہ وکالت خاصہ ہے، ایسا وکیل اس بات کا مجاز نہیں کہ وہ اس کے لئے دوسرے شخص کو وکیل بنائے۔ (۳)

☆ اگر کسی چیز کے بیچنے کا وکیل بنائے اور مؤکل نے کچھ قید بھی لگائی ہو، مثلاً کہے کہ "اس سامان کو دس روپے میں بیچو، تو وکیل اس قید کا پابند ہوگا، اور وکیل نے اس قید کی خلاف ورزی کی، لیکن یہ خلاف ورزی مؤکل کے مقصد ومنشاء کے لئے تقویت کا باعث ہو نہ کہ نقصان کا، جیسے اس نے دس کے بجائے بارہ روپے میں بیچ دیا، تو وکیل کا یہ تصرف درست ہے، اس لئے کہ گو اس نے مؤکل کی لگائی ہوئی قید (دس روپے) سے تجاوز کیا ہے، لیکن یہ تجاوز مؤکل کے لئے مفید ہے نہ کہ نقصان دہ، اور اگر وکیل مؤکل کی لگائی ہوئی قید کو نظر انداز کردے جیسے دس کے بجائے آٹھ روپے ہی میں فروخت کردے، تو وکیل کا یہ تصرف مؤکل کی اجازت پر موقوف رہے گا۔

اور اگر بیع کے لئے مطلقاً وکیل بنایا تو وکیل جس طرح بھی فروخت کرے، اس کا فروخت کرنا معتبر ہوگا، (۴) البتہ یہ مطلق وکالت نقد وادھار دونوں کو شامل ہوگی یا نہیں؟ اس میں اختلاف ہے، امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک وکیل کو اس کا اختیار رہے گا، صاحبین کے نزدیک اس کا اختیار نہیں ہوگا۔ (۵)

☆ اسی طرح مطلق وکالت کی صورت میں اگر وکیل نے اس سامان کو بیچنے میں دھوکہ کھایا اور اتنی قیمت لگادی جو مروجہ کم سے کم قیمت سے بھی کمتر ہو، تو امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک وکیل کا یہ تصرف بھی معتبر ہوگا یعنی مؤکل پر لازم ہوگا۔ (۶)

البتہ اگر کسی سامان کے خریدنے کا مطلقاً وکیل بنایا گیا اور وکیل نے اس سامان کو مروجہ قیمت کے مقابلہ میں بہت زیادہ قیمت میں حاصل کیا، جو غبن فاحش کے دائرہ میں آتا ہو تو بالاتفاق مؤکل

---

(۱) بدائع الصنائع ۶؍۲۲

(۲) حوالۂ سابق

(۳) حوالۂ سابق

(۴) حوالۂ سابق

(۵) حوالۂ سابق ۶؍۲۸

(۶) حوالۂ سابق

وکیل کے اس تصرف کو قبول کرنے پر مجبور نہیں ہوگا۔ (۱)

☆ جس چیز کے بیچنے پر وکیل بنایا تھا اگر اس کے کچھ حصہ کو فروخت کیا تو کیا یہ بیع نافذ ہوگی؟ صاحبین کے یہاں یہ نافذ نہیں ہوگی، اور مؤکل کی اجازت پر موقوف رہے گی، امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک اس کی دو صورتیں ہیں، اگر ایسی چیز ہو کہ اس کا کچھ حصہ فروخت کردینا باعث ضرر نہ ہو، جیسے گیہوں، چاول وغیرہ، تو بیع نافذ ہوگی، اور اگر اس سے ضرر پہنچ سکتا ہو یا باقی حصے کی قیمت گر سکتی ہو، تو بیع نافذ نہیں ہوگی — البتہ اس پر اتفاق ہے، کہ اگر کسی چیز کے خریدنے کا وکیل بنایا اور جس چیز کا خریدنا مطلوب تھا اس کا کچھ حصہ وکیل نے خریدا تو یہ نافذ نہیں ہوگا۔ (۲)

☆ امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک بیع کا وکیل خریدار سے قیمت معاف کرسکتا ہے، اس کو قیمت کی ادائیگی کے لئے مہلت دے سکتا ہے، قیمت کے عوض کوئی دوسری چیز لے سکتا ہے، بجائے قیمت کے کسی اور شئی پر صلح کرسکتا ہے اور حوالہ کے ذریعے کسی اور شخص کی ذمہ داری قبول کرسکتا ہے، البتہ ان صورتوں میں خود وکیل مؤکل کے لئے اس کی قیمت کا ضامن ہوگا، — صاحبین کے نزدیک وکیل کو مؤکل کی اجازت کے بغیر ان تصرفات کا حق نہیں۔ (۳)

☆ اس بات پر اتفاق ہے کہ جس شخص کو کسی چیز کے بیچنے کا وکیل بنایا گیا ہے، وہ دوسرے کو اس کام کے لئے وکیل نہیں بنا سکتا، تاہم اگر اس دوسرے وکیل نے سامان کو فروخت کیا لیکن وکیل نے اس کو جائز رکھا تو اب بیع درست ہو جائے گی۔ (۴)

☆ جس شخص کو کسی چیز کے بیچنے کا وکیل بنایا گیا ہے اور وہ اس کو اپنے آپ سے یا اپنے ایسے رشتہ دار سے فروخت کرے جس کے بارے میں وہ متہم ہو جیسے، باپ، دادا، اولاد اور اولاد کی اولاد، بیوی تو امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک یہ جائز نہیں، صاحبین کے نزدیک یہ جائز ہے، بشرطیکہ مناسب مروجہ قیمت لگائی گئی ہو۔

ایک ہی کام کے لئے ایک سے زیادہ وکیل

اگر کسی ایک ہی معاملہ کے لئے ایک سے زیادہ وکیل بنایا جائے تو کیا اس معاملہ میں ان تمام وکلاء کی شرکت ضروری ہے یا تنہا ایک وکیل بھی تصرف کرنے کا مجاز ہے؟ اس سلسلہ میں اصل یہ ہے کہ جن معاملات میں تبادلۂ خیال اور غور وفکر کی حاجت ہو ان میں کوئی ایک وکیل تنہا تصرف کا مجاز نہیں، ہر وہ معاملہ جس میں عوض مالی پایا جاتا ہو اس کو فقہاء نے ایسے ہی معاملات کے زمرہ میں رکھا ہے، جیسے: نکاح، خلع، مضاربت وغیرہ، اسی طرح وہ تصرفات بھی ہیں جن میں تملیک کی کیفیت پائی جاتی ہو جیسے: تفویض طلاق۔

جن امور میں تبادلۂ خیال کی حاجت نہ ہو، بلکہ صرف مؤکل کے حکم کی تعمیل کرنی ہو، ان میں تنہا ایک وکیل کا تصرف بھی معتبر ہے، جیسے طلاق، ہبہ، دین کی ادائیگی، امانت کی واپسی وغیرہ۔

حقوق وکیل سے متعلق ہوں گے یا مؤکل سے؟

وکالت کے سلسلہ میں ایک اہم بحث یہ ہے کہ جس چیز کا وکیل بنایا گیا ہے، اس کے حقوق وکیل سے متعلق ہوں گے یا مؤکل سے؟ — حنفیہ کے نزدیک اس سلسلہ میں یہ تفصیل ہے کہ بعض امور تو وہ ہیں جس سے کوئی حق متعلق نہیں، جیسے دین کا تقاضا، اور مقروض کا پیچھا کرنا، ایسے امور میں وکیل کی حیثیت محض مامور کی ہے، اور اس کو مؤکل کا حکم بجالانا ہے، بعض معاملات وہ ہیں کہ وکیل کو ان کے انجام دینے میں مؤکل کی طرف منسوب کرنے کی حاجت نہیں ہوتی، جیسے: خرید وفروخت، اجارہ وغیرہ، اس میں تمام حقوق خود وکیل سے متعلق ہوں گے، وہی مبیع حوالہ کرے گا، قیمت پر قبضہ کرے گا، اگر خریدی ہوئی چیز میں کوئی عیب نظر آیا، اور عدالت میں مقدمہ کی

---

(۱) بدائع الصنائع ۶ / ۲۸

(۲) حوالۂ سابق

(۳) حوالۂ سابق

(۴) حوالۂ سابق ۶ / ۲۹

نوبت آئی تو وہی اس میں فریق بنے گا، گویا اس کی حیثیت اصل صاحب معاملہ کی ہوگی، اور وہی عاقد تصور کیا جائے گا۔

تیسرے: وہ معاملات ہیں جن کو وکیل مؤکل کی طرف نسبت کئے بغیر انجام نہیں دے سکتا، جیسے نکاح، طلاق، خلع وغیرہ، ان میں وکیل کی حیثیت محض سفیر اور ترجمان کی ہوگی، اور عقد سے متعلق تمام حقوق مؤکل سے متعلق ہوں گے۔(۱) مالکیہ اور شوافع کی رائے بھی قریب قریب وہی ہے جو حنفیہ کی ہے البتہ حنابلہ کے نزدیک تمام ہی معاملات میں حقوق مؤکل سے متعلق ہوں گے نہ کہ وکیل سے۔(۲)

جن صورتوں میں وکالت ختم ہوجاتی ہے

وکالت کی حیثیت عقد لازم کی نہیں، بلکہ عقد جائز کی ہے یعنی مؤکل ہو یا وکیل، ان کا معاملہ پر اپنے آپ کو قائم رکھنا ضروری نہیں، گویا عقد وکالت ختم بھی ہوسکتا ہے، اسی پس منظر میں یہ سوال ابھرتا ہے کہ کن صورتوں میں وکالت ختم ہوتی ہے؟ علامہ کاسانی نے تفصیل سے اس کا ذکر کیا ہے، وہ صورتیں حسب ذیل ہیں:

۱) مؤکل وکیل کو معزول کردے، وکیل کو اپنی معزولی کا علم ہوجائے اور اس کی وکالت سے کسی تیسرے شخص کا حق متعلق نہ ہو — جب تک وکیل کو اپنے معزول ہونے کی اطلاع نہ ہو، اس کا تصرف مؤکل ہی کی طرف منسوب ہوگا، اگر وکالت سے کسی تیسرے شخص کا حق متعلق ہو تو اس شخص کی رضامندی کے بغیر مؤکل اسے معزول نہیں کرسکتا، جیسے ایک شخص نے قرض لیا اور قرض دہندہ کے بجائے کسی تیسرے شخص کے پاس کوئی سامان بطور رہن رکھا اور اس کو وکیل بنایا کہ مدت مقررہ پر قرض ادا نہ کرنے کی صورت وہ سامان رہن کو فروخت کرکے قرض دہندہ کا قرض ادا کردے، اب اگر مقروض اس کو وکالت سے معزول کردے تو ظاہر ہے کہ قرض دہندہ کا قرض متاثر ہوگا، اس لئے یہ صورت درست نہیں۔

۲) مؤکل کی موت ہوجائے۔

۳) مؤکل پاگل ہوجائے — پاگل ہونے سے مراد مستقل پاگل ہوجانا ہے، اگر عارضی دورہ ہو جو ایک ماہ سے کم پر محیط ہو تو اس سے وکالت ختم نہیں ہوگی، ایسے مستقل پاگل پن کو اصطلاح میں "جنون مطبق" کہتے ہیں۔

۴) مؤکل خود تصرف سے عاجز ہوجائے، جیسے عدالت کسی شخص کو دیوالیہ قرار دے کر اس کو مال میں تصرف کرنے سے روک دے۔

۵) وکیل کی موت واقع ہوجائے۔

۶) وکیل جنون مطبق میں مبتلا ہوجائے۔

۷) جس چیز میں وکیل بنایا تھا اس میں مؤکل خود تصرف کردے۔

۸) جس چیز کو بیچنے یا ہبہ کرنے کا وکیل بنایا تھا وہ چیز ہی ضائع ہوجائے۔

۹) خدانخواستہ مؤکل مرتد ہوکر دارالاسلام سے دارالحرب میں چلا جائے۔(۳)

ڈاکٹر زحیلی نے وکالت ختم ہونے کی چند اور صورتیں بھی ذکر کی ہیں، ان میں سے اکثر درحقیقت ان ہی صورتوں میں داخل ہیں، اور وہ یہ ہیں:

۱) وکیل کو جو کام سپرد کیا گیا تھا وہ اسے پورا کردے۔

۲) مؤکل وکیل بنانے سے یا وکیل وکالت کے قبول کرنے سے انکار کرتا ہو۔

۳) وکیل اپنے آپ کو وکالت کی ذمہ داری سے سبکدوش کرلے، تاہم اس کے لئے ضروری ہے کہ وہ مؤکل کو اس سے

---

(۱) بدائع الصنائع ۶/۳۲۹-۳۳۰

(۲) بدائع الصنائع ۶/۳۳۹-۳۴۰

(۳) الفقه الإسلامي وأدلته ۱۹۰۵

آگاہ کردے۔

۴) وکالت کی اگر کوئی مدت متعین ہو تو شوافع اور حنابلہ کے نزدیک اس مدت کے تمام ہوتے ہی وکالت ختم ہو جائے گی۔

۵) اگر وکیل نے مؤکل کے مفوضہ معاملہ میں تعدی سے کام لیا جو مؤکل کے لئے باعث نقصان ہو تو شوافع اور حنابلہ کے نزدیک اس سے بھی وکالت کا معاملہ ختم ہو جائے گا۔

۶) شوافع اور حنابلہ کے نزدیک عقد نکاح میں وکیل کا عادل ہونا ضروری ہے، لہٰذا اگر وہ فاسق ہو گیا، تو ان فقہاء کے نزدیک وکالت باطل ہو جائے گی۔(۱)

ولاء

میراث کے مستحق ہونے کی ایک خاص صورت کو "ولاء" کہتے ہیں، موالات کے تحت اس کی وضاحت ہو چکی ہے۔

ولایت

"ولایت" کے اصل معنی قربت کے ہیں، اسی سے "ولی" ہے، جو محب، دوست، مددگار کے معنی میں آتا ہے، ولایت "و" کے زیر کے ساتھ بھی آتا ہے، اور "و" کے زبر کے ساتھ بھی، (۲) — فقہ کی اصطلاح میں دوسرے پر کسی بات کے نافذ کرنے کو ولایت کہتے ہیں۔(۳)

ولایت ثابت ہونے کے اسباب

ولایت بنیادی طور پر چار وجوہ سے ثابت ہوتی ہے، قرابت، ملکیت، ولاء اور امامت، (۴) قرابت کی بناء پر ولایت کی بحث آگے مذکور ہوگی، ملکیت سے مراد یہ ہے کہ آقا کو اپنے غلام اور باندی پر ولایت حاصل ہوتی ہے، ولاء سے مراد ولاء عتاقہ اور ولاء موالاۃ ہے، ولاء عتاقہ اور ولاء موالاۃ سے کیا مراد ہے؟ "مولیٰ" کے تحت اس کا ذکر آ چکا ہے، یعنی جو شخص کسی غلام یا باندی کو آزاد کرے یا کسی سے بذریعہ عقد موالات قائم کر لے، تو بعض تفصیلات کے ساتھ بعض اوقات یہ بھی ولایت کا سبب بن جاتا ہے، — امامت سے مراد مسلمانوں کی امامت عامہ ہے، یعنی امیر کو تمام مسلمانوں پر اور امیر کے واسطہ سے قاضی کو بھی ولایت حاصل ہوتی ہے، تاہم فقہاء کے یہاں ولایت خاصہ یعنی شخصی قرابت و تعلق کی بناء پر حاصل ہونے والی ولایت کا درجہ ولایت عامہ سے فائق ہے، اسی لئے عام حالات میں جب ولی خاص موجود ہو تو ولی عام کو زیر ولایت شخص کی ذات اور مال میں تصرف کا حق حاصل نہیں ہوتا، اور اگر اولیاء خاص موجود نہ ہوں تب بھی سلطان اور قاضی کا حق تصرف بہ مقابلہ ان اولیاء کے محدود ہوتا ہے، اسی لئے فقہاء کے یہاں یہ قاعدہ معروف ہے:

الولاية الخاصة اقوى من الولاية العامة. (۵)

ولایت خاصہ ولایت عامہ سے زیادہ قوی ہے۔

نفس پر ولایت

بنیادی طور پر ولایت کی دو قسمیں ہیں، ایک ولایت فی النفس دوسرے ولایت فی المال، نفس یعنی ذات پر ولایت سے مراد ولایت نکاح ہے۔

حنفیہ کے نزدیک ولایت نکاح کے دو درجات ہیں: ولایت اجبار اور ولایت ندب، نابالغ پر ولایت ولایت اجبار ہے لڑکا ہو یا لڑکی اور لڑکی کنواری ہو یا شوہر دیدہ، ولایت اجبار حاصل ہونے کا مطلب یہ ہے کہ ان سے اجازت لئے بغیر اولیاء ان کا نکاح کر سکتے ہیں، جو حکم نابالغ کا ہے وہی حکم فاتر العقل اور غلام کا بھی

---

(۱) دیکھئے الفقہ الإسلامی وأدلتہ ۱۹۵-۴۹/۵

(۳) درمختار ۲۹۵-۹۹/۲

(۵) الاشباہ والنظائر ۱۹۰

(۲) القاموس المحیط ۱۷۳۲

(۴) فتح القدیر ۱۵۵/۳

ہے، گو وہ بالغ ہوں۔(۱)

ولایت ندب اور استحباب سے ایسی ولایت مراد ہے، جس میں اجازت لئے بغیر نکاح کرنے کا حق حاصل نہیں ہوتا اور اگر وہ خود اپنا نکاح کرلیں، تو نکاح منعقد ہو جائے گا، ولایت ندب عاقل و بالغ لڑکی پر حاصل ہوتی ہے خواہ وہ کنواری ہو یا شوہر دیدہ۔(۲)

اس مسئلہ میں حنفیہ کا دوسرے مکاتب فقہ سے تو اختلاف ہے ہی، خود امام ابوحنیفہؒ، امام ابو یوسفؒ اور امام محمدؒ سے بھی ایک سے زیادہ اقوال منقول ہیں، علامہ ابن ہمامؒ نے ان سب کو جمع فرمایا ہے، امام ابوحنیفہؒ سے دو قول منقول ہے، کہ بالغ لڑکی خود اپنا نکاح بھی کرسکتی ہے اور دوسرے کے نکاح کے لئے بھی وکیل بن سکتی ہے، گو اس کا اپنے آپ نکاح کرلینا خلاف مستحب ہے، یہی قول ہمارے یہاں ظاہر روایت ہے، البتہ اگر کوئی لڑکی غیر کفوء میں نکاح کرلے، تو اولیاء کو اس پر اعتراض اور بذریعہ عدالت اس نکاح کو ختم کرانے کا حق حاصل ہے، دوسری روایت وہ ہے، جو امام صاحب سے حسن بن زیادؒ نے نقل کی ہے، اس روایت کے مطابق اگر لڑکی نے غیر کفوء میں نکاح کیا تو نکاح منعقد ہی نہیں ہوگا، گویا اولیاء کو عدالت کا سامنا کرنا نہیں پڑے گا، اور خود بخود یہ نکاح کالعدم سمجھا جائے گا، عدالتوں میں پیروی کی سرگرانی، غیر منصف مزاج اور راشی لوگوں کے مقام قضاء پر فائز ہو جانے کی وجہ سے بعد کے فقہاء نے اسی قول کو ترجیح دیا ہے۔

امام ابو یوسفؒ سے تین اقوال منقول ہیں، اول یہ کہ اگر ولی نہ ہو تو نکاح ہی جائز نہیں، پھر امام ابو یوسفؒ نے رجوع کرکے یہ رائے اختیار کی کہ کفوء سے نکاح منعقد ہو جائے گا غیر کفوء سے نہیں ہوگا، تیسرا اور آخری قول یہ ہے کہ بالغ لڑکی کا کیا ہوا نکاح مطلقاً جائز ہے، کفوء سے نکاح کرے یا غیر کفوء سے، اور امام محمدؒ کے دو قول ہیں: ایک یہ کہ نکاح منعقد ہو جائے گا، لیکن ولی کی اجازت پر موقوف رہے گا، تاہم اگر ولی نے کفوء رشتہ ہونے کے باوجود انکار کیا تو قاضی اس رشتہ کو برقرار رکھے گا، دوسرا قول وہی ہے جو امام صاحب سے منقول ہے، اور ظاہر روایت ہے، علامہ ابن ہمامؒ کا خیال ہے کہ اس تفصیل کے مطابق ائمہ ثلاثہ اس بات پر متفق ہیں کہ نکاح کفوء سے ہو یا غیر کفوء سے، منعقد ہو جائے گا، لیکن امام سرخسیؒ اور طحاویؒ وغیرہ کا خیال ہے کہ امام ابو یوسفؒ کا آخری قول یہ ہے کہ لڑکی کا خود کیا ہوا نکاح منعقد ہی نہیں ہوگا۔(۳)

لڑکوں اور لڑکیوں پر ولایت اجبار

حنفیہ اور دوسرے فقہاء کے درمیان تین نکتوں پر اہم اختلاف ہے، اول یہ کہ لڑکیوں میں ولایت اجبار حاصل ہونے اور نہ ہونے کا معیار بالغ ہونا اور نہ ہونا ہے یا کنواری اور شوہر دیدہ ہونا؟ دوسرے جب لڑکوں پر اولیاء کو ولایت اجبار کا حق ختم ہو جائے تو اس کے بعد لڑکیاں خود اپنا نکاح کرسکتی ہیں یا نہیں؟ تیسرے ولایت اجبار کن رشتہ داروں کو حاصل ہوگا؟

امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک لڑکے ہوں یا لڑکیاں، جب بالغ ہو جائیں تو ان پر اولیاء کو ولایت اجبار حاصل نہیں ہوگی، یعنی ان سے اجازت لئے بغیر ان کا نکاح کرنا درست نہیں ہوگا، اور نابالغ پر ولایت اجبار حاصل ہوگی، چاہے کنواری لڑکی ہو یا شوہر دیدہ، کیونکہ حضرت عبد اللہ ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ ایک کنواری لڑکی (باکرہ) کا اس کے والد نے نکاح کردیا، جو اسے پسند نہیں تھا، تو آپ ﷺ نے اس لڑکی کو اختیار مرحمت فرمایا کہ چاہے تو اس نکاح کو قبول کرے یا رد کردے، اس روایت کو ابوداؤد،

---

(۱) فتح القدیر ۳/۲۵۵

(۲) ہدایہ مع الفتح ۳/۲۵۹، بدائع الصنائع ۲/۲۴۷

(۳) فتح القدیر ۳/۲۵۶

نسائی، ابن ماجہ اور امام احمدؒ نے نقل کیا ہے اور علامہ ابن ہمامؒ نے اس کی سند کو صحیح قرار دیا ہے،(۱) حضرت خنساء بنت خذامؓ کے بارے میں بھی مروی ہے کہ ان کے والد نے جو رشتہ کیا تھا، ان کو ناپسند تھا، وہ آپ ﷺ کی خدمت میں عرض گذار ہوئیں، تو آپ ﷺ نے اس نکاح کو رد کر دیا، گو بعض روایتوں میں یہ بات آئی ہے، کہ وہ شوہر دیدہ (ثیبہ) تھیں، لیکن نسائی کی روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ کنواری تھیں،(۲) نیز حضرت عائشہؓ سے مروی ہے کہ میں نے آپ ﷺ سے لڑکی کے نکاح کے بارے میں دریافت کیا کہ کیا اس سے اجازت لی جائے گی؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا: ہاں! پھر آپ ﷺ نے فرمایا کہ کنواری لڑکی کو اظہار رضامندی میں حیا دامن گیر ہوتی ہے، لہٰذا خاموشی ہی اس کی اجازت ہے۔(۳)

قیاس کا تقاضا بھی یہی ہے، ایک تو لڑکوں میں بالاتفاق بالغ اور نابالغ ہونے کو ولایت اجبار کا معیار مانا گیا ہے، تو یہی حکم لڑکیوں کے حق میں بھی ہونا چاہئے، دوسرے جب لڑکیاں بالغ ہو جائیں تو بالاتفاق ان کو اپنے مال پر ولایت حاصل ہو جاتی ہے تو جو حکم مال میں ولایت کا ہے وہی حکم ذات میں بھی ولایت کا ہونا چاہئے —— پھر غور کیجئے تو شریعت کے مزاج و مذاق سے بھی یہی بات مطابقت رکھتی ہے، کیونکہ عبادات کے فرض ہونے کا تعلق بالغ، اور نابالغ ہونے سے ہے نہ کہ کنواری اور شوہر دیدہ ہونے سے، یہی حال نکاح کے علاوہ دوسرے معاملات خرید و فروخت، ہبہ وغیرہ کا ہے، نکاح بھی ایک گونہ عبادت ہے اور ایک گونہ معاملہ، تو ضرور ہے کہ یہی حکم نکاح کا بھی ہو۔

مالکیہ، شوافع اور حنابلہ کے نزدیک، ولایت اجبار کا مدار لڑکیوں کے حق میں کنواری اور شوہر دیدہ ہونے پر ہے، علامہ دردیر مالکیؒ نے تو نقل کیا ہے کہ اگر وہ ساٹھ سال سے زیادہ کی بھی ہو جائے، جب بھی باپ کو اس پر ولایت اجبار حاصل رہے گی، البتہ مالکیہ کے نزدیک اگر باپ اس کو اس کی معاملہ فہمی کی وجہ سے "رشیدہ" (معاملہ فہم) قرار دیدے اور اس کو نکاح کی اجازت دیدے، تو اب اس پر ولایت اجبار باقی نہیں رہے گی، اسی طرح مالکیہ کے یہاں شوہر دیدہ اگر نابالغ ہو تو اس پر بھی باپ کو ولایت اجبار حاصل ہے،(۴) گو مالکیہ کے یہاں ان احکام کی بابت کسی قدر اختلاف رائے پایا جاتا ہے، لیکن اس سے ظاہر ہے کہ امام مالکؒ کے یہاں نابالغہ پر مطلقاً اور بالغہ پر اگر کنواری ہو اور باپ کی طرف سے اجازت یافتہ نہ ہو ولایت اجبار حاصل ہوگی، شوافع اور حنابلہ کے نزدیک کنواری لڑکی پر مطلقاً ولایت حاصل ہوگی،(۵) البتہ لڑکے جب بالغ ہو جائیں تو ان پر ولایت اجبار باقی نہیں رہے گی، اس پر اتفاق ہے۔

کیا لڑکیاں خود اپنا نکاح کر سکتی ہیں؟

جب لڑکی پر ولایت اجبار ختم ہو جائے تو اس کے بعد بھی مالکیہ، شوافع اور حنابلہ کے نزدیک لڑکی خود اپنا نکاح نہیں کر سکتی، بلکہ ولی کے واسطہ ہی سے اس کا نکاح ہو سکتا ہے،(۶) ابن قدامہؒ نے اس کی اس طرح وضاحت کی ہے کہ عورت نہ اپنا نکاح کر سکتی ہے، نہ دوسرے کے لئے نکاح کی وکیل بن سکتی ہے اور نہ ولی کے علاوہ کسی اور کو اپنے نکاح کے لئے وکیل بنا سکتی ہے،(۷) غرض عورت کی عبارت ہی سے نکاح منعقد نہیں ہو سکتا، ان حضرات کے پیش نظر حضرت عائشہؓ کی روایت ہے کہ جس عورت نے اپنا نکاح بغیر ولی کے کر لیا اس کا نکاح باطل ہے،(۸) —— حنفیہ کا نقطۂ نظر یہ

---

(۱) فتح القدیر ۲۹۱/۳

(۲) حوالۂ سابق

(۳) بخاری ۷۷۱/۲، مسلم ۴۵۵/۱، ترمذی شریف ۲۱۰/۱

(۴) الشرح الصغیر ۳۵۳-۳۵۲/۲

(۵) شرح مہذب ۱۹۵/۱۶، المغنی ۳۴/۷

(۶) الشرح الصغیر ۳۳۵/۲، شرح مہذب ۱۵۸/۱۶، المغنی ۵/۷

(۷) المغنی ۵/۷

(۸) ترمذی ۲۰۸/۱، ابن ماجہ ۱۳۵/۱، ابوداؤد ۲۸۴/۱

ہے کہ قرآن مجید نے متعدد مواقع پر نکاح کی نسبت عورت کی طرف کی ہے (البقرة: ۲۳۰-۲۳۲) حضور ﷺ نے حضرت ام سلمہؓ سے نکاح فرمایا حالانکہ اس میں کوئی ولی نہیں تھے، اس کے علاوہ متعدد ازواج مطہرات سے آپ ﷺ کا نکاح ان کے کسی ولی کی شرکت کے بغیر ہوا، خود حضرت عائشہؓ نے اپنے بھائی حضرت عبد الرحمن ؓ ابن ابی بکر کی لڑکی کا نکاح کر دیا، حالانکہ اس پر حضرت عبد الرحمن ؓ کو ایک گونہ تکدر بھی ہوا، (۱) پھر آنحضور ﷺ نے فرمایا: کہ بہ مقابلہ ولی کے لڑکی اپنے نفس کی زیادہ حق دار ہے، الایم احق بنفسها من ولیها. (۲) تو جب ولی ولایت اجبار باقی رہتے ہوئے لڑکی کی اجازت کے بغیر اس کا نکاح کر سکتا ہے، تو لڑکی کے اپنے نفس کے بارے میں زیادہ حق دار ہونے کا تقاضا یہ ہے کہ اگر وہ بھی ولی کی اجازت کے بغیر نکاح کر لے تو بدرجۂ اولیٰ نکاح منعقد ہو جائے — جہاں تک حضرت عائشہؓ کی اس روایت کی بات ہے جس میں بغیر ولی کے ہونے والے نکاح کو باطل قرار دیا گیا ہے، تو اول تو اس روایت کی سند پر کلام کیا گیا ہے، (۳) دوسرے خود حضرت عائشہؓ کا عمل اس کے خلاف ہے جیسا کہ مذکور ہوا، اور یہی بات اس روایت کی صحت کو مشکوک کرنے کے لئے کافی ہے، تیسرے ضروری نہیں کہ باطل سے باطل کا اصطلاحی معنی مراد ہو، عربی زبان میں غیر مفید کام کے لئے بھی باطل کا لفظ بولا جاتا ہے، غرض کہ حنفیہ کی رائے شریعت کے مزاج و مذاق اور اصول و قواعد سے زیادہ موافقت رکھتی ہے۔ واللہ اعلم

شوافع اور حنابلہ وغیرہ کے نزدیک گو عورت کا کیا ہوا نکاح منعقد نہیں ہوتا، لیکن اگر کسی حنفی قاضی کی عدالت میں یہ مقدمہ پہنچا اور اس نے اپنے مسلک کے مطابق نکاح کو نافذ قرار دیا، تو ان حضرات کے نزدیک بھی اب یہ نکاح درست سمجھا جائے گا۔ (۴)

ولایت اجبار کن اقارب کو حاصل ہے؟

تیسرا اہم مسئلہ یہ ہے کہ ولایت اجبار یعنی لڑکی سے اجازت لئے بغیر ان کے نکاح کرنے کا حق کن لوگوں کو حاصل ہے؟ مالکیہ کے نزدیک صرف باپ یا اس کے وصی کو، (۵) یہی رائے حنابلہ کی بھی ہے، (۶) شوافع کے نزدیک باپ کے ساتھ دادا کو بھی ولایت اجبار حاصل ہے۔ (۷)

حنفیہ کے نزدیک جیسا کہ مذکور ہوا لڑکی کے بالغ ہونے کے بعد ولایت اجبار کسی کو حاصل نہیں اور بالغ ہونے سے پہلے درجہ بدرجہ جتنے اولیاء ہیں سبھوں کو ولایت اجبار حاصل ہے، یعنی وہ حالت نابالغی بغیر اجازت لئے اس لڑکی کا نکاح کر سکتے ہیں، (۸) جن حضرات نے باپ یا باپ اور دادا تک ولایت اجبار کو محدود رکھا ہے ان کے پیش نظر یہ ہے کہ جو شفقت باپ اور دادا کو ہو سکتی ہے دوسرے رشتہ داروں سے اس کی توقع نہیں کی جا سکتی، حنفیہ کا خیال ہے کہ حسب مراتب و درجات تمام ہی اعزہ میں شفقت ہوتی ہے، اور بعض دفعہ نابالغی میں ایسا موزوں رشتہ ہاتھ آ جاتا ہے کہ ان کا کھو دینا بچوں کے لئے نقصان سے خالی نہیں، اس لئے دوسرے اولیاء کے لئے بھی ایسے نابالغ بچوں کے نکاح کرنے کی گنجائش دینی چاہئے۔

البتہ حنفیہ نے اس کی تلافی اس طرح کی ہے کہ باپ اور دادا کا کیا ہوا نکاح بالغ ہونے کے بعد بھی ان لڑکوں اور لڑکیوں پر لازم

---

(۱) مؤطا مالک ۲/۱ باب مالا یبین من التملیک (الطلاق)

(۲) ترمذی شریف ۲۱۸/۱

(۳) ترمذی ۲۰۹/۱

(۴) شرح مہذب ۵۶/۱۶، المغنی ۷/۷

(۵) الشرح الصغیر ۳۹۲/۲-۳۹۳

(۶) المغنی ۵۱/۷

(۷) شرح مہذب ۲۵/۱۶

(۸) ہدایہ مع الفتح ۳/۲

رہے گا، بشرطیکہ باپ اور دادا اپنے اختیارات کا غلط استعمال کرنے میں معروف نہ ہوں، اور نکاح کے وقت وہ نشہ کی حالت میں نہ رہے ہوں، باپ اور دادا کے علاوہ دوسرے اقرباء کا کیا ہوا نکاح لازم نہیں، بالغ ہونے کے بعد وہ اس نکاح کو رد کر سکتا ہے، اسی کو اصطلاح میں "خیار بلوغ" کہتے ہیں، (۱) گویا ولایت اجبار کی دو قسمیں ہو گئیں، ایک ولایت الزام، دوسرے ولایت غیر لازمہ، ولایت الزام صرف باپ اور دادا کو حاصل ہوتی ہے۔

(خیار بلوغ کے احکام کے لئے ملاحظہ ہو: خیار)

ولایت کے لئے اہلیت

قانون ولایت کا اصل مقصد یہ ہے کہ جو لوگ اپنے معاملات کو خود بہتر طور پر انجام نہیں دے سکیں، ان سے متعلق ضروری امور ایسے لوگوں کو سپرد کئے جائیں جو ان کو بہتر طور پر انجام دے سکتے ہوں، گویا ولایت کا مقصد ایسے لوگوں کے مفاد کا تحفظ اور ان کے مصالح کی تکمیل ہے، اس لئے ضروری ہے کہ ولی عاقل، بالغ اور اس کا وارث بننے کی صلاحیت رکھتا ہو، چنانچہ نابالغ، فاتر العقل اور غیر مسلم، مسلمان کا ولی نہیں بن سکتا، (۲) گو کوئی شخص فاسق ہو، لیکن اگر دنیوی معاملات کو صحیح طور پر انجام دینے کی صلاحیت رکھتا ہو تو وہ ولی ہو سکتا ہے، البتہ اگر کوئی شخص فسق و فجور میں اس طرح مبتلا ہو کہ اپنے اختیارات کا غلط اور بے جا استعمال کیا کرتا ہو اور فقہاء کی اصطلاح میں "سیئی الاختیار" ہو تو اس کا کیا ہوا نکاح اس صورت میں درست ہوگا جب کہ اس نے کفو رشتہ منتخب کیا ہو اور مہر، مہر مثل کی مقدار سے کم نہ ہو۔ (۳)

عام طور پر اہل علم نے ولی کے لئے وارث ہونے کی شرط بھی لکھی ہے، راقم الحروف نے اس سے یہ مراد لیا ہے، کہ اس میں وارث بننے کی صلاحیت ہو، چنانچہ اگر کافر یا غلام ہو تو گو قریبی رشتہ دار ہو پھر بھی ولی نہیں ہو سکتا، کہ غلامی اور مسلمان مورث کے مقابلہ کفر وہ اسباب ہیں جو وراثت سے محروم کر دیتے ہیں — علامہ شامی نے وارث کی قید پر اعتراض کیا ہے اور کہا ہے کہ یہ شرط ان ہی اولیاء سے متعلق ہے جو قرابت کی نسبت سے ولی قرار پاتے ہیں، ورنہ تو سلطان کے لئے وارث کی قید ملحوظ نہیں ہے، (۴) راقم الحروف نے جو تشریح کی ہے اس کے مطابق یہ اعتراض واقع نہیں ہوتا۔ واللہ اعلم

ولایت میں کون مقدم ہے؟

ولایت میں قرابت کے اعتبار سے کون مقدم ہے؟ اس سلسلہ میں دو باتیں اصولی ہیں اور وہ یہ کہ عصبہ رشتہ دار، ذوی الارحام پر مقدم ہیں، دوسرے اگر کئی عصبہ یا ذوی الارحام موجود ہوں تو جس کو قرابت کے اعتبار سے زیادہ قرب حاصل ہوگا ولایت کے اعتبار سے اسی کو ترجیح ہوگی، (۵) چنانچہ رشتہ داروں میں ولایت کی ترتیب اس طرح ہے:

۱) بیٹا
۲) پوتا اور اس کا اولادی سلسلہ
۳) باپ
۴) دادا اور اس کا آبائی سلسلہ
۵) سگا بھائی
۶) باپ شریک بھائی
۷) سگے بھائی کا بیٹا
۸) باپ شریک بھائی کا بیٹا
۹) باپ کا سگا بھائی
۱۰) باپ کا باپ شریک بھائی۔

علی ہذا القیاس جب عصبہ رشتہ دار نہ ہوں تو اب ذوی الارحام کی باری آجائے گی، ان کی ترتیب اس طرح ہے:

---

(۱) ہدایہ مع الفتح ۳/۲۷۷-۲۷۶

(۲) دیکھئے: فتح القدیر ۳/۱۵۵

(۳) درمختار ورد المحتار ۲/۲۹۵

(۴) رد المحتار ۲/۲۹۵

(۵) بدائع الصنائع ۲/۲۵۰-۲۴۹

۱) ماں ۲) بیٹی
۳) پوتی ۴) نواسی
۵) پوتی کی بیٹی ۶) نواسی کی بیٹی
۷) سگی بہن ۸) باپ شریک بہن
۹) ماں شریک بھائی بہن، پھر ان کی اولاد
۱۰) بہنوں کی اولاد کے بعد پھوپھیاں، پھر ماموں، پھر خالائیں پھر چچازاد بہنیں پھر پھوپھی زاد بہنیں۔

امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک نانا، بہن سے مقدم ہے۔(۱)

اس کے بعد سلطان پھر قاضی اور اس کے بعد قاضی کا متعین کیا ہوا وصی ولی ہوگا، البتہ باپ نے جس کو وصی مقرر کیا ہو اسے ولایت نکاح حاصل نہ ہوگی، گو اس نے نکاح کی ذمہ داری بھی سونپی ہو، اسی طرح اگر نابالغ بچہ یا بچی کسی تیسرے شخص کے زیر پرورش ہو تو پرورش کرنے کی وجہ سے اسے ولایت نکاح حاصل نہیں ہوگی۔(۲)

اگر قریبی ولی موجود نہ ہو؟

قریب ترین ولی کی موجودگی میں نسبۃً دور کا ولی اس کا نکاح نہیں کرسکتا، اور اگر وہ کردے تو قریبی ولی کی اجازت پر موقوف رہے گا، اگر دو ہم درجہ ولی ہوں جیسے دو بھائی یا دو چچا، تو ان میں سے کوئی بھی نکاح کردے نکاح منعقد ہوجائے گا، دوسرا ولی اس نکاح کو قبول کرے یا نہ کرے، اگر دونوں ہی دو الگ اشخاص سے نکاح کردیں تو جو نکاح پہلے کیا گیا ہو وہ نکاح منعقد ہوگا، بعد کا منعقد نہیں ہوگا، اور اگر دونوں نکاح بیک وقت کئے گئے ہیں، یا معلوم نہیں کہ کون سا نکاح پہلے ہوا اور کون سا بعد میں؟ تو دونوں ہی عقد باطل ہوجائے گا۔(۳)

البتہ اگر قریب تر ولی موجود نہ ہو اور اس سے مشورہ کا انتظار کیا جائے تو مناسب رشتہ کے ہاتھ سے نکل جانے کا خطرہ ہو، تو اس کے بعد جو قریبی ولی ہو اسے ولایت حاصل ہوجائے گی، یہی قول صحیح ہے، اصل میں فقہاء نے نسبۃً دور کے ولی کو اس وقت تصرف کا حقدار قرار دیا ہے، جب قریبی ولی "غیبت منقطعہ" پر ہو، غیبت منقطعہ سے کیا مراد ہے؟ اس سلسلے میں مشائخ کے مختلف اقوال ہیں، قدوریؒ کا خیال ہے کہ اتنا فاصلہ ہو کہ وہاں سال میں ایک ہی بار قافلہ پہنچ سکتا ہو، قاضی نسفیؒ وغیرہ کی رائے ہے کہ کم سے کم مسافت سفر پر ہو تو یہ بھی غیبت منقطعہ ہے، لیکن صاحب ہدایہ کا رجحان وہی ہے جو میں نے ذکر کیا کہ اس کے انتظار میں مناسب رشتہ فوت ہوجانے کا اندیشہ ہو، اسی کو امام سرخسیؒ نے بھی ترجیح دیا ہے، بلکہ قاضی خانؒ نے لکھا ہے کہ اگر قریبی ولی اسی شہر میں موجود ہو، لیکن وہ روپوش ہو اور اس کا پتہ نہ چل پا رہا ہو تو یہ بھی "غیبت منقطعہ" تصور کی جائے گی، اور نسبۃً دور کے ولی کو اس کا نکاح کرنے کا حق حاصل ہوگا،(۴) قریبی ولی کی عدم موجودگی کی وجہ سے نسبۃً دور کے ولی نے جو نکاح کردیا ہو اب قریبی ولی کے آنے کے بعد اس کو اس نکاح کے رد کرنے کا اختیار نہ ہوگا۔(۵)

شوافع اور دوسرے فقہاء کے نزدیک چونکہ صرف باپ یا باپ اور دادا ہی کو ولایت حاصل ہے اس لئے اگر یہ موجود نہ ہوں تو سلطان ان کا نکاح کرے گا،(۶) اسی طرح فقہاء شوافع کے نزدیک اگر اولیاء عورت کے نکاح سے بے اعتنائی اختیار کریں تو وہ سلطان سے رجوع کرسکتی ہے۔(۷)

---

(۱) ملخص از ھندیہ ۱/۲۸۳-۲۸۴
(۲) ھندیہ ۱/۲۸۴
(۳) ھندیہ ۱/۲۸۴-۲۸۵
(۴) ھدایہ و فتح القدیر ۳/۲۸۷
(۵) ھندیہ ۱/۲۸۵
(۶) شرح مہذب ۱۶/۱۹۳
(۷) شرح مہذب ۳/۱۵۱

ولایت ختم ہونے کی صورتیں

ولایت کے ختم ہونے کی یہ صورتیں ہیں

۱) ولی فاتر العقل ہو جائے اور اس کا جنون جنون مطبق کے درجہ کا ہو۔ (۱)

(جنون مطبق کے لئے دیکھئے خود لفظ ”جنون“)

۲) ولی مرتد ہو جائے، کیونکہ کافر مسلمان کا ولی نہیں بن سکتا۔

۳) ولی لاپتہ ہو جائے تو اب جو ولی درجے میں اس کے بعد ہو وہ نکاح انجام دینے کا مجاز ہوگا۔

۴) قریبی ولی اپنا فریضہ انجام نہ دے تو نسبۃً دور کے ولی کی طرف ولایت منتقل ہو جائے گی۔ (۲)

۵) حنفیہ کے نزدیک لڑکے ہوں یا لڑکی، بالغ ہو جائیں، اگر بلوغ کے بعد بھی وہ عقل ودانائی میں کمزور ہوں تو ان پر ولایت باقی رہے گی، ورنہ بالغ ہونے کے بعد ہی ولایت ختم ہو جائے گی۔ (۳)

مال میں ولایت

ولایت کی دوسری قسم ولایت فی المال ہے، مال پر ولایت حاصل ہونے کی ایک صورت یہ ہے کہ خود مالک اپنے مال پر ولی بنا دے جیسے وکیل کہ موکل اس کو اپنے مال میں تصرف کا حق دیتا ہے، دوسرے وہ جس کو خود شارع کی جانب سے منصب ولایت پر فائز کیا گیا ہے، یہاں ولی سے یہی دوسری ولایت مراد ہے، یہ ولایت دو اسباب سے حاصل ہوتی ہے: رشتۂ ابوت (باپ ہونے کا تعلق) اور عہدۂ قضاء (۴) چنانچہ ولایت فی المال میں اولیاء کی ترتیب اس طرح ہے

۱) باپ، پھر اس کا وصی، پھر وصی کا مقرر کیا ہوا وصی۔

۲) اس کے بعد دادا، پھر اس کا وصی، پھر اس وصی کا مقرر کردہ وصی۔

۳) اس کے بعد قاضی، پھر قاضی کا مقرر کیا ہوا وصی۔ (۵)

دوسرے اقرباء کو ولایت مالی حاصل نہیں۔

مال پر ولایت حاصل ہونے کی شرطیں

ولایت مالی حاصل ہونے کیلئے شرط ہے کہ ولی آزاد ہو، عاقل ہو، بالغ ہو، مسلمان ہو، اور جس پر ولایت حاصل ہوتی ہے وہ نابالغ ہو، اور یہ بھی ضروری ہے کہ وہ مال میں ایسا تصرف کرے جو اس کے لئے مفید ہو نہ کہ ضرر رساں (۶) — اگر کوئی لڑکا بالغ ہو جائے لیکن ابھی اس میں عقل وشعور کی کمی ہو اور مالی معاملات کی (رشد) نہ پیدا ہوئی ہو جو عام طور پر اس عمر میں پیدا ہو جاتی ہے تو امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک پچیس سال کی عمر تک اس پر ولایت حاصل رہے گی، اور صاحبین نیز دوسرے فقہاء کے نزدیک جب تک عقل وشعور میں پختگی نہ آجائے، اور یہی قرین مصلحت ہے۔

(تفصیل کے لئے دیکھئے: سفہ، حجر)

مالکیہ اور حنابلہ کے نزدیک ولی فی المال کی ترتیب یہ ہے کہ باپ پھر باپ کا مقرر کیا ہوا وصی، یہ نہ ہو تو قاضی یا اس کا قائم مقام اور آخری درجہ میں جماعت مسلمین کو یہ ولایت حاصل ہوگی، شوافع کے نزدیک باپ، پھر دادا، پھر ان دونوں کے وصی اور پھر قاضی، یا اس کے قائم مقام کو یہ ولایت حاصل ہوتی ہے۔ (۷)

(وصی کے احکام کے لئے خود لفظ ”وصی“ ملاحظہ کیا جا سکتا ہے)۔

---

(۱) ھندیہ ۱/۳۶۳

(۲) ھندیہ ۱/۲۵۵

(۳) ھندیہ ۱/۲۸۲

(۴) بدائع الصنائع ۵/۱۵۲

(۵) ھدایہ مع فتح القدیر ۱/۲۲

(۶) بدائع الصنائع ۵/۱۵۳

(۷) الفقہ الاسلامی وادلتہ ۴/۱۳۸

ولیمہ

عربی میں مختلف مناسبتوں سے کی جانے والی دعوتوں کے لئے الگ الگ تعبیرات مقرر تھیں، نکاح کے موقع سے مرد کی طرف سے جو دعوت کی جاتی ہے اسے "ولیمہ" کہا کرتے تھے، راقم الحروف نے ولیمہ پر اپنی تالیف "حلال و حرام" میں اختصار کے ساتھ ضروری احکام کو جمع کردیا ہے، یہاں اسی کو نقل کیا جارہا ہے:

نکاح چونکہ ایک تقاضۂ انسانی کی تکمیل کا حلال و جائز ذریعہ ہے، اس لئے شریعت نے اس کی زیادہ سے زیادہ تشہیر و اظہار کو پسند کیا ہے، اسی تشہیر و اظہار کا ایک طریقہ ولیمہ بھی ہے، جس میں دعوت عام کے ذریعہ مرد و زن کے درمیان تعلق ازدواج کو ظاہر کیا جاتا ہے، آپ ﷺ نے خود ولیمے کئے ہیں اور صحابہ ؓ کو بھی اس کی ترغیب دی ہے، حضرت عبدالرحمن بن عوف ؓ نے نکاح کیا، تو آپ ﷺ نے ان سے بھی ولیمہ کے لئے تاکید فرمائی، اور فرمایا: اولم ولو بشاة (۱) چنانچہ ولیمہ رسول اللہ ﷺ کی عام سنتوں میں ہے۔(۲)

ولیمہ میں کس طرح کے کھانے ہونے چاہئیں؟ یہ دعوت ولیمہ دینے والے کی معاشی سطح پر موقوف ہے، چنانچہ خود حضور ﷺ نے جہاں حضرت زینب ؓ کے نکاح میں بکری ذبح کرکے ولیمہ فرمایا (۳) وہیں بعض ازواج مطہرات کا ولیمہ محض تھوڑے سے جو کے ذریعہ فرمایا ہے بمدین من شعیر (۴) اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ولیمہ کا تعلق آدمی کی معاشی حیثیت اور سطح سے ہے، ولیمہ میں بہت زیادہ تکلفات اور حیثیت سے بڑھ کر خرچ کرنا شریعت میں پسندیدہ نہیں۔

ولیمہ بیوی کے ساتھ تعلق ازدواجی کے بعد ہونا چاہئے، ایک روایت میں صراحت کے ساتھ موجود ہے کہ جب آپ ﷺ کی حضرت زینب ؓ کے ساتھ شب عروسی ہوگئی تب آپ نے قوم کو بلایا اور ان حضرات نے کھانا تناول فرمایا، (۵) حدیثوں میں دعوت ولیمہ قبول کرنے کی بڑی تاکید آئی ہے، ابن عمر ؓ سے مروی ہے کہ جب کسی کو دعوت ولیمہ دی جائے تو اسے ضرور آنا چاہئے، (۶) بعض روایات میں دعوت ولیمہ قبول نہ کرنے کو نافرمانی اور معصیت سے تعبیر کیا گیا ہے، (۷) علامہ ابن عبدالبرؒ نے امام مالکؒ، امام ابوحنیفہؒ، امام شافعیؒ وغیرہ سے دعوت ولیمہ کے قبول کرنے کا واجب ہونا نقل کیا ہے، بشرطیکہ متعین طور پر کسی شخص کو دعوت دی جائے، (۸) لیکن گنجائش بھی ہے کہ اس دعوت کا قبول کرنا بھی مسنون ہے، البتہ شریعت میں اس کی بڑی تاکید و اہتمام ہے، وطالت العامة هي السنة (۹) — غیر مسلم دعوت دے اور اپنے یہاں تقریب نکاح میں بلائے تو اس میں بھی شرکت جائز ہے، دعوت ولیمہ میں منکرات شرعیہ کا ارتکاب ہو تو اس میں شریک نہیں ہونا چاہئے، اس سلسلہ میں اصول وہی ہیں جو عام دعوتوں کے سلسلہ میں ہیں اور ان کا ذکر پہلے ہوچکا ہے۔ (۱۰) (مزید دیکھئے: "دعوت")

رسول اللہ ﷺ نے اگلے دن ولیمہ کو حق، دوسرے دن درست اور تیسرے دن ریاکاری قرار دیا ہے، (۱۱) اس لئے مسلسل دو تین دنوں تک یا اس سے زیادہ ولیمہ کا اہتمام اور دعوت کا سلسلہ مکروہ اور

---

(۱) بخاری [illegible]

(۲) المغنی [illegible]

(۳) بخاری [illegible]

(۴) موطا مالک

(۵) بخاری [illegible]

(۶) موطا مالک

(۷) مسلم [illegible]

(۸) التمہید [illegible]

(۹) [illegible]

(۱۰) [illegible]

(۱۱) [illegible]

ناپسندیدہ ہے، ہاں اگر تفاخر کا جذبہ نہ ہو، لوگ زیادہ ہوں اور ایک آدمی ایک ہی بار شریک طعام ہو، دوسرے اور تیسرے دن کے مدعوئین الگ ہوں تو ایک سے زیادہ دنوں بھی ولیمہ کا اہتمام جائز ہے، حضرت انسؓ کے بیان کے مطابق آپ ﷺ نے حضرت صفیہؓ سے نکاح کے موقعہ پر تین دنوں تک ولیمہ فرمایا ہے، (۱) بلکہ حفصہ بنت سیرین ناقل ہیں کہ ان کے والد نے تو سات دنوں تک ان کا ولیمہ کیا اور مختلف صحابہ کو مختلف دنوں میں دعوت دی، (۲) ہمارے فقہاء نے عام طور پر یکجائی کے بعد اس دن یا دوسرے دن دعوت ولیمہ منعقد کرنے کو کہا ہے، اور لکھا ہے کہ اس کے بعد ولیمہ نہیں ہوگا۔ (۳)

وہم

کسی خبر کے وقوع پذیر ہونے اور نہ ہونے یا سچ اور جھوٹے ہونے کے بارے میں تین صورتیں پیش آتی ہیں، ایک صورت یہ ہے کہ اس کے ہونے کا پورا اعتماد ہو اور اس کے مخالف بات کے نہ ہونے کا، اس صورت کو اصطلاح میں "یقین" کہتے ہیں، دوسری صورت یہ ہے کہ دونوں پہلوؤں کے بارے میں مساوی درجہ کا خیال ہو، یہ صورت شک کہلاتی ہے، تیسری صورت یہ ہے کہ ایک پہلو کا غالب گمان ہو اور دوسرے پہلو کا کسی قدر خیال، تو جس پہلو کا غالب گمان ہو اسے "ظن" کہتے ہیں اور اس کے مقابلہ میں معمولی درجہ کے خیال کو "وہم"؛ شریعت نے احکام کی بنیاد یقین اور ظن پر رکھی ہے، نہ کہ محض شک اور وہم پر، رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اگر کوئی شخص اپنے معدہ میں کوئی گڑبڑ محسوس کرے تو جب تک خروج ریح کی آواز نہ سنے، یا بو محسوس نہ کرے، اس وقت تک وضوء کرنے کی ضرورت نہیں، (۴) یہ اور اس طرح کی متعدد روایات ہیں، جن سے اس بات پر روشنی پڑتی ہے، کہ محض وہم پر کوئی حکم مرتب نہیں ہوتا۔

○ ○ ○ ○

---

(۱) دیکھئے فتح الباری ۹/۲۰۸ (۲) حوالۂ سابق

(۳) ولا بأس بأن يدعو يومئذ من الغد وبعد الغد ثم ينقطع العرس والوليمة ، هندية ۵/۳۴۳

(۴) ابوداؤد حدیث نمبر ۱۷۷، باب اذا شك في الحدث

ہاشمہ (زخم کی ایک خاص صورت)

ہشم کے معنی کسی خشک یا جوف دار چیز کو توڑنے کے ہیں، ہڈی کے توڑنے کو بھی کہتے ہیں، اسی سے ہاشمہ کا لفظ ماخوذ ہے جو سر اور چہرہ سے متعلق زخم کی ایک خاص صورت ہے، فقہاء کی اصطلاح میں ایسا زخم جس سے ہڈی ٹوٹ جائے ''ہاشمہ'' کہلاتا ہے، اس میں [illegible] دیت کا دسواں حصہ بطور تاوان واجب ہوتا ہے، (مزید تفصیل کے لئے دیکھئے : شجہ)

ہبہ

ہبہ کے لغوی معنی کسی شخص کو نفع پہنچانے کا [illegible] ہے، یہ [illegible] عطیہ [illegible] سے قریب المعنی الفاظ ''ہدیہ'' اور ''صدقہ'' ہیں، [illegible] عطیہ کے الفاظ ہدیہ اور صدقہ کو بھی شامل ہیں، لیکن ہدیہ اور صدقہ میں فرق ہے، کسی محتاج کو ثواب کی نیت سے دینے کا نام صدقہ ہے، اور کسی انسان کو خواہ وہ محتاج ہو یا نہ ہو، اظہار محبت و تعلق کے لئے دینے کا نام ہدیہ ہے — ہدیہ بھی [illegible] صدقہ کی طرح مستحب [illegible] ہے [illegible] آپ ﷺ نے ہدیہ کی ترغیب دی ہے [illegible] اور ہدیہ قبول کرنا ثابت ہے۔ (۱)

ہبہ [illegible] اسلام [illegible] سے منقول ہے [illegible] بیان [illegible] واجب ہے [illegible] ساتھ [illegible] تمام [illegible] ہے۔ (۲)

ارکان

ہبہ کی حیثیت چونکہ ایک [illegible] ہوتی ہے، اس لئے [illegible] کی طرف سے کوئی [illegible] ہبہ کی پیشکش یعنی ایجاب [illegible] جائے یا [illegible] اس کی طرف سے قبول، [illegible] ان دونوں سے مرتب ہوتا ہے، [illegible] ہبہ کے ارکان ہیں یا اس میں اختلاف ہے، حنفیہ میں امام زفر [illegible] ہیں، لیکن [illegible] ہبہ کے [illegible] ہوتا ہے، [illegible] ایجاب [illegible] متعلق ہیں [illegible] رکن [illegible] ہونے کے بارے میں اتفاق ہے، علامہ [illegible] بعض اہل علم [illegible] قبول کو رکن نہیں مانا ہے، [illegible] اور [illegible] ہے، [illegible] اور بعض اہل علم کے نزدیک قبول بھی ہبہ کا رکن ہے [illegible] کے [illegible] ہبہ [illegible] کی [illegible] واجب ہے [illegible] ایجاب اور قبول سے منعقد ہوتا ہے۔ (۳)

ہبہ کے الفاظ

[illegible] ہبہ کے لئے [illegible] ہبہ کا لفظ [illegible] ایسے الفاظ کا استعمال [illegible] ہبہ کے متعلق [illegible] کے لئے [illegible] عطیہ کا لفظ [illegible]

---

(۱) [illegible]

(۲) [illegible]

(۳) [illegible] (۴) حوالۂ سابق

(۵) [illegible] (۶) حوالۂ سابق

(۷) [illegible] (۸) [illegible]

(۹) مجلۃ الاحکام، دفعہ [illegible]

کہے کہ میں نے آپ کو یہ کپڑا پہنایا یا فلاں شئی آپ کے لئے کردی، اگر کوئی شخص یوں کہے کہ میں نے فلاں شئی تمہارے نام سے کردی، تو صاحب خلاصہ نے اپنے زمانہ کے عرف کے اعتبار سے اس کو ہبہ نہیں مانا ہے، لیکن قاضی خان نے اس تعبیر کو بھی ہبہ ہی مانا ہے، اور علامہ شامی نے علامہ رملی سے نقل کیا ہے کہ یہی ہمارے زمانے کے عرف کے مطابق ہے(۱) حقیقت یہ ہے کہ ہندوستان وغیرہ میں بھی یہی عرف ہے کہ "نام" سے کرنا ہبہ ہی تصور کیا جاتا ہے — اصل میں جو الفاظ کسی شئی کے بلا عوض مالک بنانے کے مفہوم میں صریح نہیں ہیں، ان کی مراد عرف ورواج پر موقوف ہے، اگر اس علاقے کے عرف میں یہ لفظ اصل شئی کے مالک بنانے میں استعمال ہوتا ہو تو ہبہ سمجھا جائے گا اور اگر وقتی طور پر استعمال کی اجازت اور عارضی طور پر صرف نفع کا مالک بنانے کے لئے بولا جاتا ہو تو یہ عاریت متصور ہوگا۔

اسلام سے پہلے "عمریٰ" اور "رقبیٰ" کے نام سے ہبہ ہی کی ایک صورت مروج تھی، حنفیہ کے نزدیک عمریٰ کا لفظ ہبہ کے لئے ہے اور رقبیٰ کا عاریت کے لئے۔

(تفصیل کے لئے خود ان الفاظ کو ملاحظہ کیا جائے)

شرائط

ہبہ سے متعلق شرطیں چار طرح کی ہیں:

۱) جو ایجاب وقبول سے متعلق ہیں۔

۲) ہبہ کرنے والے شخص سے متعلق شرطیں۔

۳) جو چیزیں ہبہ کی جارہی ہیں، اس سے متعلق شرطیں۔

۴) جس شخص کو ہبہ کیا جارہا ہے، اس سے متعلق شرطیں۔

ایجاب وقبول سے متعلق شرط

ایجاب وقبول سے متعلق شرط یہ ہے کہ اس کو کسی ایسی بات کے ساتھ مشروط نہ کیا گیا ہو جس کے وجود اور عدم دونوں کا امکان ہو، جیسے کہا جائے کہ "میں نے ہبہ کیا بشرطیکہ فلاں شخص آجائے" نیز ہبہ کو کسی وقت کی طرف منسوب نہ کیا گیا ہو، جیسے کہا جائے "فلاں مہینہ کے ختم تک ہبہ کیا" کیونکہ ہبہ فی الفور مالک بنانے کا نام ہے نہ کہ ایک مدت کے بعد۔(۲)

ہبہ کرنے والے سے متعلق شرطیں

ہبہ کرنے والے سے متعلق شرط یہ ہے کہ وہ تبرع کا حق رکھتا ہو یعنی عاقل وبالغ ہو، چنانچہ نابالغ اور پاگل کا ہبہ معتبر نہیں، اسی طرح باپ یا کسی بھی ولی کو یہ حق نہیں کہ وہ اپنے نابالغ بچے کے مال کو ہبہ کرے، امام ابوحنیفہؒ اور امام ابویوسفؒ کے نزدیک تو عوض کی شرط کے ساتھ بھی ولی کا ہبہ درست نہیں، امام محمدؒ کے نزدیک ہبہ بالعوض چونکہ خرید وفروخت کے درجہ میں ہے اس لئے باپ اپنے نابالغ بچے کا مال عوض کی شرط پر ہبہ کرسکتا ہے۔(۳)

ہبہ کی جانے والی شئی سے متعلق شرطیں

جو چیز ہبہ کی جارہی ہو اس سے متعلق متعدد شرطیں ہیں، اور وہ یہ ہیں:

۱) ہبہ کرنے کے وقت وہ چیز ہبہ کرنے والے کے پاس موجود ہو، جو چیز ابھی موجود ہی نہ ہو اس کا ہبہ درست نہیں، جیسے کوئی شخص کہے کہ "اس سال میری بکری کو جو بچہ ہو وہ ہبہ کیا" تو اس کا اعتبار نہیں، بخلاف وصیت کے، کہ اس کے لئے اس چیز کا موجود ہونا ضروری نہیں ہے جس کی وصیت کر رہا ہے۔

---

(۱) دیکھئے: رد المحتار ۵۰۹/۴

(۲) بدائع الصنائع ۱۱۸/۶

(۳) حوالۂ سابق

۲) جس مال کو ہبہ کیا جارہا ہو وہ شریعت کی نگاہ میں قابل قیمت مال ہو، جو چیز شریعت کی نگاہ میں مال نہ ہو یا قابل قیمت مال نہ ہو اس کا ہبہ درست نہیں، اسی لئے مردار، خون، سور وغیرہ کا ہبہ جائز نہیں۔

۳) وہ مال فی نفسہ شخصی ملکیت کے دائرہ میں آتا ہو، جو چیزیں مباحات میں سے ہوں ان کا ہبہ درست نہیں، جیسے کوئی شخص کہے کہ "میں فلاں دریا کا پانی ہبہ کرتا ہوں" تو ایسے ہبہ کا کوئی اعتبار نہیں ہوگا۔

۴) وہ شئی ہبہ کرنے والے کی ملکیت میں ہو، کیونکہ جو چیز آدمی کی اپنی ملکیت میں نہ ہو، وہ کسی اور شخص کو اس کا مالک نہیں بنا سکتا، چاہے مملوکہ شئی، کسی کے پاس دین ہی کی صورت میں کیوں نہ ہو، جس کے اوپر دین ہے اگر اسی کو ہبہ کیا جائے تب بھی ہبہ درست ہے اور دوسرے کو ہبہ کیا جائے اور مقروض قبضہ کی اجازت دیدے تو یہ بھی درست ہے۔

۵) یہ بھی ضروری ہے کہ جو چیز ہبہ کی جارہی ہے اگر وہ قابل تسلیم ہو تو وہ شئی تقسیم شدہ ہو، مشترک نہ ہو، ہاں جو چیز ناقابل تقسیم ہو جیسے: حمام، سڑک وغیرہ، اس میں مشترک ملکیت میں سے اپنے حصے کو ہبہ کیا جاسکتا ہے، یہ رائے حنفیہ کی ہے، مالکیہ، شوافع اور حنابلہ کے نزدیک مشاع یعنی غیر تسلیم شدہ شئی کو بھی ہبہ کیا جاسکتا ہے۔

۶) یہ بھی ضروری ہے کہ جو چیز ہبہ کی جارہی ہو، وہ غیر موہوبہ شئی سے مشغول نہ ہو، پوری طرح فارغ ہو، جیسے اپنا کھیت ہبہ کرے جس میں ہبہ کرنے والے کی کھیتی لگی ہو، یا درخت ہبہ کرے اور ہبہ کرنے والا پھل پر اپنی ملکیت باقی رکھے، تو یہ ہبہ درست نہیں۔(۱)

ہبہ کی ہوئی شئی پر قبضہ

جس شخص کو ہبہ کیا جارہا ہو اس کی طرف سے قبضہ ضروری ہے، حنفیہ اور شوافع کے نزدیک ہبہ کے تام اور لازم ہونے کے لئے قبضہ ضروری ہے اور اس کے بعد ہی اس پر اس شخص کی ملکیت قائم ہوسکے گی جس کو ہبہ کیا گیا ہے، مالکیہ کے نزدیک ہبہ کرنے والے کے ایجاب ہی سے جس کو ہبہ کیا گیا اس کی ملکیت ثابت ہوجاتی ہے، حنفیہ اور شوافع کا مسلک حضرت ابوبکر، عمر، حضرت عبداللہ ابن عباس اور حضرت معاذ بن جبلؓ وغیرہ کے فتاویٰ پر مبنی ہے۔(۲)

پھر قبضہ کے لئے ضروری ہے کہ ہبہ کرنے والے کی اجازت سے اس نے قبضہ کیا ہو، اجازت صراحتاً بھی ہوسکتی ہے، جیسے یوں کہے: "فلاں سامان جو میں نے تم کو ہبہ کیا ہے اس پر قبضہ کرلو" اور اجازت دلالۃً بھی ہوسکتی ہے، جیسے وہ شخص ہبہ کرنے والے شخص کے سامنے ہی اسی مجلس میں اس سامان پر قبضہ کرے اور جس نے ہبہ کیا تھا وہ اسے منع نہ کرے۔(۳)

قبضہ کی اہلیت

قبضہ کے درست ہونے کے لئے یہ بھی ضروری ہے کہ جو شخص قبضہ کررہا ہو اس میں قبضہ کرنے کی اہلیت بھی موجود ہو، قبضہ کرنے کی اہلیت کے لئے عاقل ہونا ضروری ہے، اسی لئے جس شخص کا دماغی توازن درست نہ ہو اس کا اور ایسے بچے کا جو ابھی عقل وشعور سے محروم ہو، قبضہ معتبر نہیں۔(۴)

اسی پس منظر میں فقہاء حنفیہ نے ہبہ کی دو قسمیں کی ہیں: اصالۃً قبضہ اور نیابۃً قبضہ، جو شخص صاحب عقل ہو، وہ اصالۃً قبضہ کرسکتا ہے، چاہے بالغ نہ ہو، قبضہ میں نیابت کی دو صورت ہے، ایک صورت کا تعلق قبضہ کرنے والے سے ہے کہ جس شخص کو قبضہ

---

(۱) بدائع الصنائع ۶/۱۲۰-۱۱۹، درمختار علی هامش الرد ۳/۵۰۸

(۲) بدائع الصنائع ۶/۱۲۳، الفقہ الاسلامی وادلتہ ۵/۱۹-۲۳

(۳) درمختار ۳/۵۰۹

(۴) بدائع الصنائع ۶/۱۲۶

کرنا چاہیے تھا وہ اس کا اہل نہ ہو جیسے بے شعور نابالغ بچہ یا پاگل، جو ان کا ولی ہو، یا جس کے وہ زیر پرورش ہو، وہ ان کی طرف سے نیابۃً قبضہ کرے گا۔ (۱)

دوسری صورت یہ ہے کہ جس کو ہبہ کیا گیا ہو پہلے ہی سے اس کا موہوبہ سامان پر کسی اور حیثیت سے قبضہ موجود ہو، تو اب ہبہ کرنے کے بعد وہی قبضہ "قبضۂ ہبہ" کے قائم مقام ہو جائے گا، جیسے وہ سامان اس کے قبضہ میں بطور امانت یا عاریت کے رہا ہو یا اس کے پاس رہن ہو یا غصب کرنے کی وجہ سے اس کے تسلط میں ہو، یا اسی طرح کوئی اور صورت ہو تو جیسے ہی اصل مالک ہبہ کرے، سمجھا جائے گا کہ اس نے موہوبہ شئی پر قبضہ حاصل کر لیا۔ (۲)

ہبہ کا حکم

حنفیہ کے نزدیک ہبہ کا حکم یہ ہے کہ موہوبہ شئی پر اس شخص کی ملکیت قائم ہو جاتی ہے جس کو ہبہ کیا گیا ہے، البتہ یہ لازم نہیں ہوتا، یعنی اگر ہبہ کرنے والا ہبہ کو فسخ کرنا اور اس سے رجوع کرنا چاہے تو کر سکتا ہے، (۳) ہبہ کے احکام میں سے یہ بھی ہے کہ شرائط فاسدہ کی وجہ سے ہبہ باطل نہیں ہوتا بلکہ خود شرط باطل ہو جاتی ہے۔ (۴)

حنفیہ کے نزدیک بعض خاص صورتوں کے سوا، ہبہ کرنے والے کے لئے ہبہ سے رجوع کرنے کی گنجائش ہے، کیونکہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ہبہ کرنے والا ہبہ کا زیادہ حق دار ہے، اگر اس کا کوئی عوض نہیں دیا گیا ہو (۵) البتہ ہبہ کرنے کے بعد اس سے رجوع کرنا مکروہ تحریمی ہے (۶) کیونکہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ ہبہ کر کے رجوع کرنے والا اس کتے کی طرح ہے جو قئی کر کے اسے لوٹا لے، کالکلب یعود فی قیئہ (۷) اس مضمون کی روایت صحاح کی دوسری کتابوں میں بھی منقول ہے (۸) مالکیہ، شوافع اور حنابلہ کے نزدیک ہبہ سے رجوع نہیں کیا جا سکتا، سوائے اس کے کہ بیٹے یا پوتے کو ہبہ کیا ہو، (۹) ان حضرات کا استدلال حضرت عبداللہ ابن عمر اور حضرت عبداللہ ابن عباس ؓ کی روایت ہے کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: کسی آدمی کیلئے یہ جائز نہیں کہ عطیہ دیئے اور ہبہ کرنے کے بعد پھر اس کو لوٹا لے، سوائے والد کے جو اپنی اولاد کو دے، عطیہ دے کر لوٹانے والے کی مثال اس کتے کی ہے جو آسودہ ہو کر کھائے، قئی کرے، اور پھر اپنی ہی قئی کو لوٹا لے۔ (۱۰)

عجیب بات ہے کہ حنفیہ کی رائے اس کے بالکل برخلاف ہے، حنفیہ کے نزدیک شوہر و بیوی اور محرم رشتہ داروں کو جو کچھ ہبہ کیا جائے اس میں رجوع کرنے کی گنجائش نہیں (۱۱) ان کا استدلال حضرت سمرہ ابن جندب ؓ کی روایت سے ہے کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جب محرم رشتہ دار (ذی رحم محرم) کو ہبہ کیا جائے تو اس میں رجوع کی گنجائش نہیں (۱۲) اس حدیث کی رو سے اولاد کو جو کچھ ہبہ کیا گیا ہو اس کو ہبہ کیا جائے تو اس میں رجوع کی گنجائش نہیں، جس حدیث میں اولاد کو ہبہ کی گئی چیز سے رجوع کرنے کو جائز بتایا گیا ہے، حنفیہ کا خیال ہے کہ اس کا مقصد یہ ہے کہ اولاد کی چیز پر اصولی حیثیت سے والدین کا حق ہے جیسا کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ تمہاری ذات اور تمہارا مال تمہارے باپ کا ہے، انت

---

(۱) بدائع الصنائع ۱۲۹/۶

(۲) حوالۂ سابق ۱۲۸/۶

(۳) در مختار ۵۰۹/۴

(۴) حوالۂ سابق ۵۰۹/۴

(۵) ابن ماجہ ۱۷۱/۲، باب من وهب هبة رجاء ثوابها

(۶) در مختار ۵۱۵/۴

(۷) مسلم ۳۶/۲

(۸) دیکھئے نصب الرایہ ۱۲۶/۴

(۹) دیکھئے شرح مہذب ۳۸۱/۱۵، المغنی ۲۹۵/۵

(۱۰) ابوداؤد ۴۹۹/۲ باب الرجوع في الهبة، ترمذی ۲۴۲/۱ باب ما جاء في كراهية الرجوع من الهبة

(۱۱) بدائع الصنائع ۱۲۷/۶

(۱۲) دیکھئے نصب الرایہ ۱۲۵/۴

ومالک لابیک ۔ (۱) اس لحاظ سے چاہے والد کا دیا ہوا مال ہو یا اولاد کا اپنا کمایا ہوا، باپ کو اس کے لینے کا اطلاقی حق ہے، لیکن چونکہ خاص طور پر اپنی ہی دی ہوئی چیز کو واپس لینا معیوب معلوم ہوتا ہے، اس لئے خاص طور پر اس صورت کے بارے میں آپ ﷺ نے وضاحت فرما دی کہ اس کو واپس لینے میں کوئی حرج نہیں۔

حنفیہ کے یہاں گو ہبہ سے رجوع کیا جا سکتا ہے، لیکن اس سے سات صورتیں مستثنیٰ ہیں، جو "موانع رجوع" ہیں، یعنی اگر یہ پائی جائیں تو ہبہ سے رجوع کی گنجائش نہیں، ان سات میں سے ایک تو وہی قرابت و رشتہ داری ہے جس کا اوپر ذکر ہوا کہ شوہر و بیوی اور محرم رشتہ داروں کو ہبہ کرنے کے بعد رجوع کرنے کی گنجائش نہیں، ان کے علاوہ کچھ اور موانع ہیں، ان کو یاد رکھنے میں آسانی ہو اس کے لئے فقہاء نے سات حروف کا مخفف تیار کیا ہے جن میں سے ہر حرف ایک معنی کی طرف اشارہ کرتا ہے اور وہ ہیں: دمع خزقہ

"د" سے مراد زیادت ہے، یعنی جس کو ہبہ کیا گیا ہے وہ موہوبہ سامان میں کوئی ایسا اضافہ کر دے جو اس کی قیمت میں زیادتی کا موجب ہو، جیسے زمین پر مکان بنا لیا جائے، درخت لگا دیا جائے، کپڑا سی لیا جائے وغیرہ، اگر بجائے زیادتی کے شئی موہوبہ میں نقص پیدا ہو جائے تو یہ رجوع میں مانع نہیں، اسی طرح موہوبہ سامان میں ایسا اضافہ ہو جو اس سے متصل نہیں، جیسے جانور کو بچہ ہو جائے تو یہ اضافہ بھی رجوع کے استحقاق میں مانع نہیں ہوگا۔ (۲)

"م" سے مراد طرفین میں سے ایک کی موت ہے، یعنی شئی موہوبہ حوالہ کرنے کے بعد ہبہ کرنے والے کی یا اس شخص کی جس کو ہبہ کیا گیا ہو، موت واقع ہو جائے تو اب رجوع کی گنجائش باقی نہیں رہی۔

"ع" سے مراد عوض کی بنیاد پر ہبہ ہے، مثلاً کوئی شخص یوں کہے کہ تم نے مجھے جو چیز دی تھی اس کے عوض میں یہ ہبہ کرتا ہوں یا یوں یہ کہے کہ میں یہ چیز اس شرط پر ہبہ کرتا ہوں کہ تو بھی فلاں شئی مجھے ہبہ کرو تو چونکہ یہ ہبہ بالعوض ہے، اس لئے ہبہ سے رجوع کی گنجائش نہیں، چنانچہ روایت گذر چکی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: ہبہ کرنے والا اپنے ہبہ کا زیادہ حق دار ہے جب تک کہ اس کا عوض نہ ادا کیا گیا ہو، الواهب احق بهبته مالم یثب منها۔

"خ" سے مراد یہ ہے کہ جو چیز ہبہ کی گئی تھی وہ مکمل طور پر خود اس شخص کی ملکیت میں باقی نہیں رہی جس کو ہبہ کیا گیا تھا، جیسے اس نے کسی اور کو ہبہ کر دیا ہو یا کسی شخص کے ہاتھ فروخت کر دیا ہو۔

"ز" سے مراد رشتہ زوجیت ہے یعنی شوہر و بیوی کا ایک دوسرے کو ہبہ، اور "ق" سے مراد قرابت ہے، یعنی ذی رحم محرم رشتہ دار، کہ ان کو ہبہ کی ہوئی چیز واپس نہیں لی جا سکتی، جو لوگ محرم ہوں لیکن ذی رحم نہ ہوں، جیسے رضاعی رشتہ دار، یا مصاہرت کی بناء پر محرم ہوں، جیسے بیوی کی ماں، سوتیلی اولاد، ان سے رجوع کیا جا سکتا ہے۔

"ہ" سے اشارہ موہوبہ سامان کے ہلاک اور ضائع ہونے کی طرف ہے، کہ اگر اصل سامان ہی ضائع ہو گیا تو اب رجوع کی گنجائش باقی نہیں رہی۔ (۳)

عوض کے ساتھ ہبہ کی دو صورتیں

ہبہ بالعوض کی دو صورت ہے، ایک صورت یہ ہے کہ پہلے سے عوض کی کوئی شرط نہیں لگائی گئی بلکہ ایک شخص نے ہبہ کیا، اور بعد کو دوسرے شخص نے یہ کہتے ہوئے ہبہ کیا کہ یہ اس ہبہ کا عوض ہے، یہ صورت قبضہ سے پہلے بھی اور قبضہ کے بعد بھی ہبہ ہی ہے ——

---

(۱) ابن ماجہ : ۲۲۹۱ عن جابر بن عبد اللہ

(۲) در مختار علی هامش الرد ۵۱۳/۴

(۳) دیکھئے در مختار علی هامش الرد ۵۱۲-۱۳/۴

دوسری صورت یہ ہے کہ ہبہ کو عوض کے ساتھ مشروط کر دیا جائے، یعنی یوں کہے کہ میں تم کو فلاں شئی اس شرط پر ہبہ کرتا ہوں کہ تم اس کے بدل فلاں سامان مجھے ہبہ کرو گے۔

یہ دوسری صورت حنفیہ کے یہاں ابتداءً ہبہ کے حکم میں ہے اسی لئے جب تک دونوں کی طرف سے عوض پر قبضہ نہ ہو جائے "عقد تام" نہ ہوگا اور یہ بات ضروری ہوگی کہ موہوبہ شئی منقسم اور علاحدہ ہو دوسرے حصہ دار کے ساتھ مشترک (مشاع) نہ ہو، لیکن انتہاء اور انجام کے اعتبار سے یہ معاملہ "بیع" کا سمجھا جائے گا اور قبضہ کرنے کے بعد اس پر وہی احکام جاری ہوں گے جو خرید و فروخت کے ہیں، یعنی عیب کی بناء پر اگر پہلے سے اس کو دیکھا نہیں تھا رد کرنے کا اختیار ہوگا، اور ایسے ہبہ کی وجہ سے تیسرے شخص کو حق شفعہ بھی حاصل ہوگا، (۱) شوافع اور حنابلہ کے نزدیک یہ بیع کے حکم میں ہے، اور گو مالکیہ نے بیع کے بعض احکام کا اس پر اطلاق نہیں کیا ہے، لیکن ان کے یہاں بھی اس ہبہ کے بیشتر احکام بیع کی طرح ہی ہوں گے۔ (۲)

اولاد کو ہبہ

ہبہ سے متعلق ایک اہم مسئلہ اولاد کو ہبہ کرنے کا ہے، اس سلسلہ میں کوئی اختلاف نہیں کہ اپنی اولاد کے درمیان ہبہ میں برابری کا سلوک کرنا مستحب ہے اور کمی بیشی مکروہ، (۳) اور امام احمدؒ کے ایک قول کے مطابق اگر کمی بیشی کے لئے کوئی معقول وجہ نہ ہو تو مساوات واجب ہے، اور اس پر ضروری ہے کہ یا تو جس کو زیادہ دیا ہے اس سے زیادہ مقدار واپس لے لے، یا پھر اتنی ہی مقدار تمام بچوں کو دے ورنہ وہ گنہگار ہوگا، حنابلہ کا استدلال حضرت نعمان بن بشیرؓ کی روایت سے ہے، انھوں نے خصوصی طور پر اپنے ایک صاحب زادہ کو ایک باغ دینا چاہا اور اس پر حضور ﷺ کو گواہ بنانا چاہا تو آپ ﷺ نے اسے ظلم قرار دیا اور فرمایا کہ میں ایسے ظلم کے کام پر گواہ نہیں بنتا لا اشهد على الجور۔ (۴)

حنفیہ، مالکیہ اور شوافع کے نزدیک کمی بیشی مکروہ ہونے کے باوجود جائز ہے، اور اس سلسلہ میں بہترین قول حسن بصریؒ کا ہے کہ نابرابری دیانۃً تو جائز نہیں، قضاءً جائز ہے۔ (۵)

دوسرا مسئلہ یہ ہے کہ اولاد میں عدل سے کیا مراد ہے؟ مالکیہ، شوافع اور حنفیہ میں قاضی ابو یوسفؒ کے نزدیک مساوات سے مراد یہ ہے کہ لڑکے ہوں یا لڑکیاں، اگر ماں باپ اولاد کو کچھ ہبہ کریں تو ان سبھوں کو برابر دیں، حنابلہ اور فقہاء حنفیہ میں امام محمدؒ کے نزدیک مساوات سے مراد اس تناسب سے دینا ہے، جو شریعت نے متعین کیا ہے، یعنی لڑکیوں کے مقابلہ لڑکوں کو دو گنا؛ کیونکہ جب شریعت لڑکے اور لڑکیوں کے درمیان حصہ کا یہ تناسب رکھا ہے تو اس سے ظاہر ہے کہ یہی عدل ہے، اور یہ "جور" میں داخل نہیں، (۶) — خیال ہوتا ہے کہ امام محمدؒ کی رائے مصالح شریعت سے زیادہ ہم آہنگ ہے۔ واللہ اعلم

ھجر (ترکِ کلام)

"ہجر" ("ھ" پر زبر) اور "ہجران" ("ھ" پر زیر) کے معنی کسی چیز کو ترک کرنے اور چھوڑ دینے کے ہیں (۷) حدیث میں یہ لفظ گفتگو ترک کرنے کے معنی میں استعمال ہوا ہے، آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: کسی مومن کے لئے حلال نہیں کہ وہ تین دنوں سے زیادہ اپنے بھائی سے ترک گفتگو کرے، (۸) اسی لئے اہل علم نے مسلمانوں

---

(۱) دیکھئے در مختار علی هامش الرد ۵۱۹/۴

(۲) الفقه الاسلامی وادلته ۲۰/۵-۲۹

(۳) المغنی ۳۹۹/۵

(۴) مسلم ۳۷/۲

(۵) المغنی ۳۹۸/۵

(۶) دیکھئے بدائع الصنائع ۱۲۷/۶، المغنی ۳۹۹/۵

(۷) القاموس المحیط ص ۴۳۰

(۸) مسلم عن عبد الله بن عمر ۳۱۶/۲

کے حقوق میں سے ایک حق یہ بھی شمار کیا ہے کہ جس آدمی سے شناسائی ہو اس سے تین دنوں سے زیادہ غصہ کی وجہ سے ترک کلام نہ کیا جائے۔(۱)

اس حدیث سے ظاہر ہے کہ مسلمانوں کے درمیان آپس میں بغض اور کدورت کی وجہ سے تین دنوں سے زیادہ گفتگو کا ترک کرنا حرام ہے، اور چونکہ غیظ وغضب بھی فطرت انسانی کا ایک حصہ ہے؛ اس لئے تقاضہ فطرت کی رعایت کرتے ہوئے تین دنوں تک اظہار خفگی کی اجازت دی گئی ہے، تین دنوں کے بعد بھی غیظ وغضب کو قائم رکھنا اس بات کی دلیل ہے کہ وہ اپنی اس کیفیت میں بتقاضہ فطرت مجبور نہیں ہے بلکہ کینہ پرور ہے(۲) آپ ﷺ نے فرمایا کہ دو اشخاص جنہوں نے باہم گفتگو ترک کرلی ہو ان میں افضل وہ شخص ہے جو سلام میں پہل کرے وخيرهما الذي يبدأ بالسلام. (۳)

چنانچہ امام شافعی اور امام مالکؒ کے نزدیک سلام کی وجہ سے ترک کلام کا گناہ ختم ہو جائے گا، امام احمد اور ابن قاسم مالکی نے کہا ہے کہ اگر سلام کرنے کے بعد بھی ایذاء رسانی سے باز نہ آئے تو سمجھا جائے گا کہ ترک تعلق سے وہ باز نہیں آیا ہے، اگر کسی شخص نے بالمشافہ بات کرنے کی بجائے خط کے ذریعہ سلام پہنچایا یا کسی قاصد کے واسطے سے سلام پہنچایا تو کیا یہ کافی ہو جائے گا؟ اس سلسلہ میں دو رائیں ہیں: ایک یہ کہ چونکہ گفتگو نہیں کی ہے اس لئے ترک کلام کا گناہ باقی رہے گا اور دوسری رائے یہ کہ چونکہ خط اور پیغام سے بھی وحشت کا ازالہ ہو جاتا ہے، اس لئے ترک گفتگو کے گناہ سے بچنے کے لئے یہ کافی ہے، (۴) خیال ہوتا ہے کہ جو شخص بالمشافہ گفتگو کر سکتا ہو، اس کے لئے بالمشافہ گفتگو کرنا ہی اس گناہ سے بچنے کے لئے ضروری ہوگا، اور جس کو براہ راست گفتگو کرنا دشوار ہو، اس کے لئے بالواسطہ سلام پہنچانا بھی کافی ہوگا۔

ہجرت

''ہجر'' اور ''ہجران'' کے اصل معنی ترک کرنے کے ہیں، اسی سے ہجرت کا لفظ ماخوذ ہے، جس کے لغوی معنی ایک سرزمین سے نکل کر دوسری سرزمین میں جانے کے ہیں۔(۵) — اصطلاح میں ہجرت ایمان کی حفاظت یا اسلام کی دعوت واشاعت کی غرض سے دارالکفر سے دارالاسلام جانے کا نام ہے۔ (۶)

ہجرت سے قریب قریب تمام ہی انبیاء کو سابقہ پیش آیا ہے، حضرت ابراہیم علیہ السلام اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کی ہجرت کا ذکر تو صراحت و وضاحت خود قرآن مجید میں مذکور ہے، رسول اللہ ﷺ نے بھی مکہ سے مدینہ ہجرت فرمائی، جس کا اجمالی ذکر قرآن میں اور تفصیلی تذکرہ احادیث میں موجود ہے، ہجرت بظاہر کمزوری اور شکست خوردگی کا اظہار معلوم ہوتا ہے، لیکن درحقیقت اسلامی تاریخ میں اس واقعہ کی حیثیت ایک دوراہے کی ہے، جہاں سے اسلام کے غلبہ و ظہور، مسلمانوں کی فتح مندی و سربلندی کا آغاز ہوتا ہے، اسی کمزوری میں اللہ تعالیٰ نے تمام سرفرازیوں اور اسی ظاہری شکست میں اللہ تعالیٰ نے تمام ظفرمندیوں کو چھپا رکھا تھا، اسی لئے عہد فاروقی میں جب یہ بات طے پائی کہ مسلمانوں کا ایک کیلنڈر ہونا چاہئے اور اس بات پر غور ہوا کہ اس کیلنڈر کا آغاز کس واقعہ سے ہونا چاہئے، تو آپ ﷺ کی حیات طیبہ کے بہت سے واقعات میں سے اسی واقعہ پر صحابہ کی نظر ٹھہری اور واقعہ ہجرت کو اسلامی کیلنڈر کا نقطہ آغاز قرار دیا گیا۔(۷)

---

(۱) احیاء علوم الدین ۱۱۵/۲

(۲) شرح نووی علی مسلم ۳۱۹/۲

(۳) مسند عن ابی ایوب الانصاری ۳۱۷/۳

(۴) شرح نووی علی مسلم ۳۱۰/۲

(۵) القاموس المحیط ۳۳۲

(۶) البداية والنهاية ۲۰۹/۳ - باب وقائع السنة الأولى من الهجرة

(۷) دیکھئے کتاب تنفیذ ص۳۹۵

ہجرت کا حکم باقی ہے:

جب مکہ فتح ہو گیا تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ اب فتح مکہ کے بعد ہجرت کی فرضیت باقی نہیں رہی: لا هجرة بعد الفتح ۔(۱) اسی لئے بعض اہل علم کا خیال ہے کہ اب ہجرت کا حکم باقی نہیں رہا، لیکن جمہور کا خیال ہے(۲) کہ ہجرت کا حکم آج بھی باقی ہے جب تک کہ توبہ کا دروازہ بند نہ ہو ہجرت بند نہ ہوگی، اور توبہ اسی وقت منقطع ہوگی جب قیامت کے قریب اس علامت کا ظہور ہو کہ آفتاب بجائے مشرق کے مغرب سے طلوع ہو: لا تنقطع الهجرة حتى تنقطع التوبة ۔(۳) اور یہی صحیح ہے، آپ ﷺ کے اس ارشاد کہ "فتح کے بعد ہجرت نہیں" کا منشاء یہ ہے کہ مکہ کے فتح ہونے اور دارالاسلام بن جانے کے بعد اب اہل مکہ کو مدینہ ہجرت کرنے کی ضرورت باقی نہیں رہی۔

موجودہ دور میں ہجرت کے احکام

علامہ ابن قدامہ نے ہجرت کے حکم پر بڑی عمدہ گفتگو کی ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ ہجرت کے اعتبار سے لوگوں کی تین قسمیں ہیں، ایک وہ جن پر ہجرت واجب ہے، یہ وہ لوگ ہیں جن کے لئے اپنے موجودہ وطن میں کفار کے غلبہ کی وجہ سے دین کا اظہار اور واجبات دین کی ادائیگی ممکن نہ ہو، اور وہ ہجرت کرنے پر قادر ہوں، ایسے لوگوں پر اس علاقہ سے ہجرت کر جانا واجب ہے، اور خود قرآن مجید میں ایسے لوگوں کے ہجرت نہ کرنے پر اظہار مذمت کیا گیا ہے، اور ان کا ٹھکانہ جہنم کو قرار دیا گیا ہے۔(النساء: ۹۷)

دوسرے وہ لوگ ہیں جن پر ہجرت واجب نہیں، یہ وہ لوگ ہیں جو بیماری، دارالکفر میں اقامت پر مجبور کئے جانے یا کسی اور وجہ سے ہجرت کرنے پر قادر نہ ہوں، قرآن مجید نے ایسے لوگوں کو "مستضعفین" سے تعبیر کیا ہے اور ان کو عند اللہ قابل عفو قرار دیا ہے (النساء: ۹۸) — راقم الحروف عرض کرتا ہے کہ اگر مسلم ممالک میں مسلمانوں کو اقامت کی اجازت نہیں ملے اور مسلمان ملکوں کے دروازے جیسا کہ موجودہ حالات ہیں، مظلوم مسلمانوں پر بند ہوں تو یہ بھی ہجرت کے باب میں ایک عذر ہی تصور کیا جائے گا۔

تیسرے وہ لوگ ہیں جن کو ہجرت کرنا مستحب تو ہے لیکن واجب نہیں، یہ حکم ان لوگوں کا ہے جو دارالکفر میں دین کے اظہار اور دین پر عمل کرنے میں آزاد ہوں، نیز ہجرت کرنے پر بھی قادر ہوں، ایسے شخص کے لئے بھی ہجرت کرنا مستحب ہے، کیونکہ ان کے ہجرت کرنے کی وجہ سے ایک تو دارالاسلام کو تقویت حاصل ہوگی، دوسرے خود وہ غیر مسلموں کے میل جول سے بچ سکیں گے، ان پر ہجرت واجب نہ ہونے کی دلیل یہ ہے کہ حضرت عباس ؓ فتح مکہ سے عرصہ پہلے ہی مسلمان ہو چکے تھے، لیکن فتح مکہ تک مکہ ہی میں مقیم رہے، اسی طرح حضرت نعیم نحام ؓ کے بارے میں مروی ہے کہ انھوں نے ہجرت کرنی چاہی تو ان کی قوم نے پیشکش کی کہ آپ اپنے دین پر قائم رہتے ہوئے بھی ہمارے پاس مقیم رہیں، ہم آپ کی حفاظت کریں گے، اور جو کار خیر آپ انجام دیا کرتے تھے اسے انجام دیا کریں، کیونکہ حضرت نعیم ؓ بنو عدی کے یتیموں اور بیواؤں کی دیکھ ریکھ کیا کرتے تھے، چنانچہ وہ ایک مدت تک ہجرت سے رکے رہے، پھر ہجرت کیا تو آپ ﷺ نے ان سے ارشاد فرمایا کہ تمہاری قوم میری قوم سے بہتر ہے کہ میری قوم نے مجھ کو نکالا اور میرے قتل کے در پے ہو گئے اور تمہاری قوم نے تمہاری حفاظت اور مدافعت کی، حضرت نعیم ؓ نے عرض کیا: اللہ کے رسول! مجھے ہجرت اور اللہ کی اطاعت سے روکا ۔(۴) ظاہر ہے ہجرت کے مستحب

---

(۱) مسلم ۲/۱۳۰، عن عائشہؓ

(۲) المغنی ۹/۲۳۶

(۳) ابو داؤد ۱/۳۴۶، عن معاویہؓ

(۴) دیکھئے المغنی ۹/۲۳۶-۲۳۷

ہجرت کا حکم اس وقت ہوگا جب کہ مسلم ممالک کا دروازہ اس کے لئے کھلا ہوا ہو اور اس کے وہاں جانے میں اسلام اور مسلمانوں کی مصلحت ہو، اگر مصلحت کا تقاضا یہ ہو کہ وہ دارالکفر میں رہ کر ہی اسلام کی دعوت و حفاظت اور مسلمانوں کی مدافعت کا فریضہ انجام دے رہا ہے تو ایسی صورت میں اس کے لئے دارالکفر میں رہ کر اسلام پر ثابت قدم رہنا زیادہ افضل اور باعث اجر ہوگا۔

ہدمی

(انہدام میں مرنے والا شخص)

"ہدمی" ایسے شخص کو کہتے ہیں کہ جس کی موت عمارت وغیرہ کے انہدام سے واقع ہوئی ہو۔

شریعت میں میراث کے استحقاق کا اصول یہ ہے کہ مورث کی موت کے وقت اگر وارث زندہ رہا ہو جب ہی وارث کو اپنے مورث کے متروکہ میں سے وراثت ملے گی، لہٰذا اگر کسی عمارت کے گر جانے کی وجہ سے متعدد لوگوں کی موت واقع ہوئی جن میں بعض کو بعض سے میراث کا استحقاق حاصل تھا، یہ اموات یکے بعد دیگرے واقع ہوئیں اور معلوم ہے کہ کس کی موت پہلے واقع ہوئی اور کس کی بعد میں؟ تو ظاہر ہے کہ اگر مورث کی موت پہلے واقع ہوئی تو وارث اس کے ترکہ میں سے مستحق ہوگا، اور اگر پہلے اس شخص کی موت ہوئی جو وارث ہو سکتا ہے تو اب مورث کے متروکہ سے وہ میراث کا حقدار نہیں ہوگا۔

اور اگر یہ پتہ نہ چل سکا کہ پہلے کس کی موت واقع ہوئی ہے اور بعد میں کس کی؟ تو حنفیہ، مالکیہ اور شوافع کے نزدیک یہ تصور کیا جائے گا کہ ان سب کی موت ایک ساتھ ہی واقع ہوئی ہے، لہٰذا مرنے والے ایک دوسرے کے وارث نہیں ہوں گے، بلکہ تمام متوفیان کے زندہ ورثاء اپنے مورث سے حصہ پائیں گے، یہی رائے حضرت ابوبکرؓ، عمرؓ اور سب کی میراث میں اور یہی زید سے منقول ہے حضرت زید بن ثابتؓ کی ہے، حنابلہ کے نزدیک دونوں ایک دوسرے سے میراث کے مستحق ہوں گے، مثلاً باپ اور بیٹے کا انتقال ہو گیا تو یہ تصور کر کے کہ باپ کی موت پہلے ہوئی ہے، باپ کے متروکہ سے بیٹے کا جو حق متعلق ہوتا ہے وہ اس کے لئے نکالا جائے گا، پھر یہ فرض کیا جائے گا کہ بیٹے کی موت پہلے ہوئی ہے اور بیٹے کے متروکہ سے جو حصہ باپ کا متعلق ہے وہ اس سے الگ کیا جائے گا، اب دونوں کی جو جائداد بچ گئی وہ ان کے زندہ ورثاء میں تقسیم ہوگی۔(۱)

اگر کچھ لوگ ڈوب جائیں، آگ میں جل کر ان کی موت واقع ہو جائے، ریگستان میں مر جائیں یا کسی اور حادثہ میں ان کی جان چلی جائے اور معلوم نہ ہو کہ کس کی موت پہلے واقع ہوئی ہے؟ تو اس صورت میں بھی یہی حکم ہوگا۔ واللہ اعلم

ہدنہ

"ہدنہ" سے مراد ایک مدت کے لئے مملکت اسلامی کے دشمنوں سے کسی عوض پر یا بلا عوض ترک جنگ معاہدہ کرنا ہے، و معنى الهدنة ان يعقد لاهل الحرب عقدا على ترك القتال مدة بعوض وبغير عوض (۲) — فقہاء کے یہاں اس کے لئے مہادنہ، موادعہ اور معاہدہ کے الفاظ بھی بولے جاتے ہیں۔(۳)

گویا یہ دوران جنگ غیر مسلموں سے صلح کرنے کا نام ہے، صلح کا ثبوت خود قرآن مجید سے بھی ہے، اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ اگر وہ لوگ صلح کی طرف مائل ہوں تو تم بھی صلح کے لئے تیار ہو جاؤ (انفال: ۶۱) اور رسول اللہ ﷺ نے مختلف غیر مسلم گروہوں سے صلح فرمائی ہے جن میں صلح حدیبیہ کا واقعہ تو مشہور و معروف اور عام ہے۔

---

(۱) دیکھئے المغنی مع الشرح الکبیر ۹۶/۷، الفقہ الاسلامی وادلتہ ۴۰۹/۸، ۴۱۲

(۲) المغنی ۲۳۸/۹

(۳) حوالہ سابق

عوض پر اور بلا عوض صلح

صلح بلا معاوضہ بھی ہو سکتی ہے، جیسا کہ حضور ﷺ نے صلح حدیبیہ فرمائی تھی، صلح مال پر بھی ہو سکتی ہے، کہ وہ مسلمانوں کو مال کی ایک مخصوص مقدار ادا کیا کریں، چنانچہ مختلف قبائل سے حضور ﷺ نے اس طرح کا معاہدہ کیا تھا، خود اہل خیبر سے بھی آپ ﷺ کا معاہدہ اس کی مثال ہے، اور بوجہ مجبوری اس شرط پر بھی معاہدہ ہو سکتا ہے، کہ مسلمان ہی ان کو کچھ مال ادا کیا کریں، چنانچہ غزوۂ احزاب کے موقعہ سے حضور ﷺ نے عیینہ بن حصن سے پیش کش فرمائی تھی کہ اگر وہ بنو غطفان کو ساتھ لے کر چلے جائیں تو مدینہ کی ایک تہائی کھجور ہم بنو غطفان کو دے دیا کریں گے، لیکن یہ معاہدہ نہیں ہو سکا؛ کیونکہ ان لوگوں نے نصف کا مطالبہ کیا اور انصار مدینہ گو اس کے لئے تیار تھے، لیکن ان کو اس طرح کا معاہدہ پسند نہیں تھا، اس سے یہ بات معلوم ہوئی کہ مسلمان مالی معاوضہ ادا کرتے ہوئے بھی صلح کا معاہدہ طے کر سکتے ہیں۔(۱)

صلح کا حکم

صلح کا حکم یہ ہے کہ جب تک صلح باقی رہے، دشمن کو امن حاصل رہے گا، ان کی جان، مال، خواتین اور بچے مکمل امن میں ہوں گے، (۲) حنفیہ کے یہاں صلح کے لئے امام المسلمین یعنی حکومت کی اجازت ضروری نہیں، یہاں تک کہ مسلمانوں کا کوئی گروہ بطور خود صلح کرلے تو یہ صلح معتبر ہوگی، (۳) حنابلہ کے نزدیک صلح کرنے کا حق فرماں روائے مملکت یا اس کے نائب ہی کو ہے، عام لوگ صلح کرنے کے مجاز نہیں، کیونکہ بغیر اس کے کسی ملک کی مصلحت اور اس کے مفاد کا تحفظ نہیں کیا جا سکتا، (۴) یہی رائے دوسرے فقہاء کی بھی ہے، (۵) موجودہ حالات میں جب کہ جدید ذرائع مواصلات کی وجہ سے بروقت مشاورت ممکن ہے، حنابلہ ہی کی رائے بہتر مصلحت نظر آتی ہے۔

کیا صلح لازمی معاہدہ ہے؟

حنفیہ کے نزدیک صلح عقد غیر لازم ہے، یعنی اسے یک طرفہ طور پر ختم کیا جا سکتا ہے، چنانچہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے، کہ جب کسی قوم سے خیانت کا اندیشہ ہو تو برابری کے ساتھ صلح کو ختم کردو یعنی ان کو اس سے مطلع بھی کردو، (الانفال: ۵۸) البتہ یہ ضروری ہے کہ معاہدہ ختم ہونے کی اطلاع پہلے کردی جائے، اور صلح کے سلسلے میں کچھ معاوضہ پہلے سے لے چکے تھے، تو زائد مدت کے تناسب سے اس کا عوض واپس کردیا جائے، (۶) دوسرے فقہاء کے نزدیک صلح عقد لازم ہے، اور حکم قرآنی: "اوفوا بالعقود" (المائدہ: ۱) کے تحت ایفاء عہد واجب ہے، اس لئے جب تک دوسرے فریق کی طرف سے معاہدہ شکنی نہ ہو یک طرفہ طور پر صلح ختم نہیں کی جا سکتی، (۷) موجودہ حالات میں بین ملکی معاہدات وقوانین کی رو سے ان فقہاء کی رائے بہتر قرین قیاس معلوم ہوتی ہے۔ واللہ اعلم

صلح کب ختم ہوتی ہے؟

صلح کب ختم ہوتی ہے؟ اس سلسلہ میں حنفیہ کے یہاں تفصیل یہ ہے کہ یا تو صلح ایک متعین مدت کے لئے ہوگی، اور اگر کوئی مدت متعین نہ ہو تو یا تو دار الاسلام کی طرف سے معاہدہ کے ختم ہونے کا اعلان ہو جائے یا غیر مسلموں کی طرف سے ختم معاہدہ کا اعلان کردیا

---

(۱) بدائع الصنائع ۷؍۱۰۸، المغنی ۹؍۲۳۹، در مختار ۳؍۲۲۹

(۲) بدائع الصنائع ۷؍۱۰۸

(۳) حوالۂ سابق ۷؍۱۰۸

(۴) المغنی ۹؍۲۳۹

(۵) الفقہ الاسلامی وادلتہ ۶؍۴۳۲

(۶) بدائع الصنائع ۷؍۱۰۹

(۷) المغنی ۹؍۲۳۹

جائے یا ان کی طرف سے صراحتاً تو معاہدہ کے اختتام کا اعلان نہ ہو، لیکن عملاً معاہدہ شکنی ہو جائے، یعنی غیر مسلم کی طرف سے اور ان کی حکومت کی اجازت سے مسلمانوں پر تعدی کا واقعہ پیش آئے (۱) جیسا کہ رسول اللہ ﷺ نے کفار مکہ کی بدعہدی کی وجہ سے صلح حدیبیہ کو ختم فرمادیا تھا، جمہور فقہاء کے نزدیک جب صلح ہو جائے تو اس کو وفا کرنا واجب ہے، اور جب تک دشمن کی طرف سے عہد شکنی کی نوبت نہ آئے معاہدہ پر قائم رہنا واجب ہے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: **فما استقاموا لکم فاستقیموا لھم.** (التوبۃ: ۷) البتہ اگر دشمن سے معاہدہ شکنی کا اندیشہ ہو تو پھر مسلمانوں کے لئے اس معاہدہ کو ختم کرنے کی گنجائش ہے۔ (۲)

معاہدہ کی مدت

بعض فقہاء کے نزدیک ایک مقررہ مدت ہی کے لئے معاہدہ ہوسکتا ہے، چنانچہ شوافع اور ایک قول کے مطابق حنابلہ کے نزدیک دس سال سے زیادہ مدت معاہدہ نہیں ہو سکتی، امام ابوحنیفہؒ اور امام احمدؒ کے ایک قول کے مطابق زیادہ سے زیادہ مدت متعین نہیں ہے، دس سال سے زیادہ بھی ہو سکتی ہے۔ (۳)

ہدی (قربانی کا جانور)

لغت میں "ہدی" ایسی چیز کو کہتے ہیں جو کسی کے پاس بھیجی جائے، اور شریعت کی اصطلاح میں "ہدی" وہ جانور ہے جو اللہ تعالیٰ کی عبادت کی نیت سے حرم مکی کو بھیجا جائے، (۴) اونٹ، گائے، بیل اور بکرے ہدی کے طور پر لے جائے جا سکتے ہیں، اس پر امت کا اجماع ہے، کم سے کم بکری اور سب سے بہتر اونٹ اور درمیانی درجہ گائے وغیرہ کا ہے، (۵) اونٹ یا گائے کا ساتواں حصہ بھی ہدی کا ادنیٰ درجہ ہی شمار کیا جائے گا، (۶) نر و مادہ دونوں ہی کافی ہیں، (۷) جس عمر اور صفت کے جانور قربانی میں ضروری ہیں، وہی شرط "ہدی" میں بھی ہے۔ (۸)

نفل قربانی

ہدی کی دو صورتیں ہیں: نفل اور واجب، اگر حج افراد کی وجہ سے جانور کی قربانی اس پر واجب نہیں تھی پھر بھی اپنے ساتھ ہدی کا جانور لے آئے یا جانور کی قربانی کر دے تو یہ نفل ہے، چنانچہ رسول اللہ ﷺ نے حجۃ الوداع کے موقعہ سے ایک سو اونٹنیاں ذبح کی تھیں، (۹) ان میں صرف ایک ہی اونٹنی حج قران کے لحاظ سے ضروری تھی، ایسی نفل قربانی کا گوشت خود بھی کھا سکتے ہیں اور غرباء اور اہل ثروت دونوں کو دینے کی گنجائش ہے۔ (۱۰)

واجب قربانی

بعض صورتوں میں "ہدی" یعنی قربانی حج یا عمرہ کرنے والوں پر واجب ہو جاتی ہے، بنیادی طور پر اس کے واجب ہونے کی دو صورتیں ہیں: اول یہ کہ حج تمتع و حج قران کیا جائے، دوسرے: احرام یا حرم یا حج و عمرہ کے منافی کوئی ایسا عمل صادر ہوا ہو جس سے قربانی واجب ہوتی ہو، تمتع اور قران کی قربانی کے گوشت کا وہی حکم ہے جو عید الاضحیٰ کی قربانی کے گوشت کا ہے، (۱۱) اور جنایات کی قربانی کے گوشت کا وہ حکم ہے، جو نذر کی قربانی کا ہے کہ خود کھانا اور صرف

---

(۱) بدائع الصنائع ۷/۱۰۹

(۲) دیکھئے المغنی ۹/۲۳۷-۲۳۸

(۳) المغنی ۹/۲۳۸

(۴) درمختار ۲/۱۶۰

(۵) بدائع الصنائع ۲/۲۲۴

(۶) ردالمحتار ۲/۲۴۹

(۷) الفقہ الاسلامی وادلتہ ۳/۲۹۹

(۸) درمختار ۲/۲۴۹

(۹) مسلم ۱/۳۹۹

(۱۰) البحر الرائق ۳/۲۱

(۱۱) بدائع الصنائع ۲/۲۲۴

مالدار دوستوں کو کھلانا جائز نہیں۔ (ان احکام کی تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو: حج، جنایت) تیسری صورت یہ ہے کہ ہدی کی نذر مانے، ائمہ اربعہ متفق ہیں کہ اس صورت میں بکری کی قربانی واجب ہوگی، اور اونٹ یا گائے کی افضل، جانور کے اوصاف وہی ہونے چاہئیں جو قربانی کے جانور کے لئے مطلوب ہیں (۱) تمتع اور قران کی قربانی حدود حرم میں کہیں بھی کی جاسکتی ہے، لیکن منی میں قربانی افضل ہے، اور یہ قربانی ۱۰، ۱۱، ۱۲ ذی الحجہ کو دینا ضروری ہے۔ (۲)

ہدی کا جانور ساتھ لے جانا

جو لوگ حج یا عمرہ کو جارہے ہوں ان کے لئے ہدی کا جانور ساتھ لے جانا مسنون ہے، کیونکہ رسول اللہ ﷺ حجۃ الوداع میں بھی ہدی کا جانور ساتھ لے گئے (۳) اور صلح حدیبیہ کے موقعہ سے بھی جب کہ صرف عمرہ کا ارادہ تھا، ہدی کا جانور ساتھ رکھا اور اس کی قربانی فرمائی۔ (۴)

ہدی کے آداب میں سے یہ ہے کہ شدید ضرورت کے بغیر اس پر سواری نہ کی جائے، اگر ازراہ ضرورت سوار ہوا یا اس پر بوجھ اٹھایا، اور جانور میں کوئی نقص پیدا ہوگیا تو نقص کے بقدر پیسوں کا صدقہ کردینا واجب ہے، اس کے دودھ سے بھی استفادہ جائز نہیں، اگر مذبح قریب ہو تو تھن پر پانی مارتے ہوئے اسی حالت میں رکھا جائے اور اگر مذبح دور ہے تو دودھ دوھ کر صدقہ کردے۔ (۵) —— تمتع اور قران یا نذر اور نفل کے طور پر جو اونٹ یا اونٹنی لے جایا جائے، اس کے گلے میں علامتی قلادہ لٹکانا مستحب ہے (۶) یہ بھی مستحب ہے کہ جس جانور کے گلے میں قلادہ ڈالا جائے اسے میدان عرفات میں بھی لے جایا جائے، تاہم ایسا کرنا ضروری نہیں، (۷) جنایت اور احصار کی بنا پر جو قربانی واجب ہوتی ہے اس میں قلادہ نہیں ڈالا جائے گا۔ (۸)

ہدی پہلے ہی ہلاک ہوجائے

اگر ہدی واجب تھی اور وہ قربانی سے پہلے ہی ہلاک ہوگئی یا اس میں ایسا عیب پیدا ہوگیا کہ قربانی کے لائق باقی نہیں رہی تو اس کے بدلہ دوسری قربانی دینی ہوگی اور اس عیب زدہ جانور کے بارے میں اسے اختیار ہوگا کہ جو چاہے کرے، اگر ہدی بطور نفل تھی اور قریب بہ ہلاکت ہوگئی تو اسے وہیں ذبح کردے گا، بشرطیکہ حرم تک لے جانا ممکن نہ ہو، اس کے قلادہ کو خون سے رنگ دے گا اور کچھ خون بطور علامت کوہان وغیرہ پر بھی لگادے گا، نیز صرف فقراء ہی کے لئے اس کا کھانا حلال ہوگا اور یہ خون لگانا علامتی طور پر ہوگا تا کہ اہل ثروت اس کو کھانے سے اجتناب کریں۔ (۹)

بعض مسائل میں اختلاف رائے

ہدی کے بارے میں بعض مسائل میں ائمہ اربعہ کے درمیان اختلاف ہے، امام ابوحنیفہؒ، امام شافعیؒ اور امام احمدؒ کے نزدیک حاجی کے لئے ہدی کو میدان عرفات میں لے جانا ضروری نہیں، امام مالکؒ کے نزدیک ضروری ہے، امام مالکؒ کے نزدیک منی ہی میں ہدی کی قربانی حاجی کے لئے واجب ہے اور عمرہ کرنے والے کے لئے ضروری ہے کہ مکہ میں ہدی کی قربانی کرے، دوسرے ائمہ کے نزدیک حدود حرم میں کہیں بھی قربانی دی جاسکتی ہے، حنفیہ کے نزدیک جیسا کہ مذکور ہوا تمتع، قران اور نفل قربانی کا گوشت قربانی

---

(۱) الافصاح ۱/۳۰۲

(۲) درمختار ۲/۲۵۱

(۳) مسلم ۱/۳۹۹

(۴) مسلم ۱/۴۲۰

(۵) درمختار ۲/۲۵۱

(۶) حوالۂ سابق

(۷) ردالمحتار ۲/۲۵۱

(۸) حوالۂ سابق

(۹) درمختار و ردالمحتار ۲/۲۵۱

کرنے والے کے لئے کھانا درست ہے، شوافع کے نزدیک صرف نفلی قربانی ہی کا گوشت اس کے لئے جائز ہے، حنابلہ کی رائے حنفیہ سے قریب ہے اور مالکیہ کے نزدیک کسی قدر توسع ہے۔ (۱)

ہدیہ

"ہدیہ" کے معنی تحفہ کے ہیں، تحفہ معمولی ہو یا قیمتی کسی انسان کی محبت میں اور اس سے اظہار تعلق کے لئے اس کو بھیجنا "ہدیہ" ہے اور کسی محتاج کو اللہ تعالیٰ سے تقرب کی نیت سے کوئی چیز دینا صدقہ (نفل) ہے۔ (۲)

ہدیہ دینا مسنون ہے، آپ ﷺ اپنے صحابہ کو ہدایا دیا کرتے تھے، آپ ﷺ نے ہدیہ کی ترغیب دیتے ہوئے فرمایا کہ ایک دوسرے کو ہدیہ دیا کرو کہ یہ باہمی محبت و مودت کا باعث ہے **تهادوا تحابوا**۔ (۳) — ہدیہ قبول کرنا بھی آپ ﷺ کی سنت ہے، حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ کے پاس کوئی کھانا آتا، اگر بتایا جاتا کہ صدقہ ہے تو اپنے رفقاء سے فرماتے کہ وہ کھائیں، اور اگر کہا جاتا کہ ہدیہ ہے تو اظہار رغبت اور ہدیہ کرنے والے کی دل داری کے لئے لپک کر لیتے اور تناول فرماتے، **ضرب بیده فاکل معهم**۔ (۴) حضرت بریرہؓ جو حضرت عائشہؓ کی باندی تھیں، کے پاس صدقہ کا گوشت تھا، آپ ﷺ نے اسے تناول فرمایا اور ارشاد فرمایا کہ وہ ان کیلئے صدقہ ہے، اور جب ان کے واسطہ سے مجھ تک پہنچا تو میرے لئے ہدیہ ہے، (۵) چنانچہ انبیاء کے لئے صدقہ حرام ہے، لیکن ہدیہ جائز ہے۔ (۶)

ہدیہ کے آداب میں سے یہ ہے کہ جو چیز ہدیہ کی جائے خواہ وہ مقدار میں کم اور کیفیت کے اعتبار سے معمولی ہو، پھر بھی پوری رغبت اور دل داری کے ساتھ اسے قبول کیا جائے، آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اگر کوئی شخص مجھے بکری کے کھر پر بھی دعوت دے تو میں اسے قبول کروں گا، (۷) آپ ﷺ کو لوگوں کی دل داری کا اتنا خیال ہوتا کہ حضرت ابوجہمؓ نے آپ ﷺ کو ایک چادر بھیجی جو منقش تھی، اس کے دیدہ زیب نقوش کی وجہ سے نماز میں کسی قدر آپ ﷺ کی توجہ بٹ گئی، آپ نے وہ چادر واپس فرما دی، ان ہی کے پاس ایک معمولی چادر تھی، آپ ﷺ نے فرمایا کہ اس کے بدلہ میں مجھے وہ چادر دے دو، (۸) تا کہ چادر واپس کرنے کی وجہ سے ان کی دل شکنی نہ ہو۔

ہدیہ واپس کرنا

یوں تو عام ہدیہ کو واپس کرنا بھی مناسب نہیں کہ اس سے ہدیہ کرنے والے کی دل آزاری ہوتی ہے، لیکن خاص طور پر تین تحفوں کو واپس کرنے سے آپ ﷺ نے منع فرمایا، تکیہ، خوشبو اور دودھ (۹) — علامہ طیبی نے لکھا ہے کہ اس سے اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ ان اشیاء سے مہمان کا اکرام کیا جانا چاہئے۔

واعظ و مفتی اور امام کے لئے ہدیہ

جہاں اور لوگوں کے لئے ہدیہ لینا جائز ہے، وہیں واعظ اور مفتی کے لئے بھی ہدیہ قبول کرنا جائز ہے، بعض حضرات نے "امام" کے لئے بھی ہدیہ قبول کرنے کو جائز قرار دیا ہے، (۱۰) امام سے امام

---

(۱) الافصاح ۱/۳۰۳

(۲) المغنی ۵/۳۸۹ کتاب الہبۃ والعطیۃ

(۳) موطا للامام مالک ۳۹۵

(۴) بخاری ۱/۳۵۰

(۵) بخاری ۱/۳۵۰

(۶) المغنی ۲/۹۰۲

(۷) بخاری ۱/۳۲۹

(۸) موطا للامام مالک ۳۲، بخاری ۱/۳۵۱

(۹) شمائل ترمذی عن ابن عمر بسند حسن ۱۳، الجامع الصغیر مع الفیض ۳/۲۰۴

(۱۰) درمختار ۴/۳۰۲

المسلمین کی طرف ذہن جاتا ہے، لیکن شامی نے قاضی خان سے نقل کیا ہے کہ امام سے امام مسجد مراد ہے، امام المسلمین کا تحفہ قبول کرنا ان ہی صورتوں میں جائز ہے جن صورتوں میں قاضی تحفہ قبول کرسکتا ہے(۱) —— اسی طرح مفتی کے لئے بھی اس وقت تحفہ قبول کرنا جائز ہے جب کہ مستفتی اس سے فائدہ اٹھانے کا خواہش مند نہ ہو، اگر تحفہ دے کر مستفتی مفتی کا استحصال کرنا چاہتا ہو تو ایسا تحفہ قبول کرنا درست نہیں۔ (۲)

قاضی اور تحفہ

قاضی اور وہ تمام لوگ جو کوئی ایسے منصب پر فائز ہوں جن سے عام لوگوں کے مفادات متعلق ہوں، ان کے لئے مخصوص صورتوں میں ہی تحفہ قبول کرنے کی گنجائش ہے، ایک تو اپنے قریبی محرم رشتہ داروں سے، دوسرے ان لوگوں سے جو اس کے اس عہدہ پر فائز ہونے سے پہلے بھی اسے تحفے دیا کرتے تھے، بشرطیکہ وہ اپنے گذشتہ معمول کے بقدر ہی تحفہ دیا کریں، اور اس کا مقدمہ اس قاضی کی عدالت میں اس عہدیدار کے زیر غور نہ ہو، تیسرے اپنے سے اونچے عہدیداروں کے تحفے، کہ جو لوگ تحفہ دے رہے ہوں ان کو بظاہر اس سے نفع کی توقع نہ ہو، عام لوگ، اسی طرح قاضی کیلئے مقدمہ کے فریق اور عہدیداروں کے لئے اپنے عہدہ سے متعلق حاجت مندوں کا تحفہ قبول کرنا جائز نہیں، بلکہ یہ رشوت کے حکم میں ہے۔ (۳) اسی طرح مقروض قرض دہندہ کو تحفہ دے حالانکہ پہلے وہ نہیں دیتا تھا یا معمول کی مقدار سے زیادہ دے تو یہ بھی رشوت ہی کے حکم میں ہے۔ (۴)

غیر مسلموں کو ہدیہ

مشرک کو ہدیہ دینا اور مشرک سے ہدیہ قبول کرنا دونوں صورتیں جائز ہیں، امام بخاریؒ نے اپنی کتاب میں ان دونوں مسائل کو الگ الگ عنوان کے تحت ایک ہی جگہ ذکر فرمایا ہے، مشرکین کو ہدیہ دینے پر اس آیت سے استدلال کیا ہے جس میں امن پسند مشرکین کے ساتھ حسن سلوک اور انصاف کا حکم دیا گیا ہے (الممتحنة : ۸) نیز اس روایت سے کہ جب حضرت اسماءؓ کی والدہ آئیں اور وہ مشرک تھیں، حضرت اسماءؓ نے ان کے بارے میں دریافت کیا کہ کیا ان کے ساتھ حسن سلوک کیا جائے؟ تو آپ ﷺ نے اثبات میں جواب دیا، بخاریؒ نے حضرت عمرؓ کے اس عمل سے بھی استدلال کیا ہے کہ حضور ﷺ نے ایک حلہ ان کو عطا فرمایا اور انھوں نے وہ اپنے کافر رضاعی بھائی عثمان بن حنیف جو مکہ میں مقیم تھے، کو عطا فرمادیا، (۵) اس کے علاوہ غزوۂ بدر کے موقعہ سے قیدیوں کو نئے کپڑے دینا اور مختلف مواقع پر اسلام کی ترغیب کی غرض سے غیر مسلموں کو تحائف دینا متعدد روایات میں مذکور ہے۔

غیر مسلموں کا ہدیہ

اسی طرح مشرکین کا تحفہ قبول کرنا بھی جائز ہے، آنحضور ﷺ نے ملک ایلہ سے خچر اور چادر کا تحفہ قبول فرمایا ہے، دومۃ الجندل نامی مقام کے فرماں روا اکیدر نے ایک ریشمی جبہ پیش کیا، آپ ﷺ نے اسے قبول فرمایا (۶) اس وقت تک مردوں کے لئے ریشم کی ممانعت نہیں ہوئی تھی، بخاریؒ نے اس پر ایک یہودی خاتون کی طرف سے حضور ﷺ کی دعوت اور زہر آلود گوشت کھلانے سے بھی استدلال کیا ہے (۷) اور اس واقعہ سے بھی کہ بادشاہ مصر نے

---

(۱) در مختار ۴/۳۱۰

(۲) حوالۂ سابق ۴/۳۱۲

(۳) در مختار و رد المحتار ۴/۳۱۲، المغنی ۱۰/۶۸

(۴) رد المحتار ۴/۳۱۲

(۵) بخاری و فتح الباری ۵/۲۱۹-۲۲۰

(۶) بخاری مع الفتح ۵/۲۳۰

(۷) حوالۂ سابق

حضرت ابراہیم علیہ السلام کو بیوی حضرت ہاجرہ کی بخشش کی تھی جسے آپ ﷺ نے قبول فرمایا۔(۱) مشرکین کے تحائف قبول کرنے کی اور بھی روایات موجود ہیں — البتہ ابوداؤد اور ترمذی کی اس روایت سے شبہ پیدا ہوتا ہے کہ ایک مشرک نے تحفہ کی چیز پیش کی، آپ ﷺ نے دریافت فرمایا کہ کیا تم مسلمان ہو چکے ہو؟ اس نے نفی میں جواب دیا، آپ ﷺ نے فرمایا کہ مجھے مشرکین کے عطیات سے منع کیا گیا ہے۔(۲) اہل علم نے ان تضادات کو دور کرنے کے لئے مختلف توجیہات کی ہیں۔(۳) لیکن خیال ہوتا ہے، کہ آپ ﷺ کا تحفہ قبول کرنا اور نہ کرنا وقتی اور تبلیغی مصلحت سے متعلق تھا، جن لوگوں کے بارے میں آپ ﷺ یہ خیال فرماتے کہ ان کا ہدیہ قبول کر لینے کی وجہ سے اسلام کے تئیں ان کی مدافعت گھٹے گی، ان کا تحفہ آپ ﷺ قبول فرما لیتے، اور جن کے بارے میں اندازہ ہوتا کہ تحفہ قبول نہ کرنے کی وجہ سے ان کی حمیت اس بات پر مجبور کرے گی کہ اسلام قبول کرے، کیونکہ بعض اوقات تنبیہ و توبیخ ہی زیادہ اثر انداز ہوتی ہے تو ان کا ہدیہ رد فرما دیتے، ویسے فی نفسہ آپ ﷺ غیر مسلموں کے تحائف کو جائز سمجھتے تھے، اگر ناجائز سمجھتے تو کسی بھی صورت میں ان کا تحفہ قبول نہیں فرماتے۔

اگر ہدیہ دینے والے کے پاس مال حرام ہو؟

اگر تحفہ دینے والے کی آمدنی حرام ہو، یا اس میں حرام کی آمیزش ہو تو ایسی صورت میں تحفہ قبول کرنے کی بابت حسب ذیل تفصیل ہے :

۱) اگر پورا ذریعہ آمدنی ہی حرام ہو تو ایسے شخص کا تحفہ قبول کرنا جائز نہیں۔

۲) اگر اس کی آمدنی کا غالب حصہ حرام ہو اور اس بات کی وضاحت نہ ہو کہ ہدیہ میں جو مال دیا جا رہا ہے وہ حرام ہے یا حلال، تو اس کا قبول کرنا جائز نہیں۔

۳) اگر ایسا شخص اس وضاحت کے ساتھ ہدیہ دے کہ میں یہ ہدیہ مال حلال میں سے دے رہا ہوں تو ایسا ہدیہ قبول کرنے کی گنجائش ہے۔

۴) اگر کسی کی آمدنی کا غالب حصہ حلال ہو اور ہدیہ کے بارے میں یہ وضاحت نہ ہو کہ یہ مال حلال سے ہے یا حرام سے؟ تو ایسے شخص کا ہدیہ قبول کرنے کی گنجائش ہے۔

۵) اگر ایسے شخص کے ہدیہ کے بارے میں معلوم ہو جائے کہ یہ مال حرام سے ہے تو اس ہدیہ کا قبول کرنا جائز نہیں۔(۴)

ہرۃ

ہرۃ کے معنی بلی کے ہیں، اکثر فقہاء کے نزدیک بلی پاک ہے، اس لئے اس کا جھوٹا بھی پاک ہے، بلی کے جھوٹے سے وضو بھی کیا جا سکتا ہے، اور اسے پیا بھی جا سکتا ہے۔(۵) البتہ اگر بلی نے کوئی ناپاک چیز کھائی ہو اور بلا تاخیر پانی پیا ہو تو بعض فقہاء حنابلہ کے نزدیک اس خاص صورت میں پانی ناپاک ہو جائے گا۔(۶) فقہاء حنفیہ میں امام ابو یوسفؒ کے نزدیک بھی بلی کا جھوٹا بلا کراہت پاک ہے(۷) — امام ابو حنیفہؒ کی رائے میں کسی قدر تفصیل ہے، اور وہ یہ کہ :

٭ اگر اس نے کوئی ناپاک چیز کھائی جیسے چوہا کھایا اور پھر فوراً پانی پیا تو پانی ناپاک ہو جائے گا، مگر کسی قدر ٹھہر کر پیا تو ناپاک نہیں ہوگا۔

---

[۱] بخاری مع الفتح ۵/۲۳۰

[۲] حوالہ سابق

[۳] دیکھئے فتح الباری ۵/۲۳۱

[۴] دیکھئے ہندیہ ۵/۳۴۲-۳۴۳، ابواب الہدایا والصلات

[۵] الاموال لابی عبید ۳۵۵، اللعبی احمد، تحقیق: [illegible]

[۶] المبسوط ۱/۵۱

[۷] بدائع الصنائع ۱/۶۴، ۶۵، صنعت مصنعہ

☆ اگر سوائے بلی کے جھوٹے پانی کے کوئی اور پانی موجود نہ ہو تو اس پانی میں کوئی کراہت نہیں، نہ پینے میں کراہت ہے، اور نہ وضو کرنے میں، اگر اس کے علاوہ دوسرا پانی بھی موجود ہو تو اس کا استعمال وضو، پینے یا پکانے میں مکروہ ہے، البتہ اس کی کراہت تنزیہی ہے، یعنی معمولی درجہ کی کراہت ہے۔

☆ بلی کسی انسان کے ہاتھ کو چاٹ لے تو دھوئے بغیر نماز پڑھنا مکروہ ہے۔

☆ کھانے کی چیز میں سے کھا لے تو محتاج و ضرورت مند کے لئے تو اس کے کھا لینے میں کوئی قباحت نہیں، لیکن جو محتاج نہ ہو، اس کے لئے اس کا جھوٹا کھانا پینا مکروہ ہے۔ (۱)

حنفیہ کے نزدیک اس کے مکروہ ہونے کی وجہ یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کتے کے منہ ڈالنے سے برتن تین دفعہ دھویا جائے، اور بلی کے منہ ڈالنے سے ایک دفعہ۔ (۲) ایک اور روایت میں ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: بلی ایسے جانوروں میں ہے جو تم پر آمد و رفت کرتی ہے، اس لئے ناپاک نہیں، انها ليست بنجس انها من الطوافين عليكم والطوافات ۔ (۳) اس حدیث سے اس امر کا اشارہ ملتا ہے کہ بلی کے جھوٹے کو تو اصل میں ناپاک ہونا چاہئے تھا، البتہ دشواری کی وجہ سے شریعت میں اسے ناپاک قرار نہیں دیا گیا، تو کم سے کم کراہت تو ہونی ہی چاہئے، اسی لئے امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک جنگلی بلی جو عام طور پر آبادی میں نہیں رہتی، اور پالتو نہیں ہوتی، اس کا جھوٹا بہ کثرت آمد و رفت کی علت کے نہ پائے جانے کی وجہ سے ناپاک ہے، الهرة البرية سورها نجس لفقد علة الطواف فيها (۴)

چونکہ بلی پاک ہے، اس لئے اگر شرعی طریقہ پر اسے ذبح کیا جائے یا اس کے چمڑے کو دباغت دے دی جائے تو اس کا چمڑا پاک ہوگا، (۵) جو حکم جھوٹے کا ہے وہی حکم پسینے اور آنکھ سے نکلنے والی رطوبت نیز لعاب کا بھی ہے، اس لئے بلی سے متعلق یہ چیزیں بھی مکروہ ہوں گی۔ (۶)

ہرم

(بہت بوڑھا)

ہرم ("ہ" اور "ر" پر زبر) کے معنی انتہائی بڑھاپے کے ہیں، اسی سے ہرم ("ہ" پر زبر اور "ر" پر زیر) کا لفظ ماخوذ ہے، جس کے معنی بہت بوڑھے کے ہیں — جو لوگ کسی عذر سے دوچار ہوں، ان کے لئے احکام شریعت میں خصوصی رعایتیں رکھی گئی ہیں، چنانچہ بوڑھے ضعیف شخص کیلئے بھی اس کی مجبوری کے لحاظ سے احکام میں سہولتیں ہیں، کثرت عمر کی وجہ سے بار بار ناقض وضو پیش آتا ہو، پانی کے استعمال پر قادر نہ ہو، نماز کھڑے ہو کر یا بیٹھ کر پڑھنے کی طاقت نہ ہو، روزہ رکھنے کی قدرت سے محروم ہو، حج کے لئے سفر نہ کر سکتا ہو، ان تمام صورتوں سے متعلق احکام اپنی اپنی جگہ مذکور ہو چکے ہیں، انہیں متعلق مقامات پر دیکھا جا سکتا ہے۔

ہزل

"ہزل" کے معنی ہنسی کھیل میں کوئی بات کہنے کے ہیں، ہزل کی اصطلاحی تعریف یہ کہ کسی لفظ کو بول کر نہ اس کا معنی حقیقی مراد لیا جائے اور نہ مجازی، اس کے مقابلہ میں "جد" ("ج" پر زیر) کا لفظ ہے۔ (۷)

جن اُمور میں مزاح بھی ارادہ کے حکم میں ہے

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ تین چیزیں ایسی ہیں کہ ان

---

(۱) ملخص از: مراقی الفلاح و حاشیۃ الطحطاوی ۱۸، بدائع الصنائع ۱/۶۵-۶۴

(۲) ترمذی، باب ما جاء فی سؤر الکلب، حدیث نمبر ۹۱

(۳) ابو داؤد، باب سؤر الہرۃ

(۴) طحطاوی ۱۸

(۵) الہدایۃ ۱/۴۷

(۶) البحر الرائق ۱/۱۳۳

(۷) رد المحتار ۲/۴۲۳

کا ارادہ بھی ادا ہو سکے، اور یہی بات تو [illegible] کی تکمیل میں [illegible] کی ادا ہو گئی [illegible] ہے، ہزل نکاح، طلاق اور رجعت، اگر کوئی شخص ازراہ مذاق نکاح کا ایجاب و قبول کرلے، یا اپنی بیوی کو طلاق دیدے یا جس بیوی کو طلاق رجعی دے چکا ہے اس کو لوٹا لے تو نکاح ہو چکے گا، طلاق واقع ہو جائے گی اور رجعت درست قرار پائے گی۔ نکاح و طلاق کے سلسلہ میں تو یہ مسئلہ متفق علیہ ہے، (۲) حنفیہ، شوافع اور حنابلہ کے نزدیک ہزل کے ساتھ کی گئی رجعت بھی معتبر ہے اور عورت سے متعلق [illegible] ہے، (۳) بعض حضرات مالکیہ کے نزدیک اگر ہزل رجعت کے الفاظ کہنے سے صرف رجعت کے ظاہری احکام مرتب ہوں گے، یعنی قاضی مقدمہ پر [illegible] واجب قرار دے گا، دیانت کے باطنی احکام مرتب نہ ہوں گے، یعنی مرد اور عورت کے لئے آپس میں [illegible] درست نہیں ہوگی جب تک تجدید رجعت نہیں کرے۔ (۴)

بعض روایتوں میں نکاح، طلاق اور رجعت کے بجائے "عتق" (آزاد کرنا) آیا ہے، (۵) یعنی اگر کوئی شخص ازراہ ہزل بھی اپنے غلام یا باندی کو کہہ دے کہ تو آزاد ہے تو وہ آزاد ہو جائے گا، بعض حضرات نے یہی بات کہی ہے۔ (۶)

ہلال

ہلال پہلی تاریخ کے چاند کو کہتے ہیں، [illegible] اور بعض نے [illegible] تاریخ کے چاند کو کہتے ہیں، [illegible] سے چاند کو "قمر" کہا جاتا ہے، [illegible]

قطعے (۸) چونکہ عام طور پر چودھویں کی شب میں چاند اپنی روشنی کے اعتبار سے مکمل نظر آتا ہے، اس لئے چودھویں کے چاند کو بدر کہا جاتا ہے۔

چاند دیکھنے کا حکم

حنفیہ نے صراحت کی ہے کہ ۲۹ شعبان کو چاند دیکھنا واجب ہے، (۹) کیونکہ حضرت ابوہریرہؓ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ رمضان کے لئے شعبان کے چاند کا اہتمام کرو، احصوا هلال شعبان لرمضان (۱۰) یوں بھی اس کا واجب ہونا ظاہر ہے، کیونکہ جو چیز کسی واجب کا سبب ہو وہ خود بھی واجب کے درجہ میں ہوتی ہے، البتہ چونکہ بعض افراد کا چاند دیکھنا دوسرے لوگوں کی طرف سے کافی ہو جاتا ہے، اس لئے یہ واجب علی الکفایہ ہے، ہر ہر فرد پر شخصی وجوب نہیں — علامہ ابن قدامہ نے اس کو مستحب کہا ہے، (۱۱) [illegible] "[illegible]" مراد ہے، یعنی ہر شخص کے لئے شخصی طور پر چاند دیکھنا مستحب ہے، اور اجتماعی حیثیت سے واجب۔

جن مہینوں سے اہم عبادات متعلق ہیں جیسے رمضان، شوال، ذی الحجہ [illegible] واجب علی الکفایہ ہے، اور جن مہینوں سے کوئی عبادت متعلق نہ ہو جیسے شعبان (چونکہ شعبان [illegible]) تو ان کا چاند دیکھنا بھی مستحسن [illegible] ہو سکتا ہے، [illegible]

---

(۱) [illegible]

(۲) [illegible]

(۳) [illegible]

(۴) [illegible]

(۵) [illegible]

(۶) [illegible]

(۷) [illegible]

(۸) [illegible]

(۹) [illegible]

(۱۰) [illegible]

(۱۱) [illegible]

روزہ کی خصوصی اہمیت اور اس کا باعث ثواب ہونا ثابت ہے، اس لئے درحقیقت تمام ہی مہینوں کا چاند دیکھنا فی الجملہ مسنون یا کم سے کم مستحب ہونا چاہئے۔

چاند دیکھنے کی دعا

رسول اللہ ﷺ کا معمول تھا کہ جب بھی کوئی ایسی بات پیش آتی جو لوگوں کو متوجہ کرنے والی ہو تو آپ ﷺ اس موقعہ کو اللہ کے ذکر سے جوڑ دیتے تاکہ یہ ان کے لئے تذکیر کا باعث ہو جائے، چنانچہ حضرت عبداللہ ابن عمر ؓ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ جب چاند دیکھتے تو یہ دعا پڑھتے۔

> اللہ اکبر، اللّٰہم اہلہ علینا بالامن والایمان والسلامۃ والاسلام والتوفیق لما تحب وترضی، ربی وربک اللہ (۱)
>
> اللہ سب سے بڑا ہے، اللہ! ہم پر اس چاند کو امن وایمان اور سلامتی و اسلام اور اس چیز کی توفیق کے ساتھ طلوع فرما جسے آپ پسند فرماتے ہیں، اور جس سے آپ خوش ہوتے ہیں (اے چاند!) میرا اور تیرا پروردگار اللہ ہے۔

زمانہ جاہلیت میں لوگ چاند کی طرف اشارہ کیا کرتے تھے، اسی لئے فقہاء نے لکھا ہے کہ چاند دیکھتے وقت اس کی طرف اشارہ کرنا مکروہ ہے، (۲) اور شامی نے لکھا ہے کہ یہ کراہت تنزیہی ہے۔ (۳)

چاند دیکھنے سے روزہ وعید وغیرہ کا تعلق

اسلام کا مزاج یہ ہے کہ اس نے عبادات کو ایسی علامتوں سے متعلق رکھا ہے، جن کا دریافت کرنا آسان اور سہل ہو، اسی لئے نماز کے اوقات، صبح کے طلوع ہونے، سورج کے ڈوبنے ڈھلنے، سایہ کے بڑے یا چھوٹے ہونے سے متعلق رکھے گئے کہ پڑھا لکھا آدمی ہو یا جاہل، شہر کی رونقوں میں بستا ہو، یا ویرانوں میں آباد ہو، اور امیر ہو یا غریب، ہر ایک کے لئے ان علامتوں کا ادراک اور اوقات نماز سے آگہی دشوار نہیں، اسی طرح شریعت نے رمضان، عید الفطر، عید الاضحی اور ایام حج کو چاند دیکھنے سے متعلق رکھا ہے، چنانچہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جب چاند دیکھو تو روزہ رکھو، چاند دیکھ کر ہی عید الفطر کرو اور اگر بدلی چھا جائے تو تیس (۳۰) دن پورے کرو۔ (۴)

اس لئے جمہور فقہاء کے نزدیک چاند کے مسئلہ میں فلکیاتی حساب اور علم نجوم کا اعتبار نہیں، حنفیہ، مالکیہ اور حنابلہ کے یہاں یہ مسئلہ قریب قریب متفق علیہ ہے، (۵) البتہ شوافع کے یہاں ایک قول کے مطابق اگر مطلع ابر آلود ہو تو علم فلکیات کی رو سے چاند کے بارے میں فیصلہ کیا جا سکتا ہے، لیکن خود حضرات شوافع کے نزدیک بھی قول صحیح کے مطابق اس کا اعتبار نہیں، (۶) —— آج کل فلکیات کا فن زیادہ ترقی کر گیا ہے اور افق پر کب چاند کی پیدائش ہوگی اور اپنی عمر کے لحاظ سے غروب آفتاب کے وقت وہ دیکھے جانے کے لائق رہے گا یا نہیں؟ اس سلسلہ میں بہت حد تک صحیح پیشین گوئی کی صلاحیت وہ حاصل کر چکا ہے، لہذا فی زمانہ اس سے اس قدر مدد لی جا سکتی ہے کہ جس دن اہل فلکیات چاند نظر آنے کو ناممکن قرار دیں اس دن کی شہادت سے بغیر تحقیق ہلال کا فیصلہ نہ کیا جائے۔

رویت ہلال کا ثبوت

رویت ہلال کے سلسلہ میں چند باتیں قابل ذکر ہیں:

---

(۱) الترمذی ۲؍۱۸۳

(۲) درمختار ۲؍۹۸

(۳) ردالمحتار ۲؍۹۸

(۴) اللؤلؤ والمرجان ۳۲۴

(۵) ملخص از بدائع ۲؍۸۰، ۳۵۶، الشرح الصغیر ۱؍۲۹۵

(۶) دیکھئے شرح مہذب ۶؍۲۷۰

اول رمضان اور عید الفطر وغیرہ کے لئے رویت ہلال ثابت ہونے کا نصاب، دوسرے اختلاف مطلع کا اعتبار ہے یا نہیں؟ رویت ہلال کیوں کر ثابت ہوگا؟ اس سلسلہ میں فقہاء کے نقطۂ نظر میں خاصا اختلاف ہے۔

حنفیہ کا نقطۂ نظر

حنفیہ کی رائے یہ ہے کہ:

۱) اگر مطلع صاف ہو، ابر وغیرہ کی وجہ سے ڈھکا ہوا نہ ہو، تو ایک بڑے مجمع کو چاند دیکھنے کی شہادت دینا ضروری ہے، رمضان کا چاند ہو یا عید کا یا کسی اور ماہ کا، بڑے مجمع سے کیا مراد ہے؟ خود اس میں بھی مشائخ حنفیہ کی رائے خاصی مختلف ہے، دو چار آدمی سے لے کر ایک ہزار تک کا ذکر فقہاء نے کیا ہے، لیکن دراصل یہ مسئلہ بھی احوال زمانہ سے متعلق ہے، اسی لئے طحاوی اور حصکفی وغیرہ نے اس کو امام اور قاضی کی رائے پر موقوف رکھا ہے، امام ابو حنیفہؒ سے ایک قول یہ بھی منقول ہے کہ دو آدمیوں کی خبر بھی اس صورت میں چاند کے ثبوت کے لئے کافی ہے اور علامہ ابن نجیم مصری نے اپنے زمانہ میں لوگوں کی سستی اور تغافل کو دیکھتے ہوئے اسی قول پر فتویٰ دیا ہے۔ (۱) — غرض اتنے لوگوں کی طرف سے چاند دیکھنے کی اطلاع آجائے کہ اس خبر کے صحیح ہونے کا غالب گمان ہو جائے، اسی طرح مطلع صاف ہونے کی صورت میں رویت ہلال ثابت ہوگا۔

۲) اگر مطلع ابر آلود ہو تو رمضان کے چاند کے لئے ایک معتبر آدمی کی گواہی کافی ہوگی، معتبر (عادل) سے ایسا شخص مراد ہے جس کی نیکیاں برائیوں سے زیادہ ہوں، اسی طرح ایسا شخص جس کا عادل یا فاسق ہونا معلوم نہ ہو، جس کو اصطلاح میں "مستور" کہا جاتا ہے، قریب البلوغ کی شہادت بھی کافی نہیں، اگر ایسے شخص نے خود چاند نہ دیکھا ہو، لیکن وہ کسی دوسرے معتبر آدمی کے بارے میں شہادت دے کہ اس نے اس کے سامنے چاند دیکھنے کا اقرار کیا ہے تو ایسی خبر بھی معتبر ہوگی۔ (۲)

چاند دیکھنے والے پر یہ بھی لازم ہے کہ وہ قاضی اور ذمہ دار کو چاند دیکھنے کی اطلاع صبح ہونے سے پہلے پہلے دے، تاکہ وہ بروقت فیصلہ کر سکے بلکہ پردہ نشین خواتین اپنے ولی کی اجازت کے بغیر بھی اس کی شہادت دے سکتی ہیں؛ کیونکہ یہ فرض عین ہے۔ (۳)

۳) اگر آسمان ابر آلود ہو تو رمضان کے علاوہ دوسرے مہینوں، شوال، ذوالحجہ وغیرہ میں نصاب شہادت ضروری ہے۔ یعنی دو آزاد، عاقل و بالغ مسلمان مرد یا ایک مرد یا دو عورتیں چاند دیکھنے کی شہادت دیں، شہادت گواہی کے لفظ سے دی جائے، اصل میں تو چاند کا فیصلہ قاضی یا اس کے قائم مقام رویت ہلال کمیٹی کو کرنا چاہئے، لیکن اگر وہاں قاضی شریعت یا رویت ہلال کمیٹی موجود نہ ہو تو عام لوگ بھی اس کی اطلاع پر عید کر سکتے ہیں۔ (۴)

۴) اصول شرعیہ کے مطابق جب رمضان کے چاند کی رویت ثابت ہو جائے اور تیس تاریخ کو چاند نظر نہیں آئے تو تیس روزے پورے کئے جائیں گے، کیونکہ آپ ﷺ نے یہ اصول متعین فرمایا کہ مہینہ انتیس یا تیس دن کا ہوگا — سوال یہ ہے کہ اگر دو آدمیوں کی شہادت کی وجہ سے رمضان المبارک کے چاند کا فیصلہ کیا گیا، رمضان کی تیس تاریخ کو مطلع بالکل صاف تھا، اس کے باوجود چاند نظر نہیں آیا تو کیا تیس دن پورے ہو جانے کی وجہ سے اگلے دن عید الفطر کا ہوگا؟ بعض مشائخ کی رائے ہے کہ اگلے دن روزہ رکھا جائے گا، کیونکہ مطلع صاف ہونے کے باوجود چاند نظر نہ

---

(۱) دیکھئے طحطاوی ۳۵۶، رد المحتار ۲/۹۳-۹۴

(۲) مراقی الفلاح و طحطاوی ۳۵۸

(۳) مراقی الفلاح ۳۵۸

(۴) مراقی الفلاح ۳۵۹

آنا اس بات کی دلیل ہے کہ رمضان کا فیصلہ غلط شہادت پر مبنی تھا، لیکن اکثر مشائخ کے نزدیک ایسی صورت میں اگلا دن عید کا ہوگا اور اسی پر فتویٰ ہے، کیونکہ جب رمضان کے چاند کی شرعی شہادت موجود ہے تو یہ چاند دیکھنے کے درجہ میں ہے، لہٰذا تیس دن گذر لے کے بعد ماہ رمضان کو ختم تصور کیا جائے گا۔(۱)

۵) دن کے وقت نظر آنے والے چاند کا اعتبار نہیں، چاہے زوال سے پہلے دیکھا ہو یا اس کے بعد، بعض حضرات کا خیال ہے زوال سے پہلے نظر آنے والا چاند گذشتہ دن کا چاند متصور ہوگا۔

مالکیہ کی رائے

مالکیہ کے نزدیک رویت ہلال کے ثبوت کی تین صورتیں ہیں۔(۲)

۱) اول یہ کہ ایسی جماعت رویت کی اطلاع دے کہ بظاہر ان سب کا جھوٹ پر اتفاق ممکن نہ ہو، یہ بھی ضروری نہیں کہ یہ خبر دینے والے عادل مرد اور آزاد ہوں، ایسی خبر سے رمضان کے چاند کی رویت بھی ثابت ہوگی اور عید الفطر وغیرہ کی بھی۔

۲) دو عادل مردوں کی گواہی سے، چاہے مطلع صاف ہو یا ابر آلود، اور رمضان کا چاند ہو یا عید کا —— البتہ ایسی صورت میں اگر رمضان کے تیسویں دن مطلع صاف ہو اور چاند نظر نہیں آئے تو اکتیس ویں دن بھی روزہ رکھنا ہوگا اور رمضان کی شہادت کو جھوٹی شہادت تصور کیا جائے گا۔

۳) ایک عادل مرد چاند کی شہادت دے، ایسی شہادت خود اس کے حق میں اور ان لوگوں کے حق میں معتبر ہوگی جن کو چاند دیکھنے کا اہتمام نہیں، جو لوگ چاند دیکھنے کا اہتمام کرتے ہوں ان کے حق میں یہ شہادت کافی نہیں اور نہ قاضی ایسی شہادت کی بناء پر رویت ہلال کا فیصلہ کرے گا، یہ حکم رمضان کے چاند کا ہے، ہاں اگر کوئی قاضی ایک شخص کی اطلاع کو رویت ہلال کے لئے کافی سمجھتا ہو، اور اس بنیاد پر اس نے رمضان ہونے کا فیصلہ کردیا ہو تو مالکیہ کے نزدیک صحیح تر قول کے مطابق اس کا فیصلہ تمام مسلمانوں کے لئے لازم العمل ہوگا(۳) —— اس وضاحت سے یہ بات ظاہر ہے کہ جس مقام پر چاند دیکھنے کا اہتمام نہ کیا جاتا ہو، وہاں ایک شخص کی خبر بھی معتبر ہوگی۔(۴)

۴) البتہ تنہا ایک شخص کی شہادت عید الفطر کے سلسلہ میں خود اس کے حق میں بھی معتبر نہیں، یعنی اس کے لئے خود بھی روزہ افطار کرنا درست نہیں۔(۵)

شوافع کا مسلک

شوافع کے نزدیک مطلع ابر آلود ہو یا صاف، ایک عادل مرد کی شہادت سے رمضان کے چاند کی رویت ثابت ہو جائے گی، عید کی رویت کے لئے دو عادل مردوں کی گواہی ضروری ہے، عورت کی گواہی اس باب میں معتبر نہیں، ایسے لوگ جو مستور الحال ہوں، یعنی ان کا عادل یا فاسق ہونا معلوم نہیں، وہ بھی عادل ہی کے حکم میں ہوں گے، اگر ایک شخص کی شہادت سے رمضان کی رویت ثابت ہوئی، لیکن تیس تاریخ کو مطلع صاف ہونے کی باوجود چاند نظر نہیں آیا تو شوافع کے یہاں اس بارے میں اختلاف ہے کہ اکتیس ویں تاریخ کو عید الفطر کی جائے یا نہیں؟ لیکن قول صحیح یہی ہے کہ اس دن عید الفطر ہوگی، کیونکہ رمضان کا فیصلہ دلیل شرعی کی بنیاد پر ہوا ہے اور ہم اسی کے مکلف ہیں۔(۶)

---

(۳) الشرح الصغیر ۱/۶۸۲-۶۸۳، مختصر خلیل ۹۸

(۴) الثمر الدانی ۶۹۳

(۵) الشرح الصغیر ۱/۶۸۹

(۶) شرح مہذب ۶/۲۷۶-۲۷۷

حنابلہ کا نقطۂ نظر

حنابلہ کے نزدیک ایک عادل مرد کی شہادت رمضان کی رویت ثابت ہونے کے لیے کافی ہے، مطلع ابر آلود ہو یا صاف، رویت ہلال کے ثبوت میں عورت کی شہادت معتبر ہے یا نہیں؟ اس سلسلہ میں حنابلہ سے دونوں طرح کے اقوال منقول ہیں، اگر اس کی شہادت رد کر دی جائے تب بھی اس پر روزہ رکھنا واجب ہے۔

شوال وغیرہ میں رویت ہلال کے ثبوت کے لیے دو عادل مردوں کی شہادت ضروری ہے، یہاں تک کہ اگر کوئی شخص عید کا چاند دیکھنے کا دعویٰ کرے، لیکن تنہا اس نے دیکھا ہو تو اس کے لیے اس دن روزہ افطار کرنا جائز نہیں، اگر دو شخص کی گواہی کی بنیاد پر رمضان کے چاند کا فیصلہ ہوا اور اس لحاظ سے تیس تاریخ ہو گئی، مطلع صاف ہونے کے باوجود چاند نظر نہیں آیا تو عید منائی جائے گی، اور اگر ایک شخص کی اطلاع پر چاند کا فیصلہ ہوا تھا تو ایسی صورت میں تیس رمضان کے بعد عید الفطر ہوگی یا نہیں؟ اس سلسلہ میں امام احمد سے دونوں طرح کے اقوال منقول ہیں اور ابن قدامہ نے ان دونوں میں سے کسی کو ترجیح نہیں دیا ہے۔ (۱)

کیا اختلاف مطالع معتبر ہے؟

رویت ہلال سے متعلق ایک اہم مسئلہ یہ ہے کہ اس میں اختلاف مطالع کا اعتبار ہے یا نہیں؟ یعنی اگر ایک شہر میں چاند دیکھا گیا اور دوسرے شہر میں نہیں دیکھا جا سکا تو کیا جہاں پر رویت نہیں ہو سکی ہے، وہاں بھی روزہ رکھنا واجب ہوگا؟ اس سلسلہ میں اختلاف ہے، ظاہر مذہب احناف یہ ہے کہ مطلع کا کوئی اعتبار نہیں، دنیا میں کہیں بھی ایک جگہ رویت ہو جائے تو پوری دنیا میں اس کے مطابق عمل کیا جائے گا، احناف کے نزدیک یہی قول مختار ہے، اسی پر فتویٰ ہے، چنانچہ حصکفی نے لکھا ہے کہ اگر اس کی وجہ سے کسی شخص کو صرف انتیس روزے رکھنے پڑے اور دوسری جگہ تیس، تو انتیس روزہ رکھنے والوں کو ایک روزہ کی قضا کرنی ہوگی، یہی رائے مالکیہ کی ہے، (۲) اور یہی نقطۂ نظر حنابلہ کا ہے، (۳) فقہاء شوافع میں بھی بعض کی یہی رائے ہے، جیسے ابو طیب اور داری وغیرہ، تاہم شوافع نے اس قول کو مرجوح قرار دیا ہے۔ (۴)

حنفیہ میں صاحب تجرید اور بعض دوسرے مشائخ نے اختلاف مطالع کا اعتبار کیا ہے، طحطاوی نے اسی کو اشبہ قرار دیا ہے، (۵) علامہ زیلعی کی بھی یہی رائے ہے [illegible]

[illegible]

---

(۱) المغنی [illegible]

(۲) المغنی [illegible]

(۳) امداد الفتاح [illegible]

(۴) [illegible]

(۵) [illegible]

(۶) [illegible]

(۷) [illegible]

(۸) [illegible]

جو لوگ اختلاف مطالع کا اعتبار کرتے ہیں ، ان کے درمیان پھر اس مسئلہ میں اختلاف ہے کہ ایک جگہ کی رویت کس حد تک معتبر ہوگی ؟ اس سلسلہ میں ایک قول یہ ہے کہ مسافت سفر کا اعتبار ہوگا ، جس جگہ رویت ہوئی ہے وہاں سے مسافت سفر کے بقدر دوری پر واقع شہر کے لئے رویت معتبر نہ ہوگی ، اگر خود اس شہر میں رویت نہ پائی گئی ہو ، امام الحرمین ، امام غزالی اور علامہ بغوی وغیرہ نے اسی کو اختیار کیا ہے ، یہی امام نووی نے اس کو قواعد شریعت سے ہم آہنگ قرار دیا ہے۔

دوسری رائے وہ ہے جسے مشائخ عراق وغیرہ نے اختیار کیا ہے کہ ایسی دو جگہوں میں سے ایک جگہ کی رویت دوسرے کے حق میں معتبر نہیں ، جن کے مطالع الگ الگ ہوں ، اور اس کی تعیین ظاہر ہے کہ ماہر فلکیات سے ہوگی ، امام نووی نے اسی کو ترجیح دیا ہے (۱) اور یہی بات قرین عقل و نقل ہے ، موجودہ زمانہ اسی پر اہل علم کا اتفاق ہے۔

ہندوستان میں رویت ہلال کا فیصلہ کون کرے؟

رویت ہلال کے ذیل میں بار بار قاضی یا امیر کے فیصلہ کرنے کا ذکر آیا ہے ، ہندوستان یا اس جیسے ممالک جہاں مسلمانوں کی حکومت نہیں ، وہاں رویت ہلال کا فیصلہ کرنے کی تین صورتیں ہیں :

۱) اول یہ کہ مسلمان بطور خود کسی مسلمان امیر کا انتخاب کریں یا باہمی رضامندی سے قاضی مقرر کرلیں اور وہ رویت ہلال اور مسلمانوں کے جزوی شرعی مسائل کا فیصلہ کرے ، فتح القدیر ، بحر ، شامی وغیرہ میں اس کی صراحت موجود ہے۔ (۱)

۲) ایسا نہ ہو سکے تو اجتماعی طور پر رویت ہلال کمیٹی بنائی جائے جس میں علماء فقہ و ارباب افتاء بھی ضرور ہوں ، اور وہی رویت ہلال کا فیصلہ کریں۔

۳) دیہات وغیرہ جہاں ایسی کمیٹیوں کا بھی وجود نہ ہو تو وہاں موجود علماء خود فیصلہ کریں ، بقول مولانا عبد الحی لکھنوی "العالم الثقة في بلدة لا حاكم فيها قائم مقامه" ۔ (۲)

تحریری اطلاع

تحریر کے ذریعہ کسی بات کی خبر و اطلاع میں دو چیزیں اہم ہیں ، ایک یہ کہ ایک تحریر اور دوسری تحریر کے درمیان بعض معمولی مماثلت ہوتی ہے اور جن لوگوں کو فنی مہارت حاصل ہو وہ نہایت آسانی اور چابک دستی کے ساتھ دوسروں کے خط کی نقل کر لیتے ہیں ، فقہاء اسی کو اپنی زبان میں "الخط يشبه الخط" سے تعبیر کرتے ہیں ، اور بجز تحریر کو کسی بات کے ثابت کرنے کے لئے کافی نہیں سمجھتے — دوسری طرف انسانی زندگی میں اس کے مواقع بکثرت آتے ہیں کہ آدمی کسی بات کی اطلاع دینے خود حاضر نہیں ہو سکتا اور قاصد کے ذریعہ "نامہ و پیام" کا سہارا لیتا ہے اور بے شمار معاملات اور کاروبار ہیں جو اسی طرح طے پاتے ہیں۔

ان دو باتوں کے پیش نظر شریعت نے یہ راہ اختیار کی ہے کہ کسی خاص امر کو ثابت کرنے کے لئے محض تحریر کافی نہیں ، بلکہ یہ بات ضروری ہے کہ گواہ بھی ہوں ، اور شریعت تحریر کو بالکل غیر معتبر بھی نہیں کہا ، چنانچہ خود قرآن نے کہا کہ جب تم قرض و ادھار کا کوئی معاملہ کرو تو لکھ لو ، ظاہر ہے یہ لکھنے کی تلقین اس بات کا ثبوت ہے کہ تحریر ایک گونہ قابل اعتبار بھی ہے ، اس کی تائید خود پیغمبر اسلام ﷺ کے تعامل سے ہوتی ہے ، آپ ﷺ نے بادشاہوں کو خطوط لکھے ، حضرت عمرو بن حزم کو زکوۃ کے احکام پر مشتمل خط روانہ فرمایا ، یہ سب تحریری تھی ،

---

(۱) شرح مہذب ۶ / ۲۷۳

(۲) مجموعہ الفتاویٰ علی ہامش خلاصۃ الفتاویٰ ۱ / ۳۰۸

(۳) السیر الکبیر ۱ / ۲۹۰ مطبعہ و مکتبہ دہلی

اگر تحریر کا کوئی اعتبار نہ ہوتا تو دعوت اسلام اور احکام شرع کی تعلیم جیسے اہم مسائل میں آپ ﷺ اس پر کیوں کر تکیہ کرتے؟ اس سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ تحریر کا اعتبار اس وقت ہوتا ہے جب دوسرے قرائن سے اس بات کا غالب گمان ہو جائے کہ یہ تحریر واقعی اسی شخص کی ہے جس کی طرف یہ منسوب ہے، بادشاہوں کے نام خطوط پر آپ ﷺ کی مہر ثبت تھی اور حکیم بن حزام رضی اللہ عنہ کے پاس یہ فرمان ایک ثقہ صحابی کے ذریعہ پہنچا تھا، جو اس بات کا غالب گمان پیدا کرنے کے لئے کافی تھا کہ یہ تحریر آپ ﷺ ہی کی جانب سے ہے۔

چنانچہ فقہاء نے بھی اسی پر عمل کیا اور ایسی تمام صورتوں میں تحریر کو معتبر قرار دیا جب خارجی قرائن سے یہ بات ثابت ہو جائے کہ تحریر اسی شخص کی ہے جس کی طرف اس کی نسبت کی جا رہی ہے، چنانچہ اسی قبیل سے فقہاء کا مشہور مسئلہ ہے کہ اگر ایک قاضی دوسرے قاضی کے پاس اپنی تحریر بھیجنی ہو تو اس کو مہر بند کرکے دو عادل گواہوں کے حوالے کرے، یہ دو آدمی دوسرے قاضی کے پاس پہنچ کر یہ تحریر، کہ قاضی کی جانب سے ہے، اور مہر کی شہادت دیں، اب اس تحریر کا اعتبار ہوگا۔(۱)

اسی طرح جو تحریر قاضی کے زیر نگیں ہو فقہاء نے اس کو معتبر قرار دیا ہے:

> ما يكون في قمطره فهو تحت ختمه يؤمن
> عليه من الزيادة والنقصان فحصل له
> العلم بذلك (۲)

جو (تحریر) قاضی کے بستہ میں ہے وہ اس کے زیر نگیں ہے اور کمی و زیادتی سے مامون ہے لہذا اس کی وجہ سے قاضی کو اس کا یقین حاصل ہوتا ہے۔

دکانداروں کے پاس جو بہی کھاتے ہوں اس پر بھی عمل کیا گیا ہے:

> اما خط البياع والصراف والسمسار فهو
> حجة وإن لم يكن معنونا مصدرا يعرف
> ظاهرا بين الناس وكذا ما يكتب فيما
> بينهم يجب أن يكون حجة للعرف (۳)

تاجر، صراف اور دلال کا نوشتہ سند ہے، اگرچہ اس پر عنوان درج نہ ہو اور جو تحریر ایسی باتوں پر مشتمل ہو جو عام طور پر لوگوں کے درمیان مروج ہے، اسی طرح وہ تحریریں جو لوگ آپس میں لکھتے ہیں، ضروری ہے کہ عرف کے مطابق ان کو بھی سند تسلیم کیا جائے۔

یہ احکام تو ان امور کی بابت ہیں جن کا تعلق بندوں کے حقوق سے ہے تو ظاہر ہے کہ رویت ہلال میں جس کا تعلق حقوق اللہ سے ہے بدرجہ اولیٰ تحریر کا اعتبار ہونا چاہئے، البتہ ضروری ہوگا کہ خارجی قرائن سے اس بات کا گمان غالب ہو جائے کہ یہ تحریر شخص مذکور ہی کی ہے، اس طور پر کہ اس کی تحریر اچھی طرح ممتاز ہو، نامہ بر قابل اعتماد ہو، یا اس کی مہر وغیرہ ثبت ہو یا خط کی پوری طرح شناخت ہو وغیرہ۔

پھر یہ تحریر شہادت اور گواہی کا کام نہیں دے سکتی بلکہ خبر کا کام دے سکتی ہے، چاند کے معاملہ میں دو موقعوں پر خبر کا اعتبار ہے، ایک تو مطلع ابر آلود ہو اور مسئلہ رمضان کے چاند کا ہو، یہاں ایک معتبر آدمی کی خبر کافی ہوتی ہے، لہذا ایک معتبر آدمی کی تحریر کافی سمجھی جائے گی، دوسرے جب مطلع صاف ہو تو خبر مستفیض کی ضرورت پڑتی ہے، خبر مستفیض سے مراد ایک ایسی جماعت کی اطلاع ہے جس

---

(۱) مختصر القدوری ۲۵۵

(۲) الدر المختار ۴۲۷/۴

(۳) الہدایہ ۱۴۲/۳

کے بارے میں بے سروپا اور جھوٹی باتوں پر اتفاق ناقابل تصور ہو، یہ بھی چونکہ خبر ہی ہے اس لئے اس معاملہ میں بھی مختلف تحریریں مل کر خبر مستفیض کا درجہ حاصل کرلیں گی، مثلاً کسی شہر سے دس پندرہ خطوط آئیں کہ وہ اور ان کے اہل شہر چاند دیکھ کر روزہ رکھ رہے ہیں تو اس کا اعتبار کرلیا جائے گا۔

حضرت مولانا عبدالحی لکھنوی فرماتے ہیں:

> واقعی در رویت ہلال شہرت اخبار معتبر است اگر از شہرے خبر رسیدہ کہ بہ شب گزشتہ در آنجا رویت ہلال شدہ یا بوساطت تار برقی دریافت ایں امر شد، تا وقتے کہ شہرت آں نشود از تحریرات کثیرہ و اخبار عدیدہ معلوم نہ شود اعتبار آں نباید ساخت۔ (۱)

واقعہ ہے کہ رویت ہلال میں خبروں کا مشہور ہونا معتبر ہے، اگر کسی شہر سے خبر پہنچے کہ گذشتہ شب وہاں چاند دیکھا گیا، یا تار کی وساطت سے اس امر کی اطلاع ملی تو جب تک کہ بہت سی تحریروں اور متعدد خبروں سے اس کی اطلاع نہ ہو جائے، اس کا اعتبار نہیں کرنا چاہئے۔

اسی طرح اگر کوئی ذمہ دار مثلاً قاضی شریعت، رویت ہلال کمیٹی یا ان کی طرف سے نامزد مجاز افراد اپنے یہاں شہادت لے لیں اور پھر اس کی اطلاع قاضی شریعت وغیرہ کو کریں تو اس کا بھی اعتبار ہوگا، اس لئے کہ یہ شہادت نہیں ہے، بلکہ شہادت سے ثابت شدہ امر کی اطلاع ہے۔

البتہ تحریر کے ذریعہ شہادت معتبر نہیں ہے، اس لئے کہ گواہ کا قاضی کے سامنے حاضر ہونا اور روبرو آنا ضروری ہے، لہٰذا اگر مطلع صاف نہ ہو اور عید کے چاند کا مسئلہ درپیش ہو تو چونکہ یہاں دو آدمیوں کی گواہی مطلوب ہے اور گواہی کے لئے تحریر کافی نہیں ہے، اس لئے اب محض خط کا اعتبار نہیں کیا جائے گا، سوائے اس کے کہ اوپر ذکر کی گئی صورت کے مطابق وہ کسی ذمہ دار کے سامنے حاضر ہو کر شہادت دے اور قاضی شریعت یا رویت ہلال کمیٹی کو اس کی تحریری اطلاع دے دیں۔

ریڈیو اور ٹی وی کی خبر

ریڈیو اور ٹی وی سے اگر مبہم خبر دی جائے کہ فلاں جگہ چاند دیکھا گیا تو محض اس پر رویت ہلال کا فیصلہ نہیں کیا جاسکتا، لیکن اگر رویت ہلال کمیٹی یا قاضی شریعت کی طرف نسبت کرتے ہوئے ریڈیو یا ٹی وی سے رویت ہلال کا اعلان کیا جائے تو یہ اطلاع معتبر ہوگی، جس علاقہ کی رویت ہلال کمیٹی یا قاضی شریعت اعلان کرے اس علاقہ کے لوگوں کے لئے یہ اعلان سلطان کے درجہ میں ہے اور ان کے لئے اس پر عمل کرنا واجب ہے، اور دوسرے علاقہ کے لوگوں کے لئے اس کی حیثیت فیصلہ کی نہیں بلکہ محض ایک خبر کی ہے، اس کے لئے ضروری نہیں کہ اعلان کرنے والا عادل بھی ہو، خبر منادی السلطان مقبول عدلا کان او فاسقا۔ (۲)

(رویت ہلال سے متعلق دیگر نئے مسائل کے لئے ملاحظہ ہو: راقم الحروف کی تالیف: عبادات اور چند اہم جدید مسائل)۔

ہوام (کیڑے مکوڑے)

یہ "ہامۃ" کی جمع ہے، کیڑے مکوڑے کے معنی آتے ہیں، اللہ تعالی نے طیبات یعنی پاکیزہ چیزوں کو حلال کیا ہے، اور خبائث کو حرام (اعراف: ۱۵۷) اس لئے کیڑے مکوڑے جو خبائث میں داخل ہیں، ان کا کھانا بالاتفاق حرام ہے، چونکہ ان سے کوئی نفع نہیں

---

(۱) مجموعۃ الفتاوی ۱/۲۹۲

(۲) الفتاوی الہندیہ ۵/۳۰۹ ط مکتبہ رشیدیہ پاکستان

اٹھایا جاسکتا، اس لئے فقہاء نے ان کی خرید و فروخت کو بھی منع کیا ہے، اسی اصول کی بناء پر بھڑ، بچھو اور سانپ وغیرہ کی بیع کو فقہاء نے ناجائز کہا ہے، بلکہ امام ابو حنیفہؒ اور امام ابو یوسفؒ کے نزدیک شہد کی مکھی اور امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک ریشم کے کیڑے کی بھی خرید و فروخت بھی جائز نہیں، امام محمدؒ نے ان دونوں کو دوسرے کیڑوں سے مستثنیٰ کہا ہے اور ان کو قابل انتفاع قرار دے کر ان کی خرید و فروخت کو جائز قرار دیا ہے (۱) ——— موجودہ زمانہ میں بہت سے کیڑے مکوڑے قابل انتفاع ہو گئے ہیں، خاص کر طبی اغراض کے لئے ان کا بکثرت استعمال ہوتا ہے، ایسی صورت میں ان میں سے قابل انتفاع کیڑوں کی خرید و فروخت جائز ہونی چاہئے، مثلاً سانپ ہی کی خرید و فروخت کے حرام ہونے پر قریب قریب اتفاق ہے، لیکن آج کل ٹھیک زہریلے سانپوں کی چربی اور ان سے نکالا گیا زہر، بعض امراض کے لئے تریاق سمجھا جاتا ہے اور ان سے نہایت ہی نفع بخش طور پر امراض کا علاج کیا جاتا ہے، سانپ کے چمڑے بھی اب قیمتی ہو گئے ہیں اور کافی قیمت میں فروخت ہوتے ہیں، اس لئے ظاہر ہے کہ ایسی چیزوں کو ناقابل انتفاع نہیں کہا جاسکتا۔ واللہ اعلم

* * *

---

(۱) دیکھئے: ہدایہ مع فتح القدیر، جلد ۶، ص ۲۹-۲۰

یاقوت

''یاقوت'' ایک مخصوص قیمتی پتھر کو کہتے ہیں :

اگر کسی شخص کو اپنی زمین میں یاقوت کی کان مل جائے ، تو اس میں کچھ واجب نہیں ، لیکن اگر یاقوت کا دفینہ ہاتھ آئے ، اور اس پر مسلم عہد حکومت سے پہلے کی علامتیں ہوں تو اس میں پانچواں حصہ واجب ہوگا ـــ انگوٹھی میں یاقوت کا نگینہ لگانا درست ہے ۔ (۱)

یتیم

یتیم ''یتم'' سے ماخوذ ہے ، جس کے معنی تنہا ہونے ، منفرد ہونے اور باپ کے سایہ سے محروم ہونے کے ہیں اور جانور ہو تو ماں سے محروم ہونے کے ہیں ، اسی سے ''یتیم'' کا لفظ ماخوذ ہے ، جس سے مراد باپ سے محروم نابالغ بچے ہیں ، اس کی جمع ایتام اور یتامیٰ آتی ہے ۔ (۲)

پیغمبر اسلام ﷺ جس عہد اور جس ماحول میں مبعوث ہوئے ، اس میں سب سے زیادہ مظلوم تین طبقے تھے ـ یتیم ، غلام اور خواتین ، اس لئے آپ ﷺ نے ان تینوں طبقوں کے حقوق اور ان کے ساتھ حسن سلوک کی تلقین جس کثرت کے ساتھ فرمائی ہے ، شاید ہی کسی اور طبقہ کے بارے میں اس قدر تاکید فرمائی ہو ، یتیمی کا داغ چونکہ آپ ﷺ نے خود بھی سہا تھا ، اس لئے یقیناً یتیموں کی مشکلات اور دشواریوں کا آپ ﷺ کو پوری طرح اندازہ رہا ہوگا ، اسی لئے احادیث میں بہت ہی عبرت خیز اور درد انگیز اسلوب میں یتیموں کے حقوق کی نگہداشت پر لوگوں کو متوجہ کیا گیا ہے ، اور خود آیات قرآنی میں بھی یتیموں سے بدسلوکی کی مذمت ایسے دل پذیر اور اثر انگیز انداز پر فرمائی گئی ہے کہ دل تو دل ، پتھر کی سل بھی پگھل جائے ، یتیموں کے حقوق کی حفاظت کے سلسلہ میں اسلام کی جو خدمات رہی ہیں ، اس پر سید العلماء علامہ سید سلیمان ندوی نے اپنے مخصوص اسلوب میں بڑی جامعیت کے ساتھ روشنی ڈالی ہے ، آپ کا یہ اقتباس پڑھنے کے لائق ہے :

> آج دنیا کے شہر شہر میں یتیم خانے قائم ہیں ، مگر اگر یہ سوال کیا جائے کہ کیا محمد رسول اللہ ﷺ سے پہلے بھی یہ بدقسمت گروہ اس نعمت سے آشنا تھا ؟ تو تاریخ کی زبان سے جواب نفی میں ملے گا ، اسلام پہلا مذہب ہے جس نے اس مظلوم فرقہ کی داد رسی کی ، عرب پہلی سرزمین ہے جہاں کسی یتیم خانہ کی بنیاد پڑی اور اسلام کی حکومت دنیا کی پہلی حکومت ہے جس نے اس ذمہ داری کو محسوس کیا ، اور عرب ، مصر ، شام ، عراق ، ہندوستان ، جہاں راحت کے گھر بنائے ان کے وظیفے مقرر کئے ، مکتب قائم کئے ، جائدادیں وقف کیں اور دنیا میں ایک نئے احسنی نعمت کی طرح ڈالی ، اور قانوناً اپنے قاضیوں کا یہ فرض قرار دیا کہ وہ بے والی و سرپرست یتیموں کے سرپرست ہوں ، ان کی جائدادوں کی نگرانی ، ان کے معاملات کی دیکھ بھال اور ان کی شادی بیاہ کا انتظام کریں اور یہی وہ دستور ہے جس کی پیروی آج یورپ کے ملکوں میں کی جاتی ہے ، اور لندن کے لارڈ میر یا آرفنس کورٹ کے حکام مسلمان قاضیوں کے ان فرائض کی نقل کرتے ہیں ۔ (۳)

(یتیموں سے متعلق فقہی احکام کے لئے ملاحظہ ہو : وصی ، ولایت ، زکوۃ ، وصیت وغیرہ) ۔

---

(۱) ردالمحتار مع الدر ۹: ۴۰۶ کتاب الحظر والاباحۃ

(۲) القاموس المحیط : ۵۱۳

(۳) سیرۃ النبی ۶: ۲۹۵

ید

(ہاتھ)

"ید" کے اصل معنی ہاتھ کے ہیں، اگر کوئی شخص کسی کا ہاتھ کاٹ ڈالے، یا ایسی ضرب لگائے کہ ہاتھ شل ہو جائے، تو اس پر پوری دیت واجب ہوگی، اگر پہلے سے ہاتھ شل ہو اور اسے ضائع کر دیا جائے تو "حکومت عدل" یعنی مناسب تاوان واجب ہوگا، جو معتبر اور اہل تجربہ کے نزدیک اس کا معاوضہ ہو سکتا ہو۔

(وضوء اور تیمم میں ہاتھ کا دھونا اور مسح کرنا فرض ہے، جس کا ذکر اپنی جگہ آچکا ہے، بعض کاموں میں دائیں ہاتھ کا استعمال مسنون ہے اور بعض کاموں میں بائیں ہاتھ کا استعمال، یمین اور استنجا کے تحت یہ احکام مذکور ہو چکے ہیں — ید کے ایک معنی قبضہ کے بھی ہیں، لفظ "قبض" کے ذیل میں یہ بحث بھی آچکی ہے)۔

یربوع

چوہے کی طرح کا ایک جانور، جس کے اگلے دونوں ہاتھ چھوٹے اور پچھلی ٹانگیں بڑی اور دم بھی ہوتی ہے (۱) چونکہ یہ حشرات الارض میں سے ہے، اس لئے اس کا کھانا حرام ہے اور اس کے حرام ہونے پر فقہاء کا اجماع و اتفاق ہے۔ (۲)

یسار

یسار "یسر" سے ماخوذ ہے، جس کے معنی آسانی کے ہیں، مالی خوش حالی اور معاشی فارغ البالی انسان کے لئے سہولت کا باعث بنتی ہے، اسی مناسبت سے فقہاء کے یہاں بہتر مالی حالت کو یسار سے اور تنگ دستی کو "عسر" اور "اعسار" سے تعبیر کرتے ہیں، فقہاء نے نفقہ کے باب میں اس اصطلاح کا ذکر کیا ہے، یوں تو نفقہ کے سلسلہ میں متعدد مسائل یسار اور اعسار سے متعلق ہیں، لیکن خاص کر نفقۂ اقارب کے سلسلہ میں یہ مسئلہ خاص اہمیت کا حامل ہے، اور وہ یوں کہ اصول یعنی ماں باپ اور ان سے اوپر کے لوگوں کا نفقہ یسار کی شرط پر واجب ہوتا ہے، اب یسار سے کیا مراد ہے؟ اس سلسلہ میں تین اقوال ہیں، اول یہ کہ وہ اتنا صاحب ثروت ہو کہ اس کے لئے زکوٰۃ لینی حرام ہو جس کو علامہ تمرتاشی وغیرہ نے "یسار فطرت" سے تعبیر کیا ہے، دوسرا قول یہ ہے کہ مہینہ بھر کی ضرورت سے فاضل مال اس کے پاس موجود ہو، تیسرا قول یہ ہے کہ اس روز کی ضرورت سے فاضل مال اس کے پاس موجود ہو، بعض حضرات نے ان دونوں میں تطبیق پیدا کی ہے اور کہا ہے کہ یومیہ ضرورت سے فاضل ان لوگوں کے حق میں ہے جو کاریگر (محترف) ہوں یعنی یومیہ مزدوری اور اجرت پر کام کیا کرتے ہیں، — فقہاء نے عام طور پر پہلے قول کو صحیح اور مفتی بہ قرار دیا ہے، (۳) لیکن خیال ہوتا ہے کہ تیسرا قول زیادہ مناسب حال ہے، کیونکہ بعض لوگ یومیہ مزدوری کے ذریعہ ایک بڑے خاندان کی کفالت کے اہل ہوتے ہیں، گو ان کے پاس اتنی رقم جمع نہیں ہو پاتی کہ زکوٰۃ ان کے لئے حرام قرار پائے۔ واللہ اعلم

("یسار" کا لفظ "یمین" کے مقابلہ میں بھی استعمال ہوتا ہے، یمین کے معنی دائیں ہاتھ کے اور یسار کے معنی بائیں ہاتھ کے ہیں، اکل اور استنجاء کے تحت کھانے اور استنجاء کے سلسلہ میں دائیں اور بائیں کے احکام کا فرق مذکور ہو چکا ہے)۔

یلملم

حدود حل سے باہر رہنے والے لوگ جب مکہ آئیں تو آتے ہوئے کچھ مخصوص و متعین مقام سے احرام باندھ کر آنا ضروری ہے، خود حدیث میں ان مقامات کا ذکر ہے، ان کو میقات کہتے ہیں، یمن

---

(۱) شکل و تصویر کے لئے دیکھئے: المنجد ۹۳۰

(۲) ملخص از: درمختار و ردالمحتار ۳۵۰-۵/۲۱۵

(۳) درمختار مع الرد ۱۰/۲۳۹، (محقق نسخہ)، ھندیہ ۱/۵۶۳

والوں کو اور یمین کی سمت سے آنے والوں کے لئے آپ ﷺ نے یلملم کو میقات قرار دیا ہے، یہ مکہ سے جنوب میں تہامہ کی ایک پہاڑی ہے اور فقہاء نے لکھا ہے کہ مکہ سے دو مرحلہ پر واقع ہے (۱) جدید پیمائش کے مطابق مکہ سے اس کا فاصلہ ۵۴ کیلو میٹر ہے (حج اور میقات کے ذیل میں اس کا ذکر آچکا ہے)۔

یمین

یمین کے اصل معنی قوت کے ہیں، اسی لئے داہنا ہاتھ کو "یمین" کہا جاتا ہے، قسم کے ذریعہ چونکہ کسی کام کے کرنے یا نہ کرنے کا عزم پوری قوت کے ساتھ ظاہر کیا جاتا ہے، اسی مناسبت سے قسم کو "یمین" کہتے ہیں (۲) — اصطلاح میں کسی کام کے کرنے یا نہ کرنے پر قوی ارادہ کے اظہار "یمین" ہے: ھو عقد قوی به عزم الحالف علی الفعل او الترک . (۳)

قسم کی مشروعیت

یمین یا قسم کے مشروع ہونے کی دلیل قرآن میں بھی ہے اور حدیث میں بھی، اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ قسم کو موکد کرنے کے بعد مت توڑو (نحل: ۹۱) بلکہ قرآن نے قسم کے احکام بھی بیان کئے ہیں اور قسم کی خلاف ورزی پر کفارہ واجب قرار دیا ہے (مائدہ: ۸۹) نیز کتنے ہی مواقع پر خود اللہ تعالیٰ نے قسم کھائی ہے — رسول اللہ ﷺ نے بھی متعدد مواقع پر قسم کھائی ہے اور متعدد احادیث اس سلسلہ میں مروی ہیں، نیز آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اگر میں کسی بات کی قسم کھالیتا ہوں اور دوسری بات کو اس سے بہتر پاتا ہوں تو اس بہتر کام کو کر کے قسم توڑ لیتا ہوں۔ (۴)

اور علامہ ابن قدامہ نے اس پر امت کا اجماع نقل کیا ہے۔ (۵)

قسم کھانے کا حکم

قسم کھانا تو جائز ہے لیکن قسم کھانے میں افراط اور بات بات پر قسم کھانا کراہت سے خالی نہیں، خود اللہ تعالیٰ نے زیادہ قسم کھانے والوں کی مذمت فرمائی ہے (القلم: ۱۰) اور یہ بھی فرمایا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے نام کو اپنی قسموں کے لئے نشانہ نہ بناؤ (البقرہ: ۲۲۴) البتہ حسب ضرورت قسم کھانے میں کوئی حرج نہیں ہے، اسی لئے اہل علم نے حکم کے اعتبار سے قسم کی پانچ صورتیں کی ہیں۔

(۱) واجب، اگر قسم کا مقصود کسی بے گناہ جان کو ہلاکت سے بچانا ہو تو اس موقع پر قسم کھانا واجب ہے، چنانچہ حضرت سوید بن حنظلہ ؓ سے مروی ہے کہ ہم لوگ حضور ﷺ کی خدمت میں حاضری کے ارادہ سے نکلے، حضرت وائل ابن حجر ؓ بھی ہمارے ساتھ تھے، ان کے ایک دشمن نے ان کو پکڑ لیا، لوگ قسم کھانے سے کترا رہے تھے، لیکن میں نے قسم کھالی کہ یہ میرے بھائی ہیں، اس طرح ان کی جان بچ گئی، ہم نے حضور ﷺ سے اس کا تذکرہ کیا تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ تم نے سچ کہا کیونکہ ہر مسلمان دوسرے مسلمان کا بھائی ہے، المسلم اخو المسلم (۶) — راقم الحروف کا خیال ہے کہ عزت و آبرو کی حفاظت کے لئے بھی اسی طرح کی قسم کھائی جاسکتی ہے، کیونکہ شریعت میں انسانی عصمت اور عزت و آبرو کی جو اہمیت ہے اس کے تحت فقہاء نے ان دونوں کو

---

(۱) احسن الفتاوی ۴: ۳۲۰

(۲) رد المحتار ۳: ۴۵

(۳) رد المحتار علی ہامش الدر: ۳: ۴۵

(۴) بخاری و مسلم عن ابی موسی، اللؤلؤ والمرجان ۲: ۱۶۴

(۵) المغنی ۹: ۳۸۵

(۶) ابن ماجہ، حدیث نمبر ۲۱۱۹ باب من وری فی یمینہ

ایک ہی درجہ میں رکھا ہے۔

۲) مستحب، اگر دو مسلمانوں کے درمیان صلح کرانے کے لیے یا کسی مسلمان سے شر اور مضرت کو دور کرنے کے لیے قسم کھائی جائے تو یہ مستحب ہے۔

۳) مباح، کسی مباح چیز کے کرنے یا چھوڑنے کی قسم کھانا یا کسی سچی بات کی خبر دینے کے لیے قسم کھانا یا کسی بات کو مطابق واقعہ سمجھ کر قسم کھانا حالانکہ وہ خلاف واقعہ تھی، یہ سب صورتیں مباح قسم کی ہیں، اسی طرح اپنے جائز حقوق کو حاصل کرنے کے لیے قسم کھانا بھی مباح ہے۔

۴) مکروہ، کسی مکروہ کام کے کرنے یا مستحب کام کے نہ کرنے پر قسم کھانا مکروہ ہے، چنانچہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے حضرت مسطح رضی اللہ عنہ کی مدد نہ کرنے کی قسم کھائی تھی، اللہ تعالیٰ نے اس قسم پر نکیر فرمائی۔ (نور: ۲۲)

۵) حرام، جھوٹی بات کی قسم یا معصیت کے ارتکاب یا کسی واجب کے ترک پر قسم کھانا حرام ہے، اللہ تعالیٰ نے ایسی جھوٹی قسم کھانے والوں کی مذمت فرمائی ہے (مجادلہ: ۱۴) بلکہ خود جھوٹ کی حرمت صریح و صحیح نصوص سے ثابت ہے، اور اس پر امت کا اجماع و اتفاق ہے، لہٰذا جھوٹی قسم تو بدرجۂ اولیٰ حرام ہوگی۔ (۱)

قسم کی قسمیں

اللہ تعالیٰ کے نام سے جو قسم کھائی جاتی ہے اس کی تین قسمیں ہیں: یمین غموس، یمین منعقدہ، اور یمین لغو۔

غموس کے اصل معنی ڈبو دینے کے ہیں، اس قسم کے ذریعہ گویا انسان گناہ اور پھر دوزخ کی آگ میں اپنے آپ کو غرق کر لیتا ہے، اس لئے اس کو یمین غموس کہتے ہیں، (۲) گذرے ہوئے زمانہ یا موجودہ زمانہ کے بارے میں کسی واقعہ کے ہونے یا نہ ہونے کی بابت قصداً جھوٹی قسم کھانے کو یمین غموس کہتے ہیں (۳) ایسی قسم سے آدمی گنہگار ہو جاتا ہے اور اس پر توبہ و استغفار واجب ہے، کفارۂ قسم اس صورت میں واجب نہیں (۴) یہی رائے مالکیہ (۵) اور حنابلہ کی ہے (۶) بلکہ اکثر اہل علم کی یہی رائے ہے کہ اس قسم کا گناہ اتنا شدید ہے کہ سوائے توبہ کے کوئی عمل اس کا کفارہ بننے کی صلاحیت نہیں رکھتا، اسی لئے احادیث و آثار میں ایسی قسم پر کفارہ کے وجوب کا ذکر نہیں، چنانچہ حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے صراحتاً مذکور ہے کہ قسم کی جن صورتوں میں کفارہ واجب نہیں ہوتا، ہم ان ہی میں یمین غموس کو شمار کرتے تھے (۷) —— شوافع کے نزدیک یمین غموس میں بھی کفارہ واجب ہوتا ہے۔ (۸)

یمین منعقدہ

مستقبل کے بارے میں کسی ایسی بات کی قسم کھانا جو ممکنات میں سے ہو یمین منعقدہ ہے، قسم مستقبل ہی سے متعلق ہو لیکن ایسی چیز کے بارے میں ہو جو ممکن نہیں، جیسے قسم کھایا کہ میں نہیں مروں گا یا کہے کہ سورج غروب نہیں ہوگا تو پھر یہ یمین غموس ہی مانی جائے گی، اگر

---

(۱) [illegible] المغنی ۳۶۲-۸/۱۰

(۲) درمختار ۳/۴۵

(۳) بدائع الصنائع ۳/۲

(۴) درمختار و رد المحتار ۳/۴۶

(۵) الشرح الصغیر ۲/۲۰۲

(۶) المغنی ۹/۳۹۴

(۷) حوالۂ سابق

(۸) شرح مہذب ۱۸/۱۰۶

یمین منعقدہ کو پورا نہیں کیا تو کفارہ واجب ہوگا، اس پر فقہاء کا اتفاق ہے، (۱) خود قرآن مجید نے ایسی قسم پر کفارہ واجب قرار دیا ہے (المائدہ: ۸۹) — جس بات کی قسم کھائی گئی ہے وہ نیک عمل ہو یا گناہ کا کام ہو، کسی واجب کے کرنے کی قسم ہو یا کسی مباح یا مستحب کے ترک کرنے کی، قسم پوری نہ کرنے پر کفارہ واجب ہوگا (۲) البتہ خدانخواستہ کسی گناہ کے ارتکاب جیسے زنا، قتل یا شراب پینے کی قسم کھائی تو کفارہ کے ساتھ ساتھ توبہ و استغفار کرنا بھی واجب ہے، (۳) اسے پورا کرنا چاہئے اور ایسی صورت میں حنفیہ کے نزدیک قسم اس نے اپنی مرضی سے کھائی ہو یا جبر و اکراہ کے تحت، خطاءً کھائی ہو یا بھول کر، بھول کر قسم کھانے سے مراد یہ ہے کہ قسم نہ کھانے کی قسم کھایا ہوا تھا، اتفاق سے یہ بات ذہن میں نہیں رہی اور قسم کھائی، اسی طرح قسم تو کھائی جانتے بوجھتے اور بلا اکراہ، لیکن جبر و دباؤ (اکراہ) کے تحت یا بھول کر یا غلطی سے اس کام کا ارتکاب ہوا، جس کے نہ کرنے کی قسم کھا رکھی تھی، تو اس صورت میں بھی حانث ہو جائے گا اور کفارہ واجب ہوگا، یہاں تک کہ اگر بے ہوشی اور جنون کی حالت میں اس کا ارتکاب کیا ہو جب بھی کفارہ ادا کرنا ہوگا، البتہ بے ہوشی یا جنون کی حالت میں قسم کھائی ہو تو اس کا اعتبار نہیں، (۴) مالکیہ کے نزدیک بھی نسیاناً، خطاءً اور اکراہاً قسم کھانے والے کی یمین منعقد ہو جاتی ہے، شوافع اور حنابلہ کے نزدیک اکراہ و نسیان وغیرہ کی قسم منعقد نہیں ہوتی۔ (۵)

یمین لغو

یمین لغو سے مراد یہ ہے کہ گذرے ہوئے زمانہ کے بارے میں اپنی دانست میں سچ جانتے ہوئے کسی بات کے ہونے یا نہ ہونے کی قسم کھائی جائے حالانکہ وہ خلاف واقعہ ہو (۶) حنفیہ کے علاوہ یہی رائے مالکیہ اور حنابلہ کی بھی ہے، (۷) — شوافع کے نزدیک یمین لغو کی صورت یہ ہے کہ بلا ارادہ زبان پر قسم کے الفاظ جاری ہو جائیں (۸) یمین لغو کے حکم کے بارے میں اتفاق ہے کہ نہ اس کی وجہ سے کفارہ واجب ہوگا اور نہ وہ گنہگار ہوگا، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے خود ارشاد فرمایا ہے کہ یمین لغو پر مواخذہ نہیں ہوگا، **لا یؤاخذکم اللہ باللغو فی ایمانکم** (البقرۃ: ۲۲۵) لیکن ظاہر ہے کہ اس حکم کا اطلاق فقہاء کی اپنی اپنی رائے کے مطابق ہوگا، حنفیہ وغیرہ کے یہاں چونکہ یمین منعقد ہونے کے لئے قصد و ارادہ ضروری ہے، اس لئے جس صورت کو شوافع یمین لغو کہتے ہیں، حنفیہ کے نزدیک وہ صورت یمین منعقدہ کی ہے، اور اگر اس کو پورا نہ کیا جائے تو حنفیہ کی رائے پر کفارہ واجب ہوگا۔

قسم کا رکن

اللہ کی قسم کا رکن وہ کلام ہے جس کے ذریعہ قسم کھائی جائے، **فهو اللفظ الذی یستعمل فی الیمین باللہ تعالیٰ ۔** (۹) — اس سے ظاہر ہے کہ یمین زبان کا فعل ہے صرف دل کا فعل نہیں، اگر انسان کسی بات کا ارادہ کرے، لیکن زبان سے اس کا تلفظ نہ کرے تو یمین منعقد نہیں ہوگی۔

یمین دو چیزوں سے مرکب ہوتی ہے ایک وہ کہ جس کی قسم کھائی جائے، اس کو "مقسم بہ" کہتے ہیں، اور دوسرے وہ بات کہ جس پر قسم کھائی جائے اس کو "مقسم علیہ" کہا جاتا ہے — مقسم بہ

---

(۱) در مختار مع الرد ۳/۴۹، الشرح الصغیر ۲/۲۰۲، شرح مہذب ۱۸/۳، المغنی ۹/۴۹۲

(۲) بدائع الصنائع ۳/۱۱

(۳) حوالۂ سابق

(۴) دیکھئے در مختار و رد المحتار ۳/۵۰-۴۹

(۵) الشرح الصغیر ۲/۳۱۰، المغنی ۹/۴۹۰-۴۹۱

(۶) بدائع الصنائع ۳/۱۷

(۷) الشرح الصغیر ۲/۲۰۸، المغنی ۹/۴۹۳

(۸) شرح مہذب ۱۸/۱۰

(۹) بدائع الصنائع ۳/۵

یا تو اللہ تعالیٰ کا اسم ذات ہوگا یعنی اللہ کے لفظ سے قسم کھائی جائے گی، یا اللہ تعالیٰ کی اسم صفت سے، جیسے رحمٰن، وہ صفت اللہ ہی کی ذات کے ساتھ مخصوص ہو، جیسے خالق یا اللہ تعالیٰ کے ساتھ مخصوص نہ ہو، جیسے کریم، حکیم، وغیرہ، بہرصورت یمین منعقد ہو جائے گی، کیونکہ گو بعض اسماء صفاتی میں غیر اللہ کو بھی مراد لینا ممکن ہے، لیکن چونکہ اللہ ہی کی قسم کھانے کا حکم دیا گیا ہے، اس لئے یہ اس بات کا قرینہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ہی کی قسم کھانا مراد ہے۔(۱)

دوسری صورت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی صفتوں سے قسم کھائی جائے، یہ صفتیں تین طرح کی ہو سکتی ہیں: اول وہ جو عرف میں اللہ تعالیٰ کی ذات ہی کے لئے استعمال ہوتی ہوں جیسے اللہ کی عزت و جلال کی قسم، اللہ کی کبریائی کی قسم، یہ صورت یمین کی ہوگی۔

دوسری صفات وہ ہیں جو اللہ تعالیٰ کیلئے بھی بولی جاتی ہیں، اور غیر اللہ کے لئے بھی، یعنی دونوں ہی طریقوں پر اس کا استعمال برابر ہے، جیسے اللہ کی قدرت، اللہ کی رضا، اللہ کی محبت، ایسی صفتوں سے کھائی جانے والی قسم بھی معتبر ہے، البتہ بعض صفات کے بارے میں اختلاف ہے کہ وہ اس دائرہ میں آتی ہیں یا نہیں؟ جیسے اللہ کی امانت، حنفیہ کے یہاں ظاہر روایت یہ ہے کہ اس کی بھی قسم کھائی جاسکتی ہے، امام طحاوی کے نزدیک اس سے یمین منعقد نہیں ہوگی۔

تیسری قسم کی صفات وہ ہیں جو اللہ تعالیٰ کے لئے بھی بولی جاتی ہیں اور غیر اللہ کے لئے بھی، لیکن غیر اللہ کیلئے ان صفات کا استعمال غالب ہے، جیسے اللہ کے علم، رحمت، غضب، کلام وغیرہ کی قسم کھائی جائے، اس سے یمین منعقد نہیں ہوگی۔

کاسانی نے ان تفصیلات کا ذکر کرتے ہوئے ایک اصولی بات لکھی ہے کہ ان مسائل میں اصل حیثیت عرف کی ہے، عرف میں جس تعبیر اور جس صفت سے قسم مراد لی جاتی ہو اس سے قسم ہو جائے گی اور جن کے بارے میں عرف ایسا نہیں ہو ان سے قسم نہیں ہوگی، چنانچہ فرماتے ہیں:

> وعن مشائخنا من قال ماتعارفه الناس يمينا يكون يمينا الا ماورد الشرع بالنهي عنه ومالم يتعارفوه يمينا لا يكون يمينا. (۲)

> ہمارے مشائخ سے منقول ہے کہ جس بات کو لوگ عرف میں قسم کے طور پر کہتے ہوں اگر کوئی شخص کہے تو وہ قسم ہوگی، سوائے اس کے کہ شریعت نے اس کی ممانعت کی ہو، اور جس بات کو لوگ عرف میں قسم نہ سمجھتے ہوں وہ قسم نہ ہوگی۔

قرآن مجید کی قسم

جہاں تک قرآن مجید کی قسم کھانے کی بات ہے، تو فقہاء حنفیہ کی اصل رائے تو یہی ہے کہ اس سے قسم منعقد نہیں ہوگی (۳) لیکن ائمہ ثلاثہ کے نزدیک اس سے قسم منعقد ہو جاتی ہے (۴) ابن ہمامؒ نے لکھا ہے کہ صاحب ہدایہ وغیرہ نے قرآن کی قسم غیر درست ہونے پر اس بات سے استدلال کیا ہے کہ اس طرح قسم کھانا متعارف نہیں، لیکن ہمارے زمانہ میں قرآن مجید سے قسم کھانا مروج و معروف ہے اس لئے قرآن کی قسم معتبر ہوگی۔(۵)

غیر اللہ کی قسم

قسم بھی من جملہ حقوق اللہ کے ہے، اس لئے غیر اللہ کی قسم کھانا جائز نہیں، کسی پیغمبر، کسی بزرگ، ماں باپ، اولاد، کسی کی زندگی اور موت، یا کسی متبرک چیز جیسے کعبہ، زمزم، قبر وغیرہ کی قسم

---

(۱) بدائع الصنائع ۵/۳

(۲) حوالہ سابق ۶/۳

(۳) ہدایہ مع الفتح ۶۹/۵

(۴) المغنی ۴۹۶/۹، فتح القدیر ۶۹/۵

(۵) فتح القدیر ۶۹/۵

کھانا جائز نہیں مکروہ ہے، اور باجماع ایسی قسمیں غیر معتبر ہیں(۱) چنانچہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ طاغوت (معبودان باطل) اور اپنے آباء و اجداد کی قسم نہ کھاؤ(۲) اور ایک موقعہ پر آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ کسی کو قسم کھانی ہو تو اللہ کی قسم کھائے ورنہ نہیں کھائے(۳) خاموش رہے، نیز آپ ﷺ کا ارشاد ہے: جس نے غیر اللہ کی قسم کھائی اس نے کفر و شرک کیا(۴) — اس لئے غیر اللہ کی قسم کھانے سے خوب اجتناب چاہئے، یہ کبیرہ گناہوں میں سے ہے۔

...... ورنہ میں یہودی ہوں گا

اگر کوئی شخص اس طرح قسم کھائے کہ اگر میں فلاں کام نہ کروں تو یہودی ہوں گا یا عیسائی ہوں گا، تو کیا یہ قسم متصور ہوگی؟ حنفیہ اور حنابلہ کے نزدیک اس سے یمین منعقد ہو جائے گی اور اگر اس نے قسم پوری نہیں کی تو قسم کا کفارہ واجب ہوگا، مالکیہ اور شوافع کے نزدیک اس سے یمین منعقد نہیں ہوگی۔(۵)

یمین منعقد ہونے کی شرطیں

یمین کے منعقد ہونے کیلئے کچھ شرطیں ہیں، ان میں سے بعض وہ ہیں جو قسم کھانے والے (حالف) سے متعلق ہیں، بعض اس کام سے متعلق ہیں جس کی قسم کھائی جائے، اس کو اصطلاح میں "محلوف علیہ" کہتے ہیں، اور بعض شرائط خود رکن یمین سے تعلق رکھتی ہیں۔

قسم کھانے والے سے متعلق شرط یہ ہے کہ وہ عاقل و بالغ اور مسلمان ہو، فاتر العقل نہ ہو، نابالغ کی بھی قسم کا اعتبار نہیں، گو ذی شعور ہو، اسی طرح حالت کفر کی بھی قسم غیر معتبر ہے(۶) — جس بات پر قسم کھائی گئی ہے ضروری ہے کہ اس کا پایا جانا ممکن بھی ہو، مثلاً کسی ایسے شخص کے بارے میں جس کا انتقال ہو چکا ہو کہے کہ میں اسے قتل کروں گا یا گلاس کا پانی ختم ہو چکا ہو اور قسم کھائے کہ اس گلاس میں جو پانی ہے، میں اسے پیوں گا تو قسم معتبر نہیں ہوگی، البتہ اگر ایسی بات کی قسم کھائے جو عادۃً ممکن نہیں، لیکن فی نفسہ ممکن ہے مثلاً کوئی شخص آسمان چھونے کی قسم کھائے تو یہ معتبر ہے اور اس صورت میں موت سے پہلے پہلے کفارۂ قسم واجب ہوگا، کیونکہ آسمان کا چھونا گو عادۃً ممکن نہیں، لیکن ملائکہ اور انبیاء کے لئے اس کو من جانب اللہ واقع فرمایا گیا ہے، لہٰذا یہ اس کے فی نفسہ ممکن ہونے کی دلیل ہے(۷) نیز یہ بھی ضروری ہے کہ اگر قسم کسی خاص وقت سے متعلق ہو تو اس وقت تک اس کا باقی رہنا ممکن ہو۔(۸)

خود "رکن یمین" یعنی قسم کی عبارت سے متعلق شرط یہ ہے کہ وہ ایسے استثناء سے خالی ہو جو کلام ماسبق کو بے اثر کر دے، جیسے: کوئی شخص قسم کھا کر کہے "ان شاء اللہ، الا ما شاء اللہ، اگر اللہ نے میرے لئے اس کو آسان فرما دیا سوائے اس کے کہ مجھے دوسری بات بہتر محسوس ہو" اگر قسم کے ساتھ اس طرح کے مشروط فقرے کہے گئے تو یہ قسم معتبر نہیں ہوگی، البتہ یہ حکم اس وقت ہے جب کہ قسم کھانے کے بعد متصلاً ان شاء اللہ وغیرہ کہا جائے، اگر کوئی شخص قسم کھا کر خاموش ہو جائے اور کسی قدر وقفہ کے بعد ان شاء اللہ کہے تو اس کا اعتبار نہیں۔(۹)

مطلق اور مقید قسمیں

قسم کسی وقت یا مدت سے متعلق ہو یا نہ ہو، اس لحاظ سے اس

---

(۱) الفقہ الاسلامی وادلتہ ۳/۳۸۶

(۲) ابن ماجہ، حدیث نمبر ۲۰۹۴، باب النہی ان یحلف بغیر اللہ

(۳) دیکھئے نصب الرایہ ۳/۲۹۵ بحوالہ صحاح ستہ

(۴) ترمذی ۱۵۳۵ ابواب النذور والایمان

(۵) المغنی ۹/۴۰۶

(۶) بدائع الصنائع ۳/۱۱

(۷) بدائع الصنائع ۳/۱۰-۱۱

(۸) حوالۂ سابق

(۹) حوالۂ سابق ۳/۱۵

کی دو قسمیں ہیں: مطلق اور مقید، مطلق یہ ہے کہ قسم میں کسی وقت یا مدت کی قید نہیں لگائی گئی ہو، ایسی قسم اگر اثباتی نوعیت کی ہو جیسے کہے کہ خدا کی قسم میں یہ روٹی ضرور ہی کھاؤں گا، تو جب تک قسم کھانے والا موجود ہو اور وہ شئی موجود ہو جس پر قسم کھائی گئی ہو وہ حانث نہیں ہوگا، اگر قسم کھانے والا فوت ہو جائے یا وہ شئی ضائع ہو جائے جس کے بارے میں قسم کھائی گئی تھی تو وہ حانث ہو جائے گا اور کفارہ ادا کرنا ہوگا — اگر اسی طرح قسم کسی منفی بات پر کھائی، مثلاً یوں کہا: "خدا کی قسم میں روٹی نہیں کھاؤں گا" ایسی صورت میں قسم کھانے والا اور وہ شئی جس کے بارے میں قسم کھائی تھی، ان میں سے کوئی ایک ہلاک و ضائع ہو جائے تو اب وہ حانث نہیں ہوگا۔ (۱)

اگر وقت و زمانہ کی قید کے ساتھ قسم کھائی گئی ہو، جیسے کہے کہ "میں آج یہ روٹی کھا کر رہوں گا" تو جب تک حالف اور محلوف علیہ موجود ہوں اور مقررہ وقت باقی ہو وہ حانث نہیں ہوگا، اگر وقت گذر جائے اور یہ دونوں باقی ہوں تو بالاتفاق وہ حانث ہو جائے گا، اگر قسم کھانے والا باقی ہو، وقت بھی باقی ہو، لیکن جس چیز کی بابت قسم کھائی تھی وہ چیز باقی نہ رہی تو امام ابو حنیفہؒ اور امام محمدؒ کے قول پر اس کی قسم باطل اور کالعدم ہو جائے گی اور اس قسم کا کوئی اثر مرتب نہیں ہوگا، امام ابو یوسفؒ کے نزدیک یہ قسم باقی رہے گی اور وقت مقررہ گذر جانے کے بعد وہ حانث ہو جائے گا۔

یمین فور اور اس کا حکم

مؤقت یعنی وقت کی قید کے ساتھ کھائی جانے والی قسم کی ایک اور صورت ہے جسے "یمین فور" کہتے ہیں، پہلی مرتبہ امام ابو حنیفہؒ نے قسم کی اس خاص صورت کو دریافت کیا ہے جسے بعد کے فقہاء نے تحسین کی نظر سے دیکھا ہے، یمین فور سے مراد یہ ہے کہ قسم میں تو کسی وقت کی صراحت نہ ہو لیکن دلالت حال اور قرائن سے اندازہ ہوتا ہو کہ اس قسم کا تعلق فی الفور کسی کام کے کرنے یا نہ کرنے سے ہے، جیسے: ایک شخص نے کسی کو کھانے پر بلایا اور اس نے کہا: "بخدا میں کھانا نہیں کھاؤں گا" تو گو بظاہر یہ مطلق نہ کھانے کی قسم ہے، لیکن اگر وہ شخص تھوڑی دیر کے بعد کھائے یا اپنے گھر جا کر کھائے تو حانث نہیں ہوگا اور سمجھا جائے گا کہ یہ قسم اس کھانے سے متعلق تھی جس پر اس کو مدعو کیا گیا تھا۔ (۲)

یمین کی ایک اور صورت

یمین کا اصل مقصد کسی حلال یا جائز چیز کو اپنے لئے ممنوع کرنے کا قوی عزم ہوتا ہے، اسی لئے اگر کوئی شخص کسی جائز چیز کو کسی مشکل اور آدمی پر دشوار گذرنے والی شرط کے ساتھ مشروط کر دے تو اس کو بھی فقہاء کی اصطلاح میں یمین ہی کہتے ہیں، جیسے کوئی شخص کہے: "کہ اگر میں فلاں چیز کھاؤں تو مجھ پر روزہ ہے یا میری بیوی کو طلاق ہو جائے" — یہ شرط دو قسم کی ہو سکتی ہے یا تو وہ عبادات اور تقرب الی اللہ والے اعمال کے قبیل سے ہو جیسے: نماز، روزہ، حج و عمرہ، قربانی و صدقہ، ایسی صورت میں اگر وہ اپنی شرط کو پورا نہ کرے تو جو اس نے اپنے اوپر لازم کیا تھا اس کو ادا کرنا ہوگا۔

دوسری صورت یہ ہے کہ کسی کار عبادت سے قسم کو متعلق نہ کیا ہو، جیسے: طلاق، اس صورت میں اگر اس نے اپنی قسم کی خلاف ورزی کی، یا قسم کی خلاف ورزی ہوئی تو طلاق واقع ہو جائے گی، جیسے کہا کہ اگر میں اس مکان میں داخل ہوا تو تم کو طلاق، اور وہ مکان میں داخل ہو گیا، یا یہ کہ بیوی سے کہا: اگر تم داخل ہوئی تو تم کو طلاق، یا کسی اور شخص کے داخل ہونے سے طلاق کو متعلق کر دیا اور وہ شخص داخل ہو گیا، ان تمام صورتوں میں طلاق واقع ہو جائے گی۔

جو شرطیں اللہ تعالیٰ کی قسم کھانے سے متعلق اوپر ذکر کی گئی ہیں وہی شرطیں اس یمین سے بھی متعلق ہیں، ہاں کہ جو شرط ہو وہ مستقبل

---

(۱) بدائع الصنائع ۱۰۳

(۲) ہدایہ ۳۰۳

سے متعلق ہو، ابھی موجود نہ ہو، جیسے کوئی شخص کہے کہ "اگر آسمان ہمارے اوپر ہو تو تم کو طلاق" تو یہ شرط غیر معتبر ہوگی، اور طلاق فوراً واقع ہو جائے گی، مستقبل میں اس شرط کا پایا جانا ممکن بھی ہو، اگر ممکن نہ ہو تو یمین غیر معتبر ہوگی، جیسے کوئی شخص کہے کہ اگر سوئی کے ناکہ میں اونٹ داخل ہو جائے تو تم کو طلاق، تو یہ یمین غیر معتبر ہوگی اور طلاق واقع نہیں ہوگی، اسی طرح یہ بھی شرط ہے کہ یمین کے ساتھ متصلاً ایسا استثنائی کلمہ داخل نہ کیا گیا ہو جو اس طلاق کو بے اثر کردے، جیسے یوں کہے "اگر تم گھر میں داخل ہوئی تو ان شاء اللہ تم پر طلاق واقع ہو" اس فقرہ سے طلاق واقع نہیں ہوگی۔

البتہ چونکہ بنیادی طور پر یمین کی یہ صورت طلاق سے متعلق ہے، اس لئے یہ بات ضروری ہوگی کہ اس یمین کا تکلم کرنے والا شرعاً طلاق دینے کا اہل ہو اور اس کی طلاق معتبر مانی جاتی ہو، نیز جس کو اس نے طلاق کا مخاطب بنایا ہے وہ اس مرد کے حق میں طلاق کا محل بن سکتی ہو۔(۱) — (تفصیل کیلئے خود لفظ طلاق ملاحظہ کیا جاسکتا ہے)۔

قسم کا کفارہ

اگر کوئی شخص قسم کھائے اور حانث ہو جائے یعنی اس کو پوری نہ کرپائے تو اس پر کفارہ واجب ہوتا ہے، قرآن مجید نے خود اس کفارہ کی تفصیل ذکر کی ہے، ارشاد ہے:

> اللہ تعالیٰ یمین لغو پر تمہارا مواخذہ نہیں فرمائیں گے، لیکن جس قسم کا تم ارادہ کروگے اس کے بارے میں تمہاری پکڑ ہوگی، اس کا کفارہ یہ ہے کہ وہ اوسط درجے کا کھانا جو تم اپنے اہل خانہ کو کھلاتے ہو، دس مسکینوں کو کھلایا جائے، یا ان کو کپڑا پہنایا جائے یا ایک غلام آزاد کیا جائے، جو شخص اس کی گنجائش نہ پاتا ہو تو وہ تین دنوں کے روزے رکھے، اگر تم قسم کھاؤ تو یہ تمہارے قسم کا کفارہ ہے، اور اپنے قسموں کی حفاظت کرو، اللہ تعالیٰ اسی طرح تمہارے لئے اپنے احکام بیان کرتے ہیں تاکہ تم خدا کے شکر گذار رہو۔ (المائدہ: ۸۹)

اس سے معلوم ہوا کہ اگر کوئی شخص اپنی قسم کو پوری نہ کرپائے تو اس پر کفارہ کی ادائیگی واجب ہے، اس سے یہ بات بھی معلوم ہوئی کہ کفارہ کی پہلی تین صورتیں — مسکینوں کو کھانا کھلانا، کپڑے پہنانا اور غلام آزاد کرنا — میں سے کسی بھی صورت کو اختیار کرنے کی گنجائش ہے، لیکن اگر ان میں سے کوئی بھی کفارہ ادا نہ کرسکتا ہو تو اب اسے روزوں کے ذریعے کفارہ ادا کرنے کی اجازت ہوگی، اور اگر ان میں سے کسی پر قادر ہو تو روزہ رکھنا کافی نہیں ہوگا، ان ساری باتوں پر قریب قریب فقہاء متفق ہیں، البتہ اس بارے میں اختلاف ہے کہ یہ تین روزے مسلسل رکھے جائیں گے یا یکے بعد دیگرے؟ حنفیہ کے یہاں مسلسل رکھے جائیں گے، انہوں نے اس کو کفارۂ ظہار پر قیاس کیا ہے اور اس امر کو بھی پیش نظر رکھا ہے کہ حضرت عبداللہ ابن مسعودؓ کی قراءت میں تین روزوں کے ساتھ مسلسل (فصیام ثلثة ایام متتابعات) کی قید لگائی گئی ہے، مالکیہ، شوافع اور حنابلہ کے نزدیک چونکہ آیت میں مطلق تین روزے رکھنے کا حکم دیا گیا ہے اس لئے مسلسل ان روزوں کا رکھنا ضروری نہیں۔(۲)

اس بات میں بھی اختلاف ہے کہ مالی کفارہ سے روزہ یعنی بدنی کفارہ کی طرف منتقل ہونے کیلئے کس وقت کا فقر معتبر ہے؟ حنفیہ کے نزدیک جس وقت کفارہ ادا کرنے کا ارادہ کیا، اگر اس وقت مالی کفارہ ادا کرنے پر قادر نہیں تھا تو اس کیلئے روزہ رکھ کر کفارہ ادا کرنے کی گنجائش ہے، اور حنابلہ کے نزدیک یہ اجازت اس وقت

---

(۱) ملخص از: بدائع الصنائع ۲۱-۲۰/۳

(۲) فتح القدیر ۱۱/۵

ہے، جب کہ حانث ہونے کے وقت ہی وہ کفارۂ مالی ادا کرنے کے لائق نہ ہو، اگر ایک شخص حانث ہونے کے وقت کفارۂ مالی ادا کرنے پر قادر تھا لیکن اس نے تاخیر کی یہاں تک کہ اب کفارۂ مالی ادا کرنے کے لائق نہیں رہا، تو حنابلہ کے نزدیک اب روزے رکھنا کافی نہیں، اور حنفیہ کے نزدیک روزہ رکھنے کی گنجائش ہے، یہی رائے مالکیہ اور شوافع کی بھی ہے۔(۱)

حانث ہونے سے پہلے کفارہ ادا کرے یا بعد میں؟

کفارہ کی ادائیگی کے سلسلہ میں اس بابت اختلاف ہے کہ حانث ہونے سے پہلے ہی کفارہ ادا کردینا کافی ہے یا نہیں؟ حنفیہ کے نزدیک پہلے کفارہ ادا کرنا درست نہیں، اگر حانث ہونے سے پہلے ہی کفارہ ادا کردیا تو یہ کافی نہیں ہوگا، اس لئے کہ کفارہ کا سبب حانث ہونا ہے، تو جب تک کسی چیز کے واجب ہونے کا سبب ہی نہ پایا جائے اس کی ادائیگی کیوں کر درست ہوسکتی ہے، مالکیہ، شوافع اور حنابلہ کے نزدیک حانث ہونے سے پہلے بھی کفارہ کا ادا کردینا کافی ہے(۲) کیونکہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اگر تم کسی چیز کی قسم کھاؤ اور دوسری بات کو اس سے بہتر پاؤ تو قسم کا کفارہ ادا کردو اور جسے بہتر سمجھتے ہو اسے کر گزرو(۳) حنفیہ کا خیال ہے کہ اس حدیث میں ترتیب بتلانا مقصود نہیں کہ پہلے کفارہ ادا کرو پھر قسم کی خلاف ورزی کرو، بلکہ مقصود صرف اس قدر ہے کہ ایسی قسم پر اصرار نہ کیا جائے، چنانچہ یہ روایت ابوداؤد میں بھی نقل کی گئی ہے، اور اس میں فرمایا گیا ہے کہ جس بات کو بہتر سمجھتے ہو اسے کرلو اور قسم کا کفارہ ادا کردو(۴) یعنی قسم توڑنے کا ذکر پہلے ہے، اور کفارہ ادا کرنے کا ذکر بعد میں۔

مسکینوں کو کھانا کھلانا

دس مسکینوں کو کھانا کھلانے کی دو صورتیں ہوسکتی ہیں: ایک یہ کہ ان کو دو وقت دوپہر اور شب میں اتنا کھانا کھلا دیا جائے کہ آسودہ ہوجائیں، کھانے کا مالک بنانا حنفیہ کے یہاں ضروری نہیں، اگر بطور اباحت کھانا کھلا دیا تو یہ بھی کافی ہے اور مالک بنادے تو یہ بھی درست ہے(۵) اگر ایک وقت کا کھانا کھلادے اور ایک وقت کے کھانے کی قیمت ادا کردے تو یہ بھی درست ہے، البتہ یہ درست نہیں کہ مثلاً ایک فقیر کو دن کا کھانا کھلائے اور دوسرے فقیر کو رات کا کھانا(۶) اگر بجائے کھانا کھلانے کے غلہ دیا جائے تو حنفیہ اور دوسرے فقہاء کے درمیان اس مسئلہ میں وہی اختلاف ہے جو اختلاف صدقۃ الفطر کے سلسلہ میں ہے کہ حنفیہ کے نزدیک فی کس نصف صاع (۱٫۵۹۰ کیلو گرام) گیہوں ادا کرنا کافی ہوگا، اور شوافع وغیرہ کے نزدیک ایک صاع (۳٫۱۸۰ کیلو گرام) ادا کرنا ضروری ہے۔

اس طرح کا حیلہ کرنا کہ کسی فقیر کو کھانا دیا جائے پھر اس سے واپس لیا جائے پھر دوبارہ اسے دیا جائے یہاں تک کہ دس دفعہ لین دین کیا جائے تاکہ یہی کھانا دس مسکینوں کے کھانے کے قائم مقام ہوجائے، جائز نہیں اور اس سے کفارہ ادا نہیں ہوگا۔(۷)

مسکینوں کے لئے کپڑوں کا انتظام

اگر کفارہ کے طور پر کپڑے دینے ہوں تو کتنے کپڑے کافی ہوں گے؟ اس سلسلے میں امام ابوحنیفہؒ اور امام ابو یوسفؒ سے ایک قول یہ منقول ہے کہ کم سے کم ایسا کپڑا ہونا چاہئے جو عمومی طور پر بدن کو ڈھانپ دے، صاحب ہدایہ نے اسی قول کو صحیح قرار دیا ہے۔(۸)

---

(۱) دیکھئے فتح القدیر ۵/۸۳، الفقہ الاسلامی وادلتہ ۳/۴۹۰-۴۹۱

(۲) کتاب الفقہ علی المذاهب الاربعة ۲/۹۰

(۳) بخاری حدیث نمبر ۶۷۲۲، مسلم حدیث نمبر ۱۶۵۲ عن عبد الرحمن بن سمرة

(۴) ابوداؤد حدیث نمبر ۳۲۷۷ باب الحنث اذا کان خیراً

(۵) رد المحتار ۳/۹۰

(۶) حوالۂ سابق

(۷) حوالۂ سابق

(۸) ہدایہ مع الفتح ۵/۱۲۵

ایک قول یہ بھی منقول ہے کہ اگر اتنا کپڑا دیا جائے کہ جس سے نماز درست ہو جائے جیسے مرد کو صرف پائجامہ یا لنگی دے دی جائے تو یہ بھی کافی ہے، یہ قول امام محمدؒ کی طرف منسوب ہے(۱) البتہ ایک ہی کپڑا دیا جائے لیکن مقصود کپڑا دینا نہ ہو بلکہ وہ وقت کے کھانے کی قیمت کپڑے کی شکل میں ادا کرنا چاہتا ہو اور واقعی وہ کپڑا اس قیمت کا ہو تو یہ کافی ہو جائے گا۔(۲)

یہ بات بھی درست ہے کہ ایک ساتھ دس مسکینوں کو کھانا کھلا دیا جائے یا کپڑا دے دیا جائے، اور یہ بات بھی درست ہے کہ ایک سے زیادہ دنوں میں دس مسکینوں کو کھانا کھلانے یا کپڑا پہنانے کا کفارہ ادا کیا جائے۔(۳)

اگر کوئی چیز اپنے اوپر حرام کرلے؟

اگر کسی شخص نے قسم کے الفاظ تو استعمال نہیں کئے لیکن کسی جائز چیز کو اپنے اوپر حرام کر لیا، جیسے کہے کہ ”مجھ پر یہ کپڑا یا یہ کھانا حرام ہے“ تو اس کی وجہ سے وہ شئی تو اس پر حرام نہ ہوگی اور اس کے لئے اس کا استعمال جائز اور حلال ہوگا، البتہ اگر اس حرام کی ہوئی چیز کو استعمال کرے تو کفارۂ قسم ادا کرنا ہوگا۔(۴)

قسم کھانے والے کی نیت کا اعتبار ہوگا یا کھلانے والے کی؟

قسم اور یمین کے سلسلہ میں ایک اہم مسئلہ یہ ہے کہ اگر ایک شخص نے دوسرے شخص سے قسم کھلائی خواہ اپنے طور پر یا قاضی کے واسطے سے، قسم کھانے والا ظاہری معنی مراد لینے کے بجائے ایسا معنی مراد لے جو قسم کھلانے والا کے منشاء کے خلاف ہو، جیسے چھت کہے اور آسمان مراد لے، فرش سے زمین اور لباس سے رات مراد لے تو کیا قسم کھانے والے کی نیت معتبر ہوگی؟ اس سلسلہ میں فقہاء نے تفصیل کی ہے، اگر قسم کھانے والا ظالم ہے اور قسم لینے والا مظلوم تو قسم لینے والے کی نیت کا اعتبار ہوگا تا کہ اس کی داد رسی ہو سکے، چنانچہ حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ قسم میں قسم کھلانے والے کی نیت معتبر ہوگی، **الیمین علی نیۃ المستحلف**(۵) یہی امام ابو حنیفہؒ سے منقول ہے(۶) اور ابن قدامہؒ نے یہی قول امام شافعیؒ اور امام احمدؒ کا نقل کیا ہے، اور لکھا ہے کہ ہمیں اس میں کسی کا اختلاف معلوم نہیں۔(۷)

دوسری صورت یہ ہے کہ قسم لینے والا ظالم ہو اور قسم کھانے والا مظلوم، ایسی صورت میں قسم کھانے والے کی نیت معتبر ہوگی(۸) — تیسری صورت یہ ہے کہ قسم کھانے والا نہ ظالم ہے اور نہ مظلوم، امام احمدؒ سے نقل کیا گیا ہے کہ اس صورت میں بھی قسم کھانے والے کی نیت معتبر ہوگی، ابن قدامہ کہتے ہیں کہ یہی رائے امام شافعیؒ کی ہے اور اس مسئلہ میں کسی فقیہ کا اختلاف ہمارے علم میں نہیں۔(۹)

تاہم علامہ کاسانی نے ایک اہم بات پر متنبہ فرمایا ہے کہ قسم کھانے والے کی نیت کے معتبر ہونے اور نہ ہونے کا تعلق اس قسم سے ہے جو زمانہ گذشتہ سے متعلق ہو، اگر مستقبل سے متعلق قسم کھائی جائے تو قسم کھانے والے کی نیت معتبر ہوگی، اس لئے کہ وہ اس یمین کا عاقد ہے، اور کوئی بھی عقد عاقد ہی کی نیت سے متعلق ہوتا ہے۔(۱۰) (قاضی کے لزوم سے قسم لینے کے سلسلہ میں ملاحظہ ہو:

---

(۱) فتح القدیر ۴۲۵

(۲) ہدایہ مع الفتح ۴۲۵، در مختار ۳/۹۱

(۳) در مختار ۳/۹۱

(۴) ہدایہ مع الفتح ۳/۸۰

(۵) مسلم عن ابی ہریرہ، حدیث نمبر ۴۲۸۳

(۶) بدائع الصنائع ۳/۲۰

(۷) المغنی ۹/۴۲۱

(۸) بدائع الصنائع ۳/۲۰، المغنی ۹/۴۲۱

(۹) المغنی ۹/۴۲۱

(۱۰) بدائع الصنائع ۳/۲۱

"متحرک اور تحول"(۱)۔

یوم

"دن" کے لئے عربی زبان میں دو الفاظ استعمال کئے جاتے ہیں، ان میں سے "نہار" کا لفظ عام طور پر دن کی سفیدی کے لئے بولا جاتا ہے، اور یوم کا لفظ بھی اسی معنی میں اور کبھی مطلق وقت کے معنی میں، ویسے مشہور یہ ہے کہ یوم صبح صادق کے طلوع ہونے سے غروب آفتاب تک کا وقت ہے اور نہار سورج نکلنے سے سورج ڈوبنے تک کا وقت، اس پر تو اتفاق ہے کہ یوم کا لفظ کبھی خاص دن کے معنی میں بولا جاتا ہے اور کبھی مطلق وقت کے معنی میں، لیکن اس میں اختلاف ہے کہ کیا یہ لفظ ان دونوں معنوں کے درمیان مشترک ہے، اور یہ دونوں ہی معنی اس کے حقیقی معنی ہیں یا حقیقی معنی دن ہے اور مجازاً مطلق وقت کے لئے بھی بول دیا جاتا ہے؟ چونکہ عربی زبان میں کسی لفظ کا دو معنوں میں مشترک ہونا خلاف اصل سمجھا گیا ہے، اس لئے زیادہ صحیح یہ ہے کہ مطلق وقت کے معنی کو مجازی قرار دیا جائے۔

اگر یوم کے ساتھ کوئی ایسا فعل ذکر کیا جائے جو اس بات کا تقاضہ کرتا ہو کہ یہاں اس سے مطلق وقت کا معنی مراد لیا جائے یا دن کا، تو پھر اسی قرینہ کے مطابق یوم کا معنی متعین ہوگا، لیکن اگر اس کے معنی متعین کرنے کے لئے کوئی خاص قرینہ موجود نہ ہو تو پھر اصولیین نے ایک قاعدہ مقرر کیا ہے کہ اگر اس کی نسبت فعل ممتد کی طرف ہو تو اس سے خاص دن کا معنی مراد ہوگا، اور اگر فعل غیر ممتد کی طرف ہو تو مطلق وقت کے معنی ہوں گے، فعل ممتد سے مراد ایسا فعل ہے جس کی کوئی مدت متعین کی جاسکے، جیسے چلنا، دوڑنا، روزہ رکھنا وغیرہ، اور غیر ممتد سے ایسے افعال مراد ہیں جس کی انجام دہی میں کوئی مدت صرف نہ ہوتی ہو، اور اسی لئے اس کے لئے کوئی مدت بیان کرنا ممکن نہ ہو جیسے طلاق، عقد نکاح وغیرہ، مثلاً کہا جائے: انت طالق یوم اتزوجک، تجھے طلاق جس دن میں تجھ سے نکاح کروں، یہاں یوم مطلق وقت کے معنی میں ہوگا، لہذا اگر رات میں بھی نکاح کرے تو طلاق واقع ہو جائے گی، اور اگر کہے "امرک بیدک یوم یقدم فلان" یعنی جس دن فلاں شخص آئے تجھے اپنے اوپر طلاق واقع کرنے کا اختیار ہوگا، یہاں "یوم" خاص دن کے معنی میں ہے، اگر مذکورہ شخص رات میں آئے تو عورت کو اپنے اوپر طلاق واقع کرنے کا اختیار حاصل نہ ہوگا۔

ایک اہم مسئلہ یہ ہے کہ یوم سے متعلق دو فعل ذکر کئے جاتے ہیں، ایک وہ فعل جو یوم کے بعد آتا ہے اور اسی کا مضاف الیہ ہوتا ہے، دوسرا وہ فعل جو یوم سے پہلے آتا ہے اور یوم کی حیثیت اس کے لئے ظرف کی ہوتی ہے، جیسے انت طالق یوم اتزوجک، اس میں یوم سے پہلے طلاق کا ذکر ہے، یوم اس کا ظرف ہے، اور "تزوج" جو یوم کے بعد مذکور ہے اس کا مضاف الیہ ہے، اب اگر یہ دونوں فعل ممتد ہوں تو ظاہر ہے کہ دن کے معنی مراد ہوں گے، اور دونوں غیر ممتد ہوں تو مطلق وقت کا معنی مراد ہوگا، لیکن اگر دونوں میں سے ایک ممتد اور دوسرا غیر ممتد ہو تو یوم کے معنی کس کی رعایت میں متعین ہوں گے؟ اس سلسلہ میں راجح یہ ہے کہ مظروف کا اعتبار ہوگا، یعنی اگر مظروف ممتد ہو تو دن کے معنی ہوں گے اور غیر ممتد ہو تو مطلق وقت کے معنی ہوں گے(۱)۔

* * *

---

(۱) [illegible]

فہرست مراجع

تفسیر و علوم قرآنیات

نمبر شمار	نام کتاب	نام مصنف	المتوفی
۱	احکام القرآن للجصاص	ابوبکر جصاص رازی	۳۷۰ھ
۲	احکام القرآن لابن عربی	ابوبکر محمد بن عبد اللہ ابن عربی	۵۴۳ھ
۳	احکام القرآن	زیر نگرانی حضرت مولانا اشرف علی تھانوی	
۴	الاتقان فی علوم القرآن	امام جلال الدین سیوطی	۹۱۱ھ
۵	اصول التفسیر	ابن تیمیہ	
۶	اضواء البیان	محمد امین بن محمد مختار شنقیطی	
۷	بیضاوی	قاضی ناصر الدین بیضاوی	۶۸۵ھ
۸	البرہان فی علوم القرآن	امام بدر الدین زرکشی	۷۹۴ھ
۹	التفسیر المنیر	ڈاکٹر وہبہ زحیلی حفظہ اللہ	
۱۰	تفسیر ابن کثیر	شیخ محمد علی صابونی	۷۷۴ھ
۱۱	تفسیر کبیر	علامہ فخر الدین رازی	۶۰۶ھ
۱۲	تفسیر مظہری	علامہ قاضی ثناء اللہ پانی پتی	۱۲۲۵ھ
۱۳	تفسیر طبری	محمد بن جریر طبری	۳۱۰ھ
۱۴	ترجمان القرآن	مولانا ابوالکلام آزاد	
۱۵	الجامع لاحکام القرآن	ابوعبد اللہ قرطبی	۶۷۱ھ
۱۶	حاشیہ صاوی	شیخ احمد صاوی مالکی	
۱۷	الدر المنثور	علامہ جلال الدین سیوطی	۹۱۱ھ
۱۸	روائع البیان	شیخ محمد علی صابونی	۷۷۴ھ

۱۹	روح المعانی	علامہ محمود آلوسی	۱۲۷۰ھ
۲۰	شیخ زادہ	محی الدین شیخ زادہ	
۲۱	صفوۃ التفاسیر	شیخ محمد علی صابونی	[illegible]
۲۲	الفلسفۃ القرآنیۃ	شیخ محمد علی صابونی	[illegible]
۲۳	الفوز الکبیر	شاہ ولی اللہ محدث دہلوی	۱۱۷۶ھ
۲۴	المنار	علامہ محمد رشید رضا	۱۳۳۵ھ
۲۵	مدارک التنزیل	ابو عبد اللہ نسفی	۷۱۰ھ
۲۶	معالم التنزیل	ابو محمد حسین بن مسعود بغوی	۵۱۶ھ
۲۷	مختصر تفسیر ابن کثیر	شیخ محمد علی صابونی	[illegible]

حدیث و اصول حدیث

۲۸	معارف القرآن	مفتی محمد شفیع صاحب	
۲۹	کشاف	علامہ جار اللہ زمخشری	۵۳۸ھ
۱	اتحاف السادۃ المتقین	ابو الفیض محمد بن محمد الحسینی الشہیر بمرتضی الزبیدی	
۲	ارشاد الساری	علی بن احمد بن علی قسطلانی	
۳	ابن ماجہ	محمد بن یزید ربعی قزوینی ابن ماجہ	۲۷۳ھ
۴	ابو داؤد	ابو داؤد سلیمان بن اشعث	۲۷۵ھ
۵	الادب المفرد	ابو عبد اللہ محمد بن اسماعیل بخاری	۲۵۶ھ
۶	الفیۃ مصطلح الحدیث	عبد الرحیم بن الحسین عراقی	۸۰۶ھ
۷	آثار السنن	محمد بن علی نیموی	
۸	انجاح الحاجۃ علی ابن ماجہ	علامہ عبد الغنی دہلوی	
۹	المغنی عن حمل الاسفار فی الاسفار	علامہ ابو الفضل عبد الرحیم حسینی عراقی	۸۰۶ھ
۱۰	احیاء علوم الدین	ابو حامد محمد بن محمد غزالی	۵۰۵ھ
۱۱	اشعۃ اللمعات	عبد الحق ابن سیف الدین دہلوی	۱۰۵۲ھ
۱۲	اوجز المسالک	شیخ الحدیث محمد زکریا سہارنپوری	

۱۳	بذل المجہود	خلیل احمد سہارنپوری	۱۳۴۶ھ
۱۴	بخاری	ابو عبد اللہ محمد بن اسماعیل بخاری	۲۵۶ھ
۱۵	بلوغ الامانی علی الفتح الربانی	احمد عبد الرحمن البنا	
۱۶	التعلیق الصبیح	مولانا محمد ادریس کاندھلوی	
۱۷	تذکرۃ الموضوعات	جلال الدین عبد الرحمن بن ابی بکر سیوطی	
۱۸	التقیید والایضاح (شرح مقدمہ ابن صلاح)	زین الدین عبد الرحیم بن حسین عراقی	
۱۹	تدریب الراوی	جلال الدین عبد الرحمن بن ابی بکر سیوطی	۹۱۱ھ
۲۰	تخریج الکواکب	ابن فرحون مالکی	
۲۱	تذکرۃ الحفاظ	ابو عبد اللہ محمد بن احمد ذہبی	۷۴۸ھ
۲۲	تلخیص الحبیر	احمد بن علی بن محمد ابن حجر عسقلانی	۸۵۲ھ
۲۳	الترغیب والترہیب	ابو محمد عبد العظیم بن عبد القوی منذری	۶۵۶ھ
۲۴	تعلیق الاعظمی علی ابن ماجہ	ڈاکٹر محمد مصطفی اعظمی	
۲۵	سنن ترمذی	ابو عیسی محمد بن عیسی ترمذی	۳۰۳ھ
۲۶	تہذیب التہذیب	احمد بن علی ابن حجر عسقلانی	۸۵۲ھ
۲۷	جمع الوسائل		
۲۸	الجوہر النقی الرد علی البیہقی	علی بن عثمان بن ترکمانی	۷۵۰ھ
۲۹	الجامع الصغیر	محمد عبد الرؤف بن تاج العارفین مناوی	۱۰۳۱ھ
۳۰	جامع مسانید ابی حنیفہ	ابو المؤید محمد بن محمود خوارزمی	۶۶۵ھ
۳۱	الاجوبۃ الفاضلۃ	محمد عبد الحی لکھنوی	
۳۲	جامع العلوم والحکم	زین الدین ابو الفرج عبد الرحمن بن احمد حنبلی	۷۹۵ھ
۳۳	جامع الاصول	امام مجد الدین ابو السعادات المبارک بن محمد ابن اثیر جزری	۶۰۶ھ
۳۴	جمع الفوائد	محمد بن محمد بن سلیمان الرودانی مغربی	۱۰۹۴ھ
۳۵	تعلیقات عبد القدوس بن محمد بن نذیر علی مجمع البحرین	عبد القدوس بن محمد نذیر	
۳۶	مسند دیلمی	شیرویہ بن شہردار دیلمی	۵۰۹ھ

۳۷	سنن دار قطنی	ابو الحسن علی بن عمر دار قطنی	۳۸۵ھ
۳۸	الدر المنثور	جلال الدین عبد الرحمن بن ابی بکر سیوطی	۹۱۱ھ
۳۹	الدرایہ فی تخریج احادیث الہدایہ	احمد بن علی بن حجر عسقلانی	۸۵۲ھ
۴۰	الرسالۃ	امام محمد بن ادریس شافعی	۲۰۴ھ
۴۱	الرفع والتکمیل	امام ابو الحسنات محمد عبد الحی لکھنوی	۱۳۰۴ھ
۴۲	ریاض الصالحین	ابو زکریا یحییٰ بن شرف نووی	۶۷۶ھ
۴۳	سنن الدارمی	ابو محمد عبد اللہ بن عبد الرحمن دارمی	۲۵۵ھ
۴۴	سلسلۃ الاحادیث الصحیحۃ	ناصر الدین البانی	۱۴ھ
۴۵	سنن بیہقی	ابوبکر احمد بن الحسین بیہقی	۴۵۸ھ
۴۶	سبل السلام	محمد بن اسماعیل یمنی صنعانی	۱۱۸۲ھ
۴۷	شرح الزرقانی علی الموطا	ابو عبد اللہ محمد بن عبد الباقی زرقانی	۱۱۲۲ھ
۴۸	شرح معانی الآثار	ابو جعفر احمد بن محمد الازدی طحاوی	۳۲۱ھ
۴۹	شرح نووی علی صحیح مسلم	یحییٰ بن شرف نووی	۶۷۶ھ
۵۰	شرح السنۃ	ابو محمد حسین بن مسعود بغوی	۵۱۶ھ
۵۱	شمائل ترمذی	ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی	۲۷۹ھ
۵۲	صحیح ابن خزیمہ	ابوبکر محمد بن اسحاق بن خزیمہ	۳۱۱ھ
۵۳	صحیح ابن حبان	امام محمد بن حبان بن احمد	
۵۴	طبرانی (معجم اوسط وصغیر)	سلیمان بن احمد طبرانی	۳۶۰ھ
۵۵	الطب فی السنۃ	ابو محمد جعفر مستغفری	۳۹۹ھ
۵۶	ظفر الامانی	محمد عبد الحی لکھنوی	۱۳۰۴ھ
۵۷	عارضۃ الاحوذی	ابوبکر محمد بن عبد اللہ المعروف بابن العربی مالکی	۵۴۳ھ
۵۸	علوم الحدیث ومصطلحہ	صبحی صالح	
۵۹	العرف الشذی	علامہ محمد انور شاہ کشمیری	۱۳۵۲ھ

۶۰	عون المعبود	ابو الطیب محمد شمس الحق عظیم آبادی	
۶۱	عمدة القاری	علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی	۸۵۵ھ
۶۲	غریب الحدیث	عبد اللہ بن مسلم بن قتیبہ	۲۷۶ھ
۶۳	فتح الباری	احمد بن علی بن حجر عسقلانی	۸۵۲ھ
۶۴	فتح المغیث	ابو عبد اللہ محمد بن عبد الرحمن سخاوی	۹۰۲ھ
۶۵	الفتح الکبیر	امام جلال الدین عبد الرحمن بن ابی بکر سیوطی	۹۱۱ھ
۶۶	فیض الباری	علامہ محمد انور شاہ کشمیری	۱۳۵۲ھ
۶۷	الفتح الربانی	علامہ احمد عبد الرحمن البناء	
۶۸	الفوائد المجموعة	محمد بن علی شوکانی	۱۲۵۰ھ
۶۹	فضائل رمضان لابن ابی الدنیا	عبد اللہ بن محمد بن عبید بن سفیان	
۷۰	فقہ السنة	شیخ سید سابق	
۷۱	فیض القدیر	محمد عبد الرؤف مناوی	
۷۲	قواعد التحدیث	محمد جمال الدین قاسمی	۱۳۳۲ھ
۷۳	قواعد فی علوم الحدیث	علامہ ظفر احمد عثمانی تھانوی	۱۳۹۴ھ
۷۴	قفو الاثر	رضی الدین محمد بن ابراہیم حلبی	۹۷۱ھ
۷۵	القول البدیع	محمد بن عبد الرحمن سخاوی	۹۰۲ھ
۷۶	کشف الغمہ	محمد بن علوی بن عباس مالکی	
۷۷	کتاب الاعتبار	ابو بکر محمد بن موسیٰ بن عثمان بن حازم	۵۸۴ھ
۷۸	کنز العمال	علاء الدین علی متقی بن حسام الدین ہندی	
۷۹	الکوکب الدری	ابو العباس احمد بن سعد الجلیلی	۵۰۳ھ
۸۰	کتاب الکفایة فی علم الروایة	احمد بن علی الخطیب بغدادی	
۸۱	کراہیة الاتکاء فی الصلوٰة	احمد بن علی الخطیب بغدادی	

۸۳	موطا امام محمد	محمد بن حسن شیبانی	۱۸۹ھ
۸۴	موطا امام مالک	امام مالک بن انس	۱۷۹ھ-۷۹۵ء
۸۵	مسند احمد	امام احمد بن محمد بن حنبل	۲۴۱ھ
۸۶	مجمع الزوائد	نور الدین بن ابی بکر الہیثمی	۸۰۷ھ
۸۷	مستدرک حاکم	محمد بن عبد اللہ حاکم نیسابوری	
۸۸	المنتقی من احادیث سید الاخیار	مجد الدین عبد السلام بن تیمیہ	
۸۹	مصنف ابن ابی شیبہ	ابو بکر عبد اللہ بن محمد بن ابی شیبہ	۲۳۵ھ
۹۰	مرقاۃ المفاتیح	علی بن سلطان محمد قاری	۱۰۱۴ھ
۹۱	مقدمہ ابن صلاح	ابو عمرو عثمان بن عبد الرحمن شہرزوری	۶۴۳ھ
۹۲	معارف السنن	شیخ محمد یوسف حسینی بنوری	
۹۳	مصنف عبد الرزاق	ابو بکر عبد الرزاق بن ہمام صنعانی	۲۱۱ھ
۹۴	مشکل الآثار	ابو جعفر احمد بن محمد بن سلامہ طحاوی	۳۲۱ھ
۹۵	مراسیل ابی داؤد	ابو داؤد سلیمان بن الاشعث سجستانی	۲۷۵ھ
۹۶	موارد الظمآن	نور الدین علی بن ابی بکر الہیثمی	۸۰۷ھ
۹۷	مجمع البحرین	نور الدین علی بن ابی بکر ہیثمی	//
۹۸	مشکوٰۃ المصابیح	ابو عبد اللہ محمد بن عبد اللہ خطیب تبریزی	
۹۹	المواہب اللدنیہ	علی بن احمد بن علی قسطلانی	
۱۰۰	معرفۃ علوم الحدیث	امام حاکم ابو عبد اللہ بن عبد اللہ نیسابوری	۴۰۵ھ
۱۰۱	المنخول	امام ابو حامد محمد بن محمد غزالی	۵۰۵ھ
۱۰۲	المنہل العذب المورود	محمود محمد خطاب سبکی	
۱۰۳	مرویات الحسن فی السنۃ	باسم فیصل الجوابرۃ	
۱۰۴	المعتصر من المختصر	ابو المحاسن یوسف بن موسیٰ مالکی	۸۰۳ھ
۱۰۵	مسند الشافعی	امام محمد بن ادریس شافعی	۲۰۴ھ

۱۰۶	المسوی شرح الموطا	امام ولی اللہ دہلوی	۱۱۷۶ھ
۱۰۷	النتف	علی بن حسین بن علی سغدی	
۱۰۸	نزہۃ النظر	حافظ ابن حجر عسقلانی	۸۵۲ھ
۱۰۹	نیل الاوطار	محمد بن علی بن محمد شوکانی	
۱۱۰	نسائی (سنن)	ابو عبد الرحمن احمد بن شعیب نسائی	۳۰۳ھ
۱۱۱	نصب الرایہ	جمال الدین ابو محمد عبد اللہ بن یوسف زیلعی	۷۶۲ھ
۱۱۲	النہایہ	مجد الدین ابو السعادات المبارک بن محمد بن الاثیر جزری	۶۰۶ھ
۱۰۳	الوثائق السیاسیہ	ڈاکٹر محمد حمید اللہ	

اصول و قواعد فقہ

۱	اثر الادلۃ المختلف فیہا فی الفقہ الاسلامی	ڈاکٹر مصطفیٰ دیب البغاء	
۲	الاعتصام	ابو اسحاق ابراہیم بن موسیٰ شاطبی	۷۹۰ھ
۳	الاحکام لابن حزم مع تحقیق شیخ شاکر	ابو محمد علی بن احمد بن حزم ظاہری	۴۵۶ھ
۴	ادب المفتی	ابو عمرو عثمان بن عبد الرحمن المعروف بابن الصلاح	۶۴۳ھ
۵	الاستصلاح	شیخ مصطفیٰ زرقاء	
۶	اصول الفقہ الاسلامی	طٰہٰ جابر علوانی	
۷	الاحکام للآمدی	ابو علی بن محمد آمدی	۶۳۱ھ
۸	الاجتہاد فیما لا نص فیہ	ڈاکٹر طیب خضری سید	
۹	الاحکام فی اصول الاحکام	ابو علی بن محمد آمدی	۶۳۱ھ
۱۰	اعلام الموقعین	ابن قیم الجوزیہ	۷۵۱ھ
۱	البحر المحیط	ابو بکر محمد بن احمد سرخسی	۴۸۳ھ
۱۲	تخریج الفروع علی الاصول	شہاب الدین زنجانی	
۱۳	التقریر والتحبیر	علامہ محقق ابن امیر الحاج حلبی	۸۷۹ھ
۱۴	ارشاد الفحول	محمد بن علی بن محمد شوکانی	۱۲۵۰ھ

۱۵	حصول المأمول	نواب محمد صدیق حسن خان	
۱۶	شرح اسنوی علی التحریر	امام جمال الدین عبد الرحیم اسنوی	۷۷۲ھ
۱۷	شرح عقود رسم المفتی	علامہ محمد امین المعروف بابن عابدین	۱۲۵۲ھ
۱۸	ضوابط المصلحۃ	ڈاکٹر محمد سعید رمضان بوطی	
۱۹	العدۃ	محمد بن الحسین الفراء ابو یعلی حنبلی	۴۵۸ھ
۲۰	عقد الجید	شاہ ولی اللہ محدث دہلوی	۱۱۷۶ھ
۲۱	الفتوی نشأتها وتطورها	ڈاکٹر حسین محمد الملاح	
۲۲	الفوائد الجنیہ		
۲۳	قواعد الفقہ	ابو الفرج عبد الرحمن بن رجب حنبلی	۷۹۵ھ
۲۴	قواعد الفقہ	مفتی محمد عمیم الاحسان مجددی	
۲۵	منہاج الوصول	قاضی ناصر الدین بیضاوی	۶۸۵ھ
۲۶	المدخل لدراسۃ الشریعۃ الاسلامیۃ		
۲۷	الموافقات	ابو اسحاق شاطبی	۷۹۰ھ
۲۸	المحصول	فخر الدین محمد بن عمر بن حسین رازی	۶۰۶ھ
۲۹	مسلم الثبوت	ملا محب اللہ بن عبد الشکور	
۳۰	مختصر ابن حاجب	ابن حاجب مالکی	
۳۱	نظریۃ الفقہ ومصادر التشریع الاسلامی		
۳۲	نہایۃ السول	امام جمال الدین عبد الرحیم اسنوی	۷۷۲ھ
۳۳	الواضح فی الفقہ	ابو الوفاء علی بن ابی عقیل بن محمد	۵۱۳ھ
۳۴	الاشباہ والنظائر	علامہ زین الدین بن ابراہیم المعروف ابن نجیم حنفی	۹۷۰ھ
۳۵	الاشباہ والنظائر	جلال الدین سیوطی	۹۱۱ھ
۳۶	اصول السرخسی	امام ابو بکر محمد بن احمد بن ابی سہل سرخسی	۴۹۰ھ

۳۶	اصول السرخسی	امام ابو بکر محمد بن احمد بن ابی سہل سرخسی	۴۹۰ھ
۳۷	اصول الفقہ	محمد ابو زہرہ	
۳۸	اصول الفقہ الاسلامی	ڈاکٹر وہبہ زحیلی حفظہ اللہ	
۳۹	اصول بزدوی	امام فخر الاسلام علی بن محمد بزدوی حنفی	۴۸۲ھ
۴۰	اصول کرخی	امام ابو الحسن کرخی	۳۴۰ھ
۴۱	الفصول فی احکام الاصول	امام ابو بکر جصاص رازی	
۴۲	اصول الشاشی	شیخ نظام الدین شاشی	۳۴۴ھ
۴۳	آسان اصول فقہ	مولانا خالد سیف اللہ رحمانی	
۴۴	اصول الفقہ	شیخ محمد خضری بک	
۴۵	التوضیح والتلویح	علامہ عبد الحکیم سیالکوٹی (محشی)	
۴۶	تیسیر التحریر	شیخ محمد امین بادشاہ	۹۷۸ھ
۴۷	تقویم الادلۃ	قاضی ابو زید عبید اللہ حنفی	۴۳۰ھ
۴۸	تاسیس النظر	امام ابو زید عبید اللہ بن عمر ابن عیسیٰ دبوسی حنفی	۴۳۲ھ
۴۹	التوشیح	شہاب الدین احمد بن احمد الطوری شرنبی	۱۰۶۹ھ
۵۰	التحریر فی اصول الفقہ	علامہ ابن ہمام و ابن امیر الحاج شمس الدین ابی عبد اللہ	
۵۱	تنقیح الفصول	شہاب الدین ابو العباس احمد بن ادریس المعروف بالقرافی	۶۸۴ھ
۵۲	تخریج الفروع علی الاصول	امام شہاب الدین محمود بن احمد زنجانی	۶۵۶ھ
۵۳	جمہرۃ قواعد الفقہ	ڈاکٹر علی احمد ندوی	
۵۴	حاشیۃ المنخول	ڈاکٹر محمد حسن ہیتو	
۵۵	حصول المامول من علم الاصول	امام محمد صدیق حسن خان	
۵۶	شرح مختصر الروضۃ	نجم الدین ابو الربیع سلیمان بن عبد القوی بن عبد الکریم ابن سعید طوفی	۷۱۶ھ
۵۷	علم اصول الفقہ	ڈاکٹر عبد الوہاب خلاف	

۵۸	غمز عیون البصائر	علامہ شیخ سید احمد بن محمد حموی مصری	۱۰۹۸ھ
۵۹	فواتح الرحموت	علامہ عبد العلی محمد بن نظام الدین انصاری	
۶۰	فصول البدائع فی اصول الشرائع	شمس الدین محمد بن حمزہ فناری	۸۳۴ھ
۶۱	الفروق	علامہ شہاب الدین ابو العباس احمد بن ادریس المشہور بالقرافی	
۶۲	قواعد ابن رجب	ابو الفرج زین الدین عبد الرحمن بن رجب حنبلی	
۶۳	قمر الاقمار حاشیہ نور الانوار	محمد عبد الحلیم بن محمد امین لکھنوی	۱۲۸۵ھ
۶۴	قواعد الاحکام	عز الدین عبد العزیز بن عبد السلام سلمی	
۶۵	کشف الاسرار	امام علاء الدین عبد العزیز بن احمد بخاری	
۶۶	کتاب اصول الدین	شیخ امام ابو منصور عبد القاہر بن طاہر بغدادی شافعی	۴۲۹ھ
۶۷	المدخل الفقہی العام	ڈاکٹر مصطفیٰ احمد زرقاء	
۶۸	المستصفیٰ	امام ابو حامد محمد بن محمد غزالی	۵۰۵ھ
۶۹	المنثور فی القواعد	علامہ بدر الدین محمد بن بہادر زرکشی	۷۹۴ھ
۷۰	المعتمد فی اصول الفقہ	علامہ ابو الحسین محمد بن علی بصری معتزلی	۴۳۶ھ
۷۱	منہاج الاصول مع تحقیق سلیم شعبانیہ		
۷۲	مختصر الاصول	ابن حاجب مالکی	
۷۳	مقدمۃ المجموع	امام ابو زکریا محیی الدین بن شرف النووی	
۷۴	منتہی الوصول والامل	جمال الدین ابو عمرو عثمان بن عمر بن ابی بکر المعروف بابن حاجب	۶۴۶ھ
۷۵	مذکرۃ فی اصول الفقہ	محمد امین بن محمد مختار شنقیطی	۱۳۹۳ھ
۷۶	نور الانوار	حافظ شیخ احمد المعروف بملا جیون	۱۱۳۰ھ
۷۷	الوجیز	ڈاکٹر عبد الکریم زیدان	

فقہ حنفی

۱	اسلام کا نظام عشر و زکوٰۃ	مولانا خالد سیف اللہ رحمانی	
۲	اسلام اور جدید معاشرتی مسائل	مولانا خالد سیف اللہ رحمانی	

۳	اسلامی عدالت	قاضی مجاہد الاسلام قاسمی	
۴	امداد الفتاویٰ	مولانا اشرف علی تھانوی	۱۳۶۲ھ
۵	بدائع الصنائع	امام ابوبکر بن مسعود کاسانی	۵۸۷ھ
۶	البحر الرائق	شیخ زین الدین ابن نجیم مصری	۹۷۰ھ
۷	تبیین الحقائق	علامہ جمال الدین زیلعی	۷۴۳ھ
۸	تحفۃ الصوفیہ	سید شاہ احمد علی صوفی قادری	
۹	تحفۃ الفقہاء	شیخ علاء الدین سمرقندی	۵۳۹ھ
۱۰	جواہر الفقہ	مفتی محمد شفیع صاحبؒ	
۱۱	جامع الرموز	علامہ قہستانی	
۱۲	الجامع الصغیر	امام محمد بن حسن شیبانی	۱۸۹ھ
۱۳	الجوہرۃ النیرۃ	شیخ ابوبکر بن علی حدادی	۸۰۰ھ
۱۴	حاشیہ سعدی چلپی	علامہ سعد اللہ بن عیسیٰ (سعدی چلپی)	۹۴۵ھ
۱۵	حوادث الفتاویٰ	مولانا اشرف علی تھانوی	۱۳۶۲ھ
۱۶	الحیلۃ الناجزۃ	مولانا اشرف علی تھانوی	۱۳۶۲ھ
۱۷	خلاصۃ الفتاویٰ	علامہ عبد الرشید طاہر بخاری	
۱۸	درمختار	علامہ علاء الدین حصکفی	۱۰۸۸ھ
۱۹	رد المحتار	علامہ محمد امین ابن عابدین شامی	۱۲۵۲ھ
۲۰	رسائل ابن عابدین	علامہ محمد امین ابن عابدین شامی	۱۲۵۲ھ
۲۱	السعایہ علی شرح الوقایہ	علامہ عبد الحی لکھنوی	۱۳۰۴ھ
۲۲	سراجی فی المیراث	شیخ سراج الدین سجاوندی	۸۰۰ھ
۲۳	السراج المنیر شرح الجامع الصغیر		
۲۴	شرح السیر الکبیر	محمد بن ابی سہل سرخسی	۴۹۰ھ
۲۵	طحطاوی علی مراقی الفلاح	علامہ احمد بن محمد طحطاوی	۱۲۳۱ھ

۲۶	عمدۃ الرعایہ	علامہ عبد الحی لکھنوی	۱۳۰۴ھ
۲۷	عنایہ علی ہامش فتح القدیر	علامہ اکمل الدین بابرتی	۷۸۶ھ
۲۸	فتاویٰ بزازیہ	شیخ محمد بن محمد کردری ابن البزاز	۸۲۷ھ
۲۹	فتاویٰ تاتارخانیہ	علامہ عالم بن علاء انصاری	۷۸۶ھ
۳۰	فتاویٰ حمادیہ	شیخ رکن الدین ابن حسام الدین ناگوری	
۳۱	فتاویٰ دار العلوم	مفتی عزیز الرحمن عثمانی	
۳۲	فتاویٰ رشیدیہ	مولانا رشید احمد گنگوہی	
۳۳	فتاویٰ سراجیہ	سراج الدین الاوشی	۸۲۹ھ
۳۴	فتاویٰ عزیزیہ	شاہ عبد العزیز بن شاہ ولی اللہ دہلوی	۱۲۳۹ھ
۳۵	فتاویٰ غیاثیہ	شیخ داؤد بن یوسف	
۳۶	فتاویٰ قاضی خان	علامہ حسن بن منصور اوزجندی	۵۹۲ھ
۳۷	فتاویٰ ہندیہ	ترتیب: علماء ہند کی ایک جماعت	۱۰۹۲ھ
۳۸	فتح القدیر	علامہ کمال الدین ابن الہمام	۸۶۱ھ
۳۹	قدوری	علامہ احمد بن محمد بغدادی	۴۲۸ھ
۴۰	کبیری	شیخ ابراہیم حلبی	۹۵۶ھ
۴۱	کتاب الحظر والاباحۃ	مولانا عبد الصمد رحمانی	
۴۲	کتاب الفسخ والتفریق	مولانا عبد الصمد رحمانی	
۴۳	الکفایہ علی الہدایہ	علامہ جلال الدین خوارزمی	
۴۴	کفایت المفتی	مفتی محمد کفایت اللہ دہلوی	۱۳۷۲ھ
۴۵	کشف الحقائق	ابوبکر عبد الحکیم بن احمد مکی	
۴۶	مجموعہ کلیات	مولانا فتح محمد لکھنوی	
۴۷	کتاب الخراج	امام ابو یوسف یعقوب بن ابراہیم	۱۸۲ھ
۴۸	کتاب الاصل	امام محمد بن الحسن شیبانی	۱۸۹ھ

۴۹	مالابد منہ (فارسی)	قاضی ثناء اللہ پانی پتی	۱۲۲۵ھ
۵۰	المبسوط	ابو بکر محمد بن احمد سرخسی	۴۸۳ھ
۵۱	مختارات النوازل	برہان الدین علی مرغینانی	۵۹۳ھ
۵۲	مختصر الطحاوی	امام احمد بن محمد طحاوی	۳۲۱ھ
۵۳	مجلۃ الاحکام العدلیۃ	مرتب: خلافت عثمانیہ ترکی	
۵۴	مجلۃ البحوث الاسلامیۃ	رئاسۃ البحوث العلمیۃ والافتاء	
۵۵	مراقی الفلاح	علامہ حسن بن عمار شرنبلالی	۱۰۶۹ھ
۵۶	ملتقی الابحر	شیخ ابراہیم بن محمد حلبی	۹۵۱ھ
۵۷	معین الحکام	علامہ علاء الدین علی طرابلسی	۸۴۴ھ
۵۸	منحۃ الخالق علی البحر الرائق	علامہ محمد امین ابن عابدین شامی	۱۲۵۲ھ
۵۹	منتخبات نظام الفتاوی	نظام الدین اعظمی	
۶۰	المواہب فی احکام المسابقات	مفتی محمد شفیع صاحب	
۶۱	نور الایضاح	علامہ حسن بن عمار شرنبلالی	۱۰۶۹ھ
۶۲	الہدایہ	برہان الدین علی بن ابی بکر مرغینانی	۵۹۳ھ

فقہ مالکی

۱	بلغۃ السالک لاقرب المسالک	شیخ احمد صاوی	
۲	تبصرۃ الحکام	علامہ برہان الدین ابو الوفاء ابراہیم ابن امام شمس الدین ابی عبد اللہ محمد بن فرحون عمری مالکی۔	
۳	الثمر الدانی	شیخ ابن ابی زید قیروانی	
۳	حاشیۃ الدسوقی	شیخ محمد بن احمد بن عرفہ دسوقی مالکی	۱۲۳۰ھ
۵	حاشیۃ صاوی علی الشرح الصغیر	علامہ شیخ احمد بن محمد صاوی مالکی	
۶	حاشیۃ الخرشی	ابو عبد اللہ محمد بن عبد اللہ بن علی خرشی مالکی	۱۱۰۱ھ
۷	الذخیرۃ	شیخ احمد بن ادریس قرافی	

۸	منح الجلیل علی مختصر الشیخ خلیل	شیخ علیش	
۹	الشرح الصغیر	علامہ ابو البرکات احمد بن محمد بن احمد دردیر	
۱۰	عمدۃ السالک		
۱۱	شرح اسہل المدارک	شیخ ابوبکر کشناوی	
۱۲	القوانین الفقہیہ	شیخ ابن جزی	
۱۳	الکافی فی فقہ اہل المدینۃ المالکی	ابو عمر یوسف بن عبد اللہ بن محمد بن عبد البر النمری القرطبی	
۱۴	لسان الحکام	شیخ ابو الولید ابراہیم بن محمد بن ابی الفضل المعروف بابن شحنہ حنفی	
۱۵	مختصر خلیل	شیخ عبد اللہ محمد بن یوسف المواق	۸۹۷ھ
۱۶	مواہب الجلیل	ابو عبد اللہ محمد بن محمد بن عبد الرحمن حطاب	۹۵۴ھ
۱۷	المدونۃ الکبری	امام مالک بن انس اصبحی	
۱۸	المقدمات الممہدات	ابن رشد	

فقہ شافعی

	الاحکام السلطانیہ	قاضی ابو الحسن ماوردی	
۲	الابتہاج فی شرح المنہاج	علامہ علی بن عبد الکافی سبکی	۷۵۶ھ
۳	تحفۃ المحتاج	شہاب الدین احمد بن حجر ہیتمی	
۴	حاشیہ جمع الجوامع	علامہ شہاب الدین رملی	۹۷۰ھ
۵	حواشی تحفۃ المحتاج	شہاب الدین احمد بن حجر ہیتمی	
۶	الحاوی للفتاوی	شیخ عبد الرحمن بن ابی بکر سیوطی	
۷	شرح المنہاج	شیخ ابو محمد علی بن احمد بن سعید بن حزم	۴۵۶ھ
۸	شرح المہذب (المجموع)	ابو زکریا محیی الدین بن شرف نووی	
۹	فتح العزیز	ابو القاسم عبد الکریم بن محمد رافعی	
۱۰	فتح المعین شرح قرۃ العین	زین الدین بن عبد العزیز ملیباری	۹۸۷ھ
۱۱	فتح الرؤف مع شرح عمدۃ الرضاء	شیخ ابو زکریا یحیی بن شرف نووی	۶۷۶ھ

۱۲	کتاب الام	محمد بن ادریس شافعی	۲۰۴ھ
۱۳	منہاج الطالبین	شیخ ابوزکریا یحییٰ بن شرف نووی	۶۷۶ھ
۱۴	متن ابی شجاع (متن الغایۃ والتقریب)	قاضی ابوشجاع احمد بن حسین بن احمد الاصفہانی الشافعی	۵۹۳ھ
۱۵	المنہاج القویم	ابن حجر مکی	
۱۶	مغنی المحتاج	شیخ محمد الشربینی الخطیب	
۱۷	مختصر المزنی	اسماعیل بن یحییٰ مزنی	
۱۸	المہذب مع تحقیق الزحیلی	علامہ ابو اسحاق شیرازی	
۱۹	نہایۃ المحتاج	شیخ شمس الدین محمد بن ابی العباس احمد بن حمزۃ ابن شہاب رملی	

فقہ حنبلی

۱	الاقناع	موسیٰ بن سالم مقدسی	۸۹۵–۹۶۸ھ
۲	الاختیارات الفقہیۃ لفتاوی ابن تیمیہ	علی بن محمد بعلی	۸۰۳ھ
۳	روضۃ الناظر	ابومحمد عبداللہ بن احمد ابن قدامہ	۶۲۰ھ
۴	الروض المربع	شیخ منصور بن یونس بہوتی	۱۰۵۱ھ
۵	کشاف القناع	علامہ منصور بہوتی	۱۰۵۱ھ
۶	المغنی	احمد بن محمد بن قدامہ مقدسی	۵۴۱–۶۲۰ھ
۷	مجموع الفتاویٰ	شیخ الاسلام احمد بن تیمیہ	۷۲۸ھ
۸	الاحکام السلطانیہ	قاضی ابویعلیٰ محمد بن حسین الفراء حنبلی	

فقہ عام

۱	الاشراف	محمد بن ابراہیم بن منذر	۳۱۸ھ
۲	الاموال المحمیہ فی الشریعۃ الاسلامیہ	عبدالعزیز عامر	
۳	اختلاف الدارین وأثرہ فی احکام المناکحات والمعاملات	دکتور اسماعیل لطفی فطانی	
۴	ادب القاضی	قاضی ابوالحسن ماوردی	
۵	الافصاح	شیخ یحییٰ بن محمد ابن ہبیرہ	

۶	الانصاف فی حکم الاعتکاف		
۷	قواعد الاحکام	محمد بن ابراہیم ابن جماعہ	۷۳۳ھ
۸	تحریر الاحکام لاہل الرشاد	محمد بن ابراہیم ابن جماعہ	۷۳۳ھ
۹	المحرر فی الجدال	[illegible]	
۱۰	التمہید	حافظ ابو عمر ابن عبد البر اندلسی	۴۶۳ھ
۱۱	حلیۃ العلماء	شیخ محمد بن احمد الشاشی القفال	۵۰۷ھ
۱۲	[illegible]	شیخ سید علی بن سلیمان [illegible]	
۱۳	کتاب الاموال	امام ابو عبید قاسم بن سلام	۲۲۴ھ
۱۴	مصادر الحق فی الفقہ الاسلامی	ڈاکٹر عبد الرزاق السنہوری	
۱۵	موسوعۃ فقہ عمر	ڈاکٹر محمد رواس قلعجی	
۱۶	موسوعۃ فقہ علی بن ابی طالب	ڈاکٹر محمد رواس قلعجی	
۱۷	الموسوعۃ الفقہیہ	وزارۃ الاوقاف والشئون الاسلامیہ کویت	
۱۸	المحلی	علی بن احمد بن سعید بن حزم	۴۵۶ھ
۱۹	نظریۃ الضمان	ڈاکٹر محمد بن ابراہیم بن عبد اللہ موسی	
۲۰	[illegible]	[illegible]	

سیرت و تذکرہ

۱	ابو حنیفہ	ابو زہرہ مصری	۱۳۹۴ھ
۲	احمد بن حنبل	ابو زہرہ مصری	"
۳	تہذیب سیر اعلام النبلاء	امام ذہبی	۷۴۸ھ
۴	تبییض الصحیفہ فی مناقب ابی حنیفہ	علامہ جلال الدین سیوطی	
۵	الخصائص الکبری	جلال الدین عبد الرحمن بن ابی بکر سیوطی	۹۱۱ھ
۶	رحمۃ للعالمین	قاضی محمد سلیمان منصورپوری	
۷	زاد المعاد	ابن قیم جوزی	

۸	السیرۃ النبویۃ	محمد ابن ہشام	۲۱۳ یا ۲۱۸ھ
۹	سیرت النبی	علامہ شبلی نعمانی	
۱۰	سیرت حلبیہ	علامہ علی بن برہان الدین حلبی	۱۰۴۴ھ
۱۱	سیرۃ النعمان	علامہ شبلی نعمانی	
۱۲	الشافعی	شیخ ابو زہرہ	۲۳۰ھ
۱۳	الطبقات الکبریٰ	علامہ ابن سعد	
۱۴	طبقات المفسرین (رجال)	احمد بن محمد ادنہ وی	
۱۵	الفاروق	علامہ شبلی نعمانی	
۱۶	مہذب سیرۃ ابن ہشام	عبد السلام ہارون	
۱۷	نزہۃ الفضلاء	امام ذہبی	۷۴۸ھ
۱۸	الروض الانف	عبداللہ ابن احمد بن ابی الحسن	۹۳ھ

تاریخ

۱	البدایۃ والنہایۃ	ابو الفداء اسماعیل ابن کثیر	۷۷۴ھ
۲	تاریخ مذاہب الفقہیۃ		
۳	التاریخ الکامل		
۴	تاریخ بغداد	خطیب بغدادی	۴۶۳ھ
۵	تاریخ مکہ	ابو الولید ازرقی	
۶	تاریخ المدینۃ المنورۃ	ابو محمد عبداللہ بن عبداللہ مرجانی	۷۳۱ھ
۷	تمدن عرب	ڈاکٹر گستاؤلی بان	
۸	التراتیب الاداریۃ	محمد ابن احمد بن عبدالحی کتانی	
۹	تاریخ ما فی الہند	ابو ریحان بیرونی	
۱۰	جزیرۃ العرب	مولانا واضح حسنی ندوی	
۱۱	دیار العجم	شیخ کمال الدین دھیلا	

۱۲	طبقات ابن سعد	ابن سعد	
۱۳	طبقات المفسرین	محمد بن محمد الداودی	
۱۴	فجر الاسلام	احمد امین مصری	
۱۵	فتوح البلدان	علامہ بلاذری	
۱۶	مروج الذہب	ابو الحسن علی بن الحسین بن علی المسعودی	۳۴۶ھ
۱۷	مقدمہ ابن خلدون	علامہ عبد الرحمن بن خلدون	۸۰۸ھ
۱۸	النجوم الزاہرہ		
۱۹	کواکب الہند	احمد عثمان جیرانی	
۲۰	المناقب للمکی	ابن موفق مکی	
۲۱	الخیرات الحسان		
۲۲	الیواقیت العصریۃ فی المواقیت الشرعیۃ	محمود بن محمد بن محمد الحموی الشافعی المعروف بابن خطیب الدہشہ	۸۳۴ھ
۲۳	الیواقیت فی احکام المواقیت	شہاب الدین احمد ابن عماد بن علی مصری	
۲۴	الیواقیت فی معرفۃ المواقیت	ابو الحکم علی بن محمد الازدی	۶۲۷ھ
۲۵	انیس الطالب معرفۃ المواقیت	ابو القاسم بن ابراہیم بن محمد	۷۷۵ھ

لغات، فنون و اصطلاحات

۱	تاج العروس	محب الدین ابو الفیض محمد مرتضی حسینی زبیدی	
۲	الباہر الفائق	علاء الدین سمرقندی	
۳	دستور العلماء	عبد النبی احمد نگری	۱۱۷۳ھ
۴	القاموس المحیط	امام مجد الدین محمد بن یعقوب فیروز آبادی	
۵	کشف الظنون	علامہ مصطفی بن عبد اللہ "حاجی خلیفہ"	
۶	کتاب التعریفات	سید شریف علی بن محمد جرجانی	۸۱۶ھ
۷	کشاف اصطلاحات الفنون	محمد علی فاروقی تھانوی	۱۱۵۸ھ

۸	لسان العرب	علامہ ابن منظور	۷۱۱ھ
۹	لغۃ الفقہ	امام ابو زکریا یحییٰ بن شرف نووی	۶۷۶ھ
۱۰	معجم البلدان	ابو عبد اللہ یاقوت بن عبد اللہ حموی	۶۲۶ھ
۱۱	معجم مقاییس اللغۃ	شیخ شمس الدین محمد بن شعبان شافعی	
۱۲	معجم المصطلحات والالفاظ الفقہیۃ		
۱۳	المنجد	لوئیس معلوف	
۱۴	مختار الصحاح	محمد بن ابی بکر بن عبد القادر رازی	
۱۵	المغرب فی ترتیب المعرب	ابو الفتح ناصر بن عبد السید مطرزی	۶۱۰ھ
۱۶	المصباح المنیر	احمد بن محمد بن علی مقری	۷۷۰ھ
۱۷	مفردات القرآن	ابو القاسم الحسین بن محمد راغب اصفہانی	
۱۸	المعجم الوسیط	ابراہیم مصطفیٰ	
۱۹	معجم لغۃ الفقہاء	محمد رواس قلعہ جی، حامد صادق قنیبی	
۲۰	المعجم المفہرس لالفاظ الحدیث النبوی	ارنڈ جان ونسنک اور جان پ منسنگ	
۲۱	مفتاح السعادۃ ومصباح السیادۃ	احمد بن مصطفیٰ المعروف بطاش کبری زادہ	
۲۲	طلبۃ الطلبۃ فی الاصطلاحات الفقہیۃ	شیخ نجم الدین ابو حفص عمر بن محمد نسفی	۵۳۷ھ
۲۳	القاموس الفقہی	سعدی ابو جیب	
۲۴	الصحاح فی اللغۃ	امام ابو نصر اسماعیل بن حماد جوہری	۳۹۳ھ

مقارنات و مذاہب

۱	احکام المواریث فی الشریعۃ الاسلامیۃ	محمد محی الدین عبد الحمید	
۲	کتاب مقدس	بائبل سوسائٹی لاہور	
۳	احکام الصبیان		
۴	بدایۃ المجتہد	محمد بن احمد بن محمد رشد قرطبی	۵۹۵ھ
۵	تفہیمات الٰہیہ	شاہ ولی اللہ محدث دہلوی	۱۱۷۶ھ

۶	حجۃ اللہ البالغہ	شاہ ولی اللہ محدث دہلوی	۱۱۷۶ھ
۷	رحمۃ الامۃ	ابو عبد اللہ محمد بن عبد الرحمن	
۸	السیاسۃ الشرعیۃ ابن تیمیہ	ترجمہ: مولوی محمد عاشق	
۹	معجم المصطلحات فی الفقہ الاسلامی		
۱۰	شرح عقیدۃ الطحاوی	قاضی علی بن علی بن محمد دمشقی	۷۹۲ھ
۱۱	شرح العقائد	علامہ سعد الدین مسعود بن عمر تفتازانی	۷۹۲ھ
۱۲	شرح الفقہ الاکبر	ملا علی قاری	
۱۳	الطرق الحکمیہ	ابن قیم الجوزیہ	۷۵۱ھ
۱۴	تجلیات یزدانی (ترجمہ مکتوبات ربانی)	شیخ احمد سرہندی	
۱۵	الفقہ الاسلامی وادلتہ	ڈاکٹر وہبہ زحیلی حفظہ اللہ	
۱۶	الفقہ علی المذاہب الاربعہ	عبد الرحمن جزیری	
۱۷	فقہ الزکوۃ	ڈاکٹر یوسف قرضاوی	
۱۸	کتاب الخراج	القاضی ابو یوسف یعقوب	
۱۹	مجلہ فقہ اسلامی	اسلامک فقہ اکیڈمی انڈیا	
۲۰	مجالس ابرار		
۲۱	مکتوبات ربانی	شیخ احمد سرہندی مجدد الف ثانی	
۲۲	المیزان الکبریٰ	عبد الوہاب شعرانی	
۲۳	الیواقیت والجواہر	امام عبد الوہاب شعرانی	

○ ○ ○ ○

قاموس الفقہ

جلد پنجم

اشاریہ

(فقہی ترتیب پر پانچوں جلدوں میں شامل احکام کی فہرست)

اشاریہ بہ ترتیب مضامین

قرآنیات

فہرست ابواب	جلد	صفحہ	لفظ
قراءت قرآن کا اطلاق	اول	۳۳۹	آیت
آیات کی تعداد	〃	〃	〃
مکی اور مدنی آیات اور سورتوں کی بعض علامات	〃	〃	〃
اوقات و حالات کے لحاظ سے آیات قرآنی کی قسمیں	〃	〃	〃
سب سے پہلی آیت	〃	[illegible]	〃
سب سے آخری آیت	〃	〃	〃
تجوید سے مراد	دوم	۴۸۷	تجوید
لغوی و اصطلاحی معنی	چہارم	۱۱۵	سائبہ
سائبہ سے مراد	〃	〃	〃
اس رسم مشرکانہ کا ابطال	〃	〃	〃
اہل سنت والجماعت کا مسلک	دوم	۵۱۹	تشبیہ
شعائر — لغوی معنی	سوم	۴۹۰	شعائر
شعائر اللہ سے مراد	〃	〃	〃
شعائر اللہ کا احترام	〃	〃	〃
شعائر دین کا تصور	〃	۴۹۱	〃
آیت کنز کے مخاطب	چہارم	۵۹۹	کنز
کنز سے مراد	〃	〃	〃
حضرات صحابہ ؓ کرام کا اتفاق	〃	〃	〃
لہو — لغوی معنی	〃	۵۹۷	لہو

ماعون سے مراد	پنجم	۵۴	ماعون
آیۃ الکرسی	اول	//	آیۃ الکرسی
کیا بسم اللہ جزء سورت ہے؟	دوم	۳۱۶	بسملہ
رفث سے مراد	سوم	۴۸۸	رفث
معروف — لغوی و اصطلاحی معنی	پنجم	۱۳۰	معروف
شریعت کی مامورات سب کی سب معروف ہیں	//	//	//
منکر کی تفسیر	پنجم	//	منکر
تفسیر — لغوی معنی	دوم	۴۸۶	تفسیر
اصطلاحی تعریف	//	۴۸۷	//
تفسیر قرآن کے ماخذ	//	//	//
تفسیر بالرائے	//	۴۸۹	//
تفسیر کے لئے ضروری علوم	//	۴۹۰	//
تاویل — لغوی معنی	دوم	۴۰۸	تاویل
مفسرین کے نزدیک	//	//	//

حدیثیات

محدثین کی اصطلاح میں	دوم	۵۰	اخبار
حدیث "لم یبدأ بسم اللہ" کی تحقیق	//	۳۱۶	بسملہ
جذام کے شرعی احکام	سوم	۸۵	جذام
متعارض روایتوں میں تطبیق	//	۸۶	//
اہل و عیال پر فراخی کی روایت	چہارم	۳۶۵	عاشورہ
سرمہ لگانے کی روایت	//	//	//

ایمانیات

صفات رحمت	اول	۳۱۳	اللہ
اللہ تعالیٰ کی صفات غضب	//	//	//

صفات متشابہات اور ان پر یقین کی صورت	اول	〃	اللہ
جہت کی تحقیق	〃	〃	〃
اسماء حسنیٰ	〃	〃	〃
کیا اسماء الٰہی توقیفی ہیں؟	〃	〃	〃
اللہ تعالیٰ کے لئے دیگر مذاہب اور زبانوں میں استعمال ہونے والے الفاظ کا حکم	〃	〃	〃
نبی کا مأخذ	پنجم	۱۶۵	نبی
نبی اور رسول میں فرق	〃	〃	〃
انبیاء کی عصمت	〃	〃	〃
کبیرہ کا ارتکاب	〃	〃	〃
کفریہ قول و فعل	〃	〃	〃
جھوٹ عمداً اور سہواً	〃	〃	〃
صغائر کا صدور	〃	〃	〃
زلتیں اور لغزشیں	〃	〃	〃
سہو و نسیان	〃	〃	〃
اہانت انبیاء	〃	〃	〃
شاتم رسول کی توبہ	〃	〃	〃
انبیاء کے فضلات	〃	〃	〃
[illegible]	〃	〃	〃
انبیاء اور ان کے خاندان کے لئے زکوٰۃ	〃	〃	〃
انبیاء اور میراث	〃	〃	〃
انبیاء کے مال کی زکوٰۃ	〃	〃	〃
نماز میں نیت	سوم	۱۳۴	نیت
پہلی رائے	اول	۲۳۸	نبیذ
دوسری رائے	〃	〃	〃
تیسری رائے	〃	〃	〃

بعض متکلمین کا مسلک	//	۳۳۸	//
آل نبی کے معصوم ہونے کا عقیدہ	//	//	//
ایمان کی حقیقت	دوم	۳۹۲	تصدیق
ایمان — لغوی معنی	//	۴۷۲	ایمان
ایمان کی حقیقت	//	//	//
بسیط ہے یا مرکب؟	//	۴۷۲	ایمان
تصدیق سے مراد	//	//	//
اعمال کے جزو ایمان نہ ہونے کی دلیلیں	//	۴۷۳	//
ایمان میں کمی و زیادتی	//	//	//
ایمان اور اسلام	//	۴۷۴	//
اسلام اور ایمان	//	۱۳۸	اسلام
رسول ﷺ کی شان میں گستاخی	اول	۴۳۹	الحاد
سب — لغوی معنی	چہارم	۱۰۸	سب
سب و شتم باعث قتل	//	//	//
اللہ اور رسول کی شان میں گستاخی	//	//	//
صلیب لٹکانا	چہارم	۴۸۳	صلیب
عیسائیوں کا عقیدۂ کفارہ	//	//	//
کلمات کفر بحرانی کیفیت میں	دوم	۳۹	اختیار
زندیق کی تعریف	چہارم	۱۴۷	زندیق
زندیق اور منافق	//	//	//
زندیق کی توبہ مقبول نہیں	//	//	//
زندیق کے مال کا حکم	//	//	//
منافق اور زندیق	پنجم	۴۸۲	منافق
اس فرقہ کے عقائد	دوم	۳۳۸	بہائی
حضرت علی کی طرف تقیہ کی نسبت	//	۵۲۱	تقیہ

بعض مشرک فرقے اور ان کے احکام	سوم	۶۷	مجوسیہ
صحابی — لغوی معنی	چہارم	۲۱۵	صحابی
صحابیت کے سلسلے میں فقہاء اور محدثین کے اقوال	"	"	"
اختلاف کی اصل بنیاد	"	"	"
جس کا قول کتب میں ہو: مشکوک ہو	"	"	"
تقدیر کے بارے میں اہل سنت والجماعت کی رائے	چہارم	۲۸۴	قدریہ
جبریہ کا نقطۂ نظر	"	"	"
قدریہ کا نقطۂ نظر	"	"	"
قدریہ کا ظہور کب ہوا؟	"	"	"
قدریہ کا حکم	"	"	"
فرقۂ باطنیہ کے عقائد اور ان کا حکم	دوم	۲۸۰	باطنیہ
قادیانیوں کا حکم	"	۲۵۰	"
کبائر کے مختلف درجات	چہارم	۵۲۹	کبیرہ
گناہ کبیرہ کی تعریف اور اس سلسلے میں اہل علم کے اقوال	"	"	"
صغائر کا تکرار	"	"	"
کبائر کے ارتکاب سے متعلق دنیوی احکام	"	"	"
بدعت — لغوی معنی	دوم	۲۹۱	بدعت
اصطلاحی تعریف	"	"	"
کوئی بدعت حسنہ نہیں ہے	"	۲۹۲	"
بدعت — حدیث رسول کی روشنی میں	"	۲۹۳	"
بدعت اور سلف و صوفیاء کے اقوال	"	۲۹۵	"
مرتکب بدعت، فقہاء کی نظر میں	"	۲۹۷	"
طلاق بدعی	"	۲۹۸	"
انفرادی عبادات اجتماعی طور پر ادا کی جائے	"	۲۹۹	"
اذکار سری کو جہری پڑھنا	"	"	"

وقت کی تعیین	//	//	//
خاص ہیئت وکیفیت کی تعیین	//	۳۰۰	//
اضافہ ذکی کا ابہام	//	//	//
مستحبات کو واجب کا درجہ دینا	//	۳۰۱	//
موقع ومحل کی عدم رعایت	//	//	//
غیر مسلموں سے تشبہ	//	//	//
اذان کو نحوس سمجھنا	//	۳۳۷	آم

ازالۂ شبہات

کیا خدا غضبناک ہے؟	اول	۴۱۳	اللہ
کیا اسلام کا خدا صرف غضبناک اور قاہر وجابر ہے؟	//	//	//
متبنّی کا مسئلہ	//	۴۷۳	ابن
اسوۂ رسالت	//	//	//
تبنیت کا اثر قانون نکاح پر	//	//	//
تبنیت کا اثر قانون وراثت پر	//	//	//
تبنیت کا اثر دوسرے قوانین پر	//	۴۷۹	ابن الابن
پوتے کی وراثت کا مسئلہ	سوم	۱۸۸	حجب
پوتے کی وراثت کا مسئلہ	اول	۴۷۹	ابن الابن
قرآنی اصول	//	//	//
محتاجی وراثت کا معیار نہیں	//	//	//
وراثت میں قائم مقام	//	//	//
اجماع اُمت	//	//	//
وصیت وہبہ کی گنجائش	//	//	//
یتامیٰ کی پرورش کا مسئلہ	//	//	//
جزیہ پر اعتراضات	سوم	۱۰۰	جزیہ

بیٹی کا حق میراث	دوم	۴۳۲	بنت
بیٹی اور بیٹے میں فرق کی وجہ	"	۴۳۳	"
کیا استقبال قبلہ بت پرستی ہے؟	"	۱۴۳	استقبال
کیا استقبال قبلہ بت پرستی ہے؟	"	۴۳۱	تحری
کیا حجر اسود کا بوسہ لینا سنگ پرستی ہے؟	"	۱۴۳	استلام
غلامی کا مسئلہ	"	۱۹۹	اعتاق
اس سلسلے میں حضور ﷺ اور صحابہ ؓ کا عمل	"	۱۹۹	"
قانون طلاق میں شریعت کا توازن و اعتدال	دوم	۴۹۶	تفریق
کس قدر انسانی فطرت کا تقاضہ	سوم	۳۱۵	حیوان
جانوروں کے ساتھ حسن سلوک	"	۳۱۵	"

حکم و حاکم **اصول فقہ**

حاکم	سوم	۲۸۸	حکم
محکوم فیہ	"	"	"
محکوم علیہ	"	"	"
حکم کی تعریف	"	"	"
حکم تکلیفی	"	۲۸۹	"
حکم وضعی	"	۲۹۰	"
سبب	"	"	"
شرط	"	"	"
مانع	"	"	"
اسلام کے نظام قانون کی روح	"	"	"
حلال کرنا خدا ہی کا حق ہے	دوم	۴۲۸	تحلیل
حرام کرنا اللہ ہی کا حق ہے؟	"	۴۳۲	تحریم
احکام شرعیہ میں عقل کا مقام	سوم	۱۳۳	حاکم

عقل کی حجیت	چہارم	۲۹۷	عقل
احکام شرعیہ میں عقل کا مقام	"	"	"
اشاعرہ کا نقطۂ نظر	"	"	"
معتزلہ و ماتریدیہ کی رائے	"	۳۰۶	"
ماتریدیہ کا نقطۂ نظر	"	"	"
حاکم شریعت ہے نہ کہ عقل	"	"	"
رکن — لغوی معنی	سوم	۳۱۳	رکن
اصطلاحی معنی	"	"	"
رکن اور شرط کا فرق	"	"	"
فرض — لغت و اصطلاح میں	چہارم	۳۵۳	فرض
کن دلائل سے فرض ثابت ہوتا ہے؟	"	"	"
کن دلائل سے واجب کا ثبوت ہوتا ہے؟	"	"	"
کن دلائل سے سنن و مستحبات کا ثبوت ہوتا ہے؟	"	"	"
واجب — لغوی و اصطلاحی معنی	پنجم	۲۵۶	واجب
واجب علی التعیین اور واجب علی الکفایہ	"	"	"
واجب معین اور واجب مخیر	"	"	"
واجب اور فرض میں فرق	"	"	"
مستحب	"	۱۳۲	مندوب
ادب — لغوی و اصطلاحی معنی	دوم	۶۱	ادب
ادب کا ثبوت	"	"	"
ادب کا حکم	"	"	"
درجۂ عفو	اول	۳۵۹	اباحت
مباح کا حکم	"	"	"
ایک اہم مسئلہ	"	"	"
تحریم حلال	"	"	"

احکام میں فرق مراتب	″	۲۵۱	″
مباحات رخصت	″	″	″
مباحات علم	″	″	″
عرفی اباحت	″	″	″
اجتماعی اور انفرادی حیثیتوں کا فرق	″	″	″
انفرادی حقوق میں دخل اندازی	″	″	″
اشیاء میں اصل اباحت ہے یا ممانعت؟	″	″	″
اصول فقہ کی ایک اصطلاح	سوم	۷۳	باکرہ
حرام کے لئے اسالیب	″	۲۴۷	حرام
حرام لذاتہ	″	۲۴۸	″
حرام لغیرہ	″	۲۴۹	″
تکرار	پنجم	۱۴۷	تکرار
لغت و اصطلاح میں	″	۵۳	بالغ
بلوغ کی پانچ قسمیں	″	″	″
بلوغ کی تین صورتیں	″	″	″
لغوی معنی	چہارم	۱۸۸	سبب
اصطلاحی تعریف	″	″	″
چار صورتیں	″	″	″
سبب مجاز	″	″	″
سبب حقیقی	″	″	″
سبب بہ معنی علت	″	″	″
سبب مشابہ بہ علت	″	″	″
دوسرے علماء اصول کی رائے	″	″	″
ایک فقہی قاعدہ	″	″	″
دو طرح کی مناسبت	دوم	۱۴۷	استعارہ

علت کی شرطیں	//	۱۷	//
سبب کی شرطیں	//	//	//
شرط کی اصطلاحی تعریف	چہارم	۱۸۳	شرط
شرط اور رکن میں فرق	//	//	//
شرط اور اس کی قسمیں	//	//	//
دو اور قسمیں	//	//	//
شرط شرعی سے مراد	//	//	//
سبب میں شرط	//	//	//
شرط جعلی سے مراد	//	//	//
حکم کی شرطیں	//	//	//
شرعی اور شرطوں کی یہ قسمیں	//	//	//

تکلیف و خطاب شرعی

حیات انسانی کے مختلف ادوار فقہی نقطۂ نظر سے	دوم	۴۲۴	انسان
پہلا دور	//	//	//
دوسرا دور	//	//	//
تیسرا دور	//	۴۲۵	//
چوتھا دور	//	//	//
ذمہ — لغوی معنی	دوم	۳۲۱	ذمہ
فقہی اصطلاح	//	//	//
احکام و خصوصیات	//	//	//
ذمہ انسانی شخصیت کے لئے	//	۳۲۲	//
پیدائش کے ساتھ ہی ذمہ	//	//	//
فقہاء کا نقطۂ نظر	//	//	//
حنفیہ کی رائے	//	//	//
عبادات میں	پنجم	۲۵۰	نیابت

مضرت شے	〃	۲۵۰	〃
مچھلی کا مسئلہ	〃	〃	〃

عوارض اہلیت

اہلیت سے مراد	دوم	۲۵۹	امتحان
عوارض اہلیت	〃	〃	〃
جنین، ممیز، مکلف بچہ	〃	۵۸	اہلیت
عوارض	دوم	۲۵۹	اہلیت
شرعی احکام میں تخفیف کی صورتیں	〃	〃	〃
سفر	〃	〃	〃
بیماری	〃	〃	〃
دشواری اور تنگی	〃	〃	〃
نقص	〃	〃	〃
تخفیف کی مختلف صورتیں	〃	۲۵۹	〃
اسقاط	〃	〃	〃
تنقیص	〃	〃	〃
ابدال	〃	〃	〃
تقدیم	〃	〃	〃
تاخیر	〃	〃	〃
تغییر	〃	〃	〃
ترخیص	〃	〃	〃
ظن اصطلاح شرع میں	چہارم	۴۱۲	ظن
حکماء کی اصطلاح میں	〃	〃	〃
احکام شرعیہ میں ظن کی اہمیت	〃	〃	〃
احناف کے نزدیک مجمل کے احکام	سوم	۹۲	مجمل
شوافع کے نزدیک مجمل کے احکام	〃	۱۲۸	〃

جہل سے متعلق ایک اصول	〃	۱۴۷	〃
جہل کے معتبر ہونے کے لئے دو بنیادی اصول	〃	۱۶۹	〃
جہل باطل	〃	۱۴۹	〃
موضع اجتہاد میں جہل	〃	۱۹۷	〃
دار حرب میں جہل	〃	〃	〃
جہل کی چوتھی قسم	〃	〃	〃
پہلی صورت	〃	۱۴۸	〃
دوسری صورت	〃	〃	〃
تیسری صورت	〃	〃	〃
چوتھی صورت	〃	〃	〃
نسیان — معنی و مراد	ج۲	۱۱۵	نسیان
نسیان اور سہو	〃	〃	〃
بھول کی وجہ سے گناہ معاف ہے	〃	〃	〃
نماز میں	〃	〃	〃
روزہ میں	〃	〃	〃
بھول کر کرنے والے عمل کی تلافی	〃	〃	〃
حدود اور طلاق	〃	〃	〃
ممنوعات احرام کا ارتکاب	〃	〃	〃
بھول کر موجب حد عمل کا ارتکاب	〃	〃	〃
علامہ جرجانی کی رائے	〃	〃	〃
عزالدین بن عبدالسلام کی تقسیم کی بحث	〃	〃	〃
مادی اور معنوی نقص	〃	۳۳۲	نقص
معمولی نقص اور غیر معمولی نقص	〃	〃	〃
معمولی نقص کا احکام پر اثر	〃	〃	〃
معمولی اور غیر معمولی کا معیار	〃	〃	〃

معتوہ اور مجنون میں فرق	چہارم	۲۷۰	عتہ
اہلیت کے اعتبار سے معتوہ کا درجہ	〃	〃	〃
نعاس، سنہ اور نوم میں فرق	پنجم	۲۳۴	نوم
نیند کی وجہ سے حکم مؤخر	〃	〃	〃
نیند میں جو اعمال معتبر نہیں	〃	〃	〃
جنون سے متعلق فقہ شافعی کے احکام	سوم	۱۵۷	جنون
جنون کی قسمیں	〃	۱۵۶	〃
عبادات اور معاملات	〃	۱۵۵	〃
جو امور معتبر ہیں	〃	〃	〃
دین الصبیہ	〃	۱۵۴	〃
اصطلاحی تعریف	سوم	۳۲۳	خطاء
خطاء پر مواخذہ	〃	〃	〃
خطاء سے بعض احکام معاف ہو جاتے ہیں	〃	۳۲۴	〃
مختلف ابواب فقہ میں خطاء کا اثر	〃	〃	〃
نماز میں	〃	〃	〃
زکوۃ میں	〃	〃	〃
روزہ میں	〃	〃	〃
معاملات میں	〃	۳۲۵	〃
طلاق میں	〃	〃	〃
نیت میں	〃	〃	〃
حقوق العباد میں	〃	〃	〃
ہر بیماری کا مضر ہونا ضروری نہیں	پنجم	۷۵	مرض
مریض اور اس کے احکام	〃	〃	〃
بیٹھ کر نماز	〃	〃	〃
لیٹ کر نماز	〃	〃	〃

اشارہ سے نماز	//	۷۵	//
مریض اور جماعت	//	//	//
نماز کے درمیان بیمار ہو جائے	//	//	//
درمیان میں صحت ہو جائے	//	//	//
امام مرض کی وجہ سے بیٹھ کر نماز ادا کرے	//	//	//
مریض اور روزہ	//	//	//
مریض کے لئے حج میں سہولتیں	//	//	//
مرض وفات سے مراد	//	//	//
مرض وفات کی طلاق	//	//	//
مرض وفات میں اقرار	//	//	//
وصولی دین کا اقرار	//	//	//
مرض وفات کا ہبہ، صدقہ اور وقف	//	//	//
مرض موت کا وقف	//	//	//
باضرورت سفر	چہارم	۱۵۵	سفر
دینی اور جائز مقاصد کے لئے سفر	//	//	//
سفر سے متعلق رخصتیں	//	//	//
وطن اصلی سے مراد	پنجم	۲۸۸	وطن
وطن اصلی کا تعدد	//	//	//
وطن اصلی کا حکم	//	//	//
وطن اقامت سے مراد	//	//	//
وطن اقامت کا حکم	//	//	//
وطن اقامت کے سلسلہ میں دوسرے فقہاء کی آراء	//	//	//
وطن سکنی	//	//	//
حجاج کب قصر کریں گے؟	//	//	//

ادلۂ شرعیہ

کتاب اللہ

احکام شرعیہ کے مستقل و ضمنی مآخذ	دوم	۱۵۴	اصول شرع
دلیل سے مراد	سوم	۴۳۵	دلیل
دلیل کی دو قسمیں	//	//	//
کتاب — لغوی معنی	چہارم	۵۵۰	کتاب
قرآن — اصطلاحی تعریف	چہارم	۳۸۳	قرآن
وجہ تسمیہ	//	//	//
الکتاب سے مراد	چہارم	۵۵۰	کتاب
خاص — لغوی و اصطلاحی تعریف	سوم	۳۲۳	خاص
خاص کی قسمیں	//	//	//
خاص کا حکم	//	۳۲۵	//
تخصیص اور استثناء میں فرق	//	۳۲۱	تخصیص
تخصیص اور نسخ کے درمیان فرق	//	//	//
تخصیص کے ذرائع	//	۳۲۲	//
تخصیص اور تقیید میں فرق	//	۳۲۳	//
عام — لغوی معنی	چہارم	۳۶۷	عام
اصطلاحی تعریف	//	//	//
عام کا حکم	//	//	//
تخصیص کے ذرائع	//	//	//
دلیل عقلی	//	//	//
خود قرآن کے ذریعہ	//	//	//
سنت کے ذریعہ سنت کی تخصیص	//	//	//
سنت کے ذریعہ قرآن کی تخصیص	//	//	//
اجماع کے ذریعہ تخصیص	//	//	//
صحابہ کے اقوال و افعال سے تخصیص	//	//	//

اصول فقہ کی اصطلاح میں	دوم	۲۰۹	تاویل
تعریف	پنجم	۱۰۰	مشترک
کیا مشترک الفاظ کا وجود ہے؟	//	//	//
بہ یک وقت ایک سے زائد معنی مراد لیے جانے کا حکم	//	//	//
مشترک سے مؤول	//	//	//
مشترک اور مجمل میں فرق	//	//	//
مشترک میں تاویل کی مثال	//	//	//
حقیقت لغوی	سوم	۲۸۵	حقیقت
حقیقت اصطلاحی	//	//	//
حقیقت شرعی	//	//	//
حقیقت عرفی	//	//	//
حقیقت کی قسمیں	//	//	//
حقیقت کے احکام	//	//	//
معنی حقیقی کو چھوڑنے کے قرائن	//	۲۸۶	//
استعمال اور عادت	//	//	//
خود کلام کا تقاضا	//	//	//
سیاق وسباق	//	//	//
متکلم کی کیفیت	//	//	//
موقع ومحل	//	//	//
حقیقت ومجاز کا اجتماع	//	۲۸۷	//
مجاز — لغوی معنی	پنجم	۹۲	مجاز
اصطلاحی معنی	//	//	//
مجاز اور معنی حقیقی کے درمیان مناسبت	//	//	//
مجاز کا حکم	//	//	//
یک وقت حقیقی ومجازی معنی	//	//	//

عموم مجاز	//	۹۳	//
اگر خطاب ہی مطلق ہو؟	//	۱۱۵	مطلق
اگر مقید ہو؟	//	//	//
اگر ایک جگہ مطلق ہو اور دوسری جگہ مقید ہو؟	//	//	//
سبب اور حکم مختلف ہو	//	//	//
حکم مختلف ہو، سبب ایک ہو	//	//	//
سبب مختلف ہو، حکم ایک ہو	//	//	//
اگر ایک جگہ حکم مطلق ہو اور دوسری جگہ مقید؟	دوم	۱۹۳	مطلق
دلالۃ النص	پنجم	۱۸۷	نص
اشارۃ النص	//	//	//
اقتضاء النص	//	//	//
تعریف	پنجم	۱۳۰	مفسر
مفسر کا حکم	//	//	//
تعریف	//	۶۷	محکم
اگر محکم و مفسر میں تعارض ہو؟	//	//	//
محکم کی قسم اور تعریف	//	//	//
مجمل — لغوی و اصطلاحی تعریف	//	۲۳	مجمل
حکم	//	//	//
معنی و حکم	اول	۵۳۹	اجمال
مجمل کی توضیح کے ذرائع	//	//	//
متشابہ	پنجم	۵۷	متشابہ
تعریف	//	//	//
معنی کے اعتبار سے متشابہ	//	//	//
کیفیت کے اعتبار سے متشابہ	//	//	//
متشابہ کا حکم	//	//	//

اہل علم کے یہاں اس اصطلاح کی مراد کیا	″	۹۶	″
نص — لغوی و اصطلاحی معنی	پنجم	۱۴۷	نص
وضاحت کے اعتبار سے کلام کی چار قسمیں	″	″	″
نص سے مراد	″	″	″
نص کا حکم	″	″	″
اگر نص اور ظاہر میں تعارض ہو؟	″	″	″
عبارۃ النص	″	″	″
اشارۃ النص	دوم	۱۴۳	اشارۃ النص
اقتضاء النص	″	″	″
اگر دلالت کی ان صورتوں میں تعارض ہو؟	″	″	″
اشارۃ النص	″	″	″
تعریف و مثال	دوم	۱۳۳	″
حکم	″	″	″
کافی توجہ طلب	″	۲۲۷	امر بالمعروف
امر کے صیغے	″	″	″
امر کا حقیقی معنی	″	۲۲۸	″
کیا امر تکرار کا متقاضی ہے؟	″	۲۳۰	″
کیا امر بعد نہی کی اباحت ہے؟	″	۲۳۱	″
کیا امر فی الفور عمل کا تقاضا کرتا ہے؟	″	۲۳۰	″
استعمالی معنی	″	۲۲۷	″
اصول فقہ کی ایک اصطلاح	پنجم	۱۲۷	مقتضی
قدرت — اصطلاحی تعریف	چہارم	۲۷۱	قدرت
قدرت، تکلیف شرعی کی بنیاد	″	″	″
قدرت ممکنہ	″	″	″
قدرت میسرہ	″	″	″

دوسروں کی	دوم	۱۹۹	استطاعت
ادا	"	۵۸	ادا
اداء کامل	"	۵۹	"
اداء قاصر	"	"	"
اداء شبیہ	"	"	"
احکام	"	"	"
نہی — لغوی معنی	سوم	۲۳۳	نہی
اصطلاحی تعریف	"	"	"
نہی کی تعبیرات	"	"	"
صیغۂ نہی کے معانی	"	"	"
نہی اصولی اختلاف	"	"	"
نہی تحریم کے لئے ہے یا کراہت کے لئے؟	"	"	"
نہی میں دوام کے معنی	"	"	"
عمل پر نہی کا اثر	"	"	"
قبیح لعینہٖ کا حکم	"	"	"
وصف غیر لازم کی وجہ سے قبیح کا حکم	"	"	"
وصف لازم کی وجہ سے قبیح کا حکم	"	"	"
حسی افعال سے ممانعت کی صورت میں	"	"	"
شرعی افعال سے ممانعت	"	"	"
امر و نہی کی وضاحت	"	"	"
معاملات میں نیابت	"	۲۵۰	نیابت
عبادات میں نیابت	"	"	"
حج بدل کا مسئلہ	"	"	"
مفہوم موافق	"	۱۳۳	مفہوم
مفہوم مخالف	"	"	"

مفہوم مخالف کے معتبر ہونے کی شرطیں	〃	۱۲۳	〃
رخصت — لغوی معنی	سوم	۴۷۷	رخصت
اصطلاحی معنی	〃	〃	〃
اطلاق کے اعتبار سے چار قسمیں	〃	〃	〃
اعلیٰ درجہ	〃	〃	〃
دوسرا درجہ	〃	〃	〃
رخصت مجازی کی پہلی قسم	〃	〃	〃
دوسری قسم	〃	〃	〃
احکام کے اعتبار سے رخصت	〃	〃	〃
قسمیں	〃	〃	〃
ترک رخصت باعث گناہ	〃	〃	〃
فعل اور ترک کا اختیار	〃	۴۷۸	〃
رخصت پر عمل خلاف مستحب	〃	〃	〃
رخصت پر عمل مستحب	〃	〃	〃
رخصت و تخفیف کی سات صورتیں	〃	〃	〃
اسقاط	〃	〃	〃
تنقیص	〃	〃	〃
ابدال	〃	〃	〃
تقدیم	〃	〃	〃
تاخیر	〃	〃	〃
ترخیص	〃	〃	〃
تغییر	〃	〃	〃
رخصت کے اسباب	〃	〃	〃
تقریر — اصول فقہ کی اصطلاح میں	دوم	۳۹۳	تقریر
بیان کی تعریف	〃	۳۳۰	بیان

بیان کے ذرائع	〃	〃	〃
قولی و فعلی بیان	〃	۳۳۱	〃
درجات کے لحاظ سے بیان کی پانچ صورتیں	〃	〃	〃
بیان تقریر	〃	۳۳۲	〃
بیان تفسیر	〃	۳۳۳	〃
بیان تبدیل	〃	〃	〃
بیان تغییر	〃	〃	〃
بیان ضرورت	〃	〃	〃
بیان حال	〃	〃	〃
بیان عطف	〃	۳۳۳	〃
بیان مجمل یا غیرہ کا مسئلہ	〃	〃	〃
بیان تبدیل	〃	۳۵۱	تبدیلی
بمعنی الصاق	دوم	۴۷۶	ب
بمعنی استعانت	〃	〃	〃
بمعنی سبب	〃	〃	〃
بمعنی علی	〃	〃	〃
زائد	〃	〃	〃
بمعنی بعض ہونے میں فقہاء کے اختلافات	〃	〃	〃
امام شافعی کا نقطۂ نظر	〃	۴۷۷	〃
لغوی معنی	پنجم	۳۶۴	یوم
یوم سے کب دن مراد ہوتا ہے اور کب مطلق وقت؟	〃	〃	〃
اگر یوم سے پہلے فعل ممتد آئے اور بعد میں فعل غیر ممتد؟	〃	〃	〃
"ف" کے معنی	چہارم	۳۳۷	ف
"ف" بمعنی "و"	〃	〃	〃
"ف" تفسیر کو	〃	〃	〃

جزاء پر "ف" کا داخل ہونا	//	//	//
معلول پر "ف" کا داخل ہونا	//	//	//
غایت سے مراد	//	۳۲۸	غایت
غایت ابتداء اور غایت انتہاء کے لئے عربی الفاظ	//	//	//
غایت کا مفہوم مخالف	//	//	//
کیا غایت مغیا کے حکم میں داخل ہوتی ہے؟	//	//	//
"ذا" کے معانی	دوم	۹۳	ذا
"ذا" کے معانی	//	//	اِذا

سنت — ایک دلیل شرعی

حدیث کی اہمیت	سوم	۲۲۶	حدیث
حدیث کی حجیت	//	۲۲۷	//
تعلیم کتاب	//	۲۲۹	//
تعلیم حکمت	//	۲۳۱	//
احادیث بھی وحی ہیں	//	//	//
حدیث اور کتاب اللہ	//	۲۳۲	//
حجیت — حدیث کی روشنی میں	//	۲۳۳	//
آثار صحابہ ؓ	//	//	//
اجماع امت	//	۲۳۴	//
اقسام و اصطلاحات، حدیث و کتب حدیث	//	۲۳۵	//
حدیث، اصطلاح محدثین میں	//	//	//
احادیث کی تقسیم بہ لحاظ صحت و قبولیت	//	۲۳۶	//
اقسام حدیث باعتبار تعارض	//	۲۳۷	//
انقطاع سند کی وجہ سے ضعیف روایات	//	//	//
وجوہ طعن	//	۲۳۸	//
ضعیف احادیث کی قسمیں	//	//	//

اقسام حدیث بلحاظ نسبت	〃	۲۳۹	〃
علم حدیث کی متفرق اصطلاحات	〃	۲۴۰	〃
کتب حدیث کی قسمیں	〃	〃	〃
اقسام حدیث باعتبار تعدد رواۃ	〃	〃	〃
متواتر (حدیث کی ایک اصطلاح)	پنجم	۵۹	متواتر
خبر کا مشہور ہونا	دوم	۱۱۴	استفاضہ
اثر (علم حدیث کی اصطلاح میں)	اول	۲۹۰	اثر
موقوف (علم حدیث کی ایک اصطلاح)	پنجم	۱۳۵	موقوف
صحابی — لغوی معنی	چہارم	۲۱۸	صحابی
صحابی کسے کہتے ہیں؟	〃	〃	〃
اعمیٰ صحابی کا حکم	〃	〃	〃
صحابیت کا ثبوت	〃	〃	〃
تواتر کے ذریعہ	〃	〃	〃
شہرت کے ذریعہ	〃	〃	〃
معروف صحابی کی اطلاع	〃	〃	〃
عادل ومعتبر شخص کا دعویٰ	〃	〃	〃
۱۱۰ھ کے بعد دعویٰ صحابیت	〃	〃	〃
تمام صحابہ عادل ہیں	〃	〃	〃
صحابہ میں مراتب	〃	〃	〃
روایت حدیث کے اعتبار سے درجات	〃	〃	〃
مکثرین حدیث	〃	〃	〃
فقہ کے اعتبار سے درجات	〃	〃	〃
صحابہ کے بارے میں احتیاط	〃	〃	〃
صحابہ کے ساتھ گستاخی کرنے والے کا حکم	〃	〃	〃
ابوحنیفہ تابعی	دوم	۲۸۹	تابعی

فقہاء مدینہ	//	۳۸۸	//
امام ابوحنیفہؒ تابعی تھے	//	//	//
تبع تابعین	//	۳۱۳	تبع تابعین
راوی کے لیے چار ضروری شرطیں	اول	۲۸۶	اتقان
اسلام	//	//	//
عقل	//	//	//
عدالت	//	//	//
ثقہ کی تعریف	سوم	۳۱	ثقہ
عدل سے مراد	//	//	//
توثیق کے اصول	//	۳۲	//
احادیث میں زیادت ثقہ کا حکم	//	//	//
ابن صلاح کی تقسیم	//	//	//
احناف کا نقطۂ نظر	//	۳۳	//
توثیقی الفاظ میں مراتب درجات	//	//	//
روایت حدیث اور فسق	چہارم	۳۵۳	فسق و فاسق
مروت	پنجم	۸۱	مروت
مجہول محدثین کی اصطلاح میں	//	۹۵	مجہول
مجہول کی تین قسمیں	//	//	//
الفاظ جرح کے درجات	سوم	۸۸	جرح
کیا جرح مبہم کا اعتبار ہے؟	//	۸۹	//
جس راوی پر جرح و تعدیل دونوں ہوں	//	//	//
سند حدیث کی اہمیت	دوم	۱۳۱	اسناد
اسلام کا اعجاز	//	//	//
متن کا اضطراب	//	۱۹۱	اضطراب
سند کا اضطراب	//	۱۹۲	//

متن کا اضطراب	//	۱۹۳	//
حدیث مضطرب کا حکم	//	//	//
ایک دلچسپ مثال	//	//	//
حدیث حسن کی حجیت	اول	۲۸۳	احتجاج
ارسال — لغوی و اصطلاحی معنی	دوم	۷۶	ارسال
حدیث مرسل کی تعریف	//	//	//
صحابہ کی مراسیل	//	۷۷	//
کبار تابعین کی مراسیل	//	۷۸	//
صغار تابعین کی مراسیل	//	۷۹	//
تبع تابعین کی مراسیل	//	//	//
تبع تابعین کے بعد مرسل روایتیں	//	۸۰	//
مرسل کو قبول کرنے کی شرطیں	//	۸۱	//
احناف کے نقطۂ نظر کی توضیح	//	۸۲	//
قائلین کے دلائل	//	۸۳	//
ارسال کرنے والے کچھ اہم رواۃ اور ان کے بارے میں محدثین کا کلام	//	//	//
مرسل احادیث پر کتابیں	//	۸۴	//

اجماع

اجماع — لغوی معنی	اول	۵۲۸	اجماع
اصطلاحی تعریف	//	//	//
اجماع کی حجیت	//	//	//
اجماع دلیل قطعی ہے یا ظنی؟	//	//	//
کیا ہر اجماع قطعی کا منکر کافر ہے؟	//	//	//
کن لوگوں کا اجماع معتبر ہے؟	//	//	//
اگر بعض مجتہدین منفرد ہوں؟	//	//	//
کیا صحابہ کا اجماع ہی معتبر ہے؟	//	//	//

عہد صحابہ میں تابعین کا اختلاف	//	۵۱۸	//
امام مالک اور اہل مدینہ کا اجماع	//	//	//
اہل تشیع اور اہل بیت کا اجماع	//	//	//
کیا اکثریت کا اتفاق بھی اجماع ہے؟	//	//	//
کیا اجماع کے لئے کوئی تعداد متعین ہے؟	//	//	//
کیا مجتہدین کے لئے ان کے عہد کا گذر جانا ضروری ہے؟	//	//	//
اختلاف کے بعد اتفاق	//	//	//
ایک رائے پر اتفاق کے بعد مخالف رائے پر اتفاق	//	//	//
اجماع سکوتی	//	//	//
اجماع سکوتی کے معتبر ہونے کے لئے شرطیں	//	//	//
کیا پہلوں کے مقابلہ کسی نئی رائے کا اظہار اجماع کی خلاف ورزی ہے؟	//	//	//
کیا اجماع کا تحقق صرف کلام سے ہے یا افعال سے بھی؟	//	//	//
نقل کے اعتبار سے اجماع کی قسمیں	//	//	//
اجماع منقول متواتر	//	//	//
اجماع منقول مشہور	//	//	//
اجماع منقول خبر واحد	//	//	//
اجماع کی تعبیر	//	//	//
سند اجماع	//	//	//
اجماع اور موجودہ مسائل	//	//	//
اجماعی اور اختلافی مسائل پر اہم کتابیں	//	//	//

قیاس

قیاس — ایک اصولی اصطلاح	چہارم	۵۲۰	قیاس
قیاس کی ضرورت	//	//	//
قیاس اور اجتہاد	//	//	//
قیاس کے بارے میں غلط فہمی	//	//	//

قیاس — لغوی معنی	″	۵۳۰	″
اصطلاحی معنی	″	″	″
قیاس کے منکرین	″	″	″
قیاس کی حجیت	″	″	″
احادیث میں قیاس کا ثبوت	″	″	″
عہد صحابہ میں قیاس	″	″	″
ارکان قیاس	″	″	″
علت — لغوی معنی	″	۴۱۱	علت
اصطلاحی تعریف	″	″	″
علت اور حکمت کا فرق	″	″	″
علت اور حکمت کا فرق	″	۵۳۰	قیاس
خلاف قیاس ہونے کا مطلب	″	″	″
شرائط	″	″	″
مقیس علیہ سے متعلق	″	″	″
حکم سے متعلق	″	″	″
مقیس سے متعلق	″	″	″
علت سے متعلق شرطیں	″	″	″
مسالک علت	″	″	″
نص	″	″	″
علت صراحتاً مذکور ہو	″	″	″
علت کی طرف اشارہ اور اس کی صورتیں	″	″	″
اجماع	″	″	″
اجتہاد و استنباط	″	″	″
استنباط علت کے مراحل	″	″	″
تخریج مناط	″	″	″

تنقیح مناط	〃	۵۳۰	〃
تنقیح مناط	دوم	۵۳۲	تنقیح مناط
تحقیق مناط	چہارم	۵۳۶	قیاس
وصف مناسب کی چار صورتیں	〃	〃	〃
وصف مؤثر	〃	〃	〃
وصف ملائم	〃	〃	〃
مناسب غریب	〃	〃	〃
وصف مرسل	〃	〃	〃
شبہ اور اس سے مراد	〃	〃	〃
طرد و عکس	〃	〃	〃
اصول فقہ کی اصطلاح	دوم	۴۳	تخریج مناط
قیاس بمقتضاء نص	دوم	۱۵۱	اصل
اصول فقہ کی ایک اصطلاح	〃	۳۳۵	تحقیق مناط

استحسان

استحسان — لغوی معنی	〃	۹۳	استحسان
اصطلاحی تعریف	〃	۹۵	〃
اصول فقہ میں	〃	〃	〃
اصطلاح احناف کا تاریخی سفر	〃	۹۶	〃
استحسان کا حکم	〃	〃	〃
حنفیہ	〃	〃	〃
مالکیہ	〃	〃	〃
حنابلہ	〃	۹۷	〃
امام شافعیؒ اور استحسان	〃	〃	〃
تعبیر سے غلط فہمی	〃	۹۸	〃
استحسان اور مصالح مرسلہ میں فرق	〃	۹۹	〃

استحسان کی قسمیں	″	۱۰۰	″
کتاب اللہ سے استحسان	″	″	″
حدیث سے استحسان	″	″	″
آثار صحابہ سے استحسان	″	۱۰۱	″
استحسان بالاجماع	″	″	″
استحسان بالتعامل	″	″	″
استحسان بالقیاس الخفی	″	۱۰۲	″
استحسان بالضرورۃ	″	″	″
ضرورت کا درجہ	″	۱۰۳	″
کیا استحسان کا حکم متعدی ہوتا ہے اور کیا نہیں؟	″	″	″

عرف و عادت

عادت — لغوی معنی	چہارم	۳۹۱	عادت
اصطلاحی تعریف	″	″	″
عرف — لغوی و اصطلاحی معنی	″	۳۸۲	عرف
عرف و عادت میں فرق	″	″	″
سبب کے اعتبار سے عرف کی تقسیم	″	″	″
عرف قولی	″	″	″
عرف عملی	″	″	″
دائرہ وسعت کے اعتبار سے عرف کی تقسیم	″	″	″
عرف عام	″	″	″
عرف خاص	″	″	″
صحیح یا مقبول ہونے کے اعتبار سے تقسیم	″	″	″
عرف صحیح	″	″	″
عرف فاسد	″	″	″
عرف کے معتبر ہونے کی دلیلیں	″	″	″

عرف لفظی و فعلی کا اعتبار	//	۳۸۴	//
کیا عرف فعلی سے کلام میں تخصیص پیدا ہوتی ہے؟	//	۳۸۴	//
عرف عام و خاص کا حکم	//	//	//
عرف کے معتبر ہونے کی شرطیں	//	۳۸۳	//
عرف، ایک اہم ماخذ	//	//	//

مصالح مرسلہ

مصلحت سے مراد	پنجم	۱۰۵	مصالح مرسلہ
شریعت میں مصلحت کی رعایت	//	//	//
غالب مصلحت کو ترجیح	//	//	//
شریعت کے مقاصد	//	//	//
احکام شریعت کے مدارج	//	//	//
ضروریات	//	//	//
حاجات	//	//	//
تحسینیات	//	//	//
مصالح مرسلہ	//	//	//
مصالح ملغاة	//	//	//
مصالح معتبرہ	//	//	//
مرسل مصلحتیں	//	//	//
معتبر ہونے کی دلیلیں	//	//	//
احناف	//	//	//
شوافع	//	//	//
حنابلہ	//	//	//
مالکی	//	//	//
عملاً مصالح معتبرہ کے معتبر ہونے پر اتفاق	//	//	//
مصالح مرسلہ کے لئے شرطیں	//	//	//

مصلحت اور مقاصد شریعت میں ہم آہنگی	"	[illegible]	"
امور تعبدی نہ ہوں	"	"	"
رفع حرج یا حفاظت شریعت مقصود ہو	"	"	"
امام غزالی کے تحفظات	"	"	"
خلاصۂ بحث	"	"	"
اگر مصالح اور نصوص میں تعارض ہو؟	"	"	"
فقہاء کے نقطۂ نظر	"	"	"

سد ذریعہ

سد ذریعہ — لغت و اصطلاح میں	چہارم	۱۲۱	سد ذریعہ
احکام	"	"	"
[illegible]	"	"	"
سد ذریعہ کے معتبر ہونے پر دلیلیں	"	"	"
حنفیہ کے یہاں	"	"	"

قول صحابی

آثار صحابہ کی اہمیت	اول	۲۲۲	آثار
آثار صحابہ سے حدیث کی تخصیص	"	"	"
کیا امام شافعی آثار صحابہ کو حجت نہیں مانتے تھے؟	"	"	"
حنفیہ کا نقطۂ نظر	"	"	"
شوافع کا نقطۂ نظر	"	"	"
حنابلہ کی رائے	"	"	"

استدلال و استصحاب

استدلال — اصول فقہ کی ایک اصطلاح	دوم	۱۰۸	استدلال
استصحاب — لغوی معنی	"	۱۱۲	استصحاب
اصطلاحی تعریف	"	"	"
استصحاب کی صورتیں	"	۱۱۳	"

پہلی صورت	〃	۱۱۳	〃
دوسری صورت	〃	〃	〃
تیسری صورت	〃	〃	〃
چوتھی صورت	〃	〃	〃
پانچویں صورت	〃	〃	〃
کیا استصحاب حجت ہے؟	〃	〃	〃
حجت ہونے کی دلیلیں	〃	۱۱۴	〃
استصحاب اجماع	〃	۱۱۵	〃
کچھ فقہی قواعد	〃	۱۱۶	〃

اجتہاد — آداب و احکام

اسلامی قانون میں اجتہاد کی اہمیت	اول	۵۰۲	اجتہاد
اجتہاد لغت و اصطلاح میں	〃	〃	〃
اجتہاد کی روح	〃	〃	〃
پہلا نقطۂ نظر	〃	〃	〃
دوسرا نقطۂ نظر	〃	〃	〃
تیسرا نقطۂ نظر	〃	〃	〃
ترجیح	〃	〃	〃
عہد نبی صلی اللہ علیہ وسلم میں صحابہ کا اجتہاد	〃	〃	〃
پہلی رائے	〃	〃	〃
دوسری رائے	〃	〃	〃
تیسری رائے	〃	〃	〃
چوتھی رائے	〃	〃	〃
ترجیح	〃	〃	〃
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی موجودگی میں صحابہ کا اجتہاد	〃	〃	〃
اجتہاد کی شرطیں	〃	〃	〃

قرآن کا علم	〃	۵۱۲	〃
حدیث کا علم	〃	〃	〃
اجماعی احکام کا علم	〃	〃	〃
قیاس کے اصول و طریقہ کا علم	〃	〃	〃
عربی زبان و ادب	〃	〃	〃
بعض ذاتی اوصاف	〃	〃	〃
مقاصد شریعت سے آگہی	〃	〃	〃
حالات سے آگہی	〃	〃	〃
ایمان و عدل	〃	〃	〃
شرائط مجتہد کا خلاصہ	〃	〃	〃
جزوی اجتہاد	〃	〃	〃
کن مسائل میں اجتہاد کیا جا سکتا ہے	〃	〃	〃
طرق اجتہاد	〃	〃	〃
تنقیح مناط	〃	〃	〃
تخریج مناط	〃	〃	〃
تحقیق مناط	〃	〃	〃
مجتہد کے دوسرے کام	〃	〃	〃
کیا کوئی مجتہد مجتہد سے تقلید کر سکتا ہے؟	〃	〃	〃
اجتہاد تجزی پاتا ہے	〃	〃	〃
مجتہد فی المذہب	〃	〃	〃
مجتہد فی المسائل	〃	〃	〃
شورائی و اجتماعی اجتہاد	〃	〃	〃
مجتہدین سے خطا کا مسئلہ	〃	〃	〃
مجتہد کی غلطی کا حکم	〃	〃	〃

تقلید — آداب و احکام

تقلید — لغوی معنی	دوم	۴۹۴	تقلید
اصطلاحی تعریف	〃	۴۹۵	〃
تقلید کا حکم	〃	۴۹۶	〃
فروعی احکام میں تقلید	〃	〃	〃
ایمان و عقیدہ میں تقلید	〃	〃	〃
تقلید — ایک ضرورت	〃	۴۹۸	〃
تقلید شخصی	〃	۵۰۰	〃
تقلید شخصی کا ائمہ اربعہ میں انحصار	〃	۵۰۲	〃
جزوی تقلید اور تجزی اجتہاد کا مسئلہ	〃	۵۰۳	〃
مجتہد کے لئے تقلید	〃	۵۰۴	〃
بعض مسائل میں ایک مذہب سے دوسرے مذہب کی طرف عدول	〃	۵۰۵	〃
قوت دلیل کی بنا پر عدول	〃	۵۰۶	〃
ضرورت اور مقتضیات زمانہ میں تبدیلی کی بنا پر عدول	〃	۵۰۹	〃
سہولت اور آسانی کے لئے عدول	〃	۵۱۱	〃
تقلید عالم اور تقلید عامی میں فرق	〃	۵۱۳	〃
مقلدین کی قسمیں	〃	〃	〃
شاہ ولی اللہ صاحب کا نقطۂ نظر	〃	۵۱۵	〃
فقہاء شوافع کے یہاں طبقات	〃	۵۱۶	〃
فقہاء احناف کے یہاں طبقات	〃	۵۱۷	〃
ابن کمال پاشا کی تقسیم اور اس کی جامعیت	〃	۵۱۸	〃

آداب افتاء و استفتاء

افتاء — لغوی معنی	دوم	۱۸۰	افتاء
اصطلاحی تعریف	〃	۱۸۱	〃
افتاء و قضاء	〃	۱۸۲	〃

پہلا فرق	//	۸۴	//
دوسرا فرق	//	۱۸۳	//
تیسرا فرق	//	//	//
چوتھا فرق	//	//	//
پانچواں فرق	//	//	//
افتاء اور اجتہاد	//	۱۸۳	//
فتاویٰ کے نام سے مطبوعہ کتابیں	//	//	//
منصب افتاء کی اہمیت اور اکابر کی احتیاط	//	۸۵	//
فتویٰ عہد نبوی میں	//	۸۷	//
عہد صحابہ میں	//	۸۸	//
تابعین اور تبع تابعین کے عہد میں	//	//	//
عہد مذاہب	//	//	//
موجودہ دور میں کار افتاء	//	//	//
تخریج	//	۱۸۹	//
ترجیح	//	//	//
نقل فتاویٰ	//	//	//
فتویٰ — شرعی احکام	//	۱۹۰	//
جب فتویٰ دینا فرض کفایہ ہے	//	//	//
مختلف اوقات و مسائل پر فتویٰ	//	//	//
اصحاب افتاء پر پابندی	//	//	//
سوال کے آداب	۲	۱۲۱	استفتاء
سوال نامہ اور تعبیر	//	۱۲۱	//
ناپسندیدہ اور بے مقصد سوالات	//	//	//
کس سے سوال کیا جائے؟	//	۱۲۰	//
اصحاب افتاء میں درجۂ اول	//	۹۶	تقلید

نسخ سے متعلق احکام

نسخ — لغوی و اصطلاحی تعریف	۵	۱۸۲	نسخ
تخصیص اور تقیید بھی نسخ ہے	〃	〃	〃
نسخ اور تخصیص میں فرق	〃	〃	〃
محدثین کا مذہب	〃	〃	〃
نسخ کا ثبوت	〃	〃	〃
نسخ جاننے کے ذرائع	〃	〃	〃
شارع کی صراحت	〃	〃	〃
صحابی کی اطلاع	〃	〃	〃
تاریخ کے علم سے	〃	〃	〃
اجماع امت	〃	〃	〃
امام فخر الاسلام بزدوی کی روایت	〃	〃	〃
قرآن کی موجودہ ترتیب سے نسخ کا فیصلہ	〃	〃	〃
نسخ سے متعلق شرائط	〃	〃	〃
جن نصوص میں نسخ کا احتمال نہیں	〃	〃	〃
نسخ کی چار صورتیں	〃	〃	〃
قرآن کا نسخ قرآن سے	〃	〃	〃
حدیث کا نسخ حدیث سے	〃	〃	〃
آیات سے حدیث کا نسخ	〃	〃	〃
احادیث سے آیات کا نسخ	〃	〃	〃
تلاوت کے حکم کے اعتبار سے نسخ کی صورتیں	〃	〃	〃
تلاوت و حکم دونوں منسوخ	〃	〃	〃
تلاوت باقی حکم منسوخ	〃	〃	〃
حکم باقی تلاوت منسوخ	〃	〃	〃
کیا شرط و قید کا اضافہ بھی نسخ ہے؟	〃	〃	〃

قرآن مجید میں منسوخات کی تعداد	〃	۱۸۲	〃
احادیث میں نسخ کا وقوع	〃	〃	〃
ناسخ صریح	〃	〃	〃
ناسخ ضمنی	〃	〃	〃
ناسخ کلی	〃	〃	〃
ناسخ جزئی	〃	〃	〃

ملکیت — مسائل و احکام

ملکیت — تعریف	پنجم	۱۳۹	ملکیت
شیخ زرقا کا نقطۂ نظر	〃	〃	〃
ملک کی دو قسمیں	〃	〃	〃
ملک تام	〃	〃	〃
اباحت	〃	〃	〃
اباحت اور ملکیت میں فرق	〃	〃	〃
ملکیت تامہ حاصل ہونے کے اسباب	〃	〃	〃
مباح چیز کا حصول	〃	〃	〃
عقد کے ذریعہ ملکیت	〃	〃	〃
نیابت کے ذریعہ ملکیت	〃	〃	〃
مملوکہ شئ میں اضافہ	〃	〃	〃
ملکیت تامہ کی خصوصیت	〃	〃	〃
ناقص ملکیت	〃	〃	〃
مالک کو تصرف کا پورا حق	〃	〃	〃
ضائع ہو جائے تو تاوان نہیں	〃	〃	〃
منافع کا مالک ہونے کے تین ذرائع	〃	〃	〃
منافع سے متعلق چند احکام	〃	〃	〃
وقت و جگہ وغیرہ کی قید	〃	〃	〃

منافع میں میراث	〃	۱۳۹	〃
حفاظت کے اخراجات کی ذمہ داری	〃	〃	〃
مدت گذرنے کے بعد واپسی	〃	〃	〃
منفعت کی ملکیت اور حق میں فرق	〃	۴۳۳	منفعت
حق ـ لغوی معنی	سوم	۲۶۷	حق
اصطلاحی تعریف	〃	〃	〃
حق کی تقسیم	〃	۲۶۹	〃
صاحبِ حق کے اعتبار سے حق کی تقسیم	〃	〃	〃
قابلِ اسقاط اور ناقابلِ اسقاط حقوق	〃	〃	〃
کن حقوق میں وراثت جاری ہوتی ہے؟	〃	۲۷۰	〃
مالی اور غیر مالی حقوق	〃	۲۷۱	〃
حقوق مجردہ اور غیر مجردہ	〃	〃	〃
حق شخصی اور حق عینی	〃	۲۷۲	〃
حق عینی اور حق شخصی کے احکام میں فرق	〃	〃	〃
حق عینی کے عمومی احکام	〃	۲۷۳	〃
حق عینی اور حق انتفاع میں فرق	〃	۲۷۴	〃
حقوقِ ارتفاق کے عمومی احکام	〃	۲۷۵	〃
حقوقِ ارتفاق	〃	۲۷۶	〃

ترجیح سے متعلق اصولی بحث

ترجیح سے پہلے تطبیق	دوم	۳۶۹	ترجیح
پہلا نقطۂ نظر	〃	۳۷۰	〃
دوسرا نقطۂ نظر	〃	۳۷۱	〃
تطبیق کی صورتیں	〃	۳۷۳	〃
اختلاف [illegible]	دوم	۵۵	اختلاف
فقہی اختلاف	〃	〃	〃

اختلاف کے اسباب	〃	۲۱	〃

حیلہ — آداب و احکام

حیلہ — لغوی و اصطلاحی معنی	دوم	۳۰۰	حیلہ
حیلہ کا ثبوت	〃	〃	〃
احناف پر رد و تنقید	〃	۳۱۲	〃
احناف کا طرز عمل	〃	۳۱۳	〃
ابن تیمیہ کی تنقیدات پر ایک نظر	〃	〃	〃

شخصیت سے متعلق اصولی بحث

طبعی شخصیت	چہارم	۱۸	شخصیت
موت کے بعد شخصیت سے متعلق حقوق کا ثبوت	〃	〃	〃
شخصیت اعتباری	〃	〃	〃
شخصیت اعتباری کے لئے فقہی اصل	〃	〃	〃

اصول و قواعد کی چند مصطلحات

ضرورت — لغوی معنی	〃	۳۱۲	ضرورت
اصطلاحی تعریف	〃	〃	〃
دو لفظ نظر	〃	〃	〃
حاجت	〃	〃	〃
شریعت میں ضرورت کا اعتبار	〃	〃	〃
ضرورت کے معتبر ہونے کی شرطیں	〃	〃	〃
ضرورت پوری ہونے تک ہی مباح یا ہی واجب	〃	〃	〃
ضرورت کا اصول قواعد اصول فقہ میں بھی موثر	〃	〃	〃
اصول فقہ کی اصطلاح میں	سوم	۱۷۱	حاجت
استثناء متصل	اول	۸۹	استثناء
استثناء منفصل	〃	〃	〃
استثناء کب معتبر ہوگا؟	〃	〃	〃

قصد اور ارادہ کے مختلف درجات اور خاطر سے مراد	دوم	۳۲۱	خاطر
ثواب و عذاب میں کس درجہ کا ارادہ معتبر ہے؟	//	//	//
وہم سے مراد	پنجم	۳۲۵	وہم
وہم، یقین، ظن اور شک	//	//	//
فقہاء کے یہاں وہم	//	//	//
لغوی و اصطلاحی معنی	چہارم	۳۸۹	عزم
ارادہ کے پانچ درجات اور اس کے احکام	//	//	//
اصول فقہ کی ایک اصطلاح	دوم	۳۱۱	تأسیس
اصول فقہ کی ایک اصطلاح	//	۴۸۳	تفریع
تخییر سے مراد	//	۵۲۲	تخییر
جواز اور عدم جواز کے سلسلہ میں فقہاء کی آراء	//	۵۲۳	//
احکام فقہ میں جنس کا مفہوم	سوم	۱۵۳	جنس
اہل لغت کی اصطلاح میں	پنجم	۲۶۶	فرع
اصول فقہ کی اصطلاح	دوم	۲۴۳	استصحاب
مناظرہ کی اصطلاح میں	//	۱۲۰	اعتراض

قواعد فقہ

قاعدہ کا لغوی معنی	چہارم	۳۶۰	قاعدہ
اصطلاحی تعریف	//	//	//
اصول و قواعد کا فرق	//	//	//
قاعدہ و ضابطہ کا فرق	//	//	//
قواعد فقہ کی تدوین	//	//	//
دور اول	//	//	//
دوسرا دور	//	//	//
تیسرا دور	//	//	//
لغوی معنی	پنجم	۲۵۱	نیت

اصطلاحی تعریف	دوم	۲۵۱	نیت
شبہات سے نیت کا تعلق	〃	〃	〃
نیت کا مقصود	〃	〃	〃
عبادت کی تعیین	〃	〃	〃
اگر وقت میں وسعت نہ ہو؟	〃	〃	〃
اگر وقت میں وسعت ہو!	〃	〃	〃
حج میں نیت کا حکم	〃	〃	〃
ایک ہی جنس میں تعیین معتبر نہیں	〃	〃	〃
نیت میں خطاء	〃	〃	〃
منوی کی صفت کا متعین کرنا	〃	〃	〃
ایک فعل میں دو عبادتوں کی نیت	〃	〃	〃
نیت کا وقت	〃	〃	〃
فعل سے حقیقی اتصال	〃	〃	〃
قاطع نیت فعل سے مراد	〃	〃	〃
روزہ کی نیت	〃	〃	〃
حج کی نیت	〃	〃	〃
زکوۃ وصدقات کی نیت	〃	〃	〃
زبان سے نیت کا تلفظ	〃	〃	〃
کلام اور دل کے ارادہ میں فرق ہو	〃	〃	〃
مشتبہ کی رائے	〃	〃	〃
دل میں اشتباہ کا تعلق	〃	〃	〃
نیت درست ہونے کی شرطیں	〃	〃	〃
نیت اور عمل کے درمیان کوئی منافی عمل نہ پایا جائے	〃	〃	〃
ازالۂ ضرر، شریعت کا مقصود	چہارم	۳۰۹	ضرر

فقہی قاعدہ "لاضرر ولاضرار"	″	۳۰۹	″
ضرورتیں ناجائز کو جائز کردیتی ہیں	″	″	″
ضرورۃً جائز ہونے والی چیزیں بقدر ضرورت ہی جائز ہیں	″	″	″
ضرر حتی الامکان دور کیا جائے	″	″	″
ضرر عام سے بچنے کے لئے ضرر خاص گوارا	″	″	″
بڑے نقصان سے بچنے کے لئے کمتر نقصان	″	″	″
مفاسد کا ازالہ مصالح کے حصول پر مقدم ہے	″	″	″
حاجت ضرورت کے درجہ میں	″	″	″
اضطرار دوسرے کا حق ختم نہیں کرتا	″	۳۰۹	″
ضرر قدیم نہیں ہوتا	″	″	″
قدیم کا معنی	″	۴۲۸	قدیم
اصطلاح فقہ میں	″	″	″
قدیم کو اپنی حالت پر چھوڑ دیا جائے	″	″	″
ضرر میں قدامت معتبر نہیں	″	″	″
مجمع الانہر کی تنبیہ	″	″	″
جب خاموشی اظہار رضا کے حکم میں نہیں	″	۱۲۹	سکوت
جب خاموشی رضامندی کے درجہ میں ہے	″	″	″
ضمان سے متعلق فقہی قواعد	″	۳۱۸	ضمان
عمل کے سلسلہ میں بعض فقہی قواعد	″	۴۱۳	عمل
مباشرت اور متسبب سے مراد	پنجم	۵۵	مباشرت
لغوی و اصطلاحی معنی	چہارم	۲۸۲	قربت
ثواب کے کاموں میں ایثار	″	″	″
حنفیہ کا نقطہ نظر	″	″	″
تحقیق کی ایک صورت	″	″	″

پانی سے متعلق احکام طہارت

سمندر کا پانی	دوم	۲۸۸	بحر
پانی کے کثیر و قلیل ہونے میں شوافع اور حنابلہ کا نقطۂ نظر	چہارم	۵۲۳	قلہ
جدید اوزان میں قلتین کی مقدار	〃	〃	〃
خواتین کے بچے ہوئے پانی سے وضو و غسل	〃	۳۵۵	فضل
پانی کی اہمیت	پنجم	۳۷	ماء
پاک اور پاک کرنے والا	〃	〃	〃
مکروہ	〃	〃	〃
پاک لیکن پاک نہ کرے	〃	〃	〃
مستعمل پانی	〃	〃	〃
ناپاک پانی	〃	〃	〃
حنفیہ کے نزدیک ماء کثیر سے مراد	〃	〃	〃
مالکیہ کا نقطۂ نظر	〃	〃	〃
آب جاری کی ایک فرضی صورت	دوم	۷۱	جاری
جاری پانی کا حکم	〃	〃	〃
جاری پانی کا حکم	پنجم	۳۷	ماء
مملوک پانی	〃	〃	〃
پانی پر ملکیت	〃	〃	〃
پانی کی خرید و فروخت ایک نامناسب عمل	〃	〃	〃
نبیذ تمر سے وضو	〃	۱۶۹	نبیذ تمر
امام ابو حنیفہ کا رجوع	〃	〃	〃
چھوٹے جانوروں کے مر جانے کا حکم	دوم	۲۸۳	بحر
کوا پانی میں گر کر مر جائے	چہارم	۵۹	زاغ
مردہ سمک کی پاکی اور ناپاکی	دوم	۲۸۳	بحر

جب پورا پانی نکالا جائے	"	"	"
اگر پورا پانی نکالنا ممکن نہ ہو؟	"	"	"
جب پانی نکالنا مستحب ہے	"	۳۸۵	"
دوسرے فقہاء کی رائے	"	"	"
بعض مستثنیات	"	۳۸۴	"
کنویں کے احکام	دوم	۳۸۴	باولی
گندے کنویں کے احکام	"	۳۸۴	"
گندے کنویں سے کتنے فاصلہ پر کنواں کھودا جائے؟	"	"	"
جب پورا پانی نکالا جائے	"	"	"

وضوء — احکام و مسائل

طہارت کا ایک مکمل نظام	پنجم	۲۷۷	وضوء
وضوء — لغت اور اصطلاح میں	"	"	"
کیا وضوء اسی امت کی خصوصیت ہے؟	"	"	"
مکی اور مدنی زندگی میں وضوء کا حکم	"	"	"
وضوء کے احکام میں تدریج	"	"	"
وضوء کے ارکان	"	"	"
چہرہ سے مراد	"	"	"
پیشانی سے مراد	"	"	"
پیشانی سے مراد	سوم	۷۷	جبہہ
اگر سر کے اگلے حصہ میں بال نہ ہو؟	پنجم	۲۷۷	وضوء
داڑھی مونچھ کی جڑوں تک پانی پہنچانا	"	"	"
ہاتھ دھونا	"	"	"
سر کا مسح	"	"	"
سر کا مسح	دوم	۱۳۱	استیعاب
سر کے مسح کی مقدار میں فقہاء کا اختلاف	پنجم	۲۷۷	وضوء

کان کا دھونا اور مسح کرنا	دوم	۴۳	اُذن
افعال وضوء میں ترتیب کا حکم	پنجم	۲۷۷	وضوء
افعال وضوء میں ترتیب کا حکم	دوم	۲۵۲	ترتیب
پیالہ سے وضو کرنا	پنجم	۲۷۷	وضوء
وضوء کی سنتیں	〃	〃	〃
شروع میں ہاتھ دھونا	〃	〃	〃
شروع میں بسم اللہ کہنا	〃	〃	〃
بسم اللہ کے الفاظ	〃	〃	〃
مسواک	〃	〃	〃
مسواک کی تعداد اور طریقہ	〃	〃	〃
کلی اور ناک میں پانی ڈالنے میں مبالغہ	〃	〃	〃
داڑھی میں خلال سنت یا مستحب؟	〃	〃	وضوء
خلال کا طریقہ	〃	〃	〃
انگلیوں کا خلال	〃	〃	〃
اعضاء وضوء کو تین بار دھونا	〃	〃	〃
پورے سر کا مسح	〃	〃	〃
کانوں کا مسح	〃	〃	〃
اعضاء کو مل کر دھونا	〃	〃	〃
دائیں حصہ سے ابتداء	〃	〃	〃
سر کے مسح کی ابتداء	〃	〃	〃
پیہم اور مسلسل	〃	〃	〃
مستحبات و آداب	〃	〃	〃
وضوء میں غرہ	چہارم	۲۳۳	غرہ
وضوء میں دوسروں سے مدد لینے کا حکم	پنجم	۲۷۷	وضوء
کن اوقات وضوء	〃	〃	〃

وضوء کے بعد کی دعاء	″	۲۶۶	″
بچا ہوا پانی کھڑے ہو کر پینا	″	″	″
وضوء میں مکروہ باتیں	″	″	″
پانی میں اسراف	″	″	″
مسجد میں وضوء	″	″	″
وضوء واجب ہونے کی شرطیں	″	″	″
وضوء درست ہونے کی شرطیں	″	″	″
متفرق احکام	″	″	″
اگر اعضاءِ وضوء پر زخم ہو؟	″	″	″
اگر ہاتھ کا حصہ کٹا ہوا ہو؟	″	″	″
اعضاءِ وضوء میں زائد عضو کا حکم	″	″	″
وضوء کب فرض، واجب ہے اور کب سنت، مستحب؟	پنجم	″	وضوء
قرآن مجید چھونے کے لئے	″	″	″
سفر کے لئے وضوء	″	″	″
جن صورتوں میں وضوء مستحب ہے	″	″	″
اسباغ سے مراد	دوم	۸۹	اسباغ
وضوء میں عمامہ پر مسح	سوم	۳۲۷	عمامہ
وضوء کے بعد تولیے کا استعمال کرنے کا حکم	پنجم	۱۶۳	مندیل
گردن کا مسح	سوم	۳۹۸	رقبہ
مسح کا طریقہ	″	۳۹۹	[illegible]
غسل اور مسح میں فرق	چہارم	۵۳۹	″
حنفیہ کا نقطۂ نظر	″	″	″
حنفیہ کا استدلال	″	″	″
امام ابوحنیفہ کی طرف شذوذ کی نسبت درست نہیں	″	″	″
جمہور کا استدلال	″	″	″

کیا قے ناقض وضو ہے؟	"	۵۲۹	"
کیا وضو ٹوٹ جائے گا؟	"	۴۴۹	عذراء
کیا بچے کا قے ناقض وضو ہے؟	"	۵۲۹	قے
حنفیہ کی رائے	"	۵۲۹	"
دیگر فقہاء کی رائے	"	۵۲۹	"
مذی سے مراد	پنجم	۴۷	مذی
مذی و وذی میں فرق	"	"	"
مذی سے وضو کا واجب	"	"	"
مباشرت فاحشہ سے مراد اور اس کا حکم	پنجم	۵۵	مباشرت
سونا ناقض وضو ہے	دوم	۱۲۱	استحاضہ
وضو اور نماز پر بے ہوشی کا اثر	"	۱۲۸	بیہوشی
عالم ہوش کے ساتھ بیداری ناقض وضو نہیں	دوم	۲۲۹	[illegible]
کھانے کے ساتھ وضو طعام کا حکم	"	"	"
حدث حقیقی	سوم	۲۱۰	حدث
سبیلین سے خروج نجاست	"	۲۱۱	"
خون اور قے سے متعلق فقہاء کی رائے	"	۲۱۱	"
خون سے متعلق وضو کے احکام	"	۲۱۲	"
قے سے متعلق وضو کے احکام	"	۲۱۳	"
حدث حکمی	"	"	"
نیند سے متعلق فقہاء کی رائے	"	۲۱۴	"
نیند سے متعلق ضروری احکام	"	۲۱۵	"
جنون، بے ہوشی اور نشہ	"	"	"
نماز میں قہقہہ	"	"	"
تبسم، ضحک اور قہقہہ کا فرق	"	"	"
مباشرت فاحشہ	"	۲۱۶	"

بیوی کا بوسہ اور نقض وضو کا مسئلہ	دوم	۲۹۳	تقبیل
حنفیہ کا نقطۂ نظر	چہارم	۵۲۹	قہقہہ
امام ابو حنیفہؒ کی طرف شذوذ کی نسبت کی درست نہیں	〃	〃	〃
حنفیہ کا استدلال	〃	〃	〃
جمہور کا استدلال	〃	〃	〃
وضو میں شک	سوم	۱۱۸	شک
عورتوں کو چھونا	〃	۴۱۶	حدث
شرمگاہ کا مساس	〃	۴۱۷	〃
بعض فقہاء کے نزدیک نقض وضو کے دیگر اسباب	〃	۴۱۸	〃
آگ میں پکی ہوئی چیز کا استعمال	〃	〃	〃
وضو ٹوٹنے کا شبہ ہو	〃	〃	〃
حالت حدث کے احکام	سوم	۴۱۸	حدث
وضو میں وسوسہ	پنجم	۲۶۷	وسوسہ

مسح سے متعلق احکام

مسح کی شرعی حیثیت	سوم	۵۸	جبیرہ
موزوں پر مسح کا ثبوت	〃	۳۵۲	خفین
کس قسم کے موزے ہوں؟	〃	۳۵۷	〃
کپڑے کے موزوں پر مسح کی اجازت	دوم	۳۱	خفین
نرم و نائلن کے موزے	〃	۳۵۷	خفین
اُون کے موزوں کا حکم	سوم	۲۹	خفین
ایسے موزوں پر مسح	〃	۱۴۱	جورب
جرموق پر مسح	〃	۹۸	جرموق
جرموق پر مسح کے لئے شرطیں	〃	۹۸	〃
مسح کا طریقہ	سوم	۳۵۸	خفین
حنفیہ کے مسلک کی تفصیل	〃	〃	〃

مسح کی مدت	"	۳۵۱	"
مدت کب سے شمار ہوگی؟	"	"	"
مسح کے فرائض اور ضروری احکام	"	"	"
موزوں میں بہت گھٹن ہو تو	"	۳۵۷	"
وضوء میں گلے پر مسح	پنجم	۲۰۰	نفل
حالت احرام میں موزے	سوم	۳۶۰	خفین
پٹی پر مسح جائز ہونے کی شرطیں	"	۷۹	جبیرہ
پٹی کے کتنے حصہ پر مسح ضروری ہے	"	۸۰	"
غسل اور پٹی پر مسح	"	"	"
موزوں پر مسح اور پٹی پر مسح میں فرق	"	"	"

غسل — احکام و مسائل

شریعت میں نظافت کی اہمیت	چہارم	۳۳۵	غسل
غسل — لغوی معنی	"	"	"
غُسل اور غَسل میں فرق	"	"	"
غسل کے فرائض	"	"	"
دوسرے فقہاء کی آراء	"	"	"
کیا غسل میں چوٹی اور جوڑا کھولنا ضروری ہے؟	"	۳۱۷	ضفیرہ
غسل کا مسنون طریقہ	"	۳۳۵	غسل
جب غسل کرنا مسنون اور مستحب ہے	"	۳۴۳	"
غسل کے آداب	"	"	"
پانی کی مقدار	"	"	"
خواتین کے خصوصی احکام	"	"	"
طہارت کا اجر	"	۳۴۳	غریق
غسل دینے کا طریقہ	"	"	"
خواتین کے لئے بچے ہوئے پانی سے وضوء و غسل	"	۳۵۵	فضل

تیمم کی شرطیں	دوم	۵۳۹	تیمم
کن چیزوں سے تیمم جائز ہے؟	//	//	//
مٹی سے تیمم	//	۳۴۸	تراب
دیگر فقہاء کی رائے	//	۵۵۰	تیمم
فرائض اور سنتیں	//	۵۳۹	//
تیمم غسل کا بھی بدل ہے	//	۵۵۰	//
ٹرین میں تیمم	//	۵۵۰	//
تیمم اور بغل کا مسح	اول	۲۷۰	ابط
وضوء، سجدہ اور تیمم میں پیشانی کا حکم	سوم	۷۷	جبہہ

حیض سے متعلق مسائل

حیض و نفاس کی حالت میں	اول	۴۱۳	اذان
حیض و نفاس کے مشترک احکام	سوم	۳۰۵	حیض
حیض کی مدت	//	۳۰۳	//
کم سے کم عمر	//	۳۰۳	//
نماز و روزہ	//	۳۰۵	//
طواف	//	۳۰۶	//
تلاوت قرآن	//	۳۰۷	//
قرآن مجید چھونا اور اٹھانا	//	۳۰۷	//
مسجد میں توقف اور اس پر مرور	//	۳۰۶	//
جماع اور تلذذ	//	۳۰۸	//
اسلام کا اعتدال و توازن	//	۳۰۹	//
کچھ جائزات تحریمی [illegible]	//	۳۱۰	//
ایاس کی عمر	دوم	۲۹۰	ایاس
استحاضہ سے مراد	دوم	۹۰	استحاضہ
استحاضہ سے متعلق احکام	//	//	//

مستحاضہ کا خون کب تک حیض سمجھا جائے گا؟	〃	۹۰	〃
نفاس — لغوی و اصطلاحی معنی	پنجم	۲۰۱	نفاس
حنفیہ اور حنابلہ کا نقطۂ نظر	〃	〃	〃
مالکیہ و شوافع کی رائے	〃	〃	〃
حافظ ابن رشد کا استنتاج	〃	〃	〃
جڑواں اولاد میں نفاس کے احکام میں فرق ہے	〃	〃	〃
نفاس کی مدت	〃	〃	〃
کم سے کم مدت نفاس	〃	〃	〃
جو خون استحاضہ کے بعد آئے	〃	〃	〃
طہر — لغوی و اصطلاحی معنی	چہارم	۲۵۲	طہر
طہر کی کم سے کم مدت	〃	〃	〃
زیادہ سے زیادہ مدت	〃	〃	〃
حیض سے فراغت کی علامت	〃	〃	〃

انجاس — احکام و مسائل

اونٹ کا پیشاب	اول	۲۷۱	ابل
پاخانہ کے فقہی احکام	دوم	۳۱۳	براز
پاخانہ ناپاک ہے	〃	〃	〃
استنجاء کب واجب ہے؟	〃	〃	〃
پاخانہ مٹی راکھ کا حکم	〃	〃	〃
گوبر وغیرہ جلنے سے پاک نہیں ہوتا	〃	〃	[illegible]
گائے کا گوبر	〃	۳۳۲	بقر
[illegible]	〃	۳۳۱	بعر
[illegible]	〃	〃	〃
پیشاب سے متعلق احکام	〃	۳۲۵	بول
پیشاب کس کا ناپاک اور کس کا پاک ہے؟	〃	۳۲۸	〃

پیشاب سے پاکی کا طریقہ	〃	〃	〃
کیا جوتوں اور موزوں کے پیشاب کا حکم ایک ہے؟	〃	〃	〃
[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]
رکوع کا حکم	〃	〃	〃
کن جانوروں کا گوشت پاک ہے؟	〃	۵۰۷	[illegible]
انسان کا [illegible]	〃	۵۰۸	〃
[illegible]	〃	〃	〃
خون [illegible]	〃	۴۳۰	[illegible]
[illegible]	〃	〃	〃
شہید کا خون	〃	〃	〃
[illegible] کا خون	〃	〃	〃
[illegible]	〃	〃	〃
[illegible] کا خون	پارہ ۱۴	۱۶	[illegible]
قصاص و [illegible]	〃	۲۳۰	[illegible]
انسان کی ہڈی کا حکم	〃	۳۱۷	[illegible]
خنزیر کی ہڈی کا حکم	〃	〃	〃
کیا [illegible] ہے؟	پارہ ۱۲	۵۲۹	[illegible]
دوسرے حیوانات کی ہڈی کا حکم	〃	۳۴۶	[illegible]
ہڈی کے پاک ہونے کا مطلب	〃	〃	〃
[illegible] سے مراد	〃	۴۴۳	[illegible]
[illegible] کا حکم	〃	〃	〃
[illegible] کا حکم	〃	〃	〃
[illegible] کی رائے	〃	〃	〃
مالکیہ کی رائے	〃	〃	〃
[illegible] پاک کرنے کا طریقہ	〃	۴۸۰	[illegible]

اگر احاطہ فرش کی صورت میں ہو	چہارم	۵۸۰	〃
ودی سے مراد	〃	۲۶۴	ودی
ودی کے احکام	〃	〃	〃
غسل کا وجوب	〃	۱۳۳	غسل
پاک ہے یا ناپاک ہے؟	〃	〃	〃
نجاست حقیقی و حکمی	〃	۱۶۲	نجاست
نجاست مرئیہ و غیر مرئیہ	〃	〃	〃
مرئی نجاست کو دور کرنے کا طریقہ	〃	〃	〃
غیر مرئی نجاست سے پاکی کا طریقہ	〃	〃	〃
نئے کپڑے وغیرہ پاک کرنے کا طریقہ	〃	〃	〃
نجاست غلیظہ و خفیفہ	〃	〃	〃
نجاست غلیظہ کا حکم	〃	〃	〃
درہم کا وزن اور مساحت	〃	〃	〃
نجاست خفیفہ کا حکم	〃	〃	〃
جامد اور سیال اشیاء کا فرق	〃	〃	〃
مختلف نجاستیں	〃	〃	〃
انسان کے فضلات	〃	〃	〃
حرام جانوروں کا فضلہ	〃	〃	〃
پرندوں کی بیٹ	〃	〃	〃
مردار	〃	〃	〃
سور	〃	〃	〃
کتا	〃	〃	〃
کتا اور درندوں کا جھوٹا	〃	〃	〃
شراب	〃	〃	〃
نجاست کا دھواں	〃	〃	〃

مستعمل پانی	//	۱۵۲	//
نجاست دور کرنے کے ذرائع	//	//	//
نجاست حکمی کو زائل کرنے والی اشیاء	//	//	//
نجاست حقیقی	//	//	//
پانی اور سیال اشیاء	//	//	//
پونچھنا	//	//	//
کھرچنا	//	//	//
خشک ہو جانا	//	//	//
ناپاک زمین سوکھنے کے بعد دوبارہ تر ہو جائے	//	//	//
جلنے کی وجہ سے پاکی	//	//	//
ناپاک مٹی کا برتن	//	//	//
عضو ناپاک پانی سے پونچھا جائے	//	//	//
پاکی و ناپاکی کے احکام	//	۱۵۳	نجس
پانی کا جانور	//	//	//
خشکی کا جانور جس میں خون نہ ہو	جم	//	//
خشکی کا جانور جس میں خون ہو	//	//	//
مینڈک، مچھلی وغیرہ کا حکم	//	//	//
دودھ اور چمڑا	//	//	//
حقیقت کی تبدیلی	//	۱۵۴	نجاست
دباغت و ذبح	//	//	//
پانی نکالنا	//	//	//
پتھروں سے نجاست کا ازالہ	//	//	//
کاغذ سے استنجاء	//	//	//
نجاست حقیقی و حکمی میں پاک کرنے کے اعتبار سے فرق	//	//	//
کیا پاکی کے لئے نجاست پر پانی ڈالنا ضروری ہے؟	//	//	//

جھوٹے سے متعلق مسائل

آنت کے احکام	اول	۲۵۱	[illegible]
شیر سے متعلق احکام	دوم	۱۳۴	اسد
تھوک کے احکام	״	۳۱۸	بصاق
انسان کا تھوک پاک ہے	״	״	״
بلی کا جھوٹا اور دوسرے احکام	״	۳۲۱	بلی
بچہ اور اس کا جھوٹا	״	۳۱۹	بچہ
[illegible] کا جھوٹا	״	۳۲۷	[illegible]
جھوٹا حلال ہے یا حرام؟	سوم	۳۰	[illegible]
گدھے کے احکام	״	۲۹۲	حمار
خنزیر کا حکم	״	۳۳۶	خنزیر
چڑیا کا جھوٹا	״	۳۵۸	[illegible]
نجاست خور مرغی کا حکم	״	۳۱۸	دجاجہ
[illegible] کا جھوٹا	چہارم	۵۱	[illegible]
سؤر سے مراد	״	۵۹	سؤر
جھوٹے کی چار قسمیں	״	״	״
پاک اور پاک کرنے والا	״	״	״
ناپاک	״	״	״
مکروہ	״	״	״
مشکوک	״	״	״
مشکوک پانی کا حکم	״	״	״
دوسری قسم کی مثالیں	״	״	״
چند اہم مسائل	״	״	״
غیر محرم کا جھوٹا	״	״	״
نجاست خور اونٹ وبیل کا جھوٹا	״	״	״

پسینہ کا حکم	//	۴۷۶	//
پسینے کا حکم	//	۴۸۶	عرق
ابن قدامہ کی چشم کشائی بحث	//	//	//
بندر کا جھوٹا	//	۴۸۵	قرد
کتے کا جھوٹا	چہارم	۵۶۶	کلب
لعاب کا حکم	//	۵۸۴	لعاب
بلی کا جھوٹا	//	۳۴۰	ہرہ (بلی)
اگر بلی نے ناپاک چیز کھائی ہو؟	//	//	//
اگر کوئی اور پانی موجود نہ ہو؟	//	//	//
اگر انسان کے ہاتھ کو چاٹ لے؟	//	//	//
کھانے کی چیز میں سے کھالے	//	//	//
بلی کے جھوٹے کا حکم	//	//	//
پسینہ رطوبت چشم اور لعاب کا حکم	//	//	//
برتنوں کی نجاست اور پاکی	اول	۳۳۵	آنیہ
ظروف پاک اور ناپاک برتن	//	//	//
رفقاء سفر کے برتنوں کا اختلاط	//	//	//
پاک اور ناپاک کپڑوں کا اختلاط	دوم	۳۳۱	ثوب
چائنگ کمپنی کے برتنوں کا حکم	اول	۳۳۵	آنیہ
غیر مسلموں کے برتنوں کے احکام	//	//	//
لغوی و اصطلاحی معنی	چہارم	۳۵۰	طہارت
طہارت کی اہمیت	//	//	//
کب واجب ہے؟	//	//	//
پاک کرنے کے ذرائع	//	//	//
پانی	//	//	//
سیال چیزیں	//	//	//

مٹی	″	۳۵۰	″
نمک (یا چونا)	″	″	″
قرظ (کیکر پتہ)	″	″	″
رگڑنا	″	″	″
خشک ہو جانا	″	″	″
جلانا	″	″	″
جلانا	دوم	۴۳	احراق
تبدیلی حقیقت	چہارم	۳۵۰	طہارت
دباغت	″	″	″
پانی کا اتارنا	″	″	″
تعلیم	″	″	″
تعلیم کے مختلف ذرائع	″	۳۴۹	″
دباغت کی وجہ سے چمڑے کی پاکی کا مسئلہ	دوم	۹۲	دوم
تبدیلی حقیقت کا حکم	″	۹۲	استحالہ
تبدیلی حقیقت سے مراد	″	۹۳	″
[illegible]	″	۹۴	″
دباغت کے معنی	سوم	۳۰۵	″
دباغت کے بعد پاکی	″	″	″
ہاتھی کا چمڑا	″	″	″
[illegible]	″	۳۰۶	″
[illegible]	″	″	″
دباغت کی صورتیں	″	۳۰۷	″
[illegible] کی صورتیں	دوم	۳۳۹	آب
دودھ	″	″	″
دباغت	″	″	″

دباغت کی دو صورتیں	سوم	۳۰۶	دباغت
حقیقت بدل جانے سے حکم بدل جاتا ہے	دوم	۴۳۶	انقلاب
حقیقت کی تبدیلی کا اثر	"	۳۸۲	تغیّر
کھالوں کے رگڑ سے طہارت	چہارم	۳۹۸	مسح
جن چیزوں میں بالاتفاق سبب طہارت ہے	"	۴۵۲	فرک
مادہ منویہ بھی فرک	"	"	"
نجاست حقیقی و حکمی	پنجم	۵۱	پاکی (پہلے والا معنی)
نجاست حکمی دور کرنے کے لئے پانی ضروری ہے	"	"	"
نجاست حقیقی دور کرنے کے لئے پانی ضروری نہیں	"	"	"
ہاتھی کے چمڑے کی دباغت اور دوسرے احکام	دوم	۴۲۱	فیل
ہڈی اور پٹھا	سوم	۳۶۸	ہڈی

استنجاء — آداب و احکام

استنجاء کا حکم	دوم	۱۲۹	استنجاء
استنجاء کے ارکان	"	"	"
استنجاء کرنے والے سے متعلق احکام	"	۱۲۶	"
کن چیزوں سے استنجاء کیا جائے؟	"	"	"
اگر بے ستری کا اندیشہ ہو؟	"	۱۲۸	"
خارج ہونے والی اور باہر پھیلنے والی نجاست	"	"	"
استنجاء کی کیفیت	"	"	"
مستحبات و آداب	"	"	"
حالت استنجاء میں قبلہ کا سامنا یا پیٹھ	"	۱۲۹	"
جہاں استنجاء کرنا مکروہ ہے	"	"	"
حالت استنجاء	"	"	"
ذکر و دعاء	"	۱۳۰	"
جانے اور نکلنے کے آداب	"	"	"

قراءت کے بعد	"	"	"
استدبار، استنجاء کی حالت میں	"	۱۰۸	استدبار
استنجاء میں ایثار	"	۲۹۲	ایثار
طاق عدد کی اہمیت	"	"	"
درخت کے سایہ میں قضاء حاجت	سوم	۱۷۷	شجر
کاغذ سے استنجاء	چہارم	۴۹۳	قرطاس
کاغذ سے استنجاء	"	"	"
قبلہ کے لغوی معنی	"	۳۶۸	قبلہ
اصطلاح شریعت میں	چہارم	۳۶۹	قبلہ
قضاء حاجت کے درمیان استقبال قبلہ	"	"	"
جسم دھونے کے وقت استقبال	"	"	"
استنجاء میں استقبال سے متعلق کچھ ضروری مسائل	"	"	"
بڑے نے بچوں کو قبلہ رخ بٹھایا	"	"	"
خروج ریح کی حالت میں قبلہ کا سامنا یا پیٹھ	"	"	"
عذر کی بناء پر استقبال قبلہ	"	"	"
ہم بستری کی حالت میں	"	"	"
قبلہ کی طرف پاؤں کرنا	"	"	"
بچوں کو سمت قبلہ پاؤں کر کے سلانا	"	"	"
فقہاء کی آراء	"	"	"
استنجاء میں وسوسہ	پنجم	۲۹۸	وسوسہ
وسوسہ شیطان کی طرف سے	"	"	"

ابواب نماز **نماز**

صلوۃ — لغوی معنی	چہارم	۲۳۱	صلوٰۃ
وجہ تسمیہ	"	"	"
اسلام میں نماز کی اہمیت	"	"	"

نماز پنجگانہ کا ثبوت	//	۴۳۱	//
اوقات نماز	//	//	//
جائز اوقات	//	//	//
فجر	//	//	//
صبح صادق سے مراد	//	//	//
ظہر	//	//	//
سایۂ اصلی کو مستثنیٰ کرنے کی وجہ	//	۴۳۱	//
عصر	//	//	//
مغرب	//	//	//
شفق سے مراد	//	//	//
عشاء	//	//	//
مستحب اوقات	//	//	//
فجر	//	//	//
فجر	دوم	۱۴۷	اسفار
ظہر	چہارم	۴۳۱	صلوٰۃ
ظہر	اول	۳۶۸	ابراد
عصر	چہارم	۴۳۱	صلوٰۃ
مغرب	//	//	//
عشاء	//	//	//
مکروہ اوقات	//	//	//
تین اوقات مکروہ ہیں	//	//	//
نفل کے لئے دو اوقات مکروہ	//	//	//
نماز کے لئے مکروہ وقت	دوم	۱۱۵	اصفرار
اصفرار شمس سے مراد	//	//	//

اذان و اقامت — آداب و احکام

اذان کی ابتداء	دوم	۹۳	اذان
الصلوٰۃ خیر من النوم کا بیان	//	۹۵	//
کلمات اذان کی جامعیت اور اثر انگیزی	//	//	//
کلمات اذان کی تعداد	//	//	//
اذان کے آداب	//	۹۶	//
لفظی تحریفی غلطیاں	//	//	//
کلمات اذان میں تقدیم وغیرہ	//	//	//
مسنون طریقہ	//	//	//
اذان کن نمازوں میں ہے؟	//	۹۷	//
اذان شعار دین ہے	//	//	//
قبل از وقت اذان	//	//	//
جن کی اذان مکروہ ہے	//	//	//
نشہ آور کی اذان	چہارم	۱۹۹	سکران
جب از سر نو اذان دی جائے گی	۲م	۶۸	اذان
مؤذن کے اوصاف	//	//	//
اذان کا جواب	//	//	//
قبر پر اذان	//	۶۹	//
اذان میں انگوٹھے چومنا	//	۷۰	//
تثویب فقہ کی اصطلاح میں	//	۲۰۸	تثویب
جماعت ہوچکی ہو تو مؤذن کیا کرے؟	//	//	//
کلمات اذان میں ترتیب	//	۲۵۳	ترتیب
اذان میں ترجیع	//	۲۵۴	ترجیع
اذان میں ترسل	//	//	ترسل
امراء کے لئے تثویب کا حکم	۲م	۲۱۱	تثویب

خواتین کے لئے اہتمام	〃	۳۱۷	〃
اذان و اقامت میں استقبال	چہارم	۳۲۹	قبلہ
حی علی الصلاۃ اور حی علی الفلاح کا حکم	〃	〃	〃
اذان خانہ میں سمت قبلہ سے انحراف	〃	〃	〃
اقامت کی ابتداء	دوم	۱۹۳	اقامت
اقامت کن نمازوں میں؟	〃	〃	〃
جو باتیں اقامت میں مکروہ ہیں	〃	〃	〃
اقامت کے بعض احکام	〃	۱۹۵	〃
اقامت کے زیادہ مستحق	〃	〃	〃
مقتدی کب کھڑے ہوں	〃	〃	〃
آلۂ مکبر الصوت	اول	۱۲۱	آلہ
لاؤڈ اسپیکر	〃	〃	〃
لاؤڈ اسپیکر پر نماز	〃	〃	〃
لاؤڈ اسپیکر پر اذان	〃	〃	〃
لاؤڈ اسپیکر پر وعظ و خطبے	〃	〃	〃

شرائط نماز

کیا بغل ستر میں داخل ہے؟	اول	۲۷۰	ابط
پستان کا حصہ ستر میں ہے	سوم	۳۹	ثدی
باندی کی نماز	دوم	۲۷۵	امہ
نماز میں	سوم	۲۷۱	خمار
نماز میں ستر	چہارم	۳۸۷	عریاں
مجبور بے لباسی کی حالت میں نماز	〃	〃	〃
نماز میں استقبال	〃	۳۲۹	قبلہ
اگر قبلہ مشتبہ ہو جائے؟	〃	〃	〃
جب استقبال سے عاجز ہو	〃	〃	〃

[illegible] کا حکم	〃	۳۱۹	〃
نفل نماز میں استقبال کا حکم	〃	〃	〃

کیفیت نماز

نماز میں تحریمہ اور اس کے الفاظ	دوم	۳۴۴	تحریمہ
خشوع سے مراد	سوم	۳۲۹	خشوع
نماز میں خشوع کا حکم	〃	〃	〃
ثناء	دوم	۱۸	استفتاح
کلمات توجیہ	〃	〃	〃
کلمات توجہ	〃	۱۹	〃
نماز میں توجہ	سوم	۲۹	ثناء
چند ضروری مسائل	دوم	۱۹	استفتاح
ثناء کے آخر میں "جل ثناءک"	〃	۲۰	〃
ثناء کب پڑھے؟	〃	〃	〃
ثناء اور اس کے احکام	سوم	۲۹	ثناء
نماز میں تعوذ	دوم	۳۱۰	تعوذ
تعوذ — قراءت سے قبل ہے یا قراءت کے؟	〃	۲۸	〃
بسم اللہ کی فقہی حیثیت	〃	۳۳۱	تسمیہ
نماز میں	〃	۳۱۹	بسملہ
قراءت — لغوی معنی	چہارم	۵۹۴	قرأت
فن — علم قرأت کی اصطلاح میں	〃	〃	〃
مدرسہ عراقی اور مدرسہ شامی کی ترجیحات	〃	〃	〃
جہری صلاۃ اور جہری نمازیں	سوم	۱۹۵	جہر
غیر جہری نمازیں	اول	۸۹	اخفاء
سری صلاۃ اور اس سلسلے میں مشائخ کا اختلاف	چہارم ۱۲	۱۳۳	سر
نماز میں [illegible]	سوم	۳	آداب

قرأت کے درمیان دعاء	//	//	//
آہستہ پڑھنے کی حد	دوم	۵۸	اخفاء
سہو ونسیان کا احکام پر اثر	چہارم	۱۰۰	آفات اختیاری
نماز میں سہو کلام	//	//	//
امام ابو حنیفہؒ اور امام محمدؒ کا اصول	//	//	//
امام ابو یوسفؒ کا اصول	//	//	//
اعراب میں غلطی	//	//	//
وقف میں غلطی	//	//	//
الفاظ و حروف میں تبدیلی	//	//	//
طرفین کا نقطۂ نظر	//	//	//
امام ابو یوسفؒ کی رائے	چہارم	//	//
سورتوں میں ترتیب	دوم	۴۵۳	ترتیب
پڑھنے کا اطلاق کس کیفیت پر ہوگا؟	چہارم	۴۶۲	قرأت
ہندوانی اور فضلیؒ کا قول	//	//	//
امام احمدؒ اور بشر مریسی کا قول	//	//	//
امام کرخیؒ اور ابو بکر بلخیؒ کا قول	//	//	//
آمین کا تلفظ	اول	۴۳۳	آمین
آمین صرف نماز میں ہے یا خارج صلوۃ بھی؟	//	//	//
آمین کون کہے؟	//	//	//
زور سے کہے یا آہستہ؟	//	//	//
آمین آہستہ کہے	دوم	۵۸	اخفاء
رکوع — لغوی معنی	سوم	۴۹۴	رکوع
اصطلاحی معنی	//	//	//
رکوع کا طریقہ	//	//	//
رکوع میں تطبیق	سوم	۴۹۵	//

تعدیل ارکان سے مراد	"	۳۹۵	"
رکوع میں تعدیل	"	"	"
فقہاء کا اختلاف رائے	"	"	"
رکوع کی تسبیحات اور اس کی مقدار	"	۳۹۶	"
امام کتنی بار پڑھے؟	"	"	"
رکوع کی حالت میں تلاوت قرآن	"	"	"
متفرق احکام	"	"	"
بقدر رکوع	"	"	"
خواتین کے لئے رکوع کا طریقہ	"	"	"
کوزہ پشت کا حکم	"	"	"
رکوع میں پڑھے ہوئے تسبیح	"	"	"
رکوع سے اٹھتے ہوئے کیا کہے؟	"	۳۹۷	"
نماز میں تسمیع و تحمید کا حکم	دوم	۴۳	اصحب
سمع اللہ لمن حمدہ کون کہے؟	"	۳۲۴	تسمیع
رکوع میں تطبیق	"	۴۷۵	تطبیق
رکوع کا مستحب طریقہ	"	۳۱۷	تعدیل
رکوع اور سجدہ کی تسبیح	"	۳۵۹	تسبیح
سجدہ کی تسبیح	"	"	"
جلسہ استراحت	سوم	۱۱۰	جلسہ
دو سجدوں کے درمیان دعاء	"	۳۱۲	دعاء
سجدہ — لغوی اور اصطلاحی معنی	چہارم	۱۳۳	سجدہ
سجدہ اہم ترین رکن	"	"	"
سجدہ کا طریقہ	"	"	"
تکبیر کب کہی جائے؟	"	"	"
تسبیح	"	"	سجدہ

تسبیح کی مقدار	//	۱۴۳	//
امام کتنی بار پڑھے؟	//	//	//
سجدے میں تلاوت و دعاء	//	//	//
اعضاء سجدہ	//	//	//
زمین پر پاؤں رکھنا واجب ہے	//	//	//
ہاتھ اور گھٹنے رکھنا	//	//	//
پیشانی اور ناک	//	//	//
اگر رخسار اور ٹھوڑی زمین پر رکھ دی جائے؟	//	//	//
سجدے کی مسنون ہیئت	//	//	//
اعضاء کے رکھنے اور اٹھانے کی ترتیب	//	//	//
ہاتھ کہاں رکھے؟	//	//	//
عورتوں کے لئے	//	//	//
ہاتھ کی انگلیاں	//	//	//
مختلف اعضاء کی ہیئت	//	//	//
سجدہ کیسی جگہ پر کیا جائے؟	//	//	//
روئی یا برف پر سجدہ	//	//	//
ہتھیلی اور عمامہ پر سجدہ	//	//	//
سجدہ گاہ نمازی کی جگہ سے اونچا ہو	//	//	//
اژدحام کے موقع پر	//	//	//
پیشانی کا اکثر حصہ زمین پر ہو	//	//	//
کچھ اور ضروری احکام	//	//	//
نگاہ کا محل	//	//	//
اگر سجدہ گاہ میں کنکریاں ہوں؟	//	//	//
تسبیحات کی تعداد اور انگلیوں سے گننا	//	//	//
اعتدال واجب ہے	//	//	سجدہ

سجدہ میں دعاء	سوم	۳۱۴	دعاء
وضو، سجدہ اور تیمم میں پیشانی کا حکم	"	۷۷	جبہہ
قعدہ کی بیٹھک	دوم	۱۹۹	اقعاء
بیٹھنے کی اس کیفیت کا حکم (اکڑوں بیٹھنا)	"	۲۷	احتباء
نماز میں احتباء	"	"	"
اگر عذر ہو	"	"	"
نماز میں پالتی مار کر بیٹھنا	"	۲۵۲	تربع
نماز میں بیٹھنے کا طریقہ	"	۳۲۵	تورک
نشست کی کیفیت	سوم	۱۱۰	جلسہ
تشہد کے کلمات	دوم	۲۹۳	تشہد
دوسرے احکام	"	"	"
نماز میں سلام	دوم	۲۵۷	تسلیم
نماز میں سلام پھیرنے کا حکم	"	۲۲۷	تحلیل
سلام کا طریقہ	"	۲۵۷	تسلیم
نماز کے بعد دعاء	سوم	۳۱۳	دعاء
فقہاء کا نقطۂ نظر	"	۳۱۴	"
حنفیہ کا نقطۂ نظر	"	"	"
اجتماعی دعاء	"	"	"
مولانا بنوری کا چشم کشا بیان	"	۳۱۵	"

ارکان نماز

ارکان	چہارم	۲۳۱	صلوٰۃ
قیام	"	"	"
نفل نماز بیٹھ کر پڑھنے کا حکم	"	"	"
قراءت	"	"	"
قراءت سے مراد	چہارم	"	"

مقدار فرض	//	۲۳۱	صلوٰۃ
تین چھوٹی آیتوں سے مراد	//	//	//
قرآن کی طویل تر آیتیں	//	//	//
ایک ہی آیت پر اکتفاء	//	//	//
مقدار واجب	//	//	//
مسنون قرأت	//	//	//
طوال مفصل اور وساط و قصار سے مراد	//	//	//
آیات کی تعداد	//	//	//
کب ترتیل اور میانہ روی کے ساتھ پڑھے؟	//	//	//
مکروہات قرأت	//	//	//
شاذ قرأت	//	//	//
دوسری رکعت میں زیادہ طویل قرأت	//	//	//
خلاف ترتیب قرأت	//	//	//
امام کے پیچھے قرأت	//	//	//
حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ کی روایت	//	//	//
حضرت ابو ہریرہؓ کی روایت	//	//	//
حضرت ابو ہریرہؓ کی ایک اور روایت	//	//	//
حضرت جابرؓ کی روایت	//	//	//
صحابہؓ کے اقوال و آثار	//	//	//
ائمہ اربعہ کا مسلک	//	//	//
جہر و سر	//	//	//
جن نمازوں میں جہری قرأت ہے	//	//	//
جن صورتوں میں سری قرأت ہے	//	//	//
مقتدی کا حکم	//	//	//
قعدۂ اخیرہ	چہارم	//	//

حروف مصدر کے قرآن کی حیثیت	〃	۲۳۱	صلوٰۃ

نماز کے واجبات و سنن

واجبات نماز	〃	〃	〃
واجبات کا حکم	〃	〃	〃
نماز میں تعدیل کا حکم	دوم	۴۷۲	تعدیل
نماز کی سنتیں	چہارم	۲۳۱	صلوٰۃ
نماز کی سنتوں کا حکم	〃	〃	〃
رفع یدین	〃	〃	〃
ہاتھ کہاں تک اٹھایا جائے؟	〃	〃	〃
انگلیوں کی کیفیت	〃	〃	〃
رفع یدین کس موقع پر ہے؟	〃	〃	〃
رفع یدین کی بعض صورتیں منسوخ ہیں	〃	〃	〃
ہاتھ کہاں باندھے جائے؟	〃	〃	〃
حضرت علیؓ کی روایت	〃	〃	〃
حضرت ہلبؓ کی روایت	〃	〃	〃
کچھ اور بحثیں	〃	〃	〃
آمین	〃	〃	〃
کون لوگ آمین کہیں؟	〃	〃	〃
آہستہ کہنا اولیٰ ہے	〃	〃	〃
کچھ بحثیں	〃	〃	〃
نماز میں تین وقفے، سورۂ فاتحہ کے بعد وقفہ کا مقصد	〃	۱۲۸	سکتہ
رکوع سے اٹھتے ہوئے کیا کہے؟	〃	۲۳۱	صلوٰۃ
اعتدال کے ساتھ قومہ	〃	〃	〃
تکبیر انتقال	〃	〃	〃
قومہ	〃	〃	〃

تشہد میں اشارہ	چہارم	۲۳۱	صلوۃ
فرائض کی تیسری اور چوتھی رکعت میں سورۃ	〃	〃	〃
درود شریف	〃	〃	〃
درود کے بعد دعاء	〃	〃	〃
سلام کا مسنون طریقہ	〃	〃	〃
آداب و مستحبات	〃	〃	〃
نماز کی عمومی کیفیت	〃	〃	〃
مختلف فیہ احکام نماز	〃	〃	〃
بعض کیفیات میں مردوں اور عورتوں کے درمیان فرق	〃	〃	〃
ہاتھ اٹھانے میں	〃	〃	〃
ہاتھ کہاں باندھیں؟	〃	〃	〃
کیسے باندھیں؟	〃	〃	〃
عورتوں کے رکوع کا طریقہ	〃	〃	〃
سجدہ کا طریقہ	〃	〃	〃

نماز کو توڑ دینے والی چیزیں

معذور کا عذر دور ہو جائے	چہارم	〃	〃
نماز ہی میں سورج نکل آئے	〃	〃	〃
امام پر مقتدی کی سبقت	〃	〃	〃
مرد و عورت کا برابر میں کھڑا ہونا؟	〃	〃	〃
نماز میں آہ	اول	۱۴، ۲۳۸، ۲۳۹	انین
نماز میں سانپ مارنے کا حکم	دوم	۱۲۱	اسودین
وضو اور نماز پر بیہوشی کا اثر	〃	۱۹۷	اغماء
سجدہ میں اضطجاع	〃	۶۱	اضطجاع
حشرات کا اقدام	چہارم	۳۰۷	عقرب
نماز میں کلام	〃	۲۳۱	صلوۃ

کلام سے مراد	〃	۴۳۱	صلوٰۃ
بطور جواب کسی آیت کا پڑھنا	چہارم	〃	〃
چھینک کا جواب	〃	〃	〃
کھانسی، جمائی وغیرہ	〃	〃	〃
ڈکار کا حکم	〃	〃	〃
نماز میں رونا	〃	〃	〃
نماز میں رونا	دوم	۳۳۵	بکاء
نماز میں اُف کہنا	〃	۳۹۱	تأفیف
نماز میں تبسم	〃	۴۱۲	تبسم
نماز میں تبسم	چہارم	۵۲۹	قہقہہ
ہنسنے کے تین درجے	〃	〃	〃
نماز میں پھونک	〃	〃	〃
نماز میں تنحنح	〃	〃	〃
سلام	〃	۴۳۱	صلوٰۃ
زبان سے سلام	〃	〃	〃
ہاتھ کے اشارے سے سلام	〃	〃	〃
نماز میں لقمہ دینا	〃	صلوٰۃ	〃
نماز میں قرآن دیکھ کر تلاوت	〃	〃	〃
عمل کثیر سے مراد	〃	〃	〃
عمل قلیل سے مراد	〃	۴۱۲	عمل
نماز میں عمل کثیر	〃	〃	〃
نماز میں چلنا	〃	۴۳۱	صلوٰۃ
مختلف صورتیں اور ان کا حکم	〃	〃	〃
مفسدِ نماز سے مراد	〃	〃	〃

نماز میں کھانا پینا	//	۲۳۱	صلوٰۃ
کچھ اور مفسدات	//	//	//
ناپاک شے پر سجدہ	چہارم	//	//
بے ستری	//	//	//
قبلہ سے انحراف	//	//	//
سہو و نسیان کا احکام پر اثر	//	۱۰۰	زلۃ القاری
نماز میں سہوا کلام	//	//	//
امام ابوحنیفہ اور امام محمد کا اصول	//	//	//
اعراب میں غلطی	//	//	//
وقف میں غلطی	//	//	//
الفاظ و حروف کی تبدیلی	//	//	//
طرفین کا نقطۂ نظر	//	//	//
امام ابو یوسف کی رائے	//	//	//
درمیان نماز وضو ٹوٹ جائے	دوم	۳۴۷	بناء

جو چیزیں نماز میں مکروہ ہیں

مکروہات نماز سے مراد	چہارم	۲۳۱	صلوٰۃ
کھلی کھیتوں میں نماز کی کراہیت	دوم	۳۰۹	تابط
اونٹ کے اصطبل میں نماز	اول	۲۷۱	ابل
کپڑا پہننے کی ایک خاص صورت	دوم	۸۷	اشتمال
نماز میں اسبال	//	۵۳	اسبال
اختصار سے مراد	//	۵۵	اختصار
دیگر رائیں	//	//	//
طبعی تقاضے کے وقت نماز	//	۲۰۳	اخبثین
نماز میں التفات کے تین درجات اور ان کے احکام	//	۱۳۸	التفات

سدل سے مراد	چہارم	۱۴۲	سدل
نماز میں سدل کا حکم	"	"	"
جوتے میں نماز	پنجم	۲۰۰	نعل
محراب کے اندر کھڑا ہو	"	۹۷	محراب
نماز سے باہر	چہارم	۳۲	سدل
نماز میں غیر عربی زبان میں دعاء	سوم	۳۱۳	دعاء
پیشاب روکنے والے شخص کی نماز	"	۱۷۳	حاقن
مکروہات کے ارتکاب کا حکم	چہارم	۲۳۱	صلوٰۃ
ترک واجب اور ترک سنت و مستحب کا حکم	"	"	"
چند اہم مکروہات	"	"	"
نماز میں وسوسہ	پنجم	۲۶۷	وسوسہ
نمازی کے آگے سے گذرنے کی ممانعت	چہارم	۱۲۰	سترہ
سترہ سے مراد	"	"	"
سترہ رکھنے کا حکم	"	"	"
نمازی اور سترہ کے درمیان فصل	"	"	"
کیا چیزیں سترہ ہو سکتی ہیں؟	"	"	"
سترہ کی لمبائی	"	"	"
سترہ کی چوڑائی	"	"	"
سترہ کے لئے خط کھینچنا	"	"	"
نمازی کا [illegible]	"	"	"
امام کا سترہ مقتدی کے لئے کافی ہے	"	"	"
کیا آدمی سترہ بن سکتا ہے؟	"	"	"
نمازی کے کتنے آگے سے گذرا جائے؟	"	"	"
چھوٹی مسجد کا حکم	"	"	"
صحرا اور مسجد کبیر کا حکم	"	"	"

مسجد صغیر و کبیر سے مراد	//	۱۲۰	سترہ
سترہ کی ضرورت اور اہم مسائل	//	//	//
کپڑے کا سترہ	//	//	//
اگر نمازی کی جگہ اونچی ہو	//	//	//
نمازی کے آگے سے گذرنے کی جو صورتیں	چہارم	//	//
گذرنے والے کو روکنا	//	//	//
روکنے کا طریقہ	//	//	//
روکنے والوں سے قتل و قتال	//	//	//

امام اور امامت سے متعلق مسائل

امام نماز کی اتباع	اول	۲۸۳	اتباع
پانچ امور میں اتباع واجب ہے	//	//	//
جو چیزیں جن میں امام کی اقتداء نہ کی جائے	//	//	//
جو چیزیں کہ امام نہ بھی کرے تب بھی مقتدی کرے	//	//	//
ضعیف قوی کی امامت نہیں کر سکتا	دوم	۲۲۸	اداء
اشارہ سے نماز پڑھنے والے کی امامت	//	۲۶۵	ایماء
امی کی امامت	//	۲۳۶	امی
اقتداء میں کراہت	//	۲۵۸	اہل ہوی
لنگڑے کی امامت	//	۱۶۳	اعرج
امام — لغوی و اصطلاحی معنی	//	۲۱۸	امام و امامت
منصب امامت کی اہمیت	//	//	//
جو لوگ امام بن سکتے ہیں	//	//	//
بعض اہم فقہی اختلافات	//	۲۱۹	//
توتلانے والے کی امامت	//	۳۴۰	تاتاء
جن کی امامت مکروہ ہے	//	۲۱۹	امام و امامت
عورت کی امامت	//	//	//

تراویح میں نابالغوں کی امامت	//	۲۲۰	//
نابینا و بدعتی کے پیچھے امامت	//	//	//
امامت کا زیادہ حقدار	//	//	//
ٹیپ ریکارڈ اور ٹی وی کے ذریعہ امامت	//	۲۲۱	//
مخالف مسلک امام کی اقتداء	//	//	//
نماز میں التفات	دوم	۱۶۸	التفات
لقمہ دینا	چہارم	۴۲۸	لقمہ
لقمہ — لغوی اور اصطلاحی معنی	//	//	//
حرکات و سکنات کی غلطی پر ٹوکنے کا طریقہ	//	//	//
قرأت قرآن میں لقمہ دینے کا حکم	//	//	//
اگر غیر مصلی امام کو لقمہ دے	//	۴۳۷	//
لقمہ دینے کے آداب	//	//	//
ایک ہاتھ کی پشت پر دوسرا ہاتھ مارنا	دوم	۳۹۳	تصفیق
مسجد میں تھوکنا	//	۳۱۸	بصاق
پیاز کھا کر مسجد میں آنا	//	۳۱۹	بصل

نماز وتر سے متعلق مسائل

محراب وسط میں ہو	دوم	۹۷	محراب
قنوت — لغوی معنی	چہارم	۵۲۶	قنوت
قنوت وتر	//	//	//
وتر — لغوی معنی	پنجم	۲۵۶	وتر
وتر نام رکھنے کی وجہ	//	//	//
نماز وتر واجب ہے یا مسنون؟	//	//	//
امام ابوحنیفہ کے تین اقوال	//	//	//
واجب ہونے کی دلیل	//	//	//
دوسرے فقہاء کا نقطۂ نظر	//	//	//

صرف تعبیر کا اختلاف ہے	پنجم	۲۵۹	وتر
وتر کی رکعت	〃	〃	〃
احناف کا نقطۂ نظر	〃	〃	〃
دوسرے فقہاء کا نقطۂ نظر اور دلائل	〃	〃	〃
نماز وتر کا طریقہ	〃	〃	〃
وتر میں کن سورتوں کا پڑھنا مسنون ہے؟	〃	〃	〃
قعدۂ اولیٰ واجب ہے	〃	〃	〃
کیا پورے سال دعاء قنوت ہے	〃	〃	〃
جماعت کے ساتھ وتر	〃	〃	〃
دعاء قنوت	〃	〃	〃
دعاء کے آخر میں درود	〃	〃	〃
اگر دعاء قنوت یاد نہ ہو؟	〃	〃	〃
دعاء قنوت سے متعلق احکام	〃	〃	〃
زور سے پڑھے یا آہستہ؟	〃	〃	〃
اگر دعاء پڑھنا بھول جائے؟	〃	〃	〃
تیسری رکعت کے رکوع میں امام کو پائے؟	〃	〃	〃
فجر میں دعاء قنوت	〃	〃	〃
اگر امام شافعی ہو اور مقتدی حنفی؟	〃	〃	〃
نماز وتر کا وقت	〃	〃	〃
اگر بعد میں نماز عشاء کا فاسد ہونا معلوم ہو؟	〃	〃	〃
مستحب وقت	〃	〃	〃
قنوت نازلہ	چہارم	۵۲۹	قنوت
دعاء	〃	〃	〃

نفل نمازیں

نفل — لغوی و اصطلاحی معنی	پنجم	۲۱۸	نفل

نفل شروع کرنے کے بعد توڑ دے	"	۳۱۸	نفل
کیا نفل شروع کرنے کے بعد واجب ہو جاتا ہے؟	"	"	"
جمہور کا نقطۂ نظر	"	"	"
نفل نمازیں	چہارم	۴۳۱	سنت
سنن مؤکدہ	"	"	"
زیادہ مؤکد سنت	"	"	"
سنن غیر مؤکدہ	"	"	"
عشاء سے پہلے چار رکعت	"	"	"
سنت فجر سے متعلق ایک اہم مسئلہ	"	"	"
سنتوں کی قضاء	"	"	"
اگر ظہر سے پہلے کی سنت نہ پڑھ پائے	"	"	"
نماز جمعہ سے پہلے اور بعد کی سنتیں	"	"	"
حکم اور کیفیت	دوم	۳۴۸	تراویح
جماعت	"	۳۴۹	"
وقت	"	۳۵۰	"
قضاء	"	"	"
ختم	"	"	"
قراءت کی مقدار	"	۳۵۱	"
متفرق احکام	"	"	"
ترویحہ کا عمل	"	"	"
اگر دو رکعت فاسد ہو گئی؟	"	"	"
امام خوش خواں یا درست خواں؟	"	۳۵۲	"
ایک سے زیادہ امام	"	"	"
کوئی سورت یا آیت چھوٹ گئی	"	"	"
نماز تہجد کی فضیلت	"	۵۲۷	تہجد

تہجد کا وقت	"	۵۳۷	تہجد
تعداد رکعات	"	"	"
قراءت کی مقدار	"	"	"
زلزلے کے موقع سے نماز نفل	چہارم	۹۹	زلزلہ
جماعت ثابت نہیں	"	"	"
قیام اللیل	"	۵۳۷	قیام اللیل
نماز چاشت	"	۴۳۱	صلوٰۃ
نماز سفر	"	"	"
صلوٰۃ الاوابین	"	"	"
صلوٰۃ الزوال	"	"	"
نماز اشراق	"	"	"
محدثین اور صوفیا کا اختلاف	"	"	"
نماز توبہ	"	"	"
صلوٰۃ التسبیح	"	"	"
صلوٰۃ التسبیح کی ایک ماثور دعاء	"	"	"
نفل میں افضل طریقہ چار رکعت ہے یا دو رکعت	"	"	"
کثرت رکعات افضل ہے یا طویل قیام؟	"	"	"
صلوٰۃ حاجت	سوم	۱۶۱	حاجت
مسجد قباء کی فضیلت	چہارم	۴۳	قباء
مسجد قباء میں نماز پڑھنا	"	"	"
بیٹھنے کے بعد	دوم	۴۲۹	تحیۃ المسجد
تحیۃ الوضوء	"	۴۳۰	تحیۃ الوضوء
ساحل سے بندھی ہوئی کشتی میں نماز	چہارم	۱۲۶	سفینہ
چلتی ہوئی کشتی میں بیٹھ کر نماز	"	"	"
استقبال قبلہ کا حکم	"	"	"

نماز دہرانے کا حکم	″	۱۹۷	″
کعبہ میں نماز	دوم	۳۲۸	بیت اللہ
کعبہ کی چھت پر نماز	″	۳۲۹	″
کعبہ سے باہر نماز	چہارم	۵۵۷	کعبہ
حطیم میں نماز	″	″	″

وضوء — احکام و مسائل

تراویح میں تداعی کا مفہوم	دوم	۲۲۸	تداعی
جماعت کی اہمیت	سوم	۱۱۶	جماعت
جماعت کا حکم	″	۱۱۷	″
کن نمازوں کی جماعت	″	″	″
جماعت میں کھڑے ہونے کی ترتیب	″	۱۱۸	
جماعت شروع ہونے کے بعد سنت	″	″	″
جماعت ثانیہ کا مسئلہ	″	۱۱۹	″
خواتین کی جماعت	″	۱۲۰	″
نماز کے بعد جماعت میں شرکت	″	″	″
جنوں کے ساتھ نماز	″	۳۵	جن
محراب سے ہٹ کر دوسری جماعت	پنجم	۱۷	محراب
مریض اور جماعت	″	۷۸	مریض
نماز میں تلقی	دوم	۳۰	تلقی
تشہد دوبارہ کب پڑھے؟	پنجم	۸۷	مسبوق
باقی رکعتیں پڑھنے کی کیفیت	″	″	″
امام کے آخری قعدہ میں مسبوق تشہد کے بعد کیا پڑھے؟	″	″	″
امام کے ساتھ سلام پھیرنے کے بعد کیا کرے؟	″	″	″
سجدۂ سہو میں امام کی اتباع	″	″	″
کیا مسبوق کو نائب بنائے؟	″	″	″

چار صورتیں جن میں مقتدی کے حکم میں ہے	//	۸۷	مسبوق
لاحق سے مراد	چہارم	۵۶۴	لاحق
لاحق فوت شدہ رکعتیں کس طرح ادا کرے؟	//	//	//
کیا وہ امام کے ساتھ سجدۂ سہو کرے گا؟	//	//	//
کیا امام لاحق کو نائب بنا سکتا ہے؟	//	//	//

فوت شدہ نمازوں کی قضاء

فوت شدہ نمازوں کی قضاء	چہارم	۴۳۱	صلوٰۃ
تارک نماز کا حکم	//	//	//
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا عمل	//	//	//
جب ترتیب واجب نہیں	//	//	//
فوت شدہ نمازیں کس طرح ادا کی جائیں؟	//	//	//
فائتہ نمازوں کا فدیہ	//	//	//
قضاء اور اعادہ کا فرق	دوم	۱۹۴	اعادہ

سجدۂ سہو — احکام و مسائل

فقہاء کا اختلاف	چہارم	۱۳۴	سجدۂ سہو
طریقہ	//	//	//
ایک سلام یا دو سلام	//	//	//
درود و دعاء	//	//	//
[illegible] کا لفظ [illegible]	//	//	//
صرف افضلیت کا اختلاف	//	//	//
کن مواقع پر واجب ہوتا ہے؟	//	//	//
اگر فرض چھوٹ جائے؟	//	//	//
سنتیں چھوٹ جائیں	//	//	//
قصداً واجب ترک کردے	//	//	//
سہواً واجب فوت ہو جائے	//	//	//

ترک واجب کی چند صورتیں	〃	۱۳۲	سجدۂ سہو
تاخیر رکن سے مراد	〃	〃	〃
سجدۂ سہو واجب ہونے کا ایک اصول	〃	〃	〃
سجدۂ سہو واجب ہونے کی چند صورتیں	〃	〃	〃
سورۂ فاتحہ بھول جائے	〃	〃	〃
فرض کی آخری دو رکعتوں میں سورہ ملائے	〃	〃	〃
قعدہ میں قرآن پڑھے	〃	〃	〃
قرآن میں ترتیب غلط ہو جائے	〃	〃	〃
نماز میں دیر سے سجدہ کرے	〃	〃	〃
تعدیل کا لحاظ نہ کرے	〃	〃	〃
تشہد بھول جائے	〃	〃	〃
قعدۂ اولیٰ میں درود پڑھ لے	〃	〃	〃
تشہد مکرر پڑھ لے	〃	〃	〃
قعدہ بھول جائے	〃	〃	〃
قعدۂ ثانیہ میں کھڑا ہو جائے	〃	〃	〃
دعاء قنوت بھول جائے	〃	〃	〃
تکبیرات چھوٹ جائیں	〃	〃	〃
تکبیرات عیدین میں کمی و زیادتی	〃	〃	〃
جہر کی جگہ سر یا اس کے برعکس	〃	〃	〃
تعوذ وغیرہ جہراً پڑھ لے	〃	〃	〃
شک کی وجہ سے سجدۂ سہو	〃	〃	〃
جو شک کا عادی نہ ہو	〃	〃	〃
نماز کی رکعات میں شبہ	دوم	۳۳۱	تحری
جسے بار بار شک پیش آئے	چہارم	۱۳۲	سجدۂ سہو
جس کا کسی ایک طرف رجحان غالب نہ ہو پائے	〃	〃	〃

کچھ ضروری احکام	〃	۱۳۲	سجدۂ سہو
امام سے بھول ہو جائے	〃	〃	〃
مقتدی مسبوق ہو	〃	〃	〃
جمعہ و عیدین میں سہو	〃	〃	〃
فرائض و نوافل میں کوئی فرق نہیں	〃	〃	〃
اگر وقت تنگ ہو	〃	〃	〃

سجدۂ تلاوت

سجدۂ تلاوت کا حکم	چہارم	۱۳۹	سجدۂ تلاوت
کب واجب ہوتا ہے؟	〃	〃	〃
مقتدی پر سجدۂ تلاوت	〃	〃	〃
اگر کوئی سجدہ کی تلاوت نہ کر سکا؟	〃	〃	〃
آیاتِ سجدہ	〃	〃	〃
بعض آیات کی بابت اختلاف	〃	〃	〃
فقہاء کے اقوال	اول	۴۵۲	آیت سجدہ
سجدۂ تلاوت کن لوگوں پر واجب ہے؟	چہارم	۱۳۹	سجدۂ تلاوت
غیر مکلف کی تلاوت	〃	〃	〃
طوطے کی تلاوت پر سجدہ	دوم	۲۸۵	ببغاء
ریڈیو وغیرہ سے تلاوت کا حکم	چہارم	۱۳۹	سجدۂ تلاوت
مکرر سجدہ کب ہے	〃	〃	〃
نمازی کا غیر نمازی سے سننا	〃	〃	〃
غیر نمازی کا نمازی سے سننا	〃	〃	〃
سجدۂ تلاوت کا طریقہ	〃	〃	〃
سجدہ کی جگہ رکوع	〃	〃	〃
کچھ ضروری احکام	〃	〃	〃
اگر نماز میں سجدہ نہیں کر پایا؟	〃	〃	〃

آیاتِ سجدہ کو چھوڑ کر تلاوت	//	۱۴۹	سجدۂ تلاوت
آیتِ سجدہ کی مکرر تلاوت	//	//	//
گراں گوش اور آیتِ سجدہ کی تلاوت	دوم	۱۵۱	اصم

سجدۂ شکر

حکم	چہارم	۱۳۷	سجدۂ شکر
قولِ مفتیٰ بہ	//	//	//
مشروعیت کی دلیل	//	//	//
سجدۂ شکر کا طریقہ	//	//	//
نمازِ شکر اولیٰ ہے	//	//	//

معذور — احکام و مسائل

مریض اور اس کے احکام	پنجم	۷۵	مریض
نماز میں سہارا لینا	اول	۳۸۷	اتکاء
بیٹھ کر نماز	پنجم	۷۵	مریض
لیٹ کر نماز	//	//	//
لیٹ کر نماز	دوم	۱۹۱	اضطجاع
اشارہ سے نماز	پنجم	۷۵	مریض
معذور نماز کے درمیان صحت یاب ہو جائے	دوم	۳۴۸	اداء
معذور نماز کے درمیان صحت یاب ہو جائے	پنجم	۷۵	مریض
نماز کے درمیان بیمار ہو جائے	//	//	//
نماز کے درمیان بیمار ہو جائے	دوم	۳۱۳	بناء
گونگے کے احکام	//	۵۸-۵۷	اخرس
اندھے کی نماز کا طریقہ	//	۲۳۹	اعمیٰ
متفرق مسائل	پنجم	۷۵	مریض

سفر — احکام و مسائل

نماز میں قصر	چہارم	۱۵۵	سفر

جمہور علماء کا نقطۂ نظر	"	۱۵۵	سفر
قصر واجب ہونے کی دلیلیں	"	"	"
جمع بین الصلوتین	"	"	"
جمہور کا مسلک	"	"	"
حنفیہ کا نقطۂ نظر	"	"	"
جمہور کا استدلال	"	"	"
حالت مشقت حنفیہ کے یہاں بھی اجازت ہے	"	"	"
شوافع کے نزدیک جمع کے لئے شرطیں	"	"	"
مسافت سفر	"	"	"
حنفیہ میں متقدمین کی رائے	"	"	"
متأخرین کا نقطۂ نظر	"	"	"
دیگر علماء کا نقطۂ نظر	"	"	"
جمہور کا مستدل	"	"	"
بحری مسافت	دوم	۳۱۳	حج
اگر ایک مقام کے لئے دو راستے ہوں	چہارم	۱۵۵	سفر
وطن اصلی و اقامت	"	"	"
وطن اصلی سے مراد	"	"	"
سسرال کا حکم	"	"	"
وطن اقامت	"	"	"
وطن اصلی کب ختم ہوتا ہے؟	"	"	"
وطن اقامت کب باطل ہوتا ہے؟	"	"	"
فقہاء کے اقوال	"	"	"
متفرق ضروری اور اہم مسائل	"	"	"
کب قصر شروع کرے؟	"	"	"
طویل مدت تک بلانیت اقامت	"	"	"

نیت اقامت کب معتبر ہوگی؟		"	۱۵۵	سفر
جو شخص سفر میں داخل ہو		"	"	"
سفر میں چھوٹی ہوئی نمازوں کی قضاء		"	"	"
آخر وقت کا اعتبار ہے		"	"	"
مسافر مقیم کی اقتداء کرے		"	"	"
بحری سفر میں نماز		دوم	۳۸۹	بحر
اگر مقیم مسافر کی اقتداء کرے		چہارم	۱۵۵	سفر
سفر معصیت کا حکم		"	"	"
قصر صرف فرائض میں ہے		"	"	"
سفر میں سنتوں کا حکم		"	"	"
سفر میں مقدار قرأت		"	"	"
قاضی کے سفر سے مراد		"	۲۵۶	قاضی
قاضی کے سفر کا حکم		"	"	"

نماز جمعہ — آداب و مسائل

خطبۂ جمعہ کے دوران		دوم	۲۲۹	تحیۃ المسجد
وجہ تسمیہ		سوم	۱۴۰	جمعہ
حکم		"	۱۴۲	"
جمعہ کی اہمیت		"	"	"
یوم جمعہ کی فضیلت		"	"	"
وقت		"	۱۴۳	"
دوسری شرطیں		"	"	"
اذن عام		"	"	"
جماعت		"	۱۴۳	"
امام و مصلیین کی شرط		"	"	"
دیہات میں نماز جمعہ کا مسئلہ		"	۱۴۵	"

مصر سے مراد	//	۱۲۶	جمعہ
جمعہ کی اذان ثانی	//	۱۲۷	//
جمعہ کے دن غسل	//	۱۲۸	//
جمعہ کے دن سفر	//	۱۲۹	//
مقبولیت کی گھڑی	//	۱۳۰	//
ایک شہر میں ایک سے زیادہ جمعہ	//	۱۳۱	//
جمعہ سے پہلے اور بعد کی سنتیں	//	۱۳۲	//
جمعہ سے متعلق چند ضروری مسائل	//	//	//
یوم جمعہ کی چند خصوصیات	//	//	//
احناف کے یہاں جمعہ کے لئے شہر جامع کی شرط	سوم	۷۳	جامع
فناء مصر سے مراد	چہارم	۳۵۸	فناء
فناء شہر کا حکم	//	//	//
خطبے میں عصا کا سہارا	اول	۳۸۷	اتکاء
خطبہ میں	//	//	اتکاء
خطبۂ جمعہ کا وقت	سوم	۳۳۵	خطبہ
مقدار	//	۳۳۶	//
مضامین	//	۳۳۷	//
واجبات	//	۳۳۷	//
سنتیں	//	۳۳۸	//
مکروہات	//	۳۳۹	//
خطبہ کے درمیان تحیۃ المسجد	//	//	//
سلام وکلام اور ذکر و تلاوت	//	//	//
آداب	//	۳۵۰	//
خطبہ کے لئے نکلنے کے بعد	//	۳۵۱	//
اگر نماز کے درمیان خطبہ شروع ہو	//	//	//

نمازِ عیدین

لفظ عید کا ماخذ	چہارم	۳۱۹	عیدین
عیدین کا ثبوت	〃	〃	〃
ایام و اوقات	〃	〃	〃
اگر چاند کی اطلاع دیر سے ہو؟	〃	〃	〃
اگر کسی شخص کی تنہا نماز چھوٹ جائے؟	〃	〃	〃
ادائیگی نماز کی جگہ	〃	〃	〃
یوم عید کی سنتیں	〃	〃	〃
عیدین کے مستحبات	〃	〃	〃
عیدگاہ جانے سے پہلے کھانا	〃	〃	〃
عیدگاہ کی آمد و رفت	〃	〃	〃
طریقۂ نماز	〃	〃	〃
تکبیرات زائدہ کا مقام	〃	〃	〃
تکبیر کی تعداد میں فقہاء کا اختلاف	〃	〃	〃
عیدین سے پہلے نفل	〃	〃	〃
خواتین کا عیدگاہ جانا	〃	〃	〃
عیدگاہ جاتے ہوئے تکبیر	〃	〃	〃
ایام تشریق میں تکبیر تشریق	دوم	۲۹۱	ایام تشریق
ایام تشریق میں روزہ	〃	〃	〃
تکبیرات تشریق	〃	۵۲۳	تکبیر
مالکیہ اور شوافع کا نقطۂ نظر	〃	〃	〃
خطبۂ عیدین	سوم	۱۵۵	خطبہ
خطبہ کا وقت	〃	〃	〃
تکبیر تحریمہ سے آغاز	〃	۱۵۲	〃
مضامین خطبہ	〃	〃	〃

سورج اور چاند گہن کی نماز

خسوف — لغوی معنی	سوم	۴۴۷	خسوف
کسوف اور خسوف	//	//	//
نماز خسوف کی حکمت	//	//	//
کسوف اور استسقاء میں	//	۴۵۱	خطبہ
نماز کسوف میں خطبہ کی حیثیت	چہارم	۵۵۵	کسوف (سورج گہن)
کسوف اور خسوف کے معنی	//	//	//
نماز کسوف پڑھنے کا طریقہ	//	//	//
نماز کسوف کا حکم	//	//	//
ایک رکوع یا دو رکوع؟	//	//	//
قراءت	//	//	//
قراءت کی مقدار	//	//	//
قراءت کی کیفیت	//	//	//
خطبہ	//	//	//
اذان و اقامت نہیں	//	//	//
متفرق احکام	//	//	//
اوقات مکروہہ میں نماز کسوف	//	//	//
کس جگہ پڑھی جائے؟	//	//	//
نماز کسوف میں جماعت	//	//	//
کیا یہ نماز شہر ہی میں پڑھی جائے گی؟	//	//	//
نماز کے علاوہ دوسرے اعمال	//	//	//

نماز استسقاء — آداب و احکام

نماز استسقاء	دوم	۱۰۹	استسقاء
پانی اللہ کی ایک بڑی نعمت ہے	//	//	//
استسقاء کے معنی	//	۱۱۰	//

نماز استسقاء کب پڑھی جائے؟	//	۱۱۰	استسقاء
صرف دعاء پر اکتفاء کرنا	//	//	//
نماز استسقاء سے پہلے	//	//	//
نماز کے لئے نکلنے کے آداب	//	//	//
کون لوگ ساتھ ہوں؟	//	//	//
نماز کہاں پڑھی جائے؟	//	//	//
نماز استسقاء انفرادی طور پر	//	//	//
نماز استسقاء کی رکعت اور سورتیں	//	۱۱۱	//
استسقاء میں خطبہ	//	//	//
دعاء اور اس کا طریقہ	//	//	//
چادر پلٹنے کا حکم	//	//	//
استسقاء کی دعاء	//	۱۱۲	//
کسوف اور استسقاء میں	۳	۲۹۲	خطبہ
نماز استسقاء میں خطبہ اور فقہاء کے نقطۂ نظر	//	//	//

نماز خوف

حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور صلوٰۃ خوف	۳	۳۷۹	خوف
نماز خوف کا طریقہ	//	۳۸۰	//
متفرق اور ضروری مسائل	//	۳۸۱	//

نماز استخارہ

استخارہ — لغوی و اصطلاحی معنی	۲	۱۰۹	استخارہ
استخارہ کن امور میں ہے	//	//	//
دعاء استخارہ	//	//	//
ماثورہ دعا کا حکم	//	۱۱۰	//
دعاء پر اکتفاء	//	//	//
استخارہ سے پہلے مشورہ	//	//	//

نماز جنازہ — احکام و مسائل

موت کی تمنا	پنجم	۱۳۵	موت
قریب موت شخص کو کس طرح لٹایا جائے گا؟	دوم	۳۹	احتضار
تلقین	//	//	//
مستحب اعمال و احکام	//	//	//
موت کے وقت تلقین	//	۵۳۶	تلقین
موت کے بعد تلقین	//	//	//
قریب موت کو سمت قبلہ میں لٹانا	//	۵۳۵	توجیہ
قریب موت کی علامت	پنجم	۹۲	محتضر
اس موقع کی مستحبات	//	//	//
موت کے بعد کے فوری اعمال	دوم	۳۸	احتضار
غسل	سوم	۱۴۱	جنازہ
غسل [illegible]	//	۱۳۰	خنثیٰ
مردہ کو غسل دینے میں بیوی کے بچے کا اشتراک	چہارم	۱۳۲	عدت
کون کس کو غسل دے؟	//	۵۲۲	کفن
تجہیز و تکفین فرض کفایہ ہے	//	//	//
کفن کی ضرورت	//	//	//
کفن کی سنت	//	//	//
کفن پہنانے کا طریقہ	//	//	//
خواتین کا کفن	//	//	//
متفرق احکام	//	//	//
کفن میں اعتدال	//	//	//
کپڑے کا رنگ	//	//	//
رنگین کفن	//	//	//
کفن کو دھونی	//	//	//

میت کو کاندھا دینا	,,	۵۹۴	,,
مُردوں کو کفن سے زیادہ کپڑے	,,	,,	,,
محرم کا کفن	,,	,,	,,
کفن میں عمامہ اور اس کی مقدار	۴	۳۷۶	قبر
نماز جنازہ	,,	۱۳۳	جنازہ
غائبانہ نماز جنازہ	,,	,,	,,
نماز جنازہ کے ارکان	,,	۱۳۵	,,
نماز جنازہ کا طریقہ	,,	,,	,,
قبر پر نماز جنازہ	پنجم	۱۹۴	نبش
اگر بغیر غسل کے دفن کر دیا گیا ہو؟	,,	,,	,,
نومولود کی موت	دوم	۱۳	استہلال
جنین پر نماز جنازہ	چہارم	۱۹۸	سقط
دوسرے فقہی مذاہب کا نقطۂ نظر	,,	,,	,,
اسقاط حمل سے موت کی تکمیل	,,	,,	,,
بچوں پر جنازہ کی دعاء	,,	,,	جنازہ
جنازہ [illegible]	پنجم	۲۳۱	نوحہ
مُردے پر رونا	سوم	۳۲۶	بکاء
انسانی تکریم کی رعایت	۴	۳۳۰	دفن
تدفین فطری اور شائستہ طریقہ	,,	,,	,,
اسلامی طریقۂ تدفین پر شبہ اور اس کا ازالہ	,,	۳۳۱	,,
نعش قبر میں کس طرح اتاری جائے؟	,,	,,	,,
حنفی نقطۂ نظر	,,	,,	,,
دوسرا نقطۂ نظر	,,	,,	,,
تدفین کی دعاء	,,	۳۳۲	,,
متفرق ضروری مسائل	,,	,,	,,

قبر میں کتنے لوگ اتریں؟	״	۴۳۲	دفن
خواتین کی قبر میں اترنے والے	״	״	״
مردوں کے لئے حکم	״	۴۳۳	״
نعش قبلہ رخ کر دی جائے	״	״	״
ایک قبر میں کئی مردے	״	״	״
سمندر میں تدفین کا طریقہ	״	״	״
مقام تدفین	״	۴۳۴	״
مکانات میں تدفین	״	״	״
صالحین کے قبرستان	״	״	״
خاندان کے لوگ ایک جگہ	״	״	״
شہداء کا دفن	״	״	״
نعش کو دور دراز لے جانا	״	״	״
بوسیدہ قبر میں دوسرے مردے کی تدفین	״	״	״
مسلمانوں کے قبرستان میں غیر مسلم اور غیر مسلم کے قبرستان میں مسلمانوں کی تدفین	״	״	״
تدفین کا طریقہ	״	۴۳۵	״
مٹی ڈالنے کا طریقہ	״	״	״
تدفین کے بعد دعاء	״	״	״
سورۂ بقرہ کی ابتدائی اور اختتامی آیات پڑھنا	״	״	״
تابوت میں تدفین	دوم	۳۸۹	تابوت
سمندری جہاز میں تدفین	״	۴۱۰	بحر
قبر کو مٹی سے لیپنا	چہارم	۴۵۳	تطیین
جلانے کے بجائے تدفین کی حکمت	״	۴۹۳	قبر
قبر کیسی ہو؟	״	״	״
شق	״	״	״
لحد	״	״	״

قبر کی گہرائی	"	۲۹۳	قبر
تابوت میں تدفین	"	"	"
قبر کی وضع اور اونچائی	"	"	"
قبر پر تعمیر اور مٹی سے لیپنا	"	"	"
قبر پر کتبہ	"	"	"
قبر سے آداب	"	"	"
قبر کی بے حرمتی	"	"	"
قبر پر خیمہ	"	"	"
قبر پر گنبد کی تعمیر	"	"	"
قبر پر چراغ جلانا	"	"	"
مسجد کی تعمیر	"	"	"
قبر پر کیا کرے؟	"	۲۹۵	"
اگر کسی کی زمین میں بلا اجازت دفن کر دیا گیا ہے؟	پنجم	۱۹۳	نبش
اگر کوئی قیمتی سامان رہ جائے؟	"	"	"
اگر میت کا رخ درست نہ ہو؟	"	"	"
قبر میں تسنیم	دوم	۲۲۲	تسنیم
قبرستان میں مسجد	پنجم	۱۹۴	نبش
شہید — اور شہید	چہارم	۲۱۱	شہید
شہادت کی فضیلت	"	"	"
شہید باعتبار اجر	"	"	"
اصطلاحی تعریف	"	"	"
غیر مکلف کی اور حالت ناپاکی کی شہادت	"	"	"
شہداء پر نماز جنازہ	"	"	"
ارتثاث — لغوی و اصطلاحی معنی	دوم	۷۳	ارتثاث

میت شہید کا حکم	"	۷۳	"
مرنے کے بعد کیا کیا جائے	پنجم	۱۵۱	میت
پڑوسیوں و اہل تعلق کو وفات کی اطلاع	"	"	"
مردہ کے پاس قرآن شریف کی تلاوت	"	"	"
لاش کی منتقلی	"	"	"
بلا اجازت دوسرے کی زمین میں تدفین	"	"	"
مسجد اور میت	"	۱۵۳	میت
معتزلہ کا نقطہ نظر	دوم	۲۹۳	ایصال ثواب
اہل سنت والجماعت کا نقطہ نظر	"	"	"
مالی عبادات کے ذریعہ	"	"	"
حج کے ذریعہ	"	۲۹۴	"
خالص بدنی عبادات کے ذریعہ	"	"	"
ایصال ثواب پر حدیثیں	"	۲۹۵	"
لیس للانسان الا ما سعیٰ سے مراد	"	"	"
ایصال ثواب کی بعض غیر صحیح صورتیں	"	۲۹۶	"
دعوت کا اہتمام	"	۲۹۷	"
قبر پر قاری کو بٹھانا	"	"	"
اجرت لے کر ایصال ثواب	"	"	"

زکوٰۃ — احکام و مسائل

تمہید	دوم	۲۳۶	انفاق
اسلام میں زکوٰۃ کی اہمیت	چہارم	۵۹	زکوٰۃ
اسلام سے پہلے	"	"	"
زکوٰۃ کب فرض ہوئی؟	"	"	"
شرائط زکوٰۃ	"	"	"

زکوۃ ادا کرنے والے سے متعلق شرائط	〃	۵۹	زکوۃ
مسلمان ہونا	〃	〃	〃
بالغ ہونا	〃	〃	〃
عاقل ہونا	〃	〃	〃
پاگل کا حکم	〃	〃	〃
کامل ملکیت	〃	〃	〃
امانت رکھی ہوئی چیز کا حکم	〃	〃	〃
فکس ڈپازٹ کی ہوئی رقم	〃	〃	〃
حاجت اصلیہ سے زائد ہو	چہارم	〃	〃
حاجت اصلیہ سے مراد	〃	〃	حاجت
حاجات اصلیہ	دوم	۱۷۲	〃
حاجات اصلیہ کے انتشار کی شکل	〃	۱۷۳	〃
مستعمل اشیا کا حکم	چہارم	۵۹	زکوۃ
مال نامی	〃	۵۹	〃
سال کا گذرنا	〃	〃	〃
سامان کب سامان تجارت ہوگا؟	〃	〃	〃
تجارت کے ارادے سے لیا اور ارادہ بدل گیا	〃	〃	〃
زکوۃ بصورت سامان یا قیمت؟	〃	〃	〃
سال گذرنا	〃	〃	〃
گھریلو زیور یا شخصی زیور اور مال ضرورت میں زکوۃ	〃	۹۹	〃
خمس — اصطلاحی معنی	پنجم	۲۹۲	خمس
نصاب زکوۃ کی دو مقداروں کے درمیان پر زکوۃ کا حکم	〃	〃	〃
درمیان سال مقدار نصاب سے کم ہو جائے	چہارم	۵۹	زکوۃ
اموال زکوۃ اور نصاب زکوۃ	〃	〃	〃
سامان تجارت میں زکوۃ اور اس کا نصاب	〃	〃	〃

دیون کی زکوۃ	چہارم	۵۹	زکوۃ
جس قرض کی وصولی متوقع نہ ہو	″	″	″
دین قوی اور متوسط	″	″	″
دین ضعیف	″	″	″
دین کی سہولتیں	″	″	″
عشر میں دین مانع زکوۃ نہیں	″	″	″
اگر سال گذرنے کے بعد دین ہو؟	″	″	″
حقوق اللہ سے متعلق دین	″	″	″
بیوی کا مہر	″	″	″
مستحق اور قرابتی رشتے	″	″	″
دوسرے فقہاء کی رائیں	″	″	″
ضمار سے مراد	″	۳۱۸	ضمار
مال ضمار میں زکوۃ واجب نہیں	″	″	″
گائے کی زکوۃ	دوم	۳۳۲	بقر
زکوۃ میں کب بنت لبون واجب ہوتی ہے؟	″	۳۳۳	بنت لبون
زکوۃ میں کب بنت مخاض واجب ہوتی ہے؟	″	″	بنت مخاض
تبیع (ایک سالہ گائے)	″	۳۴۳	تبیع
گھوڑے کی زکوۃ	سوم	۳۹۲	خیل
مویشی	چہارم	۵۱	زکوۃ
مویشی کی تجارت کرے تو شرح زکوۃ	″	″	″
جانوروں میں زکوۃ	″	″	″
چارہ گاہی چراگاہ سے مستغنی ہو جائے	″	″	″
ایک ہی جانور کا مکمل نصاب	″	″	″
مادہ کی جگہ نر	″	″	″
متوسط جانور ہو	″	″	″

جو مختلف جنس کے اختلاط سے پیدا ہو	//	۵۱	زکوٰۃ
اونٹ کا نصاب اور مقدار	//	//	//
گائے	//	//	//
بھینس کا حکم	//	//	//
بکری	//	//	//
بھیڑ اور دنبہ کا حکم	//	//	//
گھوڑے	//	//	//
جانوروں کی زکوٰۃ میں شراکت کا اثر	//	//	//
اشتراک کی دو صورتیں	//	//	//
مچھلی کی زکوٰۃ	//	//	//
مچھلی اور جھینگے کی زکوٰۃ	//	//	//
اونٹ کی زکوٰۃ	اول	۲۷۱	ابل
اموالِ زکوٰۃ اور نصابِ زکوٰۃ	چہارم	۵۱	زکوٰۃ
معدنی اشیاء	//	//	//
سامانِ تجارت	//	//	//
سونے اور چاندی کا نصاب	//	//	//
مقدارِ نصاب کے بارے میں علماء ہند کا اختلاف رائے	//	//	//
جدید اوزان میں	//	//	//
سونا چاندی کا باہم ملایا جانا	//	//	//
نصاب پر اضافہ	//	//	//
سونے چاندی میں ملاوٹ	//	//	//
اگر سونا چاندی مخلوط ہو	//	//	//
زیورات	//	//	//
زکوٰۃ کی مقدار	//	//	//
نوٹوں پر زکوٰۃ	//	//	//

سونا معیار ہے یا چاندی؟	"	۹۰	زکوۃ
معدنیات کی زکوۃ	"	۶	"
موجودہ حالات میں معدنیات کی قیمت ہی یا خمس؟	"	"	"
سمندری معدنیات	"	۷۱	"
رکاز کا مسئلہ	پنجم	۱۴	معدن
مالکیہ کا مسلک	"	"	"
شوافع کی رائے	"	"	"
حنابلہ کا نقطۂ نظر	"	"	"
کان میں کسی مزدور کی موت ہو جائے	"	"	"
اگر دو آدمی کو کان مل جائے	"	"	[illegible]
رکاز سے مراد	سوم	۲۱۲	رکاز
دفینہ کا حکم	"	"	"
دار الاسلام کی غیر مملوکہ زمین کا دفینہ	"	"	"
دفینہ پر اہل اسلام کی علامت ہو	"	"	"
مملوکہ زمین کا دفینہ	"	"	"
دار الحرب میں دفینہ دستیاب ہو	"	"	"
معادن میں خمس کا مسئلہ	"	۲۴۳	"
دفینہ	چہارم	۵۹	زکوۃ

عشر سے متعلق مسائل

عشر کا ثبوت	"	۲۱۲	عشر
زکوۃ اور عشر کا فرق	"	"	"
کن پیداوار میں عشر ہے؟	"	"	"
عشر کا نصاب	"	"	"
عشری زمین	"	"	"
خراجی زمین	"	"	"

ہندوستان کی اراضی کا حکم	〃	۳۹۲	عشر
مولانا عبدالصمد رحمانی کا نقطۂ نظر	〃	〃	〃
دوسرے علماء ہند کی رائیں	〃	〃	〃
عشر کی مقدار	〃	〃	〃
عشر کے ضروری احکام	〃	〃	〃
عشر واجب ہونے کا وقت	〃	〃	〃
اگر قیمت ہونے سے پہلے عشر ادا کرے؟	〃	〃	〃
پھل نکل آنے کے بعد عشر	〃	〃	〃
اگر عشری زمین تجارت کے لئے خریدی؟	〃	〃	〃
بٹائی پر دی گئی زمین کا عشر	〃	〃	〃
عشر کے مصارف	〃	〃	〃
عشر میں زمین والی زکوٰۃ تقسیم	〃	۷۱	زکوٰۃ
عشر	〃	۷۳	〃
عشر کا ایک مسئلہ	سوم	۸۳	جانور
پھلوں اور غلوں پر بھی	چہارم	۵۹	زکوٰۃ
پیداوار سے متعلق	〃	〃	〃
زمین کا مالک ہونا ضروری نہیں	〃	〃	〃
سبزیوں میں زکوٰۃ	دوم	۳۲۲	بقل
سبزیوں میں زکوٰۃ	سوم	۳۲۳	خضروات
اندازے سے وصولی	〃	۳۲۵	خرص
زکوٰۃ میں اندازہ و تخمین	〃	۳۲۶	〃
زعفران میں زکوٰۃ	چہارم	۱۱۴	زعفران
عاشر — وجہ تسمیہ	〃	۳۹۳	عاشر
عاشر کے اوصاف	〃	〃	〃
محصول کی وصولی کے احکام	〃	〃	〃

اموال ظاہرہ سے مراد	"	۳۶۳	عاشر
غیر مسلم تجار کے لیے حکم	"	"	"
غیر ملکی تاجروں کا حکم	"	"	"
اگر جلد خراب ہوجانے والا مال چونگی سے گذرے	"	"	"
وصولی زکوٰۃ	سوم	۱۰۹	جلب

مصارف زکوٰۃ

مصارف زکوٰۃ	چہارم	۵۹	زکوٰۃ
ایک ہی مد کی ادائیگی زکوٰۃ	"	"	"
فقراء ومساکین	"	"	"
فقیر ومسکین کا فرق	"	"	"
فقیر ومسکین کا فرق	"	۴۵۲	فقر الفقیر
فقر واحتیاج کا معیار	"	۵۹	زکوٰۃ
کس کے لیے زکوٰۃ جائز نہیں؟	"	"	"
زکوٰۃ کا استحقاق	"	"	"
جو شخص کمانے کی صلاحیت رکھتا ہو	"	"	"
کچھ اہم ضروری مسائل	"	"	"
جس کو کرایہ ضروریات کے لئے کافی ہو	"	"	"
پیداوار سے صرف ضرورت ہی پوری ہو	"	"	"
دوسرے کے ذمہ دین ہے اور افلاس دین ہو	"	"	"
بیوی کا مہر مؤجل باقی ہو	"	"	"
غلط فہمی میں فقیر کو دے	"	"	"
زکوٰۃ دیتے وقت مستحق ہونا ضروری ہے	"	"	"
زکوٰۃ میں اشتباہ	دوم	۴۲۲	تحری
مال زکوٰۃ خرید کرنا	چہارم	۵۹	زکوٰۃ
بچے کو زکوٰۃ	اول	۴۶۳	ابن

	پارہ	جلد	صفحہ
عیب کے بیان کا حکم	//	//	//
[illegible] کا حکم	//	//	//
عیب کے لئے [illegible]	//	//	//
[illegible]	//	//	//
[illegible]	//	//	//
[illegible]	//	//	//
[illegible]	//	//	//
[illegible]	//	//	//
[illegible]	//	//	//
[illegible]	//	//	//
[illegible]	//	//	//
[illegible]	//	//	//
[illegible]	//	//	//
[illegible]	//	//	//
[illegible]	//	//	//
[illegible]	//	//	//
[illegible]	//	//	//
[illegible]	//	//	//
[illegible]	//	//	//
[illegible]	//	//	//
[illegible]	//	//	//
[illegible]	//	//	//
[illegible]	//	//	//
[illegible]	//	//	//
[illegible]	//	//	//

دفن شدہ جو چیزیں ملیں خمس سرکاری خزانہ	〃	۵۹	زکوۃ
عشر، خمس، صدقات اور زکوۃ	〃	〃	〃
عشر، خمس سے مراد	〃	〃	〃
صدقات نافلہ اور صدقات واجبہ	〃	〃	〃
موجودہ حالات میں	〃	〃	〃
نسبی یا ازدواجی قرابت	〃	〃	〃
جن مستحقین کو زکوۃ دینی مستحب ہے	〃	〃	〃
زیادہ ضرورت مند	〃	〃	〃
قرابت دار	〃	〃	〃
اہل خیر	〃	〃	〃
دینی ادارے	〃	〃	〃
زکوۃ کی کتنی مقدار دی جائے؟	〃	〃	〃
ضرورت سے زائد دی جائے	〃	〃	〃
مقدار نصاب زکوۃ دینا	〃	〃	〃
تملیک ضروری ہے	〃	〃	〃
حیلۂ تملیک اور دینی مدارس کی اہمیت	〃	〃	〃
زکوۃ کا اجتماعی نظام	〃	〃	〃
اموال ظاہرہ اور اموال باطنہ	〃	〃	〃
اگر اموال باطنہ میں تحصیل کی ضرورت پڑ جائے؟	〃	〃	〃
کسی علاقہ کے لوگ زکوۃ ادا نہ کریں	〃	〃	〃
امیر کب زکوۃ وصول کرے؟	〃	〃	〃
کیا حکومت رعایت بھی شرط ہے؟	〃	〃	〃
مسلمان ہند کے لئے راہ عمل	〃	〃	〃
زکوۃ کی ادائیگی	〃	〃	〃
فوری ادا طلب یا بدیر ادا طلب	〃	〃	〃

جب زکوٰۃ فرض ہو جائے ادا کر دیا جائے	״	۵۹	زکوٰۃ
اگر پورا مال صدقہ کر دے	״	״	״
کچھ حصہ نصاب فنا ہو جائے	״	״	״
مالک نصاب کی وفات	״	״	״
پیشگی زکوٰۃ کی ادائیگی	״	״	״
تملیک شرط ہے	״	״	״
قبل از وقت کتنی مدت کی زکوٰۃ ادا کر سکتا ہے؟	״	״	״
نیت	״	״	״
نیت کرتے وقت مال زکوٰۃ مستحق کے پاس موجود ہو؟	״	״	״
زکوٰۃ میں دین معاف کر دے	״	״	״
عیدی یا تحفہ کے نام سے زکوٰۃ	״	״	״
اصل مال یا قیمت کے ذریعہ زکوٰۃ؟	״	״	״
کس وقت کی قیمت معتبر ہوگی؟	״	״	״
زکوٰۃ میں حیلہ	״	״	״
امام ابو یوسف کی طرف غلط نسبت	״	״	״
اگر مال زکوٰۃ ضائع ہو جائے؟	״	۲۴۰	امانت
مدعی سے مراد قرض دہندہ	״	۲۲۴	بار ثبوت
مدعا علیہ سے مراد مقروض	״	״	״
شوافع کا نقطہ نظر	״	۲۲۰	״
کرنسی نوٹ کی حیثیت سے قرض کی ادائیگی کے لیے زکوٰۃ	״	״	״

آداب زکوٰۃ

آداب زکوٰۃ	چہارم	۵۹	زکوٰۃ
[illegible]	״	״	״
مؤدی وکیل کی نیت	״	״	״
کس مہینے میں زکوٰۃ دینا بہتر ہے؟	״	״	״

بہتر مال کا انتخاب	"	۵۹	زکوۃ
حلال وطیب مال	"	"	"
بہتر مصرف کا انتخاب	"	"	"
ان آداب کا حاصل	"	"	"
لغوی واصطلاحی معنی	"	۱۱۵	سعی
عامل زکوۃ کے اوصاف	"	"	"
عامل کے ساتھ حسن سلوک	"	"	"
زکوۃ ادا کرنے والوں کو دعاء	"	"	"
صدقہ کا لغوی معنی	چہارم	۴۲۲	صدقہ
اصطلاحی معنی		"	"
صدقات واجبہ		"	"
صدقات نافلہ		"	"
جس کے لئے صدقۂ نافلہ جائز نہیں		۴۱۹	"
صدقہ کے آداب		"	"
مرض وفات کا ہبہ، صدقہ، اور وقف	پنجم	۷۵	مرض

رویت ہلال سے متعلق مسائل

ہلال سے مراد	پنجم	۷۵	ہلال
چاند دیکھنے کا حکم	"	"	"
جن مہینوں کا چاند دیکھنا واجب ہے	"	"	"
جن مہینوں کا چاند دیکھنا سنت یا مستحب ہے	"	"	"
چاند دیکھنے کی دُعاء	"	"	"
چاند دیکھنے سے روزہ وعید وغیرہ کا تعلق	"	"	"
فلکیاتی حساب اور علوم نجوم کا اعتبار نہیں	"	"	"
رویت ہلال کا ثبوت	"	"	"

حنفیہ کا نقطۂ نظر	//	۴۵	ہلال
اگر مطلع صاف نہ ہو؟	//	//	//
رمضان کے چاند میں مطلع ابر آلود ہو	//	//	//
قاضی یا ذمہ دار کو رؤیت ہلال کی اطلاع دینا واجب ہے	//	//	//
اگر آسمان ابر آلود ہو اور رمضان کے علاوہ کا چاند ہو	//	//	//
اگر ۲۹ رمضان کو چاند نظر نہ آئے؟	//	//	//
دن میں نظر آنے والا چاند	//	//	//
مالکیہ کی رائے	//	//	//
شوافع کا مسلک	//	//	//
حنابلہ کا نقطۂ نظر	//	//	//
کیا اختلاف مطالع معتبر ہے؟	//	//	//
اختلاف مطالع کی حد	//	//	//
ہندوستان میں رؤیت ہلال کا فیصلہ کون کرے؟	//	//	//
تحریری اطلاع	//	//	//
ریڈیو، ٹیلیفون، ٹی وی کی خبر	//	//	//
رؤیت ہلال کی خبر	دوم	۴۸	اخبار
خبر و شہادت میں فرق	//	۴۹	//

روزہ — احکام و مسائل

صوم — لغت و اصطلاح میں	چہارم	۴۹۵	صوم
اسلام میں روزہ کی اہمیت	//	//	//
روزہ کا مقصد	//	//	//
روزہ کی قسمیں	//	//	//
فرض معین، غیر معین	//	//	//
واجب معین، غیر معین	//	//	//
واجب روزے	//	//	//

واجب روزوں کی نیت کا وقت	//	//	صوم
روزہ سے متعلق شرائط	//	//	//
نیت	//	//	//
کن روزوں میں نصف نہار تک کی گنجائش ہے؟	//	//	//
جن میں رات ہی کی نیت ضروری ہے	//	//	//
حیض ونفاس سے پاک ہونا	//	//	//
روزہ اور جنابت	//	//	//
روزۂ رمضان کی فرضیت اور اس سے متعلق شرطیں	//	//	//
ادائیگی کب واجب ہے؟	//	//	//
روزہ کی نیت کا وقت	دوم	۲۱۳	تبییت
روزہ میں انجکشن	//	۲۱۲	اکل
انجکشن کا حکم	چہارم	۲۸۵	صوم
جن صورتوں میں روزہ نہیں ٹوٹتا	//	//	//
جن صورتوں میں صرف قضاء واجب ہوتی ہے	//	//	//
ایسی چیز کو مفسد صوم سمجھا جس سے روزہ نہیں ٹوٹتا	//	//	//
کھینی کھانے اور بیڑی پینے کا حکم	//	//	//
بیمار اور حاملہ کا حکم	//	//	//
دودھ پلانے والی عورت کا حکم	//	//	//
شیخ فانی کا حکم	//	//	//
روزہ رکھتے ہوئے کھڑے ہوکر نماز نہیں پڑھ سکتا	//	//	//
روزہ کی حالت میں پچھنا لگانا	سوم	۱۸۶	حجامت
معدہ کا میڈیکل ٹیسٹ	چہارم	۲۸۵	صوم
مرض کی وجہ سے روزہ توڑنے کی ممانعت	//	//	//
روزہ رکھوانے کیلئے جبر ہے	//	//	//
ادائیگی کب واجب ہے؟	//	//	//

وقت کے بارے میں غلط فہمی	″	۲۸۵	صوم
بعض اعذار کی بنا پر روزہ توڑ دیا جاسکتا ہے	دوم	۱۹۲	افطار
کھانے کا اطلاق	″	۲۱۲	اکل
تھوک چاٹنے سے کب روزہ ٹوٹتا ہے؟	″	۳۱۸	بصاق
روزہ میں تمباکو نوشی	سوم	۳۰۹	دخان
کفارہ واجب ہونے کا مسئلہ	″	″	″
روزہ کی حالت میں بلغم نگل لے	پنجم	۵۵	نخامہ، نخاعہ
ہمبستری کے ذریعہ روزہ فاسد کر دیا	دوم	۲۸۵	صوم
کفارہ میں تتابع	چہارم	۲۱۴	تتابع
کفارات کے روزے	″	۲۸۵	صوم
کفارات	″	″	″
کفارہ کب واجب ہوتا ہے؟	″	″	″
فوت شدہ روزوں کی قضاء	″	″	″
سحری مستحب ہے	چہارم	۱۳۹	سحر
مستحب وقت	″	″	″
سحری میں کیا کھایا جائے؟	″	۱۳۷	″
مستحب افطار اور اس کی دعاء	دوم	۱۹۲	افطار
افطار کے سنن و مستحبات	چہارم	۲۸۵	صوم
افطار کی دعاء	″	″	″
روزہ کے آداب	″	″	″
افطار میں عجلت	دوم	۲۹۲	افطار
افطار کے آداب واحکام	چہارم	۲۸۵	صوم

نفل روزے

ایام بیض کے روزے	دوم	۲۶۰	ایام بیض
ایام نحر کے روزے	″	۲۶۱	ایام نحر

شب برات	چہارم	۱۰۵	شعبان
[illegible]	"	"	"
نفل روزہ شروع کرنے کے بعد	"	۳۹۵	صوم
نذر کا روزہ	"	"	"
مسنون روزہ	"	"	"
یوم عاشورہ	"	"	"
مستحب روزہ	"	"	"
یوم عرفہ	"	"	"
شوال کے چھ روزے	"	"	"
ایام تشریق کے روزے	"	"	"
صوم الدہر	"	"	"
شیخ فانی سے مراد	چہارم	۲۱۳	شیخ فانی
روزہ کے بدلہ فدیہ کی اجازت	"	۳۲۶	فدیہ و قضاء
لغوی و اصطلاحی معنی	"	۳۲۷	"
روزے کا فدیہ	"	"	"
پورے رمضان کے روزوں کا فدیہ	"	۳۲۸	"
فدیہ کی مقدار	"	"	"
حاملہ اور دودھ پلانے والی کے لئے فدیہ کا حکم	"	۳۲۹	"
فدیہ کی مقدار	"	۳۹۵	صوم
سحری جو معلوم ہوا صبح تھی	"	"	"

اعتکاف — آداب و احکام

اعتکاف — لغوی یا اصطلاحی معنی	دوم	۱۶۰	اعتکاف
اعتکاف کا ثبوت	"	"	"
اعتکاف کی حکمت	"	"	"
اعتکاف کی قسمیں	"	۱۶۱	"

اعتکاف واجب	//	۱۷۱	اعتکاف
اعتکاف مسنون	//	//	//
اعتکاف نفل	//	۱۷۲	//
اعتکاف کی شرطیں	//	//	//
اعتکاف کی تجزیہ	//	//	//
عورتوں کا اعتکاف	//	//	//
اعتکاف کی مستحبات	//	۱۷۳	//
مفسدات اعتکاف	//	//	//
مسجد سے باہر نکلنا	//	//	//
طبعی و شرعی ضرورتیں	//	//	//
اعتکاف کی قضاء	//	۱۷۴	//
روزہ اور اعتکاف میں بے ہوشی	//	۱۷۹	اغماء
اعتکاف میں تداوی	//	۴۱۵	تداوی
اذان، روزہ، اعتکاف اور وقوف عرفہ	چہارم	۱۶۹	حکمراں

فضیلت والی راتیں

شب برات	//	۱۹۵	شعبان
[illegible]	//	۱۹۴	//
لیلۃ البراءۃ نام رکھنے کی وجہ	چہارم	۵۹۶	لیلۃ البراءۃ
شب برات کے اعمال	//	//	//
اس شب کی قدر و منزلت	//	//	//
نوکی بات؟	//	//	//
رمضان المبارک کے آخری عشرہ کے اعمال	//	//	//
دوسری راتیں	//	//	//
خصوصی راتوں کے اعمال	//	//	//

عمرہ — آداب واحکام

عمرہ — لغوی واصطلاحی معنی	چہارم	۴۱۳	عمرہ
عمرہ کی فضیلت	//	//	//
عمرہ کا حکم	//	//	//
عمرہ کا حکم	دوم	۱۵۰	اشہرِ حج
سنن وآداب	چہارم	۴۱۳	عمرہ
ارکان وواجبات	//	//	//
اوقات	//	//	//
ایک سال میں عمرہ کی تکرار	//	//	//
جن ایام میں عمرہ مکروہ ہے	//	//	//
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عمرے	//	//	//
حدود میقات سے بلا احرام گزرنا	//	//	//
ضروری احکام	//	//	//

حج — مسائل واحکام

حج کی فرضیت	سوم	۱۸۹	حج
حج کی حکمت ومصلحت	//	//	//
اوقاتِ حج	//	۱۹۰	//
میقات	//	۱۹۱	//
اقسامِ حج	//	۱۹۲	//
قران	//	//	//
تمتع	//	۱۹۳	//
تمتع	دوم	۵۳۷	تمتع
کونسا حج افضل ہے؟	سوم	۱۹۳	حج
کونسا حج افضل ہے؟	دوم	۵۳۷	تمتع
شرائطِ وجوب	سوم	۱۹۳	حج

ارکان حج	//	۱۹۵	حج
طواف زیارت	//	۱۹۶	//
واجبات حج	//	۱۹۷	//
سعی	//	۱۹۸	//
وقوف مزدلفہ	//	//	//
رمی جمار	//	//	//
حلق و قصر	//	۱۹۹	//
طواف صدر	//	//	//
حج کی سنتیں	//	۲۰۰	//
طواف قدوم	//	//	//
منیٰ	//	۲۰۱	//
آداب حج	//	//	//
حج کے صحیح ہونے کی شرطیں	//	//	//
احرام	//	//	//
ممنوعات حج	//	۲۰۲	//
حج کی مجموعی کیفیت	//	//	//
حج بدل کے احکام	//	۲۰۳	//
میت کی طرف سے حج	//	۲۰۴	//
حج میں خواتین کے احکام	//	۲۰۵	//
اگر حج فوت ہو جائے	//	//	//
حج میں شک	چہارم	۲۰۱	شک
حج کے درمیان بے ہوشی	دوم	۱۶۹	اغماء
مریض کے لئے حج کی صورتیں	پنجم	۷۵	مرض
حج کے مسئلہ میں اتفاق ہے	//	۳۱۸	نفل
وادی محصب میں ٹھہرنا	دوم	۳۲۳	تحصیب

خطبات حج	سوم	۴۳۳	خطبہ
حجاج کا وادی محسر میں وقوف	پنجم	۹۶	محسر
وادی محسر کا مقام	〃	〃	〃
لغوی واصطلاحی معنی	دوم	۳۲	احرام
احرام کے آداب	〃	〃	〃
احرام کی ممنوعات	〃	〃	〃
حالت احرام میں	سوم	۱۸۹	جماع
سب سے افضل جگہ	پنجم	۱۲۷	مکہ
مکہ میں داخل ہونے کے آداب	〃	〃	〃
مکہ میں بلا احرام داخل ہو؟	〃	〃	〃
بلا احرام داخل ہونے والوں کا حکم	〃	〃	〃
ملازموں کے لئے حکم	〃	〃	〃
ہندوستانی حجاج کے لئے میقات	اول	۳۵۴	آفاقی
ہوائی جہاز میں احرام	〃	〃	〃
اہل شام کے لئے میقات	دوم	۸۱	جحفہ
اہل مشرق کی میقات	پنجم	۳۵۴	یلملم
یلملم کا محل وقوع	〃	〃	〃
میقات اور اس سے متعلق مسائل	سوم	۱۹۱	حج
فقہاء کی رائے	دوم	۱۵۰	اشہر حج
لغوی معنی	دوم	۴۳	استلام
حجر اسود کا استلام اور چند ضروری احکام	〃	〃	〃
کتنی بار استلام کرے	〃	۱۳۴	〃
استلام کا طریقہ	〃	〃	〃
اگر حجر اسود کا بوسہ لینے میں دوسروں کو تکلیف ہو	〃	〃	〃
اگر طواف کے شروع اور آخر میں استلام کیا اور درمیان میں نہیں	〃	〃	〃

حالت احرام میں حجر اسود کو چھونا یا بوسہ لینا	″	۱۴۳	احرام
رکن یمانی کا استلام	″	″	″
اضطباع کی کیفیت	دوم	۱۹۰	اضطباع
[illegible] میں اضطباع کی حکمت	″	″	″
حجر اسود	سوم	۳۱۰	حجر اسود
رکن یمانی کا استلام	″	۲۹۳	رکن یمانی
بوسہ لینا درست نہیں	″	″	″
استلام کا طریقہ	″	″	″
رکن یمانی اور حجر اسود کے درمیان دعاء	″	″	″
حضرت ابراہیم علیہ السلام کی یادگار	سوم	۳۴۷	رمی
تعریف — مفہوم شرعی	″	۳۴۵	تعریف
ایام و اوقات	″	۴۹۸	″
رمی جمار	″	″	حج
دس ذوالحجہ کی رمی	″	″	″
گیارہ و بارہ ذوالحجہ کی رمی	″	″	″
تیرہ ذوالحجہ کی رمی	″	۴۹۹	″
تیرہ کی رمی کا وقت	″	″	″
رمی کا مسنون طریقہ	″	۵۰۰	″
رمی جمار کے احکام	″	۱۱۱	جمار و جمرات
کچھ ضروری اور اہم احکام	″	۵۰۰	″
کنکری پھینکنا ضروری ہے	″	″	″
کنکریاں الگ الگ ماری جائیں	″	″	″
عذر کی بناء پر نیابت	″	″	″
کن مجبوری اور حالتوں کی طرف سے رمی کی نیابت	″	۵۰۰	″
اگر رمی فوت ہو جائے	″	۵۰۱	″

کسی پر کنکری پھینکنے کی ممانعت	//	۳۳۵	جمرہ و جمرات
زمزم کے لغوی معنی	چہارم	۱۰۱	زمزم
زمزم پینے کے آداب	//	//	//
کھڑے ہو کر پینا	//	//	//
زمزم سے شفاء	//	//	//
پینے کے بعد دعاء	//	//	//
آب زمزم سے غسل و وضوء	//	//	//
زمزم کا دوسری جگہ لے جانا	//	//	//
زمزم کی تاریخ پر ایک نظر	//	//	//
ہدی — لغوی معنی	دوم	۳۳۹	ہدی
اصطلاحی تعریف	//	//	//
ہدی کے آداب	//	//	//
قلادہ لٹکانا	//	//	//
حدیث سے شعار کا ثبوت	دوم	۱۳۸	اشعار
ہدی پر سوار ہونا	دوم	۳۳۹	ہدی
ہدی کا دودھ	//	//	//
ہدی کا جانور ساتھ لے جانا	//	//	//
ہدی پہلے ہی ہلاک ہو جائے	//	//	//
ہدی کی نذر مانے تو کس جانور کی قربانی دی جائے	//	//	//
بعض مسائل پر اختلاف رائے	//	//	//
قربانی کے اوقات	//	//	//
قربانی کی جگہ	//	//	//
قربانی کی جگہ میں اختلاف	//	//	//
واجب قربانی	//	//	//
تمتع و قران کی قربانی	//	//	//

جنایت و دم کی قربانی کا حکم	//	//	[illegible]
قربانی کا گوشت	//	//	//
[illegible] قربانی	//	//	//
[illegible] احصار کی شکل	دوم	۳۳	احصار
احصار کی صورتیں	//	//	//
محصر کے احکام	//	۳۵	//
احصار کے بعد عمرہ و حج کی قضاء	//	//	//
جنایت معنوی مطالبہ ہے یا صوری	سوم	۶۸	[illegible]
[illegible] کے متفرق احکام	//	۹۹	//
تعریف جنایت	//	۱۳۸	جنایت
جرم اداء کی بحث	//	۱۵۱	//
جنایت کی بعض صورتیں اور "قانون"	//	//	//
اسلام میں جنایت	//	۱۳۲	//
[illegible]	چہارم	۵۷۵	حمل
حدیث کی تدوین و تصنیف	پنجم	۹۹	حدیث
[illegible] سے ثابت شدہ مسئلہ کا حکم	//	//	//
[illegible]	//	//	//
[illegible]	//	//	//
جنت البقیع	//	//	//
حرم میں [illegible]	ششم	۱۵	حرم
حرم سے [illegible]	//	//	//
حرم میں [illegible]	//	۲۵۲	//
[illegible] کا قتل جائز ہے	//	//	//
حرم کا [illegible]	//	//	//
کیا مدینہ حرم ہے؟	//	۲۵۴	//

حرم کے درختوں کا حکم	چہارم	۱۸۱	شجر
کیا مدینہ حرم ہے؟	پنجم	۱۹	مدینہ
حشیش کا حکم	″	″	″
تلبیہ کے الفاظ	دوم	۵۱۷	تلبیہ
دوسرے احکام	″	″	″
حج میں بال کٹانے سے متعلق ضروری احکام	″	۳۹۳	تقصیر
حج کا ایک عمل	چہارم	۱۱۵	سعی
قیام مزدلفہ کا حکم	پنجم	۸۵	مزدلفہ
حاجیوں کا وادی محسر میں قیام	اول	۲۷۰	[illegible]
منیٰ کا کل رقبہ اور پیمائش	پنجم	۱۳۱	منیٰ
عرفات کی وجہ تسمیہ	چہارم	۳۸۳	عرفہ
وقوف عرفہ	″	″	″
[illegible] کے آداب	دوم	۱۸۰	[illegible]
مسجدین شریفین کے درمیان فاصلہ	پنجم	۱۹۲	مسجدین الشریفین

نکاح

نکاح کی اہمیت	دوم	۲۷۱	اہم
نکاح — لغوی معنی	پنجم	۲۲۱	نکاح
فقہ کی اصطلاح میں	″	″	″
نکاح کے بارے میں اسلامی تصور	″	″	″
اسلام سے پہلے عربوں میں نکاح کے طریقے	″	″	″
مختلف حالات میں نکاح	″	″	″
جب نکاح کرنا سنت ہے	″	″	″
جب نکاح مکروہ تحریمی ہے	″	″	″
نکاح کا مسنون طریقہ	″	″	″
نکاح کو ثابت کرنے کے طریقے	″	″	″

نکاح بیوگان کا مسئلہ	دوم	۸۵	ایم
نکاح کی ترغیب	پنجم	۳۱	نکاح
نکاح میں جلدی کرنا	"	"	"
نکاح کے مقاصد	"	"	"
جنسی خواہش مقصود نہیں	دوم	۵۴	ازدواج
پیغام پر پیغام دینے کی ممانعت	سوم	۳۵۴	خطبہ
عدت کے دوران پیغام	"	"	"
مخطوبہ کو دیکھنے کی اجازت	"	"	"
لڑکی کا پیام دینے والے کو دیکھنا	"	۳۵۵	"
مخطوبہ کو دیکھنے کے اصول و آداب	"	"	"
غیر محسوس طریقہ پر دیکھنا	"	"	"
نکاح سے پہلے نظر	"	۳۵۶	"
کتنے حصہ کو دیکھ سکتا ہے؟	پنجم	۴۱	نکاح
مخطوبہ کو دیکھنا	"	"	"
نکاح کی اجازت اور اس کا طریقہ	دوم	۶۴	اذن
غیر شوہر دیدہ باکرہ کے حکم میں ہے	"	۱۹۴	باکرہ
ثیبہ کا حکم	"	"	"
نکاح کی اجازت	"	"	"
رونا، ہنسنا اور سکوت رضامندی کی علامت ہے	"	"	"
نکاح کی اجازت میں کنواری اور شوہر دیدہ کا فرق	پنجم	۴۳	نکاح
اجازت کب لی جائے	"	"	"
نکاح کا فیصلہ ہو اور بالغ لڑکی کہاں	"	"	"
رضا اور اختیار میں فرق	سوم	۴۸۳	رضا
رضا کی حقیقت	"	"	"
رضا کے بغیر منعقد ہونے والے معاملات	"	"	"

اظہار رضا کے ذرائع	〃	۳۸۳	رضا
فعل سے اظہار رضامندی	〃	〃	〃
اشارہ سے رضامندی	〃	〃	〃
تحریر بھی اظہار کا ذریعہ	〃	〃	〃
سکوت بھی اظہار رضا	〃	۳۸۴	〃
(ہزل) نکاح وطلاق میں	چہارم	۳۳۱	ہزل
گواہ ضروری ہیں	پنجم	۲۲۱	نکاح
گواہان کے اوصاف	〃	〃	〃
بہرے گواہ اور نکاح	دوم	۱۵۱	اصم
نکاح کی اہمیت	پنجم	۲۲۰	نکاح
زوجین میں مطلوب اوصاف	〃	〃	〃
بچوں سے نکاح	سوم	۱۳۵	بچی
ایجاب وقبول کے وقت آہ	اول	۲۲۸	آہ
گونگے کے احکام	دوم	۵۷-۵۸	اخرس
آہستہ ایجاب وقبول	〃	۵۸	اخفاء
ایجاب کے وقت تبسم	〃	۳۱۲	تبسم
ایجاب وقبول	پنجم	۲۲۱	نکاح
ایجاب وقبول سے متعلق شرطیں	〃	〃	〃
مذاق اور دباؤ کے تحت ایجاب وقبول	〃	〃	〃
زبان سے ایجاب وقبول ضروری ہے	〃	〃	〃
ایجاب وقبول مشروط نہ ہو	〃	〃	〃
ایجاب وقبول بذریعہ وکیل	〃	〃	〃
تحریر یا دلالت کے نکاح کے احکام	چہارم	۲۸	تحریر
تملیک کے لفظ سے نکاح کا انعقاد	دوم	۵۲۷	تملیک
ایجاب وقبول کے الفاظ	پنجم	۲۲۱	نکاح

ایجاب وقبول کا صیغہ	〃	۳۲۱	نکاح
الفاظ نکاح میں ابہام	اول	۳۹۲	ابہام
نکاح میں شرطیں	دوم	۳۲۱	نکاح
جو شرطیں مقتضائے نکاح کی تاکید ہیں	〃	〃	〃
جو شرطیں احکام نکاح سے متصادم ہیں	〃	〃	〃
جو شرطیں نہ مطلوب ہیں نہ ممنوع	〃	〃	〃
مالکیہ کا نقطۂ نظر	〃	〃	〃
حنابلہ کا نقطۂ نظر	〃	〃	〃
موجودہ حالات کا تقاضا	〃	〃	〃
حکم کے اعتبار سے نکاح کی تین قسمیں	〃	〃	〃
نکاح صحیح	〃	〃	〃
نکاح صحیح کے احکام	〃	〃	〃
نکاح باطل اور اس کا حکم	〃	〃	〃
نکاح فاسد	〃	〃	〃
باطل اور فاسد کا فرق	سوم	۳۶۹	بطلان
صاحب کشاف کی وضاحت	〃	۳۷۰	〃
نکاح موقت	دوم	۳۳۱	نکاح
حلالہ کی نیت سے نکاح	دوم	۳۲۶	تحلیل
متعہ حرام ہے	دوم	۳۳۱	نکاح
اعلان نکاح	〃	〃	〃
مسجد میں	〃	〃	〃
دن اور وقت	〃	〃	〃
خطبۂ نکاح	سوم	۲۵۳	خطبہ
خطبہ	دوم	۳۳۱	نکاح
دف بجانے کا حکم	سوم	۳۳۶	دف

کلمات تحریک اور نابالغ	پنجم	۳۱	نکاح

اسباب حرمت

موانع نکاح	"	"	"
دائمی حرمت کے اسباب	دوم	۳۸۲	تحریم
نسبی بھائی	"	۹۷	أخ
سوتیلا باپ	اول	۳۵۳	أب
ایک اور صورت	"	"	"
حرمت نکاح	"	۳۷۳	ابن
سوتیلی ماں کے بعض احکام	دوم	۲۳۵	ام
سوتیلی بیٹی کے احکام	"	۳۳۳	بنت
بوسہ سے حرمت مصاہرت	"	۴۹۳	تقبیل
صہری رشتے کے اسباب	چہارم	۲۰۳	صہر
سسرالی نسبت سے حرام رشتے	پنجم	۳۳	نکاح
زنا سے حرمت مصاہرت	"	"	"
رضاعی باپ	اول	۳۵۳	أب
رضاعی بیٹی کے احکام	دوم	۳۳۳	بنت
رضاعت، حرمت نکاح کا سبب	سوم	۴۸۴	رضاعت
کب دودھ کا معدے تک پہنچنا باعث حرمت ہے	"	۴۸۵	"
اگر شوہر دودھ پی لے	"	۴۸۶	"
مخلوط دودھ کا حکم	"	۴۸۵	"
دو عورتوں کا مخلوط دودھ	"	"	"
رضاعت سے حرام ہونے والے رشتے	"	۴۸۶	"
حرمت رضاعت سے مستثنیٰ رشتے	"	"	"
حرمت کا ایک بنیادی قاعدہ	"	۴۸۷	"
دودھ کی مقدار	"	۴۸۸	"

رضاعت کا ثبوت	//	۲۸۹	رضاعت
قرابت حرام سے مشابہت کا فرق	//	۲۹۸	//
رضاعی بھائی	اول	۶۹	اخ
حرمت مصاہرت کے اسباب	[illegible]	۲۴۱	[illegible]
دواعی زنا سے حرمت ثابت ہوگی	//	//	//
حرمت مصاہرت کے غیر مؤثر اسباب	//	//	//
دو محرموں کو جمع کرنا	//	//	//
چار سے زائد عورتیں نکاح میں	//	//	//
جس کے پہلے سے چار بیویاں موجود ہوں	//	//	//
مشرکہ عورت سے نکاح	//	//	//
اہل کتاب کا مفہوم	اول	۲۹۷	[illegible]
اہل کتاب سے نکاح	دوم	۲۵۵	اہل کتاب
عصر حاضر کے اہل کتاب	//	//	//
نکاح کی اجازت	//	//	//
مجوسی اور دوسرے کافر مذہبوں سے نکاح	//	//	//
کتابیہ سے نکاح جائز نہیں	[illegible]	۲۳	کتابی
مرتد کے احکام	دوم	۲۲۳	//
عدت کے بعد	[illegible]	۴۳	نکاح
زانیہ اور حاملہ سے نکاح	//	//	//
احرام کی حالت میں نکاح	//	//	//
نکاح سے مانع	//	//	//

ولایت سے متعلق احکام

ولایت	[illegible]	۹۰	[illegible]
نکاح میں ولایت اجبار	اول	۵۰۱	اجبار
نکاح میں ولی کی ترتیب	[illegible]	۳۴۱	[illegible]

ولایت — لغوی واصطلاحی معنی	پنجم	۳۱۷	ولایت
ولایت ثابت ہونے کے اسباب	//	//	//
ولایت عامہ	//	//	//
نفس پر ولایت	//	//	//
ولایت استحباب	//	//	//
بالغ لڑکی کے خود نکاح کرنے کے بارے میں امام ابوحنیفہؒ کے اقوال	//	//	//
امام ابو یوسفؒ کے اقوال	//	//	//
لڑکوں اور لڑکیوں پر ولایت اجبار	//	//	//
حنفیہ کا نقطۂ نظر	//	//	//
دوسرے فقہاء کا نقطۂ نظر	//	//	//
کیا لڑکیاں خود اپنا نکاح کرسکتی ہیں؟	//	//	//
ائمہ ثلاثہ کا نقطۂ نظر	//	//	//
حنفیہ کا مسلک	//	//	//
ولایت اجبار کن اقارب کو حاصل ہے؟	//	//	//
ائمہ ثلاثہ کا نقطۂ نظر	//	//	//
حنفیہ کا مسلک	//	//	//
خیار بلوغ	//	//	//
ولایت کے لئے اہلیت	//	//	//
فاسق کی ولایت	//	//	//
ولایت کی اہلیت کے لئے وارث ہونے سے مراد	//	//	//
ولایت میں کون مقدم ہے؟	//	//	//
اگر قریبی ولی موجود نہ ہو؟	//	//	//
غیبت منقطعہ سے مراد	//	//	//
شوافع اور دوسرے فقہاء کا نقطۂ نظر	//	//	//
ولایت ختم ہونے کی صورتیں	//	//	//

مال میں ولایت	〃	〃	ولایت
مال پر ولایت حاصل ہونے کی شرط	〃	〃	〃
قاصد کے ذریعہ نکاح	سوم	۳۷۹	رسول
قاصد خود اپنا نکاح کرلے	〃	〃	〃
قاصد کا مہر پر قبضہ	〃	〃	〃
نکاح فضولی کا مسئلہ	اول	۵۰۱	اجازت
فضولی سے مراد	چہارم	۳۵۵	فضولی
فضولی کے ذریعہ نکاح	〃	〃	〃

مہر — مسائل و احکام

مہر کے احکام	اول	۲۹۷	اداء
مہر مثل	〃	۴۸۲	ابہام
اجل کی دو قسمیں	〃	۵۴۹	اجل
وطی بالشبہ کی صورت میں مہر کا وجوب	دوم	۳۱۹	جماع
شغار کا لغوی معنی	چہارم	۱۴۹	شغار
نکاح شغار سے مراد	〃	〃	〃
نکاح شغار کی بابت فقہاء کا اختلاف	〃	〃	〃
زانیہ کا نکاح	〃	۳۰۷	عقر
مہر کی حیثیت	پنجم	۱۳۶	مہر
مہر ادائی کا وجوب	〃	〃	〃
مہر کے کئی نام	〃	〃	〃
مہر کی تعریف	〃	〃	〃
وجوب مہر کا ثبوت	〃	〃	〃
اگر نکاح میں مہر نہ ہونے کی شرط ہو؟	〃	〃	〃
اگر زندگی میں مہر ادا نہیں کیا؟	〃	〃	〃
کون سی چیزیں مہر بن سکتی ہیں؟	〃	〃	〃

تعلیم قرآن اور مہر	〃	۱۴۹	مہر
معلوم ومتعین ہونا ضروری	〃	〃	〃
المہر علی عقد تقرر	〃	〃	〃
مہر کی کم سے کم اور زیادہ سے زیادہ مقدار	پنجم	〃	〃
مختلف حالتوں میں مہر کے احکام	〃	〃	〃
خلوت بحکم صحبت	سوم	۳۲۸	خلوت
خلوت صحیحہ	〃	۳۲۹	〃
جب خلوت جماع کے حکم میں ہے	〃	〃	〃
جب خلوت جماع کے حکم میں نہیں	〃	۳۳۰	〃
مہر متعین ہو اور خلوت ہو گئی	پنجم	۱۴۹	مہر
مہر متعین ہو اور خلوت نہ ہو	〃	〃	〃
مہر متعین نہ ہو اور خلوت ہو گئی ہو	〃	〃	〃
مہر متعین ہو اور خلوت کی نوبت نہ آئے	〃	〃	〃
مہر میں اضافہ و کمی	〃	〃	〃
جن خواتین کے لئے متعہ مستحب ہے	〃	〃	〃
دو صورتوں میں مشروط مہر کی مقدار	〃	〃	〃
مہر مثل	〃	〃	〃
مہر مثل سے مراد	〃	〃	〃
اگر مہر مثل کے بارے میں اختلاف ہو جائے؟	〃	〃	〃
مہر معجل اور مؤجل	〃	〃	〃
کیا عورت تا ادائیگی مہر اپنے نفس کو روک سکتی ہے؟	〃	〃	〃
اگر مقدار مہر میں اختلاف ہو جائے	〃	〃	〃
نکاح فاسد کی صورت میں مہر کا حکم	〃	〃	〃
شبہ کی بنا پر وطی کی صورت میں مہر کا حکم	〃	〃	〃
مختلف مطلقہ عورتوں کے لئے متعہ کا حکم	〃	۵۸	متعہ

حمد کی مقدار	"	۵۸	حمد
زیادہ سے زیادہ اور کم سے کم	"	"	"
حمد — ایک مستحسن طریقہ	"	"	"

ولیمہ سے متعلق مسائل

ولیمہ سے مراد	پنجم	۲۲۴	ولیمہ
ولیمہ کی مصلحت	"	"	"
ولیمہ کا حکم	"	"	"
کس قسم کے کھانے کھلائے جائیں؟	"	"	"
ولیمہ کب کیا جائے؟	"	"	"
دعوت ولیمہ قبول کرنا	"	"	"
غیر مسلم کی دعوت طعام	"	"	"
اگر دعوت ولیمہ میں منکرات شرعی کا ارتکاب ہو؟	"	"	"
ولیمہ کتنے دنوں تک	"	"	"

اسباب تفریق

زوجین میں سے ایک کا اسلام	اول	۲۹۷	اباء
شوہر کا ارتداد	"	۵۲۱	ارتداد
جذام کی بنا پر فسخ نکاح	"	۵۲۵	اجذم
جذام کی وجہ سے فسخ نکاح	سوم	۸۵	جذام
افضاء کی بنا پر فسخ نکاح	اول	۱۹۰	افضاء
خصی شوہر کا حکم	"	۲۹۰	خصی
فتق کی بنا پر فسخ نکاح	چہارم	۳۷۴	فتق
فتق سے مراد	"	"	"
قرن — ایک نسوانی بیماری	"	۲۹۶	قرن
مجبوب — لغوی و اصطلاحی معنی	پنجم	۶۳	مجبوب
مجبوب کا فسخ نکاح	"	"	"

عضو تناسل کے نہ ہونے کی وجہ سے تفریق	سوم	۷۵	جب
خصی شوہر سے تفریق کا حکم	//	۲۳۸	خصی
نفقہ کی ادائیگی سے قاصر ہونے کے سبب فسخ نکاح	دوم	۱۷۵	اعسار
قائلین جواز کا مسلک	//	//	//
مفقود سے مراد	پنجم	۱۳۶	مفقود
مفقود کے مال کا حکم	//	//	//
مفقود کے مال سے متعلقین کا نفقہ	//	//	//
مفقود کے مال میں میراث	//	//	//
کتنی مدت کے بعد وفات کا حکم لگے گا؟	//	//	//
مفقود کی بیوی کا فسخ نکاح	//	//	//
فقہاء کی تفصیلات	//	//	//
اگر مفقود نے مال نہ چھوڑا ہو؟	//	//	//
متارکہ سے مراد	//	۵۷	متارکہ
کیا متارکہ کے لئے زبان سے کہنا ضروری ہے؟	//	//	//
وقوع فرقت کے اسباب	دوم	۲۸۴	تفریق
جو صورتیں طلاق کے حکم میں ہیں	//	۲۸۵	//
جن صورتوں میں قاضی کے فیصلے کی ضرورت نہیں	//	//	//

حقوق زوجین

باری کی تقسیم	دوم	۳۸۳	باری
آداب	سوم	۱۱۲	جماع
خاص ہدایات	//	۱۱۳	//
عزل	//	۱۱۴	//
کیفیت و ہیئت	//	//	//
جماع میں عورت کا حق	//	۱۱۵	//
جماع سے متعلق احکام	//	۱۱۵	//

نئی بیاہی بیوی کے لئے خصوصی رعایت	"	۲۹	شب

رضاعت سے متعلق مسائل

رضاعت	اول	۲۲۳	اطلاق
رضاعت — لغوی معنی	سوم	۳۸۳	رضاعت
مدت رضاعت	"	۳۸۵	"
مدت رضاعت کے بعد دودھ پلانا	"	۳۸۶	"
دودھ پلانے پر اجرت کا معاملہ	چہارم	۴۵۵	ظئر
کیا اجرت کی تعیین ضروری ہے؟	"	"	"

ثبوت نسب سے متعلق مسائل

نکاح صحیح میں ثبوت نسب	دوم	۳۵	ثبوت نسب
ثبوت نسب کی شرطیں	"	۳۶	"
مطلقہ کے بچوں کا حکم	"	"	"
نکاح فاسد میں ثبوت نسب	"	"	"
وطی بالشبہ میں ثبوت نسب	"	۳۷	"
باندی کے بچہ کا ثبوت نسب	"	"	"
نسب ثابت کرنے کے طریقے	"	"	"
نسب کی نفی	"	۳۸	"
بچہ کی تعیین	"	۲۹۹	حمل
مدت حمل	"	۵۹	جنین
ثبوت نسب	چہارم	۵۲۳	قیافہ
قیافہ — لغوی معنی	"	"	"
قیافہ سے ثبوت نسب	"	"	"
حنفیہ کا نقطۂ نظر	"	"	"
ائمہ ثلاثہ کا نقطۂ نظر	"	"	"
میڈیکل ٹسٹ سے نسب کی تحقیق	"	"	"

فراش سے مراد	〃	۳۳۹	فراش
فراش کے چار درجات	〃	〃	〃
ثبوت نسب کا ایک مسئلہ	دوم	۳۹	اخبار

طلاق

طلاق — لغوی معنی	چہارم	۳۳۳	طلاق
طلاق اور اطلاق میں فرق	〃	〃	〃
اصطلاح میں	〃	〃	〃
ایک ناپسندیدہ فعل	〃	〃	〃
طلاق کی مشروعیت	〃	〃	〃
طلاق ایک ناخوشگوار ضرورت	〃	〃	〃
حالات کے اعتبار سے طلاق کا حکم	〃	〃	〃
طلاق سے پہلے کے مراحل	〃	〃	〃
کن لوگوں کی طلاق واقع ہوتی ہے؟	〃	〃	〃
نابالغ کی طلاق	〃	〃	〃
مجنون کی طلاق	〃	〃	〃
مزاحاً طلاق دے دے	〃	〃	〃
فضولی کی طلاق	〃	〃	〃
لغوی واصطلاحی معنی	پنجم	۳۳۱	ہزل
جن امور میں مزاح بھی ارادہ کے حکم میں ہے	〃	〃	〃
حالت اکراہ کی طلاق	دوم	۲۰۵	اکراہ
حنفیہ کے دلائل	〃	۲۰۶	〃
ان دلائل پر ایک نظر	〃	〃	〃
صفوان بن عمرو کی روایت	〃	۲۰۷	〃
حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا اثر	〃	〃	〃

طلاق میں ارادہ کی حیثیت	〃	۲۰۸	اکراہ
جمہور کے دلائل	〃	〃	〃
اغلاق سے مراد	دوم	۱۷۷	اغلاق
اغلاق کے معنی میں محدثین کا اختلاف	〃	۱۸۸	〃
حالت نشہ اور حالت اکراہ کی طلاق	چہارم	۳۴۳	طلاق
طلاق سکران (نشہ کی طلاق)	〃	۱۴۹	سکران
بھنگ کھا کر طلاق دے دینا	دوم	۳۴۳	بھنگ
وکیل کی طلاق کا حکم	چہارم	۳۴۲	طلاق
مرض وفات کی طلاق	پنجم	۷۵	مرض
گونگے کا طلاق دینا	دوم	۵۸	اخرس
آہستہ طلاق	〃	〃	اخفاء
جھوٹی خبروں سے بھی طلاق واقع ہوتی ہے	〃	۳۹	اخبار
تحریر و زبانی بھی خبر دینا ہے	〃	〃	〃
طلاق میں ابہام	اول	۳۸۲	ابہام
بے ہوشی کی حالت میں طلاق اور کفریہ کلمات	دوم	۱۶۹	اغماء
توتلانے والے کی طلاق	〃	۳۹۰	تاتا
طلاق میں شک	چہارم	۴۰۱	شک
غضب کے تین درجات	〃	۳۳۱	غضب
حالت غضب کی طلاق	〃	۳۳۰	〃
شوافع اور حنابلہ کا نقطہ نظر	〃	〃	〃
اعذ لا طلاق	〃	۳۴۳	طلاق
صرف دل میں طلاق کا خیال پیدا ہو	〃	〃	〃
صریح الفاظ	〃	〃	〃
طلاق کا لفظ مصحف	〃	〃	〃
صریح الفاظ کا حکم	〃	〃	〃

الفاظ کنایہ سے طلاق	〃	۳۴۳	طلاق
کنایہ کی تین صورتیں	〃	〃	〃
قاصد کی طلاق کا حکم	〃	〃	〃
طلاق کی تین حالتیں	چہارم	〃	〃
کنایہ بدرجہ صریح	〃	〃	〃
درخطی اور "جواب دیا" کا حکم	〃	〃	〃
الفاظ کنایہ سے طلاق کا حکم	〃	〃	〃
ناواقف کو الفاظ طلاق کی تلقین	〃	〃	〃
تحریر سے طلاق	〃	〃	〃
تحریر سے طلاق	چہارم	۵۵۱	کتابت
کتابت مستبینہ	〃	۳۴۳	طلاق
کتابت غیر مستبینہ	〃	〃	〃
کتابت مرسومہ	〃	〃	〃
کتابت غیر مرسومہ	〃	〃	〃
اشارہ سے طلاق	〃	〃	〃
طلاق کا صیغہ	〃	〃	〃
طلاق منجز	〃	〃	〃
طلاق مشروط	〃	〃	〃
طلاق مضاف	〃	〃	〃
طلاق رجعی	〃	〃	〃
طلاق بائن	〃	〃	〃
کن صورتوں میں طلاق بائن واقع ہوتی ہے؟	〃	〃	〃
طلاق مغلظہ	〃	〃	〃
ایک مجلس کی تین طلاقیں	〃	〃	〃
آیت قرآنی	〃	〃	〃

احادیث نبوی (صلی اللہ علیہ وسلم)	〃	۳۳۲	طلاق
آثار صحابہ (رضی اللہ عنہم)	〃	〃	〃
بعض تابعین کے اقوال	〃	〃	〃
تقاضۂ قیاس	〃	〃	〃
تحقیقاتی کمیٹی سعودی عرب کا فیصلہ	〃	〃	〃
طریقۂ طلاق	〃	〃	〃
طلاق احسن	〃	〃	〃
طلاق حسن	〃	〃	〃
طلاق بدعی	〃	〃	〃
طلاق بدعی کا حکم	دوم	۳۰۱	بدعی طلاق
طلاق دینے کا صحیح طریقہ	〃	〃	〃
بدعی باعتبار وقت	〃	۳۰۲	〃
حالت حیض میں طلاق کا حکم	〃	〃	〃
غیر مدخول بیوی کو حیض میں طلاق	〃	۳۰۳	〃
بدعی بلحاظ عدد	〃	〃	〃
کیا طلاق بائن بدعی ہے؟	〃	〃	〃
کیا طلاق بائن بدعی ہے؟	چہارم	۴۳۳	طلاق
متفرق ضروری مسائل	〃	〃	〃
رجعت۔ لغوی معنی	سوم	۴۷۳	رجعت
اصطلاحی تعریف	〃	〃	〃
طلاق رجعی	〃	〃	〃
طلاق مغلظہ	〃	〃	〃
رجعت کا ثبوت	〃	〃	〃
رجعت کا طریقہ	〃	۴۷۴	〃
بہتر طریقہ	〃	〃	〃

فعل کے ذریعہ رجعت	"	"	رجعت
دوسرے فقہاء کی آراء	"	۴۲۴	"
رجعت صحیح ہونے کی شرطیں	"	"	"
رجعت کی بابت اختلاف	"	۴۲۵	"
عدت گذرنے سے متعلق اختلاف	"	"	"
طلاق میں بائنت کی صورتیں	اول	۳۶۹	بائنت
طلاق کے معنی میں	"	۳۶۹	ایلاء
طلاق بائن صغری	دوم	۲۸۳	بائن
بائن ہونے کی سات صورتیں	"	"	"
طلاق بائن کبری	"	۲۸۳	"
طلاق بائن کا حکم	"	"	"
استبراء سے طلاق	دوم	۸۸	استبراء
اطلاق اور طلاق	"	۳۳۳	اطلاق
لفظ خلیہ سے طلاق	"	۲۸۹	خلیہ
لفظ بتہ سے طلاق	"	"	بتہ
طلاق بائن کا حق	"	۲۷۸	بائنت
تفویض طلاق	چہارم	۳۳۳	طلاق
تفویض کے مختلف کلمات اور ان کا حکم	"	"	"
دار القضاء کو تفویض طلاق	"	"	"
کس عورت پر طلاق ہوگی؟	"	۳۳۷	"
اجنبی عورت کو نکاح سے مشروط طلاق	"	"	"
عورت کے بعض اعضاء کی طرف طلاق کی نسبت	"	۳۳۸	"
جب عورت کو حق طلاق سونپ دیا گیا ہو	پنجم	۱۳۳	مفوضہ
طلاق میں استثناء	چہارم	۳۳۳	طلاق
طلاق کے بعد انشاء اللہ	"	"	"

عدت کے گذرنے کے بعد طلاق	〃	۳۲۷	طلاق
عدت کے دوران طلاق	〃	〃	〃
طلاق صریح کی عدت میں الفاظ صریح سے طلاق	〃	〃	〃
طلاق بائن کی عدت میں الفاظ صریح سے طلاق	〃	〃	〃
طلاق بائن کی عدت میں الفاظ کنایہ سے طلاق	〃	〃	〃
مختلف مقدار و رتب کے احکام	پنجم	۵۸	حد
حد کی مقدار	〃	〃	〃
زیادہ سے زیادہ اور کم سے کم	〃	〃	〃
حد ایک حسن سلوک	〃	〃	〃

خلع سے متعلق مسائل

ابراء — خلع کے حق	دوم	۲۱۹	ابراء
جملہ حقوق سے سبکدوشی	〃	〃	〃
لغوی اور اصطلاحی معنی	سوم	۳۶۱	خلع
ثبوت	〃	۳۶۲	〃
شریعت کی نظر میں	〃	〃	〃
خلع کے الفاظ	〃	۳۶۳	〃
بدل خلع کی مقدار	〃	〃	〃
بدل خلع	〃	۳۶۴	〃
بچے کے حق پرورش کے عوض خلع	〃	〃	〃
حق سکنی کے عوض خلع	〃	〃	〃
احکام اور نتائج	〃	〃	〃
طلاق ہے یا فسخ؟	〃	〃	〃
لفظ خلع اور حقوق سے براءت	〃	۳۶۵	〃
متفرق احکام	〃	〃	〃
خلع میں قاضی اور حکم کے اختیارات	〃	۳۶۶	〃

فقہاء کے نقطۂ نظر	//	۳۶۲	خلع
احناف کے دلائل	//	//	//
امام مالکؒ کے دلائل	//	//	//
احادیث	//	۳۶۷	//
آثارِ صحابہ	//	//	//
خلع کی ایک صورت (مبارات)	پنجم	۵۵	مبارات

ایلاء و ظہار سے متعلق مسائل

اقسامِ ایلاء	اول	۳۹۸	نذر (یمین)
ایلاء — لغوی معنی	دوم	۳۶۷	ایلاء
اصطلاحی تعریف	//	//	//
شرطیں	//	//	//
ایلاء موقت و مؤبد	//	۳۶۸	//
ایامِ جاہلیت میں	//	//	//
اسلام میں	//	//	//
قسم کے بغیر مباشرت نہ کرنے کا عزم	//	۳۶۹	//
ائمہ اربعہ کا نقطۂ نظر	//	//	//
فقہ مالکی کی تفصیلات	//	۳۷۱	//
زمانۂ جاہلیت کی ایک بے چارگی	چہارم	۳۵۶	ظہار
ظہار کی حقیقت	//	//	//
ظہار سخت گناہ	//	//	//
شوہر سے متعلق شرطیں	//	//	//
بیوی سے متعلق شرطیں	//	//	//
اگر عورت مرد سے ظہار کرے؟	//	//	//
مطلقہ رجعیہ سے ظہار	//	//	//
جس عورت سے تشبیہ دی جائے	//	//	//

مراتب تشبیہ	//	۴۵۶	ظہار
تعبیر و الفاظ	//	//	//
صریح لفظ	//	//	//
کنایہ الفاظ	//	//	//
صریح و کنایہ الفاظ کا حکم	//	//	//
تحریر یا اشارہ سے	//	//	//
مختلف انواع اور ان کا حکم	//	//	//
غیر مشروط ظہار	//	//	//
مشروط ظہار	//	//	//
دائمی ظہار	//	//	//
محدود وقت کے لئے ظہار	//	//	//
کفارات	//	//	//
اگر ایک سے زیادہ بیویوں سے کیا ہو	//	//	//
ایک ہی مجلس میں متعدد بار کلمات ظہار کہے	//	//	//
مختلف مجلسوں میں کہے	//	//	//
روزوں میں تسلسل	//	//	//
مسکین کو کھانا کھلانے کی تین صورتیں	//	//	//
اگر کھانا کھلانے کے درمیان صحبت کرلے	//	//	//
اگر ادائیگی کفارہ سے پہلے صحبت کرلے	//	//	//
بیوی کی بھی استطاعت سے مدد کرے	//	//	//
اگر شوہر جلد کفارہ ادا نہ کرے	//	//	//
کفارۂ ظہار میں تتابع	دوم	۳۴	تتابع

لعان — احکام و مسائل

کر بچے کے احکام	//	۵۸-۵۷	آخری
لعان — لغوی معنی	چہارم	۵۹۳	لعان

اصطلاحی تعریف	چہارم	۵۸۳	لعان
حکم لعان کا پس منظر	〃	〃	〃
لعان کی حکمت	〃	〃	〃
لعان کی شرائط	〃	〃	〃
لعان کا طریقہ	〃	〃	〃
لعان کے بعد	〃	〃	〃
بچے کے نسب کا انکار	〃	〃	〃
بعض مسائل میں فقہاء کا اختلاف	〃	〃	〃
لعان سے انکار	〃	〃	〃

عدت — آداب و احکام

عدت — لغوی معنی	چہارم	۴۷۳	عدت
اصطلاح فقہ میں	〃	〃	〃
عدت کا مقصد اور اس کی مصلحت	〃	〃	〃
ثبوت	〃	〃	〃
عدت وفات	〃	〃	〃
عدت طلاق	〃	〃	〃
عدت طلاق کی مقدار	〃	〃	〃
حاملہ عورت	〃	〃	〃
جوان عورت	〃	〃	〃
کمسن یا سن رسیدہ عورت	〃	〃	〃
اگر مرض وفات میں طلاق دے دے	〃	〃	〃
طویل مدت حیض والی عورت	〃	〃	〃
عدت کے احکام	〃	〃	〃
عدت کی حالت میں پیام نکاح	〃	〃	〃
باہر نکلنے کی ممانعت	〃	〃	〃

نفقہ، رہائش	چہارم	۳۷۳	عدت
معتدہ کے ساتھ سفر	〃	〃	〃
سوگ	〃	〃	〃
میراث کا مسئلہ	〃	〃	〃
سوگ کی مدت	دوم	۴۲	احداد
احداد کن عورتوں کے لئے؟	〃	〃	〃
احداد کے احکام	〃	۴۳	〃
آئسہ عورتوں کی عدت	اول	۳۱۸	آئسہ
دوران عدت سرمہ لگانا	دوم	۱۹۰	اکتحال

پرورش — احکام و مسائل

پرورش	سوم	۲۹۲	حضانت
پرورش کے حقدار	〃	۲۹۳	〃
حق پرورش کے لئے شرطیں	〃	۲۹۴	〃
حق پرورش کی مدت	〃	۲۹۵	〃
پرورش کس جگہ کی جائے؟	〃	۲۹۶	〃
چند ضروری احکام	〃	〃	〃
حق پرورش	اول	۳۷۳	اُم
حقیقی ماں کے خصوصی احکام	دوم	۴۳۳	اُم
حق حضانت	〃	〃	〃
لغوی معنی	پنجم	۲۰۳	نفقہ
زمخشری کی تحقیق	〃	〃	〃
اصطلاحی تعریف	〃	〃	〃
بیوی کا نفقہ	〃	〃	〃
قرابت داری کی وجہ سے نفقہ کا وجوب	〃	〃	〃
نفقہ — جس سے ضرورت پوری ہو جائے	〃	〃	〃

بیوی کا نفقہ	پنجم	۲۰۳	نفقہ
وجوب نفقہ کی وجہ	//	//	//
نفقہ — نکاح کی وجہ سے	//	//	//
جب بیوی نفقہ کی حقدار نہیں ہوتی	//	//	//
مریضہ کا نفقہ	//	//	//
زمانۂ حج کا نفقہ	//	//	//
ناشزہ کا نفقہ	//	//	//
ناشزہ سے مراد	//	//	//
ناشزہ سے مراد	//	۱۹۲	نشوز
ملازمت پیشہ خواتین کا حکم	//	۲۰۳	نفقہ
نفقہ میں شامل چیزیں	//	//	//
خوراک	//	//	//
کیا کھانا پکایا ہوا؟	//	//	//
خوراک کی مقدار	//	//	//
سالن — نوعیت اور مقدار	//	//	//
مسالہ، داتن اور پانی	//	//	//
کھانے سے متعلق دوسری ضروریات	//	//	//
پوشاک	//	//	//
لباس میں عرف کی رعایت	//	//	//
سال میں کم سے کم دو جوڑے	//	//	//
سردی کے کپڑے	//	//	//
جوتے، چپل، موزے	//	//	//
آرائشی اشیاء	//	//	//
بستر اور فرش	//	//	//
گدے اور لحاف	//	//	//

رہائش	پنجم	۲۰۳	نفقہ
کرایہ دار بیوی کا مکان	"	"	"
مکان کا معیار	"	"	"
غیر مشترک مکان	"	"	"
مشترک مکان کی مختلف صورتیں اور ان کا حکم	"	"	"
صالحین کا پڑوس	"	"	"
بیوی کے رشتہ داروں کا قیام	"	"	"
بیوی کی والدین سے ملاقات	"	"	"
ضرورت کے لئے والدین کی تیمارداری	"	"	"
خادم کا انتظام	"	"	"
سہولت کی مشینوں کا حکم	"	"	"
پکوان اور گھر کا کام	"	"	"
گذرے ہوئے دنوں کا نفقہ	"	"	"
واجب ہونے کی صورتیں	"	"	"
حنفیہ کا نقطۂ نظر	"	"	"
جمہور کا نقطۂ نظر	"	"	"
اگر وکیل نفقہ ادا کرے یا اور نفقہ کی مقدار متعین ہو	"	"	"
نفقہ کب ساقط ہو جاتا ہے؟	"	"	"
اگر کوئی از وقت بیوی کا نفقہ معاف کردے	"	"	"
نفقہ میں کس کا معیار معتبر ہے؟	"	"	"
نفقہ میں کس کا معیار معتبر ہے؟	دوم	۱۷۵	اعسار
اولاد کا نفقہ	پنجم	۲۰۳	نفقہ
اولاد کا نفقہ	اول	۴۲۳	ابن
باپ مالدار بیٹے نابالغ	"	"	"
باپ نادار بیٹے بالغ	پنجم	۲۰۳	نفقہ

باپ تنگدست اور بچے نابالغ و مالدار	ہفتم	۲۰۳	نفقہ
باپ تنگدست اور بچے بھی محتاج و نابالغ	//	//	//
اگر کفالت کی کوئی صورت نہ ہو	//	//	//
اولاد کی اولاد کا نفقہ	//	//	//
بچہ کو دودھ پلانے کی ذمہ داری	//	//	//
کب عورت پر دودھ پلانا واجب ہے؟	//	//	//
ماں دودھ کی اجرت طلب کرے	//	//	//
بیٹے کا نکاح	//	//	//
بہو کا نفقہ	//	//	//
نفقہ میں والدین کو ترجیح ہے یا اولاد کو؟	//	//	//
والدین کا نفقہ	//	//	//
والدین کا نفقہ	۲/۱۵	۳۴۵	ام
والدین کا نفقہ	اول	۲۵۳	اب
والدین کا نفقہ کب واجب ہے؟	ہفتم	۲۰۳	نفقہ
نفقہ بقدر کفایت	//	//	//
اگر والدین میں سے ایک ہی کی کفالت کر سکتا ہو؟	//	//	//
باپ کا نکاح	//	//	//
سوتیلی ماں کا نفقہ	//	//	//
خادم کا حکم	//	//	//
دادا اور نانا وغیرہ کا نفقہ	//	//	//
تنہا اولاد نفقہ کی ذمہ دار	//	//	//
دوسرے رشتہ داروں کا نفقہ	//	//	//
دوسرے رشتہ داروں کا نفقہ	اول	۴۲۳	الکنی
نفقہ و میراث کے احکام	سوم	۳۳۹	خال، خالہ
نفقہ واجب ہونے کی مقدار	ہفتم	۲۰۳	نفقہ

حقوق زوجہ کے احکام	پنجم	۲۰۳	نفقہ
خوش حالی (یسر) سے مراد	//	//	//
رشتہ داروں کا نفقہ کب واجب ہے؟	//	//	//
گذرے ہوئے دنوں کے نفقہ پر قاضی کے فیصلہ کا اثر	//	//	//
نفقہ کے لئے غائب شخص کے سامان کی فروخت	//	//	//
غلام کا نفقہ	//	//	//
جانوروں کا نفقہ	//	//	//
جانوروں کا نفقہ	سوم	۳۱۹	حیوان
کام لینے میں اعتدال	//	۳۴۷	//
جمادات کے حقوق	پنجم	۲۰۳	نفقہ
یسار سے مراد اور اس سلسلہ میں فقہاء کے اقوال	//	۴۵۲	یسار
اعسار سے مراد	دوم	۱۶۳	اعسار
جن کا نفقہ بہر حال واجب ہوتا ہے	//	//	//

قسم سے متعلق مسائل قسم

یمین — لغوی و اصطلاحی معنی	پنجم	۲۵۳	یمین
قسم کی مشروعیت	//	//	//
قسم کھانے کا حکم	//	//	//
جب قسم مستحب ہے	//	//	//
جب قسم کھانا مباح ہے	//	//	//
جب قسم مکروہ ہے	//	//	//
جب قسم حرام ہے	//	//	//
قسم کی قسمیں	//	//	//
یمین غموس کی تعریف	//	//	//
یمین غموس کا حکم اور فقہاء کی آراء	//	//	//

یمین منعقدہ	پنجم	۳۵۳	یمین
تعریف اور حکم	//	//	//
جبر واکراہ اور بھول کر قسم کھانا	//	//	//
بھول کر یا بے ہوشی وغیرہ میں قسم توڑے	//	//	//
یمین لغو	//	//	//
تعریف	//	//	//
شوافع کا نقطۂ نظر	//	//	//
یمین لغو کا حکم	//	//	//
قسم کا رکن	//	//	//
قسم زبان کا فعل ہے نہ کہ دل کا	//	//	//
اللہ کی ذات کی قسم کھانا	//	//	//
اسم باری تعالیٰ سے قسم	سوم	۲۹۲	حلف
متعدد اسماء خداوندی سے قسم کھانا	//	۳۰۰	حلف
صفات سے قسم کھانا	پنجم	۳۵۳	یمین
صفات سے قسم کھانا	سوم	۲۹۲	حلف
پہلی قسم کی صفات	پنجم	۳۵۳	یمین
دوسری قسم کی صفات	//	//	//
تیسری قسم کی صفات	//	//	//
قرآن مجید کی قسم	//	//	//
غیر اللہ کی قسم	//	//	//
ورنہ میں یہودی ہو جاؤں گا	//	//	//
قسم کی ایک خاص صورت	سوم	۲۹۳	حلف
حلف میں ان شاء اللہ	//	۲۹۳	//
چند فقہی قواعد	//	//	//
قسم کی بنیاد الفاظ پر ہے	//	//	//

یمین منعقد ہونے کی شرطیں	پنجم	۳۵۳	یمین
قسم کھانے والے سے متعلق شرطیں	//	//	//
جس بات پر قسم کھائی جائے وہ ممکن ہو	//	//	//
اگر قسم کے ساتھ ان شاء اللہ کہے؟	//	//	//
معلق اور منجز قسمیں	//	//	//
اگر غیبت سے متعلق معلق قسم کھائے؟	//	//	//
حق بات پر معلق قسم	//	//	//
وقت کی قید کے ساتھ قسم	//	//	//
یمین فور اور اس کا حکم	//	//	//
یمین کی ایک صورت	//	//	//
حلال کو اپنے اوپر حرام کر لینا بھی یمین ہے	//	//	//
اگر یمین کسی عبادت سے مشروط ہو	//	//	//
قتل کے بعد طلاق کی شرط	//	//	//
یمین کی اس صورت سے متعلق شرطیں	//	//	//
قسم کا کفارہ	//	//	//
قسم کا کفارہ	سوم	۲۹۹	خلع
کفارہ کے روزے مسلسل رکھنا ضروری ہے یا نہیں؟	پنجم	۳۵۳	یمین
روزہ کے ذریعہ کفارہ کے لئے کس وقت فقر معتبر ہے؟	//	//	//
حانث ہونے سے پہلے کفارہ ادا کرے یا بعد میں؟	//	//	//
مسکینوں کو کھانا کھلانا	//	//	//
ادائے کفارہ کے لئے حیلے	//	//	//
مسکینوں کے لئے کپڑوں کا انتظام	//	//	//
ایک سے زیادہ دنوں میں کفارہ کی ادائیگی	//	//	//
اگر کوئی چیز اپنے اوپر حرام کر لے	//	//	//
قسم کھانے والے کی نیت کا اعتبار ہوگا یا کھلانے والی کی؟	//	//	//

اگر قسم لینے والا مظلوم ہو	پنجم	۲۵۳	یمین
اگر قسم کھانے والا مظلوم ہو؟	〃	〃	〃
اگر کوئی مظلوم نہ ہو؟	〃	〃	〃
مستقبل کی قسم میں کھانے والے کی نیت ہی معتبر ہے	〃	〃	〃
عام میں خاص کی نیت دیانتاً معتبر ہے	سوم	۲۹۳	حلف
کس کی نیت معتبر ہے؟	〃	〃	〃
حنث کے لئے ارادہ ضروری نہیں	〃	۲۹۹	حنث
فعل یا ترک کا جزوی ارتکاب	〃	〃	〃
کھانے سے متعلق قسم	دوم	۵۹	اِدام
ادام سے مراد	〃	۶۰	〃
سالن نہ کھانے کی قسم کھانا	〃	۲۱۲	اکل
بیت میں داخل ہونے کی قسم	〃	۳۲۵	بیت
تجارت میں جھوٹی قسم	〃	۳۶۷	تجارت

نذر سے متعلق مسائل

نذر — لغوی معنی	پنجم	۱۷۸	نذر
اصطلاحی معنی	〃	〃	〃
مشروعیت کی دلیلیں	〃	〃	〃
ارکان	〃	〃	〃
شرائط	〃	〃	〃
نذر ماننے والے سے متعلق شرطیں	〃	〃	〃
نذر مانی ہوئی شی سے متعلق شرطیں	〃	〃	〃
وجود ممکن ہو	〃	〃	〃
اللہ سے تقرب کا ذریعہ ہو	〃	〃	〃
معصیت کی نذر کا حکم	〃	〃	〃
مباح کی نذر	〃	〃	〃

جو عبادت مقصودہ ہو اس کی نذر	پنجم	۱۷۸	نذر
مالک ہونے کی شرط پر نذر	//	//	//
فرض و واجب کی نذر	//	//	//
ممنوعہ اوقات میں عبادت کی نذر	//	//	//
بچے کی قربانی کی نذر	//	//	//
پیدل حج کرنے کی نذر	//	//	//
نذر ماننے کا حکم	//	//	//
اگر نذر پوری کرنا دشوار ہے؟	//	//	//
''مبہم نذر'' کا حکم	//	//	//
نذر کسی شرط سے متعلق ہو؟	//	//	//
نذر پوری کرنا کب واجب ہے؟	//	//	//
اگر نذر معلق ہو؟	//	//	//
کسی خاص جگہ سے متعلق ہو؟	//	//	//
وقت سے متعلق ہو؟	//	//	//
ادائیگی فوراً واجب ہے یا تاخیر؟	//	//	//
حکم کے اعتبار سے نذر کی چار صورتیں:	//	//	//
طاعات کی نذر	//	//	//
معصیت کی نذر	//	//	//
مکروہات کی نذر	//	//	//
مباحات کی نذر	//	//	//

اسلام کا تصور جرم و سزا ملحقات

عقوبت — لغوی معنی	چہارم	۳۰۸	عقوبت
اصطلاحی معنی	//	//	//
حدود	//	//	//

جنایات	چہارم	۲۸۰	عقوبت
عقوبات	〃	〃	〃
عقوبات کی قسمیں	〃	〃	〃
مقاصد کے اعتبار سے عقوبات	〃	〃	〃
عقوبات کب ساقط ہو جاتی ہیں؟	〃	〃	〃
اسلام کا تصور جرم	سوم	۹۰	جرم
اسلام کا تصور سزا	〃	۹۱	〃
اسلام میں سزا کے مقاصد	〃	〃	〃
اسلام کے قانون جرم و سزا کی چند خصوصیات	〃	۹۲	〃
مساوات	〃	〃	〃
جرم کی مقدار کی رعایت	〃	۹۳	〃
شبہ کا فائدہ	〃	〃	〃
انسانی پہلو کی رعایت	〃	۹۴	〃
جرائم اور سزاؤں کی قسمیں	〃	۹۵	〃
حدود، قصاص اور تعزیر میں فرق	〃	〃	〃
تحقیق جرم کے لئے طریق کار	〃	۹۶	〃
جسمانی سزاؤں کی مصلحت	〃	۱۰۷	〃

حدود — احکام و مسائل

حد کی تعریف	سوم	۲۱۹	حدود
حدود کے مشترک احکام	〃	۲۲۰	〃
حقوق اللہ اور حقوق الناس میں فرق	〃	〃	〃
حدود میں تداخل	〃	۲۲۱	〃
مجرم کی توبہ	〃	۲۲۲	〃
حد کون نافذ کرے؟	〃	〃	〃
کفارہ کا حکم	〃	〃	〃

حدود کی گواہی	سوم	۴۲۳	حدود
کیا حدود کفارہ ہیں؟	״	״	״
حدود میں شریعت کی خاص رعایت	״	״	״
شبہات کی وجہ سے حدود کا ساقط ہونا	״	״	״
حدود قصاص اور تعزیرات	״	۴۲۴	״
حدود اور قصاص کے احکام میں فرق	״	״	״
قانون حدود کے قواعد	״	״	״
مغرب کا بیجا اعتراض	״	״	״
عفت و عصمت کا محکم نظام	چہارم	۵۰۴	زنا
زنا کی حرمت و شناعت	״	״	״
فقہی تعریف	״	״	״
جو صورتیں زنا میں داخل نہیں	״	״	״
بعض صورتوں کی بابت فقہاء کا اختلاف	״	״	״
ثبوت زنا کے ذرائع	״	۱۰۴	״
اقرار سے ثبوت، اور اس کی شرطیں	״	״	״
شہادت و گواہی سے ثبوت	״	״	״
قرائن سے مراد	״	״	״
اسلام کی نگاہ میں اس جرم کی شناعت	چہارم	۵۹۴	لواطت
لواطت کی سزا	״	״	״
ائمہ ثلاثہ کی رائے	״	״	״
حنفیہ کی رائے	״	״	״
چوپائے کے ساتھ بدفعلی	دوم	۲۸۴	بہیمہ
لغوی و اصطلاحی معنی	״	۳۵	احصان
احصان رجم	״	״	״
کوڑوں کی سزا کے اصول	سوم	۱۰۹	جلد

زانی کی جلاوطنی	اول	۵۲۷	اجلاء
اگر زانیہ باکرہ ہو؟	دوم	۳۸۴	باکرہ
زانی کو شہر بدر کرنے کی سزا	//	۳۸۲	تغریب
راہزن اور شہر بدر	//	//	//
رجم پر اجماع	سوم	۳۷۵	رجم
کس قسم کے زانی پر رجم کیا جائے؟	//	۳۷۶	//
رجم کرنے کا طریقہ	//	//	//
دارالاسلام میں ہی رجم کی سزا	//	//	//
اگر باپ سے قابل حد یا قصاص جرم ثابت ہو؟	اول	۳۵۳	أب
گونگے کے احکام	دوم	۵۷-۵۸	أخرس
قذف — لغوی واصطلاحی معنی	چہارم	۳۷۹	قذف
تہمت تراشی کا گناہ	//	//	//
انسانی عزت وآبرو کی اہمیت	//	۳۷۹	//
دو صورتیں	//	//	//
جس پر حد شرعی جاری ہوتی ہے	//	//	//
احصان سے مراد	//	//	//
تہمت لگانے والے سے متعلق شرطیں	//	//	//
زنا کی صریح تہمت	//	//	//
حد قذف کس ملک میں جاری ہوگی؟	//	//	//
دعوی قذف کا حکم	//	//	//
حد قذف کی مقدار	//	//	//
حد قذف کا تداخل	//	//	//
قذف ثابت کرنے کا طریقہ	//	//	//
جب حد قذف ساقط ہوجاتی ہے؟	//	//	//
ثبوت سرقہ کے ذرائع	چہارم	۱۳۳	سرقہ

شہادت	چہارم	۱۳۳	سرقہ
اقرار	"	"	"
گونگے کا اقرار	"	"	"
جن اسباب کی وجہ سے حد سرقہ ساقط ہو جاتی ہے	"	"	"
شہادت میں تقادم	"	"	"
تقادم کی مدت اور مشائخ کے اقوال	"	"	"
دوسرے فقہاء کا نقطۂ نظر	"	"	"
چور کسی طرح شبہ پیدا کرے	"	"	"
مال مسروق کا حکم	"	"	"
حد کا نفاذ عدالت ہی سے کیا جانا بہتر ہے	"	"	"
حدود میں سفارش	"	"	"
جن صورتوں کے ارتکاب پر حد واجب نہیں	"	"	"
حد سرقہ نافذ نہ ہونے کی صورت تعزیر	"	"	"
کیا جیب کترے کے ہاتھ کاٹے جائیں گے؟	"	۳۳۴	طرار
کفن چوری کی سزا	پنجم	۱۶۴	نبش (کفن چوری)
کب حرام اور کب جائز؟	"	۴۳۳	نہب (لوٹ)
لوٹنے والے کی سزا	"	"	"
تدفین کے بعد قبر کھودنے کا حکم	"	۱۶۴	نبش
باپ کے مال سے چوری	اول	۴۲۳	ابن
شبہ — اصطلاحی معنی	چہارم	۱۶۱	شبہ
شبہات سے حدود ساقط ہو جاتی ہیں	"	"	"
شبہ کی تین قسمیں	"	"	"
شبہ فی المحل	"	"	"
شبہ فی الفعل	"	"	"
شبہۂ عقد	"	"	"

قصاص و تعزیر میں شبہ	چہارم	۱۷۹	شبہ
حرابہ — تعریف	سوم	۴۳۲	حرابہ
شرطیں	//	۴۳۳	//
رہزنی کے لئے مطلوبہ ثبوت	//	//	//
مجرم سے متعلق شرطیں	//	//	//
جس کے ساتھ جرم ہوا ہے اس سے متعلق شرطیں	//	//	//
مال سے متعلق شرطیں	//	//	//
مقام رہزنی سے متعلق شرطیں	//	//	//
حرابہ (رہزنی) کی سزا	//	//	//
حرابہ حقوق اللہ میں ہے	//	۴۳۶	//
کن صورتوں میں حرابہ کی سزا معاف ہوجاتی ہے؟	//	//	//

تعزیر سے متعلق مسائل

تعزیر کا ثبوت	دوم	۴۷۷	تعزیر
تعزیر کن جرائم پر ہوگی؟	//	//	//
تعزیر کی حد	//	۴۷۸	//
تعزیراً قتل کی سزا	//	//	//
تعزیر مالی	//	۴۷۹	//
شوہر کو تادیب کا حق	//	۳۹۰	تادیب
استاذ کو تادیب کا حق	//	//	//
شوہر کو تادیب کا حق	//	//	//
استاذ کو تادیب کا حق	//	۳۹۱	//
بیوی کی سرزنش	چہارم	۳۰۸	ضرب
کب سرزنش کی اجازت ہے؟	//	//	//
سرزنش کی حدود	//	//	//
ضرب غیر مبرح سے مراد	//	//	//

اگر سرزنش حد اعتدال سے گزر جائے؟	چہارم	۳۰۸	ضرب
اولاد اور شاگردوں کی سرزنش	〃	〃	〃
اگر سرزنش میں ہلاکت واقع ہو جائے؟	〃	〃	〃
چہرے کی اہمیت	پنجم	۳۲۱	وجہ
چہرے پر مارنے کی ممانعت	〃	〃	〃
نفی، حبس اور قید سے مراد	چہارم	۱۲۸	حبس
عہد اسلامی کی جیلیں	〃	〃	〃
قید کے احکام	〃	〃	〃
قیدی سے ملاقات	〃	〃	〃
جمعہ، جماعت اور جنازہ و حج	〃	〃	〃
اگر قیدی بیمار ہو؟	〃	〃	〃
قیدی کو روپیہ	〃	〃	〃
مجرم کس جیل میں ڈالا جائے؟	〃	〃	〃
قید کرنے کی مشروعیت	سوم	۱۷۶	حبس
کن بنیادوں پر قید کیا جائے گا؟	〃	〃	〃
دین کی وجہ سے قید	〃	۱۷۷	〃
محبوس (قیدی) کے احکام	〃	۱۷۸	〃
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں گستاخی	اول	۳۳۹	اہانت
سیاہ کرنا	دوم	۳۵۶	تحمیم
مسلمان جاسوس کی سزا	سوم	۶۳	جاسوسی
اسلام میں قتل کی مذمت	چہارم	۴۷۳	قتل
قتل عمد اور اس کے احکام	〃	〃	〃
شبہ عمد	〃	〃	〃
قتل خطاء	〃	〃	〃
قائم مقام خطاء	〃	〃	〃

خودکشی	چہارم	۲۷۳	قتل

قصاص سے متعلق مسائل

قصاص — لغوی معنی	〃	۵۰۲	قصاص
اصطلاحی شرعی معنی	〃	〃	〃
ثبوت	〃	〃	〃
قانون قصاص کی حکمت	〃	〃	〃
قصاص واجب ہونے کی شرطیں	〃	〃	〃
قاتل سے متعلق	〃	〃	〃
اکراہ کی حالت میں قتل کا ارتکاب	〃	〃	〃
مقتول سے متعلق	〃	〃	〃
اگر مرد عورت کا قاتل ہو؟	〃	〃	〃
غیر مسلم کا قتل	〃	〃	〃
حنفیہ اور دوسرے فقہاء کا نقطۂ نظر	〃	〃	〃
حنفیہ کے دلائل	〃	〃	〃
غلام کا قتل	〃	〃	〃
ایک شخص کے قتل میں متعدد لوگ شریک ہوں	〃	〃	〃
بالواسطہ قتل	〃	〃	〃
مطالبۂ قصاص کا حق کس کو ہے؟	〃	〃	〃
حق قصاص کون وصول کرے؟	〃	〃	〃
اسلام سے پہلے انتقام کے طریقے	〃	〃	〃
طریقۂ قصاص میں حنفیہ کا نقطۂ نظر	〃	〃	〃
شوافع اور مالکیہ کی رائے	〃	〃	〃
جزوی نقصان کا قصاص	〃	〃	〃
قصاص کب ساقط ہو جاتا ہے؟	〃	〃	〃
قصاص صرف تلوار سے	پنجم	۵۹	مثلہ

حظر کا بیان	سوم	۲۹۴	حظر
اگر باپ سے قابل حد یا قصاص جرم ثابت ہو؟	اول	۳۵۳	أب

دیت — احکام و مسائل

دیت کی تعریف	سوم	۳۳۷	دیت
دیت ارش اور حکومت عدل کا فرق	〃	〃	〃
دیت کا ثبوت	〃	〃	〃
دیت کب واجب ہوتی ہے؟	〃	〃	〃
دیت واجب ہونے کی شرطیں	〃	〃	〃
کن اشیاء سے دیت ادا کی جائے؟	〃	۳۳۸	〃
فقہاء کا اختلاف رائے	〃	〃	〃
عورتوں کی دیت	〃	۳۳۹	〃
عورت کی دیت کم ہونے کی وجہ	〃	〃	〃
غیر مسلموں کی دیت	〃	〃	〃
حنفیہ کی رائے	〃	〃	〃
دوسرا نقطہ نظر	〃	〃	〃
دیت میں شدت اور تخفیف	〃	۳۴۰	〃
دیت کی ادائیگی میں اہل تعلق یا قبیلہ کا تعاون	〃	۳۴۱	〃
عاقلہ کے تعاون کی مقررہ شرح	〃	〃	〃
ادائیگی کی مدت	〃	〃	〃
جن اعضاء کے کاٹنے پر مکمل دیت واجب ہے	〃	〃	〃
کسی جسمانی منفعت کا ضیاع	〃	۳۴۲	〃
اگر جزوی نقصان پہنچے؟	〃	۳۴۳	〃
سر اور چہرے کے سوا زخم	〃	〃	〃
حکومت کی تعیین کا طریقہ	〃	۳۴۴	〃
غرہ سے مراد	چہارم	۳۳۴	غرہ

زیر حمل بچہ کی ہلاکت کی دیت	چہارم	۴۳۳	غرہ
زیر حمل بچہ کی ہلاکت کی دیت	سوم	۱۱۰	جنین
زیر حمل بچہ کی ہلاکت کی دیت	دوم	۱۴۲	اسقاط حمل
حیات سے متعلق احکام	سوم	۳۰۴	حیات
جنین میں حیات کا آغاز	"	"	"
انگوٹھے کی دیت	اول	۴۳۳	آمہ
انگلی کی دیت	دوم	۱۵۰	اصبع
بظر کی دیت	"	۳۳۷	بظر
ہاتھ کو نقصان پہنچانے کا تاوان	پنجم	۲۵۲	ید
کان کو نقصان پہنچانے کی سزا	دوم	۷۳	اذن
پستان کی دیت	سوم	۳۰	ثدی
دانتوں کو نقصان پہنچانے کا تاوان	"	۹۴	ثنایا
حشفہ کو کاٹ دینا	"	۲۲۳	حشفہ
کمر کبڑی پیدا ہو جانے کا تاوان	دوم	۳۳	احدب
قوت تولید کا ضیاع قابل سزا جرم	اول	۴۸۲	ابہام
صلاحیت حمل کو ضائع کر دینا	"	"	اختصاء
نقصان پہنچانے کی ایک خاص صورت	سوم	۱۵۱	جنایت
زخم اور اس کی دیت	"	"	"
جنایت کی بعض صورتیں اور شجاج	"	"	"
زخم کا تاوان	دوم	۸۵	ارش
باضعہ — ایک زخم کا قصاص و دیت	"	۲۶۹	باضعہ
دامعہ، دامیہ اور لطمہ سے مراد	سوم	۴۰۵	دامعہ، دامیہ، لطمہ
جارحہ کا تاوان	"	۱۶۳	جارحہ
جائفہ کی دیت	"	۱۷۵	جائفہ
ہاشمہ سے مراد	پنجم	۳۳۶	ہاشمہ

پاگل کی دیت	پنجم	۳۲۶	پاگل

مالی جنایت سے متعلق مسائل

جانور پر تعدی	سوم	۱۵۳	جروح
آتش زنی کا نقصان	〃	〃	〃
جانور کے ذریعہ نقصان	〃	۱۵۲	〃
تعدیہ	〃	۱۵۳	〃
جانور سے پہنچنے والا نقصان اور اس کا حکم	〃	۵۵	جبار
مشورہ سے مالی تاوان کی تعیین	〃	۲۹۰	حکومت
عاقلہ سے مراد	چہارم	۳۶۹	عاقلہ
عاقلہ کو دیت میں شریک کرنے کی حکمت	〃	〃	〃
عاقلہ پر واجب ہونے والی مقدار	〃	〃	〃
عاقلہ کون ہیں؟	〃	〃	〃
اہل دیوان	〃	〃	〃
اہل خاندان	〃	〃	〃
غیر مسلموں کے حق میں	〃	〃	〃
بچے اور پاگل عاقلہ میں شامل نہیں	〃	〃	〃
کس صورت میں عاقلہ پر دیت واجب ہوگی؟	〃	〃	〃
ضمان — لغوی معنی	چہارم	۳۱۸	ضمان
اصطلاحی معنی	〃	〃	〃
قرآن میں وجوب ضمان کی طرف اشارہ	〃	〃	〃
حدیث میں وجوب ضمان کی اصل	〃	〃	〃
ضمان واجب ہونے کے اسباب	〃	〃	〃
مباشرت اور تسبب سے مراد	〃	〃	〃
ضمان واجب ہونے کی شرطیں	〃	〃	〃
تلف کردہ شئی مال ہو	〃	〃	〃

مالک کے حق میں قابل قیمت ہو	چہارم	۳۱۸	ضمان
قاضی کے فیصلے سے پہلے دور نہ ہوا ہو	//	//	//
تلف کنندہ ضمان واجب ہونے کا اہل ہو	//	//	//
ضمان عائد کرنا مفید ہو	//	//	//
ضمان واجب ہونے کی وجوہ	//	//	//
معاملہ کی وجہ سے ضمان	//	//	//
قبضہ	//	//	//
اتلاف	//	//	//
جن اشیاء کا ضمان ہے	//	//	//
اعیان	//	//	//
منافع	//	//	//
زوائد	//	//	//
نواقص	//	//	//
اوصاف	//	//	//
ضمان کا حکم	//	//	//
ضامن ہونے کی شرطیں	اول	۲۸۹	اتلاف
تلف کردہ شئی مال ہو	//	//	//
قابل قیمت ہو	//	//	//
تلف کنندہ پر ضمان عائد کیا جاسکتا ہو	//	//	//
اگر نابالغ مال تلف کردے	//	//	//
ضامن ہونے سے مراد	//	//	//

جہاد — آداب و احکام

جہاد کا اسلامی تصور	سوم	۱۹۱	جہاد
جہاد کے چند فقہی احکام	//	۱۹۳	//
جہاد کا حکم	//	//	//

جن کی اجازت ضروری ہے	سوم	۱۹۳	جہاد
امیر کے تحت	"	"	"
جنگ سے پہلے دعوت	"	"	"
کب دشمن کے مقابلہ پسپائی جائز ہے؟	"	۳۵	"
پسپائی اختیار کرنا	"	۱۹۳	"
جن کا قتل جائز نہیں	"	"	"
جہاد اقدامی و دفاعی	"	"	"
قانون جنگ کی تہذیب	"	۱۹۴	"
دار الحرب کا مال	"	۱۹۳	"
جنگ میں بچوں کے قتل کی ممانعت	سوم	۳۶۵	راہب
سفیر کا قتل درست نہیں	چہارم	۱۹۷	سفیر
اگر خود شریک جنگ یا شریک سازش ہو؟	سوم	۳۶۵	راہب
تسبیس	چہارم	۵۰۲	تسبیس
جزیرۃ العرب اور مشرکین	سوم	۱۰۳	جزیرۃ العرب
جہاد میں اجرت	"	۱۰۳	جعل
بیت	دوم	۳۴۰	بیات
حدیث سے شب خون کا ثبوت	"	۱۷۷	بادرہ
اسلام سے پہلے	"	۱۳۹	اشہر حرم
نسخ یا استثناء	"	"	"
گھوڑے کی پرورش	سوم	۳۴۱	خیل
مال غنیمت میں گھوڑے کا حصہ	"	۳۴۳	"
احکام (ترس)	"	۳۵۳	ترس
اہل حرب سے ہتھیار کی فروخت	چہارم	۱۷۰	سلاح
غیر مسلم طاقتوں سے ہتھیار کی فروخت	"	"	"
جنگ میں خصوصی انعام	دوم	۵۳۸	تنفیل

سلب کے معنی	چہارم	۱۷۰	سلب
سلب لازم ہے یا نہیں؟	"	"	"
اختلاف کے نقطۂ نظر پر شواہد	"	"	"
اسلام میں مُثلہ کی ممانعت	پنجم	۵۹	مثلہ
جنگ میں تکریم انسانی کی رعایت	"	"	"
قیدی	دوم	۱۴۳	اسیر
خواتین اور بچے	"	"	"
اہل کتاب و غیر عرب مشرکین	"	"	"
قیدیوں کا تبادلہ	"	"	"
امان کی مصلحت	"	۲۳۷	امان
اسلام کی فراخدلی	"	۲۴۳	"
مسلمانوں کی دار الحرب میں آمد	"	"	"
حق شہریت	"	"	"
کافروں کا دار الاسلام میں داخلہ	"	۲۴۴	امان
ہدنہ — فقہی تعریف	پنجم	۳۴۳	ہدنہ
دوسری تعبیرات	"	"	"
کتاب و سنت سے غیر مسلموں کے ساتھ صلح کا ثبوت	"	"	"
عوض پر اور بلا عوض صلح	"	"	"
غیر مسلموں سے عوض لینے کی تفصیل	"	"	"
غیر مسلموں کو معاوضہ دینے کی تفصیل	"	"	"
صلح کا حکم	"	"	"
کیا صلح کے لئے حکومت کی اجازت ضروری ہے؟	"	"	"
کیا صلح لازمی معاہدہ ہے؟	"	"	"
صلح کب ختم ہوتی ہے؟	"	"	"
معاہدہ کی مدت	"	"	"

فئے کی تعریف	چہارم	۴۵۹	فئے
غنیمت — لغت و اصطلاح میں	″	۴۳۳	غنیمت
مال فئے کا حکم	″	۴۵۸	فئے
غنیمت اور نفل کا فرق	″	۴۳۳	غنیمت
غنیمت اور فئے کا فرق	″	″	″
مال غنیمت کس طرح تقسیم کیا جائے؟	″	″	″
مجاہدین اور بیت المال	″	″	″
فقہاء کا اختلاف	″	″	″
بزور طاقت مفتوحہ علاقوں کا شرعی حکم	″	۳۱۷	عنوۃ
حنابلہ کا نقطۂ نظر اور موجودہ حالات میں اہمیت	″	″	″
مال غنیمت میں گھوڑے کا حصہ	سوم	۳۹۳	خیل
جزیہ کے فقہی و اجتماعی احکام	″	۱۰۱	جزیہ
جزیرۃ العرب اور مشرکین — اجتماعی احکام	″	۱۰۴	″
مدافعت کے شرعی اصول	″	۴۲۷	دفاع
مدافعت کا حکم	″	″	″
دفاع ایک فطری حق	″	۴۲۱	″
بقدر ضرورت طاقت کا استعمال	″	۴۲۷	″
مظلوموں کی مدافعت	″	۴۲۹	″
جان و مال کی مدافعت	″	۴۲۷	″
عزت و آبرو کی مدافعت	″	۴۲۸	″
کیا مدافعت کنندہ ضامن ہے؟	″	۴۲۹	″
مدافعت میں پاگل اور بچے کا قتل	″	″	″
جانور کا قتل	″	″	″
متفرق احکام	″	″	″
دانت کاٹنے والے کا دانت ٹوٹ جائے	″	″	″

بھاگنے والے کی آنکھ پھوٹ جائے	سوم	۳۲۹	دفاع
ہجرت کا حکم باقی ہے!	پنجم	۳۳۲	ہجرت
موجودہ دور میں ہجرت کے احکام	//	//	//
جن پر ہجرت واجب ہے!	//	//	//
جن پر ہجرت واجب نہیں	//	//	//
جن کے لئے ہجرت مستحب ہے	//	//	//
جن کے لئے ہجرت نہ کرنا اولیٰ ہے	//	//	//

خراج — احکام و مسائل

خراج — لغوی واصطلاحی معنی	سوم	۳۳۳	خراج
خراج کی ابتداء	//	//	//
کیا خراج غیر مسلم کے ساتھ ظلم ہے؟	//	//	//
خراجی زمینیں	//	۳۳۴	//
خراج کی دو قسمیں	//	//	//
خراج مقاسمہ	//	//	//
خراج وظیفہ	//	//	//
خراج کا مصرف	//	۳۳۵	//

صلح — آداب واحکام

صلح — لغوی معنی	چہارم	۳۲۷	صلح
فقہ کی اصطلاح میں	//	//	//
صلح کی مشروعیت	//	//	//
ارکان	//	//	//
صلح کی شرطیں	//	//	//
بدل صلح سے متعلق شرطیں	//	//	//
حق سے متعلق شرطیں	//	//	//
اقرار کے ساتھ صلح	//	//	//

انکار کے ساتھ صلح	چہارم	۲۲۷	صلح
صلح کے اثرات و نتائج	//	//	//
صلح کے احکام	//	//	//
جن صورتوں میں صلح باطل ہو جاتی ہے	//	//	//
صلح میں واسطہ	//	//	//

قضاء — آداب و احکام

قضاء — لغوی معنی	چہارم	۵۱۱	قضاء
قضاء — اصطلاحی تعریف	//	//	//
الزام معنوی	//	//	//
الزام حسی	//	//	//
نظام قضاء کا قیام واجب ہے	//	//	//
کار قضاء کی فضیلت	//	//	//
قضاء کے چار ارکان	//	//	//
قاضی مقرر کرنے کا حق	//	//	//
قاضی کا دائرہ عمل	//	//	//
قاضی کے اوصاف	//	//	//
احکام شریعت سے آگہی کا معیار	//	//	//
ذمی کا عہدۂ قضاء پر تقرر	//	//	//
خواتین کا عہدۂ قضاء پر تقرر	//	//	//
قاضی کے آداب	//	//	//
ادب قاضی	دوم	۴۲	ادب
قاضی کا تحفہ	چہارم	۵۱۱	قضاء
قاضی کے لئے ہدیہ	سوم	۳۶۲	رشوت
قاضی کی نشست گاہ	چہارم	۵۱۱	قضاء
مسجد میں قضاء	//	//	//

سماعت مقدمہ کے آداب	چہارم	۵۱۱	قضاء
فریقین کے ساتھ سلوک	〃	〃	〃
لباس و پوشاک	〃	〃	〃
عزل اور استعفی	〃	〃	〃
رشوت	〃	〃	〃
ہدیہ	〃	〃	〃
کیا گراں گوش قاضی بن سکتا ہے؟	دوم	۱۱۳	اطرش
مرض	چہارم	۵۱۱	قضاء
جرح	〃	〃	〃
قاضی کا ابتلاء سے فسق ہو جانا	〃	〃	〃
قاضی کا ابتلاء سے فسق ہو جانا	〃	۲۵۳	فسق و فاسق
فیصلہ کی شرعی دلیلیں	〃	۵۱۱	قضاء
پہلے فیصلہ کو توڑنا	〃	〃	〃
مقضی لہ (جس کے حق میں فیصلہ ہو)	〃	〃	〃
اپنے اور اپنے قریب ترین رشتہ دار کے حق میں فیصلہ	〃	〃	〃
امام المسلمین اور اس کے متعلقین کا مقدمہ	چہارم	〃	〃
مقضی بہ (قاضی کا دائرۂ کار)	〃	〃	〃
قاضی کا فیصلہ باطناً بھی نافذ ہوگا	دوم	۲۳۳	املاک مرسلہ
املاک مرسلہ کا خصوصی حکم	〃	〃	〃
مقضی علیہ (جس کے خلاف فیصلہ ہوا ہو)	چہارم	۵۱۱	قضاء
اگر مدعی علیہ غائب ہو؟	〃	〃	〃
وکیل مسخر کا تقرر	〃	〃	〃
جس سے عداوت ہو	〃	〃	〃
غیر مسلموں کا مقدمہ	〃	〃	〃
قضاء کی کیفیت	〃	〃	〃

فیصلہ — زیر تنفیذ مسئلہ میں تحکیم	چہارم	۵۱۱	قضاء
کب قضاء قاضی ظاہراً و باطناً نافذ نہیں؟	"	"	"
کارروائی کی ایک مجلس سے دوسری مجلس تک منتقلی	"	"	"
موجودہ حالات میں مناسب طریقۂ کار	"	"	"
قضاء کے موضوع پر چند اہم کتابیں	"	"	"

فیصلے کی بنیادیں

تحریری اقرار	چہارم	۵۵۱	کتابت
تحریری دعویٰ	"	"	"
ثبوت کے مختلف ذرائع	دوم	۳۸۷	بینہ
ثبوت	سوم	۴۳۹	دعویٰ
مدعا علیہ سے قسم کھلوائی جائے گی	دوم	۱۰۵	تحلیف
جن امور میں قسم نہیں کھلائی جائے گی	"	"	"
حلف لینے کے آداب	"	"	"
قسم کب کھلائی جائے؟	"	۴۲۸	تغلیظ
کن امور میں قسم کا اعتبار ہوگا	"	"	"
نکول — فیصلہ کی بنیاد	پنجم	۲۳۰	نکول
کن معاملات میں نکول معتبر ہے اور کن میں معتبر نہیں؟	"	"	"
جن امور میں قسم نہیں دلائی جاسکتی	"	"	"
شوافع اور مالکیہ کا مسلک	"	"	"
قسم پیش کرنے کا طریقہ	"	"	"
قاضی ہی کے سامنے ادائیگی کا اعتبار	"	"	"
قانونی الفاظ سے قسم لینا	"	"	"
ہندوستان میں دار القضاء کے لئے موزوں طریقہ	"	"	"
انگوٹھا بحیثیت وسیلۂ ثبوت	اول	۲۸۲	ابہام
قضاء میں قرائن سے مدد لینا	چہارم	۲۹۷	قرینہ

ابن فرحون کی چشم کشا بحث	چہارم	″	قرینہ
ابن قیم کا نقطۂ نظر	″	۳۹۷	″
قسامت — لغوی معنی	چہارم	۳۹۸	قسامت
اصطلاحی معنی	″	″	″
قسامت کا مقصد	″	″	″
قسامت کا طریقہ	″	″	″
ائمہ ثلاثہ کا نقطۂ نظر	″	″	″
لوث — لغوی معنی	چہارم	۵۹۶	لوث
لوث سے مراد	″	″	″
مالی مقدمات میں	″	″	″
حنفیہ کا نقطۂ نظر	″	″	″

دعویٰ اور اس سے متعلق مسائل

دعویٰ — لغوی معنی	سوم	۳۲۰	دعویٰ
اصطلاحی معنی	″	″	″
مختلف تعریفیں	″	″	″
اثبات دعویٰ کے ذرائع	اول	۳۹۰	اثبات
دعویٰ کا رکن	سوم	۳۳۰	دعویٰ
دعویٰ واقرار میں ابہام	اول	۲۸۴	ابہام
دعویٰ صحیح ہونے کی شرطیں	سوم	۳۲۰	دعویٰ
مدعی اور مدعی علیہ کی تعیین	″	۳۲۲	″
مدعی علیہ کی شناخت	دوم	۱۵۱	اصل
مدعی اور مدعی علیہ کی شناخت کے سلسلہ میں مختلف اقوال	سوم	۳۲۳	دعویٰ
راجح قول	″	″	″
دعویٰ صحیحہ اور دعویٰ فاسدہ	″	۳۲۳	″
دعویٰ کا حکم	″	۳۲۷	″

مدعیٰ علیہ کا خاموشی اختیار کرنا	〃	۳۴۳	〃
منکر سے قسم کا مطالبہ	دوم	۱۳۷	قضاء
دعویٰ کی سات قسمیں	سوم	۳۴۵	دعویٰ
زوجین اور حقوق سے براءت	اول	۲۹۹	ابراء
الفاظ اور شرائط	〃	〃	〃

شہادت — آداب و احکام

شہادت — لغوی و اصطلاحی معنی	چہارم	۲۰۵	شہادت
ثبوت کے مختلف ذرائع	دوم	۲۸۷	بینہ
تحمل شہادت اور اس کی شرطیں	〃	۲۰۵	شہادت
تین امور میں شہرت کی بناء پر گواہی	〃	〃	〃
ادائے شہادت کی شرطیں	〃	〃	〃
کن رشتہ داروں کی گواہی معتبر نہیں	〃	〃	〃
بچے کی گواہی قبول نہیں	اول	۳۷۳	امین
نابینا کی گواہی	چہارم	۲۰۵	شہادت
گونگے کے احکام	دوم	۵۸	اخرس
گواہی قبول نہ ہونے کے سلسلہ میں اصول	چہارم	۲۰۵	شہادت
دشمن کی شہادت	〃	〃	〃
شہادت سے متعلق شرطیں	〃	〃	〃
بعض شہادتوں کے خصوصی احکام	〃	〃	〃
حقوق اللہ سے متعلق گواہی	〃	〃	〃
حدود و قصاص	〃	〃	〃
شہادت مجلس قضاء میں	〃	〃	〃
نصاب شہادت	〃	〃	〃
ثبوت زنا کے لئے	〃	〃	〃
دوسرے حدود و قصاص	〃	〃	〃

نکاح، طلاق وغیرہ اور مالی معاملات میں	چہارم	۴۰۵	شہادت
اگر قاضی کو کوئی بات تحقیق طلب ہو	"	"	"
جن امور سے عورتیں ہی آگاہ ہو سکتی ہیں	"	"	"
عورت کی گواہی سے بچے کا ثبوت	"	۴۹۰	قابلہ
نسب	"	"	"
ولادت پر دائی کی شہادت	"	"	"
باکرہ کے دعویٰ بکارت کی حیثیت	"	"	"
عدالت لغوی معنی	چہارم	۴۲۴	عدالت
عدالت کی حقیقت	"	"	"
اس مسئلہ میں فقہاء و محدثین کے اقوال	"	"	"
موجودہ عہد کا تقاضہ	"	"	"
فسق — لغوی و اصطلاحی معنی	"	۴۵۳	فسق
عادل و فاسق سے مراد	"	"	"
فاسق و عادل کے سلسلہ میں فقہاء کے اقوال کا مدار احوال زمانہ پر ہے	"	"	"
فاسق گواہ	"	"	"
گونگے کے حق میں اشارہ نطق کے قائم مقام ہے	پنجم	۱۹۹	نطق
گواہی، اقرار اور نطق	"	"	"
دشمن کے خلاف شہادت	چہارم	۴۲۶	عداوت
گواہوں کا تزکیہ	دوم	۳۵۵	تزکیہ
شہادت پر شہادت	چہارم	۴۰۵	شہادت
کن صورتوں میں شہادت واجب ہے اور کن صورتوں میں نہیں؟	"	"	"
دعویٰ اور شہادت میں مطابقت	"	"	"
شہادت میں اختلاف	"	"	"
الفاظ کا فرق	"	"	"
قول اور فعل کا فرق	"	"	"

شہادت کا حکم	چہارم	۲۰۵	شہادت
گواہی سے عذر کرنا	〃	〃	〃
گواہ کا مرتبہ، مقام اور جھوٹی گواہی	〃	۲۰۷	〃

اقرار سے متعلق مسائل

دعویٰ و اقرار میں	اول	۲۸۳	ابہام
تعریف	دوم	۱۹۶	اقرار
اقرار کب معتبر ہوگا؟	〃	۱۹۶	〃
اقرار کا اعتبار	〃	〃	〃
اقرار میں استثناء	〃	〃	〃
اقرار میں استثناء	〃	۹۰	استثناء
مرض موت میں اقرار	〃	۱۹۷	اقرار
قرابت کا اقرار	〃	۱۹۸	〃
طلاق کا اقرار	〃	〃	〃
مرض وفات کا اقرار	پنجم	۸۵	مرض
وصول دین کا اقرار	〃	〃	〃

لقطہ اور لقیطہ — مسائل و احکام

لقطہ — لغوی معنی	چہارم	۵۹۰	لقطہ
اصطلاحی معنی	〃	〃	〃
اٹھانے کا حکم	〃	〃	〃
اٹھانے کا حکم	دوم	۳۳۲	اباحت
کب امانت ہے اور کب قابل ضمان؟	چہارم	۵۹۰	لقطہ
لقطہ کا اعلان	〃	〃	〃
مسجد میں گمشدہ چیز کا اعلان	〃	〃	〃
اگر لقطہ کا مالک آجائے؟	〃	〃	〃

اگر لقطہ کا مالک نہیں آئے؟	چہارم	۵۴۰	لقطہ
لقیط — لغوی معنی	〃	〃	لقیط
اصطلاحِ فقہ میں	〃	〃	〃
لقیط کو اٹھانے کا حکم	〃	〃	〃
لقیط کے احکام	〃	〃	〃
مسلمان متصور ہوگا یا کافر؟	〃	〃	〃
لقیط کا نفقہ	〃	〃	〃
اگر اس پر حد واجب ہو	〃	〃	〃
لقیط کا نسب	〃	〃	〃
اگر مرد نسب کا دعویٰ کرے	〃	〃	〃
اگر عورت مدعی ہو	〃	〃	〃
اگر دو عورتیں مدعی ہوں	〃	〃	〃

مفقود — احکام و مسائل

مفقود سے مراد	پنجم	۱۳۲	مفقود
مفقود کے مال کا حکم	〃	〃	〃
مفقود کے مال سے متعلقین کا نفقہ	〃	〃	〃
مفقود کے مال میں میراث	〃	〃	〃
کتنی مدت کے بعد وفات کا حکم لگے گا؟	〃	〃	〃
مفقود کی بیوی کا نکاح ثانی	〃	〃	〃
فقہ مالکی کی تفصیلات	〃	〃	〃
اگر مفقود نے مال تنہا چھوڑا ہو؟	〃	〃	〃

خنثیٰ سے متعلق مسائل

خنثیٰ سے مراد	سوم	۳۷۷	خنثیٰ
خنثیٰ مشکل	〃	〃	〃
احکام	〃	۳۷۸	〃

خنثیٰ	سوم	۳۷۸	خنثیٰ
دوسرے احکام	//	//	//
صف کی ترتیب	//	//	//
کفن	//	//	//
احرام	//	//	//
ریشم اور زیورات	//	//	//
غیر محرم کے ساتھ خلوت	//	//	//
بلا محرم سفر	//	//	//

شرکت — مسائل و احکام

شرکت	چہارم	۱۹۵	شرکت
شرکت — لغوی معنی	//	//	//
اصطلاحی معنی	//	//	//
حنابلہ کی تعریف	//	//	//
شرکت کا ثبوت	//	//	//
حدیث میں شرکت کی ترغیب	//	//	//
شرکت املاک اور اس کا حکم	//	//	//
شرکت عقود اور اس کی قسمیں	//	//	//
شرکت اموال	//	//	//
شرکت اعمال	//	//	//
شرکت وجوہ	//	//	//
شرکت مفاوضہ	//	//	//
تعریف اور وجہ تسمیہ	//	//	//
شرکت عنان	//	//	//
وجہ تسمیہ	//	//	//
اصطلاحی تعریف	//	//	//

شرکت کی قسموں کی بابت فقہاء کی رائیں	چہارم	۱۸۵	شرکت
شرکت کی عمومی شرطیں	〃	〃	〃
شرکت اموال سے متعلق خصوصی شرطیں	〃	〃	〃
شرکت مفاوضہ کے احکام	〃	〃	〃
شرکت اعمال کے احکام	〃	〃	〃
شرکت اعمال سے متعلق شرطیں	〃	〃	〃
شرکت وجوہ، شرائط اور احکام	〃	〃	〃
شرکت عنان کے احکام	〃	〃	〃
شرکاء کے تصرفات	〃	〃	〃
شرکت لازمی معاملہ ہے یا غیر لازمی؟	〃	〃	〃
چوکیداری کے احکام	〃	〃	〃
چوکیداری کے احکام	دوم	۲۱۵	امانت

وقف سے متعلق مسائل

وقف — لغوی معنی	پنجم	۱۴۳	وقف
امام ابوحنیفہؒ کے نقطۂ نظر پر وقف کی تعریف	〃	〃	〃
صاحبین کا نقطۂ نظر	〃	〃	〃
شوافع وحنابلہ کا مسلک	〃	〃	〃
فقہاء مالکیہ کی رائے	〃	〃	〃
وقف، اسلام کے امتیازات میں	〃	〃	〃
اسلام میں وقف کی فضیلت	〃	〃	〃
صحابہ ؓ کے اندر وقف کا ذوق	〃	〃	〃
صفت وقف	〃	〃	〃
امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک وقف جائز نہ کہ لازم	〃	〃	〃
وقف کے لازم ہونے کی صورتیں	〃	〃	〃
صاحبین کا موقف	〃	〃	〃

وقف کا رکن	پنجم	۲۹۳	وقف
وقف کے لئے الفاظ	〃	〃	〃
کیا وقف کے لئے قبول ضروری ہے؟	〃	〃	〃
وقف کے کیا احکام	〃	〃	〃
وقف صحیح ہونے کی شرطیں	〃	〃	〃
واقف سے متعلق شرطیں	〃	〃	〃
غیر مسلم کا وقف	〃	〃	〃
مرض وفات میں ایک تہائی سے زیادہ کا وقف	〃	〃	〃
وقف کی ہوئی چیز سے متعلق شرطیں	〃	〃	〃
ہتھیار اور جانوروں کا وقف	〃	〃	〃
شریعت کی نظر میں قابل قیمت سامان ہو	〃	〃	〃
وقف کرنے کے وقت ملکیت	〃	〃	〃
جاگیر کی زمین کا وقف	〃	〃	〃
شیٔ وقف کا تعین ضروری ہے	〃	〃	〃
کیا وقف کی جائیداد کا منقسم اور غیر مشترک ہونا ضروری ہے؟	〃	〃	〃
شوافع کا نقطۂ نظر	〃	〃	〃
حنفیہ کی رائے	〃	〃	〃
حنابلہ کی رائے	〃	〃	〃
روپے پیسے کا وقف	〃	〃	〃
مساجد میں وقف کئے قرآن	〃	〃	〃
کن مقاصد پر وقف درست ہے؟	〃	〃	〃
معصیت کے کاموں پر وقف درست نہیں	〃	〃	〃
کیا مصرف وقف کا دائمی ہونا ضروری ہے؟	〃	〃	〃
تعمیر وقف سے متعلق شرطیں	〃	〃	〃
وقف کی شرط کے ساتھ مشروط ہونا	〃	〃	〃

ہمیشہ کے لئے ہو	پنجم	۲۹۳	وقف
فی الفور لازم کئے جانے کا حق ہو	//	//	//
مقصد وقف کو متاثر کرنے والی شرط نہ ہو	//	//	//
وقف مسجد کے ساتھ شرطیں	//	//	//
واقف کی ملکیت کب ختم ہوگی؟	//	//	//
مسجد، عیدگاہ اور جنازہ گاہ کا حکم	//	//	//
مساجد اور دوسرے اوقاف کے درمیان فرق	//	//	//
وقف کرنے والے کی شرطوں کی اہمیت	//	//	//
سات مسائل جن میں شرط واقف کا اعتبار نہیں	//	//	//
جن شرطوں کی رعایت واجب ہے	//	//	//
غیر مسلم پر وقف	//	//	//
اگر وقف کا مصرف ختم ہو جائے؟	//	//	//
وقف کا استبدال	//	//	//
اگر واقف نے متولی کے لئے حق استبدال کی شرط لگائی ہو؟	//	//	//
وقف ناقابل انتفاع ہو	//	//	//
زیادہ نفع کے لئے وقف کا استبدال	//	//	//
استبدال وقف کی شرائط	//	//	//
دوسرے مکاتب فقہ کا نقطۂ نظر	//	//	//
تولیت کا حق	//	//	//
اپنے لئے حق تولیت	//	//	//
دوسروں کے لئے حق تولیت	//	//	//
یکے بعد دیگرے متولیان کا تقرر	//	//	//
اگر واقف متولی مقرر نہ کرے	//	//	//
متولی ہونے کی شرائط	//	//	//
متولی کن مسائل کا مالک ہوگا؟	//	//	//

حق تولیت میں واقف کے منشا کی اہمیت	پنجم	۱۹۳	وقف
اگر متولی کا نااہل ہونا ثابت ہو جائے؟	〃	〃	〃
متولی کو معزول کرنے کا حق	〃	〃	〃
متولی استعفا دے دے	〃	〃	〃
متولی دماغی توازن کھودے	〃	〃	〃
متولی کے فرائض و اختیارات	〃	〃	〃
وقف کی جائداد کو کرایہ پر دینا	〃	〃	〃
وقف کی جائداد پر قرض حاصل کرنا	〃	〃	〃
اگر منتظم وقف کم کرایہ پر مقرر کرے؟	〃	〃	〃
وقف کی جائداد کو کرایہ پر دینا	〃	〃	〃
وقف کی اراضی کی بٹائی کا حکم	〃	〃	〃
وقف کی زمین غصب کر لی جائے	〃	〃	〃
وقف کی آمدنی سے کوئی جائداد حاصل کی جائے	〃	〃	〃
متولی کی اجرت	〃	〃	〃
واقف زیادہ اجرت متعین کردے	〃	〃	〃
کارکن کا اضافہ	〃	〃	〃
انتظام وقف کے لئے ملازم کا تقرر	〃	〃	〃
مصالح مسجد کے اوقاف	〃	〃	〃
غیر آباد جائداد کا حکم	〃	〃	〃
قبرستان کے اوقاف	〃	〃	〃
اولاد پر وقف	〃	〃	〃
واحد کا صیغہ	〃	〃	〃
تین پشت کی صراحت کردے	〃	〃	〃
''عقبی'' کا لفظ استعمال کرے	〃	〃	〃
لڑکیوں پر وقف	〃	〃	〃

نسل پر وقف	پنجم	۲۹۳	وقف
عقب کا لفظ	″	″	″
آل، جنس اور اہل بیت	″	″	″
وقف کا ایک مسئلہ	اول	۲۲۸	آل
آل محمد صلی اللہ علیہ وسلم	″	″	″
عربی لغت میں آل کے معنی	″	″	″
اہل قرابت اور ذی رحم پر وقف	پنجم	۲۹۳	وقف
وقف میں فقراء کی قید	″	″	″
وقف میں صالح کی قید	″	″	″
وقف ثابت کرنے کا طریقہ	″	″	″
نسل پر وقف	″	۱۹۳	نسل
کیا لڑکیوں کی اولاد نسل میں داخل ہے؟	″	″	″

مسجد۔ آداب و احکام

مسجد شرعی کب بنے گی؟	″	۸۱	مسجد
امام ابو یوسفؒ کی رائے	″	″	″
طرفین کا نقطۂ نظر	″	″	″
متأخرین کی رائے	″	″	″
مسجد ہونے کے لئے علامت ضروری نہیں	″	″	″
تحت الثریٰ سے آسمان تک مسجد	″	″	″
اگر تعمیر کے وقت میں نچلی منزل میں مسجد کی نیت نہ کی	″	″	″
بعد میں مسجد سے استثناء کی نیت معتبر نہیں	″	″	″
مساجد کی خالی ہوئی جگہ پر دکان وغیرہ کی تعمیر	″	″	″
غسل خانہ اور بیت الخلاء مسجد کے حکم میں نہیں	″	″	″
تعمیر مسجد میں مال حرام کا استعمال ہو	″	″	″
اگر حرام پیسے سے مسجد تعمیر کی؟	″	″	″

تعمیر میں غیر مسلم بھائیوں کا تعاون	پنجم	۸۹	مسجد
ہندوؤں کا تعاون	//	//	//
غصب کردہ زمین پر مسجد کی تعمیر	//	//	//
قبرستان میں مسجد کی تعمیر اور توسیع	//	//	//
مساجد کی تزئین اور آرائش	//	//	//
آرائش میں غلو	//	//	//
نمازیوں کی سہولت کی رعایت	//	//	//
دیواروں پر نقش و نگار	//	//	//
مساجد کو کسی کے نام سے موسوم کرنا	//	//	//
مسجد میں داخل ہونے کے آداب	//	//	//
مسجد کے آداب	//	//	//
تحیۃ المسجد	//	//	//
مسجد میں وضو، استنجاء وغیرہ	//	//	//
مسجد کی دیوار وغیرہ سے مٹی پونچھنا	//	//	//
مسجد میں تھوکنا	//	//	//
حالت جنابت میں مسجد میں داخل ہونا	//	//	//
بدبودار چیز کھا کر مسجد آنا	//	//	//
کوڑھی اور برص کے مریض مسجد میں	//	//	//
سگریٹ، بیڑی پینے کے بعد	//	//	//
بے شعور بچوں کی مسجد میں آمد	//	//	//
مسجد میں خرید و فروخت، شعر گوئی اور گفتگو	//	//	//
مسجد میں سونا	//	//	//
مسجد میں اعلان دینا	//	//	//
کسی مسلمان کو مسجد سے روکنا درست نہیں	//	//	//
مسجد میں جگہ کی تخصیص	//	//	//

مساجد میں تعلیم	پنجم	۸۹	مسجد
تعلیم کے لئے مسجد کی اشیاء کا استعمال	//	//	//
مساجد میں چراغاں	//	//	//
متفرق احکام	//	//	//
مقدمات کا فیصلہ	//	//	//
سزاؤں کا اجراء	//	//	//
غیر مسلموں کا داخلہ	//	//	//
درس و تذکیر	//	//	//
ذکر بہ آواز بلند	//	//	//
بھیک مانگنا	//	//	//
دینی اغراض کے لئے امانت کی اپیل	//	//	//
گھر کی مسجد	//	//	//
افضل مسجد	//	//	//

عقد — احکام و مسائل

لغوی معنی	چہارم	۳۹۹	عقد
اصطلاح فقہ میں	//	//	//
عقد اور التزام کا فرق	//	//	//
ایجاب و قبول کے سلسلہ میں حنفیہ اور دوسرے فقہاء کی اصطلاح	//	//	//
ارکان	//	//	//
عاقدین	//	//	//
عقد کا محل	//	//	//
محل عقد سے متعلق شرطیں	//	//	//
تعبیر	//	//	//
واضح ہونا	//	//	//
ایجاب و قبول میں موافقت	//	//	//

عقد کے ارکان	چہارم	۳۰۱	عقد
ایجاب وقبول کے ذرائع	//	//	//
تحریر	//	//	//
اشارہ	//	//	//
فعل کے ذریعہ	//	//	//
سکوت	//	۳۰۲	//
عقد کا حکم	//	//	//
عقد کی اقسام	//	//	//
عقد صحیح	//	//	//
عقد غیر صحیح	//	//	//
باطل	//	//	//
عقد باطل کا حکم	//	//	//
عقد فاسد	//	//	//
عقد فاسد کا حکم	//	۳۰۲	//
عقد مکروہ	//	//	//
نافذ	//	//	//
موقوف	//	//	//
لازم	//	//	//
غیر لازم	//	۳۰۳	//
عقد کی	//	//	//
اثرات ونتائج کے اعتبار سے عقد کی قسمیں	//	۳۰۳	//
تملیکات	//	//	//
اسقاطات	//	//	//
اطلاقات	//	//	//
تقییدات	//	//	//

توضیحات	چہارم	۳۰۲	عقد
ثمرات	//	//	//
حکم	//	//	//
عقد کا نتیجہ کب مرتب ہوگا؟	//	//	//
عقد لازم	//	//	//
عقد مضاف	//	//	//
جو معاملات مستقبل کی طرف منسوب کرکے منعقد نہیں ہوسکتے	//	//	//
جو عقود دونوں طرح منعقد ہوتے ہیں	//	//	//
جو عقد مستقبل ہی کی طرف منسوب ہوتے ہیں	//	//	//
عقد عینی	//	//	//
عقد غیر عینی	//	//	//
عقد غیر رسمی	//	۳۰۳	//

خرید و فروخت سے متعلق مسائل

جگہ کی تبدیلی سے مجلس کی تبدیلی	پنجم	۱۳	مجلس
[illegible] تبدیلی سے مجلس کی تبدیلی	//	//	//
اعراض یا گریز سے مجلس کی تبدیلی	//	//	//
لغوی معنی	چہارم	۴۳۰	غرر
اصطلاحی تعریف	//	//	//
غرر اور خطرہ کا فرق	//	//	//
غرر اور جہالت میں فرق	//	//	//
غرر اور قمار	//	//	//
تجارتی معاملات میں غرر کا اثر	//	//	//
دوسرے معاملات میں غرر	//	//	//
غرر کب اثر انداز ہوتا ہے؟	//	//	//
فاسد سے مراد	//	//	//

عبادات میں فاسد و باطل کا فرق نہیں	چہارم	۴۳۰	فساد
معاملات میں فاسد و باطل کا فرق	"	"	"
خبر و انشاء کا فرق	دوم	۳۸	اخبار
فقہی اصطلاح میں	"	۵۶	احتیاط
باطل و فاسد کا فرق	"	۲۰۹	باطل
اصطلاح میں	"	۳۳۵	انشاء
انشاء کے لیے صیغہ	"	"	"
تعیین کی مختلف صورتیں	"	۳۸۰	تعیین
معاملات کی دو صورتیں	پنجم	۳۷	معاوضہ
شارع عام کا حکم	"	۸۱	مرور
مملوک راستہ	"	"	"
سرکاری نالی سے پانی کا اخراج	"	۱۰۰	مسیل
دوسرے کی زمین سے پانی کا گذارنا	"	"	"
تجارت کے آداب	دوم	۲۶۷	تجارت
تجارت میں جھوٹی قسم	"	"	"
عیب پوشی	"	۴۱۸	"
نجش کے معنی	پنجم	۱۶۷	نجش
نجش کی ممانعت	"	"	"
مساومہ	"	۸۹	مساومہ
لغوی معنی	"	"	"
اصطلاحی تعریف	"	"	"
مساومہ، مرابحہ، تولیہ اور وضیعہ کا فرق	"	"	"
منابذہ — بیع کی ایک خاص صورت	"	۱۳۲	منابذہ
دین کا ادلا بدلی	"	۱۳۷	مقاصہ
سامان سے سامان کی فروخت	"	"	مقایضہ

وضیعہ (قیمت خرید سے کم میں فروخت کرنا)	چہارم	۲۸۷	وضیعہ
خرید و فروخت کے احکام میں چند بنیادی اصول	دوم	۳۵۰	بیع
دھوکہ نہ ہو	"	"	"
معصیت میں تعاون نہ ہو	"	۳۵۱	"
ضرر سے محفوظ ہو	"	"	"
نزاع کا اندیشہ نہ ہو	"	"	"
دیکھنے کا موقع دیا جائے	"	۳۵۲	"
تقاضہ بیع کے خلاف شرط نہ ہو	"	"	"
بیع کی تعریف	"	"	"
بیع کے ارکان	"	۳۵۳	"
شرائط انعقاد	"	"	"
شرائط نفاذ	"	۳۵۴	"
شرائط صحت	"	۳۵۵	"
شرائط لزوم	"	"	"
حکم	"	"	"
بیع باعتبار لازم ہو اور غیر لازم	"	"	"
بیع موقوف	"	۳۵۶	"
اصطلاحی تعریف	پنجم	۲۶۸	وصف
قیمت اصل کے مقابلہ ہوگی یا وصف کے؟	"	"	"
معاملہ میں عوض کا مجہول ہونا	"	۹۵	مجہول
مردار کی خرید و فروخت	"	۱۵۳	میتہ
اعیان مال ہیں	"	۵۲	مال
کیا منافع اور مالی حقوق مال ہیں؟	"	"	"
یہ مسئلہ عرف پر مبنی ہے	"	"	"
موجودہ عرف کا تقاضا	"	"	"

معدوم سے مراد	پنجم	۱۲۹	معدوم
معدوم شی کی بیع	″	″	″
قیمت مال کے مقابلہ ہوگی یا وصف کے؟	″	″	″
فروخت کی جانے والی چیز	″	″	″
اگر ایک طرف ثمن ہو اور دوسری طرف سامان	″	۵۷	مال
اگر ایک طرف سے مثلی شی ہو اور دوسری طرف سے قیمی	″	″	″
اگر دونوں طرف سے ایک ہی طرح کی چیز ہو؟	″	″	″
شریعت کی نگاہ میں قابل قیمت	″	۵۹	متقوم
مبیع باطل کے ثمن میں	″	″	″
مثلی اور قیمی کا فرق	″	۱۰	مثلی
قیمی کب مثلی کے حکم میں ہو جاتی ہے؟	″	″	″
مثلی اشیاء کے احکام	″	″	″
مال منقول و غیر منقول	″	۱۳۳	منقول
ثمن (ثمن، قیمت اور دین)	سوم	۵۵	ثمن
مبیع اور ثمن میں تمیز	″	۵۶	″
مثلی اشیاء	″	″	″
ثمن اور مبیع کے درمیان احکام میں فرق	″	″	″
نوٹ اور سکے	″	۵۷	″
نوٹ کی شرعی حیثیت	″	″	″
دو اہم فقہی قواعد	″	۵۸	″
اہم سوالات	″	″	″
نوٹ ثمن ہیں یا سند؟	″	″	″
نوٹ مثلی ہیں یا قیمی؟	″	۶۰	″
مثلی شیء میں نقد کا لحاظ	″	۹۲	″
مثلی شیء میں عیب کی تلافی	″	۹۳	″

بعض فقہی عبارتوں سے شبہ	سوم	۶۳	ثمن
مبادلہ کا شبہ	〃	۶۴	〃
نوٹوں کی قدر کے لئے معیار	〃	〃	〃
لغوی و اصطلاحی ثمن کے احکام میں فرق	〃	〃	〃
سکوں اور ان کا حکم	〃	۶۵	〃
قیمت اور ثمن میں فرق	چہارم	۵۲۸	قیمت
قیمت	〃	〃	〃
مدت سے مربوط حق کی دو قسمیں	اول	۵۲۲	اجل
لغوی معنی	چہارم	۲۶۹	قبض
اصطلاحی معنی	〃	〃	〃
عرف و رواج کے لحاظ سے قبضہ کی مختلف صورتیں	〃	〃	〃
اشیاء کی نوعیت کے اعتبار سے قبضہ کی مختلف صورتیں	〃	〃	〃
قبضہ سے پہلے تصرف	〃	〃	〃
حنفیہ کا نقطۂ نظر	〃	〃	〃
شوافع کا نقطۂ نظر	〃	〃	〃
مالکیہ کی رائے	〃	〃	〃
حنابلہ کا نقطۂ نظر	〃	〃	〃
موجودہ حالات میں	〃	〃	〃
فضولی کے ذریعہ خرید و فروخت	چہارم	۳۵۳	فضولی
تحریر کے ذریعہ خرید و فروخت	〃	۵۵۱	کتابت
غیر منقولہ اشیاء	〃	۳۹۹	عقار
غیر منقولہ اشیاء کی خرید و فروخت	〃	〃	〃
تفریق صفقہ کا حکم	〃	۴۲۴	صفقہ
بیع میں استثناء	دوم	۱۰	استثناء
خیار کے ضمن میں	سوم	۲۹۰	خیار

خیار کشف	سوم	۳۹۰	خیار
خیار کی اور قسمیں	〃	〃	〃

بیوع فاسدہ

ناجائز بیع کی صورتیں	دوم	۳۵۶	بیع
بیع مکروہ	〃	〃	〃
بیع باطل وفاسد	〃	〃	〃
باعتبار قیمت بیع کی قسمیں	〃	۳۵۷	〃
باعتبار مبیع بیع کی قسمیں	〃	〃	〃
باعتبار مدت بیع کی قسمیں	〃	۳۵۸	〃
بیع غرر	〃	〃	〃
بیع حبل الحبلہ	〃	〃	〃
بیع ملامسہ	〃	۳۵۹	〃
بیع منابذہ	〃	〃	〃
بیع حصاۃ	〃	〃	〃
بیع المضامین والملاقیح	〃	۳۶۰	〃
قمار اور بیع کا فرق	〃	〃	〃
قمار کے لغوی معنی	پنجم	۸۱	قمار
قمار حرام ہے	〃	〃	〃
حرام ہونے کی وجوہ	〃	〃	〃
بیع حاضر للبادی	دوم	۳۶۰	بیع
تلقی جلب	〃	۳۶۱	〃
نجش	〃	۳۶۲	〃
نیلام	〃	〃	〃
بیعانہ	〃	〃	〃
بیعانہ کا حکم	چہارم	۳۸۱	عربان

بیع کرہ	دوم	۳۶۲	بیع
بیع سنین و معاومہ	″	″	″
قرض پر نفع حاصل کرنے کا حیلہ	″	″	″
خرید و فروخت میں تناسب	″	۳۶۳	″
بیع بالتعاطی	″	۳۶۴	″
زبان بولے بغیر خرید و فروخت	″	۳۶۵	تعاطی
بیع تلجیہ	″	۳۶۶	بیع
بیع الوفاء	″	″	″
تالاب میں مچھلی کی بیع	″	۳۶۷	″
حدیث نبوی کی روشنی میں	″	″	″
فقہ حنفی میں	″	۳۶۸	″
حنفیہ کا نقطہ نظر	″	″	″
سرکاری تالاب کا اجارہ	″	۳۶۹	″
یہ معاملہ باطل ہے یا فاسد؟	″	۳۷۰	″
شخصی تالاب کی مچھلیوں کی خرید و فروخت	″	۳۷۱	″
حوض یا تالاب میں از خود مچھلیاں آجائیں	″	″	″
لوٹ کر پھر لینا	″	۳۷۲	″
زرعی بیع	″	″	″
قبضہ سے پہلے بیع کا مسئلہ	″	″	″
احادیث نبوی کی روشنی میں	″	″	″
شوافع کا نقطہ نظر	″	″	″
مالکیہ کا نقطہ نظر	″	۳۷۳	″
حنابلہ کا نقطہ نظر	″	″	″
حنفیہ کی رائے اور ان کی دلیل	″	″	″
حنفی نقطہ نظر کی تفصیل	″	۳۷۵	″

قبضہ سے مراد	دوم	۳۷۶	بیع
فقہاء کے یہاں ذرائع قبضہ کی مختلف صورتیں	〃	〃	〃
قبضہ سے پہلے بیع کی ممانعت کی اصل علت	〃	۳۷۸	〃
خلاصہ بحث	〃	۳۸۰	〃
خرید و فروخت میں شرط	〃	〃	〃
بت کی خرید و فروخت	چہارم	۲۸۳	صنم
سور کی خرید و فروخت	سوم	۳۷۸	خنزیر
ہوام کی خرید و فروخت	پنجم	۳۳۹	ہوام
بندر کی خرید و فروخت	چہارم	۴۸۵	قرد
مصراۃ	پنجم	۱۱۶	مصراۃ
مصراۃ کے لغوی معنی	〃	〃	〃
دھوکہ دینے کے لئے دودھ روکے ہوئے جانور کا حکم	〃	〃	〃
دھوکہ دینے کے لئے دودھ روکے ہوئے جانور کا حکم	چہارم	۵۷۹	لبن
مصراۃ کی بیع	〃	〃	〃
حنفیہ کا نقطۂ نظر	〃	۱۱۹	مصراۃ
بیع مصراۃ	دوم	۳۶۵	بیع
وظیفہ کی بیع	سوم	۷۲	جاگیر
خوشی میں لٹنے والے سامان کی فروخت	چہارم	۳۶۷	نثار
اون کی خرید و فروخت	〃	۲۸۳	صوف
انسانی دودھ کی خرید و فروخت	چہارم	۵۷۹	لبن
درخت کی بیع میں پھل داخل نہ ہوگا	سوم	۴۳	ثمر
باغات اور پھلوں کی خرید و فروخت	〃	〃	〃
پھلوں کی خرید و فروخت کی صورتیں	〃	〃	〃
بدو صلاح سے مراد	〃	۴۵	〃
پہلی صورت	〃	〃	〃

دوسری صورت	سوم	۴۵	ثمر
تیسری صورت	//	۴۶	//
چوتھی صورت	//	۴۹	//
جو ثمر جس مرحلہ تک آجائے	//	۵۱	//
پھلوں کی بیع میں مروج استثناء	//	۵۲	//
تنازع کے اندیشہ کی وجہ سے عقد فاسد ہوگا	//	۵۳	//
خلاصۂ بحث	//	//	//
بدو صلاح سے مراد	دوم	۳۶۳	بدو صلاح
ثریا	چہارم	۳۸۰	ثریا
ثریا سے مراد اور اس سلسلہ میں فقہاء کا اختلاف	//	//	//
شوافع اور حنابلہ کا نقطۂ نظر	//	//	//
حنفیہ کی رائے	//	//	//
مالکیہ کی رائے	//	//	//
فروخت کئے ہوئے سامان پر آفت	//	۳۷۰	جائحہ
کئی سالوں کے لئے درخت اور باغ کو فروخت کرنا	پنجم	۱۲۷	معاومہ
درخت پر لگے ہوئے پھلوں کی بیع	دوم	۳۷۳	بیع
معدوم سے مراد	پنجم	۱۴۹	معدوم
معدوم شئی کی بیع	//	//	//
معدوم سے مراد	//	//	//
معدوم شئی کی بیع	//	//	//

شرب سے متعلق مسائل

شرب — لغوی اور اصطلاحی معنی	چہارم	۱۸۴	شرب
شرب اور شفعہ کا فرق	//	//	//
پانی کی چار صورتیں	//	//	//
برتن میں محفوظ پانی	//	//	//

مخصوص حوض اور کنویں کا پانی	چہارم	۱۸۳	شرب
ندی اور دریا کا پانی	〃	〃	〃
حق شرب کی خرید و فروخت	〃	〃	〃
علماءؒ کی رائے	〃	〃	〃
حقوق کی خرید و فروخت کی مروجہ صورتیں	سوم	۴۷۹	حق
حق تالیف ایجاد و حق طباعت	〃	〃	〃
رجسٹرڈ ناموں اور نشانات کی بیع	〃	۴۸۳	〃
فضا کی بیع	〃	۴۸۴	〃
خلاصہ بحث	〃	〃	〃

بیع مکروہ

جلالہ	اول	۵۷۱	جلالہ
جلالہ اور انڈے	〃		〃
احتکار سے مراد	دوم	۳۹	احتکار
کن چیزوں میں احتکار سے ممانعت ہے؟	〃	〃	〃
احتکار کی مذمت	〃	〃	〃
قانونی چارہ جوئی	〃	〃	〃
ضروری اشیاء کی فراہمی	〃	۴۰	〃
تلقی جلب سے مراد	〃	۵۳۵	تلقی
تلقی جلب کا حکم	〃	〃	〃
نجش (بولی لگانا)	〃	۵۳۳	نجش
شراب بنانے والے سے انگور کی فروخت	چہارم	۳۱۷	عنب
غبن یسیر سے مراد	〃	۳۴۹	غبن
معاملہ پر غبن فاحش کا اثر	〃	〃	〃
اگر وکیل غبن فاحش کے ساتھ کوئی چیز خرید کرے؟	〃	〃	〃

تولیہ اور مرابحہ سے متعلق احکام

تولیہ (خریدی ہوئی قیمت پر فروخت کرنا)	دوم	۵۳۹	تولیہ

مرابحہ — لغوی معنی	پنجم	۷۲	مرابحہ
اصطلاحی تعریف	//	//	//
مرابحہ، تولیہ اور مساومہ میں فرق	//	//	//
مرابحہ سابق معاملہ سے مربوط	//	//	//
اگر سلائی وغیرہ کی وجہ سے قیمت سے زیادہ پڑ جائے	//	//	//
درست ہونے کی شرط	//	//	//
اگر بیچنے والے نے دھوکہ دیا	//	//	//
نقد اور ادھار قیمت میں فرق	//	//	//
بیع یا وعدہ میں	//	//	//

خیار — اقسام و احکام

خیار — لغوی و اصطلاحی معنی	سوم	۳۸۱	خیار
خیار شرط	//	۳۸۲	//
متفرق ضروری احکام	//	//	//
فروخت کردہ سامان کی ملکیت	//	۳۸۳	//
کن معاملات میں خیار شرط ہے؟	//	//	//
خیار نقد	//	۳۸۹	//
خیار رویت	//	۳۸۳	//
متفرق اور ضروری احکام	//	//	//
سامان کا نمونہ دیکھنا	//	۳۸۵	//
نابینا کی خرید و فروخت	//	۳۸۶	//
تجارت میں عیب پوشی کی ممانعت	//	//	//
عیب سے مراد	//	۳۸۷	//
خیار عیب کے لئے شرطیں	//	//	//

خیار عیب کے حق کا استعمال کس طرح کیا جائے؟	سوم	۳۸۸	خیار
مدت	〃	〃	〃
جن صورتوں میں عیب دار سامان واپس نہیں کیا جاسکتا	〃	〃	〃
خیار عیب کا حکم	〃	۳۸۹	〃
عیب کی تعریف	چہارم	۳۱۹	عیب
عیب فاحش اور عیب یسیر	〃	〃	〃
عیب سے براءت	اول	۳۹۹	ابراء
غلام اور باندی میں عیب	دوم	۲۸۹	تجر
خوشہ چینی اور اس کے احکام	سوم	۳۸۳	حصاد

اقالہ — احکام و مسائل

اقالہ — لغوی و اصطلاحی معنی	〃	۱۹۳	اقالہ
اقالہ کی شرطیں	〃	〃	
اقالہ کی حیثیت	〃	۱۹۴	〃

سلم سے متعلق مسائل

سلم	چہارم	۱۷۱	سلم
تعریف	〃	〃	〃
مشروعیت	〃	〃	〃
سلم کے ارکان	〃	〃	〃
ایجاب و قبول کے الفاظ	〃	〃	〃
سلم کے متعلقات	〃	〃	〃
معاملہ سے متعلق شرط	〃	〃	〃
کن چیزوں میں سلم جائز ہے؟	〃	〃	〃
ایک اہم شرط	〃	〃	〃
جانور، گوشت اور روٹی میں سلم	〃	〃	〃
گوشت اور جانور	پنجم	۵۸۱	لحم

سلم کے احکام و آثار	پنجم	۱۸۱	سلم
قیمت سے متعلق شرطیں	//	//	//
سامان سے متعلق شرطیں	//	//	//

قرض — احکام و مسائل

قرض — لغوی معنی	//	۴۸۶	قرض
فقہی اصطلاح میں	//	//	//
ثبوت	//	//	//
قرض دینے کا حکم	//	//	//
قرض صدقہ سے بھی افضل	//	//	//
جب قرض دینا درست نہیں	//	//	//
قرض لینے کا حکم	//	//	//
قرض دہندہ اور مقروض کو شرعی ہدایت	//	//	//
ارکان قرض	//	//	//
قرض دینے کی اہلیت	//	//	//
قابل قرض مال	//	//	//
کن چیزوں میں	//	//	//
کن چیزوں میں قرض جائز نہیں	//	//	//
مالیت اور جنس کا تحفظ ضروری	//	//	//
نوع کا تحفظ ضروری	//	//	//
منفعت کا قرض	//	//	//
معاملۂ قرض جائز ہے یا لازم؟	//	//	//
قرض لینے والے کے حق میں	//	//	//
قرض دہندہ کے حق میں	//	//	//
ادائے قرض کی صورت	//	//	//
قیمت کے ذریعہ قرض کی واپسی	//	//	//

مالکیہ اور شوافع کی رائے	چہارم	۴۸۱	قرض
حنابلہ کی رائے	//	//	//
مقروض اضافہ کے ساتھ ادا کرے	//	//	//
ادائے قرض کی جگہ	//	//	//
حنفیہ کا نقطۂ نظر	//	//	//
شوافع کی رائے	//	//	//
مالکیہ کی رائے	//	//	//
حنابلہ کا نقطۂ نظر	//	//	//
امام ابو یوسفؒ کی رائے	//	//	//
قرض کی واپسی کب واجب ہوگی؟	//	//	//
ائمہ ثلاثہ کا نقطۂ نظر	//	//	//
مالکیہ کی رائے	//	//	//
وثیقۂ قرض	//	//	//
دستاویز	//	//	//
کفیل	//	//	//
رہن	//	//	//
قرض پر نفع حاصل کرنا	//	//	//
قرض پر بالواسطہ نفع	//	//	//
مقروض کا تحفہ	//	//	//
مشترک قرض والے مسائل	//	//	//
کاغذ کا قرض کے طور پر لین دین	//	//	//
گوشت کا لین دین	//	//	//
قرض میں قبضہ سے پہلے تصرف	//	//	//
کل قرض کو عاریت پر لینا	//	//	//
قرض پر قبضہ کے لئے وکیل بنانا	//	//	//

قرض کے ساتھ شرط فاسد	چہارم	۳۹۱	قرض
عمل عزل کی ممانعت	پنجم	۱۳۳	عزل
لفظ عجوہ کی تحقیق	چہارم	۱۵۳	عجوہ
اصطلاحی معنی	〃	〃	〃
ممانعت کی وجہ	〃	〃	〃
حکم	〃	〃	〃
فقہاء کے نقطۂ نظر	〃	〃	〃
آثار صحابہ	〃	〃	〃
ابن قدامہ کا بیان	〃	〃	〃
عزل بلا اجازت کا حکم	〃	〃	〃
دَین — لغوی معنی	سوم	۳۲۳	دَین
اصطلاحی معنی	〃	〃	〃
دَین اور قرض میں فرق	〃	۳۲۵	〃
دَین واجب ہونے کے اسباب	〃	〃	〃
دَین پر وثیقہ اور ضمانت کی صورتیں	〃	۳۲۶	〃
دستاویز کی شرعی حیثیت	〃	〃	〃
دَین پر قبضہ سے پہلے تصرف	〃	〃	〃
مدیون کو دَین کا مالک بنانا	〃	۳۲۷	〃
فقہاء کا اختلاف	〃	〃	〃
غیر مدیون کو دَین کا مالک بنانا	〃	〃	〃
دَین کی دَین سے بیع	〃	〃	〃
دَین ادا نہ کرنے والوں کے ساتھ سلوک	〃	۳۲۸	〃
مدیون مفلس کا حکم	〃	〃	〃
دَین کی ادا ایک اصطلاح	〃	〃	〃
دَین کے خصوصی احکام	〃	۳۲۹	〃

اگر بعینہ اپنی چیز ہاتھ آجائے؟	چہارم	۳۵۶	ظفر بالحق
اگر اسی کی جنس ہاتھ آئے؟	"	"	"
خلاف جنس مال کا حکم	"	"	"
موجودہ حالات میں علامہ شامی کی رائے	"	"	"

بیع صرف سے متعلق مسائل

صرف — لغوی معنی	چہارم	۲۲۳	صرف
اصطلاحی معنی	"	"	"
درست ہونے کی شرطیں	"	"	"
مجلس میں قبضہ	"	"	"
مقدار میں برابری	"	"	"
خیار شرط نہ ہونا چاہئے	"	"	"
فریقین کی طرف سے عوض کی ادائیگی میں مہلت لینے اور دینے کا حکم	"	"	"
کرنسی کا کرنسی اور سونا چاندی سے تبادلہ	"	"	"
کرنسی کا سونے چاندی سے تبادلہ	"	"	"
ایک ملک کی کرنسی دوسرے ملک کی کرنسی کے بدلہ	"	"	"
بینکوں کے ذریعہ رقم کی منتقلی	"	"	"
سکوں کا حکم	"	۳۵۷	فلس
سونے چاندی کے سکے اور دوسرے سکوں کا حکم	"	"	"

ربا سے متعلق مسائل

ربا — لغوی معنی	سوم	۳۶۵	ربا
اصطلاح شرع میں	"	"	"
سود کی حرمت	"	"	"
اجماع	"	"	"
آیات	"	"	"
احادیث	"	۳۶۹	"

معاملہ کی احتیاط	سوم	۳۶۷	ربا
سود کی علت	″	۳۶۸	″
جنس سے مراد	″	″	″
قدر سے مراد	″	″	″
ربا الفضل	″	″	″
ربا نسیہ	″	″	″
حنفیہ کا نقطۂ نظر	″	″	″
جنس اور قدر ہی علت کیوں؟	″	″	″
حنابلہ کا نقطۂ نظر	″	۳۶۹	″
شوافع کا مسلک	″	″	″
مالکیہ کا مسلک	″	″	″
مالکیہ کی دلیل	″	″	″
راجح قول	″	″	″
تجارتی سود	″	۳۷۰	″
دار الحرب میں سود	″	۳۷۱	″
روپیہ اور پیسہ کی کمی بیشی میں خرید وفروخت	″	″	″
ایک شبہ اور اس کا جواب	″	″	″
عمدہ اور معمولی کا فرق نہیں	″	″	″
رہن سے استفادہ	″	″	″
اموال ربویہ کی اندازہ سے خرید وفروخت	″	۳۷۲	″
اگر نفع ہی متعین ہو؟	″	″	″
جانور کے گوشت کے بدلے خرید وفروخت	پنجم	۵۸۱	لحم
مختلف جانوروں کا گوشت ایک دوسرے کے بدلے	″	″	″
اس لفظ کا ماخذ	چہارم	۳۲۵	عہد
عہد سے مراد اور اس کی اہمیت	″	″	″

ہبہ کی تعریف اور اصطلاح	چہارم	۴۲۵	ہبہ
علامہ شامی کے یہاں ہبہ کی دو اور تعریفیں	〃	〃	〃
علامہ دردیر کی رائے	〃	〃	〃
ہبہ کا حکم	〃	〃	〃
اختلاف رائے، اختلاف تعبیر کی بناء پر	〃	〃	〃
آج کل کے بعض نام نہاد غیر سودی ادارے	〃	〃	〃
لغوی و اصطلاحی معنی	پنجم	۲۱۹	نفقہ
ترکہ کی نسبت متعین ہوتی ہے یا ہر سبب نہیں؟	〃	〃	〃
راغم المعروف کی رائے	〃	〃	〃
حربی کی جان و مال کا حکم	〃	۱۳۰	معصوم
معاطرف اُدھاری کی ممانعت	چہارم	۵۲۹	لاٹری

انشورنس کے مسائل

انشورنس کا مسئلہ	دوم	۳۴۳	تامین
انشورنس کی مختلف صورتیں	〃	۳۴۴	〃
باہمی تعاون پر مبنی انشورنس	〃	〃	〃
کمرشل انشورنس	〃	۳۴۵	〃
سرکاری انشورنس	〃	〃	〃
تعاون پر مبنی انشورنس کا حکم	〃	۳۴۶	〃
سرکاری انشورنس کا حکم	〃	〃	〃
تجارتی انشورنس کے متعلق علماء کی رائیں	〃	〃	〃
مجوزین کے دلائل	〃	۳۴۷	〃
ان دلائل پر ایک نظر	〃	۳۴۸	〃
ناجائز قرار دینے والوں کی دلیلیں	〃	۴۰۱	〃
ان دلائل پر ایک نظر	〃	۴۰۲	〃
حادثات کا انشورنس ہندوستان کے موجودہ حالات میں	〃	۴۰۳	〃

خلاصہ بحث	دوم	۳۰۶	تاش
قمار کے لغوی و اصطلاحی معنی	چہارم	۵۲۳	قمار
حرمت قمار کی بابت قرآن مجید کی تاکید	//	//	//
قمار اور بیمہ میں	//	//	//
زمانۂ جاہلیت میں قمار کی مروجہ صورتیں	//	//	//

وکالت — مسائل و احکام

وکالت — لغوی معنی	پنجم	۳۰۹	وکالت
اصطلاحی معنی	//	//	//
وکالت کا ثبوت	//	//	//
قرآن مجید سے	//	//	//
سنت اور اجماع و آثار	//	//	//
ارکان	//	//	//
موکل سے متعلق شرط	//	//	//
سمجھدار نابالغ کن تصرفات کا مالک ہے؟	//	//	//
وکیل کو وکیل بنانے کا حق	//	//	//
نابالغ کو وکیل بنانے کا حق	//	//	//
وکیل متعین ہونا چاہئے	//	//	//
اپنے وکیل بنائے جانے سے واقف ہو	//	//	//
وکیل نے بالقصد تصرف کیا ہو	//	//	//
معاملہ موکل کے دائرہ اختیار میں ہو	//	//	//
حقوق اللہ کی ادائیگی میں وکیل بنانا	//	//	//
حدود میں توکیل	//	//	//
حقوق العباد میں توکیل	//	//	//
مقدمہ میں وکالت	//	//	//
گواہی میں وکیل	//	//	//

معاملات میں وکالت	پنجم	۳۰۹	وکالت
وکالت فاسدہ اور اس کا حکم	//	//	//
وکالت موقوفہ اور اس کا حکم	//	//	//
مضمون اور غیر مضمون اشیاء سے مراد اور ان کا حکم	//	//	//
وکیل کے اختیارات	//	//	//
کن صورتوں میں وکیل بنایا جا سکتا ہے؟	//	//	//
کیا مالی مقدمہ کا وکیل مال پر قبضہ بھی کر سکتا ہے؟	//	//	//
کیا وصولی دین کا وکیل ثبوت دین کے مقدمہ میں فریق بن سکتا ہے؟	//	//	//
قبضہ کا وکیل دوسرے کو وکیل بنائے	//	//	//
قید کے ساتھ توکیل	//	//	//
مطلق وکیل بنانا	//	//	//
وکیل کا بہت کم قیمت میں فروخت کرنا	//	//	//
وکیل کا بہت زیادہ قیمت میں فروخت کرنا	//	//	//
سامان کے کچھ حصہ کو فروخت کرے	//	//	//
مطلوبہ سامان کے کچھ حصہ کی خریداری	//	//	//
خرید و فروخت میں وکیل کے اختیارات	//	//	//
وکیل دوسرے کو فروخت کرنے کا وکیل بنائے	//	//	//
وکیل اپنے باپ یا قریبی رشتہ داروں سے فروخت کرے	//	//	//
ایک ہی کام کے لئے ایک سے زیادہ وکیل	//	//	//
حقوق وکیل سے متعلق ہوں گے یا موکل سے؟	//	//	//
جو حقوق صرف وکیل سے متعلق ہیں	//	//	//
جو حقوق موکل سے متعلق ہیں	//	//	//
جن صورتوں میں وکالت ختم ہو جاتی ہے	//	//	//
وکالت عقد لازم نہیں	//	//	//
وکیل کی معزولی	//	//	//

اگر وکیل کو جنون ہو جائے؟	پنجم	۳۰۱	وکالت
وکیل بہ حیثیت امین	دوم	۳۲۵	امانت
رسول اور وکیل میں فرق	سوم	۳۸۹	رسول

کفالت سے متعلق مسائل

کفالہ لغۃ — ضم کی	چہارم	۵۶۰	کفالت
اصطلاحی تعریف	//	//	//
کفالت کا ثبوت	//	//	//
ارکان - الفاظ	//	//	//
کفالت بالنفس (شخصی کفالت)	//	//	//
کفالت کی چار صورتیں	//	//	//
معلق کفالت	//	//	//
مؤقت کفالت	//	//	//
شرائط کفالت	//	//	//
مستقبل کی طرف منسوب کفالت	//	//	//
کفیل سے متعلق شرط	//	//	//
اصیل سے متعلق شرطیں	//	//	//
مکفول لہ سے متعلق شرط	//	//	//
مکفول بہ سے متعلق شرط	//	//	//
کفالت کے احکام	//	//	//
پہلا حکم	//	//	//
دوسرا حکم	//	//	//
کفالت کب ختم ہوگی؟	//	//	//
کفیل کب مکفول عنہ سے رجوع کر سکتا	//	//	//
کن چیزوں کے لئے رجوع کر سکے گا؟	//	//	//
حوالہ کی تعریف	سوم	۳۰۰	حوالہ

حوالہ کا ثبوت	سوم	۳۰۰	حوالہ
ارکان و شرائط	//	//	//
ضروری احکام	//	۳۰۱	//
حوالہ کب ختم ہوجاتا ہے؟	//	۳۰۲	//
ذمہ داری قبول کرنے سے متعلق شرطیں	//	//	//
کس مال سے دین وصول کیا جائے گا؟	//	۳۰۳	//
حوالہ کا ایک مسئلہ	دوم	۵۴۳	تولیہ

مضاربت

مضاربت — لغوی و اصطلاحی معنی	پنجم	۱۱۷	مضاربت
ثبوت	//	//	//
مضاربت کی حکمت	//	//	//
ارکان	//	//	//
درست ہونے کی شرطیں	//	//	//
عاقدین وکیل بنانے کے اہل ہوں	//	//	//
راس المال نقدی ہو	//	//	//
اصل سرمایہ معلوم و متعین ہو	//	//	//
سرمایہ نقد ہو دین نہ ہو	//	//	//
سرمایہ مضارب کے حوالہ کرے	//	//	//
نفع میں دونوں کی شرکت ہو	//	//	//
نفع کا تناسب متعین ہو نہ کہ قطعی مقدار	//	//	//
شرط لگانا	//	//	//
حکم	//	//	//
امین، اجیر، وکیل اور شریک	//	//	//
اگر معاملہ فاسد ہوجائے؟	//	//	//
مضارب سرمایہ کار کی خلاف ورزی کرے	//	//	//

اگر عمل سرمایہ میں کچھ نقصان ہو جائے	پنجم	۱۷۱	مضاربت
مضارب کی دو قسمیں	"	"	"
مضاربت مطلقہ میں مضارب کے تصرفات	"	"	"
مضارب کسی اور سے مضاربت کرے	"	"	"
جو تصرفات بلا صراحت جائز نہیں	"	"	"
جو تصرفات صراحت کے باوجود معتبر نہیں	"	"	"
نفع مضاربت	"	"	"
نفع کی تحدید	"	"	"
اشخاص یا افراد کی تعیین	"	"	"
مال کی تعیین	"	"	"
مدت کی تحدید	"	"	"
شرائط کاروبار کے سلسلہ میں بنیادی اصول	"	"	"
مضارب کے حقوق	"	"	"
سرمایہ کاری کا حق	"	"	"
مضاربت فاسد ہو جائے	"	"	"
مضاربت عقد لازم نہیں	"	"	"
مضاربت ختم ہونے کی صورتیں	"	"	"
منافع میں شرکت	اول	۵۳۰	اجیر
مضاربت میں اجل	"	۵۲۶	اجل
مضاربت میں امانت کا حکم	"	۲۹۵	امانت

بٹائی سے متعلق مسائل

بٹائی کے سلسلہ میں امام صاحب اور صاحبین کا اختلاف	پنجم	۸۳	مزارعت
مزارعت کے ارکان	"	"	"
بٹائی داری درست ہونے کی شرطیں	"	"	"
چھ صورتیں اور ان کا حکم	"	"	"

اگر بٹائی میں مقدار متعین کردے؟	دوم	۸۳	مزارعت
اگر زمین کا کوئی حصہ مقرر کردے؟	〃	〃	〃
تاوان اور اس سے متعلق احکام	〃	〃	〃
کھیتی کے اخراجات کی ذمہ داری	〃	〃	〃
مدت ختم ہوگئی اور کھیتی تیار نہیں	〃	〃	〃
فریقین میں سے ایک کا انتقال ہو جائے	〃	〃	〃
اگر معاملہ فاسد ہو جائے؟	〃	〃	〃
مشروعیت اور اس میں فقہاء کا اختلاف	〃	۸۵	مساقات
تعریف	〃	〃	〃
مساقات سے متعلق احکام	〃	〃	〃
ٹھیکہ اور مزارعت	پنجم	۹۸	ٹھیکہ
ٹھیکہ کا اطلاق	〃	〃	〃
مزارعت میں اجل	اول	۵۲۴	اجل
تلجئہ (کاشت کاری کا ایک قدیم طریقہ)	دوم	۵۲۵	تلجئہ
مزارع کا حصہ عشر	سوم	۲۵۵	عشر
دیگر فقہاء کا مسلک	〃	۲۵۲	〃
سرکاری زمین میں درخت لگائے	چہارم	۱۸۱	شجر
درخت کے لئے کرایہ	〃	〃	〃
دوسرے کی زمین سے پانی لے جانے کا مسئلہ	دوم	۴۳	مجری
خدمت پر کھیتی	〃	۲۹	مخابرہ
متعین مقدار پر بٹائی	〃	〃	〃
تالاب	دوم	۳۸۹	تالاب

اجارہ — احکام و مسائل

تعریف	اول	۲۹۱	اجارہ
اجارہ کا جواز	〃	〃	〃

اجارہ کے الفاظ	اول	۳۹۱	اجارہ
شرائط	〃	〃	〃
ناجائز افعال پر اجارہ	〃	〃	〃
اجارۂ فاسدہ	〃	〃	〃
اجارۂ فاسدہ کا حکم	〃	〃	〃
اجارۂ باطلہ	〃	〃	〃
اجارۂ لازمہ	〃	〃	〃
اجارہ کی نوعیت	〃	〃	〃
عقد اجارہ کا فسخ	〃	〃	〃
دینی کاموں پر اُجرت	〃	〃	〃
فریقین کے دلائل	〃	〃	〃
تعلیم قرآن پر اُجرت اور متاخرین حنفیہ	〃	〃	〃
ایصال ثواب کی اُجرت	〃	〃	〃
علامہ شامی کا چشم کشا بیان	〃	〃	〃
[illegible] کی اُجرت	〃	〃	〃
تراویح کی اُجرت اور اس کے جواز و عدم جواز کی صورتیں	〃	〃	〃
مدرسین اور ائمہ کی تعطیلات اور رخصتوں کی تنخواہ کا مسئلہ	〃	〃	〃
جزو عمل کو اُجرت بنانا	〃	〃	〃
اس سلسلہ میں فقہاء کا اختلاف اور اختلاف کے اثرات	〃	〃	〃
جانور کی بٹائی	〃	〃	〃
ادھیا پر سوت کاتنا	〃	〃	〃
درزی کو بطور اُجرت کپڑے کا ٹکڑا دینا	〃	〃	〃
قصاب کی اُجرت	〃	〃	〃
پھل توڑنے پر بطور اُجرت پھل دینا	〃	〃	〃
تجارت میں کمیشن	〃	〃	〃

اجارات کی وصولی پر کمیشن	اول	۴۹	اجارہ
حویلی پر اجرت	"	"	"
ناجائز کاموں کی ملازمت	"	"	"
ناجائز ملازمتیں	"	۵۲۰	اجیر
مدت ملازمت کے درمیان علیحدگی	"	"	"
بچہ مزدوری	"	"	"
نقصانات کی ذمہ داری	"	"	"
جو چیزیں اجرت بن سکتی ہیں	اول	۵۱۵	اجرت
عمل میں عجلت	"	"	"
اجارۂ دکان	"	۵۲۴	اجل
کرایہ کا سامان	دوم	۲۴۹	امانت
کاریگر کو حوالہ کیا ہوا سامان	"	"	"
ملازمت کا معاہدہ	"	۳۲۸	بیع
گم شدہ شخص کو پہنچانے کی اجرت	سوم	۱۰۳	جعالہ
جعل	"	"	جعل
فقہ مالکی کی ایک خصوصی اصطلاح	"	۱۰۳	جعل
اجرت کی مقدار	دہم	۵۴۰	اجیر
اجرت کی ادائیگی	"	"	"
مزدوروں کی اہمیت	"	"	"
کاموں کی مقدار	"	"	"
حسن سلوک	"	"	"
مزدوروں کی فاسد صورتیں	"	"	"
غیر مسلموں کو مکان دینا	دوم	۶۵	اہل ذمہ
ناجائز کاموں کی فقہی حیثیت	"	۳۰۳	بیع
کمیٹی بازی کا شرعی حکم	"	۳۱۵	"

حقیر مصنف کی ایک رائے	دوم	۳۱۵	ٹھیکہ
پگڑی کی مختلف مروجہ صورتیں	״	۳۰۳	بدل خلو
زر ضمانت	״	״	״
مالک مکان کا ابتداء معاملہ میں پگڑی لینا	״	۳۰۵	״
حقوق قدیمہ اور جدیدہ	״	۳۰۶	״
حقوق کی خرید و فروخت	״	״	״
زیر بحث مسئلہ میں فقہاء کے ارشادات	״	۳۰۷	״
مانعین کے دلائل اور ان کا جائزہ	״	۳۱۰	״
دوسری اور تیسری صورت کا حکم	״	۳۱۱	״
چوتھی صورت	״	״	״
سواری کے کرایہ کے احکام	״	۳۰۲	اکراہ
ریلوے وغیرہ کا بے ٹکٹ سفر	״	۳۰۱	״
قانون سے زیادہ مال	״	״	״
ریلوے کا نقصان	״	״	״
قانون کی خلاف ورزی پر سزا	״	״	״
بے ٹکٹ مسافروں سے سابقہ کرایہ کی وصولی	״	״	״
ریلوے حادثات میں مسافروں کو ہرجانہ	״	۳۰۳	״
ریلوے ٹکٹ کا موجودہ نظام	״	״	״
مکان کے کرایہ کے احکام	״	״	״
درخت کو کرایہ پر لینا	چہارم	۱۸۱	شجر (درخت)
جانوروں کو جفتی کرانے کی اجرت اور ہدیہ کا حکم	״	۲۹۰	عسب فحل
حیوانی و انسانی مادۂ تولید کی خرید و فروخت	״	״	״
نوحہ کے لئے اجیر رکھنا	پنجم	۳۳۱	نوحہ

عاریت — آداب واحکام

عاریت — لفظ کا اشتقاق اور اس سلسلہ میں اہل لغت کے اقوال	چہارم	۲۶۱	عاریت

اصطلاحی تعریف	چہارم	۳۶۱	عاریت
شرعی حیثیت	//	//	//
ارکان	//	//	//
شرطیں	//	//	//
عاریت دہندہ کے لئے شرط	//	//	//
عاریت پر لینے والے کے لئے شرط	//	//	//
اشیاء عاریت	//	//	//
حکم	//	//	//
عاریت گیرندہ کس حد تک نفع اٹھا سکتا ہے؟	//	//	//
مطلق عاریت کا حکم	//	//	//
مشروط عاریت کا حکم	//	//	//
عاریت — غیر لازم معاملہ	//	//	//
اگر سامان عاریت ضائع ہو جائے؟	//	//	//
اگر ضائع ہونے پر ضمان کی شرط لگا دی ہو؟	//	//	//
عاریت میں اجل	اول	۵۲۱	اجل
عاریت کا سامان	دوم	۳۲۱	اوانی
لغوی اصطلاح میں	دوم	۳۳۳	//
امانت اور ودیعت کا فرق	//	//	//
امانت کا حکم	//	//	//
مال امانت کی حفاظت	//	//	//
مال امانت کی واپسی	//	۳۳۵	//

ودیعت سے متعلق مسائل

ودیعت — لغت و اصطلاح میں	پنجم	۳۱۲	ودیعت
ودیعت کا ثبوت	//	//	//
ارکان	//	//	//

شرطیں	سوم	۳۶۳	الودیعۃ
حکم	〃	〃	〃
مال ودیعت کی حفاظت کس طرح کی جائے؟	〃	〃	〃
امین کب ضامن ہوگا اور کب نہیں؟	〃	〃	〃
امین کی کوتاہی کی صورتیں	〃	〃	〃
مال ودیعت میں تعدی کی صورتیں	〃	〃	〃
مال ودیعت ساتھ لے کر سفر	〃	〃	〃
انکار کے بعد اقرار	〃	〃	〃
صاحب ودیعت کی شرطوں کی رعایت	〃	〃	〃
ریلوے امانت گھر اور سائیکل اسٹینڈ کا حکم	〃	〃	〃
صاحب ودیعت اور امین میں اختلاف	〃	〃	〃

ہبہ کے احکام

ہبہ — اصطلاحی تعریف	〃	۳۲۲	ہبہ
ہبہ صحیح	〃	〃	〃
ہدیہ اور صدقہ	〃	〃	〃
ہبہ کا حکم	〃	〃	〃
دنیوی غرض سے ہبہ	〃	〃	〃
ارکان	〃	〃	〃
ایجاب وقبول اور قبضہ کی حیثیت	〃	〃	〃
قبول کے بارے میں مشائخ کا اختلاف	〃	〃	〃
ہبہ کے الفاظ	〃	〃	〃
"تمہارے نام سے کر دیا" کا حکم	〃	〃	〃
معاملات کی تعبیر میں عرف کی اہمیت	〃	〃	〃
عمریٰ اور رقبیٰ کے الفاظ	〃	〃	〃
عمریٰ اور رقبیٰ کے الفاظ	چہارم	۳۵	عمریٰ

عمریٰ و رقبیٰ کے الفاظ	سوم	۳۸۹	رقبیٰ
شرائط	پنجم	۲۲۱	ہبہ
ایجاب و قبول سے متعلق شرط	〃	〃	〃
نابالغ و مجنون کا ہبہ	〃	〃	〃
نابالغ کی طرف سے ولی کا ہبہ	〃	〃	〃
ہبہ کی جانے والی شی سے متعلق شرطیں	〃	〃	〃
وہ شی موجود ہو	〃	〃	〃
شریعت کی نگاہ میں مال ہو	〃	〃	〃
مباح عام نہ ہو	〃	〃	〃
اس شی پر ملکیت ہو	〃	〃	〃
قابل تسلیم ہو	〃	〃	〃
وہ شی مشغول نہ ہو	〃	〃	〃
مشاع سے مراد	〃	۱۰۰	مشاع
ہبہ کی ہوئی شی پر قبضہ	〃	〃	〃
قبضہ کرنے کے لئے ہبہ کرنے والے کی اجازت	〃	〃	〃
قبضہ کی اہمیت	〃	〃	〃
اصالتاً اور نیابتاً قبضہ	〃	〃	〃
اگر ہبہ کی ہوئی چیز پہلے سے قبضہ میں ہو؟	〃	〃	〃
ہبہ کا حکم	〃	〃	〃
ہبہ لازم نہیں	〃	〃	〃
ہبہ اور شرائط فاسدہ	〃	〃	〃
ہبہ سے رجوع کرنے کا حکم	〃	〃	〃
محرم رشتہ داروں کو ہبہ کے بعد رجوع	〃	〃	〃
موانع رجوع	〃	〃	〃
شی میں اضافہ	〃	〃	〃

طرفین میں سے ایک کی وفات	پنجم	〃	ہبہ
قرض کی ادائیگی	〃	〃	〃
ملکیت باقی نہ رہے	〃	〃	〃
زوجین اور محرم رشتہ دار کا ہبہ	〃	〃	〃
ہبہ کی ہوئی شی ہلاک ہو جائے	〃	〃	〃
واہب کے ساتھ ہبہ کی وصولی شرط تھی	〃	〃	〃
اولاد کو ہبہ	〃	〃	〃
اولاد میں سے کسی کو زیادہ دینا	〃	〃	〃
کیا ہبہ میں لڑکے اور لڑکی کو برابر دے؟	〃	〃	〃
کیا ہبہ میں لڑکے اور لڑکی کو برابر دے؟	دوم	۲۳۳	بحث
ہدیہ و صدقہ میں فرق	پنجم	۲۳۸	ہدیہ
ہدیہ دینا	〃	〃	〃
ہدیہ قبول کرنا	〃	〃	〃
ہدیہ کے آداب	〃	〃	〃
ہدیہ واپس کرنا	〃	〃	〃
وعظ و تبلیغ اور امام کے لئے ہدیہ	〃	〃	〃
قاضی اور تحفہ	〃	〃	〃
عہدیداروں کو تحفہ	〃	〃	〃
قرض دہندہ کو تحفہ	〃	〃	〃
غیر مسلموں کو ہدیہ	〃	〃	〃
اگر ہدیہ بھیجنے والے کے پاس مال حرام ہو؟	〃	〃	〃
مرض وفات کا ہبہ، صدقہ اور وقف	〃	۷۵	مرض

غصب سے متعلق مسائل

غصب کی حقیقت، لغوی معنی	چہارم	۴۳۱	غصب
غصب کی شکل	〃	〃	〃

شوافع اور حنابلہ کا نقطۂ نظر	چہارم	۴۳۲	غصب
غصب کی حرمت	〃	〃	〃
غصب کا حکم	〃	〃	〃
غیر منقولہ اموال میں	〃	〃	〃
غیر منقولہ اموال میں	دوم	۳۲۹	ارض
مال مغصوب میں غاصب کے یہاں اضافہ	چہارم	۴۳۲	غصب
مال مغصوب کے منافع	〃	〃	〃
متفرق اہم مسائل	〃	〃	〃
غصب کی ہوئی زمین پر نماز	〃	〃	〃
مصادرہ اور غصب میں فرق	پنجم	۵۰۴	مصادرہ
ایسے مال میں زکوٰۃ کا حکم	〃	〃	〃
کفار کا غلبہ	دوم	۱۳۰	استیلاء

شفعہ کے مسائل

شفعہ — لغوی معنی	چہارم	۱۹۹	شفعہ
اصطلاحی معنی	〃	〃	〃
شفعہ کے اسباب	〃	〃	〃
چند اہم شرطیں	〃	〃	〃
مطالبۂ شفعہ کا طریقہ	〃	〃	〃
طلب مواثبت	〃	〃	〃
حق شفعہ میں اشہاد	دوم	۱۳۹	اشہاد
طلب تقریر	چہارم	۱۹۹	شفعہ
طلب تملیک	〃	〃	〃
شفعہ کب ساقط ہو جاتا ہے؟	〃	〃	〃
فقہاء کا اختلاف	〃	〃	〃
جوار کی بنا پر حق شفعہ	〃	〃	〃

پڑوسیوں کے لئے حق شفعہ	سوم	۷۰	جار
پھلوں میں حق شفعہ	〃	۵۳	ثمر

قسمت سے متعلق مسائل

قسمت (بٹوارہ)	چہارم	۳۹۹	قسمت
لغوی معنی	〃	〃	〃
اصطلاحی معنی	〃	〃	〃
تقسیم کا ثبوت	〃	〃	〃
کون تقسیم کرے؟	〃	〃	〃
کیا قاضی ثبوت ملکیت بھی طلب کرے؟	〃	〃	〃
مطالبۂ تقسیم کب قبول کرنا ضروری ہے؟	〃	〃	〃
تقسیم باہمی کی ترتیب	〃	〃	〃
تقسیم کا طریقہ	〃	〃	〃
امام ابو یوسف کا نقطۂ نظر اور فی زمانہ اس کی معقولیت	〃	〃	〃
جب تقسیم ٹوٹ جاتی ہے	〃	〃	〃
اگر کچھ حصہ پر دوسرے فریق کا قبضہ ہو؟	〃	〃	〃
مقدار و قیمت میں اختلاف ہو جائے	〃	〃	〃
تقسیم شدہ شی میں دوسرا حصہ دار نکل آئے	〃	〃	〃
اگر تقسیم کے بعد میت پر دین کا علم ہو؟	〃	〃	〃
مہایاۃ (باری باری استفادہ)	〃	〃	〃
مہایاۃ کا ثبوت	〃	〃	〃
اگر دو فریق میں سے ایک کی موت ہو جائے؟	〃	〃	〃
سواری میں مہایاۃ	〃	〃	〃
مہایاۃ (باری باری استفادہ)	دوم	۱۳۹	مہایاۃ
قرعہ کے ذریعہ حق کا اثبات	〃	۳۱۵	قرعہ
دل داری کے لئے قرعہ	〃	〃	〃

قرض سے فائدہ: بعض صورتیں	چہارم	۴۱۵	قرض

رہن — احکام و مسائل

رہن — لغوی معنی	سوم	۵۰۱	رہن
اصطلاحی تعریف	//	//	//
رہن کا ثبوت	//	//	//
ارکان	//	//	//
شرطیں	//	//	//
ایجاب و قبول کا صیغہ	//	۵۰۲	//
فریقین کی طرف سے شرط	//	//	//
مال رہن سے متعلق شرط	//	//	//
دوسرے کا مال رہن رکھنا	//	//	//
شئ مرہون سے متعلق شرطیں	//	۵۰۳	//
رہن قابل ضمان حق کے لئے ہے	//	//	//
رہن سے حق وصول کرنا ممکن ہے	//	//	//
رہن قبضہ سے لازم ہوگا؟	//	۵۰۴	//
قبضہ کب درست ہے؟	//	//	//
نیابۃً قبضہ	//	//	//
تیسرے شخص کے پاس مال مرہون	//	//	//
رہن کے احکام	//	//	//
مال مرہون سے حق کا حصول	//	//	//
حفاظت کی ذمہ داری	//	۵۰۵	//
راہن رہن سے نفع اٹھانا	//	//	//
اجازت سے نفع اٹھانے کا مسئلہ	//	//	//
مال مرہون میں تصرف	//	۵۰۶	//
اگر سامان رہن ضائع ہو جائے؟	//	//	//

[illegible] ہو جانے	سوم	۵۰۵	دائی
ناسمجھ دائی کا تقرر	"	"	"
دائی اور مرضعہ کے درمیان اختلاف	"	"	"

نشہ آور چیزیں مسائل و احکام

خمر	[illegible]	۱۲۵	اشربہ
خمر کے احکام	"	"	"
منصف و باذق	"	۱۳۶	"
سکر	"	"	"
نقیع زبیب	"	"	"
[illegible]	"	"	"
[illegible] مشروبات	"	۱۳۷	"
[illegible] کی بیع	"	۴۹۵	بیع
روزہ [illegible]	"	۳۳۳	(شراب نوشی)
[illegible]	"	۴۲۹	[illegible]
[illegible]	چہارم	۲۵۱	[illegible]
[illegible]	"	"	"
[illegible] مشروب	سوم	۳۷۱	حد
کشمش کی ملی شراب کا حکم	پنجم	۲۲۰	نقیع (کشمش کی شراب)
نبیذ کی صورت اور حکم	"	۹۱	نبیذ
کشمش اور کھجور کی شراب	"	"	"
[illegible]	"	"	"
گیہوں وغیرہ کی شراب	"	"	"
شراب کی حرمت اور اس پر وعید	سوم	۳۷۲	خمر
خمر کی حقیقت	"	۳۷۳	"
[illegible]	"	"	"

مجبور کا استعمال	سوم	۳۶۳	خمر
شراب کی سزا	″	۳۶۴	″
بھنگ وغیرہ کا نشہ	″	″	″
سزا جاری کرنے کی کیفیت	″	″	″
شراب ساز سے خرید و فروخت کرنا	″	۳۶۵	″
مختلف احکام	″	″	″
شراب کو سرکہ بنانا	سوم	۳۶۰	خل (سرکہ)
شراب کب سرکہ بن جاتی ہے؟	″	″	″
شراب سے سرکہ بنانے والے سیال برتن کا حکم	″	۳۶۱	″

حجر — مسائل و احکام

حجر کے معنی و اسباب	″	۴۰۶	حجر
سفہ	″	″	″
محجور کے تصرفات	″	۴۰۸	″
سفیہ کب محجور ہوگا؟	″	″	″
رشد اور سفاہت میں فرق	″	۴۰۹	″
اہلیت کے اعتبار سے چار ادوار	″	۴۲۹	رشد
سفیہ سے مراد	″	۴۳۰	″
سفیہ کو کب مال حوالہ کیا جائے گا؟	″	″	″
رشد سے مراد	″	″	″
سفیہ کے تصرفات	″	۴۳۱	″
آدمی حیلہ [illegible]	پنجم	۵۳	بائن
لغوی و اصطلاحی معنی	دوم	۳۰	احکام
احکام شرع سے مراد	″	″	″
علماء اصول کی اصطلاح	″	″	″
خطاب کی بحث	″	″	″

بلوغ سے احکام شرعیہ کا تعلق	دوم	۳۲۶	بلوغ
علامات بلوغ	〃	۳۲۷	〃
بلوغ کی عمر	〃	۳۲۸	〃
عمر مراہقت	پنجم	۷۳	مراہق
مراہق کا حکم	〃	〃	〃

ذبح — آداب واحکام

لحمی غذا ایک ضرورت	سوم	۳۵۱	ذبح
ذبح و نحر	〃	〃	〃
طریقۂ ذبح	〃	〃	〃
ذبح اضطراری	〃	〃	〃
ذبح اختیاری	〃	〃	〃
کن جانوروں میں ذبح افضل ہے اور کن میں نحر؟	〃	〃	〃
ذبیحہ پر اللہ کا نام لینا	〃	۳۵۲	〃
عمداً تسمیہ چھوڑ دے	〃	〃	〃
سہواً چھوڑ دے	〃	〃	〃
آلۂ ذبح	〃	〃	〃
دانت اور ناخن سے ذبح	〃	۳۵۳	〃
دھاردار آلہ	〃	〃	〃
مستحبات و مکروہات	〃	〃	〃
ذبح کے سلسلہ میں اسلامی اصلاحات	〃	〃	〃
ذبح کا قبلہ رخ ہونا	〃	〃	〃
گردن کی طرف سے ذبح	〃	۳۵۴	〃
گردن الگ ہوجائے	〃	〃	〃
چمڑا کب نکالا جائے؟	〃	〃	〃
ذبح کیا جانے والا جانور کیسا ہو؟	〃	〃	〃

ذبیحہ سے متعلق شرطیں	سوم	۳۵۴	ذبح
حیات سے مراد	″	″	″
ذبح کنندہ کے لئے شرطیں	″	″	″
بچہ اور نشہ خوار کا ذبیحہ	″	″	″
مشرکین اور مرتدین کا ذبیحہ	″	۳۵۵	″
اہل کتاب سے مراد	″	″	″
اہل کتاب کا ذبیحہ کب حلال ہے؟	″	″	″
اہل کتاب کا ذبیحہ	دوم	۲۵۱	اہل کتاب
شوافع کا نقطۂ نظر	سوم	۳۵۵	ذبح
مالکیہ کی رائے	″	″	″
حنفیہ کی رائے زیادہ قوی ہے	″	″	″
جن کا ذبیحہ حلال ہے	″	″	″
چند ضروری احکام	″	″	″
بسم اللہ پڑھنے کا وقت	″	″	″
تسمیہ	دوم	۳۱۷	بسملہ
بسم اللہ کون پڑھے؟	سوم	۳۵۶	ذبح
اگر حرام جانور کو ذبح کیا جائے؟	″	″	″
ذبح سے پہلے برقی صدمات	″	″	″
مشینی ذبیحہ	″	″	″
مجوس کا شکار اور ذبیحہ	پنجم	۶۳	مجوس
مردار اور ذبیحہ کا فرق	دوم	۳۳۷	الجزر

حلال و حرام

شیر سے متعلق احکام	″	۳۳۲	اسد
غیر اللہ کے نام چھوڑے ہوئے جانور	″	۲۸۷	بحیرہ
بحری جانوروں کے بارے میں فقہاء کی رائے	″	۲۸۸	بحر

امام ابو حنیفہ کا مسلک اور دلیل	دوم	۲۸۹	بحر
جھینگا مچھلی کا حکم	"	"	"
مچھر اور پسو کھانا درست نہیں	"	۳۱۳	براغیث و بعوض
بلی کا کھانا	"	۳۱۹	ہر
باز پرندے کا حکم	"	۳۲۸	بازی
طوطا	"	۳۸۵	ببغاء
آدمی حلال ہے یا حرام؟	"	۳۳۷	بہائم
حلال و حرام چوپائے	"	۳۳۹	بہیمہ
گائے — گوشت، ذبح، قربانی	"	۳۲۲	بقر
ہندوستان میں ذبح گاؤ کی ممانعت	"	۳۳۳	"
گلا گھونٹ کر کاٹا گیا جانور	پنجم	۱۳۳	منخنقہ
اونٹ کی زکوۃ شرعی	اول	۴۷۱	ابل
خرگوش کا حکم	دوم	۸۵	ارنب
ٹڈی کی حلت	سوم	۸۷	جراد
گدھے کے احکام	"	۲۹۹	حمار
کبوتر کے احکام	"	"	حمام
جریث (ایک خاص قسم کی مچھلی)	"	۱۷	جریث
ایسے جانور کا حکم	"	۱۰۵	جلالہ
حلال و حرام کوے	چہارم	۵۹	زاغ
حلال و حرام جانور	سوم	۳۶۷	حیوان
مرغی کا حکم	"	۳۰۸	دجاج
نجاست خور مرغی کا حکم	"	"	"
بجو کھانا جائز نہیں	چہارم	۱۰۷	زنجور
بجو کا مسئلہ	"	"	"
بندر کا حکم	"	۳۸۵	قرد

بندر کی طرف نسبت	چہارم	۲۸۵	قرد
شاہین کا کھانا	”	۱۶۱	شاہین
شاہین سے شکار	”	”	”
کوے کا حکم	”	۳۳۰	غراب
آبی جانور کا حکم	پنجم	۳۵۳	دریا
نجاست خور کوا	چہارم	۳۳۰	غراب
زاغ کا حکم	”	”	”
گھوڑے کا گوشت	سوم	۳۹۱	خیل
درندہ سے مراد	چہارم	۱۳۰	سبع
درندہ کا گوشت	”	”	”
درندہ کا جھوٹا	”	”	”
کسی کے جانور امانتدار کا حکم	اول	۲۹۹	امانت
بیمہ کا حکم	دوم	۶۶	تامین
دو مختلف جنس کے جانوروں کا اختلاط	”	۳۰۹	حیوان
ان جانوروں کی حلت و حرمت اور قربانی	”	”	”
کھانے کی حرمت	پنجم	۳۳۹	سم
غدہ سے مراد	چہارم	۵۳۰	غدہ
غدہ کھانے کی ممانعت	”	”	”
"لبان" کا لغوی معنی	”	۴۳۰	لبان
دودھ کا حکم گوشت کے مطابق	”	۵۶۹	لبن
اگر حلال جانور کی پرورش حرام جانور کے دودھ سے ہو	”	”	”
بچہ بستر الگ کر دینا ضروری	”	۱۱۷	مضاجعت
سور کے بال	سوم	۳۶۸	خنزیر
گدھے سے اختلاط	”	۳۹۳	خیل
درندہ پرندوں کا حکم	چہارم	۳۵۳	طیر

کوا حلال ہے یا حرام؟	چہارم	۲۵۳	طیر
عام پرندوں کا حکم	〃	〃	〃
جنون کے چند خاص احکام	سوم	۱۳۶	جن

شکار سے متعلق مسائل

شکار کی اجازت	چہارم	۳۰۴	صید (شکار کرنا)
حیوانات کے بارے میں اسلام کی معتدل تعلیم	〃	〃	〃
شکار سے منفعت کا حصول	〃	〃	〃
شکار کرنے والے سے متعلق شرطیں	〃	〃	〃
شکار سے متعلق شرطیں	〃	〃	〃
جانور زندہ حالت میں پالے	〃	〃	〃
متفرق ضروری مسائل	〃	〃	〃
شکار کی تعیین ضروری نہیں	〃	〃	〃
اگر پرندہ پہلے پہاڑ یا مکان پر گرے؟	〃	〃	〃
کوئی عضو کٹ کر علاحدہ ہو جائے	〃	〃	〃
جن جانوروں کا گوشت نہیں کھایا جاتا	〃	〃	〃
اگر جال یا کسی پھندے سے آ جائیں؟	〃	〃	〃
بندوق سے شکار کا مسئلہ	دوم	۳۳۶	بندوق

قربانی — آداب و احکام

اسلام سے پہلے	〃	۵۳	اضحیہ
قربانی کا ثبوت	〃	〃	〃
ابراہیم و اسماعیل علیہما السلام کی یادگار	〃	۱۵۴	〃
حکم	〃	〃	〃
شرطیں	〃	۱۵۵	〃
بعض عیوب قربانی میں مانع ہیں	〃	۵۶	〃
اشتراک سے جانور کی قربانی	〃	۱۶۳	[illegible]

مادہ جانور کے احکام	دوم	۲۷۷	انثیٰ
دبلا جانور کے احکام	//	۲۹۱	عجفاء
ثولاء جانور کی قربانی	سوم	۹۸	ثولاء
جس جانور کا تھن کٹا ہوا ہو	//	۸۳	جذاء
ناک کٹے جانور کی قربانی	//	//	جدعاء
کان پھٹے جانور کی قربانی	//	۳۳۲	خرقاء
دانت ٹوٹے جانور کی قربانی	//	۹۲	ثنایا
یک چشم جانور کی قربانی	چہارم	۳۱۸	عوراء
جو عیب قربانی میں مانع نہیں	دوم	۱۵۹	اضحیہ
اونٹ کی قربانی	اول	۴۷۱	ابل
بیل کی قربانی	سوم	۹۸	ثور
آختہ کی قربانی	//	۳۳۹	خصی
بیل — گوشت اور ذبح کی قربانی	دوم	۴۲۲	بقر
جانوروں کی عمریں	//	۱۵۵	اضحیہ
مختلف جانوروں کی ثنی	سوم	۹۷	ثنی
قربانی کی عمر	//	۸۶	جذعہ
ایام و اوقات	دوم	۱۵۷	اضحیہ
ایام و اوقات	//	۲۹۱	ایام نحر
شرکت کے ساتھ قربانی	//	۱۵۸	اضحیہ
گوشت اور چرم کے مصارف	//	//	//
قربانی کی قضاء	//	//	//
چند آداب و احکام	//	۱۵۹	//
قربانی کے جانور کا اوڑھنا	//	۳۱۸	تجلیل
رجب کی قربانی کا حکم	چہارم	۳۴۷	عتیرہ
منسوخ ہونے کی دلیل	//	//	//

لغوی معنی	چہارم	۳۰۱	عقیقہ
اسوۂ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم	〃	〃	〃
فقہا کی آراء	〃	〃	〃
امام ابوحنیفہؒ کا نقطۂ نظر	〃	〃	〃
کس دن عقیقہ کرے؟	〃	〃	〃
عقیقہ کا گوشت	〃	〃	〃
متفرق احکام	〃	〃	〃

لباس اور زیبائش وآرائش سے متعلق مسائل حظر واباحت

لغوی معنی	چہارم	۵۶۳	لباس
انسان میں لباس کا فطری ذوق	〃	〃	〃
اسلام میں ستر پوشی کی اہمیت	چہارم	۳۸۶	عریانی
مسلم خاتون میں بے حیائی	〃	〃	〃
برہنگی خلاف فطرت	چہارم	۵۶۳	لباس
فرض لباس	〃	〃	〃
مستحب	〃	〃	〃
مباح وجائز	〃	〃	〃
مکروہ	〃	〃	〃
لباس شہرت	〃	〃	〃
مرد وعورت کے لباس میں فرق	〃	〃	〃
مولانا تھانوی کی چشم کشا وضاحت	〃	〃	〃
مکروہ رنگ	〃	〃	〃
سرخ کپڑے	〃	〃	〃
دوسرے رنگ	〃	〃	〃
مردوں کے لیے	〃	〃	〃
خواتین کے لیے	〃	〃	〃

آستین کی مقدار	چہارم	۵۷۲	لباس
ستر پوشی کی رعایت	//	//	//
باریک اور چست لباس	//	//	//
لباس میں اسبال	دوم	۸۶۰	اسبال
کپڑے پہننے کے آداب	چہارم	۵۷۳	لباس
دائیں طرف سے آغاز	//	//	//
نیا کپڑا پہننے کی دعاء	//	//	//
بائیں طرف سے کپڑا اتارنا	//	//	//
حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ازار	دوم	۸۶	ازار
وضوء کے بعد تولیہ استعمال کرنے کا حکم	پنجم	۱۳۲	منديل
لنگوٹ اور جانگیا کا حکم	دوم	۳۰۹	تبان (لنگوٹ)
خمار کا شرعی حکم	سوم	۳۷۶	خمار (دوپٹہ)
ریشمی کپڑے	چہارم	۵۷۳	لباس
ریشم کی کتنی مقدار مردوں کے لئے جائز ہے؟	سوم	۴۵۳	حریر (ریشم)
دوسرے فقہاء کی رائیں	//	//	//
لباس کے علاوہ میں ریشم	//	۴۵۴	//
مردوں کے لئے بھی جائز	//	۳۳۷	خز
اونی کپڑوں کا استعمال	چہارم	۲۸۳	صوف
لغوی معنی (قلنسوۃ)	//	۵۲۳	قلنسوۃ (ٹوپی)
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ٹوپی	//	//	//
ٹوپی پر عمامہ	//	//	//
لمبی ناپ	اول	۳۵۴	آب
حجاب سے مراد	سوم	۱۷۹	حجاب
اجنبی سے پردہ کا ثبوت	//	//	//
کیا چہرہ و کف حجاب میں داخل ہے؟	//	۱۸۰	//

مانعین کے دلائل	سوم	۱۸۱	حجاب
احناف کے دلائل	〃	۱۸۲	〃
موجودہ حالات کا تقاضا	〃	۱۸۳	〃
حجاب کے درجات	〃	۱۸۴	〃
اجنبیوں سے پردہ	〃	〃	〃
غیر محرم رشتہ داروں سے پردہ	〃	〃	〃
محرم رشتہ داروں سے پردہ	〃	〃	〃
شوہر کا حکم	〃	〃	〃
دو طبقوں کا استثناء	〃	〃	〃
جس کو عورت کی حاجت نہ ہو	〃	۱۸۵	〃
کم عمر بچے	〃	〃	〃
چہرہ کا پردہ	〃	۱۰۷	جلباب
غیر محرم کے ساتھ تنہائی	〃	۱۷۰	خلوت
خضاب — لغوی معنی	〃	۳۳۹	خضاب
خضاب لگانے کا حکم	〃	〃	〃
خضاب کا رنگ	〃	۳۴۰	〃
استعمال بہتر ہے یا ترک؟	〃	〃	〃
معمول نبوی ﷺ	دوم	۲۰۰	اکتحال
سرمہ لگانے کی سنت	〃	〃	〃
سرمہ کا استعمال	چہارم	۵۵۱	کحل
سرمہ لگانے کا مسنون طریقہ	〃	〃	〃
سرمہ لگانے کا وقت	〃	〃	〃
روزہ کی حالت میں	〃	〃	〃
حالت احرام میں	〃	〃	〃
لغوی معنی (واشمہ)	پنجم	۲۵۶	واشمہ

گودنے اور گدوانے کی ممانعت	پنجم	۲۵۹	واشمہ
دانتوں کی گھسوائی	〃	〃	〃
حدیث میں اس کی ممانعت	〃	۲۹۸	وشر (دانت کو گھس کر باریک کرنا)
مہندی لگانے کا حکم	سوم	۲۹۸	حنا (مہندی)
مہندی کا خضاب	〃	〃	〃
زنار پہننا تشبہ کفار	چہارم	۱۰۷	زنار
بال جوڑنے کی ممانعت	〃	۱۰۷	شعر
بال سے متعلق متفرق احکام	〃	〃	〃
سفید بال اکھاڑنا	〃	〃	〃
عورت کا بال کٹانا	〃	〃	〃
سینہ اور پشت کا بال	〃	〃	〃
بال ترشوانا بہتر ہے یا منڈانا؟	〃	〃	〃
زلف مبارک	〃	〃	〃
بغل کے بال	〃	〃	〃
عورت کے لئے چوٹی اور جوڑے کا حکم	〃	۳۱۷	ضفیرہ (جوڑا)
مردوں کے لئے	〃	〃	〃
قزع کی ممانعت	〃	۳۹۸	قزع
سفید بال اکھاڑنے کا حکم	〃	۱۴۳	شیب
لمس اور مس	پنجم	۲۳۱	تماس
اگر عورتوں کو روزہ میں سونگھ آ جائے؟	〃	〃	〃
اگر جسم میں کوئی تکلیف دہ اضافہ ہو جائے؟	〃	〃	〃
موئے زیر ناف کے بارے میں احکام و آداب	چہارم	۳۶۹	عانہ
اس لفظ کا اعراب	〃	۳۵۵	ظفر
ناخن کاٹنے کی ہدایت	〃	〃	〃

ناخن کاٹنے کی مدت	چہارم	۳۵۵	ظفر
ناخن کس طرح کاٹیں؟	"	"	"
کچھ آداب	"	"	"
مونچھیں تراشی جائیں	"	۱۶۹	شارب
تراشنے کی مقدار	"	"	"
مونچھ مونڈانے کے بارے میں فقہاء کے اقوال	"	"	"
مونچھ کے دونوں کنارے	"	"	"
کس طرح تراشے؟	"	"	"
(لحیہ) داڑھی سنت	"	۵۸۲	لحیہ
داڑھی رکھنے کا حکم	"	"	"
داڑھی کی مقدار	"	"	"
داڑھی سے متعلق مکروہات	"	"	"
ہونٹ کے دونوں کنارے اور نیچے کے بال	"	"	"
مردوں اور عورتوں کے لئے سونا کا استعمال	سوم	۳۴۳	ذہب (سونا)
سونے کی انگوٹھی	"	"	"
نابالغ لڑکی کو سونا پہنانا	"	"	"
سونے کا برتن	"	"	"
سونے کے قلم، دوات، تار کے کپڑے	"	"	"
مصحف قرآن پر طلائی نقش	"	"	"
دیواروں پر سونے کا پانی	"	"	"
سونا سے علاج	"	"	"
زیورات میں زکوۃ	سوم	۴۱۳	حلی (زیور)
خواتین کا انگوٹھی پہننا	"	۳۳۳	خاتم
انگوٹھی پہننے کا حکم اور اس کا وزن	"	"	"
کس چیز کی انگوٹھی ہو؟	"	"	"

نگینہ کیسا ہو؟	سوم	۳۲۳	خاتم
کس ہاتھ اور انگلی میں پہنی جائے؟	"	"	"
نگینہ کس طرف رکھا جائے؟	"	"	"
انگوٹھی پر اسمائے الٰہی کا نقش ہو اور بیت الخلاء جائے؟	"	"	"
خصی سے مراد	"	۳۲۸	خصی
خصی کے احکام	"	"	"
ایک طرح کی خوشبو	دوم	۱۹۳	اذخر
مردوں کے لئے زعفرانی، عصفری کی ممانعت	سوم	۲۷۱	خلوق
کپڑے اور جسم کا حکم	چہارم	۳۵۲	طیب (خوشبو)
خوشبو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پسندیدہ شی	"	"	"
روزہ کی حالت میں خوشبو کا استعمال	"	"	"
روزہ دار کے لئے خوشبو کی دھونی	"	"	"
حالت احرام میں خوشبو لگانا	"	"	"
بچوں کا بوسہ	دوم	۴۹۱	تقبیل
ہاتھوں کے بوسہ کا حکم	"	۴۹۲	"
ختنہ میں مصلحت اور اہمیت	سوم	۳۳۰	ختان
انبیاء کرام اور ختنہ	"	"	"
ختنہ کا طریقہ اور عمر	"	۳۳۱	"
ختنہ کا حکم	"	۳۳۲	"
عورتوں کا ختنہ	"	"	"
دعوت ختنہ	"	"	"
غیر مختون کے احکام	"	۳۳۳	"
غیر مختون کا ذبیحہ	"	"	"

وطی — آداب و احکام

وطی — لغوی و اصطلاحی معنی	پنجم	۲۸۹	وطی

وطی سے متعلق احکام	پنجم	٦٨٩	وطی
احکام وطی سے متعلق ابن نجیم کی بعض وضاحتیں	//	//	//
بیوی سے وطی کی ممانعت کی صورتیں	//	//	//
بدال وطی کا حکم	//	//	//
ہمبستری کے وقت	اول	٣١٣	اذکار
دودھ پلانے والی عورت سے ہمبستری	چہارم	٣٣٦	غیلہ
عضو تناسل کے دخول سے متعلق احکام	سوم	٢٦٠	حشفہ
اگر حشفہ کٹا ہوا ہو؟	//	٢٩٣	//
بیوی کے ساتھ	چہارم	٥٩٣	لواطت
بالکلیہ حرام ہے	//	١٣٤	عزل

کھیل — احکام و مسائل

کھیل میں	سوم	٠٦	جلب
گھوڑ دوڑ	//	٣٠١	قمار
کشتی اور جنگ	چہارم	١١٦	سبق
مسابقہ کی اجازت	//	//	//
جن چیزوں میں مسابقہ جائز اور مستحب ہے	//	//	//
کھیل میں انعام کی شرط	//	//	//
جائز ہونے کے لئے پہلی شرط	//	//	//
شرط یک طرفہ	//	//	//
دوسری شرط	//	//	//
تیسرے شخص کو بغیر شرط داخل کیا جائے	//	//	//
انعام کسی ادارہ کی طرف سے ہو	//	//	//
تیسری شرط	//	//	//
انعام کی شرائط سے متعلق ابن عابدین کی بحث	//	//	//
مباح و مکروہ کھیل	//	//	//

علمی مسابقہ میں شرط	چہارم	۱۱۶	مسابقہ
اگر شطرنج کے ساتھ جوا ہو؟	"	۲۲۳	شطرنج
بغیر جوے کے شطرنج کا حکم	"	"	"
کھیل کے بارے میں بنیادی اصول	"	۵۸۷	لعب (کھیل)
ساتر لباس	"	"	"
مختصر وقت کا کھیل	"	"	"
دوسروں کے لئے مفید اور سادہ ہو	"	"	"
مردانہ و زنانہ کھیل کا فرق	"	"	"
جوا نہ ہو	"	"	"
جسمانی ریاضت	"	"	"
جن کھیلوں کا احادیث میں ذکر ہے	"	"	"
دوڑ	"	"	"
کشتی	"	"	"
تیراکی	"	"	"
گھوڑ دوڑ	"	"	"
تیر اندازی	"	"	"
رقص کی حرمت	سوم	۳۹۰	رقص
صوفیاء کا رقص (حال، وجد)	"	"	"
مصنوعی حال جائز نہیں	"	"	"
رقص کرنے والے کی گواہی	"	۳۹۱	"

جائز و ناجائز کام میں تعاون سے متعلق مسائل

نیکی میں تعاون	دوم	۱۹۳	اعانت
معصیت میں تعاون	"	۹۵	"
تعاون کے مختلف درجات	"	"	"
غیر مقصود تعاون	"	۱۹۹	"

ناجائز تعاون کی تین صورتیں	دوم	۱۹۷	اعانت
ایسے کام میں تعاون جس کا مقصود ہی معصیت ہو	//	//	//
معلوم ہو کر معصیت کے لئے استعمال ہوگا	//	۱۹۸	//
معصیت کی نیت سے تعاون	//	//	//
شراب بنانے والوں سے اس کا فروخت کرنا	چہارم	۳۹۸	عصیر
حلق کا حکم	دوم	۱۲۵	استحداد
جلانے کے مواقعات	//	۳۳	احراق

کسب — آداب و احکام

کسب معاش، اسلامی نقطۂ نظر	چہارم	۵۵۳	کسب
کسب معاش کے تین ذرائع	//	//	//
سب سے بہتر ذریعہ معاش	//	//	//
باطل طریقہ پر کھانا	دوم	۲۷۹	باطل

لٹانا — احکام و مسائل

خوشی کے موقع پر پیسے یا شیرینی لٹانا	پنجم	۱۷۱	نثار
حنفیہ کا نقطۂ نظر	//	//	//
دوسرے فقہاء کی رائے	//	//	//
نکاح کے موقع پر	//	//	//
لٹانے کے بجائے تقسیم	//	//	//
تسبیح — لغت میں	دوم	۱۵۰	تسبیح
تسبیح اور حساب کے لئے	//	//	//

احتیاط سے متعلق احکام

احتیاط — تعریف	//	۳۱	احتیاط
حقوق اللہ میں	//	//	//
کثرت عدد پر فیصلہ	//	//	//
مواقع گناہ سے احتیاط	//	//	//

افراط و تفریط	دوم	۴۲	احتیاط

سحر سے متعلق مسائل

سحر — لغوی معنی	چہارم	۱۳۹	سحر
اصطلاحی تعریف	//	//	//
سحر ایک حقیقت ہے	//	//	//
معتزلہ کا نقطۂ نظر	//	//	//
سحر اور کرامت کا فرق	//	//	//
قرآن سے سحر کا ثبوت	//	//	//
حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر سحر کا اثر	//	//	//
حضرت عائشہؓ پر سحر	//	//	//
جادوگر کی سزا	//	//	//
اگر مسحور کی موت ہو جائے؟	//	//	//
جادوگر کی توبہ	//	//	//

تعویذ - آداب و احکام

تعویذ — لغوی معنی	سوم	۲۹۱	رقیہ
جھاڑ پھونک کا حکم	//	//	//
سانپ بچھو کے لئے جھاڑ پھونک کا جواز	دوم	۴۳۳	اُسوۂ نبی
سانپ بچھو کا شرعی حکم	//	۴۳۴	//
تعویذ لٹکانا	//	۵۳۹	تمیمہ
تعویذ پر اجرت	//	۵۴۲	//
تعویذ اور گنڈے میں بعض بے احتیاطیاں	//	۵۴۳	//
نظر لگنا	پنجم	۱۹۹	نظر
نظر لگنے کا علاج	//	//	//

طب و علاج

فن طب کی اہمیت	چہارم	۳۲۹	طب وطبیب

طبی تحقیق کی حوصلہ افزائی	چہارم	۳۲۹	طب و طبیب
علاج کی حوصلہ افزائی	//	//	//
علاج خلاف توکل نہیں	//	//	//
اہلیت علاج	//	//	//
طبیب حاذق سے مراد	//	//	//
علاج باعث نقصان ہو جائے	//	//	//
اہل نہ ہو اور علاج کرے	//	//	//
طریقہ علاج میں کوتاہی سے کام لے	//	//	//
بلا اجازت آپریشن	//	//	//
اگر اجازت لینا ممکن نہ ہو؟	//	//	//
اگر اجازت لینے کا موقع ہو؟	//	//	//
مریض کے راز کا افشاء	//	//	//
طاعون کی ابتداء	//	۳۲۸	طاعون (پلیگ)
طاعون عمواس	//	//	//
بیماری کا متعدی ہونا	//	//	//
طاعون زدہ شہر میں آنا	//	//	//
طاعون زدہ شہر سے باہر جانا	//	//	//
اجنبی مرد و عورت کے مادہ کا اختلاط	دوم	۵۲۸	تلقیح
زن و شوہر کے مادہ کا اختلاط	//	۵۳۰	//
ٹیسٹ ٹیوب سے ثبوت نسب کا مسئلہ	//	۵۳۱	//
جمادات سے علاج	//	۳۳۸	تداوی
نباتات سے علاج	//	۳۳۹	//
حیوانات سے علاج	//	//	//
حرام اشیاء سے علاج	//	۳۴۰	//
ناپاک اشیاء سے علاج	//	۳۴۱	//

انسانی اجزاء سے علاج	دوم	۲۳۳	تداوی
اعضاء کی پیوندکاری	//	۲۳۵	//
حقنہ — ضروری احکام	سوم	۲۸۴	حقنہ
حقنہ سے علاج	//	//	//
حقنہ سے روزہ فاسد ہو جاتا ہے	//	۲۸۵	//
اسقاط	//	۱۶۰	جنین
جراحت (آپریشن)	//	۸۷	جراحت
روح پیدا ہونے کے بعد	دوم	۱۳۴	اسقاط حمل
روح سے پہلے	//	//	//
جنین کا حکم	//	۱۳۵	//
دو حیثیتیں	//	//	//
ایک شبہ کا ازالہ	//	۱۳۷	//
قاضی خان کا استدلال	//	۱۳۸	//
عزل کا حکم	چہارم	۲۸۸	عزل
عارضی موانع حمل کا حکم	//	//	//
اختصاء کی ممانعت	دوم	۵۱	اختصاء
تغییر خلق اور اس کا حکم	//	//	//
جانوروں کا اختصاء	//	//	//
نس بندی کا شرعی حکم	//	//	//
ایک مغالطہ اور اس کا جواب	//	۵۳	//
نس بندی کی واضح تعبیر	//	//	//

تصویر سے متعلق مسائل

بے جان تصویریں	دوم	۲۶۵	تصویر
جانداروں کی تصویر	//	//	//
تصویریں بطریق احترام	//	۲۶۶	//

بے سایہ تصویریں	دوم	۳۶۸	تصویر
مشترکات تصویریں	"	۳۶۹	"
مجسمے اور احکام	"	۳۷۰	"
مجسمہ سازی کی حرمت	"	۵۳۴	تمثال
خلق اللہ میں تبدیلی سے مراد	"	۴۸۳	تغییر

تمباکو نوشی

تمباکو نوشی	سوم	۴۰۸	دخان
تمباکو نوشی کے حکم میں اہل علم کا اختلاف	"	"	"
محرمین کے دلائل	"	"	"
قائلین اباحت کے دلائل	"	"	"

خبر واحد — مسائل و احکام

خبر کا معتبر ہونا	سوم	۳۲۷	خبر
معاملات	"	"	"
دیانات	"	۳۲۸	"
مستور الحال شخص کی خبر	"	"	"
اگر خود مجوسی کھانے کے حلال ہونے کی اطلاع دے؟	پنجم	۹۳	مجوس
مفقود الخبر کی موت کی اطلاع	دوم	۴۹	اخبار
مغربی ممالک سے گوشت کا حکم	"	۵۰	"
جب شہادت ضروری ہے	سوم	۳۲۹	خبر
خبر اور شہادت میں فرق	"	"	"
سونے چاندی اور دوسری دھاتوں کے برتن	اول	۳۳۵	آنیہ
بعض برتنوں کی ممانعت اور بعض کی اجازت	"	"	"
جس برتن میں چاندی سونا لگا ہوا ہو اس کا حکم	پنجم	۱۲۳	مضبب
بعض برتنوں کے استعمال کی ممانعت پھر اجازت	"	۱۹۹	نبیذ

تلاوت — آداب و احکام

آغاز تلاوت میں تعوذ	دوم	۲۸۰	تعوذ
تحقیق، تجوید کی ایک اصطلاح	″	۳۲۳	تحقیق
تدویر، تجوید کی ایک اصطلاح	″	۳۲۸	تدویر
تلاوت کی مقدار	″	۳۱۵	تلاوت
تلاوت کے آداب	″	۳۱۶	″
ختم قرآن کے موقع پر خطبہ	سوم	۳۵۳	خطبہ
اخفاء تجوید کے احکام	اول	۳۱۳	اخفاء
آمین کا تلفظ	″	۳۲۳	آمین
آمین صرف نماز میں ہے یا خارج صلوٰۃ بھی؟	″	″	″
آمین کون کہے؟	″	″	″
زور سے کہے یا آہستہ؟	″	″	″

شعر و ادب

ادب اور اس کا صحیح مفہوم	دوم	۹۱	ادب
شعر و شاعری	″	″	″
شعر گوئی کا حکم	چہارم	۱۴۷	شعر
اباحیت پسند شاعروں کی تادیب	″	″	″
اشعار میں استعارات و تشبیہات	″	″	″

نام رکھنا — آداب و احکام آداب زندگی

نام رکھنا	دوم	۳۵۹	تسمیہ
نام رکھنے کے بنیادی اصول	″	۳۶۰	″
ناموں کا انتخاب	دوم	۱۳۰	اسم
کنیت	″	″	″
نام کب رکھا جائے؟	″	″	″
اسماء الٰہی سے بندوں کے نام	اول	۳۴۳	الٰہ

اللہ کا نام لینا کب مکروہ ہے	اول	۴۱۲	اللہ
اللہ نام رکھنا	"	۴۲۱	اسم
بعض روایتوں کی تحقیق	"	"	"
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ہم نام	"	۴۸۴	ابوالقاسم
محمد اور ابوالقاسم کو جمع کرنا	"	"	"

ملاقات سے متعلق مسائل

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم	سوم	۴۱۱	محمد
سلام کے آداب	"	۴۲۵	سلام
سلام کے الفاظ	"	۴۵۸	"
سلام کے بعض آداب	"	"	"
اہل کتاب کو سلام	"	۴۵۶	اہل کتاب
لغوی معنی (مصافحہ)	"	۱۰۲	مصافحہ
مصافحہ کی فضیلت	"	"	"
مصافحہ مستحب ہے	"	"	"
بعض نمازوں کے بعد مصافحہ	"	"	"
ملا علی قاری کے حکم کا بیان	"	"	"
مصافحہ کا مسنون طریقہ	"	"	"
دونوں ہاتھوں سے مصافحہ کی دلیل	"	"	"
امام بخاری کا نقطۂ نظر	"	"	"
ید کے لفظ سے غلط فہمی	"	"	"
ایک ہاتھ سے بھی جائز	"	"	"
مولانا گنگوہی کی رائے	"	"	"
علامہ کشمیری کی رائے	"	"	"
معانقہ کا ثبوت	پنجم	۱۲۶	معانقہ
فقہاء کا نقطۂ نظر	"	"	"

غیر محرم سے مصافحہ	پنجم	۱۲۹	مصافحہ
مصافحہ کی ایک مروجہ ناجائز صورت	"	"	"

استیذان کے مسائل

اجازت پاکے داخلہ	دوم	۷۰	اذن
استیذان کا طریقہ	"	۷۱	"
استیذان کی صورتیں	"	"	"
پردہ کی رعایت	"	۷۲	"
اطلاع اپنے گھر میں بھی مستحب	"	"	"
عمومی مقامات کے احکام	"	"	"
ٹیلیفون کا حکم	"	"	"

مزاح — آداب و احکام

ظرافت نبوی	دوم	۶۲	أدب
مزاح اور استہزاء	پنجم	۸۲	مزاح
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا مزاح فرمانا	"	"	"
مزاح میں افراط	"	"	"
مزاح میں جھوٹ جائز نہیں	"	"	"

کھانا — آداب و احکام

سنتیں اور آداب	دوم	۲۱۳	آکل
اذکار و ادعیہ کھانے سے پہلے	"	۳۱۷	بسملہ
کھانے کے درمیان ٹیک لگانا	اول	۳۸۷	اتکاء
کھانا اور اس کی مقدار	دوم	۲۱۴	آکل
خوان سے مراد	سوم	۳۷۹	خوان
خوان پر کھانا کھانا	"	"	"
کھانے کے بعد خلال کرنا	"	"	خلال
کھانے کی دعوت	سوم	۳۶	دعوت

مسلمان کی دعوت	سوم	۳۱۷	دعوت
مسلمان کی دعوت سے متعلق ضروری ہدایات	//	۳۱۹	//
جس دعوت میں منکر ہو	//	۳۱۷	//
غیر مسلموں کی دعوت	//	۳۱۹	//
روٹی کا بحیثیت رزق احترام	//	۳۳۰	خبز
بعض نامعتبر روایتیں	//	//	//
آٹا شراب میں گوندھنا	//	//	//
مٹی کا کھانا	دوم	۳۴۸	تراب
مٹی کھانے کا حکم	چہارم	۳۵۳	طین
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پسندیدہ غذا	//	۳۹۱	عسل
شہد میں شفاء	//	//	//
نباتات اصلاً حلال ہیں	پنجم	۱۹۳	نباتات
تین صورتوں میں حرمت	//	//	//
سڑی ہوئی چیز کھانے کا حکم	//	//	//
مجوسی کا شکار اور ذبیحہ	//	۹۳	مجوس
راہ گیر کا درخت کے پھل کھانا	سوم	۵۳	دعوت

سونا — آداب و احکام

معمول نبوی صلی اللہ علیہ وسلم	چہارم	۵۲۷	قیلولہ
جمعہ کے دن کب قیلولہ کرے؟	//	//	//
سونے کا مسنون طریقہ	دوم	۱۹۰	اضطجاع
ناپسندیدہ طریقہ	//	۱۹۱	//

متفرق مسائل

جمائی کے آداب	دوم	۳۱۵	تثاؤب
بسم اللہ سے کاموں کی ابتداء	//	۳۹۱	تسمیہ
۷۸۶ کا ثبوت نہیں	//	۳۹۴	//

مختلف امور میں دائیں حصے سے کام کا آغاز	دوم	۵۳۹	تیامن
غیر نماز میں تورک	〃	۴۲۲	تورک
سفر سے دوسرے کے حقوق متاثر نہ ہو	چہارم	۱۵۵	سفر
اگر بیوی سفر حج پر جانا چاہے؟	〃	〃	〃
عورت کے لئے سفر	〃	〃	〃
متعارض روایات میں تطبیق	〃	〃	〃
سفر حج کے لئے بھی محرم شرط ہے	〃	〃	〃
سفر کے آداب	〃	〃	〃
کم سے کم تین رفقاء	〃	〃	〃
امیر مقرر کرے	〃	〃	〃
سفر کا بہتر وقت	〃	〃	〃
واپس ہونے والوں کا استقبال	〃	〃	〃
تحنیک کا طریقہ اور اس کا ثبوت	دوم	۴۲۹	تحنیک
کسی پر کنکری پھینکنے کی ممانعت	سوم	۳۳۵	خذف
بیعت تصوف اور اس کا ماخذ	دوم	۳۸۲	بیعت
اسلام میں وعدہ کی اہمیت	پنجم	۴۹۱	وعدہ
ایفاء وعدہ قضاءً واجب ہے یا نہیں؟	〃	〃	〃
حنفیہ اور مشروط وعدہ	〃	〃	〃
مالکیہ کا نقطۂ نظر	〃	〃	〃
مسلمان سے ترک گفتگو	پنجم	۳۳۰	ہجر
کیا سلام ترک گفتگو کے گناہ سے بچنے کے لئے کافی ہے؟	〃	〃	〃
خط کے ذریعہ سلام	〃	〃	〃
بالواسطہ گفتگو	〃	〃	〃
دینی امور میں اسراف	دوم	۱۳۴	اسراف
کھانے میں اسراف	〃	〃	〃

روٹی کو تنور پھینک دیا	دوم	۳۱۱	تبذیر
اسراف کی ممانعت	”	”	”
اسراف اور تبذیر میں فرق	”	۳۱۰	”
توریہ (خلاف ظاہر مفہوم مراد لینا)	”	۵۲۹	توریہ
جب جھوٹ کی اجازت ہے	چہارم	۵۵۲	کذب
توریہ تعریض	”	”	”
[illegible]	”	”	”
ممانعت و مذمت	چہارم	۴۴۵	غیبت
غیبت کی حقیقت	”	”	”
کن صورتوں میں غیبت جائز ہے؟	”	”	”
ظلم سے بچنے کے لئے	”	”	”
اصلاح کے لئے	”	”	”
مسئلہ شرعی دریافت کرنے کے لئے	”	”	”
کچھ اور صورتیں جن میں غیبت جائز ہے	”	”	”
رشوت — لغوی معنی	دوم	۳۸۱	رشوت
اصطلاحی تعریف	”	”	”
رشوت قطعاً حرام ہے	”	”	”
رشوت دینے کا حکم	”	۳۸۲	”
لعنت — لغوی معنی	چہارم	۵۸۹	لعنت
اصطلاحی شرعی معنی	”	”	”
لعنت کے احکام	”	”	”
متعین شخص پر لعنت	”	”	”
کافر پر لعنت کی مختلف صورتیں	”	”	”
مذموم اوصاف پر عمومی لعنت	”	”	”
جن افعال پر لعنت بھیجی گئی ہے وہ گناہ کبیرہ ہے	”	”	”

داڑھی کٹوانے پر لعنت	چہارم	۵۸۹	لعنت
بخار کو برا بھلا کہنے کی ممانعت	دوم	۳۱۴	بدفالی و بدشگونی
مباہلہ — لغوی و اصطلاحی معنی	پنجم	۵۶	مباہلہ
عہد نبوی میں مباہلہ کا واقعہ	〃	〃	〃
کیا مباہلہ کا حکم اب بھی باقی ہے؟	〃	〃	〃

جانوروں کے حقوق

داغ — لغوی معنی	پنجم	۲۷۲	داغ
چہرے پر داغنے کی ممانعت	〃	〃	〃
جسم کو داغنا	〃	〃	〃
بطور علامت حیوان کے کسی اور حصۂ جسم پر داغنا	〃	〃	〃
جانوروں کے ساتھ بدسلوکی کی ممانعت	〃	۵۹	مثلہ
کتوں کی پرورش	چہارم	۱۸	کلب
لغوی معنی	〃	〃	〃
جنوں کے چند خاص احکام	سوم	۲۳۰	جن

وصیت سے متعلق مسائل

وصیت — لغوی و اصطلاحی معنی	پنجم	۲۷۳	وصیت
وصیت و ہبہ کا فرق	〃	〃	〃
وصیت کے بارے میں اسلامی مزاج	〃	〃	〃
وصیت کی مشروعیت	〃	〃	〃
حکم کے اعتبار سے وصیت کی چار قسمیں	〃	〃	〃
وصیت کے ارکان	〃	〃	〃
عمل کے ذریعہ قبولیت کا اظہار	〃	〃	〃
ایجاب و قبول کے لئے شرط	〃	〃	〃
وصیت کنندہ سے متعلق شرطیں	〃	〃	〃
جس کے لئے وصیت کی جائے اس سے متعلق شرطیں	〃	〃	〃

ایک تہائی سے زیادہ کی وصیت	پنجم	۲۴۱	وصیت
وارث کے حق میں وصیت	//	//	//
حربی کے حق میں وصیت	//	//	//
وصیت عقد لازم نہیں	//	//	//
وصیت کے مطابق تکمیل	//	//	//
اگر کپڑے کی وصیت کرے؟	سوم	۹۷	ادب
جنین کے نام وصیت و وقف	سوم	۱۵۹	جنین
اصطلاحات	پنجم	۲۶۹	وصی
ایجاب وقبول	//	//	//
ذمہ داری قبول کرنے کے بعد اس سے سبکدوشی	//	//	//
ایک سے زیادہ وصی کا تقرر	//	//	//
وصی کے لئے مطلوب اوصاف	//	//	//
وصی کی معزولی یا اس کے معاون کا تقرر	//	//	//
عورت، نابینا یا بچہ کو وصی بنانا	//	//	//
وصی کے تصرفات	//	//	//
منقول مال کی خرید و فروخت کا حکم	//	//	//
غیر منقول جائداد کی فروخت	//	//	//
یتیم کے مال میں تجارت	//	//	//
یتیم کی خدمت کے لئے اجیر	//	//	//
یتیم کا سامان کرایہ پر لگانا	//	//	//
صدقۂ فطر اور قربانی	//	//	//
تعلیم و تربیت	//	//	//
خرچ میں اعتدال	//	//	//
سفر اور خورد و نوش کے اخراجات	//	//	//
وصی کا کسی اور کو وصی مقرر کرنا	//	//	//

ولی کب حوالہ کرے؟	پنجم	۲۹۹	یتیم
یتیم کے مال سے تجارت، نگرانی	//	//	//
وصی کی اپنی ذمہ داریوں سے سبکدوشی	//	//	//

میراث — احکام و مسائل

قانون میراث میں اسلام کا عدل و اعتدال	پنجم	۱۵۳	میراث
متروکہ سے متعلق چار حقوق	//	//	//
تجہیز و تکفین کا انتظام	//	//	//
دین کی ادائیگی	//	//	//
وصیت کی تکمیل	//	//	//
اقارب کے لئے وصیت	چہارم	۲۹۶	قریب
سسرالی رشتہ داروں کے لئے وصیت	//	۳۰۴	صہر
ترکہ کی تقسیم	پنجم	۱۵۳	میراث
ورثہ میں ترتیب	//	//	//
اصحاب فرائض	//	//	//
نسبی عصبہ رشتہ دار	//	//	//
اگر عصبات نہ ہوں؟	//	//	//
اگر ذوی الفروض بھی نہ ہوں؟	//	//	//
اگر ذوی الارحام بھی نہ ہوں؟	//	//	//
بیت المال	//	//	//
موانع میراث	//	//	//
قتل	//	//	//
اختلاف دین	//	//	//
اختلاف دار	//	//	//
غلامی	//	//	//
مردوں میں میراث کے حق دار	//	//	//

خواتین میں میراث کے حق دار	پنجم	۱۵۲	میراث
ورثہ کی چار قسمیں	〃	〃	〃
ذوی الفروض	〃	〃	〃
عصبہ	〃	〃	〃
دوہری حیثیت	〃	〃	〃
ورثہ کے احوال	〃	〃	〃
شوہر	〃	〃	〃
بیوی	〃	〃	〃
فار بالطلاق سے مراد	چہارم	۳۲۵	فرار بالطلاق
جب شوہر و بیوی ایک دوسرے کے وارث ہوتے ہیں	〃	۳۲۶	〃
جب شوہر وارث نہیں ہوگا	〃	〃	〃
باپ کے وارث ہونے کی صورتیں	اول	۲۵۳	اب
کفر کے باوجود باپ کا حق	〃	〃	〃
کفر کے باوجود باپ کا حق	پنجم	۱۵۲	میراث
دادا کے احوال	دوم	۸۲	جد
دادی کے احوال	〃	۸۳	جدہ
دادی و نانی کا حق	〃	〃	〃
دادی و نانی کا حق	پنجم	۱۵۲	میراث
ماں کے احوال	〃	〃	〃
بیٹی کے احوال	دوم	۲۳۲	بنت
بیٹی کے احوال	پنجم	۱۵۲	میراث
پوتی کے احوال	〃	〃	〃
ماں شریک بھائی	〃	〃	〃
سگی بہن	〃	〃	〃
باپ شریک بہن	〃	〃	〃

عصبہ کی تین صورتیں	پنجم	۱۵۴	میراث
عصبہ بالنفس	//	//	//
اماثل کے احکام	دوم	۴۷	امثا
عصبہ بغیرہ	پنجم	۱۵۴	میراث
عصبہ مع غیرہ	//	//	//
جنین کا حکم	سوم	۱۵۹	جنین
حجب	پنجم	۱۵۴	میراث
حجب حرمان	//	//	//
یتیم پوتے کی میراث	سوم	۱۸۸	حجب
اقارب سے مراد	چہارم	۳۴۹	قریب
دیگر فقہی الفاظ کا حکم	//	//	//
مولیٰ اور غلام کے احکام	سوم	۳۲۹	غلام ، خادم
مورث اور وارث ایک ساتھ ڈوب کر مر جائے تو وراثت کا حکم	چہارم	۳۲۳	غرقی
مالکیہ اور شوافع کی رائے	//	//	//
اگر پہلے اور بعد میں مرنے والا معلوم ہو؟	پنجم	۳۲۳	ہدمی
اگر یہ معلوم نہ ہو؟	//	//	//
تباین	دوم	۳۰۹	تباین
تماثل	//	۵۳۲	تماثل
توافق	//	۵۱۳	توافق
تداخل	//	۴۳۷	تداخل
تصحیح	//	۳۹۴	تصحیح
تخارج	//	۴۳۰	تخارج
حجب نقصان	دوم	۱۸۷	حجب
حجب حرمان	//	//	//
حجب حرمان کے قاعدے	//	۱۸۸	//

مناسخہ	پنجم	۱۳۴	مناسخہ
مولی الموالات	//	۱۳۶	مولی الموالات

معاشرتی احکام

والدین کو اُف کہنا	دوم	۳۹۴	تأفیف
ماں کے حقوق کی اہمیت	//	۴۳۳	اُم
باپ کا درجہ ومقام	اول	۳۵۴	اب
عمر کے مختلف مراحل کے لئے عربی زبان کی تعبیرات	چہارم	۴۱۴	صبی
بچوں سے متعلق خصوصی احکام	//	//	//
بچوں کا ایمان	//	//	//
بچے اور عبادات	//	//	//
عشر وخراج	//	//	//
صدقۃ الفطر اور قربانی	//	//	//
بیوی اور اقارب کا نفقہ	//	//	//
عبادت کا ثواب	//	//	//
مفسد عبادت عمل	//	//	//
منافی احرام فعل	//	//	//
نماز میں قہقہہ	//	//	//
امامت	//	//	//
بچہ سے آیت سجدہ سنے	//	//	//
ناقض وضوء پیش آئے	//	//	//
اذان دینے کا حکم	//	//	//
حدود وقصاص	//	//	//
ولایت اور شہادت وقضاء	//	//	//
بچہ کا متولی اور وصی بننا	//	//	//
بلا وضوء قرآن مجید چھونا	//	//	//

محرم کے احکام	چہارم	۲۰۹	محرم
رضاعت وغیرہ	"	"	"
بچہ کا علاج	"	"	"
کان چھیدنا	"	"	"
غیر محرم کے ساتھ بچیوں کا سفر	"	"	"
بچہ کی ملازمت	"	"	"
معاملات میں وکالت	"	"	"
بچوں کا ذبیحہ	"	"	"
غیر محرم عورتوں کو دیکھنا	"	"	"
نابالغ کی طلاق اور قسم	"	"	"
کسی معاملہ کو قبول کرنا	"	"	"
بچے کسی کا مال تلف کردیں	"	"	"
بچوں کی پرورش	"	"	"
صحبت کی وجہ سے حرمت مصاہرت	"	"	"
بچوں سے ناجائز کام کا ارتکاب کرایا جائے	"	"	"
ولادت میں مساوات	اول	۲۴۳	ابن
مساوات سے کیا مراد ہے؟	"	"	"
اسلام سے پہلے بچی کے ساتھ سلوک	دوم	۳۳۰	بنت
شوہر کے حقوق	چہارم	۱۰۸	زوج
اطاعت اور فرمانبرداری	"	"	"
گھر کی نگرانی و حفاظت	"	"	"
بلا اجازت باہر نہ جانا	"	"	"
تادیب کا حق اور اس کے حدود	"	"	"
سرزنش آخری مرحلہ	"	"	"
ضرب غیر مبرح سے مراد	"	"	"

کن امور پر تادیب کی جائے؟	چہارم	۱۰۸	زوجین
طلاق کا حق	〃	〃	〃
میراث کا حق	〃	〃	〃
بیوی کے اخلاقی واجبات	〃	〃	〃
ناجائز شوہر کا کہا نہ کرے	〃	۲۲۷	ناشزہ
شوہر سے علاحدہ رہنے کی وجوہ	〃	〃	〃
بیوی کے حقوق	چہارم	۱۱۳	زوجہ
حسن معاشرت	〃	〃	〃
حق میراث	〃	〃	〃
خادم سے خدمت لینا	〃	۲۲۳	خادم
خادم کے ساتھ حسن سلوک	〃	〃	〃
حقوق کا تحفظ	اول	۲۳۱	اجیر
مدت اجارہ	〃	〃	〃
مہمان نوازی کی اہمیت	چہارم	۳۲۳	ضیف
قرآن میں مہمان نوازی کے آداب	〃	〃	〃
حدیث میں آداب ضیافت	〃	〃	〃
جائزہ	〃	〃	〃
مہمانی کی مدت	〃	〃	〃
کیا میزبانی پر مجبور کیا جا سکتا ہے؟	〃	〃	〃
مہمان کا نفلی روزہ رکھنا	〃	〃	〃
مہمان اور میزبان سے متعلق آداب	〃	〃	〃
ایک دوسرے کو کھانا کھلانا	〃	〃	〃
بلا اجازت ملاقات ہو سکتی ہے	〃	〃	〃
اسلام میں عیادت کی اہمیت	چہارم	۳۲۹	عیادت
عیادت کا فقہی حکم	〃	〃	〃

عیادت کا مسنون طریقہ	چہارم	۳۱۸	عیادت
بچوں اور غیر مسلموں کی عیادت	//	۳۱۷	//
عیادت کے بعض آداب	//	//	//

دار — مسائل و احکام

دار — لغوی معنی	سوم	۳۹۵	دار
اصطلاحی تعریف	//	//	//
دار الاسلام اور دار الحرب	//	//	//
صاحبین کا نقطۂ نظر	//	//	//
راجح قول	//	//	//
امام ابو حنیفہ کی رائے راجح ہے	//	۳۹۶	//
دار العہد و دار الموادعہ سے مراد	//	۳۹۷	//
کفر اور حرب میں فرق	//	//	//
عہد نبوی کے تمام نئے ممالک	//	//	//
دار الامن	//	۳۹۸	//
دار کی تین قسمیں	//	//	//
موجودہ دور کے غیر مسلم اکثریتی ممالک	//	۳۹۹	//
دار الاسلام کے احکام	//	//	//
دار الحرب کے احکام	//	//	//
ہجرت کن لوگوں پر واجب ہے؟	//	۴۰۰	//
دار الحرب میں سود	//	۴۰۱	//
دار الحرب کے سلسلے میں بنیادی اصول	//	۴۰۲	//
دار الامن کے احکام	//	۴۰۳	//
موجودہ دور کے غیر مسلم ممالک	//	۴۰۴	//
حربی، معصوم الدم نہیں	//	۳۳۹	حربی
حربی کا مال معصوم نہیں	//	۳۵۰	//

حربیوں سے اسلحہ کی فروختگی	سوم	۲۵۰	حربی
حربی اور جزیہ کا حکم	″	″	″
حربی کے لئے صدقہ جائز نہیں	″	″	″
حربی کو اسلامی ملک میں کتنے دنوں تک رہنے کی اجازت ہوگی؟	″	″	″

امارت و امیر سے متعلق مسائل

امارت سے مراد	دوم	۲۳۶	امیر
امیر المومنین کا لقب	″	۲۳۶	″
امیر کے اوصاف	″	۲۳۷	″
امیر کے قریشی ہونے کا مسئلہ	″	″	″
امیر کا انتخاب	″	۲۳۹	″
پہلا طریقہ	″	″	″
دوسرا طریقہ	″	″	″
تیسری صورت	″	″	″
چوتھی صورت	″	″	″
قہری امارت	″	۲۴۰	″
موجودہ دور میں انتخاب امیر کی صورت	″	″	″
وراثت کی شرعی حیثیت	″	″	″
امیر المومنین کے حقوق	″	″	″
امیر المومنین کے فرائض	″	۲۴۱	″
امیر المومنین کی معزولی	″	۲۴۲	″
اہل تشیع کا مسلک	″	″	″
اولوالامر کی اطاعت	″	۲۴۸	اولوالامر
خدا، رسول اور اولوالامر کی اطاعت میں فرق	″	″	″
معصیت پر اطاعت	چہارم	۳۴۸	طاعت
امارت ایک شرعی فریضہ	دوم	۳۵	امارت

دار الکفر میں شرعی امارت	دوم	۴۱۵	امارت
کتاب وسنت کی شہادت	//	//	//
فقہاء کی رائے	//	۴۱۶	//
ماضی قریب کی نظیریں	//	//	//
شاہ عبدالعزیز صاحب کا فتوی	//	۴۱۷	//
برطانوی ہند میں امارت شرعیہ	//	//	//
اسلامی دستور اور جمہوریت	//	//	//
بیعت	//	۲۸۱	بیعت
بیعت امارت کی تعبیر	//	//	//
بیعت کا طریقہ	//	//	//
عصر حاضر میں بیعت کی ممکن العمل صورت	//	۲۸۲	//
رائے دہی کی شرعی قدر	//	//	//
عورتوں سے بیعت	//	//	//
بیعت تصوف اور اس کا ماخذ	//		//

ذمی — مسائل و احکام

ذمہ کے معنی	//	۲۵۰	اہل ذمہ
معاہدین	//	//	//
مفتوحین	//	//	//
فوجداری قوانین	//	۲۵۱	//
معاشرتی قوانین	//	//	//
مذہبی آزادی	//	//	//
عبادت گاہوں کی تعمیر	//	۲۵۲	//
مال و اسباب کا تحفظ	//	//	//
تہذیب کا تحفظ	//	//	//
جزیہ	//	۲۵۳	//

قتل معاہد	دوم	۱۵۳	اہل ذمہ
معاہد سے قصاص اور دیت	〃	〃	〃
اہل ذمہ کے حقوق ایک نظر میں	〃	۱۵۴	〃
دوسری قوموں کی عبادت گاہوں کے معاملہ میں بہتر سلوک	چہارم	۵۲۹	کنیسہ
حضرت خالد بن ولید ؓ کی طرف سے غیر مسلموں کی عبادت گاہوں کے لئے دستاویز	〃	〃	〃
علامہ شبلی کی بصیرت افروز بیان	〃	〃	〃
ابن ہمام کا نقطۂ نظر	〃	〃	〃
غیر مسلموں کی مورتیاں	چہارم	۳۸۴	مجسمہ
کلیسا کی فقہی اور شرعی حیثیت	〃	۳۱۲	گرجا
کلیسا عبادت گاہ نہیں	〃	〃	〃
خلافت صدیقی	دوم	۲۸۰	باغی
باغیوں سے کب جنگ کی جائے؟	〃	〃	〃
جنگ میں نرم رویہ	〃	۲۸۱	〃
باغیوں کے تصرفات	〃	〃	〃
مفسدین کے خصوصی احکام	〃	〃	〃

شعبۂ احتساب

نہی عن المنکر کے تین شعبے	دوم	۴۷	احتساب
محتسب کے اوصاف	〃	〃	〃
شعبہ احتساب	〃	۲۳۳	امر بالمعروف
محکمۂ قضا اور احتساب	سوم	۱۵۱	حسبہ
محکمۂ دفع مظالم اور احتساب	〃	۱۵۶	〃
امر بالمعروف	〃	〃	〃
نہی عن المنکر	〃	۱۵۸	〃
جن امور میں گواہی کے لئے دعویٰ ضروری نہیں	〃	۱۵۹	〃
معروف سے مراد	دوم	۲۳۱	امر بالمعروف

امر بالمعروف کا ایک اہم ذریعہ	سوم	۳۳۵	خطبہ
امر بالمعروف کا حکم	دوم	۲۳۱	امر بالمعروف
اسلام کا اہم ترین فریضہ	سوم	۴۱۵	دعوت
جہاد سے عداوت	〃	۴۱۹	〃

معاشرتی احکام سے متعلق متفرق مسائل

شوریٰ	چہارم	۴۰۳	شوریٰ
اسلام میں مشورہ کی اہمیت	〃	〃	〃
کن امور میں مشورہ کیا جائے؟	〃	〃	〃
کن لوگوں سے مشورہ لیا جائے؟	〃	〃	〃
فی زمانہ شورائی نظام پر مبنی اسلامی حکومت کے قیام کی صورت	〃	〃	〃
اقطاع سے مراد	دوم	۱۹۸	اقطاع
اقطاع تملیک	〃	〃	〃
اقسام و احکام	〃	〃	〃
اقطاع استغلال	〃	۱۹۹	〃
اقطاع ارفاق	〃	〃	〃
افتادہ زمین کی آباد کاری	سوم	۳۲۰	تحجیر
کلأ (عوامی چراگاہ)	〃	۲۹۵	کلأ
کیا مخصوص کرنے کے بعد کلأ کا حکم باقی ہے؟	〃	۲۹۹	〃
راستہ	چہارم	۳۳۳	طریق
شاہراہ عام کی وسعت	〃	〃	〃
مملوکہ راستہ کی خرید و فروخت	〃	〃	〃
حق راہ داری کی خرید و فروخت	〃	〃	〃
کیا ایک گروہ کا خریدار راستہ کا مستحق ہوگا؟	〃	〃	〃
راستہ میں اشتراک کی وجہ سے حق شفعہ	〃	〃	〃
آگ مباحات میں داخل ہے	پنجم	۱۹۳	نار

آگ میں جلانا	پنجم	۱۹۳	نار
جلنے کی وجہ سے پاکی	//	//	//
گھاس مباح عام	//	//	//
گھاس کاٹنے کے بعد	//	//	//

انسانی حقوق

انسان	دوم	۴۳۳	انسان
لغوی اور اصطلاحی معنی	پنجم	۳۵۱	یتیم
اسلام میں یتیموں کے ساتھ شفقت کی اہمیت	//	//	//
اکراہ تام	دوم	۲۰۲	اکراہ
اکراہ ناقص	//	۲۰۳	//
اکراہ کی شرطیں	//	//	//
احکام کے اعتبار سے اکراہ کی صورتیں	//	//	//
پہلی صورت	//	//	//
دوسری صورت	//	//	//
تیسری صورت	//	//	//
چوتھی صورت	//	۲۰۳	//
قولی تصرفات کے احکام	//	//	//
تین چیزیں جن میں اکراہ اور اختیار برابر ہے	//	//	//
غلامی کے سدباب کی حکیمانہ تدبیر	دوم	۱۳۱	استیلاد
الحاق	//	۱۹۹	الحاق

غلامی سے متعلق مسائل

غلام کو آزاد کرنے کی ایک صورت (تدبیر)	//	۳۳۷	تدبیر
اُمّ ولد باندی کے احکام	//	۱۳۱	استیلاد
آبق (بھاگا ہوا غلام)	اول	۳۳۴	آبق
غلام آزاد کرنے میں ہزل	پنجم	۳۳۱	ہزل

موالی	پنجم	۱۳۹	موالی
موالی سوالات	"	"	"
استنجاء فقہ کی اصطلاح میں	دوم	۱۲۹	استنجاء
نجاستوں سے متعلق خاص مسئلہ	"	"	"

اذکار و ادعیہ

لغوی و شرعی معنی	سوم	۳۱۰	دعاء
اسلام میں دعاء کا تصور	"	"	"
دعاء کے آداب	"	۳۱۱	"
اللہ تعالیٰ کے ذکر پر [illegible]	اول	۴۱۳	اللہ
صلوٰۃ و سلام	"	۳۲۶	[illegible]
صلوٰۃ و سلام پر کتابیں	"	"	"
صلوٰۃ و سلام سے متعلق مسائل	"	"	"
اسم مبارک آنے پر صلوٰۃ و سلام	"	"	"
اگر ایک مجلس میں بار بار ذکر آئے؟	"	"	"
اگر کسی نام سے آپ ﷺ کی ذات مراد ہو؟	"	"	"
اگر اسم مبارک آنے پر درود نہیں پڑھ سکا؟	"	"	"
اگر تحریر میں اسم مبارک آئے؟	"	"	"
درود و سلام کے مواقع	"	"	"
جب درود بھیجنا خلاف ادب ہے	"	"	"
درود سے متعلق متفرق مسائل	"	"	"
تلاوت کے دوران آپ ﷺ کا ذکر آ جائے	"	"	"
اگر خطبہ میں آئے؟	"	"	"
اوقات مکروہ میں درود پڑھنا	"	"	"
آپ ﷺ کے علاوہ دوسروں پر صلوٰۃ و سلام	"	"	"
حضور کی مغفرت کی دعاء	دوم	۲۸۰	[illegible]

کھانے سے پہلے اذکار و ادعیہ	دوم	۳۱۷	بسملہ
جماع اور ذبح سے پہلے ادعیہ	〃	〃	〃
رخصت کرنے کی دعاء	چہارم	۱۵۵	سفر
سفر پر نکلتے ہوئے دعاء	〃	〃	〃
جب آبادی میں داخل ہو	〃	〃	〃
جب دوران سفر کہیں پر اترے	〃	〃	〃
واپسی پر مسجد میں نماز دوگانہ	〃	〃	〃
گھر میں داخل ہونے کی دعاء	〃	〃	〃
دعاء	〃	۵۲۹	قنوت

اوزان شرعیہ

قیراط کی مقدار	〃	۵۹۷	قیراط
جدید اوزان میں مثقال کا وزن	پنجم	۵۹	مثقال
موجودہ اوزان میں	〃	۲۹	۔
مقدار معیاری کی تعیین میں درہم و دینار کی اہمیت	سوم	۳۰۹	درہم و دینار
درہم کی مقدار	〃	〃	〃
درہم و دینار کا وزن فاروقی	〃	〃	〃
موجودہ اوزان میں درہم و دینار کی مقدار	〃	〃	〃
صاع کی مقدار	چہارم	۲۱۹	صاع
جدید اوزان میں	پنجم	۲۶۶	رطل
ماء کثیر سے مراد	سوم	۳۳۹	ذراع
ذراع کی مقدار	〃	〃	〃
فقہاء کے اقوال	〃	〃	〃
میل کی مسافت	پنجم	۱۹۱	میل
مسافت سفر	چہارم	۱۵۵	سفر
متقدمین حنفیہ کی رائے	〃	〃	〃

متوفی کا عالم سفر	چہارم	١٥٥	سفر
اہل اللہ کا عالم سفر	//	١٥٩	//
مجبوراً مسافر	//	//	//
اگر کسی مقام کے لئے دو راستے ہوں؟	//	//	//

سیرت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم

احمد آپ ﷺ کا اسم گرامی ہے	اول	٢٢٦	احمد (صلی اللہ علیہ وسلم)
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا تشہد	سوم	٣٣٦	اذان
معمول نبوی صلی اللہ علیہ وسلم	چہارم	٣٢١	خضاب
قمیص (نبوی صلی اللہ علیہ وسلم)	دوم	٥٢٦	قمیص
گیسوئے نبوی صلی اللہ علیہ وسلم	دوم	٢٩٢	ڈاڑھی
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا تبسم	//	٣١١	تبسم
خاتم مبارک	سوم	٣٢١	خاتم
خاتم مبارک کی انگشتری	//	//	//
حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا سالن	اول	٩٠	ادام
آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا پسندیدہ سالن	//	//	//
(رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم) کا [illegible]	سوم	٣٢٩	[illegible]
حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا سرکہ تناول فرمانا	//	٢٦٠	خل
[illegible]	چہارم	٣٤٣	قباء

تاریخ و متفرقات

کعبہ — لغوی معنی	//	٥٥٢	کعبہ
کعبہ کے نام رکھنے کی وجہ	//	//	//
قرآن مجید میں کعبہ کا ذکر	//	//	//
ابعاد و عرض کا	//	//	//
کعبہ کی تعمیرات	//	//	//
تعمیر اول	//	//	//

تعمیر ابراہیمی	چہارم	۵۵۵	کعبہ
چوتھی، پانچویں اور چھٹی تعمیر	"	"	"
تعمیر قریش اور اس میں آپ ﷺ کی شرکت	"	"	"
حضرت عبد اللہ ابن زبیر رضی اللہ عنہ کی تعمیر	"	"	"
تعمیر حجاج	"	"	"
خلافت عثمانیہ کی تعمیر	"	"	"
حرم کے مختلف نام	دوم	۳۳۹	بیت اللہ
تعمیر کعبہ کی تاریخ	"	"	"
سب سے افضل شہر	دوم	۹۹	مدینہ
زمین کا سب سے اشرف حصہ	"	"	"
مالکیہ کا نقطۂ نظر	"	"	"
جمہور کی رائے	"	"	"
مدینہ منورہ کا نام	"	"	"
مدینہ کی حدود	"	"	"
کیا مدینہ حرم ہے؟	"	"	"
حنفیہ کا نقطۂ نظر	"	"	"
مدینہ میں قیام کی فضیلت	"	"	"
مسجد نبوی کے توسیع شدہ حصہ کا حکم	"	"	"
مدینہ کے کچھ مبارک مقامات	"	"	"
ریاض الجنۃ	"	"	"
جنت البقیع	"	"	"
مسجد شعائر اللہ ہیں	"	۸۹	مسجد
تعمیر مسجد کی اہمیت	"	"	"
کعبہ کی تعمیر	"	"	"

قباء میں تعمیر مسجد	پنجم	۸۹	مسجد
مسجد نبوی کی تعمیر	〃	〃	〃
ہجرت — لغوی و اصطلاحی معنی	〃	۳۳۲	ہجرت
ہجرت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم	〃	〃	〃
اسلامی تقویم کا نقطۂ آغاز	〃	〃	〃
اخوت ہجرت	دوم	۴۷	أخ
سیرت صحابہ	〃	۲۳۴	انصار
اہل بیت کی فضیلت	〃	۲۵۰	اہل بیت

○ ○ ○ ○